سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

دیوتا

تئیسواں حصہ

ایوتا

فرہاد علی تیمور

ایک دراز دست شخص کی سرگزشت، ایک فسوں کار کا قصّہ، جس کا جادو سر چڑھ کر بولتا تھا۔ اُس شورہ پُشت، شوریدہ سر کا احوال، ایک عالم جس کے خُون کا پیاسا تھا۔

تیز روشنی کے باعث اُس کی آنکھیں کھُل گئیں لیکن روشنی حد سے زیادہ ہو تو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اُجالا بھی آنکھوں میں چُبھنے لگتا ہے۔ اس نے اپنی آنکھوں پر ایک ہاتھ کا سایہ کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ ایک بند کمرے میں تھا۔

دروازہ بند نظر آرہا تھا۔ یقیناً وہ مقفل ہوگا۔ اُس نے روشنی کی طرف سے مُنہ پھیر کر دیکھا۔ اُدھر ایک دیوار پر ائیر کنڈیشنر لگا ہوا تھا۔ کمرے میں ضروریاتِ زندگی کا ہر سامان تھا۔ وہ بستر سے اُٹھ کر سوئچ بورڈ کے پاس آیا پھر اس نے تیز روشنی کو بُجھا دیا۔ اب وہاں جو روشنی تھی، وہ قابلِ برداشت تھی۔

اُس نے بستر کے سرہانے رکھے ہوئے ایک ریکارڈر کو دیکھا۔ اُسے وہاں رکھنے کا کوئی مقصد ہوگا۔ اس نے قریب آکر اس کے بٹن کو دبایا۔ ٹیپ چل پڑا۔ پہلے چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر ایک آواز اُبھری "مسٹر آرمر! شکریہ، تم میری آواز سُن رہے ہو۔ میں دوسری بار اُس وقت شکریہ ادا کروں گا، جب تم میرے دماغ میں آنے کی حماقت کروگے۔ ہاں تو پھر آرہے ہو؟ آنے سے پہلے اس ریکارڈر کو بند کر دو۔"

آرمر نے اُسے بند کیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی پھر اُس کے دماغ میں پہنچتے ہی واپس ہوگیا۔ ریکارڈر کے ذریعے بولنے والے نے سانس روک لی تھی۔ آرمر نے پھر ایک بار کوشش کی۔ پھر ناکام ہوا۔ سرہانے رکھے ہوئے ریکارڈر کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر اس کے بٹن کو دبایا۔ اُس میں سے آواز آئی "تم نے میرے دماغ میں آنے اور ناکام واپس جانے کی حماقت کی ہے۔ میں اپنے وعدے کے مطابق تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ پلیز، آیندہ ایسی حرکت نہ کرنا تمھیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

ریکارڈر چند ساعت کے لیے خاموش ہوا پھر بولنے لگا "جس طرح تم لوگوں نے میڈونا اور پاسکل بوُباکو زیرِ زمیں کوٹھڑی میں قید کیا تھا۔ اُسی طرح تمھیں بھی اس زیرِ زمیں مہمان خانے میں رکھا گیا ہے۔ لیکن ہماری اعلیٰ ظرفی دیکھو، ہم نے تنویمی عمل یا کسی دوا کے ذریعے تمھارے دماغ کو کمزور نہیں بنایا ہے۔ تم جسمانی طور پر قید ہو مگر دماغی طور پر آزاد ہو، سونیا، پارس، علی تیمور اور دنیا جہان کے لوگوں سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔"

"ہاں، یہ تمھاری اعلیٰ ظرفی ہے۔ مجھے کمزور بنا کر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو میرے دماغ میں بھیج سکتے ہو لیکن تم میرے دماغ سے دور کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے باتیں کر رہے ہو۔ میں بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

"تم کس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا تعلق مجھ سے جوڑ رہے ہو۔ کیا مجھے سُپر ماسٹر، ماسک مین یا یہودی تنظیم کا کوئی سربراہ سمجھ رہے ہو؟"

"تم کون ہو؟"

"یہ بتانا ہوتا تو سامنے آکر گفتگو کرتا۔"

"مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"یہ دشمنی نہیں، ایک نئی دوستی کی ابتدا ہے۔ میں ایک ایسی تنظیم کا بانی ہوں، جس کا مقصد صرف محبت اور..... انسان دوستی ہے۔ میں سُپر ماسٹر اور ماسک مین کے درمیان طاقت کا توازن قائم کر کے اُن کے سُپر پاور ہونے کے دعووں کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ یہ طاقت کی برتری ختم ہوگی تو دنیا میں امن و امان قائم ہوگا۔ پھر یہ طاقتیں فرہاد کی فیملی سے بھی دشمنی نہیں کریں گی۔"

"تم اپنی باتوں سے اور خیالوں سے بہت عظیم لگتے ہو مگر تمھارا عمل انسانیت کی توہین کرتا ہے، جیسے تم نے مجھے اغوا کر کے میری توہین کی ہے۔"

"اس کے لیے میں ایک نہیں ہزار بار معافی مانگتا رہوں گا اور تمھیں سمجھانے کی کوشش کرتا رہوں گا کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ بعض حالات میں بہت زیادہ نیکی کرنے کے لیے تھوڑی سی بُرائی کرنی پڑتی ہے اور تمھارے جیسے نیک آدمی کو تھوڑی سی تکلیف برداشت کر لینا چاہیے۔ اگر میں کہتا آرمر! تم بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر کسی کا بھلا نہیں کر سکو گے، میرے پاس آجاؤ تو تم کبھی نہ آتے، تم تو بہت سچے ہو۔ سچ بتاؤ کیا تم چلے آتے؟"

"میں بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر اُسی انسان دوستی کے فرائض ادا کر رہا ہوں، جو تم چاہتے ہو۔"

"غلط۔ تم نے اس ادارے میں رہ کر فرہاد کی فیملی کے لیے کام کیے ہیں اور وہ بھی اس لیے کہ تمھاری بہن پارس سے بیاہی گئی ہے۔ تم سچے اور ایمان دار کہلاتے ہو، ذرا اپنے ضمیر کی زبان سے بولو تم نے ٹیلی پیتھی جیسے مضبوط ہتھیار سے کبھی دنیا میں امن و امان قائم کرنے کی کوشش کی؟ کبھی مظلوم عوام کی بھلائی کے لیے سُپر طاقتوں کی قوتوں کو اعتدال پر لانے کی کوشش کی؟ نہیں آرمر! تم کبھی جوجو کے لیے فکر مند رہے۔ اس کی شادی ہوئی تو اسے بالغ بیوی کے روپ میں دیکھنے کے لیے بے قرار رہے، کبھی بہن کو کبھی رسونتی کو اغوا ہونے سے بچاتے رہے، کبھی پارس اور علی تیمور کے کام آتے رہے، کبھی سونیا کے ماتحت بن کر رہے۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا: "ذرا غور کرو آرمر! فرہاد کی فیملی کے لیے تم سُپر ماسٹر اور ماسک مین سے ٹکراتے رہے، یعنی سپر ماسٹر، ماسک مین، یہودی تنظیم اور فرہاد کی فیملی کے درمیان جاری رہنے والی جنگ کو اور شدید کرتے رہے ہو۔"

"میں بابا صاحب کے ادارے کی جانب سے کئی بار امن کا پیامبر بن کر سُپر طاقتوں کے دربار میں گیا۔ لیکن کسی نے میری محبت اور دوستی کے پیغام کو نہیں سمجھا۔"

"اس لیے نہیں سمجھا کہ تم ایک ادارے کی جانب سے گئے تھے، اسی طرح سپر ماسٹر، ماسک مین اور یہودیوں کی طرف سے پیغامبر آئے تو فرہاد کی فیملی نے انھیں قبول نہیں کیا۔ تم یہ کہو گے کہ دشمن ناقابلِ اعتبار ہوتے ہیں۔ میں بھی یہی کہتا ہوں کہ تم سب ایک دوسرے کے لیے ناقابلِ اعتبار ہو۔ صرف میں بھروسے کے قابل ہوں۔ کیوں کہ میں نے آج تک کسی سے جنگ نہیں کی۔ کسی کی ذات کو مجھ سے نقصان نہیں پہنچا۔ اگر تم آج سے گمنام رہ کر میرے ساتھ تعاون کرو گے تو کسی سپر طاقت کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ تم میرے ساتھ مل کر امن و امان کے راستے ہموار کر رہے ہو۔"

"میں تنہا تمھارے ساتھ کیا کر سکتا ہوں؟"

"میں اپنے تمام منصوبے تمھیں سمجھاؤں گا لیکن پہلے رازداری شرط ہے۔ جب تم یقین دلاؤ گے کہ تم نے اپنے اور پرائے تمام لوگوں سے ایک نامعلوم مدت کے لیے رابطہ ختم کر دیا ہے اور خود کو گمنام بنا لیا ہے تو..."

آرمر نے بات کاٹ کر کہا: "جب تک سانس باقی ہے اپنی جوجو سے رابطہ ختم نہیں کر دوں گا۔"

"اگر تم رابطہ ختم کر کے بہن کی بھلائی کر سکو، اُسے ماسک مین کی قید سے رہائی دلا سکو، اُسے اپنے داماد پارس تک پہنچا سکو تو کیا تمھاری یہ گم نامی بہتر نہ ہوگی؟"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اُس نے چونک کر کیسٹ ریکارڈر کو دیکھا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو بات وہ کہہ رہا تھا اُس کا جواب کیسٹ ریکارڈر سے مل رہا تھا۔ اس نے غور سے دیکھا تو کیسٹ رُک گیا تھا۔ ریکارڈر آف ہو چکا تھا لیکن آواز آ رہی تھی۔ وہ گم نام اجنبی ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا: "میں تمھارے قریب ہوں، تم میری آواز سُن رہے ہو۔ مگر مجھ تک پہنچ نہیں سکو گے۔"

"سامنے نہیں آؤ گے تو دوستی اور اعتماد قائم نہیں ہوگا۔"

"اعتماد قائم کرنے کے لیے ہی مشورہ دے رہا ہوں کہ گم نام ہو جاؤ۔ دنیا والوں کے لیے مر جاؤ، بہن کی بھلائی کے لیے اور عالمی سطح پر امن و امان قائم کرنے کے لیے زندہ رہو۔ میں تمھیں سوچنے کی مہلت دے رہا ہوں۔ رات کے کھانے پر ملاقات ہوگی۔ تم چاہو گے تو سامنے بھی آجاؤں گا۔"

بولنے والا خاموش ہو گیا۔ آرمر نے چند سیکنڈ تک اس کے دوبارہ بولنے کا انتظار کیا۔ پھر پوچھا: "رات کے کھانے کا وقت کب ہوگا؟ مجھے اس قید خانے میں دن رات کا پتا نہیں چل رہا ہے۔ میرے پاس گھڑی بھی نہیں ہے۔"

اُسے جواب نہیں ملا۔ وہ ایک ایزی چیئر پر آ کر بیٹھ گیا۔ وقت معلوم کرنا نہایت آسان تھا۔ کسی بھی شناسا کا دماغ اسے وقت اور دن رات کا حساب بتا دیتا۔ لیکن وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اسے خیال خوانی کرنی چاہیے یا نہیں؟ اگر وہ فرہاد کی فیملی کے کسی ممبر سے رابطہ قائم کرے گا تو پھر گمنام یا گم شدہ نہیں رہے گا۔ اور اس اجنبی کا مشورہ سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور کر رہا تھا کہ اُسے اپنوں کے لیے مر جانا چاہیے۔ اپنی بہن اور عالمی امن کے لیے زندہ رہنا چاہیے۔

اجنبی کی اس بات میں وزن تھا کہ اس نے بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر دنیا والوں کو سُپر طاقتوں کے ہتھکنڈوں سے نجات نہیں دلائی۔ ان کی برتری کو اعتدال پر لانے کے لیے کوئی قابلِ ذکر کارنامہ انجام نہیں دیا۔ اگر وہ گم نام رہ کر ایسے کارنامے انجام دے سکتا ہے اور جوجو کو پارس کے پاس پہنچا سکتا ہے تو اُسے ٹیلی پیتھی کے علم کو اسی مثبت طریقے سے کام میں لانا چاہیے۔

وہ اس سلسلے میں ہر پہلو پر غور کرنے لگا۔ پہلا اہم سوال یہ تھا کہ سُپر طاقتوں کی برتری کو ختم کرنے کا عزم کرنے والا... اجنبی خود کتنا طاقتور ہے؟ کیسی ذہانت کا حامل ہے؟ اور کتنے اہم ذرائع کا مالک ہے؟

سُپر طاقتوں کو اعتدال پر لانے کا طریقۂ کار کیا ہوگا؟ اُس اجنبی کی تنظیم میں اور کتنے قابل اور غیر معمولی صلاحیتوں کے آدمی موجود ہیں؟ اُس نے جتنے بھی منصوبے بنائے ہیں، وہ قابلِ عمل ہیں بھی یا نہیں؟ اور ایک اندیشے کی بات یہ بھی کہ یہ سُپر ماسٹر یا ماسک مین کی چال بھی ہو سکتی تھی۔ وہ پُراسرار اجنبی بن کر اس سے نیک کام کرانے کے بہانے غلط کام لے سکتے تھے۔

لیکن یہ اندیشہ بس یونہی سا تھا۔ آرمر نادان بچہ نہیں تھا اُسے کبھی ایک بار فریب دیا جا سکتا تھا، وہ بار بار دھوکا... کھانے والوں میں سے نہیں تھا۔ آیندہ چند گھنٹوں یا چند دنوں میں وہ پُراسرار اجنبی کو کسی حد تک سمجھنے والا تھا۔

فی الحال اجنبی کے عزائم نیک تھے، اُسے آزمایا جا سکتا تھا، جب تک وہ اغوا شدہ رہتا، سونیا، پارس اور علی تیمور وغیرہ اُسے یہاں سے نہ لے جاتے تب تک وہ گم نام رہ کر اجنبی کے طریقۂ کار پر چلنے کے تجربات اور ان کے نتائج حاصل کر سکتا تھا۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اجنبی کے پاس گیا۔ اُس نے سانس روک لی۔ چند سیکنڈ کے بعد اس کمرے میں آواز سُنائی دی: "آرمر! خیریت تو ہے؟ تم میرے پاس کیوں آئے تھے؟"

وہ بولا: "میں کسی کے ذریعے وقت معلوم کر سکتا تھا لیکن میں نے اپنے پرائے کسی سے بھی رابطہ قائم نہیں کیا۔ کیا تم یقین کرو گے؟"

"بے شک، تمھاری سچائی اور نیک نیتی کی قسم دشمن بھی کھاتے ہیں۔ تم یقیناً سچ کہہ رہے ہو۔ ذرا سوچو، میں کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو اغوا کر کے یہاں لا سکتا تھا۔ مگر میں نے تمھارے جیسے نیک انسان کا انتخاب کیا۔ دوسروں سے مجھے دھوکا ہوتا مگر تم سے مجھے ہمیشہ سچائی ملے گی۔"

"میں تمھارا اعتماد قائم رکھنے کی پوری کوشش کروں گا لیکن رسونتی میرے دماغ میں آسکتی ہے۔ ایک نیا خیال خوانی کرنے والا سونیا کے حکم پر میرے پاس آسکتا ہے۔"

"کوئی بھی آئے سانس روک لیا کرو۔ دوست ہو یا دشمن ہر ایک کو تاثر دو کہ کسی نے تم پر تنویمی عمل کر کے تمھارے دماغ کو لاک کر دیا ہے اور تم بے اختیار سانس روک لیتے ہو۔"

وہ سوچتے ہوئے بولا: "اگرچہ یہ اپنوں کو دھوکا دینے والی بات ہے مگر میں ساری دنیا کی بھلائی کے لیے ایسا کروں گا۔"

"میرے عزیز! میرے دوست آرمر! تم میری تنظیم کے ایسے افراد سے ملو گے جو غیر معمولی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ ان میں ہپناٹزم کے ماہر بھی ہیں۔ میں چاہتا تو تمھاری نیم بے ہوشی کے دوران تم پر عمل کرا سکتا تھا۔ تمھیں جبراً اپنا معمول بنا سکتا تھا لیکن ہم کسی پر جبر کر کے انسانیت کے لیے کوئی اچھا کام نہیں کر سکیں گے۔"

"تمھاری سوچ اور تمھارے طریقۂ کار میں دیانتداری ہے، آج سے میں تمھارے ساتھ ہوں۔"

"تم نے خوش کر دیا آرمر! آج سے یہ میری نہیں تمھاری تنظیم ہے۔ تم اس تنظیم کی سب سے بڑی قوت ہو۔ اس کمرے سے نکلو۔ تم کسی زیرِ زمین قید خانے میں نہیں ہو۔ ہم تمھارے استقبال کے لیے آ رہے ہیں۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر دروازے پر آیا۔ دروازہ مقفل نہیں تھا اسے کھولنے کے بعد پتا چلا کہ وہ کسی عالیشان محل نما کوٹھی میں ہے۔ اُس کوٹھی کا ہال قیمتی سامان سے آراستہ تھا۔ اُس ہال کے وسط میں ایک قد آور صحت مند شخص کھڑا ہوا تھا۔

آرمر کو دیکھتے ہی دونوں بازو پھیلا کر آگے بڑھا، دونوں ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے۔ ایک دوسرے سے گرم جوشی کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ اجنبی نے کہا "میرا نام کرشچن اسٹالن ہے۔ میں روس میں پیدا ہوا تھا۔ بیس برس پہلے وہاں کے حکام نے میرے باپ کو ملک بدر کیا تھا۔ ہم نے مغربی جرمنی میں رہائش اختیار کی، تب سے یہیں ہیں۔ تم بھی اس وقت فرینکفرٹ میں ہو۔"

"شکریہ اسٹالن! تم نے یہاں کے دروازے کھول دیے، مجھے بتا دیا کہ میں فرینکفرٹ میں ہوں۔ بڑی آسانی سے پیرس جا سکتا ہوں۔ میرے دماغ کے دروازے بھی کھلے رکھے۔ میں پیرس پہنچنے سے پہلے اپنوں کے دماغ میں پہنچ سکتا ہوں لیکن اتنی آزادی اور خودمختاری کے باوجود میں تمہارے پاس ہوں اور تمہارے ہی پاس رہوں گا۔"

"تھینکس اے لاٹ! میرے ساتھ آؤ اور اپنے چند خاص نئے دوستوں سے ملو۔"

اسٹالن اُس کے بازو میں بازو ڈال کر اُسے ایک طرف لے جانے لگا۔ وہ بڑے ہال سے گزر کر دوسرے بڑے کمرے میں پہنچے۔ وہاں دو عورتیں اور چار مرد تھے۔ اسٹالن نے ان کا تعارف کرایا۔ اُن میں سے ایک لڑکی کا نام کرینا کارمن تھا۔ اس نے زبردست سراغرسانی کی ٹریننگ حاصل کی تھی۔ اُس میں اور بہت سی خوبیاں تھیں جو اُس کے فرائض کی ادائیگی کے دوران ظاہر ہو سکتی تھیں۔

دوسری عورت کا نام جوزا رونالڈ تھا، وہ جرائم پیشہ افراد کے متعلق حیرت انگیز معلومات رکھتی تھی اور ان سے نمٹنے کے بڑے دلچسپ نسخے جانتی تھی۔

ایک شخص کو بولڈ ماسٹر کہتے تھے، وہ ہپناٹزم کا ماہر تھا۔

دوسرا شخص جان جوکھم میں ڈال کر خطرات سے گزرنے والا ایک زبردست فائٹر تھا۔ باقی دو شخص ماہر سیاست دان اور پلان میکرز تھے۔ اُن سب نے آرمر سے محبت اور گرم جوشی کا مظاہرہ کیا۔ اُسے یقین دلایا کہ اس کے لیے اپنے دماغ کے دروازے کھلے رکھیں گے، وہ جب چاہے اُن کے چور خیالات پڑھ سکتا ہے۔

اسٹالن نے کہا "اور اس لمحے سے میں نے بھی آرمر کے لیے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔ ہمارے درمیان کوئی پردہ، کوئی بھید نہیں رہے گا۔ یہ دنیا کی پہلی انوکھی اور بے مثال تنظیم ہے جس کے افراد ایک دوسرے سے سچے اور مخلص ہونے کے ثبوت پیش کرتے رہیں گے۔"

آرمر نے کہا "میں ایک گھنٹہ تنہا رہ کر تم سب کے دماغوں کو اطمینان سے پڑھوں گا۔ انسان خطا کا پتلا ہے اور کسی سے کوئی خطا ہونے والی ہو گی تو میں اسے پہلے سے آگاہ کر دوں گا۔ ہم سب محتاط ہو جائیں گے اور اُسے غلطی کرنے سے باز رکھیں گے۔"

"بے شک، تم ایسا کر سکتے ہو۔ لیکن خیال خوانی کے بعد تمہارے چہرے پر تبدیلی کی جائے گی۔"

"کیا یہ ضروری ہے؟"

"ہاں۔ تم چہرہ بدل کر آزادی سے کہیں بھی جا سکتے ہو۔ تمہارا کوئی شناسا تمھیں پہچان نہیں سکے گا اور تمھیں نامعلوم مدت تک گمنام رہنا ہو گا۔"

آرمر اُن سے رُخصت ہو کر اپنے کمرے میں واپس آیا۔ ہر انسان کے دماغ میں تھوڑی بہت خودغرضی ضرور ہوتی ہے کیوں کہ ہر شخص اپنی ذات سے زیادہ محبت کرتا ہے اپنی زندگی اور خوشیوں کے لیے سب سے الگ ہو کر سوچتا ہے خواہ وہ اوپر سے کتنا ہی انسان دوست اور دوسروں کا ہمدرد کیوں نہ ہو۔

اَب آرمر کو معلوم ہونے والا تھا کہ اس تنظیم کے افراد اپنے دماغوں کے تہ خانے میں دوسروں کی بھلائی زیادہ سوچتے ہیں یا اپنی بھلائی کے لیے دوسروں کے کام آنا چاہتے ہیں؟

اور اگر وہ تنظیم واقعی کسی خودغرضی کے بغیر سپر طاقتوں کی برتری ختم کرنے کا عزم کر چکی تھی تو اس کا مطلب تھا القدیر آرمر پر مہربان ہے اور اُسے صراطِ مستقیم پر لے آئی ہے۔

سوسانہ کی آنکھیں تیز روشنی کے باعث چُندھیا گئیں۔ وہ صحیح طور پر کچھ دیکھ نہ سکی۔ آنکھیں صرف اندھیرے میں نہیں تیز روشنی میں بھی دیکھنے کے قابل نہیں رہتیں۔ وہ فرش پر اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ وہاں جو لوگ موجود تھے وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ گولی لگنے کے بعد وہ مَر چکی ہے۔

اور گولی مارنے والا کہہ چکا تھا کہ وہاں بدقسمتی سے پہنچنے والوں کو آج تک زندہ نہیں دیکھا گیا۔ ہمیشہ ان کی لاشیں دیکھی جاتی ہیں اِس اُصول کے تحت سوسانہ کو بھی لاش میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ لائٹ آن ہونے کے بعد اُسی آواز نے حکم دیا "اسے سیدھا کرو اور دیکھو یہ کون ہے؟"

اُسے سیدھا کرنے کے لیے دو شخص قریب آئے پھر خود ہی سیدھے ہو گئے۔ وہ اوندھی پڑی ہوئی تھی اچانک اُچھل کر کھڑی ہو گئی تھی۔ دونوں کے مُنہ پر دو گھونسے پڑے تھے۔ وہ گیند کی طرح اُچھل کر حکم دینے والے کے قدموں میں آکر گر پڑے تھے پھر اُن میں اُٹھنے کا حوصلہ نہیں رہا تھا۔ روبوٹ عورت کے گھونسے نے جبڑے توڑ دیے تھے۔

وہ ریوالور کی گولی کو چٹکی میں دبا کر دکھاتے ہوئے بولی "تمہارا نشانہ نہیں چوکتا مگر موت میرے پاس آکر چوک جاتی ہے۔ میں ریوالور کے بغیر یہ گولی تمہارے جسم میں پیوست کر دوں گی۔"

وہاں قدآور بھاری بھرکم باڈی بلڈرز کھڑے ہوئے تھے، ان کے جسموں پر مختصر سے لباس تھے۔ تیز روشنی میں ان کے کسرتی جسموں کے خوب صورت نشیب و فراز اُبھرتے ہوئے چمک رہے تھے۔ ان کے سامنے ایک عورت کھڑی ہوئی چیلنج کر رہی تھی۔ اگر کوئی شہ زور پہلوان ہوتا تو وہ تمام باڈی بلڈرز اسے چیر پھاڑ کر رکھ دیتے۔

اُن سب کے لنگوٹ کے ساتھ کارتوس کی پیٹی بندھی ہوئی تھی، ان کے ہولسٹرز میں ریوالور تھے۔ سوسانہ نے چٹکی میں دبی ہوئی گولی کو دکھاتے ہوئے پوچھا "جس نے بھی یہ گولی چلائی تھی وہ سامنے آجائے۔"

ایک پہاڑ جیسا شخص آگے بڑھ کر بولا "تمھیں گولیوں سے چھلنی کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ لیکن میں دیر کرنا چاہتا ہوں اور سمجھنا چاہتا ہوں کہ آج پہلی بار میرا نشانہ کیسے چوک گیا اور تم یہ گولی ریوالور کے بغیر میرے جسم میں کیسے پیوست کرو گی؟"

اس کے گھونسے کھانے والوں میں سے ایک نے کراہتے ہوئے کہا "باس! یہ عورت فولادی ہے۔ غیر معمولی قوت رکھتی ہے۔ پلیز اچھی طرح سوچ سمجھ کر اس کا چیلنج قبول کریں۔"

دو باڈی بلڈرز اپنے باس کے آگے ڈھال بن گئے۔ تیسرا سینہ تان کر سوسانہ کے سامنے آیا۔ پھر اُس کی کلائی پکڑ لی۔ وہ بُلٹ کو اس کے سینے کی طرف لے جاتے ہوئے بولی۔ "میں نے کلائی پکڑنے دی ہے مگر اس گولی کو اپنے سینے میں پیوست ہونے سے نہیں روک سکو گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "باس! یہ اُلو کی پٹھی اپنی چٹکی سے یہ گولی پیوست کرنا چاہتی ہے۔ ہاہاہا...."

اچانک اس کے قہقہے رُک گئے۔ وہ اس کے بڑھتے ہوئے ہاتھ کو روکنے میں ناکام ہو رہا تھا۔ اسے اپنی پوری قوت سے روک رہا تھا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ بھاری پڑ رہی ہے اور ایک عورت کے مقابلے میں انسلٹ ہونے والی ہے تو اس نے دوسرے ہاتھ سے اس کے مُنہ پر گھونسا مار دیا۔ وہ جوں کی توں کھڑی ہوئی تھی۔ یہ حیرانی کی بات تھی کہ زبردست گھونسے کا اثر نہیں ہوا تھا۔ اس نے دوسرا گھونسا مارنا چاہا اس سے پہلے ہی سوسانہ نے بُلٹ کے اگلے سِرے کو اس کے سینے پر رکھ کر انگوٹھے سے دبا دیا۔

اس روبوٹ عورت کے انگوٹھے میں بلا کی قوت ہو گی جو کم از کم انسانی قوت نہیں کہلا سکتی تھی۔ وہ بُلٹ باڈی بلڈر کے چٹانی سینے کی جلد اور رگ و گوشت میں چبھتا ہوا اپنا راستہ بناتا ہوا اندر چلا گیا تھا۔ اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ سوسانہ نے اس پر ہی بس نہیں کیا، بُلٹ کے ساتھ اپنے انگوٹھے کو بھی سینے کے اندر دُور تک لے گئی۔ وہ تڑپ کر وہاں سے پلٹنا چاہتا تھا لیکن بچاؤ کا وقت گزر چکا تھا۔ پلٹنے سے پہلے ہی وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ پہلے تو سب ہی مطمئن تھے کہ وہ ایک عورت کو ابھی چٹکی میں مسل دے گا مگر اس کے سینے سے بہتے ہوئے لہو کو دیکھ کر پتا چلا کہ وہ روبوٹ عورت کچھ کر گزری ہے۔

وہ خالی ہاتھ دکھاتے ہوئے بولی "تمہارے ریوالور سے چلائی ہوئی گولی اس کے جسم میں پیوست ہو چکی ہے، آپریشن کے ذریعے ہی اسے نکالا جا سکتا ہے۔ ویسے آپریشن کا موقع اب نہیں ملے گا۔"

باس لپک کر زخمی ماتحت کے پاس آیا۔ اُس کے زخم کو دیکھنے لگا۔ وہ ٹھیک کہہ رہی تھی کہ آپریشن کا موقع نہیں ملے گا۔ اس نے گولی ٹھیک دل کی جگہ پیوست کی تھی۔ باس غصے سے پاگل ہو گیا۔ گرجتا ہوا اُچھلتا ہوا اُس کے مقابل آیا پھر اُس پر تابڑتوڑ حملے کرنے لگا۔ کبھی گھونسا، کبھی لاتیں، کبھی جوڈو کبھی کراٹے۔ وہ تھوڑی دیر تک آرام سے مار کھاتی رہی پھر ایک اُلٹا ہاتھ مُنہ پر رسید کیا تو وہ چکرا سا گیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ دوسرا ہاتھ پڑتے ہی وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ پھر تو سب ہی گھونسے برسنے لگے۔ وہ بھی جواباً برس رہی تھی۔ اُس کا ایک ایک حملہ لہو اُچھال دیتا تھا۔ اُن کے حملوں سے سوسانہ کو زخم لگتے تھے مگر دیکھتے ہی دیکھتے بھر جاتے تھے۔

یہ صورتِ حال دیکھ کر کتنے ہی باڈی بلڈرز نے ریوالور نکال لیے اُن میں سائیلنسر لگانے لگے تاکہ مسلسل فائرنگ کی آوازیں انڈر گراؤنڈ سے گونجتی ہوئی اوپر نہ جائیں۔ سوسانہ نے کسی کو سائیلنسر لگانے کا موقع نہیں دیا۔ ایک ٹھوکر میں ریوالور کو اُڑا دیا۔ کسی حملہ آور کو کھینچ کر ڈھال بنا لیا۔ کسی کو اُٹھا کر فائر کرنے والے پر پھینک دیا۔ کسی سے ریوالور چھین کر دشمنوں کو بے موت مرنے یا بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ بھاگنے والوں کی دو چار گولیاں اس کے جسم میں لگیں جنھیں اُس نے آسانی سے نکال کر پھینک دیا۔ یہ دیکھتے ہی اُن کے ہاتھوں سے ریوالور گر پڑے۔ ایک نے کہا "یہ انسان نہیں کوئی بلا ہے۔"

دوسرے نے پوچھا۔"اے تم کیا مصیبت ہو؟ آخر کیا چیز ہو؟"

وہ بولی۔"مجھے بھی تم لوگوں کی طرح لاشیں دیکھنے کا شوق ہے، بھاگتے کیوں ہو؟ آؤ میں تمھاری لاشیں دیکھوں گی۔"

باس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔"رُک جاؤ۔ میں حکم دیتا ہوں' تم سب اپنے ہتھیار معزز لیڈی کے سامنے پھینک دو۔"

جو باڈی بلڈرز چھپ رہے تھے، وہ سامنے آکر ہتھیار پھینکنے لگے۔ باس نے کہا۔"محترم لیڈی! تم نے خود کو منوا لیا ہے، تم ہماری دوست ہو۔ آؤ دوستانہ مصافحہ کرو۔"

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ وہ حقارت سے بولی۔"میں ہتھیار ڈالنے والے بزدلوں سے مصافحہ نہیں کرتی اور کم تر لوگوں کی دوستی قبول نہیں کرتی۔ یہاں تمھارے باس بن کر رہنے کی خاص وجوہات ہوں گی۔ مجھے بتاؤ تم باس کیوں کہلاتے ہو؟"

وہ بولا۔"میں یہاں سب سے زیادہ طاقت ور ہوں۔"

"ہو نہیں تھے۔ تمھارے مقابلے پر میں نے خود کو منوایا ہے، تھوڑی دیر پہلے والے باس کو مر جانا چاہیے، بولو اسے کون گولی مارے گا؟"

وہ سب اپنے باس کو تکنے لگے۔ باس غصے سے بولا۔ "یہ کیا بکواس ہے میں انڈر ورلڈ کا حکمران ہوں، یہاں میری حکومت ہے۔"

وہ بولی۔"اب یہاں میری حکومت ہے، اپنی سابقہ پوزیشن بحال کرنے کے لیے مجھے قتل کرنا ہوگا۔ میں تمھیں موقع دیتی ہوں' اپنے بچاؤ کی کوئی صورت نکالو۔"

پھر وہ دوسروں کو مخاطب کرکے بولی۔"مجھے یہاں حکومت کرنے کا شوق نہیں ہے، لیکن میں دشمنوں کو معاف نہیں کرتی لہٰذا تم میں سے اسے کوئی مار ڈالے۔ جو انکار کرے گا، اُسے میں مار ڈالوں گی۔"

باس نے دیکھا، اُس کے کہتے ہی ماتحت اپنی اپنی گنوں کا رُخ اُس کی طرف کر رہے تھے۔ وہ اپنے بچاؤ کے لیے اِدھر سے اُدھر جاتے ہوئے بولا۔"تم لوگوں کا دماغ چل گیا ہے، اس عورت سے خود کو بچانے کے لیے اپنے آقا کو مارنا چاہتے ہو، یہ کیوں بھول گئے ہو کہ انڈر ورلڈ کا میں تنہا حکمران نہیں ہوں، میرے علاوہ سات شیطان ہیں جو اس زیرِ زمیں دنیا کے خطرناک آقا ہیں۔ وہ اس عورت کے ساتھ تمھیں بھی جہنم میں پہنچا دیں گے۔"

وہ شش و پنج میں پڑ گئے۔ سوسانہ نے کہا۔"اس کا مطلب ہے' مجھے یہاں سے نکل کر اپنی دنیا میں جانے کے لیے سات شیطانوں سے مقابلہ کرنا ہوگا۔ بائی دی وے میں لڑائی جھگڑے میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ میں تمھاری جان بھی بخش دوں گی۔ مجھے یہاں سے جانے دو۔"

"میری جان تمھارے ہاتھ میں ہے، تم مجھے چھوڑ بھی سکتی ہو، مار بھی سکتی ہو۔ اگر صلح صفائی چاہتی ہو تو تمھیں میرے سات پارٹنرز سے ملنا ہوگا۔ ہماری یہ دنیا اتنی پوشیدہ اور پُراسرار ہے کہ آج تک ہمارے ماتحتوں کے سوا کوئی یہاں تک نہیں پہنچ سکا۔ تم پہلی عورت ہو جو یہاں پہنچ کر ابھی تک زندہ ہو۔ آؤ میرے ساتھ۔"

وہ اس کے ساتھ ایک طرف جانے لگی۔ اُس بڑے سے تہ خانے میں کئی راہداریاں تھیں جو مختلف سمت گئی تھیں۔ باس نے ایک راہداری سے گزرتے ہوئے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ کیا کسی تنظیم سے تعلق رکھتی ہو؟"

"یہ سوال ہم کئی بار ایک دوسرے سے کر چکے ہیں کہ تم کون ہو اور تم کون ہو؟ میرا تعلق ایک ہی تنظیم سے ہے اور وہ ہے محبت کی تنظیم۔ اور اُس محبت کا نام ہے جبریل گرانٹ۔"

"یہ جبریل گرانٹ کون ہے؟"

"میرا محبوب ہے۔"

"وہ کیا کرتا ہے؟"

"مجھ سے محبت کرتا ہے۔"

"میرا مطلب ہے' کیا کام کرتا ہے' کس شعبے سے تعلق رکھتا ہے' کہاں رہتا ہے؟"

"میرے دل میں رہتا ہے۔ عشق کے شعبے سے تعلق رکھتا ہے۔ کام بہت کرتا ہے۔ دن رات، اُٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے اور سوتے جاگتے مجھ سے محبت کرتا ہے۔"

"محبت سے پیٹ نہیں بھرتا۔ تن کو صحت اور کپڑے نصیب نہیں ہوتے اور تمھاری جیسی عورت کو من بھر خوراک کھلانے کے لیے جبریل کو غیر قانونی کام کرنے پڑتے ہوں گے۔"

وہ مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے ایک بڑے ہال میں پہنچے۔ وہاں آرام و آسائش کا ہر سامان موجود تھا مگر چھت اور دیواریں پتھریلی تھیں جیسے انھیں کھود کر اور تراش کر یہ رہائشی حصہ بنایا گیا ہو۔ وہ گول گھومتی ہوئی اس جگہ کو دیکھ رہی تھی۔ اسی وقت گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز چھت کی طرف سے آئی تھی۔ اس نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ دیکھنے کے بعد سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ ایک بہت بڑا آہنی پنجرہ اوپر سے آیا اور اس کے چاروں طرف فرش پر ٹھہر گیا۔ وہ قید ہوگئی۔ اس کے ساتھ باس بھی قیدی بن گیا۔ وہ بولی۔"اچھا تو یہ تم مجھے اپنے پارٹنرز سے ملا رہے ہو؟"

باس نے کہا۔"مجھے غلط نہ سمجھو۔ میرے پارٹنرز تمھیں ابھی تک خطرناک دشمن سمجھ رہے ہیں۔ میں ابھی انھیں سمجھاتا ہوں۔"

اس نے سر اُٹھا کر آواز دی۔"ہیلو مائی پارٹنرز! کیا تم لوگ میری آواز سُن رہے ہو؟"

خفیہ اسپیکر کے ذریعے کسی نے گرج دار آواز میں جواب دیا۔"ہم سُن بھی رہے ہیں' سمجھ بھی رہے ہیں۔ تم جانتے ہو خفیہ ویڈیو کیمرے ہمیں ہر جگہ کا منظر اور ہر دشمن کی حرکتوں کو اسکرین پر دکھا دیتے ہیں۔"

دُوسرے دو پارٹنرز کی آواز آئی۔"اس عورت سے مار کھانے کے بعد اب تم پارٹنر نہیں رہے۔ تمھیں مر جانا چاہیے۔"

اُس نے پریشان ہوکر پوچھا۔"یہ کیا بکواس ہے؟"

"بکواس نہیں' حالات کا تقاضا ہے۔ یہ ہمارا تمھارا اپنایا ہوا قانون ہے کہ زیرِ زمیں دنیا کا کوئی بھی ادنیٰ یا اعلیٰ شخص بیرونی دنیا کے کسی دشمن کی نظر میں آجائے اور دشمن کے بچ نکلنے کا اندیشہ ہو تو نظر میں آنے والے اپنے آدمی کو گولی مار دی جائے۔"

چوتھے پارٹنر کی آواز آئی۔"اس عورت کی نظروں میں جتنے ماتحت آگئے تھے اور جنھوں نے ہتھیار پھینکے تھے' وہ ابھی ابھی مارے جا چکے ہیں' صرف تم باقی ہو۔"

"نہیں، یہ میرے ساتھ سراسر دھوکا ہے۔ تم لوگ مجھے مار کر میرے حصے کی دولت ہڑپ کرنا چاہتے ہو۔"

پانچویں پارٹنر کی آواز آئی۔"فضول چیخ رہے ہو۔ وہ، دیکھو ایک اندھی گولی تمھاری طرف آ رہی ہے۔"

باس اُچھل کر سوسانہ کے پاس آیا پھر اس کے پیچھے چھپتے ہوئے بولا۔"تم پر گولیاں اثر نہیں کرتی ہیں، میرے لیے ڈھال بن جاؤ۔"

لیکن دشمن چاروں طرف چھپے ہوئے تھے۔ گولی پیچھے سے آکر لگی۔ وہ چیخ مار کر فرش پر گرا پھر پٹ سے مر گیا۔ چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔ سوسانہ نے چاروں طرف گھوم کر دیکھا۔ گولی مارنے والا نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر آواز آئی "ہم اسکرین پر تمھیں دیکھتے آ رہے ہیں' تم پر گولیاں اثر نہیں کرتی ہیں۔ یقیناً تمھیں طب اور سائنس کا مشترکہ شاہکار بنایا گیا ہے۔ پتا نہیں تم پر کتنے ڈالر خرچ کیے گئے ہوں گے۔ مگر افسوس ہم تمھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ یہاں کسی بھی اجنبی کو زندہ رہنے یا واپس جانے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔"

وہ بولی۔"جب یہ یقین ہے کہ مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے' میں مر جاؤں گی تو پھر سامنے آکر بات کرو۔"

"ہم یہاں بن بلائے مہمانوں کو پہلے لاشوں میں تبدیل کرتے ہیں پھر اُن کے سامنے آجاتے ہیں۔"

وہ پنجرے کی موٹی سلاخوں کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ "ایسی بات ہے تو چھپنے کی کوشش کرتے رہو۔ میں ان سلاخوں کو توڑ کر آ رہی ہوں۔"

اُس نے قریب آکر جیسے ہی سلاخوں کو تھامنا چاہا ایک زبردست بجلی کا جھٹکا لگا۔ وہ آہنی سلاخوں سے چپک گئی تھی اور تکلیف کی شدت سے چیخیں مار رہی تھی۔ میں جو اُس کے ذریعے پانچ پارٹنروں کی آوازیں سُن چکا تھا' اُن میں سے ایک کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر رہا تھا۔ وہ اُس وقت تک بجلی کا سوئچ آف نہ کرتا جب تک وہ مر نہ جاتی یا کمزوری کی انتہا کو نہ پہنچ جاتی۔

میں نے اُسے بے اختیار سوئچ آف کرنے پر مجبور کیا، پھر سوسانہ کے دماغ میں آکر اُسے پنجرے کی آہنی سلاخوں کے پاس سے ہٹایا۔ وہ ذرا دُور فرش پر گر پڑی تھی۔ کمزوری کے باعث مجھے آرمر کی حیثیت سے اپنے دماغ میں محسوس نہیں کر رہی تھی۔ میں نے اُسے مخاطب کیا۔"سوسانہ! میں آرمر ہوں۔ آرمر دودھ لو اینڈ فرینڈشپ فرام پارس۔"

وہ کوڈ ورڈز سُن کر بولی۔"شکریہ آرمر! تم اچھے وقت پر آئے ہو۔ میری توانائی بحال ہونے تک دشمنوں کو سنبھال لو۔"

"اُن کی فکر نہ کرو۔ خود کو سنبھالو۔ میں اُن سے نمٹ کر آتا ہوں۔ ابھی یہ پنجرہ یہاں سے ہٹا دوں گا۔"

میں پھر اُس پارٹنر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُس سے کچھ فاصلے پر بیٹھا ہوا دوسرا پارٹنر پوچھ رہا تھا۔"تم نے سوئچ کیوں آف کر دیا۔ ابھی وہ عورت اسکرین پر زندہ نظر آ رہی ہے۔"

"پتا نہیں کیا بات ہوگئی تھی۔ میں نے بے اختیار آف کر دیا تھا۔"

تیسرا پارٹنر اُس آہنی کل کے پاس کھڑا ہوا تھا جس کے ذریعے آہنی پنجرے کو اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر لایا جا سکتا تھا۔ اُس پارٹنر نے پوچھا۔"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم نے بے اختیار ہوکر اس عورت کو موت سے بچایا ہے۔ تمھارا دماغ تمھارے قابو میں نہیں ہے؟"

"ہاں اُس وقت میرا دماغ بے قابو ہوگیا تھا۔"

"تم یہ کہہ رہے ہو کہ یہاں دماغ کو بے قابو کرنے والا

یعنی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے؟"

تیسرے پارٹنر نے یہ بات کہتے ہی کل کو دبایا۔ میں نے فوراً ہی سوسانہ کے پاس آکر دیکھا۔ پنجرہ اوپر اُٹھ گیا تھا۔ اور وہ چھلانگ لگاکر پنجرے کی حدود سے دُور چلی آئی تھی۔

میں پھر تیسرے پارٹنر کے پاس آیا۔ دوسرے ساتھی اُس سے کہہ رہے تھے "کیا اب تمھارا دماغ بے قابو ہوگیا ہے؟ یہ تم نے کیا کیا؟ اُدھر اسکرین پر دیکھو پنجرہ اُٹھ گیا ہے۔ وہ آزاد ہو گئی ہے۔"

فرسٹ پارٹنر نے کہا "دوستو! یہ عورت صرف سائنسی کرشمے کا نتیجہ نہیں ہے۔ شاید ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہے یا کوئی خیال خوانی کرنے والا اُس کی پُشت پر ہے۔"

سیکنڈ پارٹنر نے کہا "وہ دیکھو، وہ اُس کوریڈور سے گزر رہی ہے، جس کے ایک سرے پر دلدل ہے۔ اُس دلدل میں گرے گی تو زندہ نہیں رہے گی۔ اب ہم دیکھیں گے کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کیسے بچے گی۔"

میں اُس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ سوسانہ کے پاس آکر بولا "آگے دلدل ہے۔ اپنے دائیں طرف دیکھو۔ ایک انسانی کھوپڑی نظر آئے گی۔"

اس نے دیکھا ایک قدم آگے ہی وہ کھوپڑی نظر آرہی تھی۔ میں نے کہا "اس کھوپڑی کی دونوں آنکھوں میں اپنی دو انگلیاں ڈالو، اندر دو بٹن ہیں۔ ان کے دبنے سے ایک خفیہ دروازہ کھُلے گا تم اس میں داخل ہو کر چلتی رہنا۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ کھوپڑی کی آنکھوں میں دو انگلیاں ڈال کر اندرونی بٹنوں کو دبایا تو قریب ہی پتھریلی دیوار ایک طرف سرکنے لگی۔ میں نے پارٹنرز کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ اُن میں سے ایک کہہ رہا تھا "اُسے خفیہ دروازے کا علم کیسے ہوگیا؟"

دوسرے نے کہا "وہ اندر آگئی ہے۔ ہماری طرف آرہی ہے۔"

سب کے سب محتاط ہو کر کھڑے ہوگئے تھے۔ ایک نے کہا "ہمارے کمرے کا دروازہ مخصوص نمبروں سے کھُلتا ہے اور وہ مخصوص نمبر نہیں جانتی ہے۔"

دوسرے نے جھلّا کر کہا "عقل سے سمجھنے کی کوشش کرو۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے دماغوں میں آرہا ہے اور اُس عورت کی راہنمائی کر رہا ہے جسے دلدل میں جاکر گرنا چاہیے تھا جسے پنجرے میں بجلی کے جھٹکوں سے مرجانا چاہیے تھا، وہ ہماری موت بن کر آرہی ہے۔"

وہ دروازے تک پہنچ گئی۔ انھیں اسکرین پر نظر آرہی تھی اور اب دروازے کے لاک پر جھُکی ہوئی مخصوص نمبروں کو ترتیب دے رہی تھی۔ ایک نے تقریباً چیختے ہوئے کہا "وہ دروازہ کھول رہی ہے۔"

دوسرے نے کہا "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے دماغ سے نمبر معلوم کر کے اُسے بتا چُکا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازہ کھُل گیا۔ وہ سامنے تن کر کھڑی ہوئی تھی اور کہہ رہی تھی "لو میں آگئی۔ مجھے مار ڈالنے کا کوئی اور طریقہ رہ گیا ہے تو اُسے بھی آزما لو۔"

ایک نے جلدی سے کہا "معزز لیڈی! اس لمحے سے ہماری دشمنی ختم ہو چکی ہے۔"

وہ بولی "کیوں کہ اس لمحے سے موت تمھارے سر پہ کھڑی ہے۔"

"یقین کرو ہم صرف موت کے ڈر سے نہیں تمھاری صلاحیتوں کے بھی قائل ہو کر تم سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔"

"مجھے تمھاری دوستی سے کیا فائدہ پہنچے گا؟"

"سب سے پہلے تو یہ کہ زیرِ زمین کی بھُول بھلیوں سے نکل کر اوپر اپنی دنیا میں جانے کا موقع ملے گا۔"

"میرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی مجھے یہاں سے باہر لے جائے گا۔"

"تمھارا ساتھی ہماری سچّائی کو سمجھ سکتا ہے، ہم اسے اپنے دماغ میں آنے کی دعوت دیتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "جہاں وہ پہلے ہی گھر بنا چکا ہے، وہاں آنے کی دعوت دے رہے ہو۔"

"تو پھر اپنے ساتھی سے پوچھو، ہم تمھارے وفادار بننا چاہتے ہیں یا نہیں؟"

وہ بولی "تم سات پارٹنرز ہو۔ مگر یہاں پانچ ہیں، باقی دو کہاں ہیں؟"

وہ سب دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھنے لگے۔ ایک نے پوچھا "واقعی یہ مسٹر وِلسن اور مسٹر رانگاموسی کہاں ہیں؟"

دوسرے نے کہا "وہ ہمیں غافل پاکر چور دروازے سے نکل گئے ہیں۔"

"تم سب پارٹنر کی حیثیت سے یہاں کے چور دروازوں اور خفیہ میکنزم کو جانتے ہو۔ آخر وہ دونوں کہاں جاکر چھُپ سکتے ہیں؟"

ایک نے خفیہ میکنزم سے ایک چور دروازے کو کھول کر کہا "وہ دونوں اس راستے سے گئے ہیں۔ تم ہمارے ساتھ آؤ۔"

وہ اُن کے ساتھ چور دروازے سے گزر کر ایک طرف جانے لگی۔ ایک نے کہا "ہم سات پارٹنرز کے سات خفیہ کمرے ہیں۔ ایک پارٹنر دوسرے پارٹنر کے کمرے میں کبھی نہیں جاتا اور کسی پارٹنر کے دروازے کو کھولنے کے مخصوص نمبر نہیں جانتا۔"

سوسانہ نے ان کے درمیان چلتے ہوئے کہا "میں نمبروں کی محتاج نہیں ہوں۔ دروازہ توڑ کر ان کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں گی۔"

"پھر بھی انھیں پا نہیں سکو گی۔"

دوسرے نے کہا "ہم میں سے ہر ایک کا کمرا دراصل باہر آنے جانے کا راستہ بھی ہے۔ ناگہانی افتاد پڑنے پر ہم اپنے کمروں میں بند ہو جاتے ہیں اور وہیں سے باہر بھی چلے جاتے ہیں۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے ایک دروازے پر آئے۔ میں نے کہا "سوسانہ! یہ اُن کے پارٹنر رانگاموسی کا کمرا ہے۔ میں مخصوص نمبر نہیں بتا سکوں گا۔ مجھے ابھی تک رانگاموسی اور وِلسن کی آواز اور لہجہ سنائی نہیں دیا ہے۔ میں ان کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکوں گا۔"

وہ بولی "کوئی بات نہیں۔ میں دروازہ توڑ رہی ہوں۔"

"اب کوئی بھی قدم سوچ سمجھ کر اُٹھاؤ۔ وہ دونوں فرار ہونے والے ہماری لاعلمی میں کوئی بھی چال چل سکتے ہیں۔"

میری باتوں کے دوران اس نے دروازے پر ایک زور کی لات ماری۔ وہ لوہے کا دروازہ تھا، پہلی بار لرز کر رہ گیا۔ دوسری لات پڑنے پر چوکھٹ کے پتھروں سے مٹی گرنے لگی۔ وہ پینترے بدل بدل کر، گھوم گھوم کر کِک مار رہی تھی۔ مزید دو چار لاتوں میں چوکھٹ پتھریلی دیواروں سے الگ ہو کر گر پڑی۔ کمرے میں جانے کا راستہ مل گیا۔

وہ سب سہمے ہوئے اُسے دیکھ رہے تھے۔ وہ بولی "کمرے میں چلو، مجھے بتاؤ۔ یہاں سے باہر جانے کا راستہ کہاں ہے؟"

وہ ایک ایک کر کے کمرے میں آئے۔ چاروں گھوم کر خفیہ دروازہ تلاش کرنے لگے۔ ایک نے کہا "وہ یہاں سے بیرونی دنیا میں چلے گئے ہیں۔ معزز لیڈی تم ہمارے کمروں کے چور دروازوں سے باہر جاسکتی ہو۔"

وہ کمرے میں آکر بولی "وہ بیرونی دنیا میں کہاں رہتے ہیں، تم لوگ ایک دوسرے کا پتا ضرور جانتے ہوگے۔"

وہ لاعلمی ظاہر کرنے لگے۔ میں نے کہا "یہ درست کہہ رہے ہیں۔ زیرِ زمین دنیا سے نکلنے کے بعد یہ لوگ ایک دوسرے کے لیے اجنبی بن جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کی رہائش گاہ اور دوسری مصروفیات کے بارے میں نہیں جانتے ہیں۔ تم یہاں سے نکلو۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق وہاں سے جانا چاہتی تھی۔ اُسی وقت ایک آہنی سلاخوں والی دیوار اُوپر سے نیچے آئی اور اس کے راستے میں حائل ہو گئی۔ میں نے اسے فوراً ہی پیچھے ہٹایا ورنہ وہ سلاخوں کو موڑ کر راستہ بنانے کی کوشش کرتی۔ میں نے ایک پارٹنر کو وہاں پہنچایا تو وہ آہنی سلاخوں سے چپک کر چیخنے لگا۔ اُسے بجلی کے جھٹکے لگ رہے تھے۔ کوئی آدھے منٹ میں ہی وہ بے جان ہو کر فرش پر گر پڑا۔

ایک نے کہا "رانگاموسی نے ہمارا راستہ روک دیا ہے جو بھی یہاں سے جانا چاہے گا بجلی کے جھٹکوں سے مر جائے گا۔"

دوسرے نے پوچھا "معزز لیڈی! اپنے ساتھی سے کہو مین سوئچ آف کر دے پھر تم آہنی سلاخوں کو موڑ سکو گی۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق بولی "رانگاموسی اور وِلسن تم لوگوں سے بہت زیادہ چالاک ہیں۔ انھوں نے اپنی آواز

نہیں سُنائی تھی۔ میرا ساتھی کسی کی آواز سُن کر ہی اُس کے دماغ میں پہنچ سکتا ہے۔"

ایک نے کہا "ہم زیادہ بولتے رہے اور مصیبت میں پڑ گئے۔ بزرگوں نے سچ کہا ہے کم بولنے والے مصیبتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "جب مصیبتیں نازل ہوجاتی ہیں تو نصیحتیں یاد کرنے سے نجات نہیں ملتی۔ کیوں کہ نصیحتوں پر عمل کرنے کا وقت گزر چکا ہوتا ہے۔"

تیسرے نے کہا "وہ دونوں ہمیں یہاں سے نکلنے نہیں دیں گے کیونکہ یہ برداشت نہیں کریں گے کہ ہم ایک عورت کے غلام بن کر اپنی زیر زمین دنیا کا راز باہر پہنچا دیں۔"

چوتھا پارٹنر پتھریلی دیواروں کو ٹٹول کر چور دروازہ تلاش کر رہا تھا۔ اچانک وہ چیخنے لگا۔ دیوار پر پھیلے ہوئے نادیدہ بجلی کے تاروں نے اسے کھینچ لیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھی بے جان ہو کر فرش پر گر پڑا۔ اب تین پارٹنر رہ گئے تھے۔ اُن کے ساتھ سوسانہ کی نجات کا بھی کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ پتھریلی دیواروں سے ٹکریں مار کر اپنی غیر معمولی قوتوں کا مظاہرہ نہیں کر سکتی تھی۔ ہر طرف بجلی کے تار موت کی طرح پھیلے ہوئے تھے۔

سوسانہ کو اندھے کنوئیں کے راستے زیر زمین دنیا میں پہنچے ہوئے تین گھنٹے گزر گئے تھے۔ اُس کے کنوئیں میں گرتے ہی پارس روم کے لیے روانہ ہو گیا تھا۔ اُس کی عدم موجودگی میں ڈمی پارس کو پیرس کی رہائش گاہ میں پہنچا دیا گیا تھا تاکہ دشمنوں کو اس کے پیرس چھوڑنے کی خبر نہ ہو۔ بہر حال وہ ڈھائی گھنٹے میں روم کے ایک مضافاتی گاؤں میں پہنچ گیا تھا۔

وہاں پانچوں پارٹنرز کا ایک خوب صورت سا رہائشی بنگلا تھا۔ میں اُس پارٹنر کے دماغ سے تمام ضروری معلومات حاصل کر چکا تھا۔ اُس کے مطابق پارس اُس بنگلے کے ایک بیڈ روم میں پہنچ گیا۔ وہاں پلنگ کے سرہانے نیچے کی طرف ایک ایسی کل تھی، جسے گھمانے سے سرہانے کی پچھلی دیوار ایک طرف سرک جاتی تھی۔ پارس اس چور راستے سے ایک تہ خانے میں پہنچا پھر ایک سُرنگ میں داخل ہوا۔ وہ سُرنگ اندر ہی اندر زیر زمین اڈے تک لے جاتی تھی۔ وہاں سے گزرتے ہوئے اچانک ایک اجنبی کا سامنا ہوا۔ وہ دوسری طرف سے آرہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر رُک گئے۔ میں نے پارس سے کہا "انڈر گراؤنڈ میں فی الحال دو ہی پارٹنر آزاد ہیں۔ یہ شخص رانگا موسیٰ یا دلسن ہوگا۔ اسے بولنے پر مجبور کرو۔"

پارس نے اُس کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا "تم کون ہو؟"

اُس نے اشارے سے پوچھا "تم کون ہو؟"

پارس نے کہا "میں ایک بنگلے میں چوری کی نیت سے داخل ہوا تھا، وہاں مجھے اس تہ خانے کا راستہ مل گیا۔ میں یہاں خزانے کی تلاش میں آیا ہوں۔"

وہ پارس کو باتوں میں مصروف دیکھ کر اپنی جیب کی طرف ہاتھ لے جا رہا تھا۔ پارس دوڑتے ہوئے اُس کے قریب پہنچ گیا۔ وہ ریوالور نکال چکا تھا مگر اسے استعمال کرنے سے پہلے ہی منہ پر گھونسا پڑا۔ اس کے بعد سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ کبھی پیٹ پر، کبھی منہ پر جیسے ہتھوڑے پڑتے رہے۔ مار کھانے والا صحت مند اور مضبوط اعصاب کا آدمی تھا ورنہ پارس کا پہلا ہی فولادی ہاتھ اُسے فرش پر پہنچا دیتا۔ اُس نے سنبھل کر جوابی حملہ کرنے کی کئی بار کوشش کی لیکن ایسا لگ رہا تھا مقابلے پر مشین چل پڑی ہے۔ جوابی حملہ کرنے کی کوشش میں اتنی مار کھا چکا تھا کہ بدن پھوڑے کی طرح دُکھنے لگا تھا۔ ہاتھ سے کب ریوالور چھوٹ گیا پتا نہ چلا۔ وہ غصے میں کب گالیاں بکنے لگا اس کی بھی خبر نہ ہوئی۔ وہ اپنی آواز اور لہجہ سُنا چکا تھا اور وہ دِلسن تھا۔

وہ جھکا کر فرش پر گر پڑا تھا۔ پارس ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ اُس کے ریوالور کو اُٹھا کر اُسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "غصے میں تم گالیاں بکتے رہے اور اپنی آواز ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو سُناتے رہے۔"

وہ فرش پر پڑا تکلیف سے کراہ رہا تھا اور پارس کی بات پر بے یقینی سے انکار میں سر ہلا رہا تھا۔ میں اُس کا سر اقرار میں ہلانے لگا پھر اُسے بولنے پر مجبور کیا۔ وہ بولنے لگا۔

"نہیں، میں نے گالیاں نہیں دی تھیں۔ میں اپنی آواز تمھارے ذریعے کسی خیال خوانی کرنے والے کو نہیں سُناؤں گا۔ میں گونگا ہوں۔ ہمیشہ خاموش رہوں گا۔"

میں نے اُس کے دماغ کو ڈھیل دی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا "یہ کیا؟ میں بولنا نہیں چاہتا تھا مگر بول رہا تھا۔ کیا وہ میرے دماغ میں آگیا ہے۔ ہرگز نہیں، میں نہیں بول رہا ہوں۔ میں تو سوچ رہا ہوں۔"

وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر پارس سے بولا "میرے ساتھ آؤ۔ میں اپنے کمرے میں لے جاؤں گا وہاں سے تم زیر زمین اڈے میں پہنچ جاؤ گے۔"

پارس اس کے ساتھ چلنے لگا۔ میں نے اُسے پھر ڈھیل دی۔ وہ چلتے چلتے رُک گیا۔ پارس نے اُسے دھکا دے کر آگے بڑھایا۔ وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا "کیا میں اپنے کمرے میں تمھیں لے جا رہا ہوں؟"

پارس نے اُس کے آگے ریوالور پھینک دیا۔ اُس نے سوچا لپک کر اسے اُٹھا لے لیکن میں نے آگے بڑھتے رہنے پر مجبور کیا۔ وہ جاتے جاتے پلٹ کر ریوالور کو دیکھنے لگا جو فرش پر پڑا ہوا تھا۔ پارس نے کہا "تمھاری حسرت رہ جائے گی لیکن اسے اٹھا نہیں سکو گے لہٰذا چلتے رہو اور بولتے رہو۔ تمھارا ساتواں پارٹنر رانگا موسیٰ کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتا وہ کہاں ہے۔ ہم اس روبوٹ عورت سے بچنے کے لیے اپنے اپنے کمرے میں گئے تھے۔ ہم تمام پارٹنرز کے باہر جانے کے لیے الگ الگ خفیہ راستے ہیں۔ اور کوئی ایک دوسرے کے راستے کو نہیں جانتا۔"

پارس نے کہا "میں پانچویں پارٹنر کے راستے سے گزر رہا تھا۔ تم اس کے راستے پر کیسے آگئے جب کہ کوئی ایک دوسرے کے راستے سے واقف نہیں ہوتا؟"

"میری اور رانگا موسیٰ کی گہری دوستی ہے۔ ہم نے بڑی رازداری سے دوسرے پارٹنروں کے متعلق بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔ پانچویں پارٹنر کے بیڈ روم میں جو تجوری ہے اس میں بیش قیمت ہیرے جواہرات ہیں۔ میں انھیں حاصل کرنے اس راستے پر آگیا تھا۔ مجھے معلوم ہوتا کہ تم سے یا کسی سے سامنا ہوگا تو کبھی ادھر نہ آتا مگر میں یہ باتیں تمھیں کیوں بتا رہا ہوں۔"

میں پارس سے یہ کہہ کر چلا گیا کہ ابھی سوسانہ کے پاس جا کر آؤں گا۔ وہ دِلسن سے بولا "تم رُکنا چاہو گے، نہیں رُک سکو گے۔ بولنا نہیں چاہو گے، بولتے رہو گے۔ مجھے اپنے کمرے میں نہیں لے جانا چاہو گے مگر لے جاؤ گے۔ تم ایک نہیں ہزار بار انکار کر کے دیکھ لو۔"

"اب میں انکار نہیں کروں گا۔ اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ میرا دماغ کسی دوسرے کے قابو میں ہے۔ میں دنیا کے کسی بھی کونے میں جاؤں گا تو وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں بھی میرے دماغ میں موجود رہے گا۔"

"شاباش، یہی سوچتے رہو۔"

وہ تھوڑی دیر تک مختلف سرنگوں میں سے گزرتے رہے پھر ایک دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔ وہ دِلسن کے کمرے کا دروازہ تھا۔ اس نے مخصوص نمبروں کے ذریعے اسے کھولا۔ پھر وہ دونوں اندر آئے۔ میں نے پارس کے پاس آکر اُسے بتایا کہ رانگا موسیٰ نے سوسانہ کو اپنے کمرے کی چار دیواری تک محدود کر دیا ہے۔ جب تک مین سوئچ آف نہیں ہوگا، وہ باہر نہیں آسکے گی۔

پارس نے دِلسن کی گردن دبوچ کر کہا "مجھے فوراً مین سوئچ تک پہنچاؤ۔ ہری اَپ۔"

اس کی گردن پارس کے ہاتھ میں اور دماغ میری مٹھی میں تھا۔ اس لیے وہ سیدھا مین سوئچ کے پاس لے آیا۔ پارس نے اُسے آف کیا، میں نے سوسانہ کے پاس آکر کہا "باہر آجاؤ۔"

وہ آہنی سلاخوں والی دیوار اوپر اُٹھ گئی تھی۔ وہ تین پارٹنرز کے ساتھ باہر آگئی۔ میں نے کہا "پارس نے یہاں آکر مین سوئچ کو آف کیا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میرا پارس، میرا بھائی آیا ہے۔"

وہ ایک طرف دوڑتی ہوئی جانے لگی۔ میں نے پوچھا "کہاں جا رہی ہو؟"

"اپنے پیارے بھائی سے ملنے۔۔"

"وہ اُدھر نہیں ہے، اِدھر سے آرہا ہے۔"

پارس دُور سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ سوسانہ نے دونوں بانہیں پھیلا کر خوشی سے گرجتے ہوئے کہا "میرا بھیا!"

پارس چونک گیا۔ جو خوشی کی حالت میں گرجتی ہوئی محسوس ہوتی تھی، وہ گلے لگا کر کس طرح ٹوٹ کر محبت کرے گی اور خوشی میں کس طرح توڑ کر رکھ دے گی۔ اس کا اندازہ پارس کو ہو گیا تھا۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولا "تم مجھے گلے لگاؤ گی؟"

وہ آگے بڑھ کر بولی "یہ بانہیں تمھارے لیے پھیلی ہیں۔ آؤ میرے بھائی! تم مجھے دشمنوں سے کبھی ہوشیار کرتے ہو کبھی میری جان بچاتے ہو۔ میں تمھیں گلے لگا کر دیر تک پیار کروں گی۔"

"میری بہنا! مجھے معاف کر دو۔"

وہ پلٹ کر بھاگنے لگا۔ وہ پیچھا کرتے ہوئے بولی "ارے بھاگتے کیوں ہو؟ یہ تمھاری مذاق کی عادت نہیں جاتی۔"

"یااللہ! مجھے اس مذاق سے بچالے جو یہ کرنے والی ہے۔"

وہ کبھی اس کے ہاتھ نہ آتا۔ لیکن ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ سوسانہ سَر پر پہنچ گئی۔ اُسے اُٹھنے کے لیے سہارا دیتے ہوئے بولی "میرے بھائی کو چوٹ تو نہیں لگی؟"

وہ خود کو چھڑا کر دُور رہنا چاہتا تھا۔ مگر اُس نے دونوں بانہوں میں دبوچ لیا "میرا بھائی! میری جان! میں جبریل سے جتنی محبت کرتی ہوں، اتنا ہی تم پر اعتماد کرتی ہوں۔ جبریل پر تو اعتماد ہی نہیں کرتی۔ تم نے مجھے بھائی کی محبت دے کر ایک نئی زندگی دی ہے۔"

وہ بول رہی تھی اُسے چوم رہی تھی۔ اُسے دونوں سے

بازوؤں میں دبوچ کر خوشیوں کا اظہار کر رہی تھی۔ وہ کراہتے ہوئے بولا "آہ! آج پتا چلا توڑنے پھوڑنے کا نام بھی محبت ہے۔ میری بہنا! آخری رسومات کے لیے میری ہڈیاں چھوڑ دینا۔۔!"

تقریباً چھ گھنٹے کے بعد پتا چلا کہ آرمر کہیں نہیں ہے، اچانک غائب ہو گیا ہے۔ حالاں کہ اُس کے ساتھ سیکیورٹی گارڈز ہوتے تھے۔ اس کے ساتھ رہنے والے سیکیورٹی افسر نے رپورٹ دی کہ وہ آخری بار پارس سے ملنے گیا تھا اور گارڈز کو یہ کہہ کر چھٹی دے دی تھی کہ وہ شام تک بلکہ رات تک پارس کے پاس رہے گا۔

گارڈز وغیرہ کو اور آرمر کو بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ پارس کی رہائش گاہ میں ڈمی پارس ہے۔ جب سونیا کو پتا چلا تو اُس نے پارس کی رہائش گاہ میں ڈمی کو فون کیا۔ وہاں گھنٹی بجتی رہی کسی نے ریسیور نہیں اُٹھایا تب سونیا نے مجھ سے کہا "میرے دماغ میں رہو۔ میں تمھیں ڈمی پارس کی آواز سناؤں گی۔"

اُس نے بابا صاحب کے ادارے میں فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا وہاں ایک متعلقہ شعبے کے انچارج سے کہا "پارس کی موجودہ ڈمی کی آواز سناؤ۔"

تھوڑی دیر بعد ایک کیسٹ کے ذریعے اس کی آواز سُنائی گئی۔ میں نے اس آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی تو پتا چلا وہ ڈمی کہیں بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ میں نے سونیا سے کہا "وہ بے ہوش ہے اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنا ہوگا۔"

وہ بولی "اس کا مطلب ہے، آرمر کو اغوا کیا گیا ہے۔"

"یقیناً وہ بھی بے ہوش ہوگا، ہوش میں ہوتا تو تم سے ضرور رابطہ کرتا۔ پھر بھی میں اس کی خبر لیتا ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ ہمارے اندازے کے خلاف وہ ہوش میں تھا۔ اس نے سانس روک لی تھی۔ میں نے دوسری بار اس کے دماغ میں آ کر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ اس کے باوجود اس نے سانس روک لی۔

سونیا نے یہ باتیں سُن کر کہا "تم رسونتی کے لہجے میں مخاطب کرو۔"

"میں نے رسونتی کا ہی لہجہ اختیار کیا تھا کیوں کہ اس کی دانست میں میں مُردہ ہوں اور ایک اجنبی کی حیثیت سے ناقابلِ اعتماد ہوں۔ تعجب ہے، رسونتی کی آواز اور کوڈ ورڈز سُن کر بھی وہ ہم سے تعلق توڑ رہا ہے۔"

"اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ دشمنوں نے تنویمی عمل کے عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کرایا ہوگا۔"

"اس کے لیے کچھ وقت لگتا ہے۔ دشمنوں نے پہلے اُسے اغوا کیا ہوگا۔ اسے ہم سے دُور اس ملک کے باہر لے گئے ہوں گے۔ اس دوران اُسے بے ہوش رکھا گیا ہوگا۔ طویل بے ہوشی دماغ کو اس حد تک کمزور بنا دیتی ہے کہ نیم بے ہوشی یا نیند کی حالت میں اس پر تنویمی عمل ممکن نہیں ہوتا۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ آرمر جان بوجھ کر ہم سے تعلق توڑ رہا ہے؟"

"میں یہی سمجھتا ہوں اُسے دشمنوں نے سبز باغ دکھائے ہیں۔ اُسے جوجو کی آزادی کا خواب دکھلا کر کوئی بھی بہکا سکتا ہے۔"

"تمھاری یہ بات دل کو لگتی ہے لیکن آرمر ایسا نادان نہیں ہے وہ خوب سمجھتا ہے جوجو کو ابھی ماسکو میں زیرِ علاج رہنا چاہیے۔ وہ دماغی آپریشن کرنے والے ڈاکٹروں کی نگرانی میں رہ کر ہی مکمل طور پر صحت مند ہو سکتی ہے۔ جوجو کو ابھی وہاں سے آزاد کرا کے لانا گویا اس لڑکی سے دشمنی کرنا ہے۔"

"آدمی کا دماغ پھرتے دیر نہیں لگتی۔ ماسک مین جوجو کے لیے کوئی بہت بڑی آفر دے گا جس سے بہن کا مستقبل آخری سانس تک خوشگوار اور محفوظ ہو جائے تو وہ ایسی پیشکش کے آگے جُھک جائے گا۔"

"دس گھنٹے پہلے آرمر میرے پاس تھا۔ اُس نے بتایا تھا کہ ایک طرف پاسکل لوبا کو اور دوسری طرف جوجو کو ڈاکٹروں نے بے ہوش کیا ہے۔ ایسے اقدامات سے ظاہر ہے کہ وہ ان کے دماغ سے ان کی پیدائشی آواز اور لہجہ ختم کرنے والے ہیں۔ آیندہ جوجو اور پاسکل کا لہجہ مختلف ہوگا۔"

"اس طرح یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ آرمر اپنی بہن کا نیا لہجہ معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوگا۔ اُس نئی آواز اور نئے لہجے کے بغیر کبھی جوجو تک نہیں پہنچ سکے گا، کبھی اس کی خیریت معلوم نہیں کر سکے گا۔ سیدھی سی بات ہے، وہ بہن کی خاطر ہمارا دوست تھا اور بہن کی سلامتی کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں رہتا تھا۔ اب اُس کی سلامتی ماسک مین کے سائے میں ہے، وہ ماسکو میں رہ کر اپنی بہن کو آنکھوں سے دیکھتا رہے گا۔"

ہم جس انداز میں سوچ رہے تھے اس سے یہی نتیجہ نکلتا تھا کہ آرمر نے ماسک مین سے سمجھوتا کر لیا ہے۔ وہ جوجو اور پارس کے ازدواجی رشتے کو اہمیت نہیں دے سکتا تھا۔ اوّل تو شادی کے بعد ازدواجی رشتہ قائم نہیں ہوا تھا، دوم یہ کہ جوجو پچھلی ساری زندگی اور سارے تعلقات بھول چکی تھی، یوں پارس کی اہمیت نہیں رہی تھی۔

میں نے رسونتی کی آواز میں ماسک مین کے نائب کو مخاطب کیا پھر کہا "میں ماسک مین سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد نائب کے ذریعے رابطہ ہو گیا۔ میں نے کہا "مُبارک ہو آخر تم نے آرمر کو اپنی گود میں بٹھا ہی لیا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "مادام! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"دہی جو جان کر بھی تم انجان بن رہے ہو۔ کیا آرمر تمھارے پاس نہیں ہے؟"

"نہیں ہے۔ تم آرمر سے دماغی رابطہ کر کے حقیقت معلوم کر سکتی ہو۔"

"وہ مجھے دماغ میں آنے نہیں دیتا ہے۔ سانس روک لیتا ہے۔"

"مادام! یہ سُپر ماسٹر کی شرارت ہوگی۔ آرمر کو تنویمی عمل کے ذریعے اس نے اپنا غلام بنایا ہوگا۔"

میں نے بتایا کہ اسے ہم سے بچھڑے ہوئے اتنی دیر ہوئی ہے جتنی دیر میں تنویمی عمل ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا آرمر اپنی مرضی سے ہمارا ساتھ چھوڑ رہا ہے۔ ہمیں اس سے یا ماسک مین سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ چوں کہ وہ ایک طویل عرصے تک ہمارے ساتھ رہ چکا ہے اس لیے ہم اس کی خیریت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

ماسک مین نے کہا "مادام اگر وہ اپنی مرضی سے آپ لوگوں کا ساتھ چھوڑ چکا ہے تو مجھے افسوس ہے۔ اگر وہ ساتھ چھوڑ کر میرے پاس آتا تو مجھے بے حد خوشی ہوتی اور میں اُسے آپ لوگوں سے چھُپا کر نہ رکھتا۔ کیوں کہ ہم یا آپ کسی کو اس کی مرضی کے خلاف اپنا بنا کر نہیں رکھ سکتے۔"

"کیا تم اس حقیقت سے انکار کرو گے کہ آرمر اپنی بہن جوجو کی خاطر صرف تم سے ہی دوستی کر سکتا ہے۔ وہ سُپر ماسٹر کی جھولی میں نہیں جائے گا۔"

"میں مانتا ہوں۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ آرمر کے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے لاک کیا گیا ہے۔ اگر آپ اس بات کو تسلیم نہیں کرتی ہیں تو پھر آرمر پر بلیک میلنگ یا کسی اور ذریعے سے دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ دشمن کی پہلی کوشش یہی ہوگی کہ وہ آپ لوگوں سے رابطہ نہ رکھے اور وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو رہے ہیں۔"

میں نے یہ باتیں سونیا کو بتائیں۔ وہ بولی "واقعی آرمر اپنی مرضی سے ماسک مین کا دوست بنے گا تو پھر ماسک مین اُسے ہم سے کیوں چھپائے گا؟ وہ تو بڑے فخر سے اعلان کرے گا کہ اس کے پاس ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اضافہ ہو گیا ہے۔"

"یہی بات سُپر ماسٹر کے لیے کہی جا سکتی ہے۔ آرمر اس کے پاس جائے گا تو وہ بھی فخر سے اس کی دوستی کا اعلان کرے گا۔"

"ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ دو سُپر طاقتوں کے مقابلے میں کوئی تیسری خطرناک تنظیم ہے جو خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتی اور خاموشی سے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتی ہے۔"

"اب ہمیں سوچنا ہوگا کہ کوئی بھی تیسری تنظیم آرمر کے ذریعے ہمیں کتنے پہلوؤں سے نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

"آرمر ہمارا دشمن بن کر بھی ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ کسی سے دشمنی کرنا یا کسی کو نقصان پہنچانا اُس کی فطرت کے خلاف ہے۔ تاہم دشمن اس کی سادگی اور شرافت سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔"

سونیا نے فون کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے میں جناب علی اسد اللہ تبریزی سے رابطہ کیا۔ انھیں آرمر کے متعلق تفصیل سے بتایا پھر کہا "فرانسیسی حکام اور دوسرے متعلقہ افراد اور شعبوں کو تاکید کی جائے کہ آرمر سے نامعلوم مدت کے لیے تعلقات ختم ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اُس کی کسی بات پر عمل نہ کیا جائے اور اس کے کسی کام کی حمایت میں کسی قسم کی سہولتیں فراہم نہ کی جائیں۔"

میں نے رسونتی، پارس اور علی تیمور کو اس سلسلے میں بتایا خاص طور پر پارس کو سمجھایا کہ وہ سوسانہ کو آرمر کی خیال خوانی سے محفوظ رکھے۔ آرمر وہ کوڈ ورڈز جانتا تھا جن کے ذریعے میں آرمر بن کر سوسانہ سے باتیں کرتا تھا۔ پارس نے میری باتیں سُن کر کہا "میں سوسانہ کو سمجھاؤں گا کہ انکل آرمر جو کوڈ ورڈز کہتے تھے وہ سُپر ماسٹر کو معلوم ہو گئے ہیں اس لیے نئے کوڈ ورڈز مقرر کیے جا رہے ہیں۔ آپ بتائیں نئے کوڈ ورڈز کیا ہوں گے؟"

"وہ کوڈ ورڈز ہوں گے۔ دی ہیوٹو سیو جبریل ایٹ اینی کوسٹ۔" (ہمیں جبریل کو ہر قیمت پر بچانا ہے)۔

پارس نے مسکرا کر کہا "اچھے کوڈ ورڈز ہیں۔ سوسانہ پر نفسیاتی اثر پڑے گا۔"

میں نے پوچھا "وہاں زیرِ زمیں دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے بتایا "وہاں کے چھ پارٹنرز پہلے ہی قابو میں آ چکے تھے، ساتواں پارٹنر رانگاموسٹی فرار ہو گیا تھا۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ انڈر ورلڈ سے نکل کر بیرونی دنیا کے کس شہر

میں کس علاقے میں اور کس مکان میں رہتا ہے اور کس روپ میں زندگی بسر کرتا ہے؟"

سوسانہ نے کہا۔ "رانگا موسٹی کو جہنم میں جانے دو۔ یہ چار گتے جو میرے سامنے ہیں، انھیں میں اپنے ہاتھوں سے جہنم میں پہنچا دیتی ہوں۔"

وہ سب گڑگڑانے لگے۔ کوئی ہاتھ جوڑ رہا تھا کوئی گھٹنے ٹیک رہا تھا۔ زیرِ زمیں اڈے میں جمع کی ہوئی بے شمار دولت سے زیادہ زندگی قیمتی ہو گئی تھی۔ وہ اپنی تمام دولت کے عوض زندگی کی بھیک مانگ رہے تھے۔

پارس نے کہا۔ "انھیں زندہ چھوڑ دو۔ یہ دن رات اس فکر میں مرتے رہیں گے کہ ہم نے یہ زیرِ زمیں دنیا دیکھ لی ہے، اب یہاں کا راز زیادہ عرصے تک راز نہیں رہے گا۔ رانگا موسٹی کی کوشش یہی ہوگی کہ یہ چھ پارٹنرز حرام موت مر جائیں اور تمام خفیہ راستے بند ہو جائیں۔ صرف رانگا موسٹی کا خفیہ راستہ باقی رہے کیوں کہ اُس راستے کا علم صرف اُسے ہے۔ بہر حال ہمیں یہاں سے فوراً نکلنا چاہیے۔"

وہ سوسانہ کے ساتھ وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت ایک ٹرانسمٹر سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ ایک پارٹنر نے اُس ٹرانسمٹر کو آپریٹ کیا۔ دوسری طرف سے آواز آ رہی تھی۔ "ہیلو ہیلو۔ میں تمھارے ساتویں پارٹنر کا نمائندہ بول رہا ہوں۔"

اِدھر سے کہا گیا۔ "ہیلو میں فرسٹ پارٹنر ہوں۔ رانگا موسٹی سے کہو وہ ہم سے باتیں کرے۔"

نمائندے نے کہا۔ "وہ تمھاری طرح احمق نہیں ہے۔ کسی کو اپنے دماغ میں آنے نہیں دے گا اور میرے دماغ میں کوئی آنا چاہے گا تو ناکام واپس جائے گا۔"

میں نے بولنے والے کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اُس نے سانس روک لی۔ پھر ٹرانسمٹر کے ذریعے کہا۔ "اس خیال خوانی کرنے والے کو مایوسی ہوئی ہے وہ واپس چلا گیا ہے۔ میرے باس کا پیغام ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہم سے دوستی کرے، ہمارے کام آئے۔ ہم بھی اُس کے کام آئیں گے۔"

ایک پارٹنر نے پارس سے کہا۔ "رانگا سے دوستی کر لو وہ تمھیں اتنی دولت دے گا جتنی آج تک تم نے دیکھی نہ ہوگی۔"

پارس نے کہا۔ "رانگا کے باپ نے بھی اتنی دولت نہیں دیکھی ہوگی جتنی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے قدموں میں ہوتی ہے۔ تم چھ پارٹنرز کی دولت کہاں چھپی ہوئی ہے یہ تمھارے دماغوں سے معلوم ہو چکا ہے۔ بہت جلد رانگا کا دماغ بھی اپنی تمام دولت ہمارے آگے اُگل دے گا۔"

نمائندے نے کہا۔ "دوستی کے سامنے دولت کوئی چیز نہیں ہے۔ میں معزز لیڈی سے اور اس کے ساتھی سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایک بار مجھ سے تنہائی میں ملاقات کریں۔ مجھے یقین ہے کہ ایک ہی ملاقات میں وہ رانگا کی دوستی کی قدر کرنے لگیں گے۔"

پارس نے پوچھا۔ "ملاقات کہاں ہوگی؟"

"جہاں تم پسند کرو گے۔"

سوسانہ نے کہا۔ "پارس! اسے ہمارے ہوٹل میں بلاؤ۔"

پارس نے ایک ہوٹل کا نام اور ملاقات کا وقت بتایا۔

نمائندے نے کہا۔ "دوستی کی اس ابتدا میں تمھارا ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے پاس آ سکتا ہے۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے کہا۔ "خوش آمدید۔ ہم ضروری باتیں ہوٹل میں کریں گے۔ اب اپنے دونوں ساتھیوں سے چپ چاپ کہہ دو کہ وہ زیرِ زمیں اڈے سے باہر چلے جائیں۔"

میں نے پارس اور سوسانہ کو سوچ کے ذریعے وہاں سے جانے کے لیے کہا۔ وہ نمائندہ ٹرانسمٹر کے ذریعے دوسرے پارٹنرز سے کہہ رہا تھا۔ "تم سب یہاں رہو گے۔ ہم ان نئے دوستوں کو انڈر ورلڈ میں پارٹنر بنانے کے معاملات پر غور و فکر کریں گے۔"

سوسانہ اور پارس وہاں سے جانے لگے۔ نمائندے نے پانچویں پارٹنر سے کہا۔ "تم معزز دوستوں کو انڈر ورلڈ سے باہر چھوڑ کر آؤ۔"

وہ پانچواں پارٹنر سوسانہ اور پارس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔ "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ اُلجھا ہوا معاملہ اتنی خوش اسلوبی سے سلجھ جائے گا۔ مسٹر پارس! اگر آپ رانگا موسٹی سے دوستی کر لیں گے تو ہم تمام پارٹنرز زندہ رہیں گے۔ رانگا کو یہ خوف نہیں رہے گا کہ آیندہ زیرِ زمیں دنیا کا راز باہر جائے گا۔"

وہ سوسانہ اور پارس کے ساتھ سرنگ سے گزرتا ہوا اپنے بنگلے کے تہ خانے میں آیا۔ وہاں سے چور دروازے کے ذریعے اپنے بیڈ روم میں پہنچا۔ پھر اُن سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "میں معزز لیڈی کو تحفے کے طور پر ایک قیمتی ہیرا دینا چاہتا ہوں لیکن میری تجوری کے نایاب ہیرے جواہرات تم لوگوں کی مٹھی میں ہیں۔ جب سب کچھ تمھارا ہے تو میں بھلا تحفہ کیا دے سکوں گا۔"

سوسانہ نے کہا۔ "تم نے زبان سے کہہ دیا تو سمجھو مجھے تحفہ مل گیا ہے۔ ویسے ہم نے اب تک تمھاری تجوری کو ہاتھ نہیں لگایا ہے۔"

وہ اُن سے رخصت ہو کر واپس تہ خانے میں آیا پھر سرنگ کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا زیرِ زمیں اڈے میں پہنچا تو ایک جگہ اُسے فرسٹ پارٹنر کی لاش دکھائی دی۔ دو پارٹنرز پہلے ہی رانگا کے کمرے میں مر چکے تھے۔ یہ تیسرا تھا۔ یعنی اب تین رہ گئے تھے۔ وہ دوسرے پارٹنرز کو آوازیں دیتا ہوا آگے بڑھا تو ایک کوریڈور میں دو پارٹنرز کی لاشیں نظر آئیں۔ تب اس کی سمجھ میں آیا، رانگا موسٹی کسی کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ وہ ایک ایک کر کے سب کو ختم کر چکا تھا۔ صرف وہی ایک پانچواں پارٹنر رہ گیا تھا۔

وہ چیخ کر بولا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟ رانگا تم کہاں ہو؟ ہماری جان کے دشمن کیوں بن گئے ہو؟ میرے زندہ رہنے سے تمھارا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ نقصان تو اُن سے ہوگا جو ابھی باہر گئے ہیں لیکن اُس عورت کا اور اس کے ساتھی کا تم کچھ بگاڑ نہیں سکتے تھے اس لیے ان سے دوستی کرنے پر مجبور ہو گئے۔ تم ایک بار مجھ سے بھی دوستی کر کے دیکھو، میں تمھارے پسینے کی جگہ خون بہا دوں گا۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی ایک گولی کہیں سے آئی اور اس کے سینے میں پیوست ہو گئی۔ وہ اُچھل کر فرش پر گرا پھر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس کے سینے سے لہو بہہ رہا تھا اُس نے چند لمحات پہلے کہا تھا کہ وہ رانگا کے پسینے کی جگہ خون بہا دے گا۔ جرائم کی دنیا میں دوستی اور وفاداری کچھ نہیں ہوتی صرف خون بہانا پڑتا ہے۔

آرمر صاف اور سیدھی زندگی گزارنے والا آدمی تھا۔ اُسے اپنی طرح صاف اور سیدھے لوگ پسند تھے۔ اپنے ضمیر کی سچائی پیش کرنے کی؟ اس سے بہتر صورت اور کیا ہو سکتی تھی کہ کرشین اسٹالن نے اپنے اور اپنی تنظیم کے دوسرے اہم افراد کے دماغوں کو کھلا چھوڑ دیا تھا۔ آرمر کسی کے بھی چور خیالات پڑھ سکتا تھا اور تنظیم کے بانی کرشین اسٹالن نے کہا تھا اسے سب کے دماغ کو باری باری پڑھنا چاہیے۔

آرمر نے کہا۔ "میں دشمن بن کر نہیں دوست بن کر خیالات پڑھوں گا اور کسی کے ذاتی معاملات کو دوسروں پر کبھی ظاہر نہیں کروں گا۔"

اسٹالن نے کہا۔ "اگر ہمارے کسی ساتھی کے دل میں کوئی کھوٹ ہو یا وہ تنظیم کے خلاف سوچتا ہو تو کیا یہ بھی اس کا ذاتی معاملہ ہوگا؟ کیا تم اسے تنظیم کو نقصان پہنچانے کی اجازت دو گے؟"

"ہر گز نہیں۔ تنظیم کو نقصان پہنچے گا تو ہم سب کا نقصان ہوگا۔ میں ایسی صورت میں باغی سوچ رکھنے والے کو چپ چاپ سمجھاؤں گا کہ وہ محبت سے راہِ راست پر آ جائے گا تو ہماری قوت میں اضافہ ہوگا۔ اگر وہ پھر بھی باغیانہ خیالات رکھے گا تو میں تمھیں اس کے بارے میں بتا دوں گا۔"

"شکریہ آرمر! تم صحیح معنوں میں نیک بھی ہو اور معاملہ فہم بھی۔"

اس کے بعد آرمر اپنے کمرے میں آ کر آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ پھر سب سے پہلے وہ بولڈ ماسٹر کے دماغ میں پہنچا۔ بولڈ ماسٹر ہپناٹزم کا ماہر تھا۔ اس نے آرمر کو محسوس کرتے ہی مسکرا کر کہا۔ "خوش آمدید۔ میں ایک جگہ آنکھیں بند کر کے بیٹھ رہا ہوں، جب تک چاہو میرے خیالات پڑھتے رہو۔ میں دانستہ کوئی بات چھپانے کی کوشش نہیں کروں گا۔"

آرمر اُس کے اندر دُور تک پہنچنے لگا۔ اس کے ڈھکے چھپے خیالات پڑھنے لگا۔ اُس تنظیم میں ایک عورت کا نام جوزا رونالڈ تھا۔ وہ جرائم پیشہ افراد کے متعلق بڑی اہم معلومات رکھتی تھی۔ اور ایسے لوگوں سے نمٹنے کے معاملے میں بڑی مکار تھی۔ بولڈ ماسٹر، جوزا کے حسن و شباب کا دیوانہ تھا۔ اُسے حاصل کرنے کے لیے اپنی مقناطیسی آنکھوں سے کام لیتا تھا۔ اُن آنکھوں سے وہ اچھے اچھوں کو اپنا معمول بنا لیتا تھا لیکن جوزا پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا اور یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ فولادی ارادوں کی مالک ہے۔

آرمر خیال خوانی سے چونک کر بڑبڑانے لگا۔ "توبہ ہے! میں کچھ اور خیالات پڑھنا چاہتا تھا اور بولڈ ماسٹر کے دماغ پر جوزا چھائی ہوئی ہے۔ دوسرے خیالات پس پشت چلے گئے ہیں۔ مجھے کام کی باتیں معلوم کرنی چاہئیں اس کے عشق سے یا ہوس پرستی سے مجھے کیا لینا ہے؟"

اُس نے بولڈ ماسٹر کے دماغ میں سوال پیدا کیا۔ "میں اس امن و امان والی تنظیم میں رہ کر کیا حاصل کرنا چاہتا ہوں؟"

بولڈ ماسٹر کی اپنی سوچ نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "جوزا کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

آرمر نے ناگواری سے دوسرا سوال کیا۔ "اگر جوزا حاصل ہو جائے تو کیا تنظیم کو چھوڑ دوں گا؟"

اس کی سوچ نے کہا۔ "تنظیم تو میرا گھر ہے۔ عورت کو حاصل کرنے کے بعد گھر کو چھوڑا نہیں جاتا بلکہ بچوں سے آباد کیا جاتا ہے۔ پتا نہیں یہ جوزا بچے پیدا کرنا پسند کرے گی یا نہیں؟"

لاحول ولا قوۃ.... آرمر بیزار ہو کر بولڈ ماسٹر کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ مختلف سوالات کے ذریعے اس کے چور خیالات معلوم کرنا چاہتا تھا مگر اس کی ہر سوچ گھوم پھر کر جوزا کی طرف

چلی آتی تھی۔

ویسے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وہ تنظیم سے کبھی الگ نہیں ہو گا۔ تنظیم کا مقصد انسان دوستی اور امن و امان تھا جب کہ بولڈ ماسٹر کا مقصد جوزا کو حاصل کرنا اور اس سے بچے پیدا کرانا تھا۔ اس نے بولڈ ماسٹر کے اندر آ کر سوچ کے ذریعے کہا۔ "ماسٹر! بڑے افسوس کی بات ہے۔ تمھیں اس تنظیم میں رہ کر انسان دوست ہونا چاہیے تھا لیکن تم صرف جوزا کی دوستی کے لیے مر رہے ہو۔"

وہ جھینپ کر بولا "میں دل سے مجبور ہوں۔ اُس عورت نے مجھ پر جادو کر دیا ہے۔ میرے ہپناٹزم کا جادو اُس پر اثر نہیں کر رہا ہے۔"

"دل کے ہاتھوں مجبور ہونا انسان کی سب سے بڑی کمزوری ہوتی ہے۔"

"میں مانتا ہوں، وہ مجھے ایک بار مل جائے تو اُس کے بعد صرف تنظیم کے نیک مقاصد کے لیے کام کرتا رہوں گا۔"

"جوزا تمھاری طرف مائل نہیں ہو رہی ہے، کیا تم اُسے زبردستی اپناؤ گے؟"

"میں ہر قیمت پر اُسے حاصل کروں گا۔"

"تمھاری ضد جوزا کو تنظیم سے متنفر کر دے گی۔ میں تمھیں سمجھا رہا ہوں، جوزا کے خیال سے باز آ جاؤ۔ دنیا میں ایسی بے شمار حسین اور جوان عورتیں ہیں۔ یہ نہ کہنا کہ دل ایک ہی عورت پر آتا ہے، کسی اور سے دل لگا کر دیکھو، جوزا کو بھول جاؤ گے۔"

"ناکامی سے انسان ضدی ہو جاتا ہے، سوچتا ہے وہ عورت مجھے کیوں نہیں ملی۔ میں اُسے جبراً حاصل کر دوں گا۔"

"یہ محبت نہیں ہوس ہے۔ محبت جبراً نہیں کی جاتی، ہوس جبراً پوری کی جاتی ہے اور یہیں سے گناہ شروع ہوتا ہے۔"

"تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اُسے میری طرف مائل کر سکتے ہو۔"

"وہ وقتی طور پر مائل ہو گی۔ جب میں اس کے دماغ سے نکلوں گا تو وہ بھی تمھاری آغوش سے نکل جائے گی۔ کیا تم اسے محبت اور دیانت داری سمجھتے ہو؟"

وہ سر جھکائے سوچتا رہا۔ آرمر نے کہا "میں پھر آؤں گا۔ اس وقت تک اپنے دل اور دماغ کو صرف تنظیم کے مقاصد سے وابستہ کر لو۔"

وہ اس کے دماغ سے نکل آیا۔ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر خیال خوانی کے ذریعے کرشچین اسٹالن کو مخاطب کیا۔ اُسے بولڈ ماسٹر کے چور خیالات بتائے۔ اسٹالن نے کہا "اگر بولڈ ماسٹر صرف جوزا کو حاصل کرنے کے لیے ہماری ٹیم میں ہے تو پھر وہ کبھی تنظیم کے لیے اچھا کام نہیں کر سکے گا۔"

"اسٹالن! تمھیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ انسان غلط راستے پر بھٹکتا ضرور ہے، پھر راہِ راست پر بھی آ جاتا ہے۔ وہ کام کا آدمی ہے، اسے محبت سے سمجھانے کی کوشش کروں گا۔ وہ جوزا کے خیال سے باز نہیں آئے گا تو پھر تم اس سے نمٹ لینا۔"

"آرمر! تمھاری ٹیلی پیتھی ہماری تنظیم کے لیے باعثِ رحمت ہے۔ اب ذرا جوزا کے خیالات پڑھ کر بتاؤ۔"

وہ جوزا کے دماغ میں آیا۔ وہ ایک بیڈ روم میں تھی۔ ایک بھرپور انگڑائی لے کر بستر پر گرتے ہوئے بولی "تم آ گئے آرمر! جوانی کے کتنے ہی دن انتظار میں کٹ گئے۔ کتنی ہی راتیں کروٹیں بدل بدل کر گزار دیں۔ میرا دل کہتا تھا، جذبہ سچا ہے تو تم میری طرف کھنچے چلے آؤ گے۔"

وہ حیرانی سے بولا "یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"میں جانتی ہوں تم عورت کی محبت کو بکواس سمجھتے ہو۔ کیا تمھاری بہن عورت نہیں ہے؟"

"بہن اور دوسری عورتوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ بہن کے رشتے میں تقدس ہوتا ہے۔"

"اگر تمھارا باپ تقدس کو بالائے طاق رکھ کر تمھاری ماں سے محبت نہ کرتا تو تمھیں بہن کا مقدس رشتہ نہ ملتا۔"

"ارے یہ تم کیسی بے حیائی کی باتیں کر رہی ہو؟"

"میاں بیوی یا ماں باپ کے باہمی رشتے میں بے حیائی نہیں ہوتی، محبت ہوتی ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے تم محبت کو بے حیائی سمجھتے ہو۔"

"ہاں میں اسے بے حیائی سمجھتا رہوں گا۔"

"تو پھر تمھاری بہن بھی اُن لمحات میں بے حیا ہو گی جب وہ کسی جوان سے دوستی کرے گی۔"

"جوزا! میں تمھیں سمجھاتا ہوں۔ میری بہن کے بارے میں ایسی باتیں نہ کرنا، ورنہ...."

"ورنہ تمھارے جیسا سچا آدمی عورت کے رشتے سے سچائی کو نہیں مانے گا۔ بہن ایسا کرے گی تو سچی اور محترم ہو گی۔ میں تم سے محبت کروں گی تو بے حیا اور فلرٹ کہلاؤں گی۔ اگر سچے انسان ہو تو پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر میری باتوں پر غور کرو، پھر میرے پاس آؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ آرمر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ناگواری سے سوچنے لگا، کیا فضول سی عورت ہے، مجھ سے عشق کر رہی ہے اور عشق کرنے کے لیے میری بہن کی مثال پیش کر رہی ہے۔

معقول زندگی گزارنے والا معقول باتیں سمجھتا ہے۔ اُس کے دل نے سمجھایا جوزا درست کہتی ہے۔ محبت کرنے والی عورت کو بے حیا کہنا سراسر ناانصافی ہے جب کہ وہ ان معاملات میں جو جو کو کبھی بے حیا نہیں کہے گا۔

اس معقول بات نے اُسے پریشان کر دیا۔ "کیا میں جوزا کی محبت کو تسلیم کر لوں؟ نہیں اُس کی محبت کسی سے بھی درست ہو سکتی ہے، مجھ سے نہیں ہو سکتی۔"

اس کے دل نے کہا "کیوں نہیں ہو سکتی؟ کیا میں انسان نہیں ہوں۔ کیا انسان محبت کرنے کے لیے پیدا نہیں ہوا ہے؟"

اس نے خود سے کہا "یہ ٹھیک ہے، مگر میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔"

"غلط۔ پینتالیس برس کا کنوارا کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔"

یہ تمام باتیں درست تھیں۔ وہ حقیقت سے انکار کر رہا تھا لیکن اس کے اندر کی سچائی اُسے حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔ اُس نے پریشان ہو کر سوچا۔ ابھی جوزا سے دُور رہنا چاہیے۔ اُس کے دماغ میں جاؤں گا تو وہ پھر مجھے الجھائے گی۔

وہ اُسے چھوڑ کر تنظیم کے دوسرے فرد کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن ایک نسوانی چیخ سن کر کرسی سے اٹھ گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ تنظیم کے دوسرے افراد ایک کمرے کی طرف دوڑتے جا رہے تھے۔ وہ بھی تقریباً... دوڑتا ہوا وہاں پہنچا۔ جوزا بستر پر تڑپ رہی تھی اور جنونی انداز میں چیخ رہی تھی۔ اُس کی ساتھی کرینا اور ایک ڈاکٹر اُسے قابو میں رکھنا چاہتے تھے۔ دوسرے افراد نے بھی بستر کے پاس آ کر جوزا کو پکڑ لیا۔ ڈاکٹر اس کے لیے ایک انجکشن تیار کرنے لگا۔ آرمر نے پوچھا "اسے کیا ہو گیا ہے؟"

اسٹالن نے ایک سرد آہ بھر کر اُسے دیکھا۔ پھر آرمر کو ایک طرف لے جا کر بولا "کیا تم جوزا کے دماغ میں نہیں گئے تھے؟"

"گیا تھا لیکن اس کے خیالات پڑھنے کا موقع نہیں ملا۔"

"میرا خیال ہے تمھاری خیال خوانی کے دوران اس پر دورہ پڑا ہے۔ ایسا پہلے بھی تین بار ہو چکا ہے۔"

"اس پر دورہ کیوں پڑتا ہے؟"

اسٹالن نے کہا "میں نے یہ بات تنظیم کے کسی فرد کو نہیں بتائی ہے۔ جوزا کو بھی معلوم نہیں ہے کہ اسے کینسر ہو گیا ہے۔ یہ سال چھ ماہ کی مہمان ہے۔"

آرمر کے دل کو دھچکا سا لگا۔ اس نے جوزا کی طرف دیکھا۔ انجکشن لگائے جانے کے بعد وہ پُرسکون ہو گئی تھی۔ آنکھیں بند کیے پڑی تھی۔ یوں تو وہ پہلے ہی کم حسین نہیں تھی۔ بیماری کے باعث اس کا بیمار حسن اور غضب ڈھا رہا تھا۔ آرمر سوچ رہا تھا، کیا یہ بے چاری اچانک کسی دن مر جائے گی۔ زندگی کتنی بے وفا اور موت کتنی ظالم ہوتی ہے، بھری جوانی میں بھی اٹھا لے جاتی ہے۔

اسٹالن کے دو مشیر تھے جو مانے ہوئے سیاستدان اور پلان میکر تھے۔ ان میں سے ایک تجربے کار ڈاکٹر تھا۔ وہ جوزا کا علاج بڑی توجہ سے کرتا رہتا تھا۔ اُس کے پُرسکون ہونے پر سب کمرے سے باہر جانے لگے۔ اسٹالن نے کہا "ہم اسے زیادہ سے زیادہ خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس عمر میں اصل خوشی مرد کے پیار سے ملتی ہے۔"

آرمر نے کہا "اسے شادی کر لینا چاہیے۔"

"ہم سب نے اسے سمجھایا ہے لیکن یہ نہیں مانتی۔ کہتی ہے اس کا ایک آئیڈیل ہے، شادی اسی سے کرے گی۔ ہم پوچھ پوچھ کر تھک گئے کہ آئیڈیل کون ہے۔ اس کا ایک ہی جواب ہوتا ہے کبھی زندگی میں اس سے سامنا ہو گا اور وہ مجھے قبول کرے گا تو دنیا کو بتاؤں گی۔"

آرمر یہ باتیں سن کر پریشان ہو رہا تھا۔ اسٹالن نے کہا "دیکھو، یہ سکون سے لیٹی ہوئی ہے۔ تم اس کے چور خیالات پڑھ کر ہمیں اس کے آئیڈیل کے متعلق بتا سکتے ہو۔"

"آئیڈیل کا نام معلوم کر کے کیا حاصل ہو گا؟"

"وہ دنیا کے جس حصے میں بھی ہو گا ہم وہاں جا کر اس کے قدموں میں گر جائیں گے۔ جوزا ہمیں جان سے زیادہ عزیز ہے۔ ہم چاہتے ہیں اسے آخری سانسوں میں ازدواجی مسرتیں حاصل رہیں۔ ہمیں یقین ہے اس کا آئیڈیل جو بھی ہو گا، وہ اتنا سنگدل نہیں ہو گا کہ کسی کو آخری لمحات میں خوشیاں دینے سے انکار کر دے گا۔"

آرمر کبھی جوزا کو دیکھ رہا تھا، کبھی اسٹالن سے نظریں چرا رہا تھا۔ اس نے کہا "ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے۔ میں بعد میں اس کے خیالات پڑھوں گا۔"

"بعد میں کیوں؟"

"وہ دراصل بات یہ ہے کہ... کہ میں کسی عورت کی اجازت کے بغیر اس کے دماغ میں کبھی نہیں جاتا۔"

"ہماری تنظیم کے ہر فرد نے تمھیں اجازت دی ہے۔ جوزا بھی راضی ہے۔"

"وہ... وہ تو ٹھیک ہے مگر... مگر..."

"مگر کیا ؟"

"وہ نیند سے بیدار ہوگی نارمل رہے گی تو اس کے دماغ میں جاؤں گا۔"

وہ اسٹالن کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کمرے سے جانے لگا۔ دروازے پر پہنچتے ہی جوزا کی کمزور سی آواز سنائی دی "آرمر!"

وہ رک گیا۔ سر گھما کر دیکھا۔ وہ نڈھال سی پڑی ہوئی تھی۔ بیمار آنکھوں سے اُسے دیکھ رہی تھی اور دیکھنے کا انداز اپنی طرف بلا رہا تھا۔ اسٹالن نے کہا "تمھیں بلا رہی ہے۔ جاؤ اُسے یقین دلاؤ کہ تم خیال خوانی کے ذریعے اُس کے آئیڈیل کو یہاں لے آؤ گے۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ آرمر جھجکتا ہوا بستر کے قریب آیا پھر اٹکتے ہوئے بولا "تت... تم... جاگ رہی ہو ؟"

"میں تو سونا چاہتی ہوں پھر کبھی اٹھنا نہیں چاہتی۔"

"ایسا کیوں کہتی ہو ؟"

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں زیادہ نہیں جیوں گی۔"

"ہمیشہ خوش رہنے سے زندگی کی میعاد بڑھ جاتی ہے۔"

"کیا تم مجھے خوش رکھو گے ؟"

وہ نظریں نہ ملا سکا۔ دوسری طرف دیکھنے لگا۔ جوزا نے نقاہت سے کہا "میری عمر ایک دن کی ہو یا ایک ہزار سال کی میں تمھارا ہی انتظار کرتی رہوں گی۔"

"تم نے مجھے آئیڈیل بنا کر مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ تنظیم کے تمام لوگ اس آئیڈیل کا نام اور پتا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ میں کیسے بتاؤں کہ وہ بے وقوف میں ہی ہوں۔ تمھاری جیسی حسین عورت سے بھی دور رہنا چاہتا ہوں۔"

"تم مجھ سے کیوں دور رہنا چاہتے ہو ؟"

"یہ فطرت ہے میری۔"

"جانور کی فطرت ایک ہوتی ہے۔ انسان اپنی فطرت میں تبدیلی لانے کی قدرت رکھتا ہے۔ کیا تم کسی کو خوش کرنے کے لیے اپنی فطرت بدل نہیں سکتے ؟ جب کہ بدلنے سے کسی کو فائدہ پہنچتا ہے اور تمھاری ذات کو نقصان نہیں پہنچتا۔"

آرمر کے اندر نیک انسان نے سمجھایا "اس کی زندگی چند مہینوں کی رہ گئی ہے۔ اسے مختصر سی حیات میں زیادہ سے زیادہ خوشیاں دینا سب سے بڑی نیکی ہے۔ میں ہمیشہ دوسروں کے کام آتا رہا ہوں آج مجھے اتنی بڑی نیکی سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔"

جوزا نے بڑی محبت سے کہا "میری بات سنو۔"

وہ سننے کے لیے جھکا۔ اس نے گردن میں بانہیں ڈال کر اُسے اور جھکا لیا۔ کنوارے کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ سرگوشی میں بولی "تمھیں قسم ہے ایک سچ بولو گے۔ ان لمحات میں کیسی لگ رہی ہوں ؟"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ جھوٹ بولنے کی عادت نہیں تھی اور سچ یہ تھا کہ زندگی میں پہلی بار کوئی دل و دماغ کو گرما رہی تھی۔ وہ زندگی میں پہلی بار بچنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ جوزا کے سوال کا جواب زبان سے نہ دے سکا۔ جواب سوچتے سوچتے اُس پر جھکتے جھکتے اوندھے منہ گر پڑا۔

اس کے بعد آرمر کے پاس سر تو رہا، سر میں سوچ نہ رہی۔ اُس کا وجود رہا، وہ خود نہ رہا۔ ایک ایسی جنت میں گم ہوگیا جسے وہ باہر سے دیکھتا رہا تھا۔ اندر جاتے ہوئے شرماتا تھا اور آج اندر گیا تو باہر آنے کا راستہ بھول چکا تھا۔

بہت سارا وقت گزر گیا جیسے صدیاں گزر گئی ہوں۔ وہ بستر پر لیٹا ہانپ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ خدا نے اس دنیا میں ایک ننھے سے ذرّے کو بھی بے مقصد نہیں بنایا اور عورت تو سب سے اہم تخلیق ہے جس کے بغیر انسان مکمل ہوتا ہے نہ دنیا۔ پھر وہ اب تک اس اہم ہستی کی محبتوں اور لطافتوں سے محروم کیوں تھا۔ کیوں خدا کی دین سے انکار کر رہا تھا ؟

آج بھی شاید انکار کرتا لیکن آج کل میں مر جانے والی جوزا کا دل توڑنا گناہ تھا۔ اب وہ نئی مسرتوں سے متعارف ہو کر صدقِ دل سے چاہتا تھا کہ وہ مسرتیں لٹانے والی زندہ رہے۔ زندگی کی لطافتوں اور جوانی کی لذتوں سے آشنا ہو کر صحیح معنوں میں زندگی کی اہمیت اور موت کی دہشت کا صاف پتا چلتا ہے۔

آرمر دل ہی دل میں جوزا کی موت سے انکار کر رہا تھا۔ اب اس کی سب سے اہم جذباتی خواہش یہی تھی کہ وہ سلامت رہے۔ اس کی سوچ کے دوران غسل خانے کا دروازہ کھلا۔ جوزا تولیے میں لپٹی ہوئی باہر آئی اس کے گورے بدن پر پانی کی بوندیں پھسل رہی تھیں۔ اسے دیکھتے ہی آرمر اپنے بازو میں منہ چھپا کر شرمانے لگا۔

وہ اپنی انگلیوں سے اس کے بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے بولی "میں خوش نصیب ہوں، مجھے تمھارے جیسا شریف آدمی ملا ہے۔ ہماری دنیا میں ایسے لوگ شاذ و نادر ہی نظر آتے ہیں جنھوں نے پینتالیس پچاس برس تک کسی عورت کو ہاتھ نہ لگایا ہو۔ چلو اٹھو غسل کرو۔"

وہ نظریں نیچی کیے اُٹھ گیا پھر جلدی سے غسل خانے میں چلا گیا۔ جوزا اس کی شرمیلی حرکتوں پر ہنستی رہی۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے دروازہ

کھولا۔ کرشین اسٹالن کھڑا ہوا تھا اُسے مسکراتے دیکھ کر بولا۔ "پورے ایک گھنٹے تک تمھارا دروازہ بند رہا اور ہم اس کے کھلنے کا انتظار کرتے رہے، تب ہماری سمجھ میں آیا کہ آرمر ہی تمھارا آئیڈیل ہے کیا میں درست کہہ رہا ہوں ؟"

"مسٹر اسٹالن! آج میں بہت خوش ہوں۔"

"ہم تمھاری خوشی میں خوش ہیں۔ میں آرمر کو ایک بہت بڑی خبر سنانے آیا ہوں۔"

جوزا ذرا شرماتے ہوئے بولی "وہ باتھ روم میں ہے۔"

"اس سے کہو فوراً میرے دماغ میں آئے۔"

وہ باتھ روم کے دروازے پر آئی۔ پھر دستک دیتے ہوئے بولی "آرمر! مسٹر اسٹالن تم سے بہت ضروری گفتگو کرنا چاہتے ہیں ان سے دماغی رابطہ قائم کرو۔"

وہ دماغ میں پہنچ کر بولا "مسٹر اسٹالن! کیا بات ہے ؟"

اسٹالن نے بلند آواز میں کہا تاکہ جوزا بھی سن لے۔ اس نے کہا "آرمر! آج تمھاری زندگی میں ایک نئی بہار آئی ہے ایک اور بہار آنے والی ہے۔ اس کا نام ہے جوجو..."

آرمر نے چونک کر پوچھا "کیا کہہ رہے ہو ؟"

"ابھی میرے معتبر جاسوس نے اطلاع دی ہے کہ تمھاری بہن کو اغوا کیا گیا ہے۔ اب تمھارے عمل کا وقت آیا ہے۔ جوجو دشمنوں کی گرفت سے نکل کر تمھارے پاس آسکتی ہے۔"

"وہ کیسے ؟ جلدی بتاؤ ؟"

"وہ اغوا کرنے والے جوجو سمیت کہیں گم ہوگئے ہیں اُن کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔ تم فوراً اپنی بہن کے دماغ میں جاؤ لیکن ایک بات ہے ہمارے معتبر جاسوس نے بتایا ہے کہ آپریشن کے ذریعے جوجو کی آواز اور لہجہ بدل دیا گیا ہے اس کے چہرے پر بھی ہلکی سی تبدیلی کی گئی ہے۔"

آرمر نے کہا "میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ جوجو کی آواز اور لہجے کو یاد رکھنے کی ضرورت نہیں تھی، وہ تو اس کی روح میں رچی بسی ہوئی تھی۔ لیکن اتنی گہری وابستگی کے باوجود اس کا سراغ نہیں ملا۔ دشمنوں نے آپریشن کے ذریعے نئی آواز اور نئے لہجے کے مطابق اس کے دماغ میں تبدیلی کی تھی یہی وجہ تھی کہ اب سوچ کی لہریں پرانی آواز اور لہجے کے مطابق خیال خوانی کرنے والے کو اس کے دماغ تک نہیں پہنچاتی تھیں۔

وہ فوراً لباس پہن کر باتھ روم سے باہر آیا پھر اسٹالن سے بولا "مجھے اپنی بہن کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ یقیناً اسے آپریشن کے ذریعے تبدیل کیا گیا ہے۔ میں کیا کروں ؟ کیسے اُس کے پاس پہنچوں ؟"

"فکر نہ کرو۔ انٹرنیشنل ائیرلائن ایسوسی ایشن کے ایک خاص افسر سے ہمارا رابطہ ہے۔ اُس نے بتایا ہے کہ ماسکو سے پرواز کرنے والا ایک طیارہ مشرقی جرمنی اور سوئٹزرلینڈ کے درمیان کہیں گم ہوگیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ جوجو کو اُسی طیارے میں لے جایا گیا ہے۔ تم روانگی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ تمھارے چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کی جائے گی۔ تم ایک نئے نام اور نئے چہرے کے ساتھ باہر جاؤ گے۔"

روانگی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ایک گھنٹے میں اُس کا چہرہ تبدیل ہوگیا۔ سفر کا ضروری سامان آگیا۔ دوسرا گھنٹا ختم ہونے سے پہلے وہ جوزا کے ساتھ ایک چارٹرڈ طیارے میں پرواز کر رہا تھا۔

کوئی زبردست چکر چل چکا تھا۔

اُس وقت میں نہیں جانتا تھا کہ معاملہ کیا تھا۔ ماسک مین نے سپر ماسٹر کے خلاف غصے کا اظہار کیا تھا کہ اُس نے جوجو کو اغوا کرایا ہے۔ سپر ماسٹر نے تسلیم کیا تھا کہ اس کے آدمی جوجو کو لے جا رہے ہیں۔ پھر اچانک وہ طیارہ لاپتا ہوگیا۔ یہاں سے سوال اُبھرا کہ جوجو کہاں گئی ؟ وہ دونوں سپر طاقتوں سے چھین لی گئی۔ کون اُسے چھین کر لے جا رہا ہے ؟

میں پہلی فلائٹ سے اُدھر روانہ ہوگیا، جدھر آرمر پہنچنے والا تھا۔

شطرنج کی بساط بچھی ہو، بساط پر تمام مہرے اپنی اپنی چال پر جمے ہوں تب بھی چالیں آسانی سے سمجھ میں نہیں آتیں کہ اگلی چال ہمیں مات دے گی یا ہم سے مات کھائے گی۔ سونیا ٹلا کی شکی تھی اُسے یقین کی حد تک شبہ تھا کہ جوجو اغوا نہیں کی گئی ہے، یہ دُشمنوں کی کوئی زبردست چال ہے۔

مَیں نے روانگی سے پہلے ہر پہلو کو سامنے رکھ کر اس سے بحث کی۔ سونیا نے کہا "ماسک مین نے جوجو کو فولادی پنجرے میں رکھا ہے اُسے وہاں سے نکال لے آنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔"

مَیں نے پوچھا "کیا تمہارے لیے بچوں کا کھیل تھا تم نے فولادی پنجرے کو توڑ کر تاتیانہ کو قتل کیا تھا۔ تم نے فولادی اعصاب رکھنے والے وہاں کے حکمرانوں کو اپنی شرائط ماننے پر مجبور کر دیا تھا۔ پاسکل کو وہاں سے اغوا کر کے لانا بھی بچوں کا کھیل نہیں تھا۔ کیا تمہاری طرح کوئی اور چالاک اور مکار نہیں ہو سکتا؟"

"ہو سکتا ہے، تمام دُنیا کے شاطر ہماری نظروں میں رہتے ہیں، اگر کوئی نیا شاطر پیدا ہو گیا ہو تو اُس کے منظرِ عام پر آنے کا انتظار کرنا ہو گا۔"

"سُپر ماسٹر نے اعتراف کیا ہے کہ اُس کے جیالوں نے جوجو کو اغوا کیا ہے لیکن وہ طیارہ اچانک لاپتا ہو گیا ہے اور یہ کوئی زیادہ حیرانی کی بات نہیں ہے۔ ان حالات میں کوئی دوسری پارٹی مداخلت کر کے فائدہ اُٹھا سکتی ہے۔"

"مَیں یہی سمجھنا چاہتی ہوں، دو سُپر طاقتوں کے درمیان وہ مداخلت کرنے والی دوسری پارٹی کون ہے؟"

مَیں نے کہا "یہ وہی لوگ ہو سکتے ہیں جنھوں نے آرمر کو اغوا کیا ہے، اُسے اپنے اعتماد میں لیا ہے۔ ہم سے اس کا رابطہ منقطع کرایا ہے پھر اپنے زبردست منصوبے کے مطابق آرمر کی ٹیلی پیتھی کے سہارے جوجو کے طیارے کو اغوا کرایا ہے۔"

یہ اُلجھی ہوئی بحث تھی۔ جب تک وہ اغوا ہونے یا لاپتا ہونے والا طیارہ نظر میں نہ آتا تب تک معاملات واضح نہیں ہو سکتے تھے۔ سونیا نے کہا "خدا کرے جوجو اغوا نہ کی گئی ہو، اُسے دو چار ماہ بستر پر لیٹ کر آرام کرنا چاہیے۔ یہ دُشمنی والی حرکتیں اُسے نقصان پہنچائیں گی۔ تمھیں سوئٹزرلینڈ جانا چاہیے۔"

مَیں روانگی سے پہلے رسونتی سے ملاقات نہ کر سکا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے میں زیرِ علاج تھی۔ علی تیمور اپنی ماں کے پاس تھا۔ آخری معلومات کے مطابق پارس، سوسانہ کے ساتھ زیرِ زمین دُنیا سے باہر آ گیا تھا۔ سونیا ہماری نئی بستی آباد کرنے کے سلسلے میں پھر مصروف ہو گئی تھی۔ میری روانگی سے قبل ماریہ کو اپنے ساتھ لے گئی تھی۔

مَیں چارٹرڈ طیارے کے ذریعے سوئٹزرلینڈ پہنچ کر گمشدہ طیارے کو تلاش کر سکتا تھا لیکن اس طرح دُشمنوں کی نظروں میں آ جاتا۔ پتا نہیں، وہ کیسی چالیں چل رہے تھے۔ اُنھیں دُور ہی دُور سے بہلانے کے لیے میں خیال خوانی سے کام لے رہا تھا۔ فرانس کا ایک ہیلی کاپٹر اور ایک طیارہ اُدھر روانہ ہو چکا تھا۔ سونیا نے اُن کے پائلٹ اور عملے سے یہ کہہ کر میرا تعارف کرایا تھا کہ میں بابا صاحب کے ادارے کا ایک نیا خیال خوانی کرنے والا ہوں اور میرا نام براٹن وولف ہے۔

مَیں وقت سے بہت پہلے ائیرپورٹ پہنچ گیا۔ تنہا کاٹیج میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ ائیرپورٹ کے ریفریشمنٹ ہال میں آ کر کافی پینے لگا۔ وہاں بڑی رونق تھی۔ مختلف ممالک کے لوگ مختلف ملبوسات میں نظر آ رہے تھے۔ بوڑھے، بچے اور جوان سبھی لوگ اپنی میزوں پر اپنے ساتھیوں سے ہنس بول رہے تھے، ایک مَیں ہی تنہا تھا۔

کاؤنٹر کے پاس ایک چودہ یا پندرہ برس کا لڑکا نظر آ رہا تھا، وہ لڑکا تھا مگر قدرت نے اُسے لڑکیوں کا سا حُسن دیا تھا۔ چہرے کے نقوش قابلِ دید تھے۔ اس میں بے حد کشش ہونے کے باعث دو افراد اُس کے دائیں بائیں لگ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ کسمسا کر اُن کے درمیان سے نکل گیا۔ ناگواری سے کچھ بولتا ہوا اُن سے ذرا دُور جا کر کاؤنٹر گرل سے کچھ طلب کرنے لگا۔ وہ دونوں اُسے دیکھ کر ہنس رہے تھے پھر ایک شخص بیئر کا کین اُٹھائے اس کے پاس آیا۔ تب لڑکے نے چیخ کر پوچھا "تم کیا چاہتے ہو؟ مجھے کیوں پریشان کر رہے ہو؟"

اُس شخص نے آس پاس دیکھا۔ ریستوران کے سبھی لوگ اُنھیں دیکھ رہے تھے۔ وہ کھسیانا ہو کر بولا "غصہ کیوں کرتے ہو؟ مَیں تو دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

"میری دوستی بہت مہنگی پڑے گی، مجھ سے دُور رہو۔"

وہ اونچی آواز میں باتیں کر رہے تھے۔ مَیں سُن رہا تھا۔ جی چاہتا تھا، خیال خوانی کا کوئی تماشا کروں لیکن وہ دُشمن کے آلۂ کار ہو سکتے تھے۔ مَیں ان میں سے کسی کے دماغ میں جاتا اور اُس دماغ میں پہلے ہی کوئی خاموشی سے موجود ہوتا تو وہ میری خیال خوانی سے سمجھ لیتا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا سوئٹزرلینڈ جانے کے لیے یہاں موجود ہے۔

وہ خوبرو لڑکا کاؤنٹر گرل سے کافی کی ایک پیالی لے کر وہاں سے پلٹا تو ہال میں دُور تک نظریں دوڑانے لگا۔ کچھ میزیں خالی تھیں لیکن اُس نے میری میز کا انتخاب کیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے قریب آیا پھر بولا "اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو۔۔۔؟"

مَیں نے کہا "تم مائنڈ کرنے کی چیز نہیں ہو، بیٹھ جاؤ۔"

اُس نے پیالی کو میز پر اور سفری بیگ کو ایک کرسی پر رکھتے ہوئے شکریہ ادا کیا پھر کرسی پر بیٹھ گیا "مَیں خالی میز پر جا سکتا تھا مگر پتا نہیں کیوں لوگ مجھے تنہا دیکھ کر چھیڑنے لگتے ہیں۔"

میرے قریب آ کر بیٹھنا ایک اتفاق بھی ہو سکتا تھا اور منصوبہ بھی اور مَیں اسے منصوبہ ہی سمجھ رہا تھا۔ ایک بات واضح کر دوں کہ مَیں اپنے پیدائشی چہرے کے ساتھ تھا۔ دوست اور دُشمن دُور سے مجھے دیکھ کر فرہاد علی تیمور کہہ سکتے تھے مگر کہتے نہیں تھے۔ فرہاد تو مر چکا تھا، اُس سے مشابہت رکھنے والا اجنبی سمجھتے ہوں گے۔ جرائم پیشہ افراد کا خیال ہو گا کہ میں فرہاد کا چہرہ بنا کر کوئی بڑی واردات کرنے والا ہوں۔ سُپر ماسٹر، ماسک مین اور یہودی تنظیم والے مجھے کبھی زندہ تسلیم نہیں کریں گے لیکن میرے ہم شکل کی کھوج ضرور لگائیں گے۔

شاید وہ خوبرو لڑکا کسی کا آلۂ کار بن کر آیا تھا۔ مَیں نے اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا "لوگ اس لیے چھیڑتے ہیں کہ تم لڑکا اور لڑکی کا کاک ٹیل ہو، دو دھاری تلوار ہو، ادھر سے بھی کاٹتے ہو اور اُدھر سے بھی کاٹتے ہو۔"

"تم بھی مجھے چھیڑ رہے ہو؟"

"اپنی ذات کی سچائی برداشت کرو، ورنہ جس سے بات کرو گے وہی چھیڑتا ہوا لگے گا۔"

وہ میز پر ذرا جھک کر بولا "جانتے ہو، مَیں تمھارے پاس کیوں آیا ہوں؟"

"جانتا ہوں، ابھی تم نے بتایا ہے کہ لوگ تمھیں تنہا دیکھ کر چھیڑ۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولا "وہ تو ہے مگر کچھ اور بھی ہے۔"

"اور کیا ہے؟"

"تم بالکل فرہاد علی تیمور لگتے ہو۔"

"تمھارا نام کیا ہے؟"

"جونی ہو یسے مَیں کسی کو اپنا نام نہیں بتاتا۔ خواہ مخواہ دوستی بڑھتی جاتی ہے۔"

مَیں نے کہا "تم بالکل جونی لگتے ہو۔"

اُس نے حیرت سے پوچھا "کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جیسے مَیں تمھیں فرہاد جیسا لگتا ہوں، ویسے ہی تم مجھے جونی جیسے لگتے ہو۔"

"اوہ تو، مَیں حقیقتاً جونی ہوں۔"

"پھر مَیں بھی حقیقتاً فرہاد ہوں۔"

اُس نے بے یقینی سے مجھے دیکھا پھر انکار میں سر ہلا کر کہا "ہرگز نہیں، فرہاد مر چکا ہے۔ مجھے نادان چھوکرا نہ سمجھو، میں فرہاد علی تیمور کی پوری ہسٹری پڑھ چکا ہوں۔"

مَیں نے پوچھا "یہ کس ہسٹری میں لکھا ہے کہ وہ مر گیا ہے؟"

"مَیں نے اپنی آنکھوں سے اخبارات میں پڑھا تھا۔ اُس روز مَیں بہت رویا تھا۔ مَیں کیا بتاؤں، مَیں اُس کا کتنا بڑا فین ہوں۔ ممی اور پاپا مجھے فرہاد کا دیوانہ کہتے ہیں، اسی لیے تمھارے پاس آ کر بیٹھ گیا ہوں۔"

"تم کہاں جا رہے ہو؟"

اُس نے جیب سے ٹکٹ نکال کر دیکھتے ہوئے کہا "سوئٹزرلینڈ"

"کیا ٹکٹ کو پڑھے بغیر نہیں بتا سکتے تھے؟"

"مَیں اتنا سفر کرتا ہوں کہ یاد نہیں رہتا، کہاں سے آ رہا ہوں اور کہاں جا رہا ہوں؟"

پھر وہ اُٹھتے ہوئے بولا "ایکسکیوز می! ذرا ٹوائلٹ میں جا رہا ہوں۔"

وہ سفری بیگ اُٹھا کر تیزی سے جانے لگا۔ مَیں اُسے دیکھ رہا تھا۔ ٹوائلٹ اور ریستوران کے درمیان ایک شیشے کی دیوار تھی۔ پتا نہیں، وہ کتنی تیزی میں تھا یا کیسا بدحواس تھا۔ مردوں کے ٹوائلٹ میں جانے کے بجائے لیڈیز پاؤڈر روم کی طرف چلا گیا تھا جہاں عورتیں اپنا میک اَپ اور بالوں کی وِگ وغیرہ درست کرنے جاتی ہیں۔ میرے جی میں آیا اُسے وہاں سے پکڑ کر لے آؤں پھر مسکرا کر رہ گیا۔ عورتیں اُسے کب لڑکا سمجھیں گی۔ چھوکری سمجھ کر برداشت کر لیں گی۔

آدھے گھنٹے بعد اناؤنسر نے بتایا "سوئٹزرلینڈ جانے والے مسافر گیٹ نمبر دو میں آ جائیں، جہاز پرواز کے لیے تیار ہے۔"

مَیں نے اپنا سفری بیگ اُٹھایا پھر ریستوران سے نکلتے ہوئے لیڈیز پاؤڈر روم کی جانب دیکھا۔ جونی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ ابھی تک زنانہ حصے سے باہر نہیں آیا تھا۔

مَیں مسافروں کی قطار میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ کبھی کبھی پلٹ کر دیکھنے لگا پھر سوچا "عجیب بات ہے، اُس چھوکرے نے مجھے ذہنی طور پر اپنی طرف مائل کیا ہے۔ میری نگاہیں کیوں اُسے تلاش کر رہی ہیں؟ مانا کہ بے حد پُرکشش ہے مگر لڑکا ہے۔"

مَیں گیٹ سے نکل کر مسافروں کی بس میں آیا۔ بس کے شیشے کے پار دیکھا جیسے ہی بس آگے بڑھی، مَیں نے اُسے گیٹ

سے نکلتے ہوئے دیکھا حیرانی سے میری آنکھیں کھلی رہ گئیں، وہ جونی نہیں ہو سکتا تھا، جونی کی بہن ہو گی۔

ہماری بس آگے بڑھ گئی، وہ پیچھے والی بس میں سوار ہونے جا رہی تھی۔ وہ جو چند سیکنڈ کا نظارہ تھا کھوپڑی گھمانے کے لیے کافی تھا۔ اُس کی سنہری زُلفیں شانوں تک تھیں۔ مِنی اسکرٹ اور بلاؤز میں بدن کے نشیب و فراز گواہی دے رہے تھے کہ وہ پیدائشی لڑکی ہے۔ جونی اُس کے وجود میں کہیں گم ہو گیا تھا یا اس کے پیچھے آ رہا ہو گا۔ بھائی بہن ہم شکل ہو سکتے ہیں۔

طیارے کے قریب پہنچ کر میں بس سے اُتر گیا۔ مسافر ایک قطار میں طیارے کی سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ دوسری بس بھی آ گئی۔ اس کے مسافر بھی قطار میں لگ گئے، وہ بھی نظر آئی۔ میں نے غور سے دیکھا اُس کے پاس سفری بیگ وہی تھا جو جونی کے پاس تھا۔ میں اُس کے سامنے آ کر مسکرایا تو وہ چونکی پھر رسماً مسکرا کر قطار میں چلی گئی۔ میں اس کے پیچھے آ گیا۔ آہستگی سے بولا "کیا تمہارا کوئی ہم شکل بھائی ہے؟"

اُس نے سر گھما کر مجھے گھورتے ہوئے دیکھا پھر کہا "میرا کوئی بھائی نہیں ہے۔ پلیز! کسی جونی کا ذکر نہ کرنا۔ پتا نہیں یہ کمبخت کون ہے جس کے متعلق لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں۔"

ہم آگے پیچھے سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ میں نے کہا "تمہاری طرح میں بھی اُلجھن میں ہوں۔ ابھی آدھا گھنٹا پہلے وہ میرے ساتھ کافی پی رہا تھا۔"

وہ بولی "میرا ایک کام کرو گے؟"

"کیا چاہتی ہو؟"

"بس اتنا چاہتی ہوں کہ آئندہ وہ جونی نظر آئے تو اُسے گولی مار دو۔ تمہاری اُلجھن بھی دُور ہو جائے گی، مجھے بھی اس کے ذکر سے نجات مل جائے گی۔"

وہ طیارے میں پہنچ کر مجھ سے الگ ہو گئی۔ ہماری سیٹیں مختلف جگہ تھیں، وہ دُور ہوئی تو یوں لگا یہ دُنیا دلچسپیوں سے خالی ہو گئی ہے۔ میں اُس کے ساتھ بیٹھنا چاہتا تھا۔ میرے لیے یہ معمولی بات تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے اُس کے پاس بیٹھنے والے کو اپنی سیٹ پر بُلا سکتا تھا اور اس کے پاس جا کر بیٹھ سکتا تھا یا اپنے ساتھ بیٹھنے والے کو اُدھر بھیج کر اِدھر حسینہ کو بُلا سکتا تھا اور یہ اُلجھن دُور کرنے کی کوشش کر سکتا تھا کہ وہ جونی سے بیزار کیوں ہے اور بیزار ہونے کے باوجود اس کی ہم شکل کیوں ہے؟

ان حالات میں بے انتہا تجسس کے باعث کوئی بھی خیال خوانی کے لیے مجبور ہو سکتا ہے، میں بھی مجبور ہو جاتا لیکن سونیا رخصتی کے آخری لمحے تک تاکید کرتی رہی تھی "خیال خوانی سے پرہیز کرتے رہنا، جان پر بن آئے یا ٹیلی پیتھی کے بغیر کوئی مشکل آسان نہ ہو، تب خوب سوچ سمجھ کر خیال خوانی کرنا، نہیں تو پچھتاؤ گے، ایک عورت کے ہاتھوں مرتے مرتے بچے ہو، اب تو عقل سے کام لو۔"

اُس نے درست کہا تھا۔ دُشمن عورت کو میری کمزوری بتاتے ہیں۔ آج وہ مجھے فرہاد نہیں سمجھتے مگر میری حرکتوں سے سمجھ لیں گے۔ میں بے چین ہو کر اُس حسینہ کے دماغ میں جاؤں گا تو دو باتوں کا انکشاف ہو گا۔ ایک تو یہ کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں، دوسرے یہ کہ حسن و شباب دیکھ کر پھسل جاتا ہوں۔ میں نے دل مضبوط کیا۔ اُسے پھسلنے سے روکا اور اپنی سیٹ پر جم کر بیٹھ گیا۔ یہ ارادہ کر لیا کہ اس کی سیٹ کی طرف سر گھما کر بھی نہیں دیکھوں گا۔

میرے ساتھ والی سیٹ پر ایک بوڑھی عورت آ کر بیٹھ گئی تھی۔ کوئی بھی مسافر اس کے پاس سے گزرتا تو وہ بار بار پرس سے آئینہ نکال کر میک اپ درست کرنے لگتی تھی۔ اُسے شبہ ہوتا تھا کہ گزرنے والے اس کے حسن کو میلا کرتے جاتے ہیں۔ میں نے مسکرا کر کہا "میں دعا مانگ رہا تھا کہ مجھے کوئی حسین ہمسفر ملے، آخر میری دُعا پوری ہو گئی۔"

خوشی سے اُس کی باچھیں کھل گئیں، وہ بولی "بڑے شریر ہو۔ تعریف کرنے کا انداز بہت خوب ہے۔ ویسے میں بہت زیادہ حسین تو نہیں ہوں۔"

وہ مجھ سے کہلوانا چاہتی تھی کہ بہت زیادہ حسین ہے۔ میں نے کہا "میں تو زیادہ سمجھ رہا ہوں تم اگر کم کرنا چاہو تو کر دو۔"

وہ بولی "تم بہت ہینڈسم ہو۔"

"میں زیادہ عمر والا نظر آتا ہوں مگر تم یقین نہیں کرو گی، میں آج پورے بیس برس کا ہو گیا ہوں۔"

"واہ! یقین کیوں نہیں کروں گی! لوگ میری عمر کا بھی غلط اندازہ لگاتے ہیں۔ مجھ میں اور تم میں اُنیس بیس کا فرق ہے۔"

غضب خدا کا، اُس نے اپنی عمر سے کم از کم چالیس برس کم کر دیے۔ پتا نہیں ان عورتوں کو عمر کم سے کم کرنے میں کتنی روحانی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں۔ سفر کے دوران وہ میرے لیے دلچسپ تماشا بنی رہی۔ میں جونی کی ہم شکل کو بھول گیا تھا . . .

سوئٹزر لینڈ پہنچ کر ایکسچینج ہال میں پھر اُس سے سامنا ہوا۔ میں نے کہا "پتا نہیں آج کے بعد کبھی سامنا ہو یا نہ ہو مگر تمھارے ہم شکل کو کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"پلیز! تم پھر اُس کا ذکر کر رہے ہو۔"

میں نے جاتے ہوئے کہا "اب نہ ملاقات ہو گی اور نہ ذکر ہو گا۔"

اسکیٹنگ کلب کے ایک ریسٹ ہاؤس میں میرے لیے ایک پورشن ریزرو تھا۔ میں اپنے سامان کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ ایک زبردست حسینہ سے بچھڑنے کا افسوس تھا لیکن مجھ سے زیادہ مایوسی دُشمنوں کو ہوئی ہو گی۔ میں نہ تو اس کے دماغ میں گیا تھا اور نہ ہی جسمانی طور پر اُس کے قریب رہنے کی دانستہ کوشش کی تھی۔

میں نے کمرے میں پہنچ کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اس کمرے کے ایک ایک حصّے کو اچھی طرح چیک کیا پھر آرام سے بیٹھ کر ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک اسنیک بار کے کاؤنٹر پر کھڑا کافی پی رہا تھا۔ اُس کی سوچ نے بتایا کہ وہ اس برفانی علاقے میں ایک ہزار میل کی پرواز کر چکا ہے۔ اُسے کوئی گمشدہ طیارہ نظر نہیں آیا۔ شاید فرانسیسی طیارے کے پائلٹ نے کچھ معلومات حاصل کی ہوں۔

میں نے کہا "اگر اغوا شدہ طیارہ کسی جنگل میں چھپانا ہو تو پتّوں سے بھری شاخیں کاٹ کر اُس پر ڈال دیتے ہیں، وہ ہرے بھرے پتّوں اور جھاڑیوں میں چھپ جاتا ہے۔ یہاں حدِ نظر تک برف ہی برف ہے۔ ہو سکتا ہے انھوں نے طیارے کو کسی کھائی میں لے جا کر اُتارا ہو اور اب تک اُس پر برف کی تہیں جم گئی ہوں۔"

"ہاں جناب! ایسا ممکن ہے۔ انھوں نے طیارے کو اسی طرح چھپایا ہو گا لیکن ہم کیسے معلوم کریں۔ یہاں تو ایسی ایک انچ جگہ بھی نہیں ہے جہاں برف جمی نہ ہو۔ پہاڑوں پر، میدانوں میں، مکانوں اور دُکانوں کی چھتوں، دیواروں اور برآمدوں میں برف جمی ہوئی ہے۔ اگر ہم گلیشیر توڑنے والے ڈائنامائٹ استعمال کریں اور آبادی سے دُور مشکوک مقامات پر دھماکے کرتے جائیں تو شاید برف کے پگھلنے سے وہ طیارہ نظر آ جائے۔"

"یہاں کی انتظامیہ دھماکے کرنے کی اجازت نہیں دے گی۔ اُنھوں نے طیارے کو جہاں بھی چھپایا ہے، وہاں کوئی نشان رکھا ہو گا تاکہ ضرورت کے وقت طیارے کو دوبارہ برف سے نکالا جا سکے۔"

پائلٹ نے کہا "ایسے کسی مخصوص نشان کی تلاش کے لیے نیچی پرواز کرنی ہو گی۔ کیا آپ ہمارے ساتھ آئیں گے؟"

"نہیں، میں دور ہی سے رابطہ رکھوں گا تم پھر پرواز کرو۔"

میں اُس سے رخصت ہو کر طیارے کے پائلٹ کے پاس آیا۔ وہ سانس روکنے والا تھا۔ میں نے کو ڈ ورڈز ادا کیے تو مطمئن ہو گیا۔ وہ ایک ہوٹل کے کمرے میں تھا۔ اس کے آس پاس تین افراد تھے۔ ایک کے ہاتھ میں ریوالور تھا، دوسرا اُس کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ تیسرے شخص کے ہاتھ میں بریف کیس تھا۔ وہ پائلٹ سے کہہ رہا تھا "مسٹر ہاروے! ہم تمھیں زبردستی تمھارے کمرے میں لائے ہیں۔ ریوالور کی دھمکی بھی تمھارے سامنے ہے، اس کے باوجود ہم دوست ہیں، تمھاری بھلائی چاہتے ہیں۔ تم فرانسیسی حکومت کے وفادار ہو، ہم بھی تمھارے ہم وطن ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم وطن کے ساتھ ہمارے بھی کام آتے رہو۔"

پائلٹ ہاروے نے کہا "تم لوگ مجھے ٹریپ کر کے غلطی کر رہے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے دماغوں میں آتے جاتے رہتے ہیں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "فرہاد کی فیملی میں اب کون ٹیلی پیتھی جاننے والا رہ گیا ہے؟ کوئی نہیں، ایک آرمر تھا، وہ بھی لاپتا ہو گیا ہے۔ رسونتی ابھی زیرِ علاج ہے۔ وہ ایسے کچے ذہن کی عورت ہے کہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اُسے ہمیشہ چکر دیتے رہیں گے۔ اگر تمھارے دماغ میں کوئی آتا ہو تو ہمیں بتاؤ۔"

"ابھی تک کوئی دماغ میں نہیں آیا ہے۔ پیرس سے روانگی کے وقت مادام سونیا نے کہا تھا کہ مادام رسونتی نارمل ہوتے ہی ہم سے دماغی رابطہ قائم کریں گی۔"

پائلٹ ہاروے نے بڑی صفائی سے جھوٹ بولا تھا جبکہ اُسے بتا دیا گیا تھا کہ مسٹر برائن وولف دماغی رابطہ قائم کیا کریں گے اور یہ بات وہ اپنے باپ کو بھی نہیں بتائیں گے۔ وہ سونیا کی ہدایات کے مطابق ان اجنبی دُشمنوں کے سامنے باتیں بنا رہا تھا۔

ریوالور والے نے کہا "تم لوگ کے ماہر ہو۔ ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تمھارے دماغ میں آیا تھا۔ تم نے سانس روک لی، اگر میں ریوالور یا چاقو سے تمھیں زخمی کر دوں تو دماغ میں آنے والے کو کیسے روکو گے؟"

پائلٹ ہاروے میری ہدایت کے مطابق بولا "زخمی کرنے کی کیا ضرورت ہے، میں اس کے لیے دماغ کا دروازہ کھلا رکھوں گا۔"

وہ سب ہنسنے لگے۔ ایک نے کہا "سمجھ دار ہو اور اپنی زندگی سے پیار کرتے ہو۔"

دوسرے نے کہا "ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو جوکو اغوا کیا گیا، جس طیارے میں اغوا کیا گیا، وہ طیارہ ان اطراف میں کہیں گم ہو گیا۔ جوجو اس گمشدہ طیارے میں مر بھی سکتی ہے۔ یہ خبر عام ہونے کے بعد سونیا، پارس اور علی تیمور وغیرہ میں سے کوئی اِدھر نہیں آیا، آخر کیوں؟"

ہاروے نے کہا "میں اُن کے متعلق کیا کہہ سکتا ہوں، وہ

بڑے لوگ ہیں، اُن سے تو ہمارے اعلیٰ احکام بھی کوئی سوال نہیں کرتے۔"

"ٹھیک ہے مگر کیا یہ حیرانی کی بات نہیں ہے؟"

"یقیناً حیرانی کی بات ہے۔ میں سمجھتا ہوں، پہلے وہ ہماری رپورٹ سننا چاہتے ہیں پھر وہاں سے کوئی آئے گا۔"

ایک نے پوچھا "کوئی میک اپ میں آسکتا ہے؟"

"بالکل آسکتا ہے، آپ یہ باتیں مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"ایک آخری سوال کا جواب دو، یہ فرہاد کا ہم شکل کون ہے؟"

وہ حیران ہو کر بولا "فرہاد کا ہم شکل؟ میں نے ایسے کسی ہم شکل کو نہیں دیکھا ہے۔"

"یہاں فلائنگ کلب کے ریسٹ ہاؤس میں دیکھ سکتے ہو۔ اگر یہ بابا صاحب کے ادارے سے فرہاد کی ڈمی بن کر آیا ہے تو یہ نہایت ہی بچگانہ حرکت ہے۔ ہم جلد ہی اس کا پورا جغرافیہ معلوم کر لیں گے۔"

وہ کہتے کہتے چپ ہو گیا پھر بولا "ہمارا خیال خوانی کرنے والا آگیا ہے، وہ تمہارے پاس آرہا ہے، اس کا راستہ نہ روکنا۔"

میں فوراً ہی ہارڈے کے دماغ سے نکل گیا تاکہ وہ آنے والے کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکے، پھر اُس کے دماغ میں پہنچ گیا جس نے ابھی اپنی گفتگو ختم کی تھی۔ اگر وہ حساس دماغ کا ہوتا تو مجھے اپنے اندر محسوس کر لیتا۔ میں اس موقع سے فائدہ اٹھا کر آیا تھا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ابھی اُس کے دماغ سے ہارڈے کے دماغ میں جانے والا تھا۔ اتنی ہی دیر میں میں نے یہ معلوم کر لیا کہ وہ یوگا کا ماہر نہیں ہے، میں جب چاہوں اس کے ساتھیوں سمیت ان کے دماغوں میں گھر بنا سکتا ہوں۔

اتنا معلوم کرتے ہی میں ہارڈے کے دماغ میں آیا، وہاں سپر ماسٹر کا ٹیلی پیتھی جاننے والا کہہ رہا تھا "مسٹر ہارڈے! تم خاموش بیٹھے رہو، میں تمہارے چور خیالات پڑھ رہا ہوں، اُس کے بعد تم سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

اُس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی آواز سنتے ہی میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ تقدیر ہم پر مہربان تھی، وہ جان ڈیگر یا کینی پال تھا جو میرے تنویمی عمل کے زیر اثر تھا۔ وہ خیال خوانی کرنے والا جب پرنس ڈیگر کے ساتھ کام کرتا تھا تو اُس کا نام جان ڈیگر ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے وہ ڈبل ڈیگر کہلاتے تھے، ورنہ اس کا اصلی نام کینی پال تھا۔

میں نے اُسے مخاطب کیا تو وہ بوکھلا گیا۔ خیال خوانی بھول کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میں نے کہا "تم ابھی جس کے دماغ میں تھے وہ میرا آدمی ہے۔"

کینی پال نے پریشان ہو کر کہا "تم تو میرے اعصاب پر سوار ہو گئے ہو، کب میرا پیچھا چھوڑو گے؟"

"جب زندگی تمہارا پیچھا چھوڑے گی۔"

"میں سپر ماسٹر کو کیا رپورٹ دوں گا؟"

"اُسے بتانا کہ پائلٹ ہارڈے سے کوئی دماغی رابطہ قائم نہیں کر سکا ہے۔ آرمر واقعی بابا صاحب کے ادارے سے تعلق توڑ چکا ہے۔ رسونتی بھی زیرِ علاج ہے۔ ہارڈے گمشدہ طیارے کی رپورٹ صرف اپنی حکومت کو پہنچاتا ہے۔"

کینی پال نے کہا "سپر ماسٹر اُس فرہاد کے ہم شکل کے متعلق معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اُسے شبہ ہے کہ اس کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔"

میں نے انجان بن کر کہا "مجھے کسی فرہاد کے ہم شکل سے دلچسپی نہیں ہے، تم اس کے دماغ میں جا کر معلومات کیوں نہیں حاصل کرتے؟"

"میں ایک بار گیا تھا، اُس نے سانس روک لی تھی تب سے سپر ماسٹر اس کی حقیقت جاننے کے لیے بے چین ہے۔"

"یہ میرا مسئلہ نہیں ہے، تم ہارڈے کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے، اب اُس کے دماغ میں جا سکتے ہو۔"

وہ پھر ہارڈے کے پاس آیا اور بولا "ٹھیک ہے، میں نے تمہارے چور خیالات پڑھ لیے ہیں، میں تمہارے سامنے والوں کو مطمئن کر دوں گا۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے ہارڈے سے کہا "ابھی یہ تینوں چلے جائیں گے تم حیرانی ظاہر نہ کرنا، انھیں یہ ثبوت مل گیا ہے کہ تمہارے دماغ میں کوئی نہیں آتا۔"

ایک منٹ کے بعد ہی وہ تینوں اُسے کمرے میں چھوڑ کر چلے گئے۔ میں نے کہا "اب بتاؤ، تم نے یہاں آکر کتنی پرواز کی؟"

وہ رپورٹ پیش کرنے لگا۔ اُس نے کہا "اگر ان اطراف میں طیارے کو کہیں چھپایا گیا ہے تو اُن چھپانے والوں نے کسی علاقائی فوجی چوکی کے تعاون کے بغیر ایسا نہیں کیا ہوگا اور یہ پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق ہوا ہوگا۔"

میں نے تائید کی "تم درست کہتے ہو، آئندہ تم پرواز کے دوران مختلف فوجی چوکیوں کے پاس لینڈ کرو گے، چوکیوں کے افسران سے گفتگو کرو گے۔ ایسے وقت تمہاری جیب میں پاکٹ ریکارڈر ہونا چاہیے تاکہ بعد میں، میں اُن کی آوازیں سن سکوں۔ ویسے میں پرواز کے دوران تمہارے دماغ میں رہنے کا وقت نکالوں گا۔"

میں اُس سے رابطہ ختم کر کے اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ کرسی سے اُٹھ کر کھڑکی کے پاس آیا پھر اس کے پردے کو ایک طرف ہٹایا۔ اُسی لمحے میں کھڑکی کے باہر کوئی اُچھل کر دیوار کی آڑ میں چلا گیا۔ یعنی کوئی باہر کھڑا اُس کی سُن گُن لے رہا تھا کہ میں اندر کیا کر رہا ہوں۔ میں انجان بن گیا جیسے کسی کو اُچھل کر جاتے ہوئے نہ دیکھا ہو۔

کھڑکی کے شیشوں پر برف جمی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں سے باہر کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ جوان لڑکیاں اور لڑکے اسکیٹنگ شوز کے ذریعے برف پر پھسلتے جا رہے تھے۔ ایک شخص سُرخ لباس میں کرسمس فادر بنا ہوا کھڑکی کے سامنے آکر شیشے پر سے برف صاف کر رہا تھا اور دوسرا ہاتھ ہلا کر مجھے ہیلو کہہ رہا تھا۔ میں نے بھی مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلا کر ہیلو کہا۔ ایسے غریب لوگ بچوں کا دل بہلانے اور خیرات لینے کے لیے کرسمس فادر کا روپ اختیار کرتے ہیں۔ میں نے کھڑکی کھول کر کہا "ہیلو فادر! میرے ہاں بچے نہیں ہیں پھر بھی تم خالی ہاتھ نہیں جاؤ گے۔"

میں نے اس کی توقع سے زیادہ دس ڈالر دیے، وہ خوش ہو کر چلا گیا۔ میں نے کھڑکی بند کر کے پردہ برابر کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی اُس ریوالور والے کے دماغ میں پہنچ گیا جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ پائلٹ ہارڈے کے کمرے میں آیا تھا۔ اس کے پاس بیٹھا ہوا ساتھی ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہا تھا۔ پتا چلا، وہ گفتگو کرنے والا شخص اُن کی ٹیم کا لیڈر ہے۔ یوگا کا ماہر اور زبردست فائٹر ہے۔

ٹرانسمیٹر سے آواز آرہی تھی "سر! ابھی وہ کھڑکی کے پاس آیا، پردہ سرکا کر باہر کا نظارہ کر رہا تھا۔ میں نے شیشے صاف کیے تو اُس نے کھڑکی کھول کر مجھے دس ڈالر دیے۔"

لیڈر نے کہا "یہ تو کوئی معلومات نہ ہوئی، کوئی کام کی بات معلوم کرو۔"

"سر! وہ ریسٹ ہاؤس کے اندر بیٹھ گیا ہے، ہم اندر جھانک نہیں سکتے، باہر وہ نظر آئے گا تو ہم چھیڑ چھاڑ سے معلومات حاصل کریں گے۔"

"انتظار کرو، میں اُسے باہر نکالوں گا۔"

اُس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ مجھے چار دیواری سے باہر نکالنے کے لیے کون سا قدم اٹھانا چاہتا ہے۔ ویسے سپر ماسٹر سارا زور اس بات پر صرف کر رہا تھا کہ فرہاد کے ہم شکل کی اصلیت کیا ہے؟ یہ کون ہے؟ کہاں سے پیرس آیا تھا؟ اور اب یہاں آکر کیا کر رہا ہے؟

لیڈر ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کر رہا تھا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی بولا "ہیلو میمونا! کیا رپورٹ ہے؟"

وہ بولی "میں حیران ہوں سر! بابا صاحب کے ادارے سے کوئی فرد نہیں آیا ہے۔ میرے ساتھی اینٹی میک اپ لینس کے ذریعے یہاں کی ایک ایک عورت اور مرد کو چیک کر رہے ہیں۔ ابھی تک میک اپ میں چھپنے والا چہرہ نظر نہیں آیا ہے۔ اب کسی نے پلاسٹک سرجری کرائی ہو تو یہ الگ بات ہے۔"

لیڈر نے کہا "پلاسٹک سرجری والے بھی زیادہ دیر چھپ نہیں سکیں گے۔ فی الحال تم وہ جگہ چھوڑ دو۔ ریسٹ ہاؤس کے چھ نمبر والے پورشن میں وہی فرہاد کا ہم شکل ہے، ہمیں جلد سے جلد اس کی پوری ہسٹری معلوم کرنا ہوگی۔ سپر ماسٹر سخت ناراض ہے، ہم نے ابھی تک اُس کی اصلیت معلوم نہیں کی ہے۔ تم اُسے کسی طرح ریسٹ ہاؤس سے نکالو یا اس کے ساتھ چار دیواری میں وقت گزارو، جس طرح بھی ممکن ہو اپنے ہتھکنڈوں سے اُسے بے نقاب کرو۔"

وہ بولی "یہ ماسک مین کے آدمی کیا کر رہے ہیں۔ کیا وہ فرہاد کے ہم شکل کو نظر انداز کر رہے ہیں؟"

"وہ نظر انداز نہیں کر رہے ہیں، ابھی ماسک مین کے خاص ماتحت نے مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ کہہ رہا تھا، بابا صاحب کے ادارے نے کسی خطرناک شخص کو فرہاد کی ڈمی بنا کر بھیجا ہے۔ وہ سپر طاقتوں کو کسی چکر میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ بہرحال ماسک مین کے آدمی بھی فرہاد کے ہم شکل بھائی جان کے پیچھے لگے ہیں۔"

میمونا نے کہا "ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ اُسے بے نقاب کرنے کے لیے وہ کیا کر رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ میں ریسٹ ہاؤس میں جاؤں تو ماسک مین کے آدمیوں سے ٹکراؤ ہو جائے۔"

"ایسا نہیں ہوگا، تم پوری پلاننگ کے ساتھ جاؤ۔"

اُس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اب یہ انکشاف ہوا کہ سپر ماسٹر اور ماسک مین کا آپس میں کوئی سمجھوتا ہو گیا ہے۔ اس سمجھوتے کے مطابق دونوں کے خاص آدمی ایک دوسرے کے تعاون سے فرہاد کی فیملی کو گھیرنے کا منصوبہ بنا چکے ہیں۔ جوجو کے اغوا ہونے کا ڈراما پلے کیا گیا ہے۔ ماسک مین نے شور مچایا کہ سپر ماسٹر کے آدمی جوجو کو لے گئے ہیں اور طے شدہ منصوبے کے مطابق سپر ماسٹر نے اس الزام کو قبول کر لیا۔ کسی طیارے کو اس علاقے میں پہنچا کر گم کر دیا گیا تاکہ ہمیں یقین ہو جائے کہ ہماری جوجو پر اُفتاد آپڑی ہے۔ یوں سونیا، پارس اور علی تیمور وغیرہ اسے بچانے کے لیے اِدھر دوڑے چلے آئیں۔

ایسا منصوبہ بنانے کی وجہ بھی سمجھ میں آرہی تھی۔ میرے بعد ٹیلی پیتھی جاننے والا آرمر تھا۔ دشمنوں نے آرمر کا ذہن ہماری

طرف سے موڑ دیا تھا، صرف ایک رسونتی رہ گئی تھی۔ انھوں نے سوچا یہ بہترین موقع ہے، فرہاد کی فیملی کے باقی ماندہ ممبروں کو فرانس سے باہر بُلا کر موت کے گھاٹ اتارا جائے۔ جو جو ایک ایسی ہستی ہے جسے مصیبتوں سے بچانے کے لیے سب نہ سہی پارس ضرور ادھر آتا لیکن وہ بھی نہیں آیا سو ایسے انھیں یقین نہیں تھا بلکہ وہ یقین کی حد تک سمجھ رہے تھے کہ سونیا اور پارس ناقابلِ شناخت میک اَپ میں ضرور آئے ہوں گے اور اُن کی طرف سے دھیان ہٹانے کے لیے اور دُشمنوں کو اُلجھانے کے لیے فرہاد کی ڈمی بھیجی گئی ہے۔

مَیں لیڈر کے پاس کھڑے ہوئے شخص کے دماغ میں تھا۔ بڑی خاموشی سے معلوم کر رہا تھا، یہ میمونا کون ہے؟ اُس کی سوچ بتا رہی تھی کہ ایک کافر حسینہ ہے بہت تیز طرّار اور مکّار ہے۔ شراب اس کے لیے پانی ہے۔ صبح نہار مُنہ پینا شروع کرتی ہے پھر جہاں بھی فرصت ملتی ہے یا نشہ ٹوٹتا ہے، وہاں پینے لگتی ہے۔ کمال یہ ہے کہ پورے ہوش و حواس میں رہتی ہے۔ اکثر لوگ اُسے مدہوش سمجھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں۔

مَیں میمونا کی کھوپڑی میں پہنچ گیا۔ زیادہ پینے والی خواہ مدہوش اور غافل نہ ہوتی ہو مگر اس کا دماغ حسّاس نہیں ہو سکتا تھا اور یہی بات تھی۔ اُس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ وہ میری طرف آنے کی تیاری کر رہی تھی۔ خوب بن سنور رہی تھی۔ اس کے ساتھ ایسی تدبیر بھی سوچتی جا رہی تھی جس پر عمل کر کے وہ مجھے پہلی ملاقات میں اپنا دیوانہ بنا لے۔

اُدھر مَیں نے لباس تبدیل کیا۔ برفانی علاقے کے لحاظ سے گرم کپڑے، اوور کوٹ، کانوں کو ڈھانپنے والی ٹوپی اور سیاہ چشمہ پہن کر آئینہ دیکھا تو اتنی ساری چیزوں میں میرا چہرہ بھی بڑی حد تک چھپ گیا تھا کوئی مجھے غور سے دیکھ کر ہی فرہاد کا ہم شکل کہہ سکتا تھا۔ مَیں، میمونا کے آنے سے پہلے باہر نکل جانا چاہتا تھا۔ وہ کافر حسینہ ہو گی مگر مَیں ایک دُشمن عورت کے ساتھ چار دیواری کے اندر کافر بننا نہیں چاہتا تھا۔

وہ اپنے کاٹیج سے نکل چکی تھی۔ اُس کا کاٹیج دوسری پہاڑی پر تھا۔ ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی تک جھولتی ہوئی کرسی میں بیٹھ کر آنا ہوتا تھا۔ وہ ہینگنگ چیئر پر آ رہی تھی۔ نیچے ہزاروں فٹ کی گہرائی تھی۔ مَیں چاہتا تو اس کی کھوپڑی گھما کر ہینگنگ چیئر سے موت کی بستی میں گرا سکتا تھا لیکن یہ دانش مندی نہ ہوتی، وہ اپنے لیڈر سے برابر رابطہ رکھتی تھی مَیں اُس کے دماغ میں رہ کر ان کی بہت سی باتیں معلوم کر سکتا تھا اس لیے اس کا زندہ رہنا ضروری تھا۔

مَیں نے سوچا تھا کہ وہ جب ریسٹ ہاؤس کے سامنے آئے گی تو اس کے وہ تمام ساتھی جو میری نگرانی کر رہے تھے اُن کی توجّہ سامنے والے دروازے پر ہو گی۔ وہ دیکھنا چاہیں گے کہ مَیں، میمونا کو اندر بُلاتا ہوں یا نہیں اور مَیں سامنے والا دروازہ نہیں کھولوں گا جیسے ہی وہ دستک دے گی مَیں پچھلے دروازے سے باہر چلا جاؤں گا۔

آخر وہ ریسٹ ہاؤس کے قریب آ گئی۔ مَیں اُس کے دماغ میں رہ کر دیکھ رہا تھا، وہ اطمینان سے چلتے ہوئے دروازے کی طرف آ رہی تھی مجھے دستک کا انتظار تھا۔ اُس نے قریب پہنچ کر کال بیل کی طرف ہاتھ بڑھایا پھر رُک گئی۔ اُسے ریسٹ ہاؤس کے باہر ہی فرہاد علی تیمور نظر آ رہا تھا اور وہ اسی ریسٹ ہاؤس کے برآمدے سے میرے دروازے کے قریب سے گزر رہا تھا۔

یہ میرے لیے حیرانی کی بات تھی — مَیں اندر تھا پھر وہ باہر کس فرہاد کو دیکھ رہی تھی؟

مَیں اس کے دماغ میں سنبھل گیا۔ ذرا توجّہ سے اس کی سوچ کے ذریعے معلوم کرنے لگا، یہ معاملہ کیا ہے؟ وہ فرہاد جیسے ہی اس کے قریب سے گزرنے لگا، وہ مسکرا کر بولی۔ "ہیلو مسٹر!"

فرہاد رُک گیا۔ وہ ایک ادائے نازسے چلتی ہوئی اس کے سامنے آئی پھر بولی "میرا نام میمونا ہے۔"

فرہاد کی خشک آواز سنائی دی "تمھارا نام میمونا ہے تو مَیں کیا کر سکتا ہوں؟"

اُسے ایسے جواب کی توقع نہیں تھی، پھر بھی وہ ڈھٹائی سے بولی "ہائے! کیسے پتھر ہو، مَیں عقیدت سے اور محبّت سے تمھارے پاس آئی ہوں، مَیں تمھارے کارنامے پڑھتے پڑھتے دیوانی ہو گئی ہوں۔"

وہ بولا "تم غلط سمجھ رہی ہو۔ جس کے کارنامے پڑھتی ہو، مَیں وہ فرہاد علی تیمور نہیں ہوں۔ قدرت نے مجھ سے عجیب مذاق کیا ہے۔ جہاں جاتا ہوں، لوگ مجھے فرہاد سمجھتے ہیں۔ یہ تو اچھا ہُوا کہ وہ مر چکا ہے، اگر زندہ ہوتا تو دُشمن مجھے فرہاد سمجھ کر گولی مار دیتے۔"

میمونا نے کہا "آہ! فرہاد مر گیا؟ نہیں، وہ کبھی نہیں مر سکتا۔ اس سے پہلے مَیں مر جاؤں گی۔ مَیں تمھارے لیے جان پر کھیل جاؤں گی۔ مجھ سے جھوٹ نہ بولو، تم زندہ ہو، میری آنکھوں کے سامنے ہو۔"

"مس میمونا! تم چاہتی کیا ہو؟"

"مَیں تمھارے ساتھ کسی بار میں بیٹھ کر پینا چاہتی ہوں۔

مجھے معلوم ہے تم پیتے نہیں ہو، مَیں تمھیں کافی پلاؤں گی۔"

"اتفاق سے مَیں کافی پینے نکلا ہوں، آؤ۔"

وہ اس کے بازو میں بازو ڈال کر چلنے لگی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس طرح لگ کر چلنے سے وہ اپنے بدن کی حرارت اُسے پہنچاتی رہے گی۔ یوں غیر شعوری طور پر اپنی طرف جھکاتی رہے گی۔

ویسے یہ کمال ہو گیا۔ دُنیا والوں کے زاویۂ نگاہ سے میری موت کے بعد پھر کسی فرہاد علی تیمور کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ دُشمن اطمینان کی سانس لے رہے تھے اور دوست اپنے اپنے دھندوں سے لگ گئے تھے۔ مرنے والے کو کوئی دن رات یاد نہیں کرتا اور نہ اپنا کھانا پینا چھوڑ کر آہیں بھرتا ہے اور نہ ہی دُشمن اُس کی قبر پر آ کر تھوکتے ہیں۔ مر گیا سو مر گیا۔ ایسے وقت مَیں فرہاد کا ہم شکل بن کر منظرِ عام پر آیا تھا۔ سُپر ماسٹر اور ماسک مین مجھے فرہاد تسلیم نہیں کر سکتے تھے مگر اُن کے اندر ہلچل پیدا ہو گئی تھی کہ ایسے وقت جبکہ جو جو کو مصیبتوں سے بچانے کے لیے سونیا اور پارس وغیرہ کو آنا چاہیے فرہاد کا ہم شکل کیوں آیا ہے؟

یک نہ شد دو شد، ابھی وہ ایک کے لیے حیران اور متجسس تھے کہ دوسرا کہیں سے آ گیا تھا، مَیں اُس کی آواز سُن چکا تھا۔ اس کے دماغ میں جا سکتا تھا۔ اگر وہ حسّاس ہو گا تو یہی سمجھے گا کہ میمونا کا کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر آنا چاہتا ہے۔ مَیں نے خیال خوانی کی پرواز کی، جیسے ہی اس کے اندر پہنچنا چاہا۔ اُس نے سانس روک لی۔ مَیں، میمونا کے پاس آ گیا، وہ پوچھ رہا تھا "کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے تمھاری دوستی ہے؟"

"مَیں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نہیں جانتی۔ ایک تم ہی ہو اور تم سے ابھی ملاقات ہوئی ہے۔"

"جھوٹ مت بولو، ابھی کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ تمھارے قریب آنے سے پہلے کسی نے ایسی حرکت نہیں کی تھی۔ صاف ظاہر ہے، تمھارا تعلق ایسے لوگوں سے ہے جو میری اصل ہسٹری معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"فرہاد! تمھاری ہسٹری کون نہیں جانتا ہے؟"

"مَیں فرہاد نہیں ہُوں۔"

"تم ہو، اسی لیے کوئی تمھارے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔ کم از کم مجھ سے تو یہ نہ کہو کہ مر چکے ہو جبکہ میرے سامنے بیٹھے ہو۔"

"کیا تم ایک پیگ پینے کے بعد میرا پیچھا چھوڑ دو گی؟"

"تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔ آخر تمھیں کیا ہو گیا ہے، تم تو بہت زندہ دل اور حسینوں کے شیدائی تھے۔ کیا مَیں حسین نہیں ہُوں؟"

"مَیں تمھارے حُسن کا کیا کروں؟"

"تعجب ہے! مرد ہو کر حُسن کا استعمال پوچھ رہے ہو۔ کیا مجھ سے پہلے کوئی عورت تمھاری زندگی میں نہیں آئی ہے؟"

اُس نے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا "آہ! ایک عورت، صرف ایک عورت ایسی ہے جسے مَیں چاہتا ہُوں، جسے حاصل کرنے کے لیے مَیں اپنی ساری زندگی داؤ پر لگا دوں گا۔"

"وہ خوش نصیب کون ہے؟"

وہ حسرت بھرے لہجے میں بولا "سونیا۔"

مَیں ایک دم سے چونک پڑا۔ پھر دوسرے ہی لمحے مجھے یاد آ گیا۔ کہ پرنس ڈیگر، سونیا کا عاشق ہے۔ سونیا نے ماسکو میں رہ کر اس سے پیار کا ناٹک کیا تھا اور وہ سچا عاشق بن بیٹھا تھا۔ ایک بار اُس نے کہا تھا کہ سُپر ماسٹر کی لابی چھوڑ کر سونیا کے پاس آنے کے لیے اُسے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرانی پڑے گی تاکہ سُپر ماسٹر کا کوئی بندہ اُسے پہچان نہ سکے اور نئے روپ میں آنے کے لیے اُس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ فرہاد سے مشابہت رکھتا ہُوا چہرہ اپنائے گا تاکہ سونیا اُس کی ذات میں فرہاد کو دیکھ کر اس سے محبّت کرتی رہے۔

اور آج وہ فرہاد بن کر ہی آ گیا تھا۔ مَیں نے سونیا کو مخاطب کیا پھر کہا "مبارک ہو، تمھارا عاشق یہاں پہنچ گیا ہے۔"

"تم نے آتے ہی بکواس شروع کر دی، کام کی بات کرو۔"

"یہ کام کی ہی بات ہے، پرنس ڈیگر میری صورت بنا کر یہاں آیا ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں مَیں نے ایک عورت کے دماغ میں رہ کر اس کی آواز سُنی تھی۔ پہلے یاد نہیں آیا کہ ایک بار تم [illegible] اُس کی آواز سن چکا ہُوں۔ جب اُس نے عورت سے کہا کہ وہ اتنی بڑی دُنیا میں صرف ایک عورت کو چاہتا ہے اور وہ سونیا ہے تو مجھے یاد آ گیا کہ وہ میرا رقیب ہے۔ آہ! کیا میرا رقیب مجھ سے اچھا ہے؟"

"بے شک، تم سے لاکھ درجے اچھا ہے، دُنیا کی حسین ترین عورتوں کے مُنہ پر کہہ دیتا ہے کہ صرف سونیا اُس کی آئیڈیل ہے۔ وہ کسی عورت کی تنہائی میں نہیں جاتا، میری آرزو میں کنوارہ پھر رہا ہے۔"

"کیا تم اُس پر ظلم نہیں کر رہی ہو؟"

"عاشق کو کڑی آزمائش سے گزارنے کے لیے ظالم بننا

ہی پڑتا ہے۔ جب وہ آزمائشوں پر پورا اُترے گا تو میں اُسے جیون ساتھی بنا لوں گی۔"

"خبردار! مُنہ توڑ دوں گا۔ تمھاری تنہائی میں میرے سوا کوئی نہیں آ سکتا۔"

"اور تمھاری تنہائی میں سب آ سکتی ہیں۔ تم نہایت ہی بے شرم، لچّے اور لفنگے ہو۔ عورت کا مان رکھنے والی کوئی بھی خود دار عورت ایسے مرد کو چاہتی ہے جس کی تنہائی صرف اس کے لیے ہو۔ پرنس ڈیگر آزمائش پر پورا اُتر رہا ہے، میں بہت جلد اس کے حق میں دھماکا خیز فیصلہ کرنے والی ہوں۔"

"معلوم ہوتا ہے پرنس ڈیگر کی شامت آ گئی ہے۔"

"اگر تم نے اُسے ناخن برابر بھی نقصان پہنچایا تو میں تمھارے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑ جاؤں گی۔ تم بھی جانتے ہو، دُنیا بھی جانتی ہے جس کے پیچھے میں پڑ جاؤں، وہ موت کے بعد ہی مجھ سے پیچھا چھڑا پاتا ہے۔ پرنس ڈیگر زبان کا سچا ہے، جو کہہ رہا ہے اس پر عمل کرتا جا رہا ہے۔ اُس نے میرے لیے سُپر ماسٹر کو چھوڑ دیا، اپنا ملک، اپنی قوم، اپنے دوست احباب چھوڑ دیے، اُس کی اپنی کوئی پسند نہیں ہے، وہ میری پسند کو اپنی پسند بنا لیتا ہے اس لیے اچھے بچے بن کر اپنے کام سے کام رکھو۔ رسونتی کے لہجے میں اُس سے رابطہ قائم کرو اور کہو کہ وہ میرے دماغ میں آئے، میں اُس سے کچھ کھٹی میٹھی باتیں کروں گی۔"

"تم مجھے جلا رہی ہو۔ میں کوئی نیا عاشق نہیں ہوں کہ رقابت میں سُلگتا رہوں گا، تم اُس کے ساتھ جہنم میں جاؤ، میں اُسے بھیج رہا ہوں۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کیا، تھوڑی دیر تک بے چینی سے اُٹھ کر ٹہلتا رہا۔ وہ درست کہہ رہی تھی، میں ہرجائی ہوں۔ کم از کم اس جیسی خود دار عورت مجھے برداشت نہیں کر سکتی اسی لیے بیس بائیس برس سے اس نے علیحدگی اختیار کر لی تھی، اب کبھی میری تنہائی میں آنے کا کوئی چانس نہیں تھا لیکن وہ عورت تھی، اس کے بھی جذبات تھے، وہ صرف ایسے مرد کی محبت چاہتی تھی جو صرف اس کا اپنا ہو اور اُسے ایسا ساتھی مل رہا تھا۔

میں نے ایک زور کی ٹھوکر ماری، سامنے والی سینٹر ٹیبل دوسری طرف اُلٹ گئی۔ پہلی بار زندگی میں، میں نے رقابت محسوس کی۔ وہ میری جان تھی، میرا جہان تھی، میں اُسے کسی دوسرے میں دلچسپی لیتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ میری آوارگی پر مجھے شرم دلا رہی ہو۔ میں نے حقیقت معلوم کرنے کے لیے خیال خوانی کی پروا نہ کی پھر پرنس ڈیگر کے سانس روکنے سے پہلے کہا "میں رسونتی ہوں۔"

وہ بولا "یس مادام۔"

"سونیا سے رابطہ کرو۔"

میں اُس کے دماغ سے چلا آیا۔ چند سیکنڈ چُپ چاپ بیٹھا رہا، جب اندازہ ہو گیا کہ وہ سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا ہو گا اور اب اس کی موجودگی میں سونیا مجھے محسوس نہیں کرے گی تو میں اُس کے پاس آ کر خاموشی سے ان کی باتیں سُننے لگا۔ وہ پوچھ رہا تھا "تمھیں کیسے پتا چلا کہ میں سوئٹزرلینڈ میں ہوں؟ کیا مادام رسونتی یہاں ہیں؟"

"نہیں، وہ زیرِ علاج ہے، میرے اپنے کچھ ذرائع ہیں جن کے ذریعے میں نے تمھیں ڈھونڈ لیا ہے۔"

"ڈھونڈ لینے کا مطلب یہ ہوا کہ تم مجھے یاد کرتی رہتی ہو اور مجھے تلاش کرتی رہی ہو۔"

"ہاں! تم نے مجھے بھُلا دیا تھا، میں کس دل سے بھُلا دیتی؟"

"ایسا نہ کہو۔ میں نے بھُلایا نہیں تھا بلکہ مصیبتوں میں گھِر گیا تھا۔ سُپر ماسٹر سے پیچھا چھڑانے کے دوران بڑی دُشواریوں سے گزرتا رہا ہوں۔ یہ ایک طویل روداد ہے۔ میں یہ روداد ڈائری میں لکھتا جا رہا ہوں تاکہ فرہاد کی طرح میری تمھاری داستانِ حیات کا بھی سلسلہ شروع ہو جائے۔"

"پرنس! تم فرہاد بننے کے چکر میں کہیں اپنی گردن پھنسا لو گے۔ تمھاری وہ ڈائری دُشمنوں کے ہاتھ لگے گی تو بھید کھل جائے گا کہ تم نے میری محبت میں سُپر ماسٹر کو چھوڑا ہے اور فرہاد کی شکل اختیار کی ہے۔"

"سونیا! میں نادان نہیں ہوں، میں نے اپنی ڈائری میں اپنا، تمھارا اور سُپر ماسٹر وغیرہ کا نام نہیں لکھا ہے۔ اہم باتوں کو کوڈ ورڈز میں لکھا ہے، انھیں میرے سوا کوئی نہیں سمجھے گا۔"

"جب تمھارے سوا کوئی نہیں سمجھے گا تو یہ باتیں دماغ میں محفوظ رکھو۔ اس خوش فہمی میں نہ رہو کہ دوسرے ناسمجھ ہوتے ہیں۔ اُس ڈائری کو ابھی اسی لمحے جلا ڈالو۔"

"اُسے جلانے کے لیے ہوٹل کے کمرے میں جانا ہو گا۔ یہاں ایک عورت میرے پیچھے پڑ گئی ہے، میں ابھی اُس سے پیچھا چھڑا کر جاتا ہوں۔"

"اُسے جلانے کے بعد مجھ سے رابطہ کرنا۔"

"تم نے یہ نہیں پوچھا، میں سوئٹزرلینڈ کیوں آیا ہوں؟"

"پوچھوں گی، پہلے جاؤ۔"

اس سے پہلے کہ وہ جاتا، میں سونیا کے دماغ سے چلا آیا تاکہ اس کے بعد وہ مجھے محسوس نہ کر سکے۔ مجھے ذرا اطمینان ہوا کہ اُس نے پرنس سے محض لگاوٹ کی باتیں کی تھیں۔ میں اُس کے انداز کو خوب سمجھتا ہوں۔ اُس نے محبت کا وہ انداز نہیں اپنایا تھا جو میرے لیے اپنایا کرتی ہے۔ میں نے اُلٹی ہوئی سینٹر ٹیبل کو اُٹھا کر سیدھا کر دیا۔

میں نے پچھلے دروازے کو کھول کر دیکھا، وہ کرسمس فادر نظر نہیں آیا۔ کوئی دوسرا نگرانی کرنے والا بھی نہیں ہو گا۔ وہ پرنس ڈیگر کو میرا ہم شکل دیکھ کر اُس کے پیچھے گئے ہوں گے۔ میں نے اپنا مختصر سا سامان اُٹھایا پھر وہاں سے چل پڑا۔ ہینگنگ کیبن میں بیٹھ کر دوسری پہاڑی پر پہنچا۔ وہاں کسی ہوٹل کا کمرا خالی نہیں تھا۔ تمام کاٹیج بھی ریزرو تھے۔ کسی کے ساتھ شیئر کر کے ایک ہی کاٹیج میں رہنا گوارا نہ تھا اور میں مایوس ہو کر واپس جانا نہیں چاہتا تھا۔

میں نے ایک کاٹیج کے مالک کو زیادہ رقم کا لالچ دیا۔ اُس نے کہا "کل ایک کاٹیج خالی ہونے والا ہے۔ تم چوبیس گھنٹے کے لیے میرے دوسرے کاٹیج میں رہ سکتے ہو۔ وہاں دو بیڈ روم اور ایک کامن روم ہے۔ ایک بیڈ روم میں پہلے سے ایک کرایہ دار ہے، تم دوسرے بیڈ روم میں رہ سکتے ہو۔"

میں نے اس کے ساتھ جا کر کاٹیج کو دیکھا پھر چوبیس گھنٹے کے لیے وہاں رہ گیا۔ یوں بھی مجھے خیال خوانی کے لیے ایک بند کمرے کی فوری ضرورت تھی۔ میں دروازہ اندر سے بند کر کے میمونا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ غصّے میں تھی، اپنے ساتھیوں سے کہہ رہی تھی "وہ کمبخت بہت مغرور ہے۔ میرا ایک پیگ ختم ہونے تک بھی ساتھ نہ رہ سکا۔ اچانک اُٹھ کر بولا، مجھے فوراً ہوٹل کے کمرے میں جانا ہے، اور وہ چلا گیا۔"

وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہوٹل میں داخل ہوئی، انھوں نے چھُپ کر میری تصویر اُتاری ہوئی تھی۔ اُس نے وہ تصویر کاؤنٹر پر دکھا کر پوچھا "یہ شخص کس کمرے میں ہے؟"

کاؤنٹر گرل نے کمرے کا نمبر بتاتے ہوئے کہا "وہ ابھی لفٹ سے گیا ہے۔"

وہ سب تیزی سے چلتے ہوئے دوسری لفٹ میں پہنچے پھر اُس کے ذریعے اوپر جانے لگے۔ میں چاہتا تو رسونتی کے لہجے میں اُسے پیش آنے والے خطرے سے آگاہ کر دیتا مگر دو باتیں تھیں۔ ایک تو اُس نے خود ہی میمونا کے دماغ کو پڑھا ہو گا یا اُسے نظر انداز کیا ہو گا تو میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ اپنے دُشمنوں سے کس طرح بچاؤ کرتا ہے۔

میمونا کے ساتھی نے اُس کے دروازے پر پہنچتے ہی زور کی لات ماری، وہ پہلے ہی کھُلا ہوا تھا، ایک دھماکے سے پوری طرح کھُل گیا۔ پرنس ڈیگر آتش دان کے پاس جھُکا ہوا ڈائری کے ورق پھاڑ پھاڑ کر آگ میں ڈال رہا تھا۔ یکبارگی دروازہ کھُلتے ہی وہ چونک کر اُچھل پڑا۔ آنے والوں میں سے ایک نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ میمونا نے گھور کر آتش دان کو دیکھا پھر فوراً ہی پستول نکال کر بولی "تم کیا جلا رہے ہو؟ ڈائری اِدھر دو۔"

پرنس نے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں ڈائری کو پھینک دیا۔ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا پھر پرنس کو دھکا دے کر آتش دان کی طرف جھُکتے ہوئے اُس ڈائری کو آگ سے نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔ ایک بار اُس کا ہاتھ جلا مگر دوسری بار اُس نے جلنے کی پروا کیے بغیر اُسے نکال لیا۔ اُس میں آگ لگ چکی تھی، اوراق جل رہے تھے، وہ اُسے فرش پر پھینک کر جُوتے سے بجھا رہا تھا۔ آگ بجھتے بجھتے وہ تقریباً جل چکی تھی۔

ایک شخص نے پرنس کا گریبان پکڑ کر پوچھا "یہ کس کی ڈائری تھی، اس میں کیا لکھا ہوا تھا؟"

"یہی بتانا ہوتا تو میں اسے کیوں جلاتا۔" یہ کہتے ہی پرنس نے اس کے پیٹ میں گھونسا مارا، وہ جھُکا تو دوسرا گھونسا مُنہ پر مار کر دوسری طرف اُلٹا دیا۔ باقی دو ساتھیوں نے ریوالور نکال لیے۔ میمونا آرام سے ایک صوفے پر بیٹھ کر بولی "میں پیار سے قابو میں کرنے آئی تھی، تم لات جُوتے کھا کر قابو میں آنا چاہتے ہو۔"

پرنس نے پوچھا "تم لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"تمھاری اصلیت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"میرا نام ہیری واٹسن ہے، پیرس میں رہتا ہوں۔ مجھے علمِ نجوم سے دلچسپی ہے۔ یہی میرا ذریعۂ معاش ہے۔ جس ملک میں جاتا ہوں، لاکھوں ڈالر کما لیتا ہوں۔"

"ابھی تم کیا جلا رہے تھے؟"

"میری ڈائری تھی، اس میں ایک حسینہ سے عشق کی روداد لکھی ہوئی تھی۔ میں اُس حسینہ کو بدنام نہیں کرنا چاہتا تھا، اس لیے اسے جلا دیا۔"

میمونا نے کہا "تم نے بار میں کہا تھا، سونیا سے عشق کرتے ہو!"

"وہ اس لیے کہا تھا کہ تم مجھے فرہاد سمجھ رہی تھیں، فرہاد کی مناسبت سے میں نے سونیا کا نام لیا تھا۔"

"بکواس کر رہے ہو، ڈائری میں عشق کی روداد نہیں کچھ اہم راز کی باتیں تھیں۔ تم نے میمونا سے ملتے ہی خطرہ محسوس کیا اور اسے بار میں چھوڑ کر یہاں ڈائری جلانے آ گئے۔"

"تم لوگ اپنے طور پر کچھ بھی سمجھ سکتے ہو۔ جو سچ ہے وہ میں نے کہہ دیا۔"

میمونا نے ساتھیوں سے کہا "اس کے سامان کی تلاشی لو۔"

ایک ساتھی نے اچانک ہی میمونا کے منہ پر اُلٹا ہاتھ رسید کیا۔ وہ چیختے ہوئے اُسے گالیاں دیتے ہوئے صوفے سے اُچھل کر کھڑی ہوگئی۔ میں سمجھ گیا پرنس ان کے ہاتھوں میں ریوالور دیکھ کر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کر رہا تھا۔

تھپڑ مارنے والے نے اپنے ریوالور کا رُخ چھت کی طرف کیا پھر ٹھائیں ٹھائیں گولیاں چلاتا چلا گیا۔ دوسرے ساتھی نے آکر اُس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے پوچھا "پاگل ہوگئے ہو، ایک تو میمونا کو طمانچہ مار دیا، دوسرے ہوٹل کے کمرے میں گولیاں چلا رہے ہو۔"

میمونا نے کہا "میں بعد میں اسے طمانچے کا جواب دوں گی، پولیس آنے سے پہلے یہاں سے نکل چلو۔"

وہ پلٹ کر جانا چاہتے تھے۔ دوسرا ساتھی اُچھل کر دروازے پر آیا پھر اپنے ساتھیوں کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "خبردار! یہاں سے کوئی نہیں جائے گا۔"

تب میمونا نے حیران ہوکر پرنس کو دیکھا اور کہا "اوہ گاڈ! اب سمجھ میں آیا، تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمیں جکڑ رہے ہو۔"

کمرے کے باہر ہوٹل میں شور مچ گیا تھا۔ ریوالور سے پوری چھ گولیاں چلی تھیں۔ دروازے پر کھڑے ہوئے ساتھی نے کہا "میمونا! تم مسٹر ہیری سے نہیں مجھ سے بات کرو، میں تم لوگوں کا ساتھی ہوں، تم میں سے کسی کو گولی نہیں مارنا چاہتا، ہوسکے تو مجھے گولی مار دو۔"

ایک ساتھی تیزی سے پلٹ کر پرنس کو گولی مارنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی دروازے پر کھڑے ہوئے ساتھی نے اس پر فائر کردیا۔ اس کا ریوالور ہاتھ سے نکل گیا۔ وہ لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑا۔

دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ ہوٹل کا انچارج پولیس والوں کے ساتھ آیا تھا۔ دروازہ کھولنے والے نے پولیس افسر سے کہا "یہ میرا ریوالور لیں اور میرے ساتھیو! اپنے ہتھیار پھینک دو۔ خدا سے ڈرو اور صاف صاف کہہ دو کہ ہم مسٹر ہیری واٹسن کو لوٹنے آئے تھے۔ آپس میں جھگڑ پڑے، گولیاں بھی ہم نے چلائی ہیں جس کے نتیجے میں ہمارا ایک ساتھی بھی زخمی پڑا ہے۔"

پولیس والے اُن سب کو پکڑ کر لے گئے۔ افسر نے پرنس کو یقین دلایا کہ یہ بدمعاش پھر نہیں آئیں گے۔ پرنس نے بڑی صفائی سے اپنا بچاؤ کیا تھا مگر حالات سے مجبور ہوکر ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کا اظہار کردیا تھا۔ جب سپر ماسٹر اور ماسک مین کو یہ بات معلوم ہوگی تو ان کا اضطراب اور بے چینی بڑھ جائے گی۔ یہ یقین پختہ ہوگا کہ فرہاد کی ڈمی کو بابا صاحب کے ادارے سے بھیجا گیا ہے اور اس کی پشت پر ایک روشنی ہی خیال خوانی کے لیے رہ گئی ہے۔ اُس نے ابھی ہوٹل کے کمرے میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے میمونا اور اُس کے ساتھیوں کو پھانسا ہے۔

میں نے ہیلی کاپٹر اور طیارے کے پائلٹوں سے رابطہ قائم کیا۔ طیارے کے پائلٹ نے کہا "جناب! دو مختلف فوجی چوکیوں تک جاکر ابھی آیا ہوں۔ میں نے وہاں کے افسروں سے بھی بات کی۔ ان کی لاعلمی میں گفتگو ریکارڈ کی ہے، سننا پسند کریں گے؟"

"ہاں، ابھی سنواؤ۔"

وہ ریکارڈر آن کرکے سنانے لگا۔ میں نے تین افسروں کی آوازیں سنیں پھر کہا "اسے بند کردو، میں پھر آؤں گا۔"

میں اُس کے دماغ سے نکل کر ایک افسر کے پاس پہنچا۔ اُس کی سوچ نے کہا "کل ایک طیارہ نیچی پرواز کرتا ہوا یہاں سے گزرا تھا۔ وائرلیس کے ذریعے وارننگ دینے کے باوجود طیارے کا پائلٹ خاموش تھا۔ اُس نے کسی طرح کا سگنل بھی نہیں دیا۔ اب اس طیارے کو تلاش کرنے والی ٹیمیں آرہی ہیں۔"

میں نے اُس کی سوچ میں پوچھا "اب تک کتنے ملکوں کی ٹیمیں آئی ہوں گی؟"

وہ سوچنے لگا "فرانس، مغربی جرمنی، رومانیہ اور امریکا کے جاسوس طیارے اور ہیلی کاپٹر آتے جاتے رہتے ہیں۔ اسکیٹنگ کرنے والے جوان برف پر پھسلتے ہوئے جانے کہاں کہاں سے آتے ہیں مگر ہم انھیں چوکی کے پھاٹک سے آگے جانے کی اجازت نہیں دیتے۔"

میں دوسری چوکی کے افسر کو ٹٹولنے آیا تو منزل کا سراغ ملنے لگا۔ طیارہ اغوا کرنے والوں نے پہلے ہی اُس افسر سے معاملات طے کرلیے تھے۔ اُس چوکی میں رات بارہ بجے سے صبح سات بجے تک پندرہ فوجی جوانوں کی ڈیوٹی ہوا کرتی تھی۔ سات بجے کے بعد دوسرے جوان اور افسر آجاتے تھے۔ آدھی رات کو جو ڈیوٹی کرنے والے پندرہ فوجی تھے انھیں فی کس دو لاکھ ڈالر دیے گئے تھے اور اُن سے کہا گیا تھا کہ فلاں رات فلاں وقت یہاں ایک طیارہ لینڈ کرے گا اور برف پر دوڑتا ہوا پہاڑی کے پیچھے چلا جائے گا۔ کنٹرول ٹاور سے پوچھا جائے تو وہ صاف انکار کردیں کہ اِدھر سے کوئی طیارہ نہیں گزرا ہے۔

میں نے افسر کی سوچ میں سوال کیا "وہ طیارہ کہاں ہوگا؟"

اُس کی سوچ نے کہا "میں اکثر سوچتا ہوں کہ وہ طیارہ کہاں گیا ہوگا۔ یہاں سے پچیس میل کے فاصلے پر وہ پہاڑیوں کے

درمیان معذنگ سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا راستہ گیا ہے۔ ایسے راستے خطرناک ہوتے ہیں۔ وہاں برف کی سطح کھوکھلی ہوتی ہے۔ وزنی دباؤ پڑتے ہی اندر گہرائی تک برف ٹوٹتی چلی جاتی ہے۔ کہیں اندر سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑتا ہے۔ پتا نہیں انھوں نے طیارے کو کہاں چھپایا ہے۔ مجھے اتنی دور جانے کی چھٹی نہیں ملتی۔ کبھی فرصت ملے بھی تو اُدھر جانا کیا ضروری ہے۔ دو لاکھ ڈالر مل چکے ہیں، یہ بہت ہے۔"

میں نے طیارے کے پائلٹ کے پاس آکر کہا "تمھاری ڈیوٹی ختم ہوگئی ہے، تم پیرس واپس جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ دشمن پھر تمھیں گھیر کر پریشان کریں۔"

وہ خوش ہوگیا۔ اُسے گھر جانے کی اجازت مل گئی تھی۔ میں نے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو مخاطب کیا۔ وہ بھی حساس دماغ رکھتا تھا۔ مخصوص کوڈ ورڈز ادا کرنے پر اپنے دماغ میں آنے دیتا تھا۔ میں نے کہا "مجھے اپنے دماغ میں تھوڑی دیر خاموش رہنے دو۔ میں تمھارے ڈھکے چھپے خیالات پڑھنا چاہتا ہوں۔"

اُس نے کہا "سر! ابھی تک آپ نے مجھ پر اعتماد کیا۔ اب یہ بے اعتمادی کیوں ہے؟"

"یہ بے اعتمادی نہیں ہے، احتیاطی اقدام ہے۔ تمھیں ایک معاملے میں راز دار بنانا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے تمھیں دماغ کی گہرائیوں تک ٹٹولنا ضروری ہے۔"

"بہتر ہے آپ مجھے کسی معاملے میں راز دار نہ بنائیں۔"

"یعنی تم فرائض کی ادائیگی سے انکار کر رہے ہو؟"

"میرے دماغ میں میری ذات سے تعلق رکھنے والی ایسی باتیں ہیں جنھیں میں ساری دُنیا سے چھپا کر رکھتا ہوں۔ ان باتوں کا تعلق سرکاری فرائض سے نہیں ہے، اس لیے میں چور خیالات پڑھنے نہیں دوں گا۔"

میں نے کہا "کوئی بات نہیں، جب مادام سونیا نے تم پر بھروسا کیا ہے تو میں بھی کروں گا۔"

"شکریہ جناب! آپ حکم دیں۔"

"فلائنگ کلب پہنچو، میں آرہا ہوں۔ ہمیں ایک شمالی پہاڑی تک پرواز کرنا ہے۔"

میں اُس سے رابطہ ختم کرکے کاٹیج سے نکلا پھر فلائنگ کلب کی طرف جانے لگا۔ راستے میں سونیا کو مخاطب کرکے اسے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے متعلق بتایا۔ وہ بولی "وہ تمھیں چور خیالات پڑھنے سے روک رہا ہے تو اس پر بھروسا کرکے کیوں خطرات مول لینا چاہتے ہو۔ اُسے پیرس بھیج دو۔ میں دوسرا ہیلی کاپٹر یہاں سے روانہ کردوں گی۔"

"صرف دوسرا پائلٹ روانہ کردو۔ یہاں کے فلائنگ کلب والوں کو سرکاری طور پر مطمئن کرادو۔ دو گھنٹے کے اندر میرے نام کے یعنی برائن وولف کے نام کے کاغذات تیار کراکے بھیج دو جن کے مطابق میں ہیلی کاپٹر کا پائلٹ تسلیم کیا جاؤں گا۔ یہ کاغذات پہلا کے فلائنگ کلب میں پہنچائے جائیں۔"

میں فلائنگ کلب میں پہنچا۔ پائلٹ سے پہلی بار سامنا ہوا۔ وہ اچھا تگڑا جوان تھا۔ میں نے کوڈ ورڈز ادا کیے تو اُس نے مسکرا کر مصافحہ کیا پھر ہم ہیلی کاپٹر میں وہاں سے روانہ ہوئے۔ اُس نے پرواز کے دوران پوچھا "سر! کیا آپ ہی خیال خوانی کرتے ہیں؟"

"ہاں، میں ہی کرتا ہوں۔"

"پھر تو آپ مادام سونیا سے معلوم کرسکتے ہیں کہ میں قابلِ اعتماد ہوں۔"

"میں مادام سے معلوم کرچکا ہوں، اسی لیے بھروسا کرکے تمھارے ساتھ سفر کر رہا ہوں۔ ویسے یہ بھروسا کچھ مہنگا پڑ رہا ہے۔"

"میں آپ کی بات نہیں سمجھ رہا ہوں، آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

میں نے کہا "تمھیں پتا ہے کہ ایک ہیلی کاپٹر ہمارے تعاقب میں ہے۔"

"اوہ تو سرا وہ اپنے طور پر پرواز کر رہا ہے۔"

"تم یہ ہیلی کاپٹر جدھر موڑو گے، اُدھر وہ مُڑے گا۔"

"یعنی جدھر میں لے جاؤں گا، اُدھر وہ بھی اُترے گا۔ کیا خیال ہے اسے یہیں کہیں اُتار دوں؟"

"یہ تمھارے ہاتھوں میں ہے مگر مجھے دشمنوں کے حوالے کرکے کیا ملے گا؟"

"میں جواب کیا دوں، تمھاری زبان میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

میں نے کہا "میں خدا کی دی ہوئی زبان سے خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں مجھے دشمنوں کے حوالے نہ کرو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "گڑگڑاتے کیوں ہو۔ پیچھے سے میرے سر پر کوئی وزنی چیز مارو، مجھے نیچے گرادو اور ہیلی کاپٹر لے کر فرار ہوجاؤ۔"

"میں کوئی فلمی ہیرو نہیں ہوں، ہیلی کاپٹر کو کنٹرول کرنا نہیں آتا ہے۔ تمھیں ماروں گا تو خود اس ہیلی کاپٹر کے ساتھ فنا ہو جاؤں گا۔"

"تو پھر خاموشی سے بیٹھے رہو۔ یہاں سے تیس میل دور ایک ویران علاقہ ہے۔ یہ وہیں لینڈ کرے گا۔"

میں خاموش رہ کر کیپٹی پال کے پاس پہنچا۔ اُس نے کہا "آپ کے تنویمی عمل کے نتیجے میں آپ تو میرے دماغ میں آجاتے ہیں لیکن میں آپ کے پاس نہیں آسکتا۔ اگر آسکتا تو آپ کو پہلے

ہی خطرے سے آگاہ کر دیتا۔ ایک ہیلی کاپٹر آپ کے تعاقب میں گیا ہے۔"

میں نے پوچھا: "اس میں سُپر ماسٹر کے آدمی ہیں؟"

"نہیں، وہ ماسک مین کے لوگ ہیں۔ انھوں نے پون گھنٹا پہلے ہماری ٹیم کے لیڈر کو بتایا تھا کہ فرہاد کا ہم شکل فلاں وقت فلاں ہیلی کاپٹر سے پرواز کرے گا۔"

میں نے کہا: "سُپر ماسٹر اور ماسک مین میں گاڑھی چھن رہی ہے۔ ان کے ماتحت بھی ایک دوسرے سے بھرپور تعاون کر رہے ہیں۔"

"جی یہی ہو رہا ہے۔"

"تم بھی تعاون کرو۔ اپنی ٹیم کے لیڈر سے جیسے گفتگو کرتے ہوئے سنا ہے، اس کے دماغ میں جاؤ۔"

اُس نے میرے حکم پر عمل کیا۔ اُس کے دماغ میں پہنچا تو پتا چلا، وہ تعاقب کرنے والے ہیلی کاپٹر میں موجود ہے۔ اس کے ساتھ میں بھی پہنچ گیا تھا۔ میں نے اُسے پائلٹ سے گفتگو کرنے پر مائل کیا۔ اس نے پوچھا: "اور کتنے میل کی پرواز ہے؟"

پائلٹ نے جواب دیا: "صرف آٹھ میل کی پرواز رہ گئی ہے۔"

اس کے بولتے ہی میں نے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ ایک پہاڑی کے قریب پرواز جاری تھی۔ میں نے ہیلی کاپٹر کو پہاڑی کی طرف موڑا۔ اُس کی رفتار بڑھائی تو پیچھے بیٹھے ہوئے دشمنوں نے گھبرا کر پوچھا: "یہ کیا کر رہے ہو؟"

انھیں موت نے جواب سننے کی مہلت نہیں دی۔ ہیلی کاپٹر برفانی چٹانوں سے ٹکرایا، ایک زوردار دھماکا ہوا پھر اُس کے ٹکڑے فضا میں اُڑتے، بکھرتے ہوئے پستی میں جانے لگے۔ میرے پائلٹ نے پریشان ہو کر کہا: "یہ کیا ہو گیا؟"

میں اس کے پیچھے والی سیٹ پر تھا۔ ایک جیبی چاقو نکال کر میں نے اُس کے بازو میں پیوست کیا پھر اندر ہی اندر گوشت کو کاٹتے ہوئے بازو میں خونی لکیر بناتے ہوئے بولا: "یہ ہو رہا ہے!"

وہ اپنی سیٹ پر حفاظتی بیلٹ باندھے بیٹھا تھا۔ اُسی جگہ چیختا چلّاتا رہ گیا پھر وہ بیلٹ کھولنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا: "میں تمھارے دماغ کے اندر ہوں، سانس روکو اور مجھے نکال دو۔"

بازو کے گہرے زخم میں جیسے آگ بھر گئی تھی۔ جلن اور تکلیف سے بُرا حال تھا۔ سانس نہیں روک سکتا تھا۔ میں نے اُس کے دماغ میں رہ کر ایک جگہ آرام سے ہیلی کاپٹر کو اُتارا۔ اس کے پچھلے حصے سے اسکیٹنگ شوز اور برف میں دوڑ لگانے کا جملہ سامان نکالا پھر اُس سے کہا: "جاؤ تم آزاد ہو، میں اپنے راستے جا رہا ہوں، تم اپنے راستے جاؤ۔"

اُس غدار کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں اُسے آزاد چھوڑ رہا ہوں۔ پنکھا تیزی سے گردش کر رہا تھا۔ میں ہیلی کاپٹر سے باہر تھا۔ اُس نے اپنی دانست میں مجھے دھوکا دیا اور اُسے اُڑا لیا۔ بلندی پر دُور چلا گیا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا: "افسوس! مجھے اتنی دور تنہا چھوڑ کر بھی اپنے اندر گھسائے ہوئے ہو۔"

وہ گڑگڑاتے ہوئے بولا: "تمھیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے معاف کر دو۔"

"تھوڑی دیر پہلے میں نے بھی تمھیں خدا کا واسطہ دیا تھا مگر تم نے کہا تھا میری زبان تمھاری سمجھ میں نہیں آتی۔ تم نے ٹھیک ہی کہا تھا مظلوم کی زبان آج تک کسی ظالم کی سمجھ میں نہیں آئی۔ میں بھی سوچ رہا ہوں تم اس وقت کون سی زبان بول رہے ہو!"

"ایک بار مجھے معاف کر دو، میں تمھارا وفادار غلام بن کر رہوں گا۔"

"میں نے کہا نا، مجھے تمھاری زبان سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ میں جا رہا ہوں، تم بھی جاؤ۔"

"نہیں، تم نہیں جاؤ گے، میرے اندر رہو گے۔ میں ہیلی کاپٹر تمھارے پاس لا رہا ہوں، تمھارے قدموں میں گرنے آ رہا ہوں۔"

مگر وہ واپس نہ لا سکا۔ میں نے اُسے اس چوکی کے پاس پہنچا دیا تھا جہاں کے جوانوں اور افسروں نے بھاری رشوت لے کر طیارے کو کہیں چھپانے کا موقع دیا تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر اس چوکی کے فوجی کیمپ پر آ کر گرا۔ ایک قیامت خیز دھماکے کی آواز کے ساتھ وہاں تباہی پھیل گئی۔ کسی رشوت خور کو بھاگنے کا موقع نہیں ملا۔ وہاں اسلحہ اور پٹرول کے ذخیروں میں آگ لگنے سے چھوٹے بڑے دھماکے ہوتے جا رہے تھے۔

میں نے بعد میں وہاں پہنچ کر تباہی کا منظر دیکھا تھا۔ میں اسکیٹنگ شوز پہن کر کھڑا ہو گیا۔ میری پُشت پر ضروری سامان کی کِٹ بندھی ہوئی تھی پھر میں دونوں ہاتھوں کی اسٹک کے سہارے آگے چل پڑا۔ اونچے نیچے راستے، میدان اور پہاڑیاں سب ہی برف سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ جہاں تک نظر جاتی تھی، سفید چمکیلی برف دکھائی دیتی تھی۔ یوں لگتا تھا پوری کائنات پر سفید چادر بچھی ہوئی تھی۔ ایسے علاقے میں نشیب و فراز بہت ہوتے ہیں۔ کبھی میں بلندی سے ڈھلان کی طرف جاتا تھا اور کبھی ڈھلان سے چڑھائی پر پہنچ جاتا۔ اسکیٹنگ کے دوران ایسے مقامات بھی آئے جہاں سیکڑوں فٹ کی بلندی سے چھلانگ لگانی پڑی۔ توازن برقرار رکھنے والے بلندی سے صحیح سلامت نشیبی میدان میں پہنچ جاتے ہیں۔ اگرچہ میں طویل عرصے بعد اسکیٹنگ کر رہا تھا تاہم توازن کو برقرار رکھے ہوئے تھا۔

آخر میں اُس چوکی کے پاس پہنچ گیا جو بُری طرح تباہ ہو چکی تھی۔ وہاں ایک بھی زندہ نظر نہیں آیا۔ میں نے سونیا سے کہا: "ہمارا ہیلی کاپٹر تباہ ہو چکا ہے، بے چارہ پائلٹ بھی مر چکا ہے۔"

اس نے پوچھا: "تم کیسے بچ گئے؟"

"میں تو کتنی ہی بار مر چکا ہوں۔ خدا نے تمھارے لیے بچا رکھا ہے۔"

"سیدھی طرح بات کرو۔ میں یہاں کے حکّام کو کیا بیان دوں گی؟"

"یہی کہ براؤن وولف، پائلٹ کے ساتھ جا رہا تھا۔ ایک جگہ ہیلی کاپٹر کو اُتار لیا کیونکہ وہاں سے براؤن وولف اسکیٹنگ کرتے ہوئے طیارے کو تلاش کرنا چاہتا تھا۔ پائلٹ اسے وہاں چھوڑ کر ہیلی کاپٹر لے گیا پھر پتا نہیں کیسے حادثہ ہو گیا۔ شاید دشمنوں کا ٹیلی پیتھی جاننے والا اس حادثے کا ذمّے دار ہے۔ ہیلی کاپٹر کا ملبہ چوکی نمبر بارہ میں پڑا ہے اور وہ چوکی فوجیوں سمیت تباہ ہو چکی ہے۔"

"تم آدمی نہیں قصائی ہو۔ گمشدہ طیارے تک پہنچنے کے لیے اتنی بڑی تباہی مچا دی۔ اب وہاں تمھیں روکنے والا کوئی نہیں ہوگا۔"

"ہاں میری واپسی کا انتظام کرو۔ فوراً ایک ہیلی کاپٹر روانہ کر دو۔"

میں برف کی سطح پر اسکیٹنگ کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ تیز رفتاری کے باعث ہوا سائیں سائیں کرتی ہوئی میرے پاس سے گزر رہی تھی۔ سردی غضب کی تھی۔ کوئی گرم ملک کا آدمی ہوتا تو ٹھٹھر کر مر جاتا۔ میں ایک گھنٹے کی اسکیٹنگ کے بعد ایسی جگہ پہنچا، جہاں دو پہاڑیاں آمنے سامنے تھیں۔ اُن کے درمیان اتنا کشادہ راستہ تھا جہاں سے طیارہ برف کی سطح پر چلتا ہوا جا سکتا تھا۔ پتا نہیں وہ پہاڑیوں کا درمیانی راستہ کہاں تک گیا تھا چونکہ سانپ کی طرح بل کھاتا گیا تھا، اس لیے نظروں کے سامنے پہاڑیاں حائل ہو جاتی تھیں۔

اچانک مجھے خطرے کا احساس ہوا۔ میں نے سر اُٹھا کر دیکھا تو کوئی بلندی سے چھلانگ لگاتا ہوا مجھ پر آ رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی برف پر گر کر دونوں ٹانگیں اوپر کر دیں۔ مجھ پر آنے والا میرے اسکیٹنگ شوز اور اسٹکس کے ذریعے بُری طرح زخمی ہوا۔ میرے اُٹھتے ہی دوسرا پہنچ گیا تھا۔ میرے منہ پر زبردست گھونسا پڑا۔ میں گرتے گرتے سنبھل گیا۔ وہیں سے گھوم کر اُس کے منہ پر اسٹک ماری۔ اس کا وہ چشمہ ٹوٹ گیا جو برفیلی ہواؤں سے آنکھوں کو محفوظ رکھنے کے لیے پہنا جاتا ہے۔ دوسرا زخمی اُٹھ رہا تھا۔ میں نے اُس کے منہ پر گھونسا جڑ دیا۔ وہاں حملہ کرنے کے لیے چہرے کا کچھ حصہ ہی ملتا تھا کیونکہ باقی سارا جسم موٹے اونی لباس اور جیکٹ وغیرہ میں چھپا ہوتا تھا۔ پوری قوت سے مار دو تب بھی یوں لگتا تھا جیسے روئی کے موٹے گدے پر چھڑی ماری جا رہی ہو۔

اُن میں سے ایک لیٹنے سے گن سیدھی کرنے لگا۔ میں دوڑتے ہوئے اُس سے ٹکرا گیا۔ لاتوں اور گھونسوں کا کسی پر اثر نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے جیبی چاقو نکال کر اُس کے چہرے پر مارا۔ اُس کے حلق سے چیخ نکلی۔ میں نے اُس کی گن چھین لی پھر اُسی لمحے میں ایک طرف اُچھل کر گر پڑا۔ دوسرے شخص نے ریوالور سے گولی چلائی تھی۔ میں نے برف کی سطح پر کروٹ لیتے ہوئے گن سے فائر کیا، وہ لڑکھڑا کر گر پڑا جس کے چہرے پر چاقو کا زخم آیا تھا، وہ برف میں دھنسا ہوا کراہ رہا تھا۔ میں اُٹھ کر اس کے پاس آیا۔ گن کا رُخ اُس کی طرف کیا پھر ٹریگر پر انگلی رکھی تو وہ انکار میں دونوں ہاتھ ہلا ہلا کر بولا: "نہیں نہیں، مجھے نہ مارو، میری جان لے کر تمھیں کیا ملے گا؟"

"تمھیں زندہ چھوڑنے سے مجھے کیا ملے گا؟"

"تم مجھ سے کوئی بھی خدمت لے سکتے ہو۔"

"تم لوگ یہاں کہاں چھپے رہتے ہو؟"

وہ ایک سمت انگلی اُٹھا کر بولا: "اُدھر چٹانوں کے سلسلے میں ایک غار ہے، ہم وہاں دس پہرے دار رہتے ہیں۔ ہر دو پہرے دار کی ڈیوٹی چھ گھنٹے کی ہوتی ہے۔"

"ابھی اُس غار میں تمھارے آٹھ آدمی موجود ہیں؟"

"ہاں انھیں معلوم ہوگا تو تمھیں یہاں سے زندہ نہیں جانے دیں گے۔"

"یہاں کس سلسلے میں پہرا دیا جاتا ہے؟"

"ان پہاڑوں کے درمیانی راستے سے گزرنے کے بعد ایسی کوئی جگہ یا کوئی خفیہ اڈا ہے جہاں تک ہمارا باس کسی کو پہنچنے نہیں دینا چاہتا۔ ہم بھی آج تک وہاں جا نہ سکے۔ ہمیں سختی سے حکم دیا گیا ہے کہ یہاں تک آنے والے کو زندہ واپس جانے نہ دیا جائے۔"

"تمھارا باس کون ہے؟"

"میں نے ایک بار اُس کی صورت دیکھی ہے۔ میں نہیں جانتا وہ کون ہے؟ کہاں سے آتا ہے اور کہاں جاتا ہے!"

میں نے اُس کے چور خیالات پڑھے، وہ درست بیان دے رہا تھا۔ اُس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ اس راستے پر آگے بھی کئی طرح کی رکاوٹیں ہیں۔ اُدھر کوئی نہیں جا سکتا۔ میں وہاں کے باقی آٹھ پہرے داروں کو اپنی حکمتِ عملی سے ختم کر سکتا

تھا لیکن ہیلی کاپٹر اور طیاروں کی آواز سُن کر دوڑتا ہُوا ایک چٹان کے سائے میں چلا گیا۔ وہ تباہ شدہ چوکی کی طرف سے آ رہے تھے۔ ایک ہیلی کاپٹر میں بیٹھا ہُوا شخص دُوربین سے ان دو افراد کو دیکھتے ہوئے گزر رہا تھا جو میرے ہاتھوں ہلاک اور زخمی ہو کر برف پر پڑے ہوئے تھے۔ وہ پرواز کرتے والے دُور پہاڑی کے دوسری طرف چلے گئے تھے۔ وہاں سے ایک لمبا چکر لگا کر آ سکتے تھے۔ یہ معلوم کر سکتے تھے کہ وہ دونوں کون ہیں اور وہاں کیا کر رہے تھے؟

ہیلی کاپٹر کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی غار کی طرف سے چار شخص دوڑتے ہوئے آئے۔ زخمی سے پوچھا: "یہاں کون آیا تھا۔ ہم نے تمھاری گن سے فائرنگ کی آواز سُنی تھی؟"

مَیں اُس کے دماغ میں تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولا۔ "ایک اجنبی اِدھر آیا تھا۔ میرے ساتھی کی طرح مجھے بھی مار ڈالنا چاہتا تھا پھر طیاروں اور ہیلی کاپٹر کی آواز سُن کر بھاگ گیا۔ مجھے اُٹھاؤ اور طبّی امداد پہنچاؤ۔"

ایک نے کہا: "پرواز کرنے والوں نے تم دونوں کو یہاں دیکھا ہے۔ ہم تمھیں لے جائیں گے تو وہ تمھیں تلاش کرتے ہوئے غار تک آ جائیں گے، سوری۔"

یہ کہتے ہی اُس نے زخمی ساتھی کو گولی مار دی پھر وہ چاروں جدھر سے آئے تھے اُدھر دوڑتے چلے گئے۔ ہیلی کاپٹر واپس آ رہا تھا۔ جب وہ قریب آ کر اُترنے لگا تو مَیں چٹان کے پیچھے سے نکل کر سامنے آ گیا۔ ان سے کسی طرح کا خطرہ نہیں تھا۔ ہیلی کاپٹر کا نشان بتا رہا تھا کہ وہ اس علاقے کے فوجی ہیں۔

ہیلی کاپٹر کا گردش کرتا ہُوا پنکھا رُک گیا۔ ایک فوجی افسر نے ڈپٹ کر پوچھا: "تم کون ہو؟"

مَیں نے اندرونی جیب سے کاغذات نکال کر دکھائے۔ ان کاغذات کے مطابق مَیں فرانس کا جاسوس تھا۔ جو جو کا تعلق فرانس سے تھا، اس لیے مَیں اُسے تلاش کرنے آیا تھا۔ افسر نے کاغذ پڑھنے کے بعد کہا: "اُدھر بارہ نمبر چوکی میں تمھارے ملک کا ہیلی کاپٹر تباہ ہُوا ہے، اُس نے پوری چوکی تباہ کر دی۔ تم اتنی دُور کیسے آئے؟"

"مَیں اسی ہیلی کاپٹر پر آیا تھا چونکہ پہاڑیوں کے درمیانی راستے سے پرواز کو جاری رکھنا ممکن نہیں تھا، اس لیے مَیں اسکینگ کے ذریعے اس راستے پر جانا چاہتا تھا لیکن یہ جو مُردہ پڑے ہوئے ہیں انھوں نے مجھ پر حملہ کیا تھا، ان کے باقی ساتھی وہ سامنے والی پہاڑی کے غار میں چھپے ہوئے ہیں۔"

مَیں اُدھر ہاتھ کا اشارہ کر رہا تھا۔ اُسی وقت وہاں سے گولیاں چلنے لگیں۔ ہم سب دوڑ کر ہیلی کاپٹر کی آڑ میں آ گئے۔

مَیں نے کہا: "ان کے پاس جدید ترین خطرناک ہتھیار ہیں اور تم تعداد میں صرف پانچ ہو، ہتھیار بھی نہ ہونے کے برابر ہیں، یہاں سے نکل چلو۔"

ہم ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے۔ فوجی افسر فائرنگ کرنے والوں کو گالیاں دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا، فوجی جوانوں کے ساتھ ابھی واپس آئے گا اور منظم حملہ کرے گا، ایک ایک سے پوچھے گا کہ وہ ان اطراف میں کیا کر رہے ہیں پھر انھیں کتّے کی موت مارے گا۔ مَیں سمجھ رہا تھا، وہ ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا۔ غار میں چھپے رہنے والے اتنے احمق نہیں ہوں گے کہ فوج کے منظم حملے کے انتظار میں بیٹھے رہیں گے کہ آؤ ہمیں قانونی گرفت میں لے لو یا گولی مار دو۔

اُن کے زندہ بچ رہنے سے مجھے نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ مَیں نے اُن میں سے ایک کی آواز سُن لی تھی۔ اُس کا لہجہ میرے ذہن میں نقش تھا۔ مَیں اُس کے ذریعے اُس کے دوسرے ساتھیوں تک پہنچ سکتا تھا اور اگر اُن کا باس کبھی ان سے باتیں کرتا تو وہ بھی خیال خوانی کی مٹھی میں آ سکتا تھا۔ مَیں نے سونیا سے رابطہ قائم کر کے تمام حالات بتائے۔ وہ بولی: "تم نے تقریباً منزل کا سُراغ پا لیا ہے، دوبارہ اُدھر کب جاؤ گے؟"

"مجھے ہیلی کاپٹر کی ضرورت ہے۔"

"وہ تمھارے پاس پہنچنے ہی والا ہوگا۔ فرانس کی ملٹری انٹیلی جنس کے کیپٹن سے رابطہ کرو، وہ تمھیں نئے پائلٹ کی ریکارڈ کی ہوئی آواز سنائے گا۔"

مَیں نے رابطہ قائم کر کے اُس پائلٹ کی آواز سُنی جو میرے لیے ہیلی کاپٹر لایا تھا۔ اُس کے دماغ میں جانے کے لیے مجھے مخصوص کوڈ ورڈز بتائے گئے۔ مَیں اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ یہاں کے فلائنگ کلب میں پہنچ گیا تھا۔ اُس نے کہا: "سر! آپ جب تک دماغ میں رہنا چاہیں، رہ کر تسلّی کر لیں، مَیں صرف آپ کی خدمت کے لیے آیا ہُوں۔"

مَیں تھوڑی دیر تک اُس کے خیالات پڑھتا رہا پھر بولا: "تم بہت اچھے اور بہت کام کے آدمی ہو، ابھی آرام کرو، جب ضرورت ہو گی تو تمھیں بُلاؤں گا۔"

فوجی افسر نے مجھے اُس پہاڑی پر پہنچا دیا جہاں ایک کاٹیج میں مجھے رات گزارنا تھی۔ شام کے سائے پھیل رہے تھے۔ مَیں کسی کلب میں وقت نہیں گزار سکتا تھا۔ دُشمن تاک میں لگے تھے۔ مَیں کاٹیج کا دروازہ کھول کر کامن روم میں آیا۔ وہاں کا دوسرا کرایہ دار ابھی تک نہیں آیا تھا۔ کہیں کلب میں رنگ رلیاں منا رہا ہوگا۔ مَیں اپنا کمرا کھول کر اندر آیا۔ دروازے کو اندر سے بند کیا اور جُوتوں سمیت بستر پر لیٹ گیا۔

وہاں شام کے چار بجے سے اندھیرا چھانے لگتا تھا۔ رات بہت لمبی ہوتی تھی، دن چھوٹا ہوتا تھا۔ مَیں نے اپنے اوپر کمبل ڈال کر دماغ کو ہدایات دیں پھر بے وقت سو گیا۔ ارادہ تھا رات کے دو بجے ہیلی کاپٹر کے ذریعے چوکی نمبر بارہ سے آگے جاؤں گا۔ وہاں خفیہ اڈّا قائم کرنے والے آدھی رات کے بعد مجرمانہ سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہوں گے۔ بہرحال مَیں شام کے پانچ بجے نیند کی آغوش میں گیا تھا۔ دماغ کو ہدایت دی تھی کہ رات گیارہ بجے آنکھ کھل جائے مگر نو بجے ہی اچانک نیند اُڑ گئی۔ اس کا مطلب تھا کوئی کاٹیج میں داخل ہُوا ہے۔

مَیں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ کوئی دروازہ کھول کر اندر آیا تھا اور اب اُسے اندر سے بند کر رہا تھا۔ وہ اسی کاٹیج کا کرایہ دار ہوگا لیکن وہ چوروں کی طرح دبے قدموں چل رہا تھا۔ اس کے جُوتے چغلی کھا رہے تھے۔ مَیں بستر سے اُتر کر دروازے کے پاس آیا۔ اس کے کی ہول میں لگی ہوئی چابی کھینچ کر نکال لی۔ اس طرح کی ہول سے کامن روم کی ہلکی سی روشنی میرے کمرے میں آنے لگی۔ وہ اجنبی میرے دروازے کی طرف ہی آ رہا تھا۔ جب وہ بالکل قریب پہنچ گیا تو کی ہول سے روشنی کم ہو گئی کیونکہ وہ دروازے اور روشنی کے درمیان آ گیا تھا۔ شاید چابی کے سوراخ سے آنکھ لگا کر مجھے دیکھ رہا ہوگا۔ مَیں نے اچانک ہی دروازہ کھول دیا۔

ہلکی سی چیخ اُبھری۔ چونکہ وہ دروازے پر اپنے بدن کا زور ڈال کر کی ہول میں جھانک رہا تھا اس لیے اس کے کھُلتے ہی وہ چوکھٹ پر اوندھے مُنہ گر پڑا۔ سنہری زلفوں سے پتا چلا، وہ لڑکی ہے ورنہ اس سرد علاقے میں لباس کی زیادتی سے لڑکے لڑکی کی پہچان مشکل ہوتی تھی۔ جب وہ اُٹھنے لگی تب مَیں نے اس کی صورت دیکھی، وہ وہی لڑکی تھی جو پیرس ائرپورٹ میں ملی تھی اور جو جو کی ہم شکل تھی اور جو جو سے نفرت کرتی تھی۔

وہ اُٹھتے ہوئے غصّے سے بولی: "تم نے اچانک دروازہ کیوں کھولا؟"

"میرا دروازہ ہے، مَیں نے کھولا۔"

"اور مَیں جو گر پڑی اس کے لیے تم افسوس بھی نہیں کر سکتے؟"

"اور تم دوسرے کے کمرے میں جھانکنے کی غلطی کا احساس نہیں کر سکتیں۔"

"مَیں نے کوئی غلطی نہیں کی، مَیں تم سے پہلے اس کاٹیج کی کرایہ دار ہُوں۔ یہاں کسی آنے والے کے متعلق معلومات حاصل کرنا میرا حق ہے۔"

"تم جھانک کر معلومات حاصل کر رہی تھیں، اگر مَیں بے لباس ہوتا تو...؟"

اُس نے گھور کر دیکھا پھر کہا: "تم بے شرم اور بکواس کرنے والے کرایہ دار ہو۔ مَیں ابھی کاٹیج کے مالک سے شکایت کر کے تمھیں یہاں سے نکلواؤں گی۔"

وہ غصّے سے پاؤں پٹختی ہوئی جانے لگی۔ کامن روم کے وسط میں پہنچ کر رُک گئی جیسے کچھ یاد آیا ہو۔ اُس نے پلٹ کر مجھے غور سے دیکھا پھر کہا: "ارے تم تو وہی ہو؟"

"ہاں وہی ہوں۔"

"تم ائرپورٹ پر ملے تھے؟"

"یہ مقدر کے کھیل ہیں، ہم مل کے بچھڑ گئے، بچھڑ کے پھر مل گئے۔"

"مَیں تم سے نہیں مل رہی ہُوں۔ خوش فہمی میں نہ رہنا اور مجھے کوئی نادان لڑکی نہ سمجھنا، مَیں بہت چالاک ہُوں، خوب سمجھتی ہوں کہ تم میرا پیچھا کرتے ہوئے یہاں آئے ہو۔"

"تعجب ہے تم کیسے سمجھ گئیں؟ بھئی واقعی چالاک ہو۔"

"صرف چالاک نہیں خطرناک بھی ہُوں۔ پستول چھپا کر رکھتی ہُوں۔ تم بدمعاشی کرو گے تو دھم سے گولی مار دوں گی۔"

"کیا تمھارے پستول سے دھم کی آواز آتی ہے؟"

"ہاں آتی ہے، کیا تم بدمعاشی کرو گے؟"

"نہیں کروں گا۔"

"مجھے اکیلی سمجھ کر کمرے میں تو نہیں آؤ گے؟"

"تم اکیلی کہاں ہو، پستول ساتھ میں ہے، مجھے پستول والیوں سے بڑا ڈر لگتا ہے۔"

وہ مطمئن ہو گئی۔ اُس نے اپنی دانست میں ایک خطرناک لڑکی کا چہرہ بنایا، مجھے خونخوار نظروں سے دیکھا پھر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ ایک حسین لڑکی غصّہ کرے تب بھی بلا کی حسین لگتی ہے، خطرناک اور خونخوار بن جائے تب بھی اس کی ادائیں لوٹ لیتی ہیں۔ مَیں نے اپنے کمرے میں آ کر غور کیا۔ اس لڑکی کا دوبارہ ملنا کیا اتفاق ہے۔ کاٹیج کے مالک نے مجھے اس کے قریب پہنچایا تھا۔ کیا اُسے صرف کرائے سے سروکار تھا یا اُس نے باقاعدہ منصوبے کے تحت ایسا کیا تھا۔

بہت سوچ سمجھ کر مَیں اُس مالک کے دماغ میں گیا۔ اُس کی سوچ نے بتایا۔ ایک ہفتہ پہلے ایک شخص آیا تھا اور کہا تھا "تمھارے پاس جتنے کاٹیج ہیں وہ مجھے دو ہفتے کے لیے کرائے پر دے دو۔" اُس نے چھ کاٹیج کے لیے ایک لاکھ ڈالر دیے پھر کہا۔ "ان کاٹیجوں میں سے ایک کاٹیج ایسا رکھو جس کا ایک کمرا تم اس لڑکی کو دو گے...

اُس شخص نے اس لڑکی کی تصویر دکھائی جو ابھی میرے کمرے میں چہک رہی تھی۔ کاٹیج کے مالک نے پوچھا "کیا میں اس کے نام سے ریزرو کردوں؟"

"نہیں، وہ لڑکی بھٹکتی ہوئی یہاں آئے گی۔ اسے کسی ہوٹل اور کاٹیج میں جگہ نہیں ملے گی۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟ جگہ تو کہیں نہ کہیں مل ہی جاتی ہے۔"

وہ بولا "میں ان پہاڑیوں کے تمام ہوٹلوں اور کاٹیجوں کو کرائے پر لے چکا ہوں۔ اب تم سے یہ سودا کرنے آیا ہوں۔ اُس لڑکی کو کہیں جگہ نہیں ملے گی، وہ یہاں ضرور آئے گی۔"

"جی سمجھ گیا۔ میں اُس کے لیے ایک کاٹیج کا کمرا خالی رکھوں گا مگر دوسرے کمرے کا کیا ہوگا؟"

اُس شخص نے میری تصویر نکال کر دی پھر کہا "یہ شخص بھی بھٹکتا ہوا آئے گا، دوسرا کمرا اسے دو گے۔"

"جی سمجھ گیا۔"

"تم اُن دونوں سے باقاعدہ کرایہ وصول کرو گے اور کسی سے یہ ذکر نہیں کرو گے کہ میں نے تم سے اس طرح کا سودا کیا ہے۔"

کاٹیج کے مالک کی سوچ نے بتایا کہ میرے لیے یا بابا صاحب کے ادارے سے آنے والے کسی فرد کے لیے کسی طرح پہلے سے جال بچھایا گیا ہے اور یہ لڑکی دُشمنوں کی آلۂ کار ہے۔ میں خواہ مخواہ اس کے دماغ میں جانے سے پرہیز کرتا رہا۔ جب یہ واضح تھا کہ وہ مجھے بابا صاحب کے ادارے سے آنے والا دشمن سمجھ رہے ہیں تو پھر لڑکی سے دُور رہنا ضروری نہیں تھا بلکہ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ سُپر ماسٹر سے تعلق رکھتی ہے یا ماسک مین سے؟

میں اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا اور اُس دروازے کے کی ہول سے ایک آنکھ لگائے باہر کامن روم میں دیکھ رہی تھی کہ میں اپنے کمرے میں ہوں یا کامن روم میں یعنی وہ میرے چال چلن کا اندازہ کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اُس کے دماغ میں یہ خیال پیدا کیا کہ اجنبی اُس کے دروازے کے باہر چھپا ہوا ہے اور ابھی کی ہول کے راستے پھونک مارے گا۔

یہ خیال پیدا کرتے ہی میں نے خیالی پھونک ماری۔ اُسے ایسا ہی لگا جیسے کی ہول کے راستے پھونک آکر اُس کی آنکھ میں لگی ہو۔ وہ چیخ مار کر پیچھے قالین پر اُلٹ گئی۔ اپنی آنکھ کو چھو کر دیکھنے لگی۔ وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ میں نے باہر سے پھونک ماری ہے۔ وہ اُٹھ کر غصے سے دروازہ کھول کر بولی "تمھیں شرم نہیں...؟"

وہ بولتے بولتے رُک گئی۔ وہاں میں نہیں تھا۔ وہ ناگواری سے اپنے ایک کان کو پکڑ کر مروڑتے ہوئے بولی "صبا! کتنی بار تیرے کان پکڑ کر سمجھاؤں۔ ذرا ہوش میں رہا کر۔ یہاں کوئی نہیں ہے، تو نے خود ہی سوچا کہ وہ پھونک مار رہا ہے اور خود ہی گر پڑی۔ بول تو اُلّو کی پٹھی ہے۔"

پھر خود ہی آہستگی سے بولی "ہاں میں اُلّو کی پٹھی ہوں۔ اب میں اس اجنبی کے بارے میں نہیں سوچوں گی۔ اُس کی ایسی کی تیسی...!"

اُس نے کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ آتش دان کے پاس آکر تھوڑی سی لکڑیاں اُس میں ڈال کر آگ کو تیز کرنے لگی پھر اپنی کلائی کی گھڑی کو دیکھتے ہی چونک گئی۔ دس بجنے کے لیے دو منٹ رہ گئے تھے۔ دوسروں کے لیے چونکنے کی بات نہیں تھی۔ چوبیس گھنٹے میں دو بار دس بجتے ہیں لیکن اس کے ساتھ عجیب ٹریجڈی تھی۔ وہ دس بجنے سے پہلے کسی کمرے میں یا کسی باتھ روم میں بند ہو جاتی تھی کیونکہ ٹھیک دس بجے رات کو وہ مر جایا کرتی تھی۔

اس کی داستان عجیب تھی۔ وہ ابھی مرنے ہی والی تھی۔ [illegible] کر رسٹ واچ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی یا اس کے دماغ میں کوئی چھپا ہوا کہہ رہا تھا "وقت ہو چلا ہے، دو زانو ہو جاؤ۔"

وہ آتش دان سے ذرا دُور قالین پر دو زانو ہو گئی۔ اُس کے دماغ میں سوچ اُبھری "تو صبا نہیں ہے، تو لڑکی نہیں ہے۔"

اُس نے سنہری زلفوں والی وگ سر سے اُتار کر ایک طرف پھینک دی۔ اب اُس کے سر پر چھوٹے چھوٹے بوائے کٹ بال تھے۔ دماغ میں سوچ اُبھری "تو کون ہے؟ تو لڑکی نہیں ہے۔"

اُس نے کانوں سے بالے، کلائی سے کنگن اور انگلی سے انگوٹھی اُتار دی۔ وہاں سے اُٹھ کر سوٹ کیس کے پاس آئی۔ [illegible] جیسے شوخ رنگ والے اونی کپڑے بدن سے اُتار دیے۔ پلٹ کر آئینے میں خود کو بے لباس دیکھا تو گھبرا گئی۔ نہیں گھبرا گئی نہیں، گھبرا گیا۔ پریشان ہو کر بولا "میرا بدن لڑکی جیسا کیوں ہے؟ میں لڑکی نہیں، لڑکا ہوں، میں جونی ہوں۔"

اُس کی آواز میں ہلکی سی تبدیلی آئی تھی۔ ذرا سا فرق پیدا ہو گیا تھا جیسے نوعمر لڑکی اور لڑکے کی آواز میں فرق ہوتا ہے۔ وہ جلدی جلدی لڑکوں والا لباس پہن رہا تھا۔ اپنے بدن کو چھپا رہا تھا اور آنسوؤں سے رو رہا تھا "اوہ گاڈ! میرے ساتھ یہ کیسا مذاق ہے؟ میں لڑکا ہوں، مجھے لڑکا رہنے دو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا میں رات دس بج کر ایک منٹ پر کیسے پیدا ہوتا ہوں اور دوسری صبح دس بجے کیسے مر جاتا ہوں؟"

وہ آئینے میں دیکھتے ہوئے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولا "ممی اور پاپا کہتے ہیں، میں دن کے دس بجے سے رات کے دس بجے تک گہری نیند میں رہتا ہوں مگر میں نہیں مانتا۔ اگر میں نیند میں ہوتا تو پیرس ائرپورٹ کے ٹوائلٹ میں ہوتا؟"

وہ سوچنے لگا "مجھے اچھی طرح یاد ہے، میں ریستوران میں ایک ایسے شخص کی میز پر تھا جو فرہاد کا ہم شکل تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ دس بجنے والے ہیں تو میں اپنا سفری بیگ اُٹھا کر بے اختیار لیڈیز پاؤڈر روم میں چلا گیا تھا۔ وہاں ایک ٹوائلٹ کا دروازہ کھول کر اندر گیا تو چند سیکنڈ بعد مر گیا اور اب اس چار دیواری میں پھر سے زندہ ہو گیا ہوں۔"

وہ سوچتے سوچتے چُپ ہو گیا۔ بے اختیار آئینے کے پاس سے گھوم گیا۔ وہاں سے چلتا ہوا قالین پر پڑی ہوئی وگ کو، لڑکی کے تمام سامان کو اُٹھا کر سوٹ کیس میں رکھنے لگا۔ میں اُس کے دماغ میں رہ کر اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ وہ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ کسی کا معمول ہے، جو کر رہا ہے، بے اختیار کرتا جا رہا ہے۔

اُس کے دماغ کے کسی گوشے میں یہ سوچ نہیں تھی کہ وہ کبھی لڑکی تھا اور اس کا نام صبا تھا۔ حتیٰ کہ وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ لباس کے اندر لڑکی کا بدن ہے۔ وہ صبا کی تمام چیزیں سوٹ کیس میں رکھنے کے بعد بستر پر آکر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیے، آنکھیں بند کر لیں۔ تب اُس کے دماغ میں سوچ اُبھری یا اُس سوچ کے پیچھے کوئی بولنے لگا "میں جونی ہوں، سدا سے جونی ہوں۔ اس وقت سوئٹزرلینڈ کے پہاڑی علاقے میں ہوں، یہ ایک کاٹیج ہے۔ کاٹیج کے مالک کا نام بنجامن ہے۔ اس کاٹیج کے دوسرے کمرے میں جو کرایہ دار ہے اُس کا نام براؤن وولف ہے۔ یہ وہی فرہاد کا ہم شکل ہے جس سے میں پیرس ائرپورٹ کے ریستوران میں مل چکا ہوں۔"

اس کے دماغ میں بولنے والا اس کی سوچ میں بول رہا تھا۔ میں اس انتظار میں تھا کہ بولنے والا کہیں گڑبڑا جائے۔ اُس کی خیال خوانی سے اس کا اپنا لب و لہجہ پھسل پڑے تو میں اس لہجے کو اپنی یادداشت میں محفوظ کر لوں گا، پھر کسی وقت اس کے دماغ کو چھیڑوں گا۔

بہرحال وہ جونی کی سوچ میں بول رہا تھا "میں یہاں فرہاد کے دو ہم شکلوں کو دیکھوں گا۔ دوسرے کا نام ہارڈی وانسن ہے۔ سُپر ماسٹر کے چند آلۂ کار براؤن وولف کے دھوکے میں ہارڈی وانسن سے ٹکرا گئے تھے۔ انھوں نے غلطی کی تھی۔ مجھے نہیں کرنا چاہیے۔ ہارڈی وانسن ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور براؤن وولف فرانس کا جاسوس ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ براؤن وولف فرانس کا سرکاری آدمی ہے اور ہارڈی وانسن بابا صاحب کے ادارے سے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار لے کر آیا ہے لہٰذا ہمارے لیے ہارڈی وانسن اہم ہے۔ میں کل صبح ہارڈی سے دوستی کروں گا لیکن اس سے پہلے دو ہم شکلوں کے درمیان ایسی پہچان رکھوں گا کہ انھیں دیکھتے ہی شناخت کر لوں گا کہ کون وولف ہے اور کون ہارڈی۔ اس طرح دھوکا نہیں کھاؤں گا۔ ہارڈی سے ہی دوستی برقرار رکھوں گا۔"

وہ بولنے والا جونی کے دماغ میں ایک ایک بات نقش کر رہا تھا پھر اُس نے کہا "رات بہت ہو چکی ہے۔ اب میں سو رہا ہوں، صبح پانچ بجے بیدار ہو جاؤں گا۔"

کوئی پندرہ بیس سیکنڈ میں ہی وہ گہری نیند سو گیا۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر ہمدردی سے سوچنے لگا، جونی یا صبا پر ظلم ہو رہا ہے۔ اُسے اپنا آلۂ کار بنائے رکھنے کے لیے کسی نے اُس کے اندر دُہری شخصیت پیدا کر دی ہے۔ اُسے لڑکی بھی رہنے دیا اور لڑکا بھی بنا دیا۔ میں نے پہلی ہی ملاقات میں اُس کے متعلق رائے قائم کی تھی کہ وہ لڑکی اور لڑکے کا کاک ٹیل ہے۔ وہی بات سامنے آئی تھی۔ بے چاری لڑکی بن کر کوئی آرزو کرتی تو اُس آرزو کی تکمیل تک بارہ گھنٹے پورے ہو جاتے۔ دس بجتے ہی وہ آرزوؤں اور جذبوں والی لڑکی نہ ہوتی، لڑکا ہوتا اور جب لڑکا بن کر اپنی مردانہ شخصیت کو منوانا چاہتا تو منواتے منواتے بارہ گھنٹے گزر جاتے۔ یوں وہ بھی ادھورا رہ جاتا۔

اُسی لمحے وہ لڑکا بن کر روتا تھا کہ اندر سے لڑکی کیوں ہے اور لڑکی بن کر جھنجلاتی تھی کہ لوگ اُسے کسی نامعلوم جونی کی ہم شکل کیوں کہتے ہیں؟

میں پھر اُس کے دماغ میں پہنچا۔ اُس کے اندر بولنے والا اُسے گہری نیند سُلا کر مطمئن ہو گیا تھا کہ اب وہ صبح پانچ بجے بیدار ہوگا۔ میرے لیے میدان صاف تھا۔

میں نے اُس کے دماغ میں خواب کا سماں پیش کیا۔ اُس نے دیکھا وہ ایک لڑکی کا نہایت ہی دیدہ زیب لباس پہنے ہوئے ہے۔ حدِ نظر تک بہار آئی ہوئی ہے۔ ہر طرف پھول کھلے ہوئے ہیں۔ اُس کے اندر یہ آواز گونج رہی تھی "میں حسین ہوں، حسینہ ہوں۔ میری کوئی دوسری شخصیت نہیں ہے، مجھے لڑکی ہونے پر ناز ہے، یہ بہاریں میرے لیے ہیں، یہ رنگا رنگ پھول میرے لیے کھلے ہیں، یہاں کوئی میرے دل و جاں کا مالک بھی ہوگا جو مجھ عورت کو مرد کا بھرپور پیار دے گا۔"

پھر اُس نے خواب میں دیکھا، میں اُسے پکار رہا ہوں۔ وہ پوچھ رہی ہے "میرے محبوب! تم کہاں ہو؟" میں جواباً کہہ رہا ہوں،

میری جان! ہم جونی بن کر پوچھو گے تو میں چلا جاؤں گا، جینا بن کر پوچھو گی تو اپنا پتا بتاؤں گا۔

"آہ! میرے محبوب! میں کیا کروں؟ سخت اُلجھن میں ہوں کہ میری حقیقت کیا ہے؟ تمھیں یاد کرتے وقت سراپا لڑکی بن جاتی ہوں، تمھیں بھول کر اپنی دوشیزگی بھول جاتی ہوں۔ وہ کمبخت جونی میرے حواس پر چھا جاتا ہے۔"

"میرے پاس آؤ۔ میں جونی کو تمھارے وجود سے مٹا دوں گا۔"

"میں کیسے آؤں؟ میری رہنمائی کرو۔"

"محبت کرنے والے کچے دھاگے سے بندھے چلے آتے ہیں۔ دیکھو! تم جہاں ہو، وہاں سے اُٹھ رہے ہو۔"

وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا "تم آنکھیں کھول رہے ہو۔"

اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ اُس کا عامل اُسے جو نیند دے گیا تھا وہ بدستور اُس نیند میں تھا مگر خوابیدہ دماغ میرے اشارے پر اُسے حرکت دے رہا تھا۔ وہ بستر سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا پھر اُسے کھول دیا۔ میں کھلے ہوئے دروازے پر اُس کے سامنے کھڑا تھا۔

وہ خواب کی دُنیا میں مجھے اپنے سامنے دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا "تم... تم وہی ہو؟"

میں نے اُس کے قریب آ کر کہا "وہی پیرس اور لیورپٹ کے ریستوران والا اجنبی ہوں، تم مجھے خواب میں بھی پہچان رہی ہو۔"

"میں پہچان رہا ہوں، رہی ہو نہ کہو، میں لڑکا ہوں۔"

"میں تمھارے ساتھ ظلم نہیں ہونے دوں گا۔ قدرت نے تمھیں جیسا بنایا ہے تم ویسی ہی رہو گی۔ جونی کی جو شخصیت تم پر مسلط کی گئی ہے، میں اسے مٹا دوں گا۔"

میں نے اُسے دونوں بازوؤں میں اُٹھا لیا۔ وہاں سے چلتا ہوا آتش دان کے پاس آیا۔ وہاں قالین پر اُسے لٹا دیا۔ آگ ذرا دھیمی تھی۔ میں نے چھوٹی چھوٹی چند لکڑیاں آتش دان میں ڈالیں۔ آگ باہر سے آنے والی لکڑیوں کو جلدی قبول نہیں کرتی، ذرا نخرے کرتی ہے۔ اُسے کریدو تو لکڑی سے آ کر لگتی ہے۔ ذرا ہوا دو تو انگارے سے شعلہ بن کر لپٹتی ہے۔ آگ اپنی محبت میں ذرا بھی کمی نہیں کرتی، جب جلتی ہے تو پوری طرح جلاتی ہے اور جسے جلاتی ہے اُس کے ہوش اُڑا کر رکھ دیتی ہے۔

قصہ سونے جاگنے کا تھا۔ میں نے جونی کو جگایا تو وہ بھڑکتے ہوئے شعلوں میں گھر گیا۔ جینا کو جگایا تو وہ شرما گئی۔ وہ کبھی سو رہا تھا کبھی جاگ رہا تھا اور یہ جاگتی تھی تو سونا نہیں چاہتی تھی۔ رت جگے کا سامان کرتی جاتی تھی۔

آدھی رات گزر گئی جونی بستر پر تھا۔ میں نے اُس پر کمبل ڈال کر کہا "آنکھیں بند کر لو۔"

اُس نے ہدایت پر عمل کیا، آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے کہا "تم نے جو کچھ بھی دیکھا جو سُنا افسانہ تھا۔ جاگتی آنکھوں کا افسانہ اور سوتی آنکھوں کا خواب تھا اور اکثر خواب صبح ہوتے ہی آنکھ کھلتے ہی بھلا دیے جاتے ہیں لیکن تم آدھا بھلاؤ گے آدھا نہیں بھلاؤ گے۔ میرے لیے سوچو گے کہ خواب میں جو کچھ تھا اُس کی تعبیر کا انتظار ہے اور انتظار رہا کرے گا۔"

میں نے اُسے گہری نیند سُلا دیا پھر اُس کے سامان کے پاس آ کر ایک ایک چیز نکال کر دیکھنے لگا۔ کسی بھی چیز سے یہ سُراغ مل سکتا تھا کہ کس سُپر طاقت نے اسے اپنا آلۂ کار بنایا ہوا ہے۔ مجھے مایوسی ہوئی۔ سامان سے کچھ پتا نہیں چلا۔ ویسے ایک اندازہ تھا کہ ماسک مین کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پاسکل بوبا نے اُسے اپنی معمولہ بنایا ہوا ہے۔

ماسک مین کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے پاسکل بوبا اور جوجو اُس دن سے گم ہو گئے تھے جس دن دونوں کو ایک ہی وقت میں آپریشن تھیٹر لے جایا گیا تھا۔ پتا نہیں اُن کے ساتھ کیا کیا گیا تھا لیکن یہ بات موٹی سی عقل میں بھی آتی ہے کہ آپریشن کے ذریعے دونوں کی آوازیں بدل دی گئی تھیں۔ ان کے دماغوں کو نئی آواز اور نئے لہجے سے منسلک کر دیا گیا تھا۔ ان کے دماغ پچھلی آواز اور لہجوں کو بھول چکے تھے، اسی لیے جوجو یا پاسکل کے لہجوں کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کرنے سے دا[illegible] نہیں ملتے تھے، پرواز بھٹک کر رہ جاتی تھی۔

میں نے سامان جیسا تھا، ویسا ہی رکھ دیا۔ میں جونی کے پاس آیا۔ جب تک تبدیلی عمل میں نہیں آئے گی، وہ جونی ہی کہلائے گا۔ یہی دیکھنا تھا کہ کل سے اس میں کوئی تبدیلی پیدا ہوئی ہے یا نہیں۔ نیند میں اُس کا حُسن غضب ڈھا رہا تھا۔ میں نے جھک کر اُسے محبت دی پھر کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے باہر آ گیا۔ رات کا ایک بجنے والا تھا۔ میں نے اپنے کمرے میں آ کر ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو مخاطب کیا۔ وہ سو رہا تھا۔ بیدار سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی فوراً اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اِس سے پہلے کہ وہ سانس روکتا، میں نے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ اُس نے مطمئن ہو کر پوچھا "یس سر!"

میں نے کہا "تم گہری نیند میں تھے، میں تم پر ظلم کر رہا ہوں۔"

"سر! ہم فوجی لوگ ہیں، نیند کچی ہو یا گہری، جس وقت بجا دے اُٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا اور رہی سہی نیند کو بھگانے کے لیے پنجوں کے بل اُچھل رہا تھا۔ میں نے کہا "تم میرے مزاج کے مطابق ہو۔ میں ٹھیک ڈھائی بجے فلائنگ کلب پہنچ جاؤں گا۔ ہم ابھی پرواز کریں گے۔"

میں نے ٹارچ لائٹ، منی سائز کے ایروغوٹر، سائیلنسر لگا ہوا ریوالور اور دوسرا ضروری سامان کِٹ میں رکھ لیا۔ اگرچہ میں کبھی ہتھیار اپنے ساتھ نہیں رکھتا لیکن میں ایسی جگہ جا رہا تھا جہاں دُشمن برف کی تہوں میں چھپے رہتے تھے۔ موت کی طرح اچانک جھپٹ پڑتے تھے۔ ایسے لوگوں کے لیے میں نے ہینڈ گرینیڈ اور ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے بلاسٹ ہونے والے بم رکھ لیے تھے۔ رسیّوں کا بنڈل اور چھوٹے سائز کی کدال بھی رکھ لی۔ میں تمام سامان کے ساتھ کاٹیج سے باہر جانا چاہتا تھا پھر رُک گیا۔

میں جونی اور جینا میں کچھ زیادہ ہی کشش محسوس کر رہا تھا۔ جی چاہتا تھا اُس کے پاس ہی رہوں۔ یہ شاید اس لیے کہ بہت ہی طویل عرصے کے بعد ایک حسینہ میری زندگی میں آئی تھی۔ دوسری وجہ یہ کہ وہ 'تھا' بھی اور 'تھی' بھی۔ دو آتشہ شراب کا خمار لے کر دو دھاری تلوار کی طرح ہوش و حواس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا تھا، کر دیتی تھی۔

میں باہر جانے سے پہلے اُس کے خوابیدہ دماغ کو رخصتی بوسہ دینے آیا۔ پتا چلا، اُس کی آنکھ کھل گئی ہے۔ اُس کی سوچ بتا رہی تھی یعنی اُس کی سوچ کے پیچھے کوئی کہہ رہا تھا "مجھے فوراً باہر جانے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔"

اُسے فوراً اُٹھنا چاہیے تھا لیکن وہ لیٹے لیٹے ہی انگڑائی لینے لگا۔ کسی نے اُس کی سوچ میں کہا "کیا بات ہے؟ میں مرد کی طرح مستعد کیوں نہیں ہوں؟ یہ لڑکی کی طرح انگڑائی کیوں لے رہا ہوں؟"

جونی کی اپنی سوچ نے کہا "پتا نہیں کیا بات ہے، بدن کا جوڑ جوڑ دُکھ رہا ہے۔"

"کیوں دُکھ رہا ہے؟"

"معلوم نہیں۔ یوں لگتا ہے میں خواب میں دیر تک دوڑتا رہا تھا اور تھکتا رہا تھا یا پھر کسی نے میرے وجود کو اپنی مٹھی میں جکڑ لیا تھا، اسی لیے میرا جوڑ جوڑ دُکھ رہا ہے۔"

"یہ کسی اُلٹے سیدھے خواب کا اثر ہے۔ مجھے فوراً اُٹھ کر تیار ہونا چاہیے۔ وہ فرہاد کا ہم شکل ہاروے واٹسن ہوٹل سے نکل کر کہیں جا رہا ہے۔"

وہ بستر پر بیٹھ گیا۔ رِسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے بولا "وہ اوہ مائی گاڈ! دو بجنے میں بیس منٹ ہیں، ہاروے اتنی رات کو کہاں جا رہا ہے؟"

اُس کے دماغ سے جواب ملا "ہاروے نے اپنی پُشت پر بڑی سی کِٹ باندھ رکھی ہے۔ شانے پر رسیّوں کا بنڈل اور ہاتھ میں کدال ہے۔ یہ چیزیں بتاتی ہیں کہ وہ چوکی نمبر بارہ سے آگے جانے والا ہے۔"

جونی نے سوچا "یہ چوکی نمبر بارہ کہاں ہے؟ وہ اُدھر کیوں جا رہا ہے؟"

جونی کی ہی سوچ میں جواب ملا "مجھے کسی چوکی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کرنا ہے، میرا کام صرف ہاروے واٹسن سے دوستی کرنا ہے۔"

وہ اُٹھ کر باہر جانے کے لیے تیار ہونے لگا۔ اس کے دماغ میں سوچ اُبھر رہی تھی "یہ اچھا ہی ہوا کہ میں رات کے دو بجے بیدار ہو گیا ہوں۔ اس کاٹیج کے دوسرے کرایہ دار براؤن دولف کے متعلق معلوم کر سکتا ہوں کہ وہ سو رہا ہے یا سرکاری ڈیوٹی کے لیے جاگ رہا ہے۔"

جونی تیار ہو کر باہر آیا۔ میں بستر پر کمبل اوڑھ کر لیٹ گیا تھا۔ وہ دروازے کے پاس آ کر کی ہول سے جھانک رہا تھا۔ مجھے بستر پر محوِ خواب دیکھ رہا تھا۔ اس کی سوچ نے کہا "یہ گہری نیند سو رہا ہے۔ آخر سرکاری جاسوس ہے، اسے کیا پڑی ہے کہ اتنی رات کو مجرموں کی تلاش میں سیکڑوں میل دُور جائے۔"

وہ دروازے کے پاس سے ہٹ گیا۔ دبے قدموں چلتا ہوا کاٹیج کے بیرونی دروازے پر آیا۔ اُسے آہستگی سے کھولا تاکہ کھٹکے میں میری آنکھ نہ کھلے پھر اُس نے باہر آ کر اپنی چابی سے دروازے کو لاک کیا چونکہ وہ دو کرایہ داروں کے استعمال کا مشترکہ دروازہ تھا اس لیے اُس کی دوسری چابی میرے پاس تھی۔ جب وہ کاٹیج سے ذرا دور چلا گیا تو میں اُٹھ کر اپنا ضروری سامان لے کر وہاں سے چل پڑا۔ جونی کے دماغ میں بات آ رہی تھی کہ اُسے فلائنگ کلب کی طرف جانا چاہیے۔ ہاروے ابھی وہیں ہو گا۔

میں نے سونیا کو مخاطب کیا، وہ بولی "اتنی رات کو آئے ہو، خیریت تو ہے؟ ابھی وہاں دو بجے ہیں۔"

"تمھارا عاشق چوکی نمبر بارہ کی طرف پرواز کرنے والا ہے جبکہ میں بھی اُدھر ہی جا رہا ہوں۔ تم اُسے جانے سے روک دو۔"

"اُسے کیوں روکنا چاہتے ہو، وہ اپنے طور پر حمام بادگرد کی خبر لانے کی جدوجہد کر رہا ہے، اُسے میدان مارنے کا موقع دو۔"

"اُسے بعد میں موقع دیا جائے گا۔ ہم دونوں کو ایک وقت اُدھر نہیں جانا چاہیے، کام بگڑ جائے گا، بحث نہ کرو،

میں اُسے تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ اُس سے کہو فلائنگ کلب کے باتھ روم میں فرہاد کا ہم شکل براؤن وولف ملے گا، اس سے اپنا لباس تبدیل کر کے ہوٹل واپس چلا جائے۔"

"اچھی بات ہے، اُسے میرے پاس بھیج دو۔"

میں نے پرنس کے دماغ میں جا کر کہا "میں رسونتی ہوں، سونیا کے پاس جاؤ۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو کر تیزی سے چلتا ہوا فلائنگ کلب کی طرف جانے لگا۔ دوسرا قریبی راستہ اختیار کیا تاکہ جونی سے سامنا نہ ہو۔ اس کے دماغ میں جا کر دیکھتا بھی جاتا تھا کہ وہ ابھی فلائنگ کلب سے کتنی دور ہے۔

میں نے وہاں پہنچتے ہی سیدھا باتھ روم کا رُخ کیا۔ پرنس میرے انتظار سے بور ہو کر وہاں سے آ رہا تھا۔ میں نے کہا "ہیلو مسٹر فرہاد! مجھے افسوس ہے، راستے میں دیر ہو گئی، آیئے باتھ روم میں چلیں۔"

وہ مجھے غور سے دیکھتے ہوئے باتھ روم میں آیا پھر بولا "اب سمجھ میں آ رہا ہے، دشمن میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں، وہ تمہیں گھیرنا چاہتے ہیں، دھوکے میں مجھ سے ٹکرا جاتے ہیں، کون ہو تم؟"

"اس کا جواب مادام سونیا دے سکتی ہیں، میں مادام سونیا کے حکم سے یہاں آیا ہوں۔ ابھی مادام رسونتی نے بتایا کہ آپ یعنی فرہاد صاحب زندہ ہیں اور مجھے آپ کی جگہ جونی نسر بلڈ کی طرف جانا ہو گا۔"

"کیا یہ بات رسونتی نے بتائی کہ میں زندہ ہوں؟"

"جی ہاں مگر رسونتی صاحبہ کو یہ بات مادام سونیا نے بتائی ہے۔ بہتر ہے، ہم گفتگو کے دوران لباس تبدیل کرتے رہیں۔"

ہم اپنے اپنے کپڑے اُتار کر ایک دوسرے کو دینے لگے۔ پرنس خوش تھا کہ سونیا دوسروں کے سامنے اُسے فرہاد کہتی ہے۔ میں نے کہا "مادام سونیا نے مجھے سختی سے تاکید کی ہے کہ میں آپ کے زندہ ہونے کی بات اپنے سائے کو بھی نہ بتاؤں۔"

"بے شک... بے شک! میں ابھی دنیا والوں پر ظاہر ہونا پسند نہیں کرتا۔ دشمنوں کو یہ بتا رہا ہوں کہ فرہاد کا ہم شکل ہوں۔"

میں نے اُس کا لباس پہن لیا پھر کہا "آپ اس طرح جائیں کہ کوئی آپ کا چہرہ نہ دیکھ سکے۔"

وہ ناگواری سے بولا "تم فرہاد علی تیمور کو یہ بات سمجھا رہے ہو؟ کیا مجھے نادان بچہ سمجھتے ہو؟"

میں نے عاجزی سے کہا "معافی چاہتا ہوں جناب! آپ جیسی قدآور شخصیت کے سامنے پہلی بار آیا ہوں، اس لیے کچھ بدحواس ہو گیا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں، جاؤ اپنا کام کرو۔"

میں فرہاد صاحب کو سلام کر کے باتھ روم سے باہر آیا۔ ہم نے اپنے کاغذات اور اپنے نام تبدیل کر لیے تھے۔ ابھی وہ کاٹیج میں میری جگہ جا کر سونے والا تھا۔ میں نے دُور ہی سے دیکھا، جونی فلائنگ کلب کے دفتر کے برآمدے میں کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے اُس کے دماغ میں جا کر سنا۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ "مسٹر ہاروے واٹسن کہاں ملیں گے؟"

اُس شخص نے کہا "میں مسٹر ہاروے کا پائلٹ ہوں، وہ ابھی ٹوائلٹ..."

وہ کہتے کہتے مجھے دیکھ کر رُک گیا پھر بولا "لو مسٹر جونی! یہ مسٹر ہاروے آ رہے ہیں۔"

جونی نے تعجب سے دیکھا کیونکہ میں فرہاد کا اور براؤن وولف کا ہم شکل تھا۔ مجھ میں اور اُس میں آواز اور لہجے کا فرق تھا۔ میں نے پرنس یعنی ہاروے کی آواز میں پائلٹ سے کہا "سوری مسٹر! میں تمہارے ہیلی کاپٹر میں نہیں جا رہا ہوں، میرا ایک پرانا شناسا مل گیا ہے اُس کے ساتھ جاؤں گا۔ تمہیں اس سردی میں گرم بستر پر سونے کی چھٹی دے رہا ہوں۔"

وہ شکریہ ادا کر کے مصافحہ کرنے کے بعد چلا گیا۔ جونی آگے بڑھ کر کچھ کہنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "ذرا ایک منٹ لڑکی! میں ابھی بات کرتا ہوں، مجھے ایک شناسا کی تلاش ہے۔"

وہ احتجاجاً بولا "میں لڑکی نہیں لڑکا ہوں۔"

میں اُسے نظر انداز کر کے دُور تک متلاشی نظروں سے دیکھنے لگا۔ خیال خوانی کے ذریعے اپنے پائلٹ کو مخاطب کر کے بولا "میرے ساتھ ایک نوخیز لڑکا کھڑا ہے۔ لڑکی جیسا دکھائی دیتا ہے، تم اُس کی موجودگی میں مجھے ہاروے کہہ کر مخاطب کیا کرو گے پورا نام ہاروے واٹسن ہے۔ اس لڑکے کے دماغ میں دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا رہتا ہے۔ اسے اپنے دماغ میں ایک سیکنڈ کے لیے بھی جگہ نہ دینا، ورنہ وہ ہمارے کوڈ ورڈز معلوم کر لے گا۔ اب میرے پاس برآمدے میں چلے آؤ۔"

وہ دفتر کے اندر سے برآمدے میں آ کر بولا "ہیلو مسٹر ہاروے! میں دفتر کے اندر تمہارا انتظار کر رہا تھا۔"

ہم مصافحہ کرنے لگے۔ جونی نے کہا "مسٹر! میں تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

میں پائلٹ سے معذرت چاہتے ہوئے جونی کے ساتھ دفتر

کے ایک کمرے میں آیا۔ میں بظاہر اس سے لاتعلقی ظاہر کر رہا تھا مگر حقیقتاً اُس کی طرف دل کھنچا جا رہا تھا۔ دشمنوں نے ٹریپ کرنے کے لیے خوب سوچ سمجھ کر جونی اور جینا کی کیمسٹری کا انتخاب کیا تھا۔ میں نے کمرے میں آ کر پوچھا "جلدی بولو کیا بولنا چاہتی ہو؟"

اُس نے کہا "میں بتا چکا ہوں کہ لڑکی نہیں لڑکا ہوں۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی؟"

"کیا میں جھوٹ کہہ رہا ہوں؟"

"چلو مان لیتا ہوں، مجھ سے کیا کام ہے؟"

"میں کیا بتاؤں، تم سنو گے تو ہنسو گے۔"

"تمہیں ہنسنا بُرا لگے گا تو میں سنجیدہ ہی رہوں گا، جلدی بولو۔"

"جلدی نہ کرو، میں گھبرانے لگتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ مجھے نیند میں چلنے کی عادت ہے۔ میں ابھی نیند میں چلتا ہوا یہاں تک آ گیا ہوں۔ مجھے خواب میں کوئی کہہ رہا تھا کہ آؤ ہم ہیلی کاپٹر میں پرواز کریں اور چاندنی رات میں برفانی علاقے کا دلفریب منظر دیکھیں۔ میں یہ خواب دیکھتے دیکھتے یہاں آ گیا۔ میں نے خواب میں تمہیں بھی دیکھا ہے۔"

میں نے کہا "لڑکے! مجھ سے کوئی فراڈ نہ کرنا۔ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ آج یہاں کتنے ہی دشمنوں کی ایسی کی تیسی کر دی ہے۔ تم خاموش کھڑے رہو۔ میں تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوں۔"

میں اُس کے دماغ میں پہنچ کر سوچ کے ذریعے بولا "میں نیند میں چلتا ہوا اتنی دُور کیسے آ گیا؟"

جونی کے دماغ میں چھپا رہنے والا اس کی سوچ میں بولا۔ "جب میری آنکھ کھلتی ہے تو میں حیران رہ جاتا ہوں کہ کس طرح راستوں میں ٹھوکر کھائے بغیر کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہوں۔"

میں نے اُس کی سوچ میں پوچھا "میں لڑکا ہوں یا لڑکی؟"

"میں لڑکا ہوں لڑکا، پتا نہیں لوگ مجھے لڑکی سمجھ کر کیوں پریشان کرتے ہیں؟"

میں جونی کے دماغ میں جتنے بھی سوالات کرتا، مجھے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اُس کی سوچ میں جواب دے دیتا۔ جونی اور جینا کی کوئی اپنی سوچ نہیں تھی۔ ان کے اپنے چور خیالات نہیں تھے جو اندر سے معصوم اور بے خبر تھے، اُن کے خیالات چور کیسے ہو سکتے تھے؟

میں اُس دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کی تسلی کے لیے جونی کے خیالات پڑھ رہا تھا، اس لیے اُسے یہ یقین ہو گیا تھا کہ میں ٹیلی پیتھی جاننے والا ہاروے واٹسن ہوں۔ میں نے زبان سے کہا "جونی! تم درست کہتے ہو، تم لڑکے ہو اور نیند میں چلتے ہوئے اتنی دُور آئے ہو۔ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"میں اپنے خواب کے مطابق ہیلی کاپٹر میں پرواز کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ ممکن نہیں ہے، میں ایک خطرناک جگہ جا رہا ہوں۔"

"میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ تمہارے ساتھ خطرات سے گزر رہا ہوں۔"

"جونی! میں بالکل ہی نادان بچہ نہیں ہوں۔ تم میرے کسی دشمن کے آلۂ کار ہو۔ میں نے تمہارے اندر جا کر تمہاری معلومات کو دیکھا ہے اور یہ اندازہ کیا ہے کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا تمہارے دماغ کو اپنے کنٹرول میں رکھتا ہے۔"

"میں اپنی دماغی حالت کو تنا جانتا تو اتنی رات کو گرم بستر سے اُٹھ کر اتنی دُور نہ آتا۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ جو میرے ممی اور پاپا کہلاتے ہیں وہ واقعی میرے ماں باپ ہیں یا نہیں؟ اگر میرے اپنے سگے ہوتے تو مجھے یوں تنہا بھٹکنے کے لیے کبھی نہ چھوڑتے۔ قدم قدم پر میری حفاظت کرتے۔ میں بہت بدنصیب ہوں۔ میری زندگی نیند میں گزر رہی ہے اور میں کسی دن نیند میں ہی مر جاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی وہ رونے لگا۔ میں اندر سے بے چین ہو گیا۔ اس کا سارا حسن و شباب اُس کے سارے جذبات میرے نام ہو گئے تھے۔ ایک گہرا تعلق قائم ہو گیا تھا پھر میں بے چین کیسے نہ ہوتا! میں نے کھینچ کر اُسے سینے سے لگایا پھر اُس کے آنسو پونچھتے ہوئے بولا "تم لڑکے ہو، مرد کے بچے ہو کر آنسو بہاتے ہو، یہ بُری بات ہے۔"

پھر میں نے دشمن خیال خوانی کرنے والے کو سنانے کی غرض سے کہا "پتا نہیں تم نے کیا ہے، عجیب سی کشش ہے اور اب تو سینے سے لگا کر دل دھڑکنے لگا ہے۔ میں تمہاری بدنصیبی دُور کروں گا۔ تمہیں تنہا نہیں رہنے دوں گا۔ تم میرے دوست ہو گئے۔"

وہ روتے روتے خوش ہو گیا۔ دماغ میں چھپا ہوا دشمن بھی خوش ہو گیا ہو گا۔ اس کا منصوبہ یہی تھا کہ جونی اور جینا کا کاک ٹیل مجھے پسند آئے۔ میں اُسے ہمیشہ ساتھ رکھوں اور اس کے ذریعے دشمنوں کو میری تمام مصروفیات اور تمام حرکتوں کا علم ہوتا رہے۔

جونی نے میرا بازو تھام کر کہا "مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔"

میں نے کہا "میں اگرچہ خطرات سے کھیلنے جا رہا ہوں مگر اس سے بھی زیادہ جی چاہتا ہے، تمہارے لیے جان پر کھیلتا رہوں۔ میں نے آج سے پہلے اتنی کشش کسی میں محسوس نہیں کی۔"

"تو پھر مجھے لے چلو۔"

میں اُس کے ساتھ باہر آیا۔ جب پائلٹ کو بتایا کہ جونی بھی ہمارے ساتھ جائے گا تو وہ بہت حیران ہوا۔ میں نے کہا "فکر نہ کرو، میں اس لڑکے کو خطرات سے کھیلنا سکھاؤں گا۔"

ہم ہیلی کاپٹر میں سوار ہوئے اور پھر وہاں سے پرواز کی۔ جونی میرے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور سوچ رہا تھا۔ "مسٹر ہارورے نے آنسو پونچھنے کے لیے مجھے سینے سے لگایا تو میرا عجیب طرح سے دل دھڑکنے لگا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے سچ مچ میں نے خواب میں ہارورے کو دیکھا ہو اور یہ میری رُوح کی اتنی گہرائیوں میں اُتر گیا ہو جہاں تک اُترنے میں صدیاں بھی کم پڑتی ہیں۔"

اُس کے دماغ میں سوچ اُبھری "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے، میں اس کے قریب بیٹھ کر ایک لڑکی کے انداز میں کیوں سوچ رہا ہوں؟"

میں نے اُسے کشمکش میں چھوڑا پھر پائلٹ کے دماغ پر دستک دیتے ہوئے کوڈ ورڈز ادا کیے "جناب! آپ اس لڑکے کے ساتھ جیسے ہی دفتر میں گئے تھے میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا اور سانس روک لی تھی۔ اس کے بعد پھر وہ سوچ کی لہر دوبارہ نہیں آئی۔"

"وہ خیال خوانی کرنے والا اب نہیں آئے گا۔"

"کیا یہ لڑکا اُن کا آلۂ کار ہے؟"

"ہاں، مگر مظلوم ہے۔ ہمدردی اور محبت کا مستحق ہے۔ یہ انکشاف کر دوں کہ یہ در اصل ایک لڑکی ہے۔"

"آپ فراڈ کو سمجھتے ہوئے بھی اسے اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں۔"

"میں نے کہا نا، یہ مظلوم ہے۔ اس کا برین واش کر کے اسے آدھا لڑکا اور آدھی لڑکی بنایا گیا ہے تاکہ ہم اس عجوبے میں کشش محسوس کرتے رہیں اور اسے اپنے پاس رکھا کریں۔ میں دُشمنوں کی یہ خواہش پوری کر رہا ہوں۔"

"جناب! آپ اس مہم میں ہمارے لیڈر ہیں۔ ہم سے زیادہ تجربہ رکھتے ہیں۔ میں آپ کے تجربات سے فائدہ اُٹھانے کے لیے پوچھتا ہوں کہ آپ جان بوجھ کر خطرات کو دعوت کیوں دے رہے ہیں؟"

"خطرات کے جتنا قریب جاؤ گے دُشمن اتنی ہی جلدی قریب آ کر بے نقاب ہوتے رہیں گے۔ ہاں اگر خطرات سے بچنا مقصود ہو تو پھر ہمیں جان بوجھ کر ابھی چوکی نمبر بارہ سے آگے نہیں جانا چاہیے۔"

"واقعی جب ہم دانستہ خطرات سے کھیلنے جا رہے ہیں تو اس لڑکی کی موجودگی سے کوئی فرق نہیں پڑے گا بلکہ آپ بھی اس کے دماغ میں جا کر دُشمنوں کی چالوں کو سمجھ سکیں گے۔"

"یہ چال تو سمجھ میں آ گئی کہ دُشمن کی ٹیم بھی اُس چوکی سے آگے پہنچ رہی ہو گی یا پہنچ چکی ہو گی۔ میرا یہ تجربہ بھی آزما لینا کہ دُشمن کی وہ ٹیم ہم سے ٹکرائے گی لیکن ہمیں جانی نقصان نہیں پہنچائے گی کیونکہ ہم مر جائیں گے تو بابا صاحب کے ادارے کی آئندہ پلاننگ کو سمجھنا ان کے لیے ممکن نہیں ہو گا لہٰذا وہ چاہیں گے کہ ہم زندہ رہیں اور جونی کے ذریعے انھیں ہمارے اقدامات کا علم ہوتا رہے۔"

"واقعی جناب! یہ تجربے اور شطرنج جیسی چالوں والی باتیں ہیں۔"

جونی نے پوچھا "میرے دوست! تم خاموش کیوں ہو؟"

یقیناً جونی نہیں، وہ دُشمن خاموشی کی وجہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "میں اپنے پائلٹ سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے گفتگو کر رہا ہوں۔"

"کیا یہ گفتگو میں نہیں سن سکتا؟"

"تمہارے دماغ میں میرا ایک دُشمن چھپا ہوا ہے اگر وہ بھی دوست بن جائے گا تو میں تمھیں رازدار بنا لوں گا پھر وہ ہماری تمام باتیں سن سکے گا۔"

وہ بولا "میرے دماغ میں کوئی دُشمن چھپا ہوا نہیں ہے۔"

"یہ تم نہیں سمجھ سکو گے، میں تمہارے ذریعے اُسے یہ بتا دوں کہ ہم چوکی نمبر بارہ کی طرف نہیں جا رہے ہیں۔ دُشمنوں کو مایوسی ہو گی جب ہم صبح تک انھیں کہیں نظر نہیں آئیں گے۔"

پائلٹ نے کہا "سر! منزل قریب آ رہی ہے۔"

میں نے جیب سے ایک رومال نکال کر کہا "آؤ جونی میں تھوڑی دیر کے لیے تمھاری آنکھوں پر پٹی باندھ دوں تاکہ کوئی تمہارے ذریعے ہماری اس منزل کا سُراغ نہ لگا سکے۔"

وہ اعتراض کرنے لگا مگر میں نے پٹی باندھ دی پھر دونوں ہاتھ پیچھے باندھتے ہوئے کہا "میں جلد ہی تمھیں ان بندشوں سے آزاد کر دوں گا۔"

ہیلی کاپٹر ایک جگہ اُتر گیا۔ پنکھے کی گردش تھم گئی پھر وہ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا ایک بڑے سے غار کے اندر جانے لگا۔ ہمارے ایک فرانسیسی جاسوس نے اس غار کی نشاندہی کی تھی۔ دو پہاڑیوں کے درمیان جو راستہ گیا تھا اور جہاں دُشمنوں کا کوئی خفیہ اڈا تھا، اُس کے بالکل مخالف سمت دس میل کے فاصلے پر یہ غار تھا۔ ہیلی کاپٹر کو اندر لے جانے کے بعد ہم اسکیٹنگ کا ضروری سامان غار سے باہر لے آئے۔ اپنے ہاتھ میں ایک ایک کدال لی پھر جونی کو باہر لا کر غار کے دہانے کے اوپر برف توڑنے لگے۔ برف ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گرنے لگی۔ یہ کافی محنت کا کام تھا مگر ہم نے برف گراتے گراتے غار کے دہانے کو چھپا دیا۔ اب کوئی دیکھ کر بھی سمجھ نہیں سکتا تھا کہ یہاں کوئی غار ہے۔

اس دوران میں نے جونی کو اپنے قریب رکھا تھا تاکہ وہ آنکھوں سے پٹی نہ ہٹا سکے۔ اس کے اندر رہنے والے نے ایک آدھ بار جونی کو بندھے ہوئے ہاتھ کھولنے پر اُکسایا لیکن میری گرہ کو کھولنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

ہم جونی کو چلاتے ہوئے غار سے دُور لائے پھر اُسے بندشوں سے آزاد کر دیا۔ اُس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "میں کہاں ہوں؟"

"تم اپنے دوست ہارورے کے پاس ہو۔"

ہم نے اپنی اپنی پُشت پر کِٹ باندھی۔ اسکیٹنگ شوز پہنے پھر وہاں سے آگے جانے لگے۔ "مجھے اسکیٹنگ آتی ہے مگر میں کسی بلندی سے چھلانگ نہیں لگا سکوں گا۔"

میں نے کہا "میرے ساتھ تیزی سے چلتے رہو۔ ایسی کوئی جگہ آئے گی تو میں تمہارے لیے سوچوں گا۔"

ہم برف کی سطح پر تیزی سے پھسلتے ہوئے جانے لگے۔ ہمیں کم سے کم وقت میں دس میل کا فاصلہ طے کرنا تھا۔ جونی کے اندر چھپا ہوا دُشمن اضطراب میں مبتلا ہو گیا ہو گا۔ جہاں اس نے اپنے آدمیوں کا جال بچھایا تھا، وہ اب کسی کام نہیں آ سکتا تھا۔ وہ وقفے وقفے سے جونی کے ذریعے ہیرا پھیری کی باتیں کرتا تھا تاکہ ہماری لوکیشن کا کوئی سُراغ ملے لیکن میں بھی ہیرا پھیری سے جواب دیتا رہتا تھا۔

تقریباً چھ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد جونی ایک جگہ گر گیا۔ اُسے چوٹ تو نہیں آئی البتہ گھبرا کر چیخ پڑا تھا۔ میں نے چاروں طرف گھوم کر دیکھا، وہ چیخ دُور تک گونج رہی تھی۔ چاندنی میں نہائی ہوئی برف کی چٹانوں سے ٹکرا رہی تھی۔ میں نے اُسے گلے لگا کر پوچھا "چوٹ تو نہیں آئی؟"

میں گلے لگائے بغیر بھی پوچھ سکتا تھا مگر کسی نہ کسی بہانے اُسے گلے لگائے رکھنے کو جی چاہتا تھا۔ آخر وہ میری چیز تھا۔ میں نے پوچھا "دوست کی بات مانو گے؟"

"ہاں، مانوں گا۔"

"تمہارے ساتھ کوئی حرکت کروں گا تو بُرا تو نہیں مناؤ گے؟"

"بُرا نہیں مناؤں گا، تم بہت اچھے ہو۔"

میں نے اُس کے مُنہ میں کپڑا ٹھونس کر اوپر سے رومال باندھتے ہوئے کہا "تمہارے اندر رہنے والا تمھیں چیخنے پر مجبور نہیں کرے گا۔ تمھاری آواز کو اس ویرانے میں دُور تک نہیں پہنچائے گا۔ تم اس حالت میں میرے آگے چلو گے۔ تمہارے مُنہ سے رومال کے ہٹتے ہی میں لپک کر تمھاری آواز کو دبوچ لوں گا۔"

اس طرح ہم پھر آگے بڑھ گئے۔ دُشمن بھی سوچ رہے ہوں گے کہ کس سے پالا پڑا ہے۔ وہ اپنی معلومات کا ذریعہ میرے پاس رکھتے ہوئے بھی ناکام ہو رہے تھے۔ وہ خیال خوانی کرنے والا مایوس نہیں تھا۔ ابھی آگے بڑے آزمائشی مرحلے تھے اور اُسے کسی نہ کسی مرحلے پر کامیابی کی اُمید تھی۔

ہم نے دس میل کا فاصلہ طے کر لیا۔ ہمارے سامنے چند میل کے فاصلے پر دو پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں جن کے درمیان گزرنے کا راستہ ہو گا یعنی ہم چوکی نمبر بارہ سے آگے ان ہی پہاڑیوں کے دوسری طرف آ گئے تھے۔ پائلٹ نے رسٹ واچ دیکھ کر کہا "تین بج کر پندرہ منٹ ہوئے ہیں۔ قمری حساب سے کوئی آدھے یا پون گھنٹے بعد چاند ڈوبے گا پھر ہم تاریکی میں آگے بڑھ سکیں گے۔"

وہاں دُور تک برف کے چھوٹے بڑے ٹیلے تھے۔ ہم نے ایک بہت بڑے سے ٹیلے کے پاس پہنچ کر اُس کے نچلے حصے کو کدال سے کھودا۔ ٹیلے کے نیچے بڑا سا گڑھا بنایا پھر اُس کے اندر جا کر بیٹھ گئے۔ وہاں میں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اُس دُشمن کے پاس پہنچا جو اپنے سات ساتھیوں کے ساتھ ایک غار میں تھا لیکن فوجی ہیلی کاپٹر آنے کے بعد انھوں نے اپنے بچاؤ کے لیے فائرنگ کی تھی۔ میں فوجی ہیلی کاپٹر میں واپس چلا گیا تھا لیکن اس شخص کے اندر جگہ بنا چکا تھا۔ ہمارے جانے کے بعد انھوں نے اس غار کو چھوڑ دیا تھا بلکہ ڈائنامائٹ سے دھماکا کر کے اُس غار کو تباہ کر دیا تھا تاکہ ان کا کوئی سُراغ نہ ملے۔ وہ وہاں سے دُور دوسرے اڈے پر چلے گئے تھے۔

اُس شخص کی سوچ نے بتایا کہ رات دو بجے اُن کا باس آیا تھا اور اُن سے کہا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہارورے واٹسن ہوٹل سے چل پڑا ہے۔ ہمارے فلائنگ کلب کے جاسوس نے بتایا ہے، ہارورے اسی طرف آئے گا۔ تم یہاں سے گزرنے کے تمام راستوں پر ریموٹ کنٹرول سے منسلک بم جگہ جگہ چھپا کر رکھ دو اور تم الفریڈ، میرے ساتھ آؤ۔"

میں، الفریڈ ہی کے دماغ میں تھا۔ اب وہ باس کے دوسرے اڈے میں تھا اور میری معلومات کے لیے بے اختیار سوچتا جا رہا تھا۔ وہ دوسرا اڈا اُن دو پہاڑیوں کے آخری حصے میں تھا یعنی جہاں میں... جونی اور پائلٹ کے ساتھ گڑھے میں بیٹھا ہوا تھا، وہاں سے وہ اڈا چند میل کے فاصلے پر تھا۔ اُدھر جانے کے لیے دو پہاڑیوں کے درمیان سے گزرنا ضروری تھا۔

میں، الفریڈ کے دماغ میں بیٹھا بڑی اہم معلومات حاصل

کررہا تھا اور یہ پورا یقین ہو رہا تھا کہ آج اور ابھی میں اُس گُمشدہ طیارے تک پہنچ جاؤں گا۔ ایسے ہی وقت میں خیال خوانی سے چونک گیا۔ کوئی ہمارے گڑھے کے قریب سے تیزی سے گزر گیا تھا۔ میں فوراً ہی جونی پر جُھک گیا۔ بڑی پھرتی سے اُس کے لبوں پر چُپ کی مُہر لگادی۔ میں ذرا بھی چُوکتا تو دشمن خیال خوانی کرنے والا اُسے چیخنے پر مجبور کردیتا۔ چند لمحوں کے بعد کوئی دوسرا ہمارے گڑھے کے پاس سے گزرتا ہُوا گیا۔ جونی کا دل میرے دل سے لگا دھڑک رہا تھا۔ وہ خود کو مجھ سے چھڑانے کی کوشش کررہا تھا۔ میں نے رومال نکالا پھر اس کے لبوں کو آزاد کرتے ہی مُنہ میں رومال ٹھونس دیا۔ اوپر سے کپڑا باندھ کر اس کپڑے سے دو دھجیاں نکالیں پھر وہ دھجیاں اُس کے کانوں میں ٹھونس دیں تاکہ دشمن ہمارے آس پاس کی آوازیں اُس کے ذریعے نہ سُن سکے۔

میں حالات سے مجبور ہو کر بے چارے جونی سے محبت بھی کررہا تھا اور اس پر ظلم بھی کرتا جارہا تھا اور یہ اچھا ہی کر رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد کسی عورت کی آواز سُنائی دی۔ وہ اپنے ساتھی سے کچھ کہہ رہی تھی۔ الفاظ صاف سُنائی نہیں دے رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد برف کی سطح پر کدال چلنے کی آوازیں آنے لگیں۔ شاید وہ بھی ہمارے قریب گڑھا کھود رہے تھے، شاید انھیں بھی چاند کے ڈوبنے کا انتظار تھا۔

میں نے سوچ کے ذریعے پائلٹ سے کہا "یہ آنے والے اجنبی بھی سردی سے بچنے کے لیے گڑھا کھود رہے ہیں، یہ لوگ بھی گمشدہ طیارے کی تلاش میں آئے ہیں۔"

جونی کا مُنہ اچھی طرح بند ہوچکا تھا۔ اس کے باوجود ہلکی سی اُوں اُوں کی آواز نکل رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں، تم جونی کو آوازیں نکالنے پر مجبور کررہے ہو اور تم یہ دیکھتے آرہے ہو کہ میں کسی حال میں مجبور ہونا نہیں جانتا۔ ابھی میں اسے بے ہوش کرکے یہاں چھوڑ دوں اور واپسی پر اسے لے جاؤں تو تم نقصان میں رہو گے۔ اس گڑھے سے نکل کر ہم کہاں جائیں گے اور کیا کرتے رہیں گے، یہ تم جونی کے بغیر معلوم نہیں کرسکو گے لہٰذا معلومات میں اضافہ چاہتے ہو اور ہماری کارکردگی کا تماشا دیکھنا چاہتے ہو تو جونی کو ہوش میں رہنے دو۔ اب آواز نکلی تو تم بھی اس کے بے ہوش دماغ سے نکل جاؤ گے۔"

جونی چُپ ہوگیا تھا۔ میں اُس کے ساتھ جدھر بیٹھا ہُوا تھا اُدھر برف کی دیوار تھوڑی تھوڑی گر رہی تھی کیونکہ دوسری طرف کدال چل رہی تھی۔ وہ کمبخت ہماری گود میں ہی آکر بیٹھنے والے تھے۔ کوئی گڑھے میں اُتر گیا تھا اور کھودی ہوئی برف کے ذرات اُٹھا کر باہر پھینک رہا تھا پھر اُس کے دوسرے ساتھی بھی گڑھے میں اُترنے لگے۔ کسی نے اُس دیوار سے ٹیک لگایا تھا جس کے دوسری طرف ہم تھے۔ اچانک برف کی کڑکڑاہٹ اُبھری اور درمیانی دیوار ڈھے گئی۔ ہم سب ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوگئے۔

بڑا عجیب تماشا تھا۔ ہم سب کے ہاتھوں میں سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور اور ایروشوٹر تھے۔ وہ تمام ہتھیار ایک ساتھ چلتے تو ہم سب ایک ساتھ فنا ہو جاتے اسی لیے ہتھیار صرف دھمکیاں بن کر ہاتھوں میں رہ گئے تھے۔

وہ تین تھے۔ ایک عورت اور دو مرد۔ ادھر ہم بھی تین تھے لیکن جونی بندھا ہُوا تھا۔ اُس کا ہونا نہ ہونا برابر تھا۔ ایک نے پوچھا "تم لوگ کون ہو؟ اور یہاں کیوں آئے ہو؟"

میں نے کہا "میرا خیال ہے ہم سب ایک ہی مقصد سے آئے ہیں۔ گمشدہ طیارے کی تلاش میں۔ اب میں سوال کرتا ہوں، تمھارا کس گروہ سے تعلق ہے؟"

اُس عورت نے کہا "ہم آزاد لوگ ہیں، کسی سپر پاور یا کسی تنظیم سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمارے خاندان کے کچھ افراد اُس طیارے میں سفر کررہے تھے اور ہم اپنے اُن عزیزوں کی زندگی یا موت کا یقین کرنے آئے ہیں"

اُس عورت کے پاس بیٹھا ہُوا شخص اپنے آنسو پونچھ رہا تھا۔ اُس عورت نے اُس کا سر اپنے سینے پر رکھ کر تھپکتے ہوئے کہا "حوصلہ رکھو، تمھاری بیٹی زندہ ہوگی۔ تم تمام عمر دوسروں سے نیکیاں کرتے آئے ہو، تمھیں اتنی ساری نیکیوں کے انعام میں وہ زندہ ملے گی۔"

وہ بولا "جوزا! میں صبر کررہا ہوں اور پورے حوصلے سے یہاں تک آیا ہوں۔ میں اُس گمشدہ طیارے تک ضرور پہنچوں گا"

میں ابھی انھیں پہچان نہیں رہا تھا لیکن قارئین نے جوزا کا نام سُن کر پہچان لیا ہوگا۔ وہ رونے والا آرمر تھا، اس کی آنکھوں سے جو جو کے لیے بے اختیار آنسو نکل آئے تھے

اُس وقت وہ میک اپ میں تھا اور بدلے ہوئے لہجے میں بول رہا تھا۔ ویسے اُس نے مجھے پہچان لیا ہوگا۔ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص نے مجھ سے کہا "تم ہو بہو فرہاد ہو، اگرچہ وہ اس دُنیا میں نہیں رہا ہے لیکن کوئی بھی تمھیں دیکھ کر دھوکا کھا سکتا ہے۔"

جوزا نے پوچھا "کیا تم فرہاد کا رول ادا کرنے آئے ہو؟ تم نے اس کا چہرہ اپنایا ہے؟"

"میں نے میک اپ نہیں کیا ہے۔ یہ میرا اپنا پیدائشی چہرہ ہے۔ مجھے بھلا فرہاد کا رول ادا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تو بابا صاحب کے ادارے سے آیا ہوں۔"

آرمر کچھ کہنے کے لیے بے چین ہو رہا تھا لیکن پہچان لیے جانے کے اندیشے سے چُپ رہنے پر مجبور تھا۔ اُس نے مجھے ان دِنوں دیکھا تھا جب میں اپنوں کے سامنے فرہاد ہونے کا دعویٰ کیا کرتا تھا۔ اس وقت وہ نظریں جُھکائے خاموش تھا۔ میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے جوزا کو میرے متعلق بتا رہا تھا کیونکہ جوزا مجھے بڑی توجہ سے دیکھتی جارہی تھی۔

اُن کے ایک ساتھی نے جونی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا "اسے کیوں باندھ رکھا ہے، یہ لڑکی ہے یا لڑکا؟"

جونی نے بندھے ہوئے مُنہ سے اُوں اُوں کی آواز نکالی پھر انکار میں سر ہلایا۔ میں نے کہا "یہ لڑکا ہے، اس کے دماغ میں ایک دُشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔ میں نے اس کے کانوں میں کپڑا ٹھونس دیا ہے ورنہ وہ خیال خوانی کرنے والا اس کے ذریعے آواز سُن کر تمھارے دماغوں میں پہنچ جاتا۔"

اُس نے کہا "ہم تینوں حساس دماغ رکھتے ہیں، آنے والے کو بھگا دیں گے۔ تم اس بے چارے کو کھول دو۔"

میں نے اُسے کھول دیا، وہ بولا "ایسا کب تک ہوتا رہے گا، ہم دوست ہو کر کب تک دُشمنی کرتے رہو گے، مجھے یقین ہوگیا ہے کہ میرے اندر کوئی چھپا ہُوا ہے، اسی لیے میں اچانک تمھارے خلاف حرکتیں کرنے لگتا ہوں۔"

میں نے اُسے تھپکتے ہوئے کہا "ذرا صبر کرو، مجھے یہاں سے فرصت ملنے دو، پھر میں تمھارے اندر کے شیطان کو بھگا دوں گا۔"

آرمر کے ساتھی نے پوچھا "تم لوگ طیارے کو کیوں تلاش کررہے ہو؟"

میں نے آرمر کی طرف انگلی اُٹھا کر کہا "جس طرح تمھارے ساتھی کی بیٹی اُس طیارے میں تھی اُسی طرح میری بہو جو جو بھی اسی میں اغوا کر کے لے جائی جارہی تھی۔"

اس بات پر آرمر نے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا تھا۔ جوزا نے اُسے فوراً ہی اپنی طرف کھینچ کر اس کا سر پھر اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔ میں نے کہا "ہم سب صدمات کے مارے ہیں۔ کسی لالچ میں یا مجرمانہ مقاصد کے لیے نہیں آئے ہیں۔ کیا ہم ایک دوسرے پر بھروسا کرسکتے ہیں؟"

جوزا نے کہا "تم ہمارے دل کی بات کہہ رہے ہو۔"

اُس کے ساتھی نے سانس روک کر کہا "ابھی کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا، میں نے بھگا دیا۔"

میں نے کہا "میں بھی خیال خوانی کرتا ہوں مگر یقین کرو ابھی کوئی دُشمن تمھارے پاس آیا تھا۔"

"ہمیں یقین ہے ہم ایک دوسرے پر اعتماد کریں گے۔"

میرے پائلٹ نے کہا "چاند ڈوب رہا ہے ہمیں چلنے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔"

ہم ایک ایک کرکے گڑھے سے باہر آئے۔ چاند ڈوب رہا تھا۔ چاندنی بُجھتی جارہی تھی۔ میں نے دو پہاڑیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "ہماری معلومات کے مطابق ان پہاڑیوں کے سامنے ایک وسیع و عریض گہری جھیل ہے۔ جھیل کے پانی پر برف کی موٹی تہ جمی ہوئی ہے۔ آنکھیں دھوکا کھاتی ہیں کہ وہ ہموار میدان ہے۔ یوں اُس پر چلنے والے اندر دھنس جاتے ہیں۔ جھیل کی گہرائی میں ڈوب جاتے ہیں۔"

آرمر کے ساتھی نے کہا "اچھا ہُوا تم نے خطرے سے آگاہ کردیا لیکن تم یہاں کا جغرافیہ کیسے جانتے ہو؟"

"یہ نہ پوچھو، میرے پیچھے چلتے رہو، کوئی خطرہ پیش آئے گا تو پہلے میں اس کا سامنا کروں گا۔"

ہم سب برف کی سطح پر پھسلتے ہوئے جانے لگے۔ جھیل والی بات میں نے الفریڈ کے دماغ میں رہ کر معلوم کی تھی۔ میں معلومات کا یہ ذریعہ جونی کے اندر چھپے ہوئے شخص کو بتانا نہیں چاہتا تھا۔ ہم کئی میل کا لمبا چکر کاٹ کر پہاڑی کے درمیانی راستے کی سمت جارہے تھے تاکہ نادیدہ جھیل سے بچے رہیں۔

میں بڑی تیزی سے جارہا تھا۔ جونی بھی میرے ساتھ رفتار بڑھا رہا تھا۔ باقی لوگ ذرا پیچھے رہ گئے تھے۔ جونی نے ذرا قریب ہو کر پوچھا "تم نے اس عورت جوزا کو دیکھا ہے؟"

"ہاں، دیکھتا آرہا ہوں۔"

"وہ تمھیں بڑی لگاوٹ سے دیکھ رہی تھی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "دیکھنے دو۔"

"کیا تم اس سے دوستی کرو گے؟"

میں نے پوچھا "تم بتاؤ، دوستی کرنا چاہیے یا نہیں؟"

"یہ تو اچھی بات نہیں ہے، مجھ سے بھی دوستی کرو گے اور اُس سے بھی۔"

"تو کیا ہُوا، وہ عورت ہے اور تم لڑکے ہو، مرد ہو۔"

وہ کچھ اُلجھ سا گیا۔ رفتار بڑھاتا ہُوا آگے نکل گیا۔ اس کے اندر پچھلے خوابوں اور حقیقت کی کھچڑی پک رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے اندر سے کیا ہونے لگتا ہے۔

ہم آگے پیچھے پہاڑیوں کے درمیانی راستے تک پہنچ گئے۔ جوزا تیزی سے پھسلتی ہوئی میرے پاس آکر رک گئی پھر بولی: "ہمارے نقشے اور معلومات کے مطابق یہی جگہ ہے، وہ گمشدہ طیارہ یہاں سے آگے نہیں جا سکتا تھا۔ آگے جھیل ہے، ہم جدھر سے آئے ہیں اُدھر طیارہ مڑ نہیں سکتا تھا کیونکہ راستہ تنگ ہے، ہم اپنی منزل تک پہنچ گئے ہیں۔"

ہمارے قریب آرمر آکر رک گیا۔ کہنے لگا: "میں جتنا منزل کے قریب پہنچ رہا ہوں، اتنا ہی اضطراب بڑھتا جا رہا ہے۔"

جوزا نے کہا: "پھر آنسو نہ بہانا نہیں تو میں تم سے نہیں بولوں گی۔"

جونی ذرا دور کھڑا مجھے اور جوزا کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے جوزا کے اور قریب ہو کر آرمر کے متعلق کہا: "بات بات پر آنسو بہانے والوں کو ایسی مہم میں شریک نہیں کرنا چاہیے۔"

وہ بولی: "میرا ساتھی مضبوط اعصاب رکھتا ہے مگر دل دردمند ہے۔ یہ میری جان ہے، میری زندگی ہے، میں اسے کاٹیج میں چھوڑ کر نہیں آ سکتی تھی۔"

میں نے اپنی کٹ میں سے کاشن انڈیکیٹر نکالا۔ اس آلے کے ذریعے معلوم کیا جا سکتا تھا کہ پانچ یا چھ گز کے فاصلے تک کوئی بارودی سرنگ یا ریموٹ کنٹرول سے بلاسٹ ہونے والے بم چھپا کر رکھے گئے ہیں یا نہیں۔ ایسا خطرہ ہو تو ننھا سا سرخ بلب جلنے بجھنے لگتا تھا۔

ہم نے ہتھیار سنبھال لیے تھے اور کاشن انڈیکیٹر کی رہنمائی میں آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ کچھ دور جا کر میں اچانک برف کی سطح پر پھسل گیا۔ یہ میری چھٹی حس کا کمال تھا۔ میں جان بوجھ کر پھسل گیا تھا۔ خطرے کا احساس غلط نہیں تھا۔ ایک چھوٹا سا تیر میرے سر کے قریب سے گزرتا ہوا دوسری طرف برف کی ایک سل میں پیوست ہو گیا تھا۔ میں نے کہا: "بیٹھ جاؤ یا لیٹ جاؤ۔"

ایسا کہنے سے پہلے ہی میں نے جونی کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پاس گرا لیا تھا۔ جوزا اور آرمر کے ساتھ آنے والا شخص پھرتیلا تھا۔ اس نے برف کی سطح پر گرتے ہی سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے اُدھر گولی چلائی جدھر سے تیر آیا تھا۔ ایک شخص چٹان پر سے چیخ مارتا ہوا نیچے آکر لاش میں تبدیل ہو گیا۔

میرے پائلٹ نے مسلسل چھ گولیاں چلائیں جس کے نتیجے میں دو لاشیں اور گریں۔ ہم سب اوندھے منہ رینگتے ہوئے دوسری پہاڑی کے ایک ایسے حصے میں پہنچے جہاں ایک غار تھا اور اس کا دہانہ اتنا بڑا تھا کہ چھوٹے سائز کا طیارہ آسانی سے اندر جا سکتا تھا۔

ہم نے غار میں داخل ہوتے وقت پھونک پھونک کر قدم رکھا مگر اچانک ہر طرف سے دشمن چھلانگیں لگا کر ہم پر حملہ کرنے لگے۔ وہاں اچھی خاصی جنگ شروع ہو گئی۔ ہم ڈٹ کر مقابلہ کر رہے تھے۔ میں حملہ آوروں کی اچھی طرح پٹائی کر رہا تھا لیکن حیران ہو کر کبھی کبھی جونی کو دیکھتے وقت خود مار کھا جاتا تھا۔ وہ زبردست فائٹر ہونے کا ثبوت دے رہا تھا۔ ایسی پھرتی سے پینترے بدلتا، قلابازی کھاتا اور فلائنگ کک مارتا تھا کہ اس پر آنکھ نہیں ٹھہرتی تھی۔ برین واشنگ کے نتیجے میں اس کے دماغ سے بہت سی بات اور یادداشتیں مٹ چکی تھیں اور جو مٹ چکی تھیں انھیں خیال خوانی کے ذریعے پڑھا نہیں جا سکتا تھا البتہ ناگہانی آفات پر بے اختیار چھپی ہوئی صلاحیتوں کا مظاہرہ ہو جاتا ہے اور جونی اس وقت بھرپور صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

تھوڑی سی دیر میں کچھ زخمی ہو کر گرے۔ کچھ ہماری گولیوں کا نشانہ بنے پھر میدان صاف ہو گیا۔ ہم چاروں طرف دیکھتے ہوئے غار کے اندر دور تک جانے لگے۔ دائیں بائیں دیواروں پر برف جمی ہوئی تھی۔ کہیں سے دشمنوں کے آنے کا اندیشہ نہیں تھا۔

پائلٹ نے کہا: "دشمنوں کی خاموشی اور دوری کچھ معنی رکھتی ہے۔ اُن کے حملہ کرنے کے دو ہی راستے ہیں، وہ آگے سے آئیں گے یا پیچھے سے۔"

ہم جو سوچ رہے تھے اس کے برعکس ہوا۔ ہمارے دائیں بائیں دیواروں پر جمی ہوئی برف تڑخنے لگی [illegible] لگی، ٹوٹ کر گرنے لگی۔ گرتی ہوئی برف کے پیچھے گن [illegible] ہوئے دشمن نظر آ رہے تھے، ہم کس کس کو گولی مار سکتے تھے۔ ہر طرف سے برف ٹوٹ رہی تھی اور گن مین نکلتے آ رہے تھے۔ پھر لاؤڈ اسپیکر سے آواز ابھرنے لگی: "جو زندہ رہنا چاہتا ہے، وہ ہتھیار پھینک دے۔ مرنے کی آرزو ہو تو گولی چلائے۔"

سب سے پہلے میں نے ہتھیار کو پھینکا پھر دوسرے ساتھی بھی پھینکنے لگے۔ اسپیکر سے آواز ابھری: "اپنی اپنی پشت پر سے کٹ اتار دو۔"

ہم نے یہ بھی کیا۔ تیسرے حکم کے مطابق ہم نے جیبیں بھی خالی کر دیں۔ اب ہمارے جسموں پر صرف لباس، پاؤں میں جوتے اور سروں پر ہیلمٹ رہ گئے تھے۔

اسپیکر سے کہا گیا: "میں حیران ہوں، میری آواز سن کر تم میں سے کوئی دماغ میں نہیں آیا کیوں مسٹر ہاروے! سانپ کیوں سونگھ گیا؟ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو، میرے پاس آؤ۔"

میں نے کہا: "تمہارا دماغ دوسروں کے لیے حساس ہوگا، تم دوسروں کی سوچ کو محسوس کرتے ہو گے لیکن مجھے محسوس نہ کر سکے۔ میں ابھی تمہارے دماغ میں آیا تھا پھر شرما کر واپس ہو گیا کیونکہ وہ تمہیں اِدھر اُدھر سے چوم رہی تھی۔"

اسپیکر کے ذریعے بولنے والے کو چپ لگ گئی۔ میں نے جو کہا اسے وہ جھٹلا نہیں سکتا تھا۔ حیران ہو رہا ہوگا کہ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کیوں نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اس کے دماغ میں نہیں گیا تھا، اپنی عقل اور سماعت کی تیزی سے کام لیا تھا۔ اس بولنے والے نے یقیناً مائیک کو اپنے منہ کے قریب رکھا ہوگا۔ اُس کے بولنے کے دوران چومنے کی ہلکی ہلکی سی آواز بھی مائیک کے ذریعے آ رہی تھی۔ دوسرے توجہ دینے والے بھی سن سکتے تھے لیکن میرے ساتھیوں کو شکست کھانے کا صدمہ تھا اور ہمیں گھیرنے والوں کو فتح حاصل کرنے کا غرور تھا۔ یوں کسی نے ہلکی ہلکی سی آوازوں کو نہیں سنا تھا۔

اسپیکر سے آواز آئی: "ہاروے! تم شیطان ہو، ناممکن کو ممکن بنا رہے ہو۔ میرا جسم، میرا دماغ فولاد ہے، تم میرے دماغ میں کیسے آ گئے تھے، پھر ایک بار آؤ۔"

"بلانا ہی ہے تو روبرو بلاؤ۔ میں سامنے آکر بتاؤں گا کہ کس طرح تمہاری لاعلمی میں تمہارے اندر آکر واپس جا سکتا ہوں۔"

"تم سمجھتے ہو میرے سامنے آکر تیر مار لو گے۔ کوئی چالاکی دکھا سکتے ہو تو آؤ، یہاں تمہارے ہوش اُڑ جائیں گے۔ کمانڈر! صرف ہاروے کو یہاں لاؤ۔"

ہمارے آس پاس جتنے گن مین کھڑے ہوئے تھے ان کے کمانڈر نے میرے پاس آکر ایک آلے کے ذریعے مجھے سر سے پاؤں تک چیک کیا۔ وہ ہمیں پہلے ہی تمام ہتھیاروں سے خالی کر چکے تھے۔ اس آلے نے بتایا میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ دو گن مین میرے پیچھے آکر کھڑے ہو گئے، کمانڈر آگے چلنے لگا۔ ایک گن مین نے پیچھے سے مجھے دھکا دیا۔ میں نے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا، جونی بہت پریشان نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "مجھے حوصلہ رکھنا چاہیے، میرا دوست ہاروے زندہ سلامت واپس آئے گا۔"

میں، کمانڈر اور گن مین کے درمیان چلتا ہوا غار کی ایک دیوار کے پاس آیا جہاں بڑا سا دروازہ تھا۔ کمانڈر نے دروازے کو کھولا۔ اندر ایک بڑا سا ہال تھا۔ ہم اندر آئے۔ ہال کے وسط میں ایک قد آور پہلوان نما انگریز کھڑا ہوا تھا۔ اس کے بازو سے ایک حسینہ چپکی ہوئی تھی۔

وہ قد آور شخص اُن کا باس تھا۔ اُس نے کمانڈر کو جانے کا اشارہ کیا۔ وہ گن مین کے ساتھ باہر چلا گیا۔ دروازہ خودکار تھا، وہ خود بخود بند ہو کر لاک ہو گیا۔ باس نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا: "سنا تھا فرہاد کے ہم شکل ہو، اُسی کی طرح خطرات میں کودنے اور مرنے یہاں آ گئے ہو۔"

"کون مرتا ہے یہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔"

"میں ابھی تمہیں بتاؤں گا کہ موت کیسے آتی ہے۔ پہلے میرے دماغ میں آکر میری اُلجھن دور کرو۔"

"میں کیسے آ سکتا ہوں، تم حساس ہو، سانس روک لو گے۔"

"ہاں میں سانس روک لیتا ہوں مگر تم کیسے آئے تھے؟"

"میں کب آیا تھا؟"

وہ غصے سے دہاڑتا ہوا بولا: "ابھی تم نے بتایا تھا کہ یہ ذلیل حسینہ میرے ساتھ کیا کر رہی تھی؟"

"ہاں بتایا تھا، تم نے بولتے وقت مائیک کو بالکل ہی قریب رکھا تھا جس کے نتیجے میں بوسوں کی آوازیں بھی دوسری طرف آ رہی تھیں۔ میں نے وہی بیان کر دیا جو سننے میں آ رہا تھا۔"

اس کے دیدے حیرت سے پھیل گئے پھر اسے غصہ آیا کہ اتنی سی بات اُس کی سمجھ میں کیوں نہیں آئی۔ اُس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے مائیک کو میری طرف پتھر کی طرح پھینکا۔ میں نے اُسے کیچ کرتے ہی پھرتی سے واپس مارا، وہ اُس کی ایک آنکھ میں جا کر لگا، وہ غرانے لگا۔ میں دوڑتا ہوا دروازے کے پاس پہنچا۔ وہ میری طرف بڑھتے ہوئے بولا: "تمہارا باپ بھی باہر نہیں جا سکے گا۔ دروازے سے باہر جاتے ہی تمہیں گولی مار دی جائے گی۔"

میں نے اندر سے چٹخنی لگاتے ہوئے کہا: "میں اسے کھولنے نہیں بند کرنے آیا ہوں تاکہ تم بھاگ کر باہر نہ جا سکو۔"

وہ یک بیک قہقہے لگانے لگا۔ قہقہوں کے دوران کہنے لگا: "یہ میرے سامنے چوہا ہے اور کہتا ہے اس کے ڈر سے شیر بھاگ جائے گا۔"

میں اُس سے مقابلہ کر کے اُسے چوہا بنا سکتا تھا مگر سونیا کا یہ اصول بہتر ہے کہ وقت ضائع نہ کرو۔ میں نے اپنے سر کی طرف ہاتھ لا کر ہیلمٹ کے ایک بٹن کو دبایا۔ اُس ہیلمٹ کے خول میں بے ہوش کرنے والی گیس بھری ہوئی تھی جو بٹن دبانے سے خارج ہوتی تھی۔

دشمنوں نے میری اچھی طرح تلاشی لی تھی۔ چیک کرنے والا آلہ ٹھوس ہتھیاروں کی نشاندہی کرتا ہے۔ ٹھک

گیس کا سُراغ نہیں لگا سکتا۔ وہ قہقہے لگاتے لگاتے یوں رُک گیا جیسے تیز رفتار گاڑی کو بریک لگایا گیا ہو۔ اُس نے سانس لی پھر روکی، مَیں نے اُس کے مُنہ پر گھونسا جڑ دیا۔ وہ پھر سانس لینے پر مجبور ہُوا اور گیس کے اثر سے لڑکھڑا گیا۔

وہ حسینہ بھی چکرا کر گر پڑی تھی۔ مَیں نے سانس روکی ہوئی تھی۔ باس پر دوسرا حملہ کرنا چاہتا تو مجھے بھی جھٹکا لگتا اور مَیں ایک ذرا سانس لینے پر مجبور ہوتا پھر گیس میرے اندر بھی پہنچ جاتی۔ وہ گر پڑا تھا مگر چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتا ہُوا دوسرے دروازے کی طرف جا رہا تھا۔ مَیں آسانی سے اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتا چلا، دوسرا دروازہ کھولنے کی چابی اُس کی جیب میں ہے اور اُس دروازے کے پیچھے بھی ایک بہت بڑا دروازہ ہے جس کے پیچھے گمشدہ طیارہ موجود ہے۔

مَیں نے اُس کی جیب سے چابیاں نکالیں۔ وہ میرا ہاتھ پکڑنا چاہتا تھا مگر تھرتھرا رہا تھا۔ مَیں نے سوچ کے ذریعے پوچھا "تمام گن مینوں سے کیسے نجات مل سکتی ہے؟"

اُس کا کمزور دماغ جواب دینے پر مجبور تھا۔ اُس نے خاطر خواہ جواب دیا پھر بے ہوش ہو گیا۔ مَیں نے اُس دوسرے دروازے کو کھولا، جلدی سے دوسری طرف آ کر اُسے بند کیا پھر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ چاروں طرف گھوم کر دیکھنے لگا۔ غار میں جہاں سے ہم داخل ہوئے تھے، وہاں سے یہاں تک گیس لائٹ کی روشنی تھی۔ اُس کمرے کی مشینوں اور آلات کو دیکھ کر پتا چلا کہ یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک جنریٹر ہے جس کا سوئچ یہاں ہے، اگر خطرہ بڑھ جائے تو جنریٹر چلا کر الیکٹرونک آلات اور ہتھیاروں کے ذریعے جسے چاہے نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔

مَیں نے ایک سوئچ دبا کر ایک کل کو زور سے جھٹکا دیا تو دُور کہیں جنریٹر آن ہو گیا۔ بلب روشن ہو گئے۔ مَیں نے بڑے سے ٹی وی کو آن کیا۔ اس کے اسکرین پر غار کا وہ حصّہ دکھائی دیا جہاں میرا جونی دوسرے ساتھیوں کے ساتھ دُشمنوں کے نرغے میں تھا۔ باس نے بے ہوش ہونے سے پہلے بتایا تھا کہ خفیہ سب مشین گنیں کہاں چھپی ہوئی ہیں اور انھیں کمپیوٹر کے ذریعے کس طرح کام میں لایا جا سکتا ہے۔

مَیں نے کمپیوٹر کو آپریٹ کرنا شروع کیا۔ اسکرین پر نظر آ رہا تھا، جگہ جگہ برف کی دیواریں توڑتی ہوئی سب مشین گنیں خود بخود باہر نکل رہی تھیں۔ باس کے مسلح جوان اُن گنوں کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے، شاید سوچ رہے تھے کہ انھوں نے جب اپنے ہتھیاروں سے آنے والوں کو قیدی بنا لیا ہے تو پھر سب مشین گنوں کی کیا ضرورت ہے؟

ضرورت کا پتا چل گیا۔ مَیں جس بٹن پر انگلی رکھتا تھا اُس سے منسلک رہنے والی مشین گن سے تڑاتڑ فائرنگ ہونے لگتی تھی۔ باس کے آدمی گولیاں کھا کر گر رہے تھے یا جان بچانے کے لیے اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ وہ جدھر بھی بھاگتے تھے مَیں اُدھر کا بٹن دبا دیتا تھا۔ اُدھر کی سب مشین گن ان کے لیے موت کا سامان کر دیتی تھی۔ اس بھیڑ میں مَیں نے کمانڈر کو بھی مرتے دیکھا۔ اُس کی موت نے باقی ماندہ دُشمنوں کے قدم اکھاڑ دیے۔ وہ بھاگتے ہوئے نہ جانے کہاں چلے گئے، اسکرین پر نظر نہیں آ رہے تھے۔

مَیں نے ایک مائیک آن کر کے مخاطب کیا "ہیلو جونی!"

وہ چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ مَیں نے کہا "مَیں تمھیں ایک اسکرین پر دیکھ رہا ہُوں، تم لوگ مجھے نہیں دیکھ سکو گے اور تم سب کو کیا ہُوا ہے، اس طرح گم صُم کیوں ہو؟ اپنے ہتھیار اٹھاؤ، اب کوئی دُشمن نظر آئے تو اُسے گولی مار دو۔"

وہ ہتھیار اٹھانے لگے۔ جوزا نے پوچھا "مسٹر ہارڈے! تم کہاں ہو؟"

اس سے پہلے کہ مَیں جواب دیتا، جونی نے اُس سے کہا "وہ جہاں بھی ہے میرا دوست ہے، تمھارا دوست نہیں ہے۔ تمھیں اتنی بے چینی کیوں ہے؟"

مَیں نے اسکرین پر اُسے دیکھتے ہوئے کہا "جونی! یہ بُری بات ہے، کسی بھی عورت سے اس لہجے میں بات نہیں کرنا چاہیے۔"

پھر مَیں نے جوزا سے کہا "مَیں ابھی تھوڑی دیر بعد تم سب کو یہاں بُلاؤں گا۔"

مَیں نے مائیک کو آف کیا پھر دروازہ کھول کر اُس کمرے میں آیا جہاں باس اپنی حسینہ کے ساتھ بے ہوش پڑا ہُوا تھا۔ بے ہوش کرنے والی گیس اب کمرے کی محدود فضا میں نہیں تھی۔ مَیں نے کمرے کی ایک ایک چیز کو دیکھا۔ الماری کھول کر فائلوں پر سرسری نظر ڈالی۔ دوسری الماری کے خانوں میں مائیکرو فلمیں رکھی ہوئی تھیں، اُن کے لیبل سے ان کی اہمیت کا اندازہ ہوتا تھا۔ ان میں اہم ممالک کے اہم راز چھپے ہوئے تھے۔ ہر فائل کا تعلق کسی نہ کسی ملک سے تھا۔

گویا یہ دُنیا کے تمام ممالک کے اہم راز چرانے والوں کی ایک تنظیم تھی۔ انھوں نے تمام رازوں کو چھپانے اور محفوظ رکھنے کے لیے اس برفانی علاقے میں یہ اڈا بنایا تھا۔ مَیں نے فرانس کی ملٹری انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ وہ اعلیٰ افسر مقامی فوج کے میجر کے پاس بیٹھا ہُوا تھا۔ وہ سب میری طرف سے ملنے والی اطلاعات کے منتظر تھے۔ میرے ایک اشارے پر مقامی فوج حرکت میں آ سکتی تھی۔

مَیں نے اعلیٰ افسر سے کہا "مَیں پُراسرار خفیہ اڈے میں

پہنچ گیا ہوں۔ ابھی آپ مقامی فوج کے میجر کو کچھ نہ بتائیں، پہلے میری باتیں سُن لیں۔ یہاں کی ایک الماری میں کتنے ہی ممالک کے اہم راز مائیکرو فلم کی صورت میں رکھے ہوئے ہیں، ان میں فرانسیسی حکومت کے بھی راز ہیں۔ یہ فلمیں اور اہم فائلیں مقامی فوج کے ہاتھوں میں نہیں آنا چاہییں۔"

وہ بولا "شکریہ وولف! تمام مائیکرو فلمیں اپنے پاس چھپا لو اور فائلوں کو جلا ڈالو۔"

"مَیں یہی کرنے جا رہا ہُوں مگر آپ دوسروں کے سامنے مجھے وولف نہیں ہارڈے کہہ کر مخاطب کریں گے۔"

"او کے۔ تم کتنی دیر میں ہمیں بُلا رہے ہو؟"

مَیں نے کہا "اس خفیہ اڈے کے ایک حصّے میں وہ گمشدہ طیارہ ہے۔ ایک طیارے کو یوں چھپائے رکھنے میں کوئی خاص مصلحت ہو گی۔ یہ تمام ممالک کے درمیان اہم رازوں کی دلالی کرنے والی تنظیم ہے۔ اس طیارے سے بھی اہم راز برآمد ہو سکتے ہیں، اس لیے آپ مزید آدھا گھنٹا انتظار کریں۔"

مَیں نے رابطہ ختم کیا۔ باس کے پاس آ کر اُس کی نبض دیکھی۔ بے ہوشی ختم ہو رہی تھی، صرف اتنی غفلت رہ گئی تھی جو گہری نیند کے دوران رہتی ہے۔ مَیں نے اُس کے خوابیدہ دماغ کو گمشدہ طیارے کے متعلق سوچنے پر مائل کیا۔ وہ سوچنے لگا "طیارے کے اندر مُردہ مسافر ہیں اور ان کا سامان ہے۔ تلاش کرنے والوں کو اس سے زیادہ کچھ نظر نہیں آئے گا جبکہ تین بڑے ممالک کے اہم راز اس طیارے کے ذریعے یہاں لائے گئے ہیں۔"

مَیں نے سوچ کے ذریعے پوچھا "تم نے وہ راز طیارے سے نکال کر کہاں چھپائے ہیں؟"

"وہ ابھی تک طیارے میں ہیں۔ مَیں اس اڈے کا انچارج ہُوں۔ ہماری تنظیم کے سربراہ دوسرے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ راز کہاں چھپا ہُوا ہے۔ مجھے حکم دیا گیا تھا کہ حالات سازگار ہوتے ہی دو انجینئر آئیں گے اور اُس طیارے کے مختلف حصّوں کو کھول کر الگ کریں گے، تب تک اس طیارے کو چھپا کر رکھا جائے۔"

وہ ہوش میں آنے ہی والا تھا۔ مَیں نے سوالات کیے کہ "اُس طیارے میں کتنا ایندھن ہے؟ اور اُسے قابلِ پرواز رکھا گیا ہے یا نہیں؟"

اُس نے جواب دیا "ایندھن پورا ہے اور طیارے میں کوئی خرابی پیدا نہیں کی گئی ہے۔"

ایسا کہتے وقت اُس نے آنکھ کھول دی۔ مَیں نے اُس کا سائیلنسر لگا ہُوا ریوالور اُٹھا کر کہا "تمھارا جسم فولاد کا ہے، تمھارا دماغ فولاد کا ہے مگر تم ایک لاش کی طرح پڑے ہوتے ہو۔ میرا خیال ہے تمھاری تنظیم کے سربراہوں کو اب تمھاری ضرورت نہیں رہے گی۔"

اُس نے اُٹھنے کی کوشش کی پھر چکرا کر گر پڑا۔ کہنے لگا "مجھے نہ مارو، مجھے دوست بنا لو، مَیں تمھیں یہاں کے اہم راز بتاؤں گا۔"

"تم اپنے سربراہوں سے غدّاری کر کے میرے وفادار کیسے رہو گے؟"

"تم مجھے ایک بار آزما کر دیکھ لو۔"

مَیں نے پوچھا "اس طیارے کا پائلٹ کون ہے؟ اسے کس طرح یہاں لایا گیا ہے؟"

"مَیں نے پائلٹ کو گولی مار دی تھی۔ حسینہ جو بے ہوش پڑی ہے، اس طیارے کی پائلٹ بن کر آئی ہے۔ ہماری تنظیم سے اس کا خاص تعلق ہے۔ یہ جانتی ہے کہ طیارے کو یہاں کیسے لایا گیا تھا اور یہاں سے کیسے نکالا جا سکتا ہے۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی مَیں نے اُسے گولی مار دی۔ مجھے اب اس کی نہیں حسینہ کی ضرورت تھی۔ مَیں یہاں ایسے کسی اہم فرد کو زندہ رکھنا نہیں چاہتا تھا جس کے دماغ میں کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا پہنچ جائے اور وہ دوسرا جونی کے اندر موجود تھا۔

حسینہ نے آنکھیں کھولیں۔ ابھی اُس کے اعصاب کمزور تھے۔ اُس نے بڑی کمزوری اور بے بسی سے مجھے دیکھا۔ وہ سوچ رہی تھی "یہ ہارڈے ہم پر غالب آ گیا ہے۔ اس اڈے کے انچارج کو گولی مار چکا ہے، اب میری باری ہے۔"

مَیں نے اُسے سوچنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا تھا اور چُپ چاپ اُس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ طیارے کی پائلٹ تھی مگر کو پائلٹ بن کر آئی تھی۔ اس تنظیم کے ایک سربراہ کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزار چکی تھی اور اُس سربراہ کا تعلق پیرس سے تھا۔ مَیں نے حسینہ کے دماغ سے اس کی رہائش گاہ کا پتا معلوم کر لیا۔

وہ قالین پر چت لیٹی ہوئی تھی۔ مجھے لبھانے اور اپنی طرف مائل کرنے کے لیے اپنے بدن سے کپڑا ہٹانا چاہتی تھی مگر مَیں نے خیال خوانی کے ذریعے اُسے ہٹانے نہیں دیا۔ وہ بولی "کس بات کا انتظار ہے، مجھے گولی کیوں نہیں مارتے؟"

مَیں نے پوچھا "مرنا چاہتی ہو یا دوست بن کر جینا؟"

"مَیں جینا چاہتی ہوں، مجھے تمھاری دوستی پر ناز ہو گا۔ تم بہت باکمال ہو، بالکل فرہاد کی طرح میدان مار رہے ہو۔"

"میری تعریف نہ کرو، کام کی باتیں سُنو۔ ابھی میرے ساتھی یہاں آئیں گے، تم اس لمحے سے گونگی بن رہی ہو، کسی کو اپنی

آواز نہیں سناؤ گی، کسی سے نظریں نہیں ملاؤ گی۔"

"میں سمجھ گئی۔ تمہارے ساتھیوں میں کوئی خیال خوانی کرنے والا ہے۔"

"ہاں، میں نہیں چاہتا کوئی دشمن تمہارے ذریعے یہاں کے راز معلوم کرے۔ جب مجھے بات کرنا ہو گی تو میں تمہارے دماغ میں آؤں گا۔"

"میں کیسے پہچانوں گی کہ تم ہو یا کوئی اور؟"

"جب تک تم گونگی رہو گی، کوئی اور تمہارے اندر نہیں آئے گا۔ اگر تم ذرا بھی آواز نکالو گی تو میں اسی وقت تمہیں مار ڈالوں گا۔"

میں نے وہاں کا دروازہ کھول دیا۔ سب سے پہلے جونی دوڑتا ہوا آیا پھر بولا "اتنی دیر کیا کر رہے تھے، مجھے غصہ آ رہا تھا اور یہ عورت کون ہے؟"

جوزا نے پوچھا "طیارہ کہاں ہے؟"

میں نے کہا "میرے ساتھ آؤ۔ میں نے بھی ابھی تک اس طیارے کو نہیں دیکھا ہے۔"

پھر میں نے اپنے پائلٹ سے حسینہ کے متعلق کہا "یہ گونگی ہے مگر ہمارے لیے خطرناک ہو سکتی ہے۔ تم اس کے ساتھ سائے کی طرح رہو گے۔ اسے ایک سیکنڈ کے لیے بھی تنہا نہ چھوڑنا۔"

ہم مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے اس بڑے دروازے کے پاس آئے جس کے پیچھے طیارے کو چھپا کر رکھا گیا تھا۔ میں نے اسے کھولا۔ دوسری طرف ایک وسیع و عریض جگہ تھی۔ وہاں وہ طیارہ کھڑا تھا۔ سب ہی اس طیارے کی طرف جانے لگے۔ سب سے آگے آرمر تھا۔ ہم سب سیڑھیاں چڑھتے ہوئے آگے پیچھے طیارے کے اندر پہنچے پھر وہاں کا منظر دیکھ کر دم بخود رہ گئے۔ چند لمحوں تک کچھ بول نہ سکے۔ شاید سانس لینا بھی بھول گئے تھے۔

طیارے کے مسافر اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے، بالکل زندہ لگ رہے تھے جبکہ ان کی موت کو اڑتالیس گھنٹے ہو چکے تھے۔ جوزا کے ایک ساتھی نے آگے بڑھ کر ایک مسافر کو ہاتھ لگایا۔ اس برفانی سرد علاقے میں تمام لاشیں ابھی تک تازہ تھیں۔ ان میں بُو پیدا نہیں ہوئی تھی، وہ سب اکڑی ہوئی بیٹھی تھیں۔

آرمر، جوزا کا سہارا لیے لاشوں کے درمیان سے گزر رہا تھا اور دائیں بائیں دیکھتا جا رہا تھا پھر جوجو پر نظر پڑتے ہی وہ چیخ پڑا "جوجو! میری بچی... نہیں نہیں، تم نہیں مر سکتیں، تم سے پہلے میں مر جاؤں گا۔"

میں گم صُم سا ہو کر جوجو کی اکڑی ہوئی لاش کو دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے لیے میری بھی سانس رکنے لگی تھی۔ آخر وہ پیاری سی گڑیا تھی، میری بہو تھی، میں نے اسے باپ کا پیار دیا تھا۔ ایسی خوبصورت بیٹی کی لاش دیکھ کر دل پہ جو گزر رہی تھی، اسے میں برداشت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ہمیں ایسے وقت پتھر بن جانا آتا ہے۔ آرمر کی آہ و بکا نے بھید کھول دیا کہ وہ میک اپ میں جوزا کے ساتھ آیا ہے۔ اب جوزا میرے لیے اہم ہو گئی تھی۔ مجھے معلوم کرنا تھا کہ یہ عورت کون ہے؟ آرمر جو کبھی کسی عورت کے قریب نہیں جاتا تھا، اس کے سینے پہ سر رکھ کر کیوں روتا ہے؟ اس کا دیوانہ کیسے بن گیا ہے اور یہ دیوانگی ایسی ہے کہ اس نے ہم سے برسوں کے تعلقات توڑ لیے ہیں۔

بہرحال یہ باتیں بعد میں معلوم کی جا سکتی تھیں۔ میں نے سوچ کے ذریعے پائلٹ سے کہا "ابھی ہم لاشوں کو یہاں سے باہر لے جائیں گے، طیارہ خالی ہوتے ہی تم اسے لے اُڑو گے۔"

اس نے کہا "طیارہ لے جانے کے لیے مجھے یہاں کا راستہ معلوم ہونا چاہیے۔"

"جس حسینہ کو تمہارے ساتھ لگا رکھا ہے وہ ایک اچھی پائلٹ ہے، وہ تمہاری رہنمائی کرے گی۔ تم بین الاقوامی اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اسے پیرس لے جاؤ گے...."

میری بات ادھوری رہ گئی۔ جوزا، آرمر سے کہہ رہی تھی۔ "ہوش میں آؤ، دیکھو یہ جوجو نہیں ہے۔"

میں تیزی سے چلتا ہوا ان کے قریب گیا۔ جوزا، جوجو کی گردن کے پیچھے دونوں ہاتھ لے جا کر ماسک کے جوڑ کو کاٹ رہی تھی پھر اس نے پورے ماسک کو چہرے سے الگ کر دیا۔ اب وہاں کوئی دوسری لڑکی دکھائی دے رہی تھی۔ آرمر چند لمحوں تک اسے تکتا رہا پھر روتے روتے ہنس پڑا "میری جوجو نہیں ہے، یہ میری جوجو نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے، وہ زندہ ہے۔ خدا نے میری سن لی۔ میری بہو جہاں بھی ہے زندہ سلامت ہے۔"

وہ خوشی سے دیوانہ ہو کر.... جوزا سے لپٹ رہا تھا اور اسے چوم رہا تھا۔ وہ ہنستی جا رہی تھی اور کہتی جا رہی تھی۔ "اپنی خوشیوں پر قابو پاؤ۔ ابھی ہمیں بہت معلومات حاصل کرنی ہیں۔ ابھی ہمیں سمجھنا چاہیے کہ ڈمی جوجو کے اغوا کا یہ ڈراما کیوں کھیلا گیا۔ طیارے کو یہاں کیوں چھپایا گیا ہے؟"

میں نے کہا "میرا مشورہ ہے، پہلے ہم سب مل کر ان لاشوں کو باہر لے جائیں۔"

جوزا نے کہا "سوری! ہم پہلے اس طیارے کی اچھی طرح تلاشی لوں گی۔"

"تم بے شک تلاشی لو مگر تمہارے دو ساتھیوں کو مجھ سے تعاون کرنا چاہیے۔"

وہ بولی "تم لاشوں کو باہر کیوں لے جانا چاہتے ہو؟ کیا طیارہ خالی کر کے کسی دوسری جگہ لے جاؤ گے؟"

میں نے کہا "میں اور میرے ساتھی پائلٹ نہیں ہیں۔"

جونی نے اچانک آگے بڑھ کر کہا "یہ ہارورے جھوٹ کہتا ہے، اس کا یہ ساتھی پائلٹ ہے، ابھی ہم ہیلی کاپٹر میں آئے تھے۔"

جوزا کے ساتھی نے غرا کر مجھے دیکھا پھر کہا "کیوں مسٹر! یہاں کیا کرتے پھر رہے ہو؟ تم نے ہمیں ایک گھنٹے تک بند کمرے کے باہر رکھا۔ یہاں پتا نہیں کیسی اہم معلومات حاصل کرتے رہے ہو۔ اب یہ جھوٹ بول کر طیارہ خالی کرا رہے ہو کہ تمہارا ساتھی پائلٹ نہیں ہے۔"

میں نے کہا "یہ جونی میرا ساتھی، میرا دوست ہے مگر ذرا عقل سے سوچو یہ میرے خلاف کیوں بول رہا ہے؟ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ اس کے اندر ایک دشمن خیال خوانی کرنے والا موجود رہتا ہے، وہ تم سب کو میرے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ اس کے بھڑکانے پر ہم سب یہاں لڑتے رہیں گے اور دشمن کے آدمی یہاں پہنچ جائیں گے۔"

یہ کہہ کر میں نے ایک لاش کی حفاظتی بیلٹ کھولی پھر لاش کو کاندھے پر لاد کر باہر جانے لگا۔ میرا پائلٹ بھی ایک لاش اٹھا کر میرے پیچھے آیا۔ جوزا کا ساتھی دوڑتا ہوا بیرونی دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ راستہ روک کر بولا "پہلے یہ بتاؤ طیارہ کیوں خالی کر رہے ہو؟"

میں نے خاموشی سے پلٹ کر اس لاش کو واپس سیٹ پر بٹھا دیا۔ پائلٹ نے بھی یہی کیا۔ میں نے مسکرا کر کہا "خوش ہو جاؤ، طیارہ خالی نہیں ہو گا۔"

جوزا کے ساتھی نے کہا "تم نے منصوبہ بدل دیا، اب کچھ اور کرنے والے ہو۔"

میں نے ایک اُلٹا ہاتھ اس کے منہ پر مارا پھر دوسرے ہاتھ کا گھونسا ناک پر جڑ دیا۔ وہ ذرا پیچھے کو ڈگمگایا۔ اس کی ناک سے خون بہنے لگا تھا اور بہتے ہی ٹھنڈک کے باعث جم رہا تھا۔ اس نے اچانک اچھل کر لات ماری۔ میں لڑکھڑاتا ہوا ایک لاش پر آ کر گرا۔ میرے اٹھتے ہی اس نے گھوم کر کک ماری۔ اس بار میری ناک سے خون بہتے ہی جم گیا۔

بڑا مزہ آیا۔ بڑا زبردست فائٹر تھا۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دیتا تھا۔ فولاد کو فولاد بن کر کاٹنا جانتا تھا۔ میں نے جوابی حملہ کیا۔ اسے سنبھلنے کا موقع دیے بغیر گھونسے مارتا ہوا بیرونی دروازے تک لے آیا۔ وہ اچانک نیچے گرا، گرتے ہی اس نے میری ٹانگ پر ٹانگ ماری۔ میں گرتا ہوا اس پر آیا تو اس نے مجھے پیروں پر رکھ کر اُچھال دیا۔ میں طیارے کی سیڑھی پر گرا پھر اس کے پائیدانوں پر سے لڑھکتا ہوا نیچے پہنچ گیا۔ میری کمر پر اور پسلیوں میں سخت چوٹیں آئی تھیں چونکہ سرد علاقہ تھا، اس لیے چوٹوں کی تکلیف سے بدن گرما جاتا تھا۔ میرے اندر انگارے بھر گئے۔ وہ اوپر سے چھلانگ لگا کر مجھ پر آیا۔ میں لڑھکتا ہوا ایک طرف گیا۔ وہ برف کی سل پر اوندھے منہ گرا۔ اسے ایسی چوٹیں آئی ہوں گی کہ اس کا بدن بھی گرما رہا ہو گا۔

اس کے قریب ہی لوہے کی ایک سلاخ پڑی ہوئی تھی۔ ہمارے جسموں پر ڈھیر سارے موٹے کپڑے تھے۔ لاتوں اور گھونسوں کا اثر خاطر خواہ نہیں ہوتا تھا۔ لوہے کی سلاخ ہی کچھ کام دکھا سکتی تھی۔ اس نے اوندھے منہ رینگتے ہوئے سلاخ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں اچھل کر اس کے ہاتھ پر کھڑا ہو گیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ میں نے گھوم کر منہ پہ ٹھوکر ماری۔ وہ اوندھا تھا، گھوم کر چاروں شانے چت ہو گیا۔

اب بھی اس میں بڑی جان باقی تھی۔ اس نے لوہے کی سلاخ سے مجھ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا پھر میں وہ سلاخ کیسے استعمال نہ کرتا۔ جیسے ہی وہ اٹھا منہ پر سلاخ پڑ گئی۔ وہ اپنی چیخ... ...پر سر رکھ کر بولا "پتا نہیں مجھے کیا ہونے لگتا ہے۔ ابھی ایسی خواہش ہو رہی ہے جو پہلے کبھی میرے تصور میں بھی نہ تھی۔"

میں نے جھک کر اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر پوچھا "اپنی خواہش بتاؤ۔"

وہ اچانک فرش پر سے اٹھا پھر میرے بے حد نزدیک آ گیا۔ ایک گہری سانس لے کر بولا "یہی جی چاہتا تھا کہ ہر وقت تمہارے ساتھ رہوں، ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ پہلے کوئی ... ویسی بات دماغ میں آتی تو مجھے غصہ آتا تھا۔ میں فخر سے خود کو صرف ... لگتا ہے میرے اندر کوئی بڑی ...

آرمر اپنی جوزا کو سنبھالتا ہوا مجھے بُرا بھلا کہہ رہا ... نے اسے نظرانداز کیا۔ پائلٹ کے ساتھ لاشیں باہر لا کر برف پر ڈالنے لگا۔ جونی ایک طرف کھڑا مجھے گم صم ہو کر دیکھ رہا تھا۔ پائلٹ حسینہ بھی ایک ایک لاش کھینچتی ہوئی بیرونی دروازے تک لا رہی تھی۔ ہم سے بڑی حد تک تعاون کر رہی تھی اور میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے بدستور گونگی بنی ہوئی تھی۔

پندرہ منٹ میں جہاز خالی ہو گیا۔ پائلٹ اس حسینہ کے

ساتھ انجن اور دوسری مشینوں کو چیک کرنے لگا۔ میں سیڑھی ہٹا کر دروازہ بند کرنے لگا تو آرمر نے نیچے سے کہا "یہ کیا کر رہے ہو؟ کیا ہمیں چھوڑ کر جاؤ گے؟"

میں نے کہا "میں تمھیں کبھی نہ چھوڑتا مگر تم اس عورت کو چھوڑ کر میرے ساتھ نہیں چلو گے۔ پہلی بار تمھاری زندگی میں یہ عورت بہار بن کر آئی ہے، اسی لیے میں اسے نقصان پہنچائے بغیر جا رہا ہوں۔"

میں نے دروازہ بند کر دیا۔ جونی ایک سیٹ پر حفاظتی بیلٹ باندھے بیٹھا تھا۔ میں اس کے پیچھے والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ بولا "میرے پاس آؤ۔"

میں نے کہا "میں یہاں سے تمھاری نگرانی کروں گا۔ تمھارے اندر رہنے والا میرے مزاج کے خلاف تم سے کوئی حرکت کرائے گا تو میں تمھیں بے ہوش کر دوں گا۔ اب خاموش رہو۔ میں تھوڑی دیر بعد باتیں کروں گا۔"

میں پائلٹ حسینہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ طیارہ حرکت میں آ گیا تھا۔ برف کی سطح پر آہستہ آہستہ رینگتا جا رہا تھا اور وہ حسینہ میرے پائلٹ کو گائیڈ کرتی جا رہی تھی۔ اس کے چند خیالات بتا رہے تھے کہ وہ مجبوراً ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ اس نے میری دہشت اور بربریت دیکھی تھی۔ اسے معلوم ہوا تھا کہ میں نے وہاں کے بے شمار مسلح گارڈز کو صرف دس منٹ میں موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ یہاں کے اسلحہ جو گوداموں سے اور جوزا کے ساتھی جیسے تھے وہاں دوسری طرف ایک وسیع و عریض جگہ تھی۔

وہ طیارہ کھڑا تھا۔ سب ہی اس طیارے کی طرف جانے لگے۔ سب سے آگے آرمر تھا۔ ہم سب سیڑھیاں چڑھتے ہوئے آگے پیچھے طیارے کے اندر پہنچے پھر وہاں کا منظر دیکھ کر دم بخود رہ گئے۔ چند لمحوں تک کچھ بول نہ سکے۔ شاید سانس لینا بھی بھول گئے تھے۔

طیارے کے مسافر اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ بالکل زندہ لگ رہے تھے جبکہ ان کی موت کو اڑتالیس گھنٹے ہو چکے تھے۔ جونا کے ایک ... ورنہ ... آگئے ... ہوں، مسافر ... ہوں۔"

وہ سہم کر پائلٹ اور طیارے کی طرف توجہ دینے لگی۔ طیارہ اس وسیع و عریض غار کے مختلف موڑ سے گزرتا ہوا ایک وسیع میدان میں آ گیا۔ صبح کے چھ بجنے والے تھے۔ ابھی سورج کی روشنی نہیں تھی۔ ہر طرف دھند چھائی ہوئی تھی پھر وہ طیارہ برف کے ہموار میدان میں دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو گیا۔

میں نے ملٹری انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر کو مخاطب کیا۔ اس نے جھنجلا کر سخت لہجے میں کہا "تم کیا کر رہے ہو؟ رات دو بجے سے یہاں بٹھا کر انتظار کرا رہے ہو۔ صبح کے چھ بج گئے ہیں، کیا ہم تمھارے نوکر ہیں، جلدی بتاؤ کیا کر رہے ہو؟"

میں نے سخت لہجے میں کہا "آفیسر! اپنا لہجہ درست کرو۔"

وہ بولا "یو شٹ اپ، میں تمھارا پابند نہیں ہوں، میں ایک سینئر افسر ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا، وہ جلدی سے اٹھ کر اپنی وردی اتارنے لگا۔ وردی کے نیچے گرم کپڑے تھے، اس نے وہ بھی اتار دیے۔ اس کے جسم پر ایک نیکر رہ گئی تھی۔ مقامی فوج کے افسران شدید حیرانی سے اسے دیکھ رہے تھے اور پوچھ رہے تھے "آفیسر! یہ کیا حرکت ہے، اتنی سخت سردی میں تم نے کپڑے اتار دیے، آخر اتارنے کی وجہ کیا ہے؟ ابھی تو تم اچھے بھلے تھے۔"

وہ دوڑتا ہوا آتش دان کے پاس گیا۔ اپنے کپڑے بھی لے گیا۔ وہ انھیں پہننا چاہتا تھا۔ جیسے ہی پہنتا تھا میں اتار دیتا تھا۔ اس نے گڑگڑاتے ہوئے تھر تھر کانپتے ہوئے التجا کی "میں سردی سے مر جاؤں گا، مجھے لباس پہننے دو۔"

"تم نے ابھی دعویٰ کیا تھا کہ سینئر افسر ہو۔ میں نے اس سینئر افسر کی وردی اتار دی، اب تم ایک معمولی ننگے آدمی رہ گئے ہو۔"

"مجھ سے بھول ہو گئی، میں توبہ کرتا ہوں، آئندہ افسرانہ رعب اور دبدبے سے بات نہیں کروں گا۔"

وہ سردی سے دانت کٹکٹاتا ہوا زور زور سے بول رہا تھا۔ ایک فوجی جوان نے اس پر کمبل لا کر ڈالا۔ دوسرے نے پوچھا "کیا مسٹر وُولف سے باتیں کر رہے ہو؟"

وہ میری مرضی کے مطابق بولا "ہاں، مسٹر وُولف مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ کہتے ہیں میں ڈیوٹی چھوڑ کر چلا جاؤں، میری جگہ دوسرا افسر آئے گا تو وہ بات کریں گے۔"

مقامی افسر نے کہا "تب تک بہت دیر ہو جائے گی، ابھی پوچھو کہ مسٹر وُولف طیارے تک پہنچ گئے ہیں یا نہیں؟"

ایک ماتحت نے مقامی افسر سے کہا "سر! وائرلیس اٹینڈ کریں۔"

افسر نے آ کر وائرلیس آپریٹ کیا، کوڈ ورڈز ادا کیے، جس کے بعد دوسری طرف سے کہا گیا "سر! ابھی کنٹرول ٹاور سے اطلاع ملی ہے، ایک طیارہ بین الاقوامی پرواز کے اصولوں کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ اسے وائرلیس پر کال کیا مگر پائلٹ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کمپیوٹر فلائنگ روٹ چارٹ کے مطابق وہ سرحد پار کر کے فرانس کی حدود میں داخل ہوگا۔"

افسر نے پوچھا "یہ وہی طیارہ تو نہیں ہے جسے ہم تلاش کر رہے ہیں؟"

"بہت ممکن ہے، مجرم اسے یہاں سے لے جا رہے ہیں۔"

"آل رائٹ! میں کچھ کارروائی کرتا ہوں۔"

افسر نے فرانسیسی اعلیٰ افسر سے کہا "فوراً اپنی سرحدی چوکیوں کو اطلاع دو۔ ایک طیارہ غیر قانونی پرواز کرتا ہوا تمھارے ملک میں داخل ہو رہا ہے اسے اترنے پر مجبور کیا جائے۔"

میں نے فرانس کے ملٹری کے اعلیٰ افسران سے جلدی جلدی رابطہ قائم کیا۔ انھیں مختصر طور پر بتایا کہ سونیا کے حکم پر برائن وُولف اس گمشدہ طیارے کو پیرس کے فوجی اڈے پر لا رہا ہے۔ میں نے یہ بات سونیا کو بھی بتائی پھر اس افسر کے پاس آیا جو اپنی وردی پہن چکا تھا لیکن اس کی تو شامت آ گئی تھی۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین کے لوگ وہاں پہنچ گئے تھے اور بیان دے رہے تھے کہ بابا صاحب کے ادارے سے آنے والے ہاروے واٹسن نے زبردست چال چلی ہے، جو راستہ گمشدہ طیارے کی طرف جاتا تھا وہاں بارودی سرنگ بچھا دی تھی۔

حالانکہ میں نے نہیں بچھائی تھی۔ خفیہ اڈے کے انچارج نے یہ حفاظتی انتظامات کیے تھے۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین کے آدمی اس راستے سے گزرتے ہوئے بارودی سرنگ اور ریموٹ کنٹرول سے بلاسٹ ہونے والے بموں کا شکار ہو گئے تھے۔ ان کے خیال خوانی کرنے والوں نے اطلاع دی تھی کہ ہاروے واٹسن خفیہ اڈے میں پہنچ گیا ہے پھر ایک گھنٹے بعد اطلاع دی کہ وہ گمشدہ طیارے میں پہنچ گئے ہیں۔ سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے نے بتایا ان کے ایک آدمی سے ہاروے کی زبردست فائٹ ہو رہی ہے۔ ماسک مین کے خیال خوانی کرنے والے کی رپورٹ تھی کہ لاشیں طیارے سے نکالی جا رہی ہیں۔ طیارے کو لاشوں سے خالی کرنے کا مقصد سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ شاید وہ طیارہ وہاں سے کسی دوسری جگہ لے جانا چاہتے ہیں۔

پھر آدھے گھنٹے بعد دشمن خیال خوانی کرنے والوں نے اپنی اپنی ٹیم کے اہم افراد کو اطلاع دی کہ ہاروے اس طیارے کو لے جا رہا ہے۔ ٹیم کے افراد دوڑتے ہوئے مقامی فوج کے ہیڈ کوارٹر میں آئے تھے اور فرانس کے اس افسر کو الزام دے رہے تھے جسے ابھی میں نے سزا دی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اس افسر نے یہاں کے فوجیوں کو سبز باغ دکھا کر طیارے کو اپنے ملک روانہ کر دیا ہے۔

وہ افسر کہہ رہا تھا "میں کچھ نہیں جانتا، تم سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ہاروے واٹسن ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے ننگا کر چکا تھا، مجھے تماشا بنا رہا تھا۔ آپ لوگ یقین کریں اس نے ہمیں بھی دھوکا دیا ہے۔ طیارہ کسی دوسرے ملک کی طرف لے جا رہا ہے۔"

وہ افسر اپنی صفائی پیش کر رہا تھا۔ بہرحال مجھے یہ پتا چل گیا کہ دشمنوں کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھ پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ ایک تو ظاہر ہو گیا تھا، وہ جونی کے اندر چھپا رہا تھا، دوسرا جوزا یا اس کے ساتھی کے دماغ میں ہوگا۔ سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے نے اپنی ٹیم کو بتایا تھا کہ ان کے ایک آدمی سے ہاروے کی فائٹ ہو رہی ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ مجھ سے لڑنے والا جوزا کا ساتھی سپر ماسٹر کا آدمی تھا۔ میں نے اسے زندہ چھوڑ کر غلطی کی تھی۔

ویسے غلطی اب بھی کر رہا تھا۔ جونی کے اندر بیٹھے ہوئے دشمن کو اپنے ساتھ طیارے میں لے جا رہا تھا۔ میں کیا کرتا، جوزا اور آرمر کی طرح اس لڑکے کو طیارے کے باہر پھینک کر نہیں آ سکتا تھا۔ سات بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے۔ ہم آٹھ بجے تک پیرس کے فوجی اڈے میں اترنے والے تھے۔ اس کے ٹھیک دو گھنٹے بعد یعنی دن کے دس بجے جونی بے اختیار تبدیل ہو کر لڑکی بننے والا تھا۔ ایسے وقت اس کے لیے گھر کی چار دیواری میں رہنا ضروری ہوتا تھا۔

وہ سامنے والی سیٹ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میرے پاس آیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ میں نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ میرے سامنے گھٹنے ٹیک کر فرش پر دو زانو ہو گیا۔ میرے گھٹنے پر سر رکھ کر بولا "پتا نہیں مجھے کیا ہونے لگتا ہے۔ ابھی ایسی خواہش ہو رہی ہے جو پہلے کبھی میرے تصور میں بھی نہ تھی۔"

میں نے جھک کر اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر پوچھا "اپنی خواہش بتاؤ۔"

وہ اچانک فرش پر سے اٹھا پھر میرے بے حد نزدیک آ گیا۔ ایک گہری سانس لے کر بولا "یہی جی چاہتا تھا کہ ہر وقت تمھارے ساتھ رہوں۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ پہلے کوئی ایسی ویسی بات دماغ میں آتی تو مجھے غصہ آتا تھا۔ میں فخر سے خود کو مرد بچہ کہتا تھا۔ میں کیا بتاؤں؟ ایسا لگتا ہے میرے اندر کوئی بڑی بات ہو گئی ہے، کوئی زلزلہ آیا ہے۔ میری زمین کہیں سے پھٹ گئی ہے، ترخ گئی ہے اور مجھے پتا نہیں چل رہا ہے۔"

میں نے اسے پیار سے تھپکتے ہوئے اپنے ساتھ والی سیٹ پر بٹھایا پھر کہا "تمھارے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے اسے سمجھنا بہت آسان ہے مگر دشمنوں نے تمھیں برین واشنگ کے ذریعے عجوبہ بنا دیا ہے۔ اس سے پہلے کہ تم اپنے متعلق تحقیق

کرو، اپنی ذات میں خود کو تلاش کرو، تمہارے تبدیل ہونے کا وقت آ جاتا ہے۔ تم ایک حیثیت سے مر جاتے ہو اور دوسری حیثیت سے جو زندگی پاتے ہو، اس زندگی کو اگلے بارہ گھنٹے بعد بھول جاتے ہو تمہارا مسئلہ بہت عجیب اور بہت پیچیدہ ہے اگر وہ خیال خوانی کرنے والا تمہارے دماغ کو بھٹکانا چھوڑ دے تو پیچیدگی کم ہو جائے گی۔ میں انسانیت کے نام پر اس خیال خوانی کرنے والے سے التجا کرتا ہوں کہ وہ جونی کا پیچھا چھوڑ دے۔"

میں، جونی کی تسلی کے لیے التجا کر رہا تھا جبکہ دشمنوں سے ہمدردی اور دوستی کی توقع عبث ہوتی ہے۔ یہ دشمن کی بہت بڑی کامیابی تھی کہ جونی کو عجیب انداز میں میرے سامنے پیش کر کے اُسے میری کمزوری بنا دیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اب میں اسے تنہا بھٹکنے کے لیے نہیں چھوڑوں گا، ہمیشہ ساتھ رکھوں گا تو انھیں میری مصروفیات کا علم ہوتا رہے گا۔ پہلے وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ یہ فرہاد کا ہم شکل کون ہے؛ میں گمشدہ طیارے کو تلاش کر کے پیرس پہنچانے کا جو کارنامہ انجام دے رہا تھا اُس سے میری اہمیت بڑھ گئی تھی۔ سپر ماسٹر، ماسک مین اور دوسرے تمام دشمن اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ اُس طیارے میں ضرور کوئی خاص بات ہے جسے ہارورے گہرے راز میں رکھتے ہوئے پیرس لے گیا ہے۔

ہم پیرس پہنچ گئے۔ فوج کے اعلیٰ افسران نے بڑی گرم جوشی سے میرا استقبال کیا۔ میں نے کہا "یہ جونی میرا بہترین دوست ہے لیکن اس کے اندر ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے پہلے اسے لے جا کر ایک کمرے میں بند کر دیں، اسے باہر نکلنے نہ دیں لیکن دوستانہ رویہ اختیار کریں۔"

دو فوجی جوان اُسے لے گئے۔ میں نے ایک افسر سے کہا "میں ابھی اہم معاملات پر گفتگو کروں گا اس سے پہلے اس پائلٹ حسینہ کو حراست میں لیا جائے اور سخت پہرے میں رکھا جائے۔"

اُس حسینہ کو حراست میں لے لیا گیا، وہ بولی "مسٹر ہارورے! میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

میں نے کہا "تمھیں بتانا نہیں ہے میں تمام ضروری باتیں تمہارے دماغ سے معلوم کر چکا ہوں، ویسے وعدہ کرتا ہوں تمھیں جلد رہائی مل جائے گی۔ تم جہاں جانا چاہو گی، جا سکو گی۔"

فوجی جوان اُسے بھی لے گئے۔ میں نے افسر سے کہا "ایک آخری بات اور ہے۔"

میں نے ایک کاغذ پر جونی کے لباس کا ناپ اس کے سینڈل کا سائز، دو چار وِگیں اور دوسری زنانہ ضروریات کے سامان کی ایک فہرست لکھی پھر اسے دیتے ہوئے کہا "یہ سامان ایک گھنٹے کے اندر میرے کاٹیج میں پہنچا دیں۔"

اس کے بعد میں دو اعلیٰ افسروں کے ساتھ ایک دفتری کمرے میں آیا۔ انھیں خفیہ اڈے کے متعلق تفصیلات بتاتے ہوئے کہا "میں وہاں سے کئی مائیکرو فلمیں اور اہم فائلیں ساتھ لایا ہوں۔ فائلیں طیارے کے اندر ہیں اور مائیکرو فلمیں میری جیکٹ کی اندرونی جیبوں میں ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "آپ وہ فلمیں دکھائیں۔"

"میں ابھی دکھاتا ہوں، پہلے تجربے کار اور قابلِ اعتماد انجینئرز کو کال کریں۔ انھیں اس طیارے کے مختلف حصوں کو کھولنے کا حکم دیں۔ اس کے اندر اور بہت سے ممالک کے اہم راز چھپے ہوئے ہیں۔"

وہ افسران حرکت میں آ گئے۔ وائرلیس کے ذریعے کوڈ ورڈز میں باتیں کرنے لگے۔ طیارے کی اہمیت معلوم ہوتے ہی اس کی حفاظت کے لیے اور سخت انتظامات کر دیے۔ وزارتِ خارجہ کے سیکرٹری سے رابطہ کیا تو اُس نے بتایا امریکا، روس، مشرقی جرمنی، پولینڈ، کوریا اور جاپان سے سفارتی سطح پر مسلسل کالیں آ رہی ہیں۔ ہر ملک کے دفترِ خارجہ سے کہا جا رہا ہے کہ اُس ملک کے ساتھ دھوکا ہوا ہے، وہاں کے اہم راز چرائے گئے ہیں اور نامعلوم ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان ممالک کو بتایا ہے کہ وہ تمام راز ایک طیارے کے ذریعے فرانس پہنچائے گئے ہیں۔

حکومتِ فرانس کے لیے اگرچہ مشکلات پیدا ہو گئی تھیں مگر اہمیت بہت بڑھ گئی تھی۔ سپر طاقتیں بھی نرم لہجے میں درخواست کر رہی تھیں کہ ان کا کوئی راز کسی دشمن ملک تک نہ پہنچے۔ وہ بڑی سے بڑی قیمت دے کر اپنے ملک کی مائیکرو فلمیں حاصل کرنا چاہتے تھے۔

فی الحال فرانس کی وزارتِ خارجہ اس حقیقت سے انکار کر رہی تھی کہ ان کے ملک میں دوسرے ممالک کے اہم راز کسی طیارے کے ذریعے پہنچے ہیں۔ ان معاملات میں ایک گھنٹا گزر گیا۔ نو بج چکے تھے۔ دس بجنے میں ایک گھنٹا باقی رہ گیا تھا۔ اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر ہارورے! وہ مائیکرو فلمیں کہاں ہیں؟"

میں نے جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر وہ فلمیں نکالیں۔ میں نے خفیہ اڈے سے گِن کر پچیس فلمیں جیبوں میں رکھی تھیں۔ اب انھیں نکالا تو وہ اکیس تھیں یعنی چار غائب ہو گئی تھیں۔ میں نے جیکٹ کی تمام جیبوں کو ٹٹولا۔ ایک افسر نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

میں نے کہا "چار مائیکرو فلمیں کم ہیں۔ مجھے یاد ہے میں لے پچیس فلمیں گن کر اپنے پاس رکھی تھیں جسٹ اے منٹ! مجھے سوچنے دیں۔"

سوچنے پر ایک ہی بات سمجھ میں آئی۔ جونی طیارے میں میرے پاس آیا تھا اور میرے گلے لگ گیا تھا اِدھر میں اس کی قربت سے سرشار ہو رہا تھا۔ اِدھر دشمن نے اس کے ذریعے چار فلمیں نکال لی تھیں۔ یہ بات سمجھ میں آتے ہی میں جونی کے دماغ میں پہنچا، وہ اب فوجیوں کی حراست میں نہیں تھا۔ ایک کار میں کہیں جا رہا تھا اور اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی کہ اس کے ذریعے میں اس کی کار کی نشاندہی نہ کر سکوں۔ میں نے کہا "آفیسر! تمہارے فوجی جوانوں نے جونی کو چھوڑ دیا ہے، وہ ایک کار میں کہیں جا رہا ہے اُس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔"

میں اُن افسران کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا وہاں پہنچا جہاں جونی کو ایک کمرے میں رکھا گیا تھا۔ ایک افسر نے پوچھا "جونی کہاں ہے؟"

جونیئر افسر نے جواب دیا "سر! ائیر فورس کے کمانڈر صاحب آئے تھے، وہ یہ کہہ کر جونی کو لے گئے کہ اعلیٰ افسران کے سامنے اس لڑکے کو طلب کیا گیا ہے۔"

اتنے بڑے افسر کے حکم کی تعمیل کرنا ان کا فرض تھا انھوں نے جونی کو اس افسر کے حوالے کر دیا تھا۔ میرے ساتھ آنے والے تمام افسران نے اپنے طور پر ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کیا۔ یہ احکامات جاری کیے کہ کمانڈر جہاں بھی نظر آئے اُسے گرفتار کر لیا جائے۔

میں نے کہا "ویسے کمانڈر بے قصور ہے۔ جونی کے اندر چھپے ہوئے شخص نے اُس افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر جونی کو اغوا کرایا ہے۔ مجھے اجازت دیں، میں جونی کو خود تلاش کروں گا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر ڈولف! اگرچہ تم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے تاہم اس لڑکے کو ساتھ لا کر دشمن کو ہمارے دماغوں میں پہنچنے کا موقع بھی دیا ہے۔ میں اور میرے چند ساتھی افسر یوگا کے ماہر ہیں، میں کوشش کروں گا کہ ہمارے سوا کوئی طیارے کے قریب نہ جائے۔ بہرحال ہم تمہاری غلطی کی شکایت تم سے نہیں، مادام سونیا سے کریں گے، تم جا سکتے ہو۔"

میں نادم تھا دشمن نے جونی کو میرے قریب رکھ کر چھوٹا سا فائدہ اُٹھا لیا تھا۔ آیندہ مجھے بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت تھی۔ میرے لیے ایک کار بھیجی گئی تھی۔ میں اسٹیئرنگ پر بیٹھ گیا۔ گھڑی دیکھی، دس بجنے میں آدھا گھنٹا رہ گیا تھا۔ میں جونی کے دماغ میں پہنچا پتا چلا وہ غفلت میں ہے گہری نیند سو رہا ہے۔ میں نے اُس کے خوابیدہ دماغ کو پڑھا پھر کار اسٹارٹ کی تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا اپنے کاٹیج میں پہنچا۔ جونی ایک بستر پر آرام سے سو رہا تھا۔

میں نے اُسے پیار سے دیکھا، وہ میرا دشمن نہیں تھا مگر دشمنی کا ذریعہ بن گیا تھا۔ فی الحال اُس کے اندر چھپے ہوئے دشمن کو بھگانے کا موقع ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ جونی کو اپنے پاس سے بھگانے میں چند سیکنڈ بھی نہ لگتے لیکن وہ میری ناکامی ہوتی اور اس پر ظلم ہوتا۔ کمال تو یہ ہوتا کہ دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ جاتا۔

دس بجنے میں اب صرف دو منٹ رہ گئے تھے۔ میں نے اُس کی ضرورت کا تمام زنانہ سامان اُس کے بستر کے پاس رکھا۔ پھر دوسرے کمرے میں آ کر بیٹھ گیا۔ خیال خوانی کرنے والے دشمن نے جس فوجی افسر کے دماغ پر قبضہ کر کے جونی کو اغوا کیا تھا اُس افسر کو میرے اس کاٹیج کا پتا تھا۔ دشمن ہزار دشمنی کے باوجود یہ چاہتا تھا کہ جونی کو دس بجنے سے پہلے کسی گھر کی چار دیواری ملے۔ اُس نے افسر کے ذریعے اُسے میرے کاٹیج میں پہنچا دیا تھا لیکن اس سے پہلے راستے ہی میں وہ چار مائیکرو فلمیں حاصل کر لی تھیں۔

اُن فلموں کو حاصل کرنے کے لیے ماسک مین کا کوئی خاص آدمی کسی خاص جگہ منتظر ہو گا۔ افسر نے اُس جگہ گاڑی روکی ہو گی، انتظار کرنے والے نے جونی کی جیب سے مائیکرو فلمیں نکالی ہوں گی۔ اس کے بعد افسر نے گاڑی آگے بڑھا کر جونی کو کاٹیج میں پہنچایا ہو گا۔ اُس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اسی طریقہ کار پر عمل کیا ہو گا۔

مجھے دوسرے کمرے میں آہٹ سنائی دی۔ میں نے جونی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ نیند سے بیدار ہو گیا تھا۔ بستر سے اُٹھ کر سوچ رہا تھا "میں کہاں ہوں، یہ کون سی جگہ ہے؟"

وہ خیال خوانی کرنے والا اُس کی سوچ میں کہہ رہا تھا "ابھی مجھے سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ فی الحال آئینے کے سامنے جانا چاہیے۔"

وہ آئینے کے سامنے آیا پھر خود کو دیکھ کر چونک گیا بلکہ چونک گئی۔ دس بج چکے تھے، وہ اپنے سر کو چھو کر کہہ رہی تھی، "یہ میرے سر کے بال لڑکوں جیسے کیوں رہتے ہیں، لڑکیوں جیسے بڑھتے کیوں نہیں؟ اور یہ میں نے لڑکے جیسا لباس کیوں پہنا ہوا ہے؟"

وہ لباس کو اُتار کر پھینکنے لگی۔ آئینے میں اپنے حسین وجود کو دیکھ کر خوش ہونے لگی۔ خوش ہوتے ہوتے اچانک سنجیدہ ہو گئی۔ اُسے کسی نامعلوم سی تبدیلی کا احساس ہوا۔ اُس کے اندر سے جذبوں نے کچھ کہا، جو سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ سوچتی ہوئی وہاں کے سامان کو دیکھنے لگی۔ ایک پیکٹ سے اسکرٹ اور بلاؤز نکال کر پہننے لگی۔ وہ آہستہ آہستہ اپنے پہناوے اور سنگھار سے مکمل لڑکی بنتی جا رہی تھی۔

اس دوران وہ اُلجھی ہوئی سی رہی مگر اُلجھن سمجھ میں نہیں آئی۔ اس کے دماغ میں اب معلوماتی سوچیں اُبھر رہی تھیں ”میں سوئٹزرلینڈ سے واپس آ گئی ہوں، ابھی پیرس میں ہوں۔۔۔ یہ ہاروے واٹسن کا کاٹیج ہے، فرہاد علی تیمور کے دو ہم شکل ہیں۔ دوسرے ہم شکل کا نام برائن ڈولف ہے۔“

وہ اُسے یاد دلا رہا تھا کہ گزشتہ روز جب وہ پیرس سے سوئٹزرلینڈ جا رہی تھی تو طیارے کی سیڑھی کے پاس برائن ڈولف سے سامنا ہوا تھا پھر سوئٹزرلینڈ کے ایک کاٹیج میں برائن ڈولف اس کے ساتھ والے کمرے کا کرایہ دار تھا۔ اس کے بعد وہ رات دس بجے جینا کی حیثیت سے مر گئی تھی اور اب دن کے دس بجے ہاروے واٹسن کے کاٹیج میں پھر زندہ ہوئی ہے۔ اُسے کمرے سے نکل کر دیکھنا چاہیے کہ کاٹیج میں ابھی وہ تنہا ہے یا کوئی یہاں موجود ہے۔

وہ مکمل حسین لڑکی کے روپ میں خود کو آدم قد آئینے کے سامنے دیکھ رہی تھی اپنے حسن و شباب کو دیکھ کر انگڑائی لے رہی تھی پھر انگڑائی لیتے لیتے رُک گئی سوچنے لگی: ”پہلے انگڑائی کے لیے بدن ایسا نہیں ٹوٹتا تھا، یہ جوڑ جوڑ میں میٹھا میٹھا سا درد کیوں ہو رہا ہے۔ کیا میں کسی سے فائٹ کرتی رہی ہوں کیا کسی نے میری اتنی پٹائی کی ہے کہ روئی کی طرح دُھنک کر رکھ دیا ہے؟“

اس کے دماغ میں سوچ اُبھری ”مجھے فضول باتیں نہیں سوچنا چاہیے۔ کمرے سے نکل کر کاٹیج کا جائزہ لینا چاہیے۔“

وہ آئینے کے پاس سے گھوم کر ایک ادائے ناز سے چلتی ہوئی کمرے سے باہر آئی۔ مجھے دیکھ کر ٹھٹک گئی پھر بولی ”تم؟ تم برائن ڈولف ہو؟“

میں آتش دان کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایزی چیئر سے اُٹھ کر بولا ”خدا کا شکر ہے، تم مجھے برائن ڈولف کہہ رہی ہو، ورنہ دُنیا والے جس طرح تمھیں جونی سمجھتے ہیں، اسی طرح مجھے ہاروے واٹسن کہتے ہیں۔“

جینا کے دماغ میں سمجھایا گیا تھا کہ میں ہاروے واٹسن ہوں، یہ بات اُسے یاد آ گئی، وہ بولی ”تم ہاروے ہو۔“

میں نے ناگواری سے کہا ”تو پھر میں تمھیں جینا نہیں جونی، لڑکی نہیں لڑکا کہوں گا۔“

وہ پاؤں پٹخ کر بولی ”میں لڑکا نہیں لڑکی ہوں، جینا ہوں۔“

”میں نے بھی پاؤں پٹخ کر کہا ”میں ہاروے نہیں، ڈولف ہوں۔ پچھلی رات ہم ایک ہی کاٹیج کے دو کمروں میں تھے، آج بھی ایک کاٹیج میں ہیں۔ تم مجھے کل سے اچھی طرح دیکھ اور سمجھ رہی ہو۔ پھر بھی ہاروے کہو گی تو میں جینا کے وجود کو تسلیم نہیں کروں گا۔“

وہ قائل ہو کر بولی ”ہاں میں تمھیں کل سے دیکھ رہی ہوں، تم ڈولف ہو مگر ہم دونوں کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ ہم کچھ ہیں، لوگ ہمیں کچھ اور سمجھتے ہیں۔“

”جینا! میرے اندر کوئی بولتا ہے کہ میں پہلے کہاں تھا، کہاں پہنچ گیا ہوں اور میرے ساتھ کاٹیج میں جو لڑکی ہے اس کا نام جینا ہے۔“

وہ جلدی سے بولی ”میرے اندر بھی کوئی اسی طرح بولتا ہے۔ ابھی بول رہا تھا کہ میں پیرس کے ایک کاٹیج میں ہوں اور میرے ساتھ اس کاٹیج میں ہاروے واٹسن ہے۔ تم ڈولف ہو۔“

”تم بہت اچھی ہو، مجھے ڈولف سمجھ رہی ہو۔ میں تمھیں جینا کہتا رہوں گا۔ جینا بہت ہی پیارا نام ہے، یہ اتنا خوبصورت نام تمھارے ہی حسن پر سجتا ہے۔ جی چاہتا ہے تمھیں دیکھتا ہی رہوں، دیکھتا ہی رہوں لیکن۔۔۔“

وہ اپنی تعریفیں سُن کر خوش ہو رہی تھی۔ اُس نے پوچھا ”لیکن کیا؟“

میں نے مایوس ہو کر کہا ”میں ہمیشہ تمھیں دیکھ نہیں سکوں گا کیونکہ میں رات کے دس بجے مر جایا کرتا ہوں۔“

وہ چونک کر بولی ”ارے تم بالکل میری طرح ہو، میں بھی رات کے دس بجے مر جایا کرتی ہوں۔“

”کیا میری طرح دوسری صبح دس بجے زندہ ہو جاتی ہو؟“

”ہاں، مرنے کے بعد روز صبح دس بجے زندہ ہو جاتی ہوں۔“

”پھر تو ہم دونوں ڈریکولا کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔“

”ایسی باتیں نہ کرو، مجھے ڈر لگتا ہے۔“

”پھر تم ہی بتاؤ کیا ہم دونوں زندہ کہلانے کے لائق ہیں۔ ہم مُردہ ہیں، ہمارے بچے پیدا ہوں گے تو وہ بھی آدھے زندہ اور آدھے مُردہ رہا کریں گے۔ ہمارا خاندان مُردوں کا خاندان کہلائے گا۔ آہ! ہم کتنے بدنصیب ہیں۔“

میں دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔ وہ جلدی سے میرے پاس آئی، میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی ”حوصلہ کرو، تمھیں اس طرح نہیں رونا چاہیے، نہیں تو میں بھی رونے لگوں گی۔“

”میں اپنے لیے نہیں اپنے ہونے والے بچوں کے لیے رو رہا ہوں۔“

”صبر کرو، خدا نے چاہا تو ہمارے بچے۔۔۔“

وہ کہتے کہتے چونک گئی پھر بولی ”اے! اپنے بچے کہاں آ گئے، وہ بھی ہمارے بچے؟ یعنی میرے بچے تم سے اور تمھارے بچے مجھ سے ہوں گے، کبھی نہیں، ہرگز نہیں۔ تم نے کیسے سوچ لیا کہ۔۔۔“

وہ بولتی جا رہی تھی، میں نے اُس کے اندر خواہش بیدار کی۔ وہ طیارے میں جونی کی حیثیت سے گلے لگنے کے لیے بے تاب ہوئی تھی اور ایک طرف کی جیب کو صاف کر دیا تھا پھر اُسی خواہش نے انگڑائی لی تو اُس نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں، میرے سینے پر اپنا دھڑکتا ہوا دل رکھ دیا۔ میں نے اُسے یہ سوچنے پر مائل کیا کہ وہ اپنے اندر ایک نامعلوم سی تبدیلی کیوں محسوس کر رہی ہے؟ اور کیا اس سے پہلے بھی ایسی قربت کبھی رہی ہے؟

وہ گلے لگ کر دُور ہونا چاہتی تھی مگر ایک انجانے رشتے نے اسے روک لیا۔ وہ دھڑکتے ہوئے دل سے سوچ رہی تھی ”یہ چٹان جیسا مرد میرا جانا پہچانا ہے مگر یاد کیوں نہیں آتا کہ کس عالم میں وہ جان پہچان ہوئی؟ شاید اُس عالم میں جب میں بارہ گھنٹے کے لیے گم ہو جاتی ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ میری گمشدہ زندگی کا ساتھی ہے۔“

اُس کی گرم گرم سانسیں میری گردن سے رینگتی ہوئی چہرے پر آئیں، وہ ہولے ہولے بڑبڑا رہی تھی ”تم اجنبی ہو اور شناسا بھی، مجھے بتاؤ ہم کہاں ملتے ہیں اور کب کھو جاتے ہیں؟“

میں نے کہا ”ہم رات کے دس بجے کے بعد ملتے ہیں اور صبح دس بجے کھو جاتے ہیں، اُس گمشدہ زندگی میں تم اپنا تن من میرے حوالے کر چکی ہو۔ ہم اس زندگی میں ساری دُنیا کو بھول جاتے ہیں، یہ دُنیا ہمارے آس پاس ہوتی ہے مگر ہمیں نظر نہیں آتی۔ ہم قسمیں کھا کر ایک دوسرے سے وعدہ کرتے ہیں کہ صبح دس بجے کے بعد ایک دوسرے کو نہیں بھولیں گے مگر دیکھ لو تم بھول گئی ہو، مجھے اپنا وعدہ اپنی قسم یاد ہے۔“

”میں تمھیں چھو کر، تمھارے بازوؤں میں چھپ کر یقین کر رہی ہوں کہ یہ شخص مکمل طور پر میرا رہ چکا ہے۔ میری یادداشت نہ ہونے کے برابر ہے۔ میرا دماغ میرا ساتھ نہیں دے رہا ہے۔ کوئی بات نہیں، ان لمحات میں عورت شاید اپنے مرد کو دماغ سے نہیں جسم کے رشتے سے پہچانتی ہے۔“

وہ چُپ ہو گئی۔ پورا ماحول چُپ ہو گیا، وہ پھر گم ہونے لگی۔ میں اُسے تلاش کرنے لگا، اُسے بتانے لگا کہ وہ جینا ہے، اُسے جینا ہی رہنا چاہیے اور میرے جینے کا سامان کرتے رہنا چاہیے۔ وہ بہت اچھی تھی، ذرا ذرا سی بات پر قربان ہو رہی تھی، میرے حواس پر چھا رہی تھی اور یہی غلط ہو رہا تھا کہ وہ میرے ہوش اُڑا رہی تھی۔

میں نے ایک طویل عمر گزاری ہے، گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ بڑے تلخ تجربات حاصل کیے ہیں۔ ان تجربات کے پیشِ نظر مجھے ہوشربا لمحات میں مدہوش یا سحر زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ پتا نہیں، وہ کیسا سحر پھونک رہی تھی۔ جذبات کی ہر پھونک میں مجھے سوکھے پتے کی طرح اُڑا رہی تھی اور تب۔۔۔ تب ہی میرے حلق سے چیخ نکل گئی، آخر دُشمن وار کر ہی گیا۔

جینا نے میرے بازو پر ناخن سے خراشیں ڈال دی تھیں۔ اس کے لانبے ناخن میرے بازو کے گوشت میں کھُب کر لکیریں بناتے گئے تھے۔ یہ کوئی جان لیوا حملہ نہیں تھا۔ میرے جسم میں تو بندوق کی گولیاں پیوست ہوتی یا آر پار ہوتی رہی ہیں، ہزاروں بار موت سے پنجے لڑائے ہیں لیکن ان خراشوں نے میرے اندر آگ بھر دی تھی، جیسے انتہائی زہریلے سانپوں نے ڈس لیا ہو۔

بات کچھ ایسی ہی تھی۔ جینا کے ناخنوں میں زہریلا رقیق مادہ لگا ہوا تھا جو میرے گوشت اور خون میں پہنچ گیا تھا اگرچہ منجالی کی زہریلی محبت نے دوسرے تمام زہر کو پانی کر دیا تھا۔ تاہم تھوڑی دیر کی تکلیف ضرور ہوئی تھی، وہ تکلیف بھی عارضی تھی۔ تھوڑی دیر میں وہ زہر بے اثر ہونے والا تھا لیکن دُشمن کو تھوڑا سا ہی موقع چاہیے تھا۔ اُس نے میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کر دیا تھا۔ میں فرش پر اِدھر سے اُدھر تڑپنے لگا۔

آج تک کسی نے میرے اندر پہنچ کر ایسے ظالمانہ حملے نہیں کیے تھے جیسے کہ وہ کر رہا تھا۔ میرا دماغ پہلے ہی جھٹکے میں کمزور ہو گیا تھا۔ میں سانس نہیں روک سکتا تھا، وہ مجھے کمزور بناتے ہی میرے دماغ پر قبضہ جما چکا تھا۔ جینا میری حالت دیکھ کر رو رہی تھی۔ بار بار پوچھ رہی تھی ”ڈولف! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ تم اس طرح کیوں چیخ رہے ہو، فرش پر کیوں تڑپ رہے ہو؟“

دُشمن نے مجھے فرش پر سے اُٹھا کر ایک طرف دوڑایا، میں دوڑنا نہیں چاہتا تھا مگر اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ میرے جسم اور میرے دماغ پر سے میرے تمام اختیارات ختم ہو چکے تھے۔ اب مجھ پر دُشمن کی حکمرانی تھی۔ اُس نے مجھے دوڑاتے ہوئے لا کر دیوار سے ٹکرایا۔ میں ٹکراتے ہی اُچھل کر پیچھے فرش پر گر پڑا۔ ابھی دماغی تکلیف کم نہیں ہوئی تھی کہ وہ جسمانی تکلیف پہنچا رہا تھا۔

پھر کسی نے میرے اندر بھرائی ہوئی آواز میں کہا ”جینا کے ناخنوں کا زہر کمزور افراد کو مار ڈالتا ہے۔ مضبوط اعصاب رکھنے والوں کو بے ہوش رکھتا ہے۔ میں تمھارے اندر رہ کر دیکھ رہا ہوں، تم پر زہر کا خاطر خواہ اثر نہیں ہو رہا ہے۔ بتاؤ کیوں؟“

میں نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "میں اسنیک چارمر ہوں۔ زہریلے سانپوں کو پکڑنا اور اُن کا زہر نکالنا ہمارا خاندانی پیشہ ہے۔ معمولی زہر مجھ پر اثر نہیں کرتا۔"

میں شدید تکلیف کے باوجود اس حد تک سنبھل رہا تھا کہ اسے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ اُس نے پوچھا "تمہارا اصلی نام کیا ہے؟"

"میرا اصلی نام یہی ہے، برائن ڈولف۔"

"کیا یہ تمہارا پیدائشی چہرہ ہے؟"

میں جواب دینا چاہتا تھا، وہ سخت لہجے میں بولا "میں تمہاری زبان سے سچ معلوم کرنے کے لیے سوالات کر رہا ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر بعد تم پر تنویمی عمل کر کے اپنا معمول بناؤں گا تو تم مجھ سے کچھ نہیں چھپا پاؤ گے۔ سچ سچ بتاؤ، تم فرہاد کے ہم شکل کیوں ہو؟"

"میں نے پلاسٹک سرجری کرائی ہے۔ سونیا کی محبت میں گرفتار ہو کر فرہاد کی جگہ لینے کے لیے یہ چہرہ بنوایا ہے۔"

"تم سچ مچ فرہاد کی طرح ایکشن میں رہتے ہو، یہ ٹیلی پیتھی کہاں سے سیکھی؟"

"میں نے باباصاحب کے ادارے میں تربیت پائی ہے۔ جب فرہاد زندہ تھا تب اُس نے ٹرانسفارمر مشین کا پورا نقشہ باباصاحب کے ادارے میں پہنچا دیا تھا۔ میں اُس ادارے کے تمام رازوں سے واقف نہیں ہوں مگر اتنا جانتا ہوں کہ ایسی ہی ایک مشین سے گزرنے کے بعد خیال خوانی کرنے لگا ہوں۔"

"فرہاد کے دوسرے ہم شکل ہارڈ ویر والٹن کی حقیقت کیا ہے؟"

"مجھے کل ہی اُس کے متعلق معلوم ہوا تھا۔ میں نے سونیا سے اس کے متعلق پوچھا تھا تو وہ سختی سے بولی کہ میں ہارڈ ویر کی ٹوہ میں نہ رہوں، اپنے کام پر توجہ دوں۔ سونیا نے اُسے پچھلی رات برائن ڈولف بنا کر جونی کے کاٹیج میں بھیجا تھا اور میں ہارڈ ویر والٹن کا نام.... اختیار کر کے اب تک اپنے فرائض انجام دیتا رہا ہوں۔"

"اُس طیارے کو یہاں کیوں لاتے ہو؟"

"اُس طیارے کے مختلف حصوں میں بڑے ممالک کے اہم راز، مائیکرو فلم کی صورت میں چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ سوئٹزرلینڈ میں اسے کھولنے کا نہ تو وقت تھا اور نہ ہی انجینئرز تھے، اس لیے طیارے کو یہاں لانا پڑا۔"

"یہ بتاؤ، تمہیں کمزور اور محکوم بنائے رکھنے کے لیے کیا کروں؟"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "باباصاحب کے ادارے کے بزرگوں نے اور سونیا نے بارہا سمجھایا تھا کہ فرہاد بن سکو تو بن جانا مگر اُس کی طرح حسن پرست نہ بننا۔ میں نے یہی کوشش کی تھی لیکن تم نے جینا کو عجیب انداز میں پیش کر کے مجھے چکر میں ڈال دیا۔ میں نے جینا کو ساتھ رکھ کر بہت بڑی غلطی کی۔ حالانکہ وہ بے چاری میری دشمن نہیں ہے اور میں یہ سوچ کر مطمئن ہوں کہ میں نے حسن پرستی میں نہیں انسانی ہمدردی میں دھوکا کھایا ہے۔ بہرحال مجھے سزا تو ملے گی، تم مجھے محکوم بنا کر رہو گے۔"

"ابھی جینا اپنے پرس میں سے ایک انجکشن نکالے گی۔ اُسے تمہارے بازو میں انجیکٹ کرے گی۔ تم وہ انجکشن لگوانے سے انکار کرو گے تو میں تمہارے دماغ میں زلزلے پیدا کر دوں گا۔"

شاید وہ میرے دماغ سے نکل گیا تھا کیونکہ جینا اُس کی معمول بن گئی تھی۔ ایک طرف رکھے ہوئے پرس کے پاس جا کر اُس میں سے انجکشن کی سرنج وغیرہ نکال رہی تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن دشمن نے دماغ میں ایسے زلزلے پیدا کیے تھے کہ خیال خوانی کی توانائی نہیں رہی تھی۔ رابطہ قائم کرنے کے لیے ایک ٹیلی فون رہ گیا تھا، وہ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر تھا۔ میں فرش پر کھسکتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ ریسیور اُٹھا کر جلدی جلدی فون.... کے بٹن دبانے لگا۔ کن انکھیوں سے دیکھتا بھی جا رہا تھا۔ جینا انجکشن تیار کرنے میں مصروف تھی۔ اس کے دماغ میں وہ دشمن بھی مصروف ہوگا۔

رابطہ قائم ہوگیا۔ سونیا کی آواز سنائی دی۔ میں چند لفظوں میں کہنا چاہتا تھا کہ میں خطرے میں ہوں، اس کے بعد کچھ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ وہ آندھی طوفان کی طرح ایکشن میں آجاتی لیکن میں نے اُس کی آواز سنتے ہی کہا "ہیلو سونیا! کیسی ہو؟"

وہ غصے سے بولی "میں خیریت سے ہوں اور خیریت سے رہوں گی مگر تم جلد ہی حرام موت مرو گے۔ ابھی مجھے رپورٹ ملی ہے کہ تم نے کسی لڑکی کو اپنے ساتھ لگا رکھا ہے۔ اسی کی وجہ سے چار مائیکرو فلموں کا نقصان ہوا۔ میں اس خبر کی منتظر ہوں کہ وہ تمہیں جہنم میں پہنچا چکی ہے۔ اپنی عمر دیکھو اور اپنی حسن پرستی پر شرم کرو۔"

میں پھر اُسے خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا تھا، تب بتا چلا میں آزاد نہیں ہوں، وہ میرے اندر خاموشی سے موجود تھا۔ مجھے اپنی مرضی کے مطابق بولنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ میں نے اُس کی مرضی کے مطابق کہا "تم غصہ بعد میں دکھانا۔ پچھلی رات کا تھکا ہوا ہوں، شام تک نیند پوری کروں گا۔ میرے ساتھ آنے والی جس لڑکی پر تمہیں غصہ آرہا ہے اُس کا نام جینا ہے۔ میں جینا کے ذریعے ایک خیال خوانی کرنے والے دشمن کی گردن پکڑنے والا ہوں، اس کے لیے آج رات کی کسی فلائٹ سے جرمنی جاؤں گا۔ تم سرکاری سطح پر میری اور جینا کی روانگی کا انتظام کردو۔"

"پہلے تم میرے دماغ میں آکر تفصیل سے اپنی پلاننگ بتاؤ، پھر میں تمہاری روانگی کا انتظام کروں گی۔"

میں نے دشمن کی مرضی کے مطابق کہا "ذرا انتظار کرو، میں دس منٹ بعد تمہارے پاس آؤں گا۔"

یہ کہتے ہی اُس نے رابطہ ختم کرا دیا۔ میں بُری طرح پھنس گیا تھا۔ اس کے ایک ایک اشارے پر ناچ رہا تھا۔ آج تک کسی نے اس طرح مجھے کٹھ پتلی نہیں بنایا تھا۔ وہ میرے دماغ سے نکل کر جینا کے اندر گیا تھا۔ اب جینا اُس کے حکم کے مطابق بول رہی تھی "اُٹھو اور بستر پر لیٹ جاؤ۔"

میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر بستر پر آگیا۔ وہ دشمن ایک وقت میں کسی ایک ہی کے دماغ میں جا سکتا تھا۔ جب جینا کے اندر ہوتا تو میں انجکشن کی سرنج چھین کر توڑ سکتا تھا لیکن اس میں میرا ہی نقصان ہوتا۔ وہ میرے دماغ میں زلزلے پیدا کرتا چلا جاتا۔ کچھ عرصہ پہلے میں نے کینی پال کا جو حشر کیا تھا، وہی میرا ابھی حشر ہوتا۔

جینا نے میرے بازو میں سوئی پیوست کر دی۔ سرنج کا تمام رقیق مادہ میرے اندر پہنچا دیا۔ اب دشمن کو اطمینان ہو گیا تھا کہ میں اعصابی کمزوری کے بعد اپنے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں پاؤں گا اور جینا اس کی مرضی کے خلاف کاٹیج سے باہر نہیں جائے گی۔

میں جن مخصوص کوڈ ورڈز کے ذریعے سونیا کے دماغ میں جاتا تھا، دشمن نے وہ کوڈ ورڈز میرے کمزور دماغ سے معلوم کر لیے تھے۔ اب وہ سونیا کے پاس جا کر کیا کہہ رہا تھا، یہ میں نہیں جان سکتا تھا۔ مجھ پر غنودگی طاری ہو رہی تھی۔ پتا نہیں انجکشن کا اثر تھا یا پچھلی رات سے جاگنے کے باعث نیند آرہی تھی۔ زلزلے کے باعث دماغ بھی تھکا ہوا تھا، اس لیے میں جلد ہی نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

اُدھر جینا دشمن کے سحر سے نکلی یا دشمن اس کے دماغ سے نکل کر میری دماغی کیفیت معلوم کرنے آیا تو وہ پریشان ہو کر جھنجوڑنے لگی۔ کہنے لگی "میں نے کیوں تمہیں انجکشن لگایا ہے۔ کیا تم دس بجے سے پہلے مرنے والے ہو؟"

وہ بستر پر آگئی۔ مجھے جھنجوڑنے لگی۔ میں نے ایک ذرا آنکھیں کھول کر دیکھا، وہ دور چلی گئی۔ میرے پاس آنے والی دور نہیں جا سکتی تھی۔ دشمن نے ہی اُسے دور کیا ہوگا۔ اس کے بعد دوبارہ میری آنکھ لگ گئی۔

شاید دو گھنٹے گزرے ہوں گے۔ میں نے نیند کی حالت میں محسوس کیا، وہ مجھ پر تنویمی عمل کا آغاز کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا "میں نے نیند کے دوران معلوم کر لیا ہے، تم اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہو۔ میں تمہارے اندر توانائی پیدا کروں گا۔ میرے حکم کی تعمیل کرتے جاؤ۔ اسی طرح ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ کر لیٹے رہو۔ دیکھو، تمہارے تصور میں دو آنکھیں نظر آرہی ہیں، انھیں نیم خوابی کے دوران دیکھتے رہو۔"

میں نے خواب کی سی حالت میں دو حسین آنکھیں دیکھیں۔ مجھ پر تنویمی عمل کرنے والا مرد تھا لیکن ہپناٹائز کرنے والی آنکھیں کسی حسینہ کی تھیں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ ایسا تنویمی عمل میں کبھی نہیں ہوتا کہ آواز ایک عامل کی ہو اور آنکھیں دوسرے عامل کی۔ لیکن وہ عمل جاری تھا۔

یہ مذاق ہو گیا تھا۔ وہ دشمن اپنے عمل کے تمام طریقوں سے مجھے معمول بنا رہا تھا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ ایسے میں کبھی اس کے زیر اثر نہیں آؤں گا۔ اس کے باوجود میں اُسے فریب دینے کے لیے

معمول بن رہا تھا، اس کے سوالات کے خاطر خواہ جواب دے رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا: ”موجودہ تنویمی عمل کا اثر قائم رہنے تک تم میرے معمول اور محکوم رہو گے۔“

میں نے جواباً کہا: ”میں تمہارا معمول اور محکوم رہوں گا۔“

اُس نے کہا: ”تمہارا حساس دماغ تمام پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرے گا مگر میری سوچ کے اس لہجے کو محسوس نہیں کرے گا۔“

میں نے اس کی بات دُہرائی۔ اُس نے کہا: ”تم بظاہر بابا صاحب کے ادارے سے منسلک رہو گے اور اُن سے وفاداری جتاؤ گے لیکن اُس ادارے کے اہم راز مجھ تک پہنچاتے رہو گے۔“

میں نے جواباً کہا کہ اس کا وفادار رہوں گا اور اُس ادارے کے اہم راز اُس کے پاس پہنچاتا رہوں گا۔

اُس نے اپنی دانست میں تنویمی عمل کے ذریعے مجھے اچھی طرح جکڑ لیا پھر مطمئن ہو کر کہا: ”اب تم چار گھنٹے تک تنویمی عمل کی نیند پوری کرو گے پھر میں تمہارے پاس آؤں گا۔“

میں نے محسوس کیا، نیند پھر سے مجھ پر غالب آ رہی ہے جبکہ میں اس کی تنویمی نیند سُلانے سے نہیں سو رہا تھا۔ اُس دُشمن کا عمل تو صفر ہو کر رہ گیا تھا، اس کے باوجود میں سو گیا۔

اب ایک نیا چکر چل پڑا تھا، ایک نئی اُفتاد آ پڑی تھی۔ نیند کے دوران ایک سُریلی ہنسی سُنائی دی۔ خواب کے اسکرین پر وہی حسین آنکھیں تھیں جنھوں نے دُشمن کے تنویمی عمل کو ناکام بنایا تھا۔

ہنسی کے ساتھ ایک حسرت بھری ہائے سُنائی دی: ”ہائے! ایک طویل انتظار کے بعد قابو میں آئے ہو، میں چھپ چھپ کر ہزار جتن کرتی رہی کہ کسی طرح تھوڑی دیر کے لیے تمہارا دماغ کمزور ہو جائے اور میں اس کی مالک بن جاؤں مگر تم فولاد ہو، تمہیں توڑنا میرے بس میں نہیں تھا اور میں تمہیں توڑنا نہیں اپنے ساتھ جوڑنا چاہتی تھی۔“

میں نے کہا: ”تمہاری آواز جادو بھری ہے، کون ہو تم؟“

”مجھے پھانسنے کے ہتھکنڈے نہ آزماؤ، میں تمہیں اپنے ساتھ جوڑنا ضرور چاہتی ہوں مگر محکوم بنا کر، حاکم بننے کا خیال دل سے نکال دو اور میرے معمول بننے کے لیے تیار ہو جاؤ۔“

”پہلے میری بات سُن لو۔“

”میں وقت ضائع نہیں کروں گی، وہ دُشمن مطمئن ہو کر گیا ہے کہ تم چار گھنٹے تک تنویمی نیند سوتے رہو گے۔ اصل تنویمی نیند تو میں سُلاؤں گی۔“

پھر اُس نے مجھے بولنے کا موقع نہیں دیا۔ میں دماغی اور اعصابی کمزوریوں میں مُبتلا تھا۔ خواب کے اسکرین پر نظر آنے والی آنکھوں سے چپک کر رہ گیا تھا۔ وہ آنکھیں سحر پھونک رہی تھیں اور میرے وجود کو تنکے کی طرح اُڑا رہی تھیں۔ میں جیسے نور کی ایک کرن بن کر اُس کی آنکھوں کی گہرائی میں گیا۔ اس کے بعد مجھے اپنی خبر نہ رہی۔

یقیناً وہ نئی مصیبت مجھ پر عمل کر رہی ہو گی اور میں اس کا معمول اور محکوم بن رہا ہوں گا۔ یہ تو آنے والا وقت ہی بتلائے گا کہ میں کیا تھا؟ کیا ہو گیا ہوں؟ اور آئندہ میرا کیا بننے والا ہے؟

میری آنکھ کھُل گئی۔ سب سے پہلے سامنے دیوار گھڑی پر نظر گئی۔ شام کے پانچ بج رہے تھے۔ اس کا مطلب تھا، میں نے تنویمی نیند پوری کی ہے جو وقت مقرر تھا، اسی کے مطابق بیدار ہو گیا ہوں۔ میرا یہ خیال درست نکلا۔ کوئی میرے دماغ میں آیا تھا۔ میں نے سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی، وہ باہر گیا پھر اندر آ کر بولا: ”برائن وُولف! یہ کیا حرکت ہے؟ کیا میری سوچ کی لہروں کو نہیں پہچانتے؟ میں تمہارا عامل ہوں۔“

میں نے پوچھا: ”گدھے کے بچے! کبھی تیرے باپ نے بھی عمل کیا تھا؟“

وہ گرج کر بولا: ”میں نے تمہارے دماغ میں جو زلزلے پیدا کیے تھے اُنھیں بھول گئے، لو اب سنبھل جاؤ۔“

میں نے سانس روکی، وہ باہر ہو گیا۔ پہلے وہ جونی اور جینا کے لہجے میں بولتا تھا، اب اس یقین کے ساتھ اپنے لہجے میں بول رہا تھا کہ میں اس کا محکوم ہوں، اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکوں گا اور وہ کمبخت اپنے انداز میں بولنے والا پاسکل نُوبا تھا۔

میں اُس کے پاس جا سکتا تھا، خیال خوانی کر سکتا تھا۔ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد حیرت انگیز طور پر میری دماغی توانائی بحال ہو گئی تھی۔ شاید اس تنویمی عمل کرنے والی نے اپنے طریقۂ کار سے میری توانائی مجھے واپس کی تھی تاکہ اس کے سوا اور کوئی میرے دماغ میں بغیر اجازت نہ آ سکے۔

میں نے آنکھیں بند کر کے پاسکل نُوبا کی آواز اور لہجے کو اپنی گرفت میں لیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی لیکن وہ پرواز بھٹک کر واپس آ گئی۔ مجھے اس کا دماغ نہیں ملا۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مر چکا ہے، وہ زندہ تھا۔ پاسکل نے اس کے اور جوجو کے دماغوں کو نئی آواز اور نئے لہجے سے ہم آہنگ کرایا تھا اور پُرانی آواز اور لہجے کو ان کے اندر سے مٹا دیا تھا۔

بے شک چار گھنٹے پہلے پاسکل نُوبا نے ہی مجھے دماغی اذیتوں میں مُبتلا کیا تھا اور میرے اندر آ کر اپنے سابقہ لہجے میں بولتا رہا تھا لیکن یہ سابقہ لہجہ عارضی تھا۔ اس کا تعلق موجودہ پاسکل نُوبا کے دماغ سے نہیں تھا، اس لیے میں اُس کے اندر پہنچنے میں ناکام رہا تھا۔

میں بستر پر بیٹھ گیا۔ سر جھکائے سوچتا رہا جس کی حسین آنکھوں نے مجھ پر عمل کیا تھا۔ میں اس کی مترنم آواز اور لہجے کو یاد کرنے لگا۔ وہ بڑی دیر تک میرے اندر بولتی رہی تھی۔ مجھے یاد آنا چاہیے تھا مگر میں بھول چکا تھا۔ یہ سیدھی سی سمجھ میں آنے والی بات تھی۔ اس حاکم بننے والی نے تنویمی عمل کے ذریعے اپنی آواز اور لہجے کو میرے دماغ سے مٹا دیا تھا اور یہ بات بھی میرے ذہن میں نقش کر دی ہو گی کہ میں اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کروں گا، وہ جب چاہے گی خاموشی سے آ کر میرے خیالات پڑھتی رہے گی اور میری لاعلمی میں اپنے احکامات کی تعمیل مجھ سے کراتی رہے گی۔

میں بُرا پھنسا تھا۔ آسمان سے گرا تھا، کھجور میں اٹک گیا تھا۔ میں آنکھیں بند کر کے سوچ کے ذریعے پوچھنے لگا: ”کیا تم موجود ہو؟ کیا مجھ سے باتیں نہیں کرو گی؟“

میں نے جواب کا انتظار کیا۔ میرے دماغ کے اندر خاموشی رہی۔ کوئی سوچ نہیں اُبھری۔ میں نے کہا: ”اچھی بات ہے، جواب نہ دو۔ میں نے ابھی تنویمی نیند پوری کی ہے۔ تم اپنے عمل کا اثر دیکھنے آئی ہوئی ہو اور میری باتیں سُن رہی ہو۔ ایک بات اچھی طرح یاد رکھو، میری زندگی میں کتنے ہی خطرناک دُشمن اور زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والے نئے نئے انداز میں آئے۔ سب نے اپنی ذہانت کی آخری حد تک پُراسرار بن کر مجھے مٹی میں ملانا چاہا۔ میں نے اُن سب کو ایک ہی جواب دیا اور وہ جواب تمہارے لیے بھی ہے، اسے سنو اور گرہ میں باندھ لو کہ پُراسرار صرف خدا کی ذات ہے، اُس کے سوا جس نے بھی پُراسرار بننے کی کوشش کی، اُسے قدرت نے سب کے سامنے ننگا کر دیا۔ میری فہرست میں ایسے کئی ننگے ہیں، آئندہ تمہارا اضافہ ہونے والا ہے۔“

دوسری طرف مسلسل خاموشی تھی۔ میں بستر سے اُتر کر ٹہلنا چاہتا تھا۔ اچانک جینا کا خیال آیا۔ میں اپنی اُلجھنوں میں اُسے بھُلا بیٹھا تھا اور اتنا وقت گزرنے کے باوجود وہ بھی میرے پاس نہیں آئی تھی۔ میں تیزی سے چلتا ہوا دوسرے بیڈ روم میں آیا، وہاں بستر خالی تھا۔ وہ باتھ روم میں بھی نہیں تھی۔ میں نے آواز دی: ”جینا!“

جواب نہیں ملا۔ تب میں اُس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ چیخیں مار رہی تھی، اُسے بجلی کے جھٹکے پہنچائے جا رہے تھے۔ اُن جھٹکوں کے باعث میری سوچ کی لہریں بار بار اُس کے دماغ سے نکل آتی تھیں پھر جھٹکے بند ہو گئے۔ وہ نیم مُردہ سی ہو کر بستر پر چاروں شانے چت ہو گئی۔ اُس کے کمزور دماغ نے بتایا، اب تک تین بار ایسے جھٹکے دیے جا چکے ہیں۔ وہ پیرس کے ایک اسپتال میں تھی اور اس کے آس پاس ڈاکٹروں اور نرسوں کے علاوہ وہ فوجی افسران بھی تھے جن سے صبح پیرس کے فوجی ہوائی اڈے میں ملاقات ہوئی تھی۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہ بتا سکی۔ اس کا دماغ غفلت کی تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

مجھے اُن فوجی افسران پر بڑا غصہ آیا۔ وہ بے چاری معصوم جینا پر بے جا ظلم کر رہے تھے۔ پتا نہیں وہ کتنے عرصے سے دُشمنوں کے ہاتھوں میں کھیل رہی تھی۔ اُسے دُہری شخصیت میں مُبتلا کیا گیا تھا۔ اس کا ماضی، اس کا حال، اس کا مستقبل، اس کے والدین اور اس کا دماغی سکون سب کچھ چھین لیا گیا تھا۔ اب یہ فوجی افسران اُس پر ظلم کر رہے تھے۔

میں ایک افسر کے دماغ میں پہنچا تو اُس نے سانس روک لی۔ میں نے فوراً ہی سونیا کو مخاطب کیا۔ اُس نے پوچھا: ”تم کہاں تھے؟ دو گھنٹے پہلے میں نے فون کیا تھا۔“

”میں سو رہا تھا۔“

”تعجب ہے، تم ایسی گہری نیند نہیں سوتے کہ گھنٹی کی آواز پر نہ اُٹھ سکو۔“

”میں تنویمی عمل کی نیند سو رہا تھا۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب بعد میں سمجھاؤں گا، ابھی یہ معلوم کرو، فضائیہ کے اعلیٰ افسران جینا پر ظلم کیوں کر رہے ہیں، اُن سے کہو اُسے فوراً رہا کر دیں۔“

”یہ جینا کیا وہی لڑکا یا لڑکی ہے جو تمہارے ساتھ کاٹیج میں تھی؟“

”ہاں وہی ہے۔“

”اچھی بات ہے، تم جاؤ، میں معلوم کرتی ہوں، معاملہ کیا ہے۔“

”میں تمہارے پاس رہوں گا، تم افسران سے فون پر بات کرو۔“

”میں دماغ پر بوجھ محسوس کروں گی، پلیز بات مان لو۔ میں ابھی فون کروں تو دماغ میں آ جانا۔“

میں واپس آ گیا۔ سوچنے لگا، کیا فوجی افسر میرے کاٹیج میں آئے تھے اور جینا کو یہاں سے گرفتار کر کے لے گئے تھے۔ مگر کیوں لے گئے تھے؟

میں بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ بار بار فون کی طرف دیکھنے لگا۔ دس منٹ گزر گئے پھر بیس منٹ گزر گئے۔ میں نے جھنجلا کر اُسے مخاطب کیا: ”تم کیا کر رہی ہو۔ تمہیں میری ذہنی پریشانیوں

کا احساس ہے یا نہیں؟"
وہ بولی "جینا کے لیے اس قدر پریشان کیوں ہو، تمہاری زندگی میں ایسی لڑکیاں کھلونے کی طرح آتی ہیں اور ٹوٹ کر چلی جاتی ہیں۔"
"یہ کھلونا نہیں ہے، بہت ہی مظلوم لڑکی ہے۔ اتنی مظلوم ہے کہ اس کی خاطر میں نے دشمن خیال خوانی کرنے والے کو اپنے قریب رہنے کا موقع دیا۔ اس نے موقع پاکر میرے دماغ میں زلزلے پیدا کر دیے۔ مجھے اپنا محکوم بنانے کی کوشش کی۔ مقدر نے مجھے اس دشمن سے تو بچا لیا مگر ایک خیال خوانی کرنے والی نے میرے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔ تنویمی عمل کے ذریعے مجھے اپنا معمول اور محکوم بنا لیا ہے۔"
"یعنی دشمن بن کر ہی سہی، ایک اور عورت تمہاری زندگی میں آگئی۔"
میں نے گرج کر کہا "بکواس مت کرو، طعنے نہ دو، یہ سمجھو کہ جینا کس قدر ہمدردی کی مستحق ہے کہ میں نے اس کی خاطر اتنے سارے عذاب مول لیے ہیں۔"
پھر میں نے اس کی دوسری شخصیت کے متعلق بتایا تو وہ بولی "ٹھہرو، ابھی فوجی افسران بھی مجھے یہی کہہ رہے تھے کہ وہ کبھی لڑکا بن کر اور کبھی لڑکی بن کر مختلف ممالک کے راز چراتی ہے۔"
"یہ جھوٹ ہے، وہ جان بوجھ کر لڑکا نہیں بنتی ـــ میں اس کے دماغ میں رہ کر اس کی بے بسی دیکھ چکا ہوں۔"
سونیا نے کہا "میں تمہاری بات سے انکار نہیں کروں گی لیکن تم جو مائیکرو فلمیں لائے ہو، افسران نے انہیں انلارج کرا کے دیکھا ہے۔ تین فلموں میں جینا کی صاف تصویریں ہیں، وہ کہیں لڑکے کے روپ میں اور کہیں لڑکی کے روپ میں نظر آتی ہے۔ فلمی رپورٹ کے مطابق وہ دنیا کی معصوم ترین خطرناک لڑکی ہے۔ اس کے اندر ایسی کچھ باتیں اور صلاحیتیں ہیں کہ وہ فولادی اعصاب رکھنے والے اصول پسند افراد کو بھی اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ روس، امریکا، فرانس اور جاپان کی اہم سیاسی اور سرکاری شخصیات کے ساتھ اس کی تصویریں موجود ہیں۔ پتا نہیں وہ کتنوں کو الو بناتی ہوئی تمہارے پاس پہنچی تھی۔"
میں نے کہا "وہ الو نہیں بناتی۔ اس کے متعلق رپورٹ دینے والے الو ہیں۔ انہوں نے ظاہر میں جو کچھ دیکھا وہی بیان کر دیا۔ ان کے برعکس میں نے اس لڑکی کے اندر رہ کر اسے اچھی طرح سمجھا ہے۔"
"بڑے بڑے ممالک کی اہم شخصیات سے اس کا کیا تعلق ہے؟"
"یقین کرو، وہ جان بوجھ کر کسی سے ملنے نہیں جاتی۔ اس کے دماغ میں بیٹھا ہوا دشمن پاسکل کوبا اسے ماسک مین کے مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے۔"
سونیا نے کہا "تین ہفتے پہلے پاسکل کوبا ہمارا قیدی تھا۔ جینا کے متعلق مہینوں پہلے کی فلم رپورٹ ہے۔ ان دنوں کون خیال خوانی کرنے والا اس لڑکی کو آلہ کار بناتا ہوگا؟"
میں نے جواب دیا "ماسک مین کے پاس کتنے ہی بینا کرنے والے موجود ہیں۔ جینا کا پہلے برین واش کیا گیا پھر تنویمی عمل کے ذریعے اس کے خالی برین میں دوسری شخصیت کو نقش کیا گیا۔ تنویمی عمل کا اثر کم از کم سات دن رہتا ہے، ہر ساتویں دن اس پر عمل کیا جاتا ہوگا۔ اب پاسکل کوبا کے آجانے سے آسا پیدا ہو گئی ہیں۔ وہ جب چاہتا ہے اس کے دماغ میں آتا جاتا رہتا ہے اور اسے ماسک مین کے مقاصد کے لیے استعمال کرتا رہتا ہے۔"
"تم جیسا کہہ رہے ہو ویسا ہی ہو رہا ہوگا مگر تم فرانسی حکام کے لیے فرہاد نہیں ہو، وہ جس فرہاد پر اندھا اعتماد کر تھے، وہ مر چکا ہے۔ تم برائن وولف ہو، ابھی اعتماد کے قا نہیں ہو، اسی لیے وہ صرف مجھ پر بھروسا کرتے ہیں۔ میری ضمانت پر انہوں نے تمہیں گرفتار نہیں کیا ہے ورنہ اہم خفی بین الاقوامی معاملات میں ملوث رہنے والی جینا کے سات وہ آزاد نہیں چھوڑ سکتے تھے۔"
"مجھ پر احسان نہ جتاؤ، ان سے کہو مجھے گرفتار کریں، تماشا دیکھیں، اگر تم چاہتی ہو کہ فرانس کی حکومت سے ہم دیرینہ تعلقات بحال رہیں تو ایک گھنٹے کے اندر جینا کو میر پاس پہنچا دیا جائے۔ یہاں کے حکام نے آج تک دوسر ممالک میں ٹیلی پیتھی کے دھماکے سنے ہیں اور دیکھے ہیں، یہ اپنی زمین پر قیامت کا منظر دیکھیں گے۔"
وہ پریشان ہو کر بولی "کیا تمہارا دماغ پھر گیا ہے؟ جوش اور جذبات میں کوئی ایسا ویسا قدم نہ اٹھانا۔ بابا فرید مرحوم کے زمانے سے فرانس کے ساتھ ہمارے تعلقا دوستانہ ہیں۔ تمہاری جگہ کوئی دوسرا چیلنج کرتا تو میں اس ہوش اڑا دیتی۔ تمہیں سمجھا رہی ہوں کہ۔ ۔ ۔"
میں نے بات کاٹ کر کہا "مجھے سمجھانے میں وقت نہ کرو، میں اس معصوم اور مظلوم لڑکی کو مصیبتوں سے نکا لیے کچھ بھی کر گزروں گا۔"
میں کچھ اور کہنا چاہتا تھا۔ فون کی گھنٹی سن کر چپ
سونیا نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔"
دوسری طرف سے فوجی افسر کی آواز سنائی دی "آپ نے ہمیں تاکید کی تھی کہ ہم جینا کے ساتھ نرم رویہ

کریں مگر افسوس! وہ ہماری نرمی سے فائدہ اُٹھا کر فرار ہو گئی ہے۔"
میں چونک کر سیدھا بیٹھ گیا۔ سونیا نے پوچھا: "کیسے فرار ہو گئی؟"

اعلیٰ افسر نے کہا: "ہم خود حیران ہیں۔ اُسے تین بار بجلی کے جھٹکے دیے گئے تھے۔ اکثر مجرم ایک ہی جھٹکے میں اپنا کچا چٹھا بیان کر دیتے ہیں۔ جو ڈھیٹ ہوتے ہیں وہ دوسرے جھٹکے میں سب کچھ اُگل دیتے ہیں۔ تیسرے جھٹکے میں لازماً بے ہوش ہو جاتے ہیں لیکن یہ لڑکی تو فولادی اعصاب رکھنے والے مجرموں سے بھی نمبر لے گئی ہے۔ وہ اپنی ایک ہی بات پر اَڑی رہی۔ بجلی کے ہر جھٹکے کے بعد یہی کہتی رہی کہ صبح دس بجے پیدا ہوتی ہوں اور رات کے دس بجے مر جاتی ہوں۔ ہم نے سمجھا تھا، وہ تیسرے جھٹکے میں بے ہوش ہو گئی ہے۔ بعد میں پتا چلا وہ بے ہوشی کی ایکٹنگ کر رہی تھی۔"

سونیا نے پوچھا: "وہاں آپ نے پہرا تو لگایا ہوگا؟"

"جی ہاں! کمرے کے باہر دو فوجی جوان ڈیوٹی پر تھے۔ کسی تگڑے نوجوان سے بھی یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ بجلی کے اتنے جھٹکے کھا کر دو چار گھنٹے سے پہلے اُٹھنے بیٹھنے کے قابل ہو سکے گا مگر وہ لڑکی تو غیر معمولی اعصاب رکھتی ہے۔ ایک نرس کسی کام سے کمرے میں گئی تھی۔ پندرہ منٹ بعد جینا نرس کا لباس پہن کر کمرے سے نکلی۔ وہ اتنی پھرتی سے پہرے داروں کے سامنے سے گزری تھی کہ کوئی اُس کی صورت نہ دیکھ سکا۔ یہی سمجھا گیا کہ ابھی جو نرس اندر گئی تھی، وہی باہر جا رہی ہے۔"

سونیا نے افسر کی باتوں کے دوران سوچ کے ذریعے مجھ سے کہا: "کیا خیال ہے؟ تم ایسی چالباز لڑکی کو معصوم اور مظلوم کہہ رہے تھے۔"

"میں اب بھی کہتا ہوں، پاسکل یوٹا اُس سے ایسی حرکتیں کرا رہا ہے۔"

افسر نے ٹیلی فون پر پوچھا: "ہیلو مادام! کیا آپ سن رہی ہیں؟"

"ہاں، اُس لڑکی کی حرکتیں سن رہی ہوں اور حیران ہو رہی ہوں۔"

"میں نے ایک اجازت حاصل کرنے کے لیے فون کیا ہے۔ ہم برائن وُولف کو حراست میں لیں گے۔"

"میں اس کا مشورہ نہیں دوں گی۔ برائن وُولف کا جینا کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے، وہ قانون کا احترام کرنے والا قابلِ اعتماد شخص ہے۔"

"آپ کو اتنا ہی اعتماد ہے تو ہم حراست میں نہیں لیں گے لیکن اُسے کاٹیج میں نظر بند رکھیں گے۔"

سونیا نے افسر سے کہا: "ذرا ایک منٹ، میں ابھی بات کرتی ہوں۔"

پھر اُس نے مجھ سے کہا: "فرہاد! تم ذرا جاؤ، میں افسر کو سمجھا رہی ہوں، تم سے ابھی بات کروں گی۔"

"تم افسر کو سمجھاؤ، مجھے کیوں بھگا رہی ہو؟"

"میں بھگا نہیں رہی ہوں، تم اس وقت جینا کے لیے جوش اور جذبے سے بھرے ہوئے ہو۔ میں افسر سے جو معاملات طے کروں گی، وہ تمھیں ناگوار گزریں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں، تمھاری مخالفت نہیں کروں گا۔"

وہ فون پر افسر سے بولی: "آپ کو انتظار کرنا پڑا، معذرت چاہتی ہوں۔ دراصل میں غور کر رہی تھی کہ برائن وُولف کو کاٹیج میں نظر بند رکھنا مناسب نہ ہوگا۔ آپ وُولف کو اس فریب میں مبتلا رکھیں کہ وہ ہر طرح سے آزاد ہے، اس پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جا رہا ہے، وہ اس خوش فہمی میں کاٹیج سے باہر جائے گا، جینا کو تلاش کرے گا۔ وہ دونوں کہیں نہ کہیں ضرور ایک دوسرے سے ملیں گے۔ ایسے وقت آپ کے نگرانی کرنے والے جینا کو گرفتار کر لیں گے۔"

"شکریہ مادام! یہ طریقۂ کار مناسب رہے گا۔ میں ملٹری انٹیلی جنس کے دو آدمیوں کو ابھی برائن وُولف کی نگرانی پر مامور کرتا ہوں۔"

اُس نے فون کا رابطہ ختم کر دیا، مجھ سے بولی: "میں جانتی ہوں، تم اس کی تلاش میں وہاں سے نکل گئے۔ میں نے تمھیں نظر بندی سے بچا لیا۔ اب تم نگرانی کرنے والوں سے نمٹ لینا۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "سونیا! تمھارا جواب نہیں ہے۔"

"تمھارا بھی جواب نہیں ہے۔ اُس لڑکی کی خاطر پاسکل یوٹا کے غلام بنتے بنتے رہ گئے۔ کسی نامعلوم خیال خوانی کرنے والی کے محکوم ہو گئے۔ اب پھر اُس کے لیے مرنے جانے جا رہے ہو، تمھارا تو خدا ہی حافظ ہے۔"

میں نے اُس سے رابطہ ختم کیا۔ الماری کے پاس آ کر لباس تبدیل کیا۔ کچھ ضروری سامان ایک بیگ میں رکھا، کچھ خاص کرنسی بھی رکھ لی۔ پھر بیگ کو شانے سے لٹکا کر باہر جانا ہی چاہتا تھا کہ میرے قدم رُک گئے۔ میں چند لمحوں کے لیے جہاں تھا، وہیں پتھر کا ہو کر رہ گیا تھا۔

کاٹیج کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور کھلے ہوئے دروازے سے اُس کا سایہ اندر آ رہا تھا۔ پھر وہ دونوں بانہیں پھیلا کر میری طرف دوڑتے ہوئے بولی: "مجھے چھپا لو، دس بجنے میں صرف تین گھنٹے رہ گئے ہیں۔ میں مرنے سے پہلے تمھاری آغوش میں تمام سانسیں پوری کر لینا چاہتی ہوں۔"

پھر وہ آ کر میرے قدموں میں گر پڑی۔

اور سوسانہ زیرِ زمین دنیا سے باہر آ گئے۔ دنیا کی وہی رونق تھی۔ سڑکوں پر نئے اور پرانے ماڈلز کی گاڑیاں سبک رفتاری سے چل رہی تھیں۔ مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے رنگ برنگے لباس میں آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ سوسانہ نے دُور تک دیکھتے ہوئے کہا: "زیرِ زمین دنیا میں روشنی اور ہوا کا معقول انتظام تھا۔ لیکن ہماری دنیا کی روشنی اور ہوا کی تازگی کی اور ہی بات ہے۔ یوں لگ رہا ہے جیسے میں ابھی قبر سے نکل کر آئی ہوں۔"

پارس نے کہا: "آپا جان! انھوں نے تمھارے سائز کی قبر بنائی تھی مگر تمھیں سُلاتے سُلاتے خود ہمیشہ کے لیے سو گئے۔"

"یہ آپا جان کا مطلب کیا ہوا؟"

"ہماری پاکستانی تہذیب میں بڑی بہن کو آپا جان کہتے ہیں۔"

"تم فرانسیسی ہو یا پاکستانی؟"

"ہماری شہریت فرانسیسی ہے اور دل پاکستانی۔ ہمارے دادا، پردادا پاکستان بننے سے پہلے وہاں کی مٹی میں پیدا ہوتے رہے اور وہیں خاک ہوتے رہے۔"

وہ چونک کر بولی: "یہ تم نے مجھے بڑی بہن کیوں کہا۔ کیا میں تم سے بڑی ہوں؟"

"تم قد اور جسامت کے اعتبار سے بڑی لگتی ہو۔ عورت رشتے میں چاہے کچھ بھی لگتی ہو، عمر میں زیادہ نہیں لگنا چاہتی۔ چلو کوئی بات نہیں، تم عمر میں بہت چھوٹی ہو، مگر اپنے پہاڑ جیسے قد کی مناسبت سے آپا جان ہو۔"

وہ شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی: "تم مجھے اتنے اچھے کیوں لگتے ہو؟"

"اس لیے کہ تمھارا دل اچھا ہے۔ تمھاری آنکھیں اچھی ہیں۔ تمھیں سب اچھے نظر آتے ہیں۔ اب یہ بتاؤ کہاں چلوگی؟"

"جبریل میرے لیے پریشان ہوگا۔ ہم پہلے ہوٹل جائیں گے۔"

"میرا جانا مناسب نہیں ہے۔"

"میرا جبریل تمھیں اچھا نہیں لگتا؟"

"بہت اچھا لگتا ہے۔ لیکن ابھی اُس کا دل میری طرف سے صاف نہیں ہے۔"

"میں صفائی پیش کروں گی۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ سپر ماسٹر کا ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ پر بُری طرح حاوی ہے۔ تم پہلے جا کر اُسے یقین دلاؤ کہ سپر ماسٹر کے آدمیوں نے تم پر تیزاب سے حملہ کیا تھا۔"

"جب میں کہوں گی تو اُسے یقین ضرور آئے گا۔"

"یقین آ جائے تو مجھے بُلا لینا۔"

"تم کہاں ملوگے؟"

اس نے ایک ننھا سا ٹرانسمیٹر جیب سے نکالا، پھر اُسے دیتے ہوئے کہا: "اسے چھپا کر رکھو۔ مجھے بلانا ہو تو کہیں چھپ کر اس فریکوئنسی پر کال کرنا۔ مجھ سے رابطہ ہو جائے گا۔"

اُس نے ٹرانسمیٹر کو اپنے پاس چھپا لیا۔ پارس سے مصافحہ کیا، اُس کے گال پر ایک بوسہ لیا، پھر ٹیکسی میں بیٹھ کر چلی گئی۔ پارس نے پانچ منٹ انتظار کیا، پھر ایک قریبی ریستوران میں آیا۔ اُس کے ایک ٹائلٹ میں پہنچ کر اپنی ناک کے نتھنوں میں چھوٹے چھوٹے سے اسپرنگ لگائے جس کے باعث نتھنے پھیل گئے۔ ناک چوڑی اور چپٹی ہو گئی۔ آنکھوں پر بھورے رنگ کے لینسز لگائے۔ اپنی بھوؤں پر مصنوعی بھنویں چپکائیں، چہرے پر داڑھی اور مونچھ کا اضافہ کیا... صرف دس منٹ میں اس کا چہرہ بالکل تبدیل ہو گیا۔ کوئی اسے پارس کی حیثیت سے پہچان نہیں سکتا تھا۔ وہ ریستوران سے باہر آنا چاہتا تھا۔ اُسے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ وہ پھر ٹائلٹ میں آ گیا۔ سوسانہ نے ہوٹل پہنچتے ہی رابطہ کیا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی: "جبریل کمرے میں نہیں ہے۔ یقیناً وہ مجھے تلاش کرتا پھر رہا ہے۔"

پارس نے کہا: "تم ہوٹل سے نکل کر تلاش کرو، میں بھی تلاش کرتا ہوں۔"

وہ ٹرانسمیٹر آف کر کے اسے جیب میں رکھتا ہوا ریستوران سے باہر آیا۔ پھر ایک ایجنسی میں جا کر کرائے پر ایک کار حاصل کی۔ جبریل کو پورے شہر میں تلاش کرنے کا مسئلہ تھا۔ اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی، پھر ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی تبدیل کر کے فرانسیسی جاسوس سے رابطہ کیا۔ اُس نے کہا: "مسٹر پارس! میں ابھی آپ سے رابطہ کرنے ہی والا تھا۔ جبریل یہ شہر چھوڑ کر پیرس جا رہا ہے۔ اس وقت وہ ائرپورٹ کے ریستوران میں بیٹھا اپنی فلائٹ کا انتظار کر رہا ہے۔"

"معلوم کرو، اُس فلائٹ میں دو سیٹیں مل سکتی ہیں یا نہیں؟ اگر نہ ملیں تو ہمارے لیے طیارہ چارٹر کراؤ۔ تم بھی ساتھ چلوگے۔"

پھر اس نے سوسانہ سے رابطہ کیا۔ اُس سے کہا: "تمھارا جبریل یہ شہر چھوڑ کر پیرس جا رہا ہے۔ تم ابھی کہاں ہو؟"

”میں ہوٹل سے نکل رہی ہوں۔ وہ پیرس جارہا ہے یا جاچکا ہے؟“

”وہ ابھی ائر پورٹ میں ہے تم ہوٹل کا بل ادا کرو۔ میں تمہارے پاس آرہا ہوں۔ ہم بھی پیرس جارہے ہیں۔“

”پارس! تم بہت اچھے ہو۔ تم نے مجھ سے پہلے جبریل کو ڈھونڈ لیا اور میری خاطر اس کے پیچھے پیرس جانے کے لیے تیار ہوگئے ہو۔ میں تمھیں دل کی گہرائیوں سے پیار کرتی ہوں۔“

”میں جس گاڑی میں تمہارے پاس آرہا ہوں اس کے نمبر نوٹ کرو۔ میں اس گاڑی کی اسٹیئرنگ سیٹ پر رہوں گا لیکن تم مجھے پہچان نہیں سکوگی۔ میں نے عارضی میک اپ کے ذریعے اپنا حلیہ تبدیل کرلیا ہے۔“

اس نے گاڑی کے نمبر نوٹ کرائے۔ پندرہ منٹ میں ہوٹل پہنچ گیا وہ انتظار کر رہی تھی۔ گاڑی کے نمبر پڑھتے ہی دوڑ کر آئی۔ پارس کو حیرانی سے دیکھا وہ بولا: ”وقت کم ہے، تم ڈرائیو کرو۔“

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آئی۔ پارس اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جب کار آگے بڑھ گئی تو اس نے جاسوس سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے بتایا: ”مسٹر پارس! طیارے میں دو سیٹیں مل جائیں گی آپ دونوں کے پاسپورٹ وغیرہ کی ضرورت پڑے گی۔“

پارس نے جواب دیا: ”میں ماسٹر ڈنگ ڈانگ کے حلیے میں ہوں۔ اس حلیے سے تعلق رکھنے والے شخص کے تمام ضروری کاغذات تمہارے پاس ہیں۔ سوسانہ ابھی بیس منٹ میں اپنا پاسپورٹ لے کر آرہی ہے۔“

پارس نے ٹرانسمیٹر آف کرکے دیکھا۔ سوسانہ ڈرائیو کرتے ہوئے رو رہی تھی اور آنسو پونچھتی جارہی تھی۔ اس نے تعجب سے پوچھا: ”کیوں رو رہی ہو؟“

وہ بولی: ”کیا اپنی بدنصیبی پر رونا نہیں آئے گا؟ میں اس پر جان دیتی ہوں۔ لیکن میرے گم ہوجانے پر اس نے مجھے تلاش نہیں کیا۔ مجھے چھوڑ کر پیرس جارہا ہے۔ کیا وہ سمجھتا ہے میں مرگئی ہوں؟ مرنے والوں کو بھی اس طرح نہیں چھوڑا جاتا۔ ان کی لاش کو ڈھونڈا جاتا ہے۔ وہ محبت کا دعویٰ کرنے والا میرا آخری دیدار کرنے کے لیے مجھے تلاش کرسکتا تھا۔“

اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ رہی تھیں۔ اس نے گاڑی کو ایک طرف روکتے ہوئے کہا: ”میں اس کے پاس نہیں جاؤں گی۔ اس کی صورت نہیں دیکھوں گی۔“

”سوسانہ! تمھیں بددل نہیں ہونا چاہیے۔ وہ آج بھی تمہارا دیوانہ ہے اور ہمیشہ تمہارا ہی دیوانہ رہے گا۔“

پارس نے رومال سے اس کے آنسو پونچھنے لگا۔ وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر بولی: ”مجھے جھوٹے دلاسے نہ دو۔“

”تم اور جبریل غصے میں حالات کا تجزیہ کرنا بھول جاتے ہو۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ اس بے چارے کا دماغ دشمن خیال خوانی کرنے والے کی مٹھی میں ہے۔“

”وہ محبت کرنے والا دماغ سے نہ سہی دل سے تو میرے لیے سوچ سکتا ہے۔“

”دل سے سوچنے کی بات صرف شاعرانہ انداز میں کہی جاتی ہے۔ ذرا محبت سے سوچو۔ وہ بے بس ہے۔ دشمن نے اسے یہ کہا ہوگا کہ پارس سوسانہ کو اغوا کرکے پیرس لے گیا ہے شاید وہ تمہاری تلاش میں جارہا ہے۔“

وہ خوش ہوکر بولی: ”سچ؟“

”ہاں جبریل کو کچھ اسی طرح کا جھوٹ بول کر پیرس لے جایا جارہا ہوگا۔“

وہ پارس کے شانے پر سر رکھ کر بولی: ”تم میرے لیے رحمت کا فرشتہ ہو۔ اب مجھے یاد آیا۔ جبریل سے میرا جھگڑا اسی بات پر ہوا تھا۔ وہ مجھے کبھی پیرس اور کبھی نیویارک چلنے کو کہتا تھا۔ میں جھگڑا کرکے ہوٹل سے نکلی تو زیرزمین دنیا میں پہنچ گئی۔ تم درست کہتے ہو، وہ مجھے دل و جاں سے چاہتا ہے۔ مجھے ڈھونڈنے پیرس جارہا ہے۔“

”تو پھر جلدی چلو۔ کہیں طیارہ نہ نکل جائے۔“

وہ کار اسٹارٹ کرکے تیزی سے ڈرائیو کرنے لگی۔ ائرپورٹ سے کچھ پہلے فرانسیسی جاسوس نے گاڑی رکوائی، ان کے پاس آکر بولا: ”کچھ لوگ جبریل کی نگرانی کر رہے ہیں۔ آپ دونوں کا ساتھ جانا مناسب نہیں ہے۔“

سوسانہ نے کہا: ”میں یہاں سے ٹیکسی میں جارہی ہوں۔“

وہ اپنا سفری بیگ لے کر کار سے نکلی۔ جاسوس نے اس کے پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات لے کر کہا: ”تمہارے یہ کاغذات تمہارے ٹکٹ کے ساتھ سوئس ائرلائن کے کاؤنٹر پر مل جائیں گے۔ تم وہاں ٹھیک آدھے گھنٹے میں پہنچ جانا۔“

پارس نے کہا: ”پہلے تم کاؤنٹر پر جاکر ٹکٹ اور کاغذات حاصل کروگی۔ اگر پہلے جبریل کے پاس جاؤگی تو لڑائی جھگڑے میں ٹکٹ کے ساتھ نہیں رہ جاؤگی۔“

”میں اس سے ملنے میں دیر کروں گی تو وہ کہیں چلا نہ جائے۔“

”وہ تمہاری نظروں سے گم نہیں ہوگا۔ پیرس جانے کے لیے ائرپورٹ پہنچا ہوا ہے۔ ویسے میں اس پر نظر رکھوں گا۔“

وہ فٹ پاتھ پر ٹیکسی کے انتظار میں کھڑی ہوگئی۔ پارس جاسوس کے ساتھ چلا گیا۔ وہ قد اور جسامت میں پہاڑ جیسی تھی۔ لوگوں کے لیے عجوبہ تھی۔ آس پاس سے گزرنے والے اسے دیکھ کر مسکراتے تو وہ غراتی تھی۔ ایسے وقت اس کی بھیانک غراہٹ سے بھگدڑ شروع ہوجاتی تھی۔ وہ اور جبریل دو ہی دنوں میں شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مشہور ہوگئے تھے۔ اخبارات میں دونوں کی تصاویر شائع ہوچکی تھیں۔ ان کے متعلق لکھا گیا تھا کہ وہ جتنے شہ زور اور خطرناک ہیں اتنے ہی معصوم بھی ہیں۔ اگر انھیں نہ چھیڑا جائے تو وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے ہیں۔ ایک پک اپ کے ڈرائیور نے اس کے قریب گاڑی روکتے ہوئے پوچھا— ”لفٹ چاہتی ہو؟“

”میں ٹیکسی کا انتظار کر رہی ہوں۔“

وہ ہنستے ہوئے بولا: ”اتنی بڑی زندہ لاش پک اپ کے پچھلے حصے میں جاسکے گی۔ ٹیکسی کے پہیے تو پنکچر ہوجائیں گے۔“

سوسانہ نے اسٹیئرنگ کی کھڑکی میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنی طرف کھینچا۔ وہ اپنی تمام قوتوں کے ساتھ خود کو چھڑانے کی کوشش کرتا رہا لیکن کھڑکی کے اندر سے یوں کھنچا ہوا باہر آگیا جیسے مکھن سے بال نکل آتا ہے۔ سوسانہ نے اسے فٹ پاتھ پر پٹخ کر اس کے سینے پر ایک پاؤں رکھتے ہوئے پوچھا— ”پک اپ کے پیچھے اب کس کی لاش جائے گی؟“

فٹ پاتھ پر بھیڑ لگنے لگی۔ وہ دونوں کان پکڑ کر کہہ رہا تھا: ”مجھے معاف کردو۔ میں مذاق کر رہا تھا۔ آیندہ کبھی ایسا مذاق نہیں کروں گا۔“

اس نے سر کے بال پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا: ”میں ائرپورٹ جاؤں گی۔“

”میں لے جاؤں گا۔“

”تم مجھے نہیں، میں تمھیں لے جاؤں گی۔“

اس نے دونوں ہاتھوں سے اسے اٹھا کر پک اپ کے پچھلے حصے پر پھینک دیا پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر گاڑی اسٹارٹ کی۔ اس کے بعد ایک جھٹکے سے آگے بڑھا کر تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتی چلی گئی۔ سپاہی دور کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ کچھ لوگوں نے پوچھا: ”وہ تمہارے سامنے ایک ڈرائیور کو اس کی گاڑی سمیت اغوا کرکے لے گئی اور تم لوگ قانون کے محافظ ہوکر تماشا دیکھتے رہے۔“

ایک سپاہی نے کہا: ”تم لوگوں نے سنا نہیں۔ وہ ائرپورٹ جارہی ہے۔ خدا کا شکر ادا کرو۔ یہ شہر چھوڑ کر جارہی ہے۔ اگر ہم اسے روکتے تو وہ بلا پھر یہیں رہ جاتی۔“

اس بلا نے پک اپ والے کو ائرپورٹ پہنچ کر چھوڑ دیا۔ جاسوس کی ہدایت کے مطابق آدھے گھنٹے کے بعد کاؤنٹر پر پہنچی تو اسے ٹکٹ اور اپنے تمام کاغذات مل گئے۔ اس نے کاؤنٹر سے پلٹ کر دور تک نظریں دوڑائیں۔ ایک میگزین اسٹال کے سامنے پارس نظر آیا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی ادھر آئی۔ اور کسی میگزین کا انتخاب کرنے کے بہانے پارس کے قریب ہوگئی۔ وہ اپنے چہرے کے سامنے اخبار کھولے کھڑا تھا آہستگی سے بولا: ”وہ بورڈنگ کارڈ لینے گیا ہے۔“

سوسانہ نے ایک میگزین کی قیمت ادا کی۔ پھر اپنا بورڈنگ کارڈ لینے کے لیے کاؤنٹر پر آئی۔ جبریل وہاں سے جاچکا تھا۔ اس نے کاؤنٹر گرل سے کہا: ”ابھی جبریل گرانٹ نامی شخص کو جو سیٹ دی گئی ہے میں اس کے ساتھ والی سیٹ چاہتی ہوں۔“

کاؤنٹر گرل نے مسکرا کر کہا: ”تم نہ کہتیں تب بھی میں وہی سیٹ دیتی۔ میں نے تم دونوں کی تصویریں اخبار میں دیکھی ہیں اور دونوں کے متعلق ایسی حیرت انگیز باتیں پڑھی ہیں کہ یقین نہیں آتا۔“

سوسانہ صرف مسکرا کر رہ گئی۔ بورڈنگ کارڈ لے کر مسافروں کے ویٹنگ ہال میں پہنچی تو وہ ایک جگہ بیٹھا ہوا نظر آیا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی آئی۔ جبریل نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ خوشی سے گرجتے ہوئے بولا: ”سوسانہ! میری سوسانہ...“

دونوں گلے مل گئے۔ اس کی خوشی اتنی گرجدار تھی کہ کتنے ہی مسافر سہم کر کھڑے ہوگئے تھے۔ بچے رونے لگے تھے اور عورتیں خوف زدہ ہوکر دور جانے لگی تھیں۔ وہ اپنی محبوبہ کو جھنجوڑ کر کہہ رہا تھا: ”تم زندہ ہو میری جان! تم زندہ ہو۔ تمھیں بازوؤں میں لے کر، گلے لگا کر بھی یقین نہیں آرہا ہے کہ تم موت کے منہ سے واپس آگئی ہو۔“

وہ بولی: ”یہ منہ کے سامنے والی محبت ہے۔ تم تو میری لاش دیکھے بغیر جارہے ہو۔ چھوڑ دو مجھے۔ کیوں مجھے گلے لگا رہے ہو۔“

”مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں نے اس اندھے کنوئیں کے بارے میں اچھی طرح معلوم کیا ہے۔ اس کے اندر جانے والا

کبھی زندہ واپس نہیں آیا۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ تم وہاں سے واپس نہیں آسکو گی تو میں نے فیصلہ کیا کہ پہلے پیرس جا کر تمہارے قاتل کو کُتے کی موت ماروں گا پھر یہاں آکر اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگا کر ہمیشہ کے لیے تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

سوسانہ خوش ہو کر اس پر صدقے واری جاتے ہوئے بولی "تم میرے ساتھ مرنے کے لیے یہاں واپس آنے والے تھے۔ اوہ جبریل! تم واقعی میرے دیوانے ہو۔ بائی دی وے، تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ مجھے قتل کرنے کی کوشش کرنے والا پیرس میں ہے؟ کون ہے وہ؟"

"وہی ذلیل پارس جسے تم دوست سمجھتی رہیں۔"

"ذلیل ہو گے تم۔"

اس نے جبریل کو زور کا دھکا دیا۔ وہ پیچھے لڑکھڑاتا ہوا ایک صوفے پر آکر گرا پھر اپنے کئی من کے بوجھ کے ساتھ صوفے کو لیے ہوئے دوسری طرف اُلٹ گیا۔ سوسانہ نے ایک بہت بڑے پیتل کے گملے کو اُٹھا کر اس کے مُنہ پر دے مارا۔ اس ہال میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ تمام مسافر دُور بھاگ رہے تھے۔ وہ پیتل کا گملا جبریل کے مُنہ سے لگ کر دُور چلا گیا تھا اس کے اندر کی مٹی پھیلتی چلی گئی تھی۔ لاکھوں ڈالرز کا قالین اور فرنیچر برباد ہو رہا تھا اور ٹوٹ رہا تھا۔

وہ قالین پر سے اُٹھتا ہوا بولا "تمہیں کیا ہو گیا ہے پیار کرتے کرتے پاگل کتیا کی طرح کاٹنے لگی ہو۔"

"پاگل کتے ہو تم، جو میری جان بچانے والے کو کاٹنے کے لیے پیرس جا رہے ہو۔"

وہ حیرانی سے بولا "جو تم پر تیزاب سے حملہ کر رہا تھا، جس نے تمہیں اندھے کنوئیں میں گرایا، اُسے تم جان بچانے والا کہہ رہی ہو؟"

"مجھ پر پارس نے حملہ نہیں کیا تھا۔ تمہارے سُپر ماسٹر کے آدمی مجھے تیزاب کے ذریعے مار ڈالنا چاہتے تھے۔ میں نے تیزاب سے بچنے کے لیے جان بوجھ کر کنوئیں میں چھلانگ لگائی تھی۔"

اُس نے پوچھا "سپر ماسٹر کے آدمی تمہیں کیوں مارنا چاہیں گے جب کہ میں اس کا وفادار ہوں۔"

"تمہارے ماسٹر کو یقین ہو گیا ہے کہ جس طرح پارس نے مجھے دوست بنا لیا ہے اسی طرح میں اس کے ساتھ مل کر تمہیں بھی اس کا دوست بناؤں گی اور تمہیں سپر ماسٹر سے بدظن کر دوں گی۔ وہ جانتا ہے کہ تم میرے دیوانے ہو، میری باتوں میں آجاؤ گے۔ اگر میں مار ڈالی جاؤں گی تو پارس تنہا تمہیں دوست نہیں بنا سکے گا۔ وہ ذلیل، تمہارا سپر ماسٹر مجھے مار ڈالنا چاہتا ہے۔"

مارٹن رسل، جبریل کے دماغ میں موجود تھا۔ اس کی سوچ میں بول رہا تھا "یہ میری سوسانہ نہیں کہہ رہی ہے بلکہ وہ خیال خوانی کرنے والا کہہ رہا ہے جس نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے ذہنی طور پر کنیز بنا لیا ہے۔ یہ اُس کی پابند ہو گئی ہے۔ جیسا وہ چاہتا ہے ویسے ہی یہ بولتی ہے۔"

جبریل نے اچانک سانس روکی۔ مارٹن رسل کی سوچ باہر نکل گئی۔ اگرچہ جبریل کو اپنے دماغ میں پرائی سوچ کے آنے جانے کا علم نہیں تھا لیکن دماغ میں یہ بات کبھی آئی کہ موت کے مُنہ سے واپس آنے والی پارس کو دشمن نہیں کہہ رہی ہے تو اس میں کچھ حقیقت ہوگی۔ سوسانہ اکثر کہتی ہے کہ میرے دماغ میں سپر ماسٹر کا آدمی رہتا ہے۔ آج کیوں نہ سانس روک کر جھوٹ سچ کو معلوم کیا جائے۔

وہ بدستور سانس روکتا رہا۔ سوسانہ سے بولا "کیا تم نے اچھی طرح دیکھا تھا کہ تم پر حملہ کرنے والا پارس یا پارس کے آدمی نہیں تھے۔ میری بات کا جواب دینے سے پہلے سانس روک لو۔ اس طرح یہ بات یقینی ہو جائے گی کہ . . . . ابھی ہمارے دماغوں میں کوئی نہیں ہے اور ہم اپنی مرضی اپنے حواس کے مطابق گفتگو کر رہے ہیں۔"

"واہ جبریل! تم نے بہت ہی دانشمندانہ مشورہ دیا ہے۔ یہ دیکھو میں نے سانس روک لی ہے اور اپنی مرضی سے اپنے حواس میں رہ کر بیان دے رہی ہوں کہ پارس یا اس کے آدمیوں نے مجھ پر حملہ نہیں کیا تھا۔ ایک حملہ کرنے والے کو میں نے صاف پہچان لیا تھا۔ وہ کئی بار سپر ماسٹر کا پیغامبر بن کر تمہارے پاس آچکا تھا۔ اس نے تیزاب سے حملہ کرتے ہوئے کہا تھا۔ تو جبریل کے سامنے ہمارے خلاف بولنے کے لیے زندہ نہیں رہے گی۔"

ان کی باتوں کے دوران پولیس والے بھاری تعداد میں آگئے تھے۔ ان کے پاس جدید ہتھیار تھے مگر وہ جانتے تھے کہ گولیاں ضائع ہوں گی۔ ایک افسر نے دُور ہی سے کہا "مس سوسانہ! مسٹر جبریل! ہمارے ملک پر، ہمارے شہر اور ایئر پورٹ پر رحم کریں۔ مسافر سہم گئے ہیں، اپنا سفر ملتوی کر رہے ہیں۔ ہمیں لاکھوں ڈالرز کا نقصان ہو رہا ہے۔ آپ جھگڑا نہ کریں۔ آرام سے بیٹھ جائیں۔ آپ دونوں کے لیے ایک اسپیشل طیارے کا انتظام ہو رہا ہے۔"

سوسانہ نے سوچا۔ اگر وہ جبریل کے ساتھ کسی الگ طیارے میں جائے گی تو پارس بچھڑ جائے گا۔ وہ پیرس تک بھائی کے ساتھ بھی سفر کرنا چاہتی تھی۔ اس نے دُور کھڑے ہوئے اور سہمے ہوئے مسافروں کی طرف دیکھ کر کہا "میں تم سب لوگوں سے معافی چاہتی ہوں۔ مجھ سے اور میرے ساتھی سے بہت بڑی حماقت ہوئی ہے۔ ہمیں مہذب انسانوں کے درمیان آکر جانوروں کی طرح لڑنا نہیں چاہیے۔ ایک بار ہماری غلطی معاف کر دو۔ میں یقین دلاتی ہوں سفر کے دوران تم میں سے کسی کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔"

پارس سہمے ہوئے مسافروں کے درمیان کھڑا ہوا تھا اس نے بلند آواز سے کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! میری طرح آپ نے بھی آج کا اخبار دیکھا ہے اس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ یہ دونوں فطرتاً درندے نہیں ہیں۔ دشمنوں کے ساتھ دشمن اور دوستوں کے ساتھ دوست ہوتے ہیں۔ ہمیں ان کی غلطی کو بُھلا کر انہیں دوست بنانا چاہیے۔ اگر ہم نے دوست نہ بنایا تو پھر ہم مہذب کہلانے کے حق دار نہیں ہوں گے۔ سب سے پہلے میں دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔"

اس نے آگے بڑھ کر پہلے سوسانہ سے پھر جبریل سے مصافحہ کیا۔ اُسے دیکھ کر دوسروں کو بھی حوصلہ ہوا کہ وہ درندے نہیں ہیں۔ دوست بنایا جائے تو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ پھر دوسرے بھی آکر ان دونوں سے مصافحہ کرنے لگے۔ پولیس والے خوشی سے تالیاں بجا کر مسافروں کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔

دوسری طرف مارٹن رسل سپر ماسٹر کے نائب کے پاس پہنچ کر رپورٹ دے رہا تھا "جناب! جبریل نے سانس روک لی ہے۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ اُسے میری موجودگی کا علم نہیں ہوتا ہے۔ پھر پتا نہیں کیوں اُس نے سانس روک لی ہے۔"

نائب نے کہا "دوبارہ اس کے اندر جاؤ۔"

"کیسے جاؤں؟ وہ سانس نہیں لے رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں وہ اور سوسانہ آدھے گھنٹے تک سانس روک سکتے ہیں۔"

"شاید اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے ایسا کیا ہے۔"

"اگر کوئی پرائی سوچ کی لہر آتی تو پہلے وہ چونکتا پھر اسے بھگانے کے لیے سانس روکتا۔ میں یقین سے کہتا ہوں کوئی پرائی سوچ محسوس نہیں ہوئی۔ اس نے مجھے بھگانے کے لیے ایسا کیا ہے۔"

"جب وہ تمہیں محسوس نہیں کرتا ہے تو پھر تمہیں بھگانے کا عمل کیوں کرے گا؟"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

"تو سمجھنے کی کوشش کرو۔ بار بار اس کے پاس جاؤ۔"

"وہ تو میں جاتا رہوں گا۔ تم سے یہ پوچھنے آیا ہوں، کہ سوسانہ کی طرح وہ بھی ہاتھ سے نکلتا دکھائی دے تو کیا کرنا چاہیے۔"

"وہی جو سوسانہ کے ساتھ کیا جا رہا تھا۔ پتا نہیں پارس اسے کس طرح اندھے کنوئیں سے نکال لایا تھا۔ ہمیں اُس کنوئیں کے چور دروازے کے متعلق معلوم ہونا چاہیے۔ اور یہ بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ان دونوں روبوٹس پر ہمارے ملین ڈالرز خرچ ہوئے ہیں۔ ہم دشمنوں کو ان سے فائدہ اٹھانے نہیں دیں گے۔ اس سے پہلے کہ وہ بابا صاحب کے ادارے میں جا کر پناہ لیں، انہیں تیزاب سے نہلا دیا جائے گا۔"

اس طیارے میں میرا ایک آلۂ کار بھی سفر کر رہا ہے۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر جبریل پر نظر رکھوں گا، اور تمہیں بدلتے ہوئے حالات سے آگاہ کرتا رہوں گا۔"

"طیارے کے پائلٹ کے دماغ میں بھی جگہ بناؤ۔"

وہ احکامات کی تعمیل کے لیے جبریل کے پاس آیا۔ اس بار اسے دماغ میں جگہ مل گئی۔ جبریل نے اسے محسوس نہیں کیا تھا۔ آرام سے سانس لے رہا تھا۔ سوسانہ اس کے ساتھ طیارے میں بیٹھی کہہ رہی تھی "آخر تم اتنی دیر سے خاموش کیوں ہو؟ کیا سوچ رہے ہو، مجھے بھی بتاؤ۔"

وہ بولا "مقتول اپنے قاتل کا چشم دید گواہ ہوتا ہے۔ تم بھی اپنے قاتلوں کی چشم دید گواہ ہو۔ میں حیران ہوں کہ جس کا میں وفادار ہوں اس کے آدمیوں نے تم پر قاتلانہ حملے کیوں کیے . . . ؟"

مارٹن رسل نے ان کی سوچ میں کہا "سوسانہ کے دماغ میں آرمر گھسا ہوا ہے۔ وہ سوسانہ کی زبان سے سپر ماسٹر کے خلاف بول رہا ہے۔"

جبریل نے سانس روک لی۔ مارٹن رسل باہر نکل گیا۔ جبریل اب بھی اس سے بے خبر تھا لیکن یہ سمجھنا چاہتا تھا کہ سانس روکنے سے اپنے ہی اندر کی سوچ میں کیا فرق پڑتا ہے۔ ایسا کرتے ہوئے اس نے اپنے آپ سے پوچھا "کیا سوسانہ کے دماغ سے کوئی سپر ماسٹر کے خلاف بول رہا ہے؟"

اسے کوئی جواب نہ ملا۔ مارٹن رسل ہوتا تو جواب دیتا۔ اب یہ جبریل کے سمجھنے کی بات تھی کہ تھوڑی دیر پہلے دماغ

میں یہ سوچ پیدا ہو رہی تھی کہ سوسانہ کے دماغ میں آ کر مر گھسا ہوا ہے۔ اب ایسی سوچ نہیں ہے۔" اس کا مطلب ہے سپر ماسٹر کے آدمیوں نے میری سوسانہ پر حملے کیے تھے، میری محبت کو ٹاڈلنے کی کوشش کی گئی تھی۔ جب سوسانہ کہتی ہے کہ پارس دشمن نہیں ہے تو پھر نہیں ہے۔ کیا پارس اور سوسانہ کے خلاف میرے دماغ میں کوئی سوچ پیدا ہو گی۔ میں سانس روکے مخالفانہ سوچ کا انتظار کر رہا ہوں۔"

وہ انتظار کرنے لگا۔ مخالفانہ سوچ پیش کرنے کے لیے مارٹن رسل نہ آسکا کیوں کہ وہ سانس روکے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنی ذات میں اس قدر ڈوب گیا تھا کہ پاس بیٹھی ہوئی سوسانہ کی باتیں بھی اُسے سُنائی نہیں دے رہی تھیں۔ وہ اُسے جھنجوڑتے ہوئے بولی "کیا ہو گیا ہے تمھیں؟ کہاں کھو گئے ہو؟"

وہ چونک گیا، پھر بولا "میں اب تک سو رہا تھا۔ اب جاگتے رہنے کا طریقہ معلوم ہو گیا ہے۔"

"وہ طریقہ کیا ہے؟"

آیندہ مجھے اہم معاملات کو سمجھنے اور کسی معقول نتیجے تک پہنچنے کے لیے سانس روکنا چاہیے۔"

"ہاں میں دیکھ رہی ہوں، سانس روکنے سے شیطانی خیالات اندر سے نکل جاتے ہیں۔"

اُس وقت وہ سانس روکے ہوئے نہیں تھا۔ مارٹن رسل پھر چپکے سے آ کر اُن کی باتیں سُن رہا تھا۔ اُس نے جبریل کے اندر سوال پیدا کیا: "پارس نے میری سوسانہ کو اُس اندھے کنوئیں سے کیسے نکالا ہو گا، جہاں سے کوئی زندہ واپس نہیں آتا۔"

جبریل نے یہ سوال سوسانہ سے کیا۔ وہ بولی "اُس اندھے کنوئیں میں ایک اندھا گہرا راز ہے۔ آج بھی میرے اور پارس کے سوا کوئی وہاں جائے گا تو زندہ واپس نہیں آئے گا۔"

"یہی تو میں پوچھ رہا ہوں، تم دونوں زندہ واپس کیسے آ گئے؟"

وہ بولی "کیا تم جاننا چاہتے ہو؟"

"ہاں تم سے تعلق رکھنے والی ہر بات کا علم مجھے ہونا چاہیے۔"

"اچھی بات ہے۔ تم سانس روکو، میں بتاتی ہوں۔"

اُس نے سانس روک لی۔ مارٹن رسل دماغ سے نکل کر سوسانہ کو گالیاں دینے لگا۔ اب وہ راز کی بات نہیں سُن سکتا تھا۔ وہ جبریل سے بولی "ابھی تم نے سانس روکی ہے، جب سانس لو گے تو شیطان آ کر تمھارے اندر سے وہ را[ز] کی بات معلوم کرے گا۔"

"ابھی پوری طرح یقین نہیں ہوا ہے کہ واقعی میر[ے] اندر کوئی چھُپ کر رہتا ہے ویسے سانس روکنے کے نتا[ئج] اچھے نکل رہے ہیں۔"

"پہلے شیطان کی موجودگی کا یقین ہونا چاہیے تب انسان ہمیشہ محتاط رہتا ہے۔ ابھی ہم آزمائش کے لیے [...] کرتے ہیں کہ میں تمھیں وہ راز کی بات نہیں بتاؤں گی۔ سانس [...] کے بعد تمھارے اندر اس راز کے متعلق سوال پیدا ہو تو تم جوا[باً] میں سوچنا کہ یہ سوسانہ عجیب بات کہہ رہی ہے۔ دوسر[ا] سوال پیدا ہو تو جواب میں سوچنا کہ وہ صرف عجیب بات نہ[یں] بلکہ عجیب و غریب باتیں بتا رہی ہے، جسے عقل تسلیم نہیں [...]"

جبریل نے کہا "تم چاہتی ہو جب میرے دماغ میں سوال پیدا ہو میں کسی نہ کسی طرح ٹالتا رہوں۔"

"ہاں یوں بار بار ایک سوال پوچھنے کا مطلب [...] کوئی اندھے کنوئیں کا راز معلوم کرنے کے لیے بے چین ہے۔"

وہ سانس لے کر ایک رسالہ کھولتے ہوئے تصویر[یں] دیکھنے لگا۔ مارٹن رسل طیارے میں بیٹھے ہوئے آلۂ کار [کے] ذریعے انھیں دیکھ رہا تھا۔ جب وہ جبریل کے دماغ میں [آیا] تو وہ سانس لے رہا تھا۔ اس نے دماغ میں سوچ پیدا کی "اندھا کنواں آخر کیا بلا ہے؟"

جبریل نے جواباً سوچا "پتا نہیں کیا بلا ہے، یہ سو[سانہ] عجیب بات کہہ رہی ہے۔"

سوال پیدا ہوا "بھلا عجیب بات کیا ہے؟"

"وہ صرف عجیب ہی نہیں بلکہ عجیب و غریب [باتیں] بتا رہی ہے۔"

"آخر کیا بتا رہی ہے؟"

وہ بیزاری سے جواباً سوچنے لگا "ایک تو سو[سانہ] نے وہاں کا راز بتا کر مجھے جکڑ دیا ہے۔ دوسرے یہ اند[ھے] کنوئیں والی بات بار بار دماغ میں پیدا کر کے میرا سر اور دُکھ رہی ہے۔"

پھر سوچ پیدا ہوئی "میں کھُل کر اندھے کنوئیں [کے] متعلق سوچوں گا تو وہ راز اچھی طرح سمجھ میں آئے گا۔"

جبریل نے رسالہ بند کر کے سوسانہ سے کہا "تمھا[ری] تدبیر کامیاب رہی ہے۔ میرے دماغ میں اُس کنوئیں [کے] متعلق بار بار سوالات پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ بھید کھُل [گیا] ہے کہ سپر ماسٹر نے کسی شیطان کو میرے اندر چھپا کر [رکھا ہے] جیسے میں سانس روک کر ہی بھگا سکتا ہوں۔"

اس نے سانس روکی۔ مارٹن رسل بھاگتا ہوا نائب سپر ماسٹر کے پاس پہنچا، پھر بولا "جبریل کو یقین ہو گیا ہے کہ تمھاری طرف سے ایک خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر چھپا رہتا ہے۔ اب وہ آپے سے باہر ہو گا۔ باغی ہو جائے گا۔ پارس اسے ہمارے خلاف استعمال کرے گا۔"

سپر ماسٹر کمپیوٹر کے ذریعے اپنے نائب کو ہدایات دیتا تھا کہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مسائل کس طرح حل کیے جانے چاہئیں۔ اس نے کمپیوٹر کے ذریعے سوال کیا "کیا وہ طیارہ پرواز کر رہا ہے؟"

"جی ہاں، پرواز کر رہا ہے۔"

"کیا وہاں تیزاب لایا گیا ہے؟"

"جی نہیں، ہمیں ایسی سچویشن کی توقع نہیں تھی۔"

"کیا بدترین سچویشن یا بُرے حالات اطلاع دے کر آتے ہیں؟ کیا تم موٹی عقل سے بھی نہیں سوچ سکتے تھے کہ دونوں روبوٹس کو تیزاب کے ذریعے کنٹرول بھی کیا جا سکتا ہے اور انھیں فنا بھی کیا جا سکتا ہے لہٰذا تیزاب تھوڑی سی مقدار میں ہمیشہ اپنے آلۂ کار کے پاس رکھنا چاہیے۔"

"مجھ سے غلطی ہو گئی۔ لیکن میں جبریل کو پارس کے ہاتھوں میں نہیں جانے دوں گا۔"

"تم موجودہ حالات میں پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما سکتے ہو۔ طیارے کو اغوا کر کے کسی دوسری جگہ پہنچا سکتے ہو۔ لیکن ان اقدامات سے کیا حاصل ہو گا؟"

"میں دونوں روبوٹس کو پارس سے دُور لے جاؤں گا۔"

"تم لوگ ہر پہلو پر توجہ نہیں دیتے ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے رسونتی کی عقل رکھتے ہیں۔ وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہوئے عقل سے کام لینا نہیں جانتی۔ کیا تم نے یہ معلوم کیا ہے کہ چند گھنٹے پہلے سوسانہ کو اندھے کنوئیں سے نکالنے والا پارس کہاں چھُپ گیا ہے؟"

"سپر ماسٹر! یہ تمھارے سراغرسانوں کا فرض ہے کہ وہ ہمارے ایک ایک دشمن پر نظر رکھیں۔ اور ان کے متعلق ہر وقت معلومات ہمیں پہنچاتے رہیں۔ چونکہ تمھارے کسی جاسوس نے مجھے پارس کے متعلق کوئی اطلاع فراہم نہیں کی اس لیے میں یہی سمجھوں گا کہ جاسوس، پارس سے کوئی خطرہ محسوس نہیں کر رہے ہیں یا پارس ہمارے دونوں روبوٹس کے ساتھ نہیں ہے۔ اور اگر ہے تو یہ تمھارے سراغرسانوں کی فرض ناشناسی ہے۔"

"کچھ اپنے طور پر بھی معلومات حاصل کی جاتی ہیں اور یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ جو چالاک دشمن نظر نہیں آ رہا ہے وہ کسی روپ میں چھُپا ہوا ہے اور بہت ممکن ہے کہ وہ اس طیارے میں موجود ہو۔"

"جی ہاں، بہت ممکن ہے۔"

"پھر طیارے کو اغوا کر کے جہاں بھی لے جاؤ گے پارس وہاں موجود رہے گا۔"

"میں طیارے کو کسی جزیرے میں پہنچا کر اس سے نمٹ لوں گا۔"

"ہم پارس اور علی تیمور کو ایک جزیرے میں گھیر کر بہت زبردست نقصان اُٹھا چکے ہیں۔ میں پچھلے نقصانات اور تلخ تجربات کو بھول نہیں سکتا۔"

"پچھلی بار پارس اور علی تیمور ہمارے ایک خاص جزیرے میں تھے۔ اس جزیرے کی تباہی ہمیں نقصان پہنچانے والی تھی لیکن میں اس طیارے کو کسی اور جزیرے میں اتاروں گا۔"

"یوں تو طیارے کو پرواز کے دوران ہی تباہ کیا جا سکتا ہے لیکن جبریل ابھی کھل کر ہمارا مخالف نہیں ہوا ہے اور نہ ہی اس نے ہمارے خلاف غصے کا اظہار کیا ہے۔ لہٰذا اُسے ہمارا وفادار بن کر رہنے کا ایک موقع دینا چاہیے۔ پارس اور سوسانہ کو ختم کرنے کی کوشش کرو۔"

اس نے نائب سے رابطہ ختم کیا، پھر طیارے میں ائر ہوسٹس کے پاس آیا۔ اس نے پہلے ہی اپنے آلۂ کار کے ذریعے ائر ہوسٹس کی آواز سُن لی تھی۔ وہ بے چاری ایک مسافر کے لیے پھلوں کا جُوس لے کر جا رہی تھی۔ مارٹن رسل اسے چلاتا ہوا پائلٹ کیبن میں لے گیا۔ وہ پائلٹ کے پاس آ کر بولی "یہ لو جُوس۔"

پائلٹ نے حیرانی سے کہا "میں نے جوس کی فرمائش نہیں کی تھی پھر مجھے کیوں دے رہی ہو؟"

اس نے ہوسٹس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر پائلٹ اور ایک اسٹیورڈ کو دیکھتے ہوئے بولی "میں... میں یہاں کیسے آ گئی؟"

پائلٹ اور اسٹیورڈ ہنسنے لگے۔ وہ جلدی سے پلٹ کر کیبن سے باہر چلی گئی۔ اسٹیورڈ نے کہا "ابھی نئی ہے آج پہلی بار ہوسٹس کے فرائض انجام دے رہی ہے، اس لیے کچھ بدحواس ہے۔"

"بدحواسی میں اور زیادہ حسین لگ رہی ہے۔ وہ زہر بھی دے تو مجھے پی لینا چاہیے۔ میں نے جوس واپس کر کے

غلطی کی۔"

مارٹن رسل اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ اس پر پوری طرح قبضہ جما کر پرواز کا رخ بدل رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کمپیوٹر نے بتایا کہ وہ آف دی روٹ جارہا ہے۔ اُسے اپنے روٹ پر واپس آنا چاہیے۔

مارٹن رسل نے پائلٹ کو کمپیوٹر اسکرین کی طرف دیکھنے نہیں دیا لیکن کو پائلٹ دیکھ چکا تھا اور پائلٹ سے کہہ رہا تھا "جان بلر! یہ تم نے طیارے کا رُخ کیوں بدل دیا ہے؟"

اُس نے کو پائلٹ سے کہا "آرام سے بیٹھے رہو، میں تم سے زیادہ پرواز کے رُوٹ کو سمجھتا ہوں۔"

"لیکن کمپیوٹر تمھیں غلط کہہ رہا ہے، تمھیں صحیح روٹ پر آنے کی ہدایت کر رہا ہے۔"

"میں ابھی صحیح روٹ پر آجاؤں گا تم کیبن سے باہر جاؤ۔"

"میں باہر نہیں جاؤں گا۔ تم فوراً پرواز کا رُخ بدلو یا یہ سیٹ چھوڑ دو۔ میں اسے پیرس کی طرف لے جاؤں گا۔"

اس نے پائلٹ کا بازو پکڑ کر اُسے اُٹھانا چاہا۔ مارٹن رسل اُسے چھوڑ کر کو پائلٹ کے دماغ میں آگیا۔ اُدھر دماغی طور پر حاضر ہونے والے پائلٹ نے اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا "مجھے کچھ ہو گیا تھا۔ میں کہیں گم ہو گیا تھا۔ یہ طیارہ، یہ کیبن اور تم سب مجھے نظر نہیں آرہے تھے۔"

اسٹیو رڈ نے اُسے سہارا دے کر دوسری سیٹ پر بٹھاتے ہوئے کہا "تم پرواز کے دوران کبھی زیادہ نہیں پیتے ہو۔ کیا آج زیادہ پی لی ہے؟"

کو پائلٹ نے اپنی ساتھی پائلٹ کی جگہ سنبھال لی تھی۔ اس نے سیٹ پر آتے ہی کمپیوٹر کو آف کر دیا تھا۔ اسٹیو رڈ نے کہا "تم نے اسے آف کیوں کر دیا؟ آن کرو۔ ہمیں روٹ کا پتا چلنا چاہیے۔"

اُس کو پائلٹ نے بالکل پائلٹ کی طرح جواب دیا "آرام سے بیٹھے رہو۔ میں تم سے زیادہ پرواز کے روٹ کو سمجھتا ہوں۔"

اُدھر جس پائلٹ کا دماغ آزاد ہوا تھا وہ ایک ہاتھ سے سر تھام کر کہہ رہا تھا "اوہ مائی گاڈ! اب سمجھ میں آرہا ہے۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے میرے دماغ میں آکر پرواز کی سمت بدل دی تھی۔"

اسٹیو رڈ نے کہا "بے شک، اب وہ خیال خوانی کرنے والا اس کو پائلٹ کے دماغ میں ہوگا۔"

مارٹن رسل نے کو پائلٹ کی زبان سے کہا "تم دونوں ٹھیک سمجھ رہے ہو۔ یہ طیارہ میری مرضی کے مطابق پرواز کرے گا۔ تم میں سے کسی نے میری مخالفت کی تو میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اسٹیو رڈ نے ایک جھٹکے سے کیبن کا دروازہ کھول کر دوسرے اسٹیو رڈ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "خطرہ ہے کوئی خیال خوانی کرنے والا۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی مارٹن رسل نے دماغ کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر فرش پر سے اُچھلا پھر آدھا کیبن کے دروازے سے باہر آدھا اندر گر کر تڑپنے لگا۔ کتنی ہی مسافر عورتیں سہم کر چیخنے لگیں۔ مرد اس کے چیخنے اور گرنے کی وجہ معلوم کرنے کے لیے اپنی سیٹوں سے اُٹھ گئے۔ پارس نے اسٹیو رڈ کی ادھوری بات سے سمجھ لیا تھا کہ طیارے میں خیال خوانی کرنے والا موجود ہے اور کیبن کے اندر خطرہ بن گیا ہے۔

وہ فوراً اپنی جگہ سے اُٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا سوسانہ کے پاس آکر بولا "کم آن۔ ہری اَپ کیبن کے اندر سے جہاز کے عملے کو باہر کرو، پھر کسی کو اندر نہ جانے دو۔"

وہ دونوں دوڑتے ہوئے کیبن کے پاس آئے۔ پارس دروازے پر پڑے ہوئے اسٹیو رڈ کو کھینچ کر مسافروں کے درمیان لایا۔ سوسانہ نے اندر پہنچ کر ایک پائلٹ کو گود میں اٹھا کر اسے کیبن کے باہر پھینک دیا۔ پارس نے کو پائلٹ کی گردن پیچھے سے دبوچ لی۔ جب اس کی سانس رُکنے لگی تو مارٹن کو اس کے دماغ سے نکلنا پڑا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی پارس نے اُسے ایک طرف ہٹا کر پائلٹ کی سیٹ سنبھال لی۔ سوسانہ کو پائلٹ کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر کھینچتی ہوئی باہر لائی۔ جبرئیل نے پوچھا "یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

وہ بولی "تمھارا سپر ماسٹر ہمیں اغوا کرنا یا طیارے کے ساتھ فنا کر دینا چاہتا ہے۔ اگر تم اس کی وفاداری میں آئے ہو تو میری لاش پر سے گزر کر کیبن میں جاؤ گے، اور میری لاش پر سے گزرنے کے لیے تمھیں پسینہ آجائے گا۔"

"سوسانہ! میری جان! میں تمھیں یہ بتانے آیا ہوں کہ میرے دماغ میں کوئی نہیں آئے گا۔ میں وقفے وقفے سے سانس روک رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم بہت اچھے ہو جبرئیل۔ اسی لیے تو سوسانہ تم پر مرتی ہے۔ دیکھو صرف سانس روکنے سے کام نہیں چلے گا۔ دشمن پائلٹ کیبن میں ناکام ہونے کے بعد دوسرے ہتھکنڈے آزمائے گا۔"

ایک مسافر نے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے، تم لوگوں نے پائلٹ وغیرہ کو یہاں لا پھینکا ہے۔ کیا طیارے کو اغوا کرکے کہیں لے جا رہے ہو؟"

جبرئیل نے اُسے گھور کر دیکھا، پھر کہا "میں ایک بار کہوں گا، میری باتوں پر عمل نہ کیا گیا تو دم باہر کر دوں گا۔ ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اس طیارے کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ ہم اسے حفاظت سے پیرس پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تم سب میری باتوں پر یقین کر لو۔ اگر یقین نہیں کرو گے تو ہمارے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

ایک شخص کھڑکی کے ناقابلِ شکست شیشے کو گھونسے مارنے لگا۔ اس کے پاس بیٹھے ہوئے مسافر نے اُسے ایسا کرنے سے روکنا چاہا۔ اس نے پلٹ کر مسافر کے منہ پر گھونسا جڑ دیا۔ پھر وہ اسی طرح کھڑکی کو توڑنا چاہتا تھا۔ جبرئیل نے اُسے گردن سے پکڑ کر سیٹ پر سے بلند کیا پھر مسافروں سے کہا "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اسی طرح تم میں سے ہر ایک کے دماغ پر قبضہ جمائے گا اور تم سے ایسی حرکتیں کرائے گا جس سے طیارے کو نقصان پہنچے۔ اس سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ تمھارے دماغ میں جب بھی طیارے کو نقصان پہنچانے کا خیال پیدا ہو، فوراً سانس روک لو۔ چند سیکنڈ کے لیے سہی سانس روکو گے تو وہ شیطان تمھیں آلۂ کار نہیں بنا سکے گا۔"

مارٹن رسل کا خاص آلۂ کار اُس وقت ٹائلٹ میں تھا۔ سب مشین گن کے الگ الگ حصوں کو جوڑ رہا تھا۔ ائرپورٹ میں مسافروں کے سامان کو بڑی سختی سے چیک کیا جاتا ہے۔ ایک ایک سامان ایکسرے مشین کے سامنے سے گزار کر اسکرین پر دیکھا جاتا ہے۔ کوئی ایک چاقو بھی طیارے میں سفر کے دوران اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ تعجب یہ کہ وہ سب مشین گن چھپا کر لے آیا تھا۔

اسے طیارے میں پہنچانے کے لیے مارٹن رسل نے اُن افسران کے دماغوں پر قبضہ جمایا تھا جو ایکسرے مشین کے ذریعے یا الارم انڈیکیٹر کے ذریعے چھپی ہوئی چیزیں برآمد کر لیتے تھے۔ اُن افسران کو ٹریپ کرنے کے بعد مشین گن کو طیارے میں لانا کچھ مشکل نہ تھا۔ وہ آلۂ کار سب مشین گن لے کر ٹائلٹ سے باہر آیا، پھر للکارتے ہوئے بولا "جبرئیل اور سوسانہ! میری طرف قدم اٹھانے سے پہلے اچھی طرح یقین کر لو کہ جتنی دیر میں تم مجھ تک پہنچو گے اتنی دیر میں یہ مشین گن کم از کم پچیس مسافروں کو مار گرائے گی۔ میں تین تک گن رہا ہوں، گنتی ختم ہونے سے پہلے پائلٹ کو اس کی سیٹ پر واپس بھیج دو اور اپنے ساتھی کو کیبن سے باہر بلا لو۔"

اس نے گنتی شروع کی "ایک۔۔"

سوسانہ نے پلٹ کر پوچھا "پارس! ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

اس نے گنتی سنائی "دو۔۔"

پارس نے کہا "ان سے کہو پائلٹ یہاں آسکتا ہے۔ میں باہر آرہا ہوں۔"

مارٹن رسل پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما کر کیبن میں آیا پھر بولا "تم یقیناً پارس ہو۔ بڑا اچھا حلیہ بنا رکھا ہے، چلو اُٹھو۔"

پارس نے اُٹھتے ہوئے کہا "میں اس بے چارے پائلٹ کو کیا کہہ سکتا ہوں، یہ اپنے اختیار میں نہیں ہے اور تم ٹیلی پیتھی کے غرور میں اپنے اختیار سے باہر کام کر رہے ہو۔ چلو دیکھتے ہیں آگے کیا ہونے والا ہے۔"

پائلٹ ہنستے ہوئے بولا "آگے وہ نہیں ہوگا جو کچھ تم چاہتے ہو۔"

"بے شک آگے وہی ہوتا ہے جو خدا کو منظور ہوتا ہے۔"

وہ کیبن سے باہر آگیا۔ سوسانہ نے کہا "میرے بھائی، بہت عظیم ہو تم مسافروں کو بچانے کے لیے اپنی جان خطرے میں ڈال رہے ہو۔"

پارس نے کہا "اپنے ساتھ تم دونوں کو بھی مصیبتوں میں ڈال رہا ہوں۔"

جبرئیل اس کے پاس آیا پھر بولا "میں تمھارا جانی دشمن تھا۔ اب ایسے وقت جانی دوست بن رہا ہوں جب ہم سب کی جان پر بنی ہوئی ہے۔"

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے گرم جوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "جان پر کھیلنے والے دوست ہوں تو جان جوکھم میں ڈالنے کا مزہ آجاتا ہے۔ ویسے تمھارا نشانہ کیسا ہے؟"

"زبردست ہے۔ مگر ایسے وقت کیوں پوچھ رہے ہو جب کہ ہمارے پاس چھوٹا سا پستول بھی نہیں ہے۔"

"میں جو ہوں، سیدھا بلٹ کی طرح لگتا ہوں۔ تم مجھے اُٹھا کر سیدھا مشین گن والے کے اوپر پھینک دو۔"

سوسانہ نے کہا "کیا دماغ چل گیا ہے؟ اگر اس کی مشین گن

چل پڑی تو؟"

"مشین گن کی گولیاں جبریل کو لگیں گی، آزما کر دیکھ لو۔"

جبریل نے کہا "تم بہت ہی خطرناک چالیں سوچتے ہو۔ میں تمھیں دوست بناتے ہی دشمنی نہیں کروں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پارس نے اس کے منہ پر ایک زبردست گھونسا جڑ دیا۔ جبریل پیچھے کو ڈگمگایا۔ ابھی وہ حیران تھا کہ دوسرا اور تیسرا گھونسا پڑ گیا۔ مشین گن والے نے للکار کر کہا "لڑائی بند کرو۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

پارس نے جبریل کا گلا دونوں ہاتھوں سے دبوچنے کے بہانے سرگوشی میں کہا "تمھیں سوسانہ کی قسم۔ اچھا موقع ہے۔ مجھے اُس پر پھینکو۔"

دوسرے ہی لمحے جبریل نے اُسے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر سر سے بلند کیا۔ کتنی ہی عورتیں چیخنے لگیں۔ مشین گن والے نے آخری وارننگ دی۔ وہ یقیناً آخری وارننگ کے بعد مشین گن کا ایک برسٹ مارنا چاہتا تھا مگر اس سے پہلے ہی اس کی توقع کے خلاف جبریل نے پارس کو اس پر دے مارا۔ دوسرے لفظوں میں پارس کو آسانی سے اس کی گردن تک پہنچا دیا۔

تمام مسافر جتنی دیر میں جبریل کی طرف سے گردن گھما کر مشین گن والے کی طرف دیکھتے، اتنی دیر میں وہ گن پارس کے ہاتھوں میں آ چکی تھی۔ اور وہ گن والے کے سینے پر پاؤں رکھے کہہ رہا تھا "جبریل بجلدی آؤ۔ اسے سنبھالو۔"

وہ دوڑتا ہوا آیا۔ پارس نے اسے مشین گن دیتے ہوئے کہا "اسے نہ چلانا۔ شکار کو اپنے ہاتھوں سے ختم کر دو۔ تاکہ دشمن کا ایک آلۂ کار کم ہو جائے۔"

پھر وہ کیبن کی طرف دوڑ لگاتے ہوئے بولا "سوسانا! پائلٹ کو اس کی سیٹ پر سے ہٹاؤ۔ میں اس کی جگہ لوں گا۔"

وہ دونوں تیزی سے کیبن میں داخل ہوئے لیکن پائلٹ تک پہنچنے سے پہلے ہی لڑکھڑا کر گر پڑے۔ کیوں کہ جہاز اُتر رہا تھا۔ اس کے پہیے زمین سے لگ چکے تھے۔ انھوں نے اپنا توازن برقرار رکھنے کی کوشش کی لیکن پائلٹ نے جہاز کو اچانک ایک ٹرن دیا۔ جس کے نتیجے میں وہ دونوں اُٹھتے اُٹھتے پھر گر پڑے۔

ویسے مارٹن رسل پائلٹ کے دماغ میں رہ کر اُن دونوں کو دُور رکھنے کی فضول سی کوششیں کر رہا تھا۔ اگرچہ وہ جہاز کو کہیں دوسری جگہ پہنچانے میں کامیاب ہو گیا تھا مگر سچویشن پارس، جبریل اور سوسانہ کے کنٹرول میں تھی۔ کیوں کہ مشین گن اُن کے ہاتھوں میں آ گئی تھی۔ مارٹن نے پائلٹ کے ذریعے ڈیش بورڈ کے کئی تاروں کو نوچ ڈالا۔ انھیں توڑ کر الگ کر دیا۔ وائرلیس اور کمپیوٹر کو گھونسے مار کر انھیں ڈیش بورڈ پر پٹخ پٹخ کر توڑ دیا۔ طیارے کے انجن کو آن کرنے والی ایک چابی پائلٹ کے منہ میں ڈالی۔ اُسے نگلنے پر مجبور کیا۔ وہ آہنی بڑی چابی کبھی نگل نہیں سکتا۔ مگر دماغ اپنے بس میں نہیں تھا ایسے میں پتھر یا لوہا کچھ بھی نگل سکتا تھا، سو اُس نے نگل لیا۔

سوسانہ اور پارس فرش سے اُٹھ کر اس کے پاس آئے۔ اُسے پائلٹ سیٹ سے کھینچ کر ہٹایا۔ اس وقت اس کی سانس رُکی ہوئی تھی۔ وہ سانس لینا چاہتا تھا لیکن مارٹن رسل اسے زندہ رہنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا وہ چاہتا تھا چابی نگلنے والی بات پارس وغیرہ کو معلوم نہ ہو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ بے چارہ پائلٹ ہمیشہ کے لیے سانس چھوڑ گیا۔

پارس نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھا۔ ایک کولتار کی سڑک دُور تک نظر آ رہی تھی۔ وہ سڑک اتنی کشادہ تھی کہ پائلٹ نے بڑی کامیابی سے طیارے کو وہاں اُتارا تھا۔ دائیں جانب بہت دُور سمندر کی جھلک نظر آ رہی تھی اُس نے وائرلیس اور کمپیوٹر کا جائزہ لیتے ہوئے کہا "پتہ نہیں دشمن نے ہمیں کہاں پہنچا دیا ہے۔ اس نے وائرلیس میں خرابی پیدا کر دی ہے۔ ہم کسی سے رابطہ قائم نہیں کر سکتے۔"

تمام مسافروں میں کھلبلی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ کھڑکیوں سے باہر کا منظر دیکھ کر اس جگہ کے متعلق اپنی اپنی رائے پیش کر رہے تھے اور اپنی منزل سے بھٹکنے کے باعث پریشان بھی تھے۔ پارس نے کیبن سے نکل کر کہا "آپ لوگ خدا کا شکر ادا کریں کہ اب تک آپ کو یا طیارے کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا ہے۔ فی الحال ہمیں جہاز سے باہر نکل کر اس جگہ کے متعلق معلوم کرنا ہوگا۔ ہم یہاں کے باشندوں کا تعاون حاصل کر کے آیندہ اپنا سفر جاری رکھ سکیں گے۔"

مارٹن رسل نائب سپر ماسٹر کے پاس آ کر بولا "میں نے طیارے کو کسی دوسری جگہ پہنچا دیا ہے۔ مجھے وہاں تمھارے مسلح آدمیوں کی ضرورت ہے۔"

"کہاں ضرورت ہے؟ اُس جگہ کا نام بتاؤ۔"

"وہ لوگ طیارے سے اُترنے والے ہیں۔ میں ان کے ذریعے معلومات حاصل کر کے بتاؤں گا۔"

"یعنی تم نے سوچے سمجھے بغیر طیارے کو کسی نامعلوم جگہ پہنچایا ہے۔ اور وہ طیارہ ان تینوں کے کنٹرول میں ہے۔"

"پوری طرح ان کے کنٹرول میں نہیں ہے۔ وہ اُسے اس جگہ سے لے جا نہیں سکیں گے۔ میں نے ایک اہم چابی پائلٹ کے پیٹ میں پہنچا کر اُسے مار ڈالا ہے وہ کبھی چابی تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ انھوں نے میرے خاص آلۂ کار کو مار کر مشین گن حاصل کر لی ہے۔ اس لیے مجھے جدید ہتھیاروں سے لیس آدمیوں کی ضرورت ہے۔ میں ابھی آ کر بتاتا ہوں کہ وہ طیارہ کس ملک کے کس علاقے میں ہے۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا طیارے کے ایک مسافر کے دماغ میں آیا۔ اس کے ذریعے پتا چلا پارس، جبریل اور سوسانہ تمام مسافروں کو طیارے سے باہر لا رہے تھے۔ مارٹن رسل نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے کہا "ہمیں جلد سے جلد کسی قریبی آبادی میں پہنچنا چاہیے۔"

دوسرے مسافر نے جواباً کہا "پتا نہیں قریب ترین آبادی کتنی دُور ہوگی۔"

ایک عورت نے کہا "میں تو پیدل نہیں جا سکوں گی۔"

اسی وقت دُور سے ایک جیپ آتی ہوئی دکھائی دی۔ پارس نے جبریل اور سوسانہ کو سب مشین گن کے سامنے کھڑا کر دیا تاکہ ان پہاڑوں کے پیچھے وہ گن آنے والوں کو نظر نہ آئے۔ مارٹن اپنے آلۂ کار کو جیپ کی طرف دوڑانے لگا۔ پارس نے اسے پکڑ کر پوچھا "کہاں بھاگے جا رہے ہو؟ کیا وہ خیال خوانی کرنے والا تمھارے ذریعے جیپ والوں کے دماغوں میں پہنچنا چاہتا ہے؟"

پارس نے اُسے روکا تو مارٹن دوسرے مسافر کے دماغ میں پہنچ کر اُسے دوڑاتا لے گیا۔ پارس نے اُسے دیکھتے ہوئے کہا "اس کم بخت کو روکا نہیں جا سکتا۔ یہ آلۂ کار بدل بدل کر وہاں جائے گا۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی ٹھائیں سے گولی چلی۔ جیپ میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے اُس آلۂ کار کو گولی مار دی۔ وہ جیپ طیارے سے کچھ فاصلے پر رُک گئی تھی۔ پارس دوڑتا ہوا مشین گن کے پاس پہنچ گیا تھا۔ جیپ میں سے چھ مسلح افراد اُتر کر مسافروں کو نشانے پر رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک نے کہا "تم لوگوں نے ایک مسافر کی موت دیکھ لی۔ اتنا ہم جانتے ہیں کہ مسافر بردار طیارے میں کوئی اسلحہ نہیں ہوگا۔ تم سب نہتے ہو۔ اس لیے ہماری مرضی کے خلاف کوئی بات، کوئی حرکت نہ کرنا۔"

دوسرے شخص نے حکم دیا "تم سب زمین پر بیٹھ جاؤ۔"

تمام مسافر بیٹھنے لگے۔ ایک مسافر نے کہا "تم دھوکا کھا رہے ہو۔ اُن پہاڑ جیسے دو روبوٹس کے پیچھے ایک مشین گن ہے۔"

مارٹن نے جیسے ہی ایک مسافر کے ذریعے یہ راز فاش کیا، سوسانہ اور جبریل ایک طرف ہٹ گئے۔ پارس نے فائر کھول دیا۔ تڑ تڑ تڑ کی آواز کے ساتھ آنے والے اُچھل اُچھل کر چیختے ہوئے گرے۔ ایک نے جوابی فائر کیا۔ گولی جبریل کو لگی۔ جس کا لگنا نہ لگنا برابر تھا۔ سوسانہ نے جیپ کی طرف دوڑ لگا دی۔ چار افراد گولیاں کھا کر تڑپ رہے تھے اور ٹھنڈے پڑ رہے تھے۔ دو افراد جیپ کی آڑ میں پہنچ گئے تھے۔ جیسے ہی مشین گن کا پہلا برسٹ ختم ہوا اور پارس کارتوس کی دوسری پٹی گن پر چڑھانے لگا، وہ دونوں چھلانگ لگا کر جیپ کی اگلی سیٹوں پر آئے پھر اُسے اسٹارٹ کر کے واپس موڑنے لگے۔ لیکن موت بہت قریب آ چکی تھی۔ سوسانہ دوڑتے دوڑتے ایک لمبی چھلانگ لگا کر جیپ کے پچھلے حصے میں پہنچ گئی۔

ایک ڈرائیونگ میں مصروف تھا۔ دوسرے نے پلٹ کر فائر کرنا چاہا۔ سوسانہ نے اس کی گن چھین لی۔ اُس کے سر پر ایک ہاتھ مارا تو جیسے مغز ہل گیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کراہنے لگا تھا۔

وہ ڈرائیور سے بولی "جیپ روکو گے یا جہنم میں جاؤ گے؟"

اس نے جیپ روک دی۔ سہمی ہوئی نظروں سے پہاڑ جیسی عورت کو دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا تم واقعی انسان ہو؟ اور وہ بھی عورت؟"

"میری بات کا جواب دو۔ یہ کون سا ملک ہے؟"

"یہ ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ اٹلی اور اسپین کے درمیانی سمندر میں ہے۔ اس کا نام مائروری ہے۔"

"جزیرۂ مائروری کا تعلق کس ملک سے ہے؟"

"یہ کسی ملک کا پابند نہیں ہے۔ ویسے اس جزیرے کے مالک کا تعلق اسپین سے ہے۔"

"یہ کس کی ملکیت ہے؟ اُس کا نام اور شارٹ ہسٹری بتاؤ۔"

پارس اور جبریل ان کے قریب آ گئے۔ ڈرائیور نے کہا "جزیرے کے مالک کا نام لاروش کبانہ ہے، اس کی دولت اور جاگیر کا کوئی حساب نہیں ہے۔ یہاں صرف اس کا قانون چلتا ہے۔ کسی بھی ملک کا طیارہ اور ہیلی کاپٹر یہاں اجازت حاصل کیے بغیر نہیں آسکتا۔ تم لوگوں نے یہاں آ کر زندگی کی آخری بھول کی ہے۔ اب کوئی اور بھول کرنے کے لیے زندہ نہیں رہو گے۔"

پارس نے پوچھا "تمہارے مالک لاروش کبانہ کے دوستانہ تعلقات دوسرے ممالک سے ہوں گے۔ اُن سے وہ وائرلیس کے ذریعے گفتگو کرتا ہوگا؟"

"ہاں ہمارے آقا کے محل میں جدید ترین مشینیں ہیں، وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے باتیں کرتا ہے۔ اور جزیرے میں آنے والے اجنبیوں کو ایک بہت بڑے اسکرین پر دیکھتا رہتا ہے۔ اس وقت بھی وہ تمھیں دیکھ رہا ہوگا۔"

جبریل نے سر اٹھا کر آس پاس کے درختوں کو دیکھتے ہوئے کہا "اس کا مطلب ہے، یہاں کے درختوں میں ٹی وی کیمرے چھپائے گئے ہیں۔"

پارس نے ایک طرف سر اُٹھا کر کہا "مسٹر لاروش کبانہ! اگر تم دیکھ رہے ہو اور ہماری باتیں سُن رہے ہو تو یقین کرو ہم دوست ہیں، یہاں دانستہ نہیں آئے ہیں۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن نے ہمیں یہاں پہنچایا ہے۔ ہمیں ایک ملاقات کا موقع دو، ہم تمھیں بتائیں گے کہ کس طرح خیال خوانی کرنے والے نے مشین گن کے ذریعے تمہارے چار آدمی مار ڈالے ہیں۔"

مارٹن رسل نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے بلند آواز میں کہا "یہ جھوٹ بولتا ہے۔ یہ بدنام زمانہ فرہاد علی تیمور اور مکارِ زمانہ سونیا کا بیٹا ہے۔ میں تمھیں پیش آنے والے خطرات سے آگاہ کرتا ہوں۔ سونیا کو اس جزیرے کی ضرورت ہے۔ یہ اپنے دو روبوٹس کے ذریعے تمھیں قتل کرنے یا اس جزیرے سے بے دخل کرنے آیا ہے۔ یقین نہ ہو تو ابھی یقین آجائے گا۔ دس منٹ کے اندر... سُپر ماسٹر تم سے ہاٹ لائن پر گفتگو کرنے والا ہے۔"

ان باتوں کے دوران بہت سی گاڑیاں نظر آنے لگیں۔ وہ آگے پیچھے، دائیں بائیں ہر طرف سے چلی آرہی تھیں، اُن میں مسلح فوجی تھے۔ جب وہ گاڑیوں سے اُترے تو سیکڑوں کی تعداد میں نظر آئے۔ ان کے پاس صرف مشین گنیں ہی نہیں راکٹ لانچر بھی تھے۔ گاڑیوں میں مارٹر گنیں بھی لگی ہوئی تھیں۔ پارس نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہا "ہم سب خالی ہاتھ ہیں، جو تھوڑے سے ہتھیار یہاں ہیں، وہ زمین پر پڑے ہوئے ہیں، میں قانون اور انسانیت کے نام پر اپیل کرتا ہوں، گولیاں نہ چلاؤ، ہم تمہارے قیدی بن رہے ہیں۔"

دوسرے تمام مسافر بھی اپنے ہاتھ اُٹھانے لگے۔ مارٹن رسل نے نائب سپر ماسٹر سے کہا "یہ جزیرہ مارُوری ہے۔ اس کے مالک کا نام لاروش کبانہ ہے، اس کے سیکڑوں فوجی جوانوں نے ان تینوں کو مسافروں سمیت گھیر لیا ہے، یہ بات ہمارے حق میں ہے لیکن پارس انتہائی چالباز ہے۔ جزیرے کے چار آدمیوں کو مشین گن سے ہلاک کرنے کے بعد مجھ پر الزام لگا رہا ہے کہ خیال خوانی کرنے والے نے مشین گن چلانے پر مجبور کیا تھا۔"

نائب سُپر ماسٹر نے کہا "میں لاروش کبانہ سے رابطہ کر رہا ہوں تم اس کی آواز سنو۔"

اس نے ریسیور اُٹھایا۔ پھر ہاٹ لائن پر رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف لاروش کبانہ کے سیکریٹری کی آواز سنائی دی۔ مارٹن رسل نے اس کی آواز اور لہجے کو یاد کر لیا۔ نائب نے کہا "میں سُپر ماسٹر بول رہا ہوں۔ ہز ہائی نس لاروش کبانہ سے بات کراؤ۔"

تھوڑی دیر بعد کبانہ کی آواز سُنائی دی "ہیلو، کیا تم واقعی سُپر ماسٹر ہو۔ مجھے یقین دلاؤ۔"

"میرا آدمی تمہارے دماغ میں آ کر یقین دلائے گا۔"

"افسوس میں یوگا کا ماہر ہوں، وہ ناکام واپس جائے گا۔ کوئی ڈھنگ کی بات کرو۔"

"ڈھنگ کی بات یہی ہو سکتی ہے کہ ایک گھنٹے کے اندر ہماری ایک معمولی سی چھوٹی سی فوج ہوائی حملے کرے گی۔ دوسرے دن کے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوگی کہ مارُوری نامی جزیرہ دنیا کے نقشے سے نابود ہو گیا ہے۔"

"جناب! آپ ناراض ہو رہے ہیں۔ میری کیا مجال کہ میں سُپر طاقت سے ٹکرانے کی حماقت کروں۔ لیکن ذرا غور فرمائیں، کوئی بھی سپر ماسٹر بن کر دھمکیاں دے سکتا ہے۔ کسی بھی خطرناک تنظیم کا سربراہ آپ کی طرح ہاٹ لائن پر بات کر سکتا ہے۔ پلیز آپ میرے پاس براہِ راست نہ آئیں حکومتِ اسپین کے ذریعے گفتگو مناسب رہے گی۔"

رابطہ منقطع ہو گیا۔ لاروش کبانہ غصّے اور پریشانی سے ریسیور رکھ کر سوچ میں پڑ گیا۔ وہ جزیرے میں بڑے عیش و عشرت کی زندگی گزار رہا تھا۔ وہ الیسا درمیانی جزیرہ تھا جہاں سے اسپین کا مال اٹلی اور اٹلی کا مال اسپین اسمگل ہوتا تھا۔ ہر ہفتے دو ہفتے میں لاکھوں ڈالرز کی آمدنی ہوتی تھی۔ فرانس اور انگلینڈ کے بینکوں میں دولت جمع ہو رہی تھی۔ ایسی کمائی کے لیے اس نے یورپ کے چھٹے ہوئے... بدمعاشوں، اسمگلروں اور قاتلوں کی فوج بنائی ہوئی تھی۔ خود بھی بدمعاشوں کا بدمعاش تھا، مجرموں کو اپنی مٹھی میں جکڑ کر ان سے اپنے احکامات کی تعمیل کرانا جانتا تھا۔ وہ یوگا اور ہپناٹزم کا ماہر اور خطرناک فائٹر تھا۔ اس جزیرے میں وہ صرف دو ہستیوں پر اعتماد کرتا تھا۔ ایک اس کی بہن حوانا کبانہ تھی، دوسرا اس کا سیکریٹری جولیس تھا۔ وہ دونوں بھی یوگا کے ماہر اور بہترین فائٹر تھے۔ تینوں نے جزیرے کے انتظامات بڑی حکمتِ عملی سے سنبھالے ہوئے تھے۔ یہاں چالاکی دکھانے اور غداری کرنے والے کتنے ہی بدمعاش اُن کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اُتر چکے تھے۔

لاروش کبانہ کو کسی سے خطرہ نہیں تھا۔ وہ بے حد مطمئن رہا کرتا تھا لیکن اب اطمینان رخصت ہو گیا تھا۔ پہلی بار ایک سُپر طاقت مداخلت کر رہی تھی۔ اُسکے جزیرے میں پارس کے خلاف محاذ آرائی ہونے والی تھی۔ صورتِ حال یہ تھی کہ فرانس اُس جزیرے سے زیادہ دُور نہیں تھا۔ پارس کو کچھ ہو گیا تو اس ملک کے حکمران جزیرے کو سمندر میں غرق کر دیں گے۔ پھر پارس اور علی تیمور نے جہاں بھی قدم رکھا وہاں حکومتِ فرانس کو پیش قدمی کا موقع نہیں دیا۔ خود ہی وہاں ... سیاست برپا کر کے چلے آتے ہیں۔ یہ ساری باتیں کبانہ کے دماغ میں گردش کر رہی تھیں۔ اُس نے سیکریٹری جولیس کو بُلا کر پوچھا "کیا تمہارے دماغ میں کسی نے آنے کی کوشش کی تھی؟"

"ہاں، میں نے سانس روک لی، ہم اچانک خطرات میں گھر گئے ہیں۔ ایک طرف سپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا ہے، دوسری طرف پارس نے ہماری زمین پر قدم رکھا ہے۔ اُس کی ماں رسونتی بھی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار لے کر آ سکتی ہے۔ ہم کسی ایک سے دوستی کریں گے تو دوسرے کی دشمنی مہنگی پڑے گی۔"

"میں سخت الجھن میں ہوں۔ ہمیں ایسی حکمتِ عملی اختیار کرنا ہوگی کہ کوئی ہم سے ناراض نہ ہو۔ پہلے تو یہ معلوم کرنا ہوگا کہ یہ لوگ چاہتے کیا ہیں؟ ہم ان کا بڑے سے بڑا مطالبہ پورا کر کے انھیں جزیرے سے نکالنے کی کوشش کریں گے۔"

حوانا اپنے بیڈروم کی ایک اسکرین پر پارس، سوسانہ اور جبریل کو طیارے کے مسافروں کے ساتھ دیکھ چکی تھی۔ پارس اور مارٹن کے آلۂ کار کی باتیں سُن چکی تھی۔ اس محل میں جو فون لاروش کبانہ کے لیے آتا تھا اُسے حوانا اور جولیس اپنے اپنے کمرے کے ریسیور سے سُن لیا کرتے تھے۔ اس طرح حوانا موجودہ حالات کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔

وہ اپنی خواب گاہ سے نکل کر بھائی کے پاس آئی۔ پھر بولی "فرہاد کی فیملی کے تمام ممبر سپر طاقتوں کے لیے ... ناقابلِ برداشت ہیں۔ جھگڑے کی بنیاد یہی ہے کہ بڑی طاقتیں سونیا، رسونتی، پارس اور علی تیمور کو فرہاد کی طرح مار ڈالنا چاہتی ہیں، اور شاید اسی مقصد کے لیے پارس کو گھیر کر ہمارے جزیرے میں لایا گیا ہے۔"

کبانہ نے پوچھا "اُن روبوٹ نما انسانوں کو دیکھا ہے؟"

"ہاں، وہ حیرت انگیز ہیں۔ اُن کا قد آٹھ فٹ ضرور ہوگا۔ جسامت میں پہاڑ لگتے ہیں۔ پتا نہیں پارس انھیں کہاں سے پکڑ لایا ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سیکریٹری جولیس نے ریسیور اُٹھا کر ایک اسپیکر کو آن کر دیا۔ دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز اسپیکر کے ذریعے کبانہ اور حوانا بھی سُن سکتے تھے۔ پتا چلا اسپین کا ایک اعلیٰ حاکم لاروش کبانہ سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ کبانہ نے سیکریٹری سے ریسیور لے کر کہا۔ "میں لاروش کبانہ بول رہا ہوں۔ کیا آپ نے سپر ماسٹر کے سلسلے میں فون کیا ہے؟"

"تم ٹھیک سمجھ رہے ہو۔ سُپر ماسٹر سے تعاون کرو، اپنے جزیرے کے ساتھ صحیح سلامت رہو گے۔"

"دوسری طرف پارس اور فرہاد کی پوری فیملی ہے۔ فرانس کی حکومت ہے۔ یہ لوگ مجھے سپر ماسٹر سے تعاون کرنے کے قابل نہیں چھوڑیں گے۔"

اسپین کے اعلیٰ حکام نے پوچھا "کیا جزیرے میں فرہاد کی فیملی کے ساتھ سُپر ماسٹر کا ٹکراؤ ہے؟"

"جی ہاں۔ میں چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پسنے والا ہوں۔ آپ سُپر ماسٹر کو سمجھائیں کہ اپنا جھگڑا میرے جزیرے سے باہر لے جائے۔ وہ جہاں کہے گا، میں پارس کو قیدی بنا کر وہاں بھیج دوں گا لیکن یہ الزام نہیں لوں گا کہ میرے جزیرے میں میرے سائے میں پارس کو قتل کیا گیا ہے۔"

"مسٹر کبانہ! وہ نہیں مانے گا۔ اس نے پارس کو مجبور اور بے بس کرنے کے لیے مسافر بردار طیارے کو اغوا کرایا ہے۔ اُسے تمہارے جزیرے میں محض قتل کرنے کے مقصد

سے پہنچایا ہے۔"

"کیا اُسے قتل کرنے کے لیے سُپر ماسٹر کے آدمی یہاں آئیں گے؟"

"نہیں اس کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تمھارے مسلح جوانوں کو اُس کے خلاف استعمال کرے گا۔ تم انکار کرو گے تو وہ اپنی چھاتا بردار فوج جزیرے میں اُتارے گا۔ اس میں سراسر تمھارا نقصان ہے۔"

کبانہ پریشان ہو کر بولا "آپ اسے سمجھائیں یہاں فوج اُتارنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اُس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے آدمیوں کو استعمال کر سکتا ہے۔ لیکن میں غیر جانبدار رہوں گا۔ پارس کو قیدی نہیں بناؤں گا اُسے آزاد چھوڑ کر یہ تاثر دوں گا کہ میں اس کا دشمن نہیں ہوں۔ وہ جس طرح اپنا بچاؤ کر سکتا ہے کرتا رہے۔"

"یہ مناسب فیصلہ ہے۔ میں ابھی سُپر ماسٹر سے بات کرتا ہوں۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ کبانہ نے ریسیور رکھ کر حوانا اور جولیس سے کہا "پارس کی طرف سے خاموشی ہے۔ کیا اس کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا جوابًا ہمارے آدمیوں کو استعمال نہیں کرے گا؟"

جولیس نے کہا "ضرور کرے گا۔ دونوں طرف کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ہی آدمیوں کو استعمال کریں گے۔"

حوانا نے کہا "جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، پارس اور علی تیمور نے کبھی اپنے باپ کی بھی ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں لیا۔ میری ان معلومات کی تصدیق یوں ہو رہی ہے کہ ابھی تک اس کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہم سے کسی طرح کا رابطہ نہیں کیا ہے۔"

کبانہ نے کہا "ہو سکتا ہے فرہاد کی فیملی کے دوسرے ممبران کو پارس کے اغوا ہونے کی اطلاع نہ ملی ہو۔"

حوانا چونک کر بولی "بالکل یہی بات ہے۔ بھائی کبانہ ابھی تم نے کہا ہے کہ غیر جانبدار رہو گے۔ تمھارا فرض ہے، دونوں کی طاقتوں کا توازن برقرار رکھ کر غیر جانبدار ہو جاؤ۔ پارس کی طاقت ابھی کم ہے۔ لہٰذا سونیا یا علی تیمور کو اس کے موجودہ حالات کا علم ہونا چاہیے۔ وہاں سے پارس کو طاقت ملے گی تو ہم غیر جانبدار ہو کر ان کے لڑنے مرنے کا تماشا دیکھیں گے۔"

"انصافاً یہی ہونا چاہیے۔ لیکن سُپر ماسٹر کو یہ منظور نہیں ہو گا۔"

"ہم انصاف کرنے والی بات اُس کے علم میں نہیں لائیں گے۔"

لارڈ ش کبانہ نے تائید میں سر ہلا کر کہا "اگر ہم صرف سُپر ماسٹر سے خوف زدہ رہ کر اس کا ساتھ دیں گے اور پارس اُس پر غالب آجائے گا تو وہ ہمیں برباد کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھے گا۔ اگر ہم نے در پردہ اُس کی بھی مدد... تو وہ یہاں سے ہمارا دوست بن کر جائے گا۔"

سیکرٹری نے کہا "ہمیں ایسا ہی درمیانہ راستہ اختیا... کرنا چاہیے۔"

فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ کبانہ نے ریسیور اٹھا کر اسپیکر کو آن کر دیا۔ دوسری طرف سے اسپین کے اعلیٰ حکا... نے کہا "سُپر ماسٹر تمھارے غیر جانبدار رہنے پر راضی ہے۔ ابھی وہ ایک منٹ بعد تم سے فون پر بات کرے گا۔ ... اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلاؤ۔"

کبانہ نے تعاون کرنے کا وعدہ کر کے ریسیور رکھ د... پھر سیکرٹری سے کہا "سُپر ماسٹر کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے مسلح جوانوں کے دماغوں میں جائے گا تو ہماری فوج پھر ہماری نہیں رہے گی۔ اسی کے اشارے پر عمل کر... گی وہ کسی موقعے پر ہماری فوج کو ہمارے ہی خلاف استعما... کر سکتا ہے۔"

سیکرٹری جولیس نے کہا "میں اس پہلو پر غور کر چکا ہو... ہم سُپر ماسٹر کو ناراض نہیں کر سکتے۔ اس کا ٹیلی پیتھی جاننے وا... ہماری فوج میں ضرور گھسے گا۔ بچاؤ کی ایک ہی تدبیر ہے۔ ہما... جتنے فوجی جوان یوگا کے ماہر ہیں میں اُن کی ڈیوٹی محل میں لگ... رہا ہوں۔ اور جتنے جوانوں کی وفاداری کا ہمیں یقین ہے... انھیں حکم دینے جا رہا ہوں کہ وہ گونگے بن جائیں صرف اشا... میں یا تحریر کے ذریعے کوئی خاص بات کریں۔ باقی فوجیو... ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹریپ کر سکتا ہے۔ ہم بڑی حد تک محفوظ رہیں گے۔"

فون کی گھنٹی سنائی دی۔ کبانہ نے ریسیور اُٹھا کر ا... کو آن کیا۔ نائب سُپر ماسٹر کی آواز سنائی دی "ہیلو ہز ہائی... لارڈ ش کبانہ! اب تک تمھیں یقین ہو چکا ہو گا کہ میں سُپر ماسٹ...

"جی ہاں۔ آپ کو بھی میری وفاداری کا یقین ہونا چا... میں غیر جانبدار رہ کر بھی اپنی فوج آپ کے ٹیلی پیتھی جا... والے کے حوالے کر رہا ہوں۔"

"ہز ہائی نس کا شکریہ! کیا آپ کے جزیرے میں کا... ت تیزاب ہو گا؟ پارس کے ساتھ جو روبوٹ نما انسان ...ں، وہ تیز تلوار سے اور بندوق کی گولیوں سے نہیں مرتے ہیں ...ن کا گوشت صرف تیزاب سے ہی گلایا جا سکتا ہے۔"

کبانہ، حوانا اور جولیس تینوں حیرانی سے ایک دوسرے ...د دیکھ رہے تھے...... کبانہ نے پوچھا "یہ روبوٹ ...رد اور عورت کون ہیں؟ پارس انھیں کہاں سے لایا ہے؟"

"وہ دونوں ہماری تخلیق ہیں۔ ہم نے ملین ڈالرز خرچ کر کے انھیں غیر معمولی شہ زور اور ناقابلِ شکست بنایا ہے۔ ان ...ں سے ایک کا نام جبرئل گرانٹ اور دوسری کا نام سوسانہ ہے۔ دونوں ہمارے وفادار تھے۔ پارس نے بڑی مکاریوں سے انھیں ہمارے خلاف بھڑکا دیا ہے۔ اب وہ باغی ہو گئے ہیں۔ ہمارے وفادار نہیں رہے۔ ہم ایسے خطرناک ...د بوٹس کو بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جانے دیں گے۔ اس سے پہلے کہ وہ انھیں ہمارے خلاف استعمال ...ریں، ہم انھیں تیزاب سے گلا کر نابود کر دیں گے۔"

کبانہ نے کہا "اب جھگڑے کی وجہ سمجھ میں آگئی ہے۔ ایک بات اور بتائیں۔ فرہاد کی فیملی کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے پارس کے ساتھ کیوں نہیں ہیں؟"

جواب ملا "رسونتی زیرِ علاج ہے۔ آرمر کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ اب اُس فیملی میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ تم اطمینان رکھو کوئی تمھیں نقصان پہنچانے نہیں آئے گا۔ ہم اُن تینوں کو وہیں ختم کر دیں گے۔ میری بات کا جواب دو۔ کیا وہاں تیزاب ہو گا؟"

"جی ہاں، تیزاب ہے۔"

"ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا جو آلۂ کار تمھارے پاس تیزاب مانگنے آئے، اُسے دے دینا۔ ضرورت پیش آئے گی تو پھر رابطہ کروں گا۔"

اُدھر سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ کبانہ نے ریسیور رکھ کر کہا "جولیس! جاؤ۔ اپنے وفاداروں کی ڈیوٹی محل کے آس پاس لگا دو، جو یوگا کے ماہر نہیں ہیں انھیں اچھی طرح تاکید کر دو کہ وہ تنہائی میں دیواروں سے بھی باتیں نہ کریں گونگے بنے رہیں۔"

سیکرٹری جولیس محل سے باہر آیا۔ حوانا اُس کے ساتھ تھی۔ اُس نے پوچھا "پارس وغیرہ کو کہاں قید کیا گیا ہے؟"

"محل کے پیچھے تہ خانے میں۔ وہاں ہمارے وفادار ہیں اگر کسی پر شبہ ہو تو آپ اُس کی ڈیوٹی تبدیل کر سکتی ہیں۔"

وہ محل کے اندر واپس آئی۔ اُس کی خواب گاہ سے بھی ایک راستہ تہ خانے کی طرف جاتا تھا۔ وہ اپنے کمرے کے چور دروازے سے تہ خانے میں آئی۔ وہاں ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں کھانے پینے کا سامان سربند ڈبوں میں محفوظ رکھا ہوا تھا۔ کچھ پہننے اوڑھنے کا سامان اور کئی طرح کے ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔ دشمنوں کی طرف سے کوئی مصیبت آنے پر وہاں چھپ کر مہینوں زندہ رہا جا سکتا تھا۔

تہ خانے کے اُس حصّے میں صرف وہ آسکتی تھی۔ اس کے بھائی کبانہ اور سیکرٹری جولیس کے چھپنے کے لیے تہ خانے کے دوسرے حصّے مخصوص تھے۔ وہ ہال نما کمرے کا ایک اور چور دروازہ کھول کر ایک راہداری میں پہنچی پھر وہاں کے مختلف حصّوں سے گزرتی ہوئی قید خانے میں پہنچ گئی۔ سلاخوں کے پیچھے پارس، جبرئل اور سوسانہ دکھائی دیے۔ وہاں کھڑے ہوئے مسلح پہرے داروں نے ایڑیاں بجا کر حوانا کو سلیوٹ کیا۔ پارس نے گہری سانس لے کر کہا "ایک مدت کے بعد حسین چہرہ دکھائی دیا ہے۔ یہ چاند کب تک یہاں جگمگاتا رہے گا؟"

وہ مسکرا کر بولی "تم پارس ہو؟"

وہ بولا "لوگ کہتے ہیں بے نام ہوں میں۔ حسینوں سے پوچھو، بے نام نہیں بدنام ہوں میں۔"

وہ پلٹ کر ایک پہرے دار سے بولی "تم کتنی دیر سانس روک سکتے ہو؟"

اس نے جواب دیا "دس منٹ۔"

وہاں چھ پہرے دار تھے۔ انھوں نے بھی پوچھنے پر یہی جواب دیا۔ وہ سب یوگا کے ماہر تھے۔ حوانا نے کہا "تم سب اچھی طرح سن لو۔ کسی بھی پرائی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی سانس روک لینا۔ ایک سیکنڈ کے لیے بھی کسی کو دماغ میں آنے کی اجازت نہ دینا۔ سُپر ماسٹر کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ایسے فوجیوں کو پارس کے خلاف استعمال کرے گا جو یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔ تم لوگ اپنے کسی فوجی ساتھی کی کسی بات پر عمل نہیں کرو گے کیوں کہ اس فوجی ساتھی کے پیچھے وہی خیال خوانی کرنے والا بول سکتا ہے۔"

انھوں نے کہا کہ وہ اچھی طرح اس تاکید کو سمجھ گئے ہیں اپنے آقا اپنی مالکہ اور سیکرٹری صاحب کے سوا کسی کا حکم نہیں مانیں گے۔ حوانا نے انھیں محل میں جانے کے لیے کہا پھر پلٹ کر بولی "تمھارا نام سوسانہ ہے؟"

"ہاں میں سوسانہ ہوں اور یہ میرا جبرئل ہے۔"

"میں نے سنا ہے تم دونوں حیرت انگیز اور غیر معمولی

جسمانی قوتوں کے حامل ہو۔"

"تم نے غلط نہیں سُنا ہے۔"

"پھر قید میں کیوں ہو؟ کیا ان سلاخوں کو یا تالے کو توڑ نہیں سکتے؟"

"بالکل توڑ سکتے ہیں لیکن یہ پارس میرا بھائی ہے، اس نے ابھی ہمیں آرام کرنے کے لیے کہا ہے۔"

حوانا نے پارس سے کہا۔ "اس کا مطلب ہے تم اپنے کسی خیال خوانی کرنے والے کی مدد حاصل کرنے میں چُپ چاپ مصروف ہو۔"

"میں کبھی خیال خوانی کرنے والے کی مدد قبول نہیں کرتا۔ یوں بھی ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔ ماما بیمار ہیں اور آرمر ہمارا ساتھ چھوڑ چکا ہے، اگر اس وقت کوئی ہوتا اور میرے دماغ میں آتا تو اُس سے اتنا کہتا کہ فرانسیسی حکام کو مطمئن کر دیتا کہ ہم خیریت سے ہیں۔ کل صبح سات بجے ہمارے لیے ایک طیارہ بھیج دیا جائے جس میں تین سو مسافر سفر کر سکیں۔"

حوانا نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا تمھیں یقین ہے کہ صبح سات بجے تم یہاں سے زندہ سلامت چلے جاؤ گے؟"

"ہاں پورے تین سو مسافروں کے ساتھ۔"

"تو پھر صبح سات بجے کیوں؟ اُتنے پُر اعتماد ہو تو ابھی طیارہ منگوا لو۔ میں تمھیں ٹرانسمیٹر دوں گی۔"

"ٹرانسمیٹر کا شکریہ۔ مجھے اس کی ضرورت ہے۔ مجھے تنہا یہاں سے نکلنا ہوتا تو ابھی نکل جاتا۔ تین سو مسافروں کو صحیح سلامت لے جانے اور دشمنوں سے نمٹنے میں رات گزر جائے گی۔"

جبرئیل نے کہا۔ "مس حوانا! تمھاری باتوں اور حرکتوں سے اندازہ ہو رہا ہے کہ تم واقعی ہماری مدد کرنے والی ہو۔"

"ہاں میں یہ آہنی دروازہ کھول سکتی ہوں۔ لیکن تمھاری شہ زوری دیکھنا چاہتی ہوں۔ اسے کھول کر باہر آ جاؤ۔"

جبرئیل نے پارس سے پوچھا۔ "کیا کہتے ہو؟"

پارس نے کہا۔ "حوانا! یہ دروازہ تمھاری مدد کے بغیر کھل جائے گا۔ پہلے یہ بتاؤ تم کون ہو؟ اور ہماری مدد کیوں کرنا چاہتی ہو؟"

"میں اس جزیرے کے مالک کی بہن ہوں۔ ہم سُپر ماسٹر کے دباؤ میں ہیں۔ اس کی کسی بات سے انکار کریں گے تو وہ منٹوں میں اس جزیرے کو تباہ کر دے گا۔ دوسری طرف ہم بھائی بہن تم سے دشمنی نہیں چاہتے۔ سُپر ماسٹر کی لاعلمی میں تمھاری ہر طرح سے مدد کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیا ہم قید خانے سے نکل کر جائیں گے تو سُپر ماسٹر کو شبہ نہیں ہوگا؟"

"اسی لیے میں دروازہ نہیں کھول رہی ہوں اسے توڑنے کو کہہ رہی ہوں۔"

پارس نے مسکرا کر جبرئیل سے کہا۔ "لڑکی چالاک ہے چلو تالا توڑ دو۔"

جبرئیل نے سلاخوں کے درمیان سے ایک ہاتھ باہر نکال کر تالے کو پکڑا پھر ایک زور کا جھٹکا دیا۔ کھٹاک کی آواز کے ساتھ تالا ٹوٹ کر فرش پر آ گیا۔ دروازہ کھل گیا۔ حوانا خوش ہو کر بولی۔ "کمال ہے، میں نے ایسی جسمانی قوت آج تک کسی انسان میں نہیں دیکھی۔"

پارس نے کہا۔ "تم مجھے ایک ٹرانسمیٹر دینے والی تھیں۔"

"ہاں میرے ساتھ آؤ۔"

وہ تینوں کو ساتھ لے کر تہ خانے کے مختلف راستوں سے گزرتی ہوئی اپنے بیڈ روم میں آئی پھر بولی۔ "یہ ہمارا محل ہے، میں نے تمھیں چور دروازے بتا دیے ہیں صرف یہ سوچ کر کہ فرہاد کا بیٹا اپنی زبان کا دھنی ہوگا۔ سُپر ماسٹر کے سامنے ہماری چھپی ہوئی دوستی کا راز کبھی فاش نہیں کرے گا۔"

"فرہاد کا بیٹا تمھارے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائے گا۔ پلیز اب مجھے ٹرانسمیٹر دو۔"

وہ اُسے اپنے اسٹور روم میں لے کر آئی۔ وہاں ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا۔ پارس نے اُسے آپریٹ کیا۔ رابطہ قائم ہونے کے چند سیکنڈ بعد سونیا کی آواز سُنائی دی۔ پارس نے کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہا۔ "مما! ہمارا طیارہ جزیرہ ماٹر وری پہنچ گیا ہے۔ یہاں سُپر ماسٹر مجھے، سو مسافروں اور جبرئیل کو بے بس کر کے قتل کر دینا چاہتا ہے۔"

"فکر نہ کرو بیٹے! میں آ رہی ہوں۔"

"نہیں مما! آپ نہیں آئیں گی۔ کوئی نہیں آئے گا آپ نے کیسے سمجھ لیا کہ میں کسی کی مدد کا محتاج ہوں۔"

"مجھے فخر ہے کہ تم کسی کے محتاج نہیں ہو۔ یہ بتاؤ تم نے رابطہ کیوں کیا ہے؟ تمھاری کوئی تو ضرورت ہوگی؟"

"میں اپنے لیے نہیں سیکڑوں مسافروں کے لیے ایک طیارہ چاہتا ہوں۔"

"وہ چند گھنٹوں میں وہاں پہنچ جائے گا۔"

"اُسے صبح سے پہلے نہیں پہنچنا چاہیے، ورنہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اس طیارے میں بھی خرابی پیدا کر دے گا۔"

"اچھی بات ہے طیارہ کل صبح پہنچے گا۔ اور کچھ؟"

"نو تھینکس۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ حوانا نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تمھیں ہیرو بننے کا شوق ہے؟ مادام سونیا کا نام سُن کر دشمنوں کو پسینہ آ جاتا ہے اور تم نے انھیں یہاں آنے سے منع کر دیا۔ آخر کیوں؟"

پارس نے اُسے نظر بھر کے دیکھا۔ وہ نظریں چُراتے ہوئے بولی۔ "اس طرح کیا دیکھ رہے ہو؟"

وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "میری مما نے یہاں قدم رکھا تو یہ جزیرہ دنیا کے نقشے سے مٹ جائے گا۔ وہ دو ہی باتیں جانتی ہیں۔ تخت پر بیٹھتی ہیں یا تختہ کر دیتی ہیں۔ میں تمھارے جزیرے کی تباہی نہیں چاہتا۔ تم نے قید خانے میں آ کر دوستی کی ابتدا کی تھی، میں انتہا کروں گا۔ باہر سے کسی کو جزیرے میں آنے نہیں دوں گا۔"

"تم اپنوں کو آنے سے روک سکتے ہو، مگر ہمیں یہ دھڑکا لگا ہے اگر وہ خیال خوانی کرنے والا تم پر غالب نہ آ سکا تو سُپر ماسٹر یہاں اپنی فوج اُتار دے گا۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میری ٹرانسمیٹر کال کے بعد سُپر ماسٹر کا باپ بھی یہاں فوج نہیں اُتارے گا۔"

اس نے تعجب سے پوچھا۔ "تم نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایسی کیا بات کہہ دی ہے کہ یہاں فوج نہیں آئے گی۔ میں تمام باتیں سُن رہی تھی۔ تم نے تو کسی کی مدد لینے سے بھی انکار کر دیا۔"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولا۔ "میری مما، مکار زمانہ کہلاتی ہیں، مگر بیٹے کے سامنے مکاری بھول کر صرف ماں بن جاتی ہیں۔ میری یہ بات ان کے لیے چیلنج بن گئی ہوگی کہ یہاں میری مدد کو کوئی نہیں آئے گا۔ جب میری مدد کو کوئی نہیں آئے گا تو مما دشمن کی فوج کو بھی جزیرے میں آنے نہیں دیں گی۔"

"کیا سچ کہہ رہے ہو؟ کیا تم نے مادام سونیا کے ذریعے ہمیں تحفظ فراہم کیا ہے۔ اوہ پارس، تم کتنے گریٹ ہو۔ آئی لو یُو۔ آئی لو یو..."

وہ خوشی سے لپٹ کر بولی۔ "اگر واقعی مادام نے فوج کو یہاں آنے سے روک دیا تو میں تمھارے قدموں میں بچھ جاؤں گی۔"

اچانک اسے خیال آیا کہ وہ ایک جوان سے لپٹ گئی ہے۔ اس نے فوراً ہی الگ ہو کر مُنہ پھیر لیا۔ وہ محل میں رہنے والی بہت مغرور تھی۔ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی تھی۔ کسی کو اتنے قریب سے گزرنے کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ اس کا سایہ بھی اس کے گورے بدن پر پڑے۔ وہ مغرور حسینہ آپے سے باہر ہو کر اُس کے گلے لگ گئی تھی۔

پھر وہ جلدی سے نظریں چُراتی ہوئی اسٹور روم سے باہر آ گئی۔

پارس نے سونیا کے متعلق درست کہا تھا۔ وہ اپنی مما کی رگ رگ سے واقف تھا۔ ٹرانسمیٹر کے آف ہوتے ہی سونیا نے فرانس کے حکام سے رابطہ کیا تھا اور کہا تھا۔ "میں ابھی سُپر ماسٹر سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ فوراً اسی وقت..."

صرف پانچ منٹ کے اندر رابطہ قائم ہو گیا۔ سُپر ماسٹر نے کہا۔ "ہیلو مادام مجھے توقع تھی کہ بابا صاحب کے ادارے سے کوئی پارس کی زندگی کی بھیک مانگنے آئے گا۔ لیکن یہ نہیں سوچا تھا تم جھکنے آؤ گی۔"

وہ بولی۔ "سُپر احمق! تجھ سے پہلے درجنوں سُپر احمق آئے اور میرے قدموں کی چاپ سُن کر لرزتے رہے ہے، اُس سُپر کرسی پر بیٹھنے والا ہر حاکم یہی کہتا رہا کہ سونیا جب بھی آتی ہے قیامت لے کر آتی ہے۔ آج تو بھی یہی کہے گا۔"

"تم دھمکیاں نہیں دیتی تھیں، جو کرنا ہوتا تھا وہ کر گزرتی تھیں آج کیا بات ہے صرف دھمکی دے رہی ہو۔"

"تم سمجھ کر بھی نہیں سمجھ رہے ہو۔ پہلے میں کر گزرتی ہوں پھر سنبھلنے اور راہِ راست پر لانے کے لیے دھمکی دیتی ہوں۔ تمھارا ایک خاص خیال خوانی کرنے والا پرنس ڈیگر پچھلے کئی دنوں سے میری قید میں ہے۔"

سُپر ماسٹر کو چُپ لگ گئی۔ حالاں کہ وہ خیال خوانی کرنے والا قیدی نہیں تھا، سونیا کا عاشق تھا۔ دیوانہ تھا۔ اس کے لیے سُپر ماسٹر کو چھوڑ آیا تھا۔ آزادی سے فرہاد کا چہرہ بنائے گھوم رہا تھا۔ یہ حقیقت سُپر ماسٹر نہیں جانتا تھا اُسے یقین کرنا پڑتا کہ اپنا ٹیلی پیتھی جاننے والا تلاشِ بسیار کے باوجود کسی ملک، کسی شہر میں نہیں ملا، وہ ضرور سونیا کے جال میں پھنسا ہوا ہوگا۔

اس نے پوچھا۔ "میں کیسے یقین کر لوں کہ وہ تمھاری قید میں ہے؟"

"تمھیں یقین آئے گا جب دو گھنٹے کے اندر میں تمھارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اغوا کر لوں گی اور اگر نہ کر سکی تو اسے مار ڈالوں گی۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے آہنی دیواروں کے پیچھے ہوتے ہیں۔ میری کسی کوتاہی یا غفلت کے باعث پرنس ڈیگر ہاتھ سے نکل گیا۔ اب کوئی دوسرا تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا۔"

"تو پھر میں دو گھنٹے کی مہلت ختم کرتی ہوں، جاؤ اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی گنتی کرو۔ ابھی چند منٹوں میں ایک خیال خوانی کرنے والا کم ہو رہا ہے۔"

اُس نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر ٹیلیفون کے ذریعے مجھ سے کہا "میرے پاس آؤ۔"

مَیں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں آکر کہا "مَیں آگیا۔ ایسے وقت محبوبہ اپنے بچھڑے ہوئے محبوب کو پکارتی ہے تو وہ کہتا ہے کاش میرے پر ہوتے اور مَیں اُڑ کر چلا آتا۔ مَیں سچ مچ اُڑ کر آتا ہوں مگر تم قدر نہیں کرتی ہو۔"

"تمہاری قدر کرنے والیاں بہت ہیں۔ کام کی بات کرو۔ سُپر ماسٹر نے پارس، سوسانہ اور جبریل کو ایک جزیرے میں پہنچا دیا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ انھیں نقصان پہنچائے، مَیں اس کی کمزوریوں سے کھیلنے لگی ہوں۔ مَیں نے دعویٰ کیا ہے کہ پرنس ڈیگر میری قید میں ہے اور مَیں چند منٹوں میں اس کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اغوا کر رہی ہوں۔"

"مَیں سمجھ گیا۔ تم کینی پال عرف جان ڈیگر کو اغوا کرانا چاہتی ہو۔"

"ہاں۔ مگر میرے چیلنج کے بعد وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سخت پہرے میں رکھے گا۔ بہتر ہے تم... کینی پال کو ختم کر دو۔"

مَیں نے ہنستے ہوئے کہا "اس کے بعد تم اس کے تیسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موت کی پیش گوئی کرو گی اور وہ بوکھلا جائے گا۔"

"ہاں، پرنس ڈیگر ہماری طرف آگیا ہے۔ کینی پال مارا جائے گا تو سُپر ماسٹر تیسرا نقصان نہیں اٹھانا چاہے گا وہ فوراً سمجھوتے پر راضی ہو جائے گا۔"

میں کینی پال کے دماغ میں آگیا۔ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے نائب سُپر ماسٹر کی باتیں سُن رہا تھا۔ اس سے کہا جا رہا تھا کہ سونیا ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اغوا کرنے والی ہے۔ اگرچہ یہ چیلنج مضحکہ خیز لگتا ہے لیکن ہمارا پرنس ڈیگر لاپتا ہو چکا ہے۔ سونیا کے دعوے کے مطابق وہ اس کی قید میں ہے۔ وہ چڑیل جب کوئی دعویٰ کرتی ہے تو اُس کی

صداقت کا یقین بھی دلا دیتی ہے۔ لہٰذا محتاط رہو۔ کوئی فون ریسیو نہ کرو۔ کسی کے سامنے نہ جاؤ۔ ایک منٹ کے اندر ایک فوجی گاڑی تمھیں لینے آرہی ہے۔

کینی پال نے جواب دیا "مَیں تیار ہوں اور پوری طرح محتاط ہوں۔"

ٹرانسمیٹر سے گفتگو ختم ہو گئی۔ وہ سوچنے لگا "مَیں محتاط ہوں۔ لیکن میرے دماغ پر قبضہ جمانے والا آنے گا تو مَیں کیا کر سکوں گا۔"

وہ سوچتا ہوا ایک ایسے کمرے میں آیا جہاں مختلف قسم کے ہتھیار تھے اُس نے تعجب سے سوچا "مَیں اس کمرے میں کیوں آیا ہوں؟"

مَیں نے اس کی سوچ میں کہا "محتاط رہنے کے لیے مجھے ایک آدھ ہتھیار کی ضرورت ہے۔"

اس نے میری مرضی کے مطابق دو ہینڈ گرینیڈ اٹھا کر جیکٹ کے اندر چھپا لیے۔ ایک رائفل اور چند کارتوس لیے۔ اتنی دیر میں فوجی جوان آگئے۔ وہ رائفل لے کر باہر آیا۔ ایک فوجی افسر نے کہا "مسٹر پال! اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم آپ کی حفاظت کے لیے مسلح ہیں۔"

کینی پال نے ایک کاغذ اور قلم اشارے سے مانگا پھر کاغذ پر لکھا "تم لوگ میرے محافظ ہو پھر بھی میں اپنی آواز نہیں سناؤں گا۔ میری اپنی احتیاطی تدابیر میں سے ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ مَیں اپنے پاس ہتھیار رکھوں۔"

کینی پال فوج کا سینئر افسر تھا۔ کسی نے اس سے بحث نہیں کی۔ اس کی رہائش گاہ کے سامنے دو فوجی گاڑیوں کے درمیان ایک ایمبولینس کھڑی ہوئی تھی۔ افسر نے اُسے ایمبولینس کے پچھلے حصے میں بیٹھنے کو کہا۔ جب اس کا دروازہ کھولا گیا تو اندر ایک اسٹریچر بیڈ پر ایک مریضہ لیٹی ہوئی تھی۔ کینی پال اس کے قریب ایک سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ افسر نے کہا "یہ مس جوراجوری ہیں۔ اچانک بیمار ہو گئی ہیں۔ انھیں اسپیشل میڈیکل ٹریٹمنٹ کے لیے لے جایا جا رہا ہے۔"

پھر اُس نے ٹرانسمیٹر آن کر کے دوسرے آرمی گارڈ کے افسر سے رابطہ کیا پھر کہا "مَیں مسٹر کینی پال اور مس جوراجوری کو لے جا رہا ہوں۔ مجھے جو راستے بتائے گئے ہیں، انھی راستوں سے گزرتا ہوا ہیڈ کوارٹر پہنچوں گا۔ راستے میں تم سے رابطہ رکھوں گا۔"

اُس نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا۔ فوجی جوانوں نے ہمارے طرف کا پچھلا دروازہ بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں سے گاڑیاں چل پڑیں۔ مس جوراجوری بیمار تھی۔ اگر وہ کوئی عام لڑکی ہوتی یا فوج کے کسی شعبے سے تعلق رکھتی تو اُسے کسی اسپتال میں کسی دوسری ایمبولینس میں پہنچایا جاتا۔ لیکن اُس بیمار کو اسپیشل ٹریٹمنٹ کے لیے ایسے وقت ہیڈ کوارٹر پہنچایا جا رہا تھا جب کہ وہاں کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے کسی ایک کی شامت آئی ہوئی تھی۔ ان اقدامات سے صاف ظاہر تھا کہ وہ لڑکی بہت اہم ہے اور ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔

کینی پال میری مرضی کے مطابق اس پر جھک گیا اس کی پیشانی کو چھو کر دیکھا۔ وہ بخار میں تپ رہی تھی۔ عیادت کے انداز میں چھونے سے وہ مسکرانے لگی۔ وہ سرگوشی میں بولا "یہاں ہماری آواز اور لہجہ کوئی نہیں سُنے گا۔ اس لیے مَیں تمہارا حال دریافت کر رہا ہوں۔ کیا بہت کمزوری محسوس کر رہی ہو؟"

اُس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ مَیں چاہتا تھا، وہ زبان سے کچھ بولے۔ کینی پال نے پوچھا "بخار کب سے ہے؟"

اُس نے رسٹ واچ کی طرف اشارہ کر کے چار انگلیاں دکھائیں یعنی چار گھنٹے سے بخار میں مبتلا ہے۔

کینی پال نے پوچھا "تم زبان سے کیوں نہیں بولتیں؟ یہاں کسی سے خطرہ نہیں ہے۔ ہم دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ سُپر ماسٹر کے وفادار ہیں۔ اس بند گاڑی میں کوئی دشمن نہیں آئے گا۔ پلیز کچھ بولو۔ مَیں سُننا اور دیکھنا چاہتا ہوں کہ تمہارے جیسی حسین لڑکی کی آواز میں کتنا حسن ہے۔"

اُس نے انکار میں سر ہلایا۔ تب کینی پال نے میری مرضی کے مطابق رائفل سیدھی کی پھر اُس کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے بولا "کسی کو مدد کے لیے پکارنے سے پہلے سوچ لینا کہ پکارتے ہی تمہارا گونگا پن ختم ہو جائے گا۔ کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے کا ڈر ہے تو وہ تمہارے دماغ میں آجائے گا جبکہ یہاں کوئی ہمارا تمہارا دشمن نہیں ہے۔"

وہ سہمی ہوئی سی بولی "تم... تم دشمن نہیں ہو تو یہ رائفل ہٹاؤ، نہیں تو گولی چل جائے گی۔"

اُس نے کنپٹی سے رائفل ہٹالی۔ مَیں نے کہا "شاباش کینی پال! اب تم آرام سے بیٹھے رہو۔"

مَیں جوراجوری کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ایک کرنل کی بیٹی تھی۔ پولیٹکل سائنس کی اسٹوڈنٹ تھی، نہایت ذہین تھی۔ ذہین تو اور بہت سی لڑکیاں ہوتی ہیں۔ چونکہ وہ فوج کے کرنل کی بیٹی تھی، اس لیے اُسے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا گیا تھا۔ اب اُسے معاملہ فہمی، حاضر دماغی، سیاسی چالبازی اور گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہنے کی تربیت دی جا رہی تھی۔ یوگا کی مشقوں کے علاوہ گوریلا فائٹنگ کی بھی ٹریننگ دی جا رہی تھی۔

ٹریننگ کے دوران اسے والدین اور دوسرے رشتہ داروں سے دُور فوجی ہاسٹل میں رکھا گیا تھا۔ اس وقت اُسے ہاسٹل سے ہیڈ کوارٹر لے جایا جا رہا تھا۔ وہ تین منٹ تک سانس روکنے کی عادی ہو چکی تھی۔ اس وقت بیماری کے باعث میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی تھی۔ ویسے صحت یاب ہوتے ہی اس کا دماغ میری خیال خوانی کی گرفت سے نکل سکتا تھا۔ ایک اندازے کے مطابق اُسے صحت یاب ہونے میں چار یا چھ گھنٹے لگ سکتے تھے۔ اتنی دیر میں اُسے اپنی معمولہ بنانے کی کوئی تدبیر کی جا سکتی تھی۔ فی الحال ایمبولینس میں سفر کرنے کے دوران کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

وہ ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے۔ گاڑیاں ایک جگہ رُک گئیں۔ افسر نے ایمبولینس کا پچھلا دروازہ کھول کر کہا۔ "مسٹر پال! باہر آجائیں۔"

وہ باہر آگیا۔ دروازہ پھر بند ہو گیا۔ وہ ایمبولینس جوراجوری کو لے کر آگے چلی گئی۔ کینی پال ایک افسر کے ساتھ چلتا ہوا کمانڈر انچیف کے دفتر میں آیا۔ کمانڈر نے اُس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مسٹر پال! تمھیں سونیا کے چیلنج کے متعلق معلوم ہو چکا ہوگا۔ ہم حفاظتی تدابیر پر عمل کر رہے ہیں۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مختلف پناہ گاہوں میں منتقل کر رہے ہیں۔ تمھیں یہاں لایا گیا ہے۔ تم ایسے وفاداروں میں سے ہو جن سے کبھی دھوکا نہیں ہو سکتا۔ میڈیکل رپورٹ کے مطابق تم بالکل نارمل ہو۔ تمہاری جسمانی اور دماغی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ پھر اِدھر چند منٹوں میں اگر تم اپنے اندر کوئی غیر معمولی تبدیلی محسوس کر رہے ہو تو کھل کر بیان کرو۔"

"مَیں کوئی تبدیلی یا کسی قسم کی بے چینی محسوس نہیں کر رہا ہوں۔ مَیں نہیں سمجھتا کہ کوئی دشمن میرے دماغ تک پہنچ سکتا ہے جبکہ بابا صاحب کے ادارے میں آرمر نہیں رہا۔ سونتی زیرِ علاج ہے پھر بھی احتیاط ضروری ہے۔

اُس کی بات ختم ہوتے ہی کہیں دُور سے زوردار دھماکا سُنائی دیا۔ وہ دونوں چونک گئے۔ کھڑکی کے پاس آکر باہر دیکھا۔ باہر چند فوجی جوان ایک سمت دیکھ رہے تھے، دو گاڑیاں تیزی سے جارہی تھیں۔ کمانڈر نے پوچھا۔ "یہ بلاسٹنگ کی آواز کیسی تھی؟"

ایک جوان نے کھڑکی کے سامنے الرٹ ہوکر کہا۔ "ہیڈ کوارٹر کی باؤنڈری سے دُور شعلے اُٹھ رہے ہیں اور دُھواں پھیلتا جارہا ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ کمانڈر تیزی سے چلتا ہوا میز کے پاس آیا پھر ریسیور اُٹھا کر بولا۔ "ہیلو۔ میں کمانڈر انچیف بول رہا ہوں۔ یہ دھماکا کیسا تھا؟"

دوسری طرف سے جواب ملا۔ "سر! ابھی دو منٹ پہلے ہمارے ایک ہیلی کاپٹر نے پرواز کی تھی۔ مسٹر اینڈرسن کو واشنگٹن روانہ کیا گیا تھا۔ وہی ہیلی کاپٹر جانے کیسے گر کر تباہ ہوگیا ہے۔ تحقیقات کے بعد اس حادثے کا سبب معلوم ہوگا۔ آپ سپر ماسٹر کو یہ افسوس ناک خبر سنادیں کہ سونیا نے اپنے چیلنج کے مطابق ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ختم کردیا ہے۔"

یا حیرت! نہ ہلدی لگی نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا ہوگیا۔ میں نے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے اینڈرسن کو نہیں مارا۔ اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا اور سونیا کا چیلنج پورا ہوگیا۔ میں نے سونیا کو یہ بات بتائی۔ اس نے کہا۔ "یہ تو کمال ہوگیا۔ جسے ہم جانتے بھی نہیں تھے، وہ فنا ہوگیا۔ اُس کی موت نے کیپی پال کی عمر بڑھادی ہے۔ اُس مہرے کو ابھی محفوظ رکھو۔"

"صرف وہی نہیں، ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والی کے دماغ میں جگہ بنا چکا ہوں۔ اُسے چند گھنٹوں میں اپنی معمولہ بنالوں گا۔"

"تم قبر سے اُٹھ کر آنے کے بعد بڑی تیزی سے کارنامے دکھاتے جارہے ہو۔ جاؤ، اس پر تو یہی عمل کرو۔ ورنہ ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

میں بس جوراجوری کے پاس چلا گیا۔ سونیا نے اعلیٰ حکام سے کہا۔ "پلیز! سپر ماسٹر سے میری بات کرادیں۔"

رابطہ قائم ہوتے ہی سپر ماسٹر نے کہا۔ "یو ڈیچ لیڈی! بے شک و شبہ تم کالا جادو جاننے والی چڑیل ہو۔ مجھے بتاؤ تم اینڈرسن کو کیسے جانتی تھیں؟"

"مجھ سے سوال نہ کرو۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی گنتی کرو۔ پہلے پرنس ڈیگر پھر اینڈرسن، دو کم ہوگئے۔ اگر تم پندرہ منٹ کے اندر اپنی تمام سازشوں سمیت جزیرہ مائٹروری سے نہیں نکلو گے تو ٹھیک پندرھویں منٹ پر تمہارا تیسرا خیال خوانی کرنے والا اس گنتی سے کم ہوجائے گا۔"

وہ فون پر گرج کر بولا۔ "تم ایسا نہیں کرو گی۔ تم بڑی مکّاری سے مجھے یہ تاثر دینا چاہتی ہو کہ میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اچھی طرح واقف ہو۔ جبکہ یہ ناممکن ہے۔ میں سپر ماسٹر ہوکر خود اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد نہیں جانتا ہوں، تم کیسے جان سکتی ہو؟"

"ایسے ہی جیسے پردوں میں چھپے ہوئے پرنس ڈیگر اور اینڈرسن کو جان لیا ہے۔ میرے پاس تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام پتے اور اُن کی تصویریں ہیں۔"

"تم جھوٹ بولتی ہو۔ اگر سچی ہو تو ہمارے کسی خیال خوانی کرنے والے کا نام بتاؤ۔"

"مجھے نادان بچی سمجھتے ہو مسٹر سپر احمق! پندرہ منٹ کے بعد تیسرے کو ٹھکانے لگا کر اس کا نام بتادوں گی۔ جاؤ، احتیاطی تدابیر پر عمل کرو۔"

"نہیں، میں جھگڑا بڑھانا نہیں چاہتا۔ آئندہ میری طرف سے پارس پر کوئی حملہ نہیں ہوگا۔ لیکن جبریل اور سوسانہ ہماری ملکیت ہیں۔ ہم نے اُن پر ملین ڈالرز خرچ کیے ہیں۔ پارس سے کہو، انھیں ہمارے حوالے کردے۔"

"اگر تم ملین ڈالرز کسی مشین کی ایجاد پر خرچ کرتے تو وہ مشین تمہاری ملکیت ہوتی۔ یہ انسانی روبوٹ اپنے سینے میں دل اور دماغ میں قوتِ فیصلہ رکھتے ہیں۔ یہ غلام نہیں بنائے جاسکتے۔ یہ اپنی سوچ سمجھ کے مطابق جہاں رہنا چاہیں گے، جس کے ساتھ رہنا چاہیں گے، تم اعتراض نہیں کروگے۔ اپنی گھڑی دیکھو۔ پندرہ منٹ میں سے پانچ منٹ گزر چکے ہیں۔"

"میں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جزیرے سے واپس بُلا رہا ہوں۔ اس کے بعد بھی تم سے دوستانہ ماحول میں گفتگو کرنا چاہوں گا۔"

"میرے پاس جب بھی آؤ تو دوستی کا نقاب اُتار کر آنا۔ دیٹس آل۔"

اس نے فون کا سلسلہ منقطع کردیا پھر اعلیٰ حکام سے رابطہ کرکے ان سے کہا۔ "صبح ہونے تک ایک مسافر بردار طیارہ جزیرہ مائٹروری بھیج دیں۔ کچھ انجینئرز بھی جائیں گے تاکہ اغوا کیے ہوئے طیارے کی مرمت کرسکیں۔ شکریہ۔"

اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ سوچنے لگی۔ جب پارس کو معلوم ہوگا کہ میں نے خیال خوانی کرنے والے دشمن کو جزیرے سے بھگا دیا ہے تو وہ مایوس ہوجائے گا۔ وہ اپنی جنگ لڑتا آیا ہے۔ لڑائی کے دوران اپنے باپ کی بھی مداخلت پسند نہیں کرتا ہے۔ میری مداخلت پر بھی ناراض ہوگا۔ اُسے کسی دوسری طرح سمجھانا چاہیے۔

وہ بیٹے کو سمجھانے کا طریقہ سوچنے لگی۔

اُدھر جزیرے میں رات کے دس بجے تھے۔ حوانا نے جبریل اور سوسانہ کو اپنے بیڈ روم میں آرام کرنے کے لیے یا محبّت کرنے کے لیے چھوڑ دیا تھا اور سمجھا دیا تھا کہ خطرہ محسوس ہوتے ہی وہ چور دروازے سے تہ خانے میں چلے جائیں۔

اُس نے دونوں کو سمجھا دیا تھا مگر اپنے دل کو سمجھا نہیں پا رہی تھی۔ پارس کو محل میں لیے گھوم رہی تھی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیوں اُس کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ آخر وہ کیا لگتا ہے؟

پہلے کوئی کچھ نہیں لگتا۔ صرف اچھا لگتا ہے۔ اس کے بعد کچھ نہ کچھ لگنے لگتا ہے۔ پارس حفاظتی انتظامات دیکھنے کے لیے محل کے مختلف حصّوں میں جارہا تھا۔ اُس نے حوانا کے بھائی لارڈش کبانہ اور سیکریٹری جولیس سے بھی ملاقات کی۔ انھیں یقین دلایا کہ سپر ماسٹر کی فوج جزیرے میں نہیں آئے گی۔ انھیں کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچے گا۔ صبح ہوتے ہی وہ تمام مسافروں کے ساتھ وہاں سے چلا جائے گا۔

حوانا نے اُسے اپنے بھائی اور سیکریٹری سے زیادہ گفتگو کا موقع نہیں دیا۔ یہ کہہ کر اُسے الگ لے آئی کہ مسافروں کو کھلایا پلایا جارہا ہے، آؤ چل کر دیکھ لو۔ پھر اسے ایک طرف لے جاکر بولی۔ "کیا صبح چلے جاؤ گے؟"

"میرے جانے سے یہ جزیرہ سلامت رہے گا۔"

"تم اُلٹی بات کہہ رہے ہو۔ تمہارے رہنے سے مجھے سلامتی کا یقین ہوتا ہے۔"

"یہ تم کہہ رہی ہو۔ ذرا اپنے بھائی سے پوچھو۔ جب تک ہم رہیں گے اُسے سپر ماسٹر کی طرف سے دھڑکا لگا رہے گا۔"

"اگر بھائی کبانہ نے تمہیں یہاں رہنے کو کہا تو رہ جاؤ گے؟"

"مسٹر کبانہ وہ کبھی نہیں کہیں گے جو تم چاہتی ہو۔"

"تم میرے سوال کا جواب دو۔ اگر بھائی نے رہنے کو کہا تو رہو گے؟"

"تم میرے سوال کا جواب دو۔ اگر تمہارے بھائی نے مجھے یہاں سے جانے کو کہا تو تم مجھے جانے دو گی؟"

"آں؟" وہ اس سوال پر گڑبڑا گئی۔ اپنے بھائی سے بہت محبت کرتی تھی۔ کبھی اس کی کسی بات کا بُرا نہیں مانتی تھی۔ ہمیشہ بہن کی آنکھ سے دیکھتی اور بہن کے دل سے چاہتی آئی تھی۔ یہ سوچا ہی نہ تھا کبھی محبوبہ کی آنکھ سے کسی کو دیکھنا اور محبوبہ کے دل سے کسی کو چاہنا ہوگا۔ اگر اس چاہت پر بھائی کو اعتراض ہوگا تو کیا ہوگا؟ ایسے وقت بہن کے جذبات حاوی ہوں گے یا محبوبہ کے باغیانہ جذبات بھڑکیں گے؟

پارس نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ چونک کر بولی۔ "آں؟ کچھ نہیں . . ."

"کچھ تو سوچ رہی تھیں۔"

"ہاں۔ میں شاید کچھ بدل گئی ہوں۔ جو شام سے پہلے تھی وہ اب نہیں رہی۔ تم مجھے آہستہ آہستہ پاگل بنا رہے ہو۔"

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"جواب یہی ہے کہ بھائی کبانہ میرا دل نہیں دُکھائیں گے۔ میں تمہاری میزبانی کرنا چاہوں گی، وہ اعتراض نہیں کریں گے۔ اب میرے سوال کا جواب دو۔"

"ابھی اپنے بھائی سے جاکر بولو کہ وہ مجھے یہاں رُکنے کے لیے کہہ دے۔"

"آؤ میرے ساتھ۔"

"نہیں، میں اس کمرے میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی گئی اور ابھی آئی۔"

وہ پارس کو چھوڑ کر کمرے سے باہر آئی۔ محل کے مختلف حصّوں سے گزر کر بھائی کے کمرے میں پہنچی۔ وہ سیکریٹری سے موجودہ حالات پر گفتگو کررہا تھا۔ حوانا نے کہا۔ "پارس نے یقین دلایا ہے کہ صبح تمام مسافروں کو لے جانے کے لیے طیارہ آئے گا۔ یہاں سے سب چلے جائیں گے لیکن میں پارس کو یہاں مہمان بنا کر رکھنا چاہتی ہوں۔"

کبانہ نے کہا۔ "تعجب ہے تم اتنی ذہین اور معاملہ فہم ہو کہ یہاں اسمگلنگ کا خطرناک دھندا سنبھالتی ہو۔ چھٹے ہوئے بدمعاشوں کو قابو میں رکھتی ہو۔ ہمارے تمہارے دماغ میں ایک ہی بات اہم ہوتی ہے اور وہ یہ کہ ہمارا دھندا اور جزیرہ سلامت رہے۔ آج تم اسے مہمان بنا کر ہماری سلامتی کو نقصان پہنچانے والی بات کر رہی ہو۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ تمہارے منہ میں میری بہن حوانا کی زبان بول رہی ہے۔"

"بھائی! کیا تم سمجھتے ہو کوئی میرے دماغ پر قبضہ جما کر میری زبان سے بول رہا ہے؟"

"بالکل یہی بات ہے۔ تم اپنے اختیار میں نہیں ہو۔"

"میں دس منٹ تک سانس روک لیتی ہوں۔ میرے دماغ میں کوئی نہیں آسکتا۔"

جولیس نے کہا۔ "جوانی کی ٹیلی پیتھی سب سے خطرناک ہوتی ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی پارس جانتا ہے۔ سانس روکنے کے باوجود تمہارے دل اور دماغ پر قبضہ جما چکا ہے۔"

"یو شٹ اپ! تم بات کو کہیں سے کہیں لے جارہے ہو۔"

لارڈش کبانہ نے ڈانٹ کر کہا۔ "حوانا! تم جانتی ہو، جولیس ہماری فیملی کے ایک ممبر کی حیثیت رکھتا ہے۔ تم سے زیادہ

ذہین اور تجربہ کار ہے۔ گزرتے ہوئے وقت اور حالات کی نبضیں ٹٹولنا جانتا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ یہ تمھارا ہونے والا جیون ساتھی ہے۔"

"اوہ نو۔ بھائی تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں اپنے ملازم کو جیون ساتھی بناؤں گی۔ تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔"

"میں صرف اپنے دھندے اور جزیرے کی سلامتی کو سوچتا ہوں۔ جولیس ہمارے ایک ایک راز سے واقف ہے۔ اگر تم کسی دوسرے کو جیون ساتھی بناؤ گی تو اسے بھی رازدار بنانا ہوگا۔ تم کسی کو بھی شوہر تو بنا سکتی ہو مگر رازدار نہیں بنا سکتیں۔ کیونکہ شوہر بے وفا نکلا تو اُسے چھوڑ سکتی ہو۔ رازدار نے بے وفائی کی تو اسمگلنگ کے دھندے سمیت یہ جزیرہ دُشمنوں کے ہاتھوں میں چلا جائے گا۔ اس لیے جذبات سے نہیں عقل سے بات کرو۔"

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی پھر رُک گئی۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ سیکریٹری جولیس نے اسپیکر آن کرتے ہوئے ریسیور اُٹھایا۔ دوسری طرف سے نائب سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ لارڈش کبانہ نے سیکریٹری سے ریسیور لے کر کہا۔ "ہیلو، میں کبانہ بول رہا ہوں۔"

"مسٹر کبانہ! ہم پسپا ہو رہے ہیں۔ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا تمھارے جزیرے سے واپس چلا گیا ہے۔ وہاں کوئی خون خرابا نہیں ہوگا۔"

حوانا اور جولیس یہ باتیں سُن رہے تھے اور خوش ہو رہے تھے۔ کبانہ نے بھی خوش ہو کر کہا۔ "ہم آپ کی اس مہربانی کو کبھی نہیں بھولیں گے۔ ویسے آپ ہماری حیرانی دُور کریں۔ آپ نے اچانک ارادہ کیوں بدل دیا اور یہ پسپا ہونے والی بات کیوں کر رہے ہیں؟"

"ہماری کچھ مجبوریاں ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم دیں۔"

"تم ایک خدمت انجام دے سکتے ہو۔ اس کے عوض جو مانگو گے وہ ملے گا۔"

"مجھے سُپر پاور کی امداد ملے اس سے بڑی بات اور کیا ہوگی۔ حکم دیں جناب۔"

"جبریل اور سوسانہ کو تیزاب سے گلا دو۔"

"یہ تو پارس سے دُشمنی ہوگی۔"

"کام یوں بھی ہو سکتا ہے کہ دُشمنی کا پتا نہ چلے۔ پارس کسی ثبوت کے بغیر تمھیں الزام نہیں دے گا۔ تم کوئی ثبوت چھوڑے بغیر ان کو گلا کر نابود کر دو گے۔ اس کے عوض میں لاکھوں ڈالر نقد ادا کرنے کے علاوہ دو ہیلی کاپٹر اور ایک طیارہ دوں گا۔ جس قدر جدید ہتھیار چاہو گے وہ تمھیں ملتے رہیں گے۔"

کبانہ نے اس کی باتیں سُنتے ہوئے حوانا اور جولیس کو دیکھا۔ حوانا نے انکار میں سر ہلایا۔ جولیس نے اشارے میں کہا۔ "سوچ کر جواب دیا جائے گا۔"

کبانہ نے فون پر کہا۔ "مجھے سوچنے کی مہلت دیں۔"

"مسٹر کبانہ! وہاں ان کے لیے کسی وقت بھی طیارہ آسکتا ہے۔ سوچنے میں وقت ضائع کرو گے تو وہ دونوں پارس کے ساتھ چلے جائیں گے۔ بہر حال میں نے بہت بڑی آفر دی ہے۔ میرا کام ہو جائے گا تو تمھیں ایک سُپر طاقت کی پُشت پناہی حاصل ہو جائے گی۔"

فون کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ کبانہ نے ریسیور رکھ کر بہن سے پوچھا۔ "تمھیں سُپر ماسٹر کی آفر پر اعتراض کیوں ہے؟"

وہ بولی۔ "ہم پیشے کے اعتبار سے اسمگلر ہیں، قاتل نہیں ہیں۔ پھر پارس کے دوستوں کو قتل کر کے فرہاد کی فیملی سے دُشمنی مول لینا دانشمندی نہیں ہے۔ اُن سے دُشمنی کر کے خود سُپر ماسٹر سکون سے نہیں رہتا ہے۔ ہمارا سکون تو بالکل ہی غارت ہو جائے گا۔"

جولیس نے کہا۔ "مس حوانا کی باتوں میں وزن ہے لیکن ہماری دُنیا کے چھوٹے بڑے ممالک کسی سپر طاقت کی سرپرستی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے اور ہمارا تو یہ ملک نہیں ہے۔ ایک ناخن برابر جزیرہ ہے۔ ہمارے دائیں سمت اٹلی، بائیں سمت اسپین ہے اور شمال میں فرانس جیسا بڑا ملک ہمارے سر پر مسلط رہتا ہے۔ ہم ان ممالک کے دباؤ میں رہتے ہیں۔ انھیں خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ہمیں ایک سپر طاقت کی سرپرستی حاصل ہو جائے تو ہمارے آس پاس کے ممالک ہمیں خوش رکھنے کی کوششیں کریں گے تاکہ ہم اپنے جزیرے کو سپر طاقت کا فوجی اڈا نہ بننے دیں۔ میں مس حوانا سے گزارش کروں گا کہ وہ سیاسی چالوں کو اچھی طرح سمجھ کر سپر ماسٹر کی پیشکش کو قبول کرلیں۔"

کبانہ نے کہا۔ "ہم دونوں روبوٹس کو اس طرح فنا کریں گے کہ پارس ہم پر کبھی شبہ نہیں کرے گا۔ وہ یہی سمجھے گا کہ دُشمن خیال خوانی کرنے والے نے ہماری فوج کے جوانوں کو آلۂ کار بنایا ہوگا اور ان کے ذریعے دونوں کو تیزاب سے گلا دیا ہوگا۔"

حوانا نے کہا۔ "میں اپنی زندگی میں سب سے زیادہ بھائی سے محبت کرتی ہوں۔ پھر جزیرے سے محبت کرتی ہوں۔ پارس سے بھی جزیرے کی سلامتی کے لیے دوستی چاہتی ہوں۔ اگر یہ یقین ہے کہ دونوں روبوٹس کو قتل کرنے سے حالات نہیں بگڑیں گے اور ہم ایک سپر طاقت کی سرپرستی حاصل کر کے فرہاد کی فیملی سے دُشمنی مول نہیں لیں گے تو میں تم دونوں سے متفق ہوں۔"

کبانہ نے کہا۔ "تم اطمینان رکھو۔ پارس سے ہماری دوستی برقرار رہے گی۔ اُس کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے ہم اُسے مہمان

نا کر رکھیں گے۔"

اس نے خوش ہو کر بھائی کے گلے میں بانہیں ڈال دیں پھر کہا۔ "اسی لیے تو میں دُنیا میں سب سے زیادہ تمھیں چاہتی ہوں۔ تم کسی نہ کسی طرح میری ہر بات مان لیتے ہو۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "تم پارس کو یہاں سے گرین کاٹیج میں لے جاؤ۔ اُسے دو گھنٹے سے پہلے محل کی طرف آنے نہ دو۔ باقی کام ہم کرلیں گے۔"

اس کی دلی مراد پوری ہو رہی تھی۔ وہ خوش ہو کر بھائی کے کمرے سے چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد لارڈش کبانہ نے کہا۔ "جولیس! ہم بھائی بہن کی محبّت کو تم اچھی طرح سمجھتے ہو۔"

"یس سر!"

"میں اپنی لاڈلی بہن کو جلد ہی تمھاری شریکِ حیات بناؤں گا۔"

"سر! آپ میری وفاداری کا بہت بڑا انعام دے رہے ہیں۔ یہ میری اوقات سے زیادہ ہے۔"

"مجھے یقین ہے کہ تم شادی کے بعد بھی حوانا کے شوہر نہیں نوکر بن کر اپنی اوقات میں رہو گے۔"

"یس سر! میں کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

"کسی چور جیسے رازدار کا راستہ روکنے کی یہی ایک صورت ہے کہ حوانا کو آزادی دی جائے۔ وہ جس سے بھی دوستی کرے جہاں بھی راتیں گزارے واپس تمھارے پاس محل میں آئے گی۔"

"یس سر! میں حوانا کی آزادی پر اعتراض کی جرأت نہیں کروں گا۔"

"اُس سے جو بھی بچے ہوں گے اُن کے باپ تم کہلاؤ گے۔"

"سر! یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہوگا کہ کبانہ خاندان کی آئندہ نسل میرے نام سے دُنیا میں رہے گی۔"

دُنیاوی دستور کے مطابق لارڈش کبانہ کو شادی کر کے اپنے بچوں کے ذریعے کبانہ خاندان کا نام آگے بڑھانا تھا لیکن وہ بے حد عیاش تھا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ عیش کدے میں آنے والی کوئی عورت اس کے بچے کی ماں بن جائے۔ ایسے اندیشے سے بچنے کے لیے وہ خاندانی منصوبہ بندی کے ایک ایسے مرحلے سے گزر گیا تھا، جس کے بعد وہ کبھی باپ نہیں بن سکتا تھا۔ اس نے اس لیے بھی ایسا قدم اُٹھالیا تھا کہ وہ کسی بچے کا باپ جائز طور پر بھی نہیں بننا چاہتا تھا۔ اپنی ہونے والی اولاد پر اسے بھروسا نہیں تھا اور بھروسا اس لیے نہیں تھا کہ اُس نے اپنے باپ کو قتل کر کے اس جزیرے کی حکمرانی حاصل کی تھی۔ ایسا ہی کوئی موقع وہ اپنی اولاد کو دینا نہیں چاہتا تھا۔ لہٰذا باپ کے ساتھ اپنی ہونے والی اولاد کو بھی قتل کر چکا تھا۔

حوانا محل کے مختلف حصّوں سے گزرتی ہوئی اُس کمرے میں آئی جہاں پارس کو چھوڑ کر گئی تھی۔ وہ وہاں نہیں تھا۔ وہ اُسے پکارتی ہوئی باتھ روم میں آئی۔ باتھ روم بھی خالی تھا۔ وہ زیرِ لب بڑبڑائی۔ "یہ کہاں چلا گیا ہے؟"

"میں تو تمھارا قیدی ہوں بھلا کہاں جا سکتا ہوں۔"

اس نے چونک کر دیکھا۔ وہ باہر سے کمرے میں آرہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "کہاں چلے گئے تھے؟"

"میں نے سوچا تمھاری واپسی تک جبریل اور سوسانہ کے ساتھ وقت گزاروں۔ میں تمھارے بیڈ روم کے دروازے تک گیا لیکن دستک نہیں دی۔ چُپ چاپ چلا آیا۔"

"ان سے ملے بغیر کیوں چلے آئے؟"

"بند دروازے کو دیکھ کر خیال آیا پتا نہیں وہ کتنا اچھا وقت گزار رہے ہوں گے۔ مجھے بُرا وقت بن کر نہیں جانا چاہیے۔"

وہ قریب آئی اور شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "میں ایسی خوشخبری سناؤں گی کہ ہمارا وقت بھی اچھا گزرنے لگے گا۔"

"وہ خوشخبری کیا ہے؟"

"پہلے یہاں سے چلو۔ پھر بتاؤں گی۔"

"ہم کہاں جائیں گے؟"

"گرین کاٹیج۔ یہاں سے صرف ایک میل کے فاصلے پر سمندر کے کنارے بہت خوبصورت کاٹیج ہے۔ اتنا خوبصورت کہ وہاں جا کر بوڑھے بھی جوان ہو جاتے ہیں۔"

"میں کئی دنوں سے خود کو بوڑھا محسوس کر رہا ہوں۔ چلو مجھے جوان بنا دو۔"

وہ اُس کے ساتھ کمرے سے باہر آیا۔ ایک مسلح گارڈ نے آکر کہا۔ "مادام سونیا کا فون ہے۔ ہز ہائی نس آپ کو بلا رہے ہیں۔"

وہ دونوں لارڈش کبانہ کے کمرے میں آئے۔ کبانہ نے ریسیور پارس کو دیا۔ اُس نے ریسیور لے کر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ "ہیلو ممّا! آپ ہیں؟"

سونیا کی آواز آئی۔ "ہاں میں بول رہی ہوں۔ میں ابھی ایک طیّارہ بھیجنے والی تھی۔ لیکن مسٹر کبانہ نے بتایا جزیرے میں لینڈنگ کی سہولت نہیں ہے۔ روشنی بھی کافی نہیں ہے۔ وہاں دن کے وقت طیّارے کو اُتارا جا سکتا ہے۔"

"آپ طیّارہ اتنی جلدی کیوں بھیج رہی تھیں؟ میں نے تو صبح سات بجے تک بھیجنے کے لیے کہا تھا۔"

"جب وہاں کوئی دُشمن نہیں رہا ہے تو مسافروں کو جلد از جلد وہاں سے لانا ہمارا فرض ہے۔"

"کیا سپر ماسٹر سے کوئی سمجھوتا ہو گیا ہے؟"

"سپر طاقتیں کبھی شرافت سے سمجھوتا نہیں کرتیں، ٹیڑھی انگلی سے گھی نکالنا پڑتا ہے۔ تم آؤ گے تو بتاؤں گی کہ وہ اور اس کا خیال خوانی کرنے والا کس طرح میدان چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔"

"ممّا! آپ نے میری جنگ کیوں لڑی؟"

"بیٹے! آج تک میں نے کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔ آج تین سو مسافروں کی زندگی کا سوال تھا۔ جزیرے میں خون خرابا ہوتا تو بے چارے مسافر بھی مارے جاتے۔ سپر ماسٹر سے تم پھر کبھی ٹکرا سکتے ہو۔ مسافروں کی جانیں جاتیں تو تمھارا ضمیر کیا تمھیں ملامت نہ کرتا؟"

پارس کو تسلیم کرنا پڑا۔ اپنی مردانگی دکھانے کے لیے سیکڑوں مسافروں کو موت کے عذاب میں مبتلا کرنا دانشمندی نہ ہوتی۔ اُس نے کہا۔ "اچھی بات ہے ممّا! میں صبح آ رہا ہوں۔"

"صبح کیسے آؤ گے؟ ابھی مسٹر کبانہ کہہ رہے تھے کہ تم چند روز اُن کے مہمان رہو گے۔"

پارس نے لاروش کبانہ سے پوچھا۔ "کیا تم نے ممّا سے کہا ہے کہ میں چند روز یہاں قیام کروں گا؟"

کبانہ نے کہا۔ "یہ میری خوش نصیبی ہو گی۔"

حوانا نے بھائی کے بازو سے سر لگا کر کہا۔ "میں نے تم سے کیا کہا تھا۔ بھائی کو تمھارے یہاں رہنے سے خوشی ہو گی۔"

اس نے فون پر کہا۔ "ممّا! یہ بھائی بہن مجھے مہمان بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ مگر میرے ہاتھ کی لکیر کہہ رہی ہے کہ میں صبح یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

سونیا نے کہا۔ "میں سمجھ گئی۔ صبح تک ہوشیار اور حاضر دماغ رہنا۔"

"ڈونٹ وری ممّا! خدا حافظ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ کبانہ نے پوچھا۔ "کیا تم ہاتھ کی لکیروں کو پڑھ لیتے ہو؟"

"ہاں، کسی حد تک سمجھ لیتا ہوں۔"

سیکریٹری جولیس نے اپنی ہتھیلی آگے بڑھائی پھر پوچھا۔ "میرے ہاتھ کی لکیریں کیا کہتی ہیں؟"

کبانہ نے اپنا ہاتھ پیش کرتے ہوئے کہا۔ "پہلے میرا ہاتھ دیکھو۔"

جولیس نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔ پارس نے کہا۔ "اپنا ہاتھ مالک کے ہاتھ کے ساتھ رکھو۔ مجھے پہلی نظر میں دونوں ہاتھ ایک جیسے لگ رہے ہیں۔"

کبانہ کے حکم پر جولیس نے اپنا ہاتھ پھر پیش کیا۔ پارس کبھی اس ہاتھ کو کبھی اُس ہاتھ کو دیکھنے لگا پھر کہا۔ "دو ہاتھ ایک جیسے نہیں ہوتے۔ مگر تم دونوں کے ہاتھوں میں حیرت انگیز مماثلت ہے۔"

"آخر کیا ہے؟ کچھ کہو تو سہی۔"

"مسٹر کبانہ! اوّل تو تم کبھی شادی نہیں کرو گے۔ اگر تو کبھی باپ نہیں بن سکو گے۔"

کبانہ نے دل ہی دل میں اعتراف کیا۔ "اس جوا نہیں ہے کہ میں نے کس طرح ہونے والی اولاد سے نج حاصل کی ہے۔ یہ کچھ نہ جانتے ہوئے بھی درست کہہ رہا واقعی دست شناس ہے۔"

پارس نے کہا۔ "مسٹر کبانہ! تمھارے سیکریٹری کا ہا تقریباً یہی کچھ کہہ رہا ہے۔ یہ باپ بنتے ہوئے بھی باپ بن سکے گا۔"

جولیس نے پوچھا۔ "اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"مطلب یہ ہوا کہ تمھاری شریک حیات بچّے پیدا مگر وہ بچّے تمھارے نہیں ہوا کریں گے صرف تمھیں باپ کا سرٹیفکیٹ ملتا رہے گا۔"

جولیس نے ناگواری سے کہا۔ "یہ کیا بکواس ہے۔ انسلٹ کر رہے ہو۔"

"تم دُنیا کے کسی بھی نجومی سے پوچھ لو۔ یہ انسلٹ ہاتھ کی لکیروں میں ہے۔"

کبانہ نے کہا۔ "جولیس! یہ جو کہہ رہے ہیں اسے تم"

پارس نے کہا۔ "تم دونوں کے ہاتھوں کی لکیریں کچھ کہہ رہی ہیں۔ بے شمار دولت آنے والی ہے۔ حاصل ہونے والی ہے۔ جاپان جیسے ننھے سے ملک حاصل ہو رہی ہے، وہی طاقت اور برتری مسٹر کبانہ کو گھنٹے کے اندر حاصل ہونے والی ہے۔"

لاروش کبانہ خوشی سے بے حال ہو رہا تھا۔ خوشی حوانا کی بھی باچھیں کھلی جا رہی تھیں۔ دونوں بھائی بہن سپر طاقت کی سرپرستی حاصل ہو رہی تھی اور اس کے ذ دولت اور فوجی طاقت میں بھی اضافہ ہونے والا تھا۔ گہرائیوں سے پارس کو نجومی تسلیم کر رہے تھے۔

پارس نے کہا۔ "لیکن اتنی دولت، اتنی طاقت او اسی شرط پر حاصل ہو گا جب تم غلام اور آقا آج رات کی"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں کہنا تو نہیں چاہتا تھا لیکن تم نے مہمان بنا جیت لیا ہے۔ جو سچ ہے وہ ضرور بتاؤں گا۔"

"ہاں ضرور بتاؤ۔ سچ بتاؤ۔"

"آقا اور غلام کے ہاتھ الگ الگ ہیں لیکن با ہی کہتے ہیں۔ ایک ہی انداز میں موت کی وارننگ د ہیں۔ آج رات اس محل میں کسی بھی وقت دو قتل ہو"

حوانا پریشان ہو کر بولی۔ "کیا کہہ رہے ہو پارس؟"

پارس نے کہا۔ "میں نہیں کہہ رہا ہوں۔ دونوں کے ہاتھوں ایک جیسی لکیریں کہہ رہی ہیں۔"

کبانہ نے پوچھا۔ "وہ دونوں قتل ہونے والے کون ہیں؟"

پارس نے دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "آقا اور غلام۔" دونوں کے دیدے پھیل گئے۔ حوانا کی اوپر کی سانس اوپر رہ گئی۔ پھر وہ سانس لیتے ہوئے بولی۔ "یہ جھوٹ ہے۔ س کی مجال کہ میرے بھائی کو قتل کرنے کے لیے محل میں دم رکھے۔"

"موت قدم رکھے بغیر چلی آتی ہے۔"

جولیس نے کہا۔ "تم خواہ مخواہ دہشت زدہ کر رہے ہو۔"

پارس نے کہا۔ "اب تک میں نے جتنی باتیں بتائی ہیں وہ غلط ہیں تو پھر یہ قتل ہونے والی بات کو بھی غلط سمجھ لو۔"

کبانہ نے کہا۔ "تم نے ایک ایک بات درست کہی ہے۔ اب بات اور بتا دو۔ ہمیں کون قتل کرے گا؟"

"تم لوگ پہلے ہی میری بات کا یقین نہیں کر رہے ہو۔ تمھارے اس سوال کا جواب دوں گا تو مجھے پاگل سمجھ کر ہنسو گے۔"

"ہم تمھارے علم کی روشنی میں سنجیدگی سے غور کریں گے۔"

"تو پھر سنو۔ آج رات کسی بھی وقت آقا اپنے غلام کو اور غلام اپنے آقا کو قتل کرے گا۔"

پہلے تو انھوں نے پارس کو یوں دیکھا جیسے بات سمجھ میں نہ آئی ہو۔ پھر سب نے مل کر زوردار قہقہہ لگایا۔ ان میں حوانا کا بھی قہقہہ شامل تھا۔ وہ پیٹ پکڑ کر ہنستے ہوئے بولی۔ "اوہ پارس! تم بڑے وہ ہو۔ اتنا مت ہنساؤ کہ پیٹ میں درد ہونے لگے۔"

کبانہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ جولیس جسے میں بچپن سے کتّے کی طرح دُم ہلاتے دیکھ رہا ہوں، یہ مجھے قتل کرے گا؟ اسے میں آنکھیں دکھاتا ہوں تو یہ مر جاتا ہے۔"

جولیس نے جیب سے ریوالور نکال لیا۔ سب کے قہقہے اچانک ہی رُک گئے۔ وہ ریوالور لے کر اپنے آقا کے سامنے آیا۔ سر کو جھکایا۔ پھر ریوالور پیش کرتے ہوئے کہا۔ "سر! مجھے گولی ماریں۔ میں مرنے کے بعد آپ کو قتل نہیں کر سکوں گا۔ ہاتھ کی لکیریں جھوٹی پڑ جائیں گی۔"

کبانہ نے ریوالور لے کر کہا۔ "دیکھ لو مسٹر پارس! یہ غلام کتنا وفادار ہے۔ میں اسے گولی مار دوں تو پیشین گوئی جھوٹی پڑ جائے گی۔"

پارس نے کہا۔ "اسے گولی مارتے ہی آدھی پیشین گوئی درست ہو جائے گی۔ میں نے یہ بھی تو کہا ہے کہ آقا اپنے غلام کو قتل کرے گا۔"

کبانہ نے جولیس کو ریوالور دیتے ہوئے کہا۔ "تمھاری پیشین گوئی نے ہمیں اُلجھا دیا ہے۔"

"میں نے صرف یہ نہیں کہا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کو قتل کرو گے۔ یہ بھی تو کہا ہے کہ آج رات کی صبح کر لو گے تو کل سے تمھارے عروج اور اقتدار کا سورج طلوع ہو گا۔ تم دونوں ایک لمبی عمر گزارو گے۔"

حوانا تائید میں سر ہلا کر بولی۔ "ہاں تم نے ایسی کوئی بات کہی تھی۔"

کبانہ نے کہا۔ "پلیز صاف اور سیدھے انداز میں بتاؤ کیا آج کی رات ہم پر بھاری ہے اور اگر ہم تدبر اور تدبیر سے کام لیں تو آنے والی قضا کو ٹال سکتے ہیں؟"

"بے شک میں یہی کہہ رہا ہوں۔ تم دونوں ایک لمبی عمر گزارنے کے لیے موت کو شکست دے سکتے ہو۔"

"کیسے شکست دے سکتے ہیں۔ پلیز ہمیں بتاؤ۔"

"میں کیا بتا سکتا ہوں۔ ابھی تمھارے ہاتھ میں ریوالور آیا تھا۔ تم مسٹر جولیس کو گولی مار دیتے تو کوئی تمھارا کیا بگاڑ لیتا۔ ہاتھ کی لکیر درست ثابت ہوتی۔ میری عقل میں یہ بات آتی ہے کہ آج رات تم دونوں کو اپنے پاس کوئی ہتھیار نہیں رکھنا چاہیے۔ اور دونوں کو ایک دوسرے سے بہت دُور رہنا چاہیے۔"

حوانا نے کہا۔ "پارس نے بہت ہی دانشمندانہ مشورہ دیا ہے۔ میں اس کے ساتھ گرین کاٹیج جا رہی ہوں۔ بھائی کبانہ! تم بھی ساتھ چلو۔ میں آج کی رات تمھیں محل میں تنہا نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ بہن کے گال کو تھپتھپاتے ہوئے بولا۔ "بہن کی محبت بھائی کو بزدل بنا دیتی ہے۔ میں موت کے ڈر سے محل چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ بلکہ موت کو ٹال کر پیشین گوئی کے مطابق لمبی زندگی گزاروں گا۔"

جولیس نے کہا۔ "مسٹر پارس نے معقول مشورہ دیا ہے۔ ہم آقا اور غلام اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھیں گے۔ اور اس محل میں رہتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے دُور رہیں گے۔"

حوانا نے کہا۔ "مجھے اطمینان نہیں ہو گا۔ میں بھی محل میں رہوں گی۔"

کبانہ اور جولیس نے حوانا کو گھور کر دیکھا۔ پھر کبانہ اس کے بازو کو تھام کر بولا۔ "مسٹر پارس! معذرت چاہتا ہوں۔ ہم ابھی آتے ہیں۔"

وہ بہن کو ساتھ لے کر بیڈ روم سے باہر آیا پھر سرگوشی

میں بولا "کیوں کام بگاڑنا چاہتی ہو۔ تم گرین کاٹیج نہیں جاؤ گی تو پارس وہاں تنہا نہیں جائے گا۔ وہ محل میں رہے گا تو ہم آزادی سے دونوں روبوٹس کو ٹھکانے نہیں لگا سکیں گے۔ محل کے اندر یا تہ خانے میں تیزاب سے گلتے وقت ان کی چیخیں نکلیں گی اور پارس کے کانوں تک پہنچیں گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "بھائی! مجھے تمھاری زندگی عزیز ہے۔ میں تمھیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ تم پارس کی فکر نہ کرو۔ میں اسے چائے یا کافی میں بے ہوشی کی دوا ملا کر دوں گی۔ وہ کم از کم تین گھنٹے تک آنکھیں نہیں کھول سکے گا۔"

"چلو یہی سہی۔ رات کے گیارہ بجنے والے ہیں۔ میں اُسے بے ہوش کرنے کے لیے آدھے گھنٹے کا وقت دے رہا ہوں۔ جب وہ بے ہوش ہو جائے تو تم کمرے سے نہ نکلنا، وہ روبوٹس بے حد خطرناک ہیں۔ میں نہیں چاہتا تمھیں کوئی نقصان پہنچے۔ ہم نے ان دونوں سے نمٹنے کا مکمل منصوبہ بنا لیا ہے۔"

وہ بھائی بہن بیڈ روم میں واپس آئے۔ کبانہ نے ہنستے ہوئے پارس سے کہا۔ "میں اسے سمجھا رہا تھا کہ چاندنی رات میں تمھیں جزیرے کی سیر کرائے مگر یہ میرے لیے پریشان ہے اور بڑی ضدی ہے تم خیال نہ کرنا آج کی رات گزر جائے تو کل تمھیں سیر کرائے گی۔"

پارس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "کوئی بات نہیں۔ رات زیادہ ہو چکی ہے۔ میں بھی آرام کروں گا۔"

حوانا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "چلو۔ آرام ضرور کرو۔ مگر میں تمھیں سونے نہیں دوں گی۔ جگائے رکھنے کے لیے بہترین کافی پلاؤں گی۔"

وہ دونوں کبانہ کے بیڈ روم سے باہر آئے۔ پارس نے کہا "تم نے میرے دل کی بات کہہ دی۔ میں کافی کے لیے کہنے ہی والا تھا۔ میں نے زبان نہیں ہلائی اور تم نے دل کی بات سن لی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "مجھے تم سے سچی محبت ہو گئی ہے اسی لیے تمھارے دل کی آواز سن لیتی ہوں۔"

"میرے دل کی باقی آوازیں سننے کے لیے کس کمرے میں چل رہی ہو؟"

وہ ایک بیڈ روم کے سامنے رک کر بولی "یہاں انتظار کرو۔ میں ابھی کافی تیار کر کے لاتی ہوں۔"

"تمھیں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ کسی ملازم سے کہہ دو۔"

"ہرگز نہیں۔ میں اپنے ہاتھوں سے تمھارے لیے کافی تیار کروں گی۔"

اس نے بیڈ روم کا دروازہ کھول کر پارس کو بڑے پیار سے دھکا دیا۔ وہ بیڈ روم کے اندر آ گیا۔ وہ دروازہ بند کر کے چلی گئی۔ اُسے یہ نہیں معلوم تھا کہ پارس پر زہر اثر نہیں کرتا ہے اس کے لیے بے ہوشی کی دوا کوئی چیز نہیں تھی۔ وہ اُسے پانی کی طرح پی جاتا۔ لیکن اکثر ایسے موقع پر وہ بڑی چالاکی سے گلاس یا پیالہ بدل دیتا تھا۔ جب حوانا ایک ٹرے میں کافی سے بھرے ہوئے دو مگ لے کر آئی تو ٹرے کو میز پر رکھتے ہی ایک مگ اٹھا کر پارس کو پیش کیا۔ اُس نے ایک ہاتھ سے مگ کو پکڑا پھر دوسرے ہاتھ سے حوانا کو کھینچ کر کہا "دیکھو خود کو چھڑاؤ گی تو کافی چھلک کر گر پڑے گی۔ بس اسی طرح رہو۔"

وہ بولی "یہ کیا حرکت ہے۔ پہلے کافی پی لو۔ میں کہیں جا رہی ہوں؟"

"میرے ایک ہاتھ میں کافی اور دوسرے ہاتھ میں تم۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں، گرمی اور مٹھاس کس میں زیادہ ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ مٹھاس کو چکھنے لگا۔ حوانا کی سانسیں اوپر نیچے ہونے لگیں۔ وہ خود کو جبراً الگ کر سکتی تھی لیکن ایسا کرنے سے دوسرے ہاتھ کو دھکا لگتا اور کافی گر پڑتی۔ اور وہ بے ہوش کرنے والی کافی کو گرانا نہیں چاہتی تھی۔ اس کے ایک ہی فولادی بازو نے اس بری طرح پیار سے جکڑ لیا تھا کہ وہ چہرہ اِدھر اُدھر کر کے کچھ دیکھ نہیں سکتی تھی۔ ایسے ہی وقت پارس نے بڑے آرام سے اپنا مگ میز پر آہستگی سے رکھا اور دوسرا مگ کو اٹھا لیا۔ پھر اُسے آزاد کرتے ہوئے کہا "یہ دیکھو کافی میرے ہاتھ میں ہی ہے اور میں جنت کی سیر کر کے آ گیا۔ اسی کو کہتے ہیں، رند کے رند رہے، ہاتھ سے جنت نہ گئی۔"

حوانا اس کے ہاتھ میں مگ کو اسی طرح دیکھ کر مطمئن ہو گئی مسکرا کر بولی "بڑے شریر ہو۔ اب کافی ختم ہونے سے پہلے کوئی شرارت نہ کرنا۔ نہیں تو بھاگ جاؤں گی۔"

اس نے میز پر سے دوسرا مگ اٹھا کر اس میں سے کافی کا ایک گھونٹ پیا۔ پارس یوں بیٹھا ہوا تھا جیسے سوچ میں گم ہو۔ وہ بولی "کیا کافی اچھی نہیں ہے؟"

"اچھی ہے مگر کچھ عجیب سا مزہ ہے۔"

حوانا یہ کھیل جلدی ختم کرنا چاہتی تھی اس نے کہا "ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر ایک ایک گھونٹ پیتے جائیں گے اور جلد سے جلد مگ خالی کریں گے۔ تاکہ تم پھر شرارت کر سکو۔"

کافی دونوں کے حلق میں اترنے لگی۔ جیسے جیسے مگ خالی ہو رہا تھا، حوانا کی حالت غیر ہوتی جا رہی تھی۔ دو گھونٹ کے بعد اس نے سوچا "واقعی کافی کا مزہ کچھ عجیب سا ہے

پارس کو عجیب لگ رہا ہے اس لیے کہ اس میں دوا ملائی گئی ہے لیکن میری کافی ایسی کیوں لگ رہی ہے؟"

پارس نے کہا "اب تم سوچنے لگی ہو۔ چلو پیتی رہو۔"

وہ جبراً مسکرا کر پینے لگی۔ پھر دو گھونٹ پینے کے بعد اس کی مسکراہٹ بجھ گئی۔ وہ بولی "میرا دل نہیں چاہتا ہے میں نہیں پیوں گی۔"

پارس نے کہا "پھر میں بھی نہیں پیوں گا۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ تمھیں پینا چاہیے۔"

"تم ساتھ نہیں دو گی تو نہیں پیوں گا۔"

وہ مشکل میں پڑ گئی۔ اس کے نہ پینے سے کھیل بگڑنے والا تھا۔ پارس اپنا مگ پیش کرتے ہوئے بولا "اگر تمھاری کافی میں مزہ نہیں ہے تو میری پی لو۔ اپنی مجھے دے دو۔"

اس کی دانست میں پارس کی کافی ضرر رساں تھی۔ وہ بھلا اُسے کیسے قبول کرتی۔ جلدی سے بولی "نہیں ٹھیک ہے۔ میں پی رہی ہوں۔"

وہ اپنے آپ پر جبر کرتے ہوئے پینے لگی۔ مزید دو گھونٹ پینے کے بعد اس کا دل گھبرانے لگا۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑنے لگے۔ ہاتھ سے مگ چھوٹنے والا تھا، پارس نے اُسے تھام کر میز پر رکھا۔ پھر پوچھا "کیا تمھیں بھی تھامنا ہو گا؟"

وہ دونوں بانہیں اس کی گردن میں ڈال کر اس پر لد گئی۔ لرزتی ہوئی آواز سے بولی "مجھے بچاؤ، میں ڈوب رہی ہوں۔"

پارس نے اپنی گردن سے اس کی بانہوں کو الگ کرتے ہوئے کہا "تمھاری مکھن جیسی جوانی کے ساتھ کوئی بھی ڈوبنے کو تیار ہو جائے گا۔ لیکن مجھے ڈوبنے کا شوق نہیں ہے۔"

اس نے ریشمی زلفوں کو مٹھی میں لے کر اُسے ایک جھٹکے سے اُٹھایا۔ بے ہوشی میں آنکھیں بند ہونے والی تھیں۔ بالوں کو جھٹکا لگتے ہی چیخ نکل گئی۔ آنکھیں کھل گئیں۔ وہ بولا "ذلیل عورت کا حسن ایسا ہی ہوتا ہے جیسے اوپر سے خوشبو چھڑک دی گئی ہو۔ اندر سے وہ گٹر ہی رہتی ہے۔"

اس نے ایک الٹا ہاتھ منہ پر رسید کیا۔ وہ چیختی ہوئی چکرا کر فرش پر گر پڑی۔ کراہتے ہوئے کروٹ لے کر چاروں شانے چت ہوئی پھر بے ہوش ہو گئی۔

آدھا گھنٹا گزر چکا تھا۔ کبانہ اور جولیس پہلے تہ خانے میں آئے۔ وہاں جولیس نے تیزاب سے بھری ہوئی دو بوتلیں رکھی تھیں۔ اور اس تیزاب کو پرفیوم اسپرے کرنے والی دو چھوٹی بوتلوں میں منتقل کر دیا تھا۔ ان پرفیوم کی بوتلوں کے ذریعے وہ دور ہی سے جبریل اور سوسانہ پر تیزاب اسپرے کر سکتے تھے۔ کبانہ اور جولیس نے ایک ایک اسپرے اُٹھا لیا۔ پھر وہ چور دروازے سے اپنے کمرے میں واپس آئے۔ چھ مسلح گارڈز کو طلب کیا۔ سیکریٹری جولیس نے انھیں سمجھایا "دیکھو ان دونوں روبوٹس پر رائفل کی گولیاں اثر نہیں کرتی ہیں۔ لیکن اُن کے جسموں میں گولیاں پیوست ہونے کے بعد ہمیں چند سیکنڈ کا موقع مل سکتا ہے۔ جب تک وہ اپنے اندر سے گولیاں نکالیں گے تب تک ہم اُن پر تیزاب اسپرے کر دیں گے۔ اس دوران تم سب ہمارے چاروں طرف ڈھال بن کر رہو گے۔"

مسلح گارڈز کو اچھی طرح ہدایات دینے کے بعد وہ کمرے سے باہر آئے۔ پھر گارڈز کے درمیان چلتے ہوئے حوانا کے بیڈ روم کے سامنے پہنچے۔ سوسانہ اور جبریل اسی بیڈ روم میں تھے۔ جولیس نے دروازے پر دستک دی۔ اندر اونچی آواز میں کیسٹ ریکارڈر آن تھا۔ موسیقی سنائی دے رہی تھی۔ ایک گارڈ نے زور زور سے دروازے پر ہاتھ مارا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ کھلتے ہوئے دروازے سے سوسانہ اور جبریل نظر آئے ۔ ۔ ۔ ۔ وہ آرکسٹرا کی دھن پر رقص کر رہے تھے۔ کبانہ نے گرج کر کہا "بند کرو یہ آواز۔ ہم تمھاری موت کے براتی آئے ہیں۔"

وہ رقص کرتے کرتے رک گئے۔ انھیں سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر سوسانہ نے آگے بڑھ کر ریکارڈر کو آف کر دیا اور پوچھا۔ "مسٹر کبانہ! تم ابھی کچھ کہہ رہے تھے؟"

جبریل نے کہا "یہ کہہ رہے تھے کہ اپنی موت کی برات لے کر آئے ہیں۔"

جولیس نے کہا "اپنی نہیں تمھاری موت۔ یہ ہمارے ہاتھوں میں پرفیوم اسپرے نہیں، تیزاب ہے۔"

جبریل نے کہا "تعجب ہے۔ یہ تیزاب کیوں لائے ہو؟"

"ہمیں بنانے کی کوشش نہ کرو۔ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ تم دونوں صرف تیزاب سے گلائے جا سکتے ہو۔"

"تم ہمیں گلانا اور مارنا کیوں چاہتے ہو؟ کیا ہم سے کوئی دشمنی ہے؟"

"کوئی دشمنی نہیں ہوتی پھر بھی قتل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ دولت اور اقتدار حاصل کرنے کے لیے بے گناہ عوام پر گولیاں چلائی جاتی ہیں۔ تم دونوں بے گناہ ہو۔ تم نے ہمارا کچھ نہیں بگاڑا مگر ہم تمھیں ہمیشہ کے لیے بگاڑ کر سپر طاقت کا ایک حصہ بن سکتے ہیں۔"

"اچھا تو سپر ماسٹر نے بتایا ہے کہ ہمارا وجود صرف تیزاب سے مٹ سکتا ہے۔"

"ہاں، ہم تمھاری زندگی مٹا کر اپنی تقدیر بنائیں گے۔"

”کیسے بناؤ گے؟ سپر ماسٹر نے تمھیں ہمارے ہاتھوں سے ہلاک کرانے کے لیے چھوڑ رکھا ہے۔ ہم پر تیزاب کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ تیزاب کو محض تمھاری موت کا بہانہ بنایا گیا ہے۔“

کبانہ اور جولیس نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر دونوں نے ہاتھ آگے بڑھا کر اسپرے کا ٹریگر دبایا۔ بوتل کا تیزاب خارج ہوتا ہوا سوسانہ اور جبریل کے چہروں پر اور بدن کے دوسرے حصّوں پر پھیلنے لگا۔ وہ آرام سے کھڑے ہوئے تھے۔ گوشت گلنا تو دُور کی بات ہے اُن کا لباس بھی نہیں گل رہا تھا۔ شدید حیرانی کے باعث اُنھوں نے اس بات پر دھیان نہیں دیا کہ لباس کو نقصان کیوں نہیں پہنچ رہا ہے۔

سوسانہ نے پوچھا۔ ”اب تمھارا کیا بنے گا؟ تیزاب کا ہم پر اثر نہیں ہوا۔ گولیاں ہمارے اندر آکر واپس نکل جاتی ہیں۔ تمھارے یہ رائفل بردار ہمارے شکنجے سے تمھیں بچا نہیں سکیں گے۔“

جولیس نے چونک کر کبانہ سے کہا۔ ”سر! ان کا لباس جوں کا توں ہے۔ ہم دھوکا کھا رہے ہیں۔ ہماری بوتلوں میں تیزاب نہیں ہے پانی ہے۔“

جبریل اور سوسانہ نے ایک ساتھ اُن پر چھلانگ لگائی۔ تمام گارڈز نے فائرنگ کی۔ انھیں ایک دو گولیاں لگیں باقی اِدھر اُدھر گئیں۔ ان کی گرفت میں چار گارڈز آگئے۔ دو گارڈز اپنے مالک اور سیکریٹری کے ساتھ کمرے سے بھاگتے ہوئے باہر گئے لیکن باہر پہنچتے ہی ٹھٹک گئے۔ اُن کے سامنے حوانا ایک کرسی پر آنکھیں بند کیے بیٹھی ہوئی تھی۔ پارس اس کی کنپٹی سے ریوالور کی نال لگائے کھڑا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ”کبانہ! تیری بہن بہت ہی نازک مزاج ہے کافی پی کر بے ہوش ہو گئی۔ یعنی آدھی مر گئی۔ اگر تیرے گارڈز نے ہتھیار نہیں پھینکے تو اس کی پوری موت ہو جائے گی۔“

لارڈ کبانہ نے پیچھے دیکھا۔ جدھر دو روبوٹس اس کے چار گارڈز کو موت کے گھاٹ اتار رہے تھے۔ آگے پارس موت بن کر کھڑا ہوا تھا۔ اُس نے حکم دیا۔ ”ہتھیار پھینک دو۔“

اُنھوں نے ہتھیار پھینک دیے۔ کبانہ نے کہا۔ ”پارس! ہمارے درمیان کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ حوانا تمھیں دل و جاں سے چاہتی ہے۔ میں بھی دل و جاں سے تمھیں بہنوئی بنانے والا ہوں۔“

”تمھارا بہنوئی صرف جولیس بن سکتا ہے۔ حوانا باہر سے جتنے بچے لائے انھیں یہی باپ کا نام دے سکتا ہے۔ کیا مجھے رشوت دینے کے لیے تمھارے پاس صرف ایک بہن ہے؟“

”تم جو چاہو، میں دوں گا۔“ کبانہ نے کہا۔

”دینے کے لیے زندہ رہو گے تو دو گے۔ کیا میری پیشین گوئی بھول گئے؟“ پارس نے جواب دیا۔

کبانہ اور جولیس نے بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر جولیس نے کہا۔ ”تم تو کہہ رہے تھے آقا اور غلام ایک دوسرے کو قتل کریں گے مگر یہاں تو تم قتل کرنا چاہتے ہو۔“

”موت تو ہر حال میں آنی ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں زحمت نہ اُٹھاؤں تو پھر ایک دوسرے کو ختم کر دو۔“

”پارس! ہر غلطی کی تلافی ہو جاتی ہے۔ ہر بھول کی معافی مل جاتی ہے ہمیں ایک بار معاف کر دو۔“

”معافی مانگنے والے مکالمے بہت پرانے ہو چکے ہیں۔ تم نے یہ نہیں پوچھا کہ ہمیں تمھاری سازشوں کا علم کیسے ہوا؟“

”کیسے ہوا؟“

”تم لوگوں کی حماقت سے۔ حوانا نے سوسانہ اور جبریل کو اپنے بیڈ روم میں آرام کرنے کے لیے انھیں تنہا چھوڑ دیا تھا۔ جب تمھاری بہن مجھے ایک کمرے میں چھوڑ کر تم سے کہنے گئی کہ وہ مجھے یہاں مہمان بنا کر رکھے گی تو اُس کے جانے کے بعد میں سوسانہ اور جبریل کے پاس آیا۔ حوانا کے بیڈ کے پاس انٹرکام رکھا ہوا تھا۔ میں نے سوچا تمھارے کمرے میں حوانا گئی ہے اُسے انٹرکام کے ذریعے بتا دوں کہ میں سوسانہ اور جبریل کے پاس ہوں۔ میں نے انٹرکام کا ریسیور اُٹھانے سے پہلے اس کے اسپیکر کو آن کیا۔ اس کے ساتھ ہی تمھاری آواز سنائی دینے لگی۔ تم فون پر سپر ماسٹر سے باتیں کر رہے تھے۔ چونکہ تمھارے فون کا اسپیکر بھی آن تھا اس لیے سپر ماسٹر کی آواز کمرے میں پھیل رہی تھی اور انٹرکام کے ذریعے مجھ تک پہنچ رہی تھی۔“

کبانہ اور جولیس کے مُنہ حیرت سے کھل گئے۔ پارس نے کہا۔ ”میں نجومی یا دست شناس نہیں ہوں۔ میں نے تم دونوں کے بارے میں جو حقائق بیان کیے وہ لکیریں دیکھ کر نہیں، انٹرکام سے سُن کر بیان کیے تھے۔ تم نے جولیس سے کہا تھا کہ جب حوانا پارس کو لے کر گرین کاٹیج چلی جائے تو وہ تہ خانے میں جا کر تیزاب لے آئے۔ جب یہ بات معلوم ہوئی تو میں نے نجومی بن کر تم تینوں کو آدھے گھنٹے تک اُلجھائے رکھا۔ سوسانہ کو چور دروازوں کا علم تھا۔ وہ تہ خانے میں گئی۔ اس نے تیزاب کی دو توں بوتلیں ہٹا دیں۔ ہیٹر آن کر کے پانی کو ہلکا سا گرم کیا پھر اُسے دو بوتلوں میں بھر کے وہاں رکھ دیا۔ جب تم دونوں نے اسے پرفیوم اسپرے کرنے والی بوتلوں میں منتقل کیا ہو گا تو پانی ہلکا سا گرم محسوس ہوا ہو گا، جیسا کہ تیزاب کی حرارت ہوتی ہے۔“

کبانہ نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہا۔ ”اوہ گاڈ! ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہماری لاعلمی میں ہمارے ہی محل میں تم لوگ ایسی چالیں چل رہے ہو۔ ہم تمھیں غافل سمجھ کر دھوکا کھا گئے۔“

سوسانہ اور جبریل اُن کے پیچھے کمرے سے باہر آئے۔ اُنھوں نے پلٹ کر دیکھا۔ دونوں کے ہاتھوں میں اسپرے کرنے والی بوتل تھی۔ جبریل نے کہا۔ ”اصل تیزاب یہ ہے۔ تم دونوں کپڑے اتار دو۔“

وہ دونوں گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے۔ پارس نے کہا۔ ”پیچھے میرا ریوالور ہے۔ کپڑے اتار دو۔“

وہ گڑگڑانے اور معافیاں مانگنے لگے۔ سوسانہ اور جبریل نے اُن کے پیروں کی طرف اسپرے کیا۔ تیزاب پتلون کے پائنچوں اور جرابوں کو گلاتا ہوا ان کی کھال اور گوشت تک پہنچا تو وہ چیخیں مار کر بھاگنے لگے۔ پھر چند قدموں کے بعد ہی لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑے۔ تیزاب زدہ پاؤں بھاگنے کے قابل نہیں رہے تھے۔

محل میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ ان کی چیخیں سُن کر مسلح گارڈز دوڑتے ہوئے آ رہے تھے۔ سوسانہ اور جبریل نے فرش پر پڑی ہوئی گنیں اُٹھا لیں۔ کوئی ایک درجن گارڈز وہاں آ گئے۔ پارس نے کہا۔ ”اپنے ہتھیار پھینک دو۔ تمھارا آقا اور تمھاری مالکہ ہمارے نشانے پر ہیں۔ ہری اپ، فوراً ہتھیار پھینک دو۔“

کبانہ نے تڑپتے ہوئے کہا۔ ”ہتھیار مت پھینکو۔ یہ لوگ ہمیں مار ڈالیں گے فائر کرو انھیں بھون کر رکھ دو۔“

اس کا حکم سُنتے ہی تڑاتڑ فائرنگ شروع ہو گئی۔ پارس، حوانا کی آڑ میں تھا۔ وہ لوگ اپنی مالکہ کی طرف گولیاں نہیں چلا سکتے تھے۔ اُنھوں نے سوسانہ اور جبریل کو نشانہ بنایا تھا۔ وہ دونوں اپنے جسموں پر گولیاں کھاتے ہوئے بالکل سامنے آ کر جوابی فائرنگ کر رہے تھے اور لاشوں کے ڈھیر لگاتے جا رہے تھے۔ صرف تین منٹ میں میدان صاف ہو گیا۔ تمام گارڈز مارے گئے۔ سوسانہ اور جبریل آرام سے کھڑے ہوئے اپنے جسموں سے گولیاں نکال نکال کر کبانہ کے سامنے پھینک رہے تھے۔

کبانہ نے اپنا سر فرش پر پٹختے ہوئے کہا۔ ”یہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ سپر ماسٹر نے مجھے بُری طرح پھنسا دیا ہے۔ مجھے دولت نہیں چاہیے، طاقت نہیں چاہیے، عروج اور اقتدار نہیں چاہیے۔ مجھے صرف زندگی چاہیے۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ پارس! مجھے زندگی کی بھیک دے دو۔“

پارس بالٹی میں پانی بھر لایا تھا اور وہ سارا پانی حوانا کے مُنہ پر پھینک رہا تھا۔ پہلے وہ کسمسائی پھر کراہتے ہوئے آنکھیں کھولنے لگی۔ پارس نے بالٹی کا بچا ہوا پانی مُنہ پر مارا تو وہ ہڑبڑا کر ہوش میں آ گئی۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک ایک کو دیکھنے لگی۔

اس کا بھائی کبانہ سیکریٹری جولیس کے ساتھ فرش پر پڑا ہوا تھا۔ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ دونوں کے ٹخنوں اور پنڈلیوں کے پاس لباس کے چیتھڑے ہو گئے تھے اور کھال اور گوشت تیزاب سے آدھے گل گئے تھے۔ وہ حیرت اور صدمے سے بولی۔ ”بھائی! یہ... یہ کیا ہو رہا ہے؟“

وہ کُرسی سے اُٹھی۔ پھر کمزوری کے باعث بیٹھ گئی۔ چودہ مسلح گارڈز کی لاشیں اِدھر اُدھر پڑی ہوئی تھیں اور یہ منظر بتا رہا تھا کہ بازی پلٹ گئی ہے۔

اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ پارس نے کہا۔ ”تم خواب نہیں دیکھ رہی ہو۔ یہ حقیقت ہے اور حقیقت آنکھ بند کرنے سے نہیں بدلتی۔“

اُس نے آنکھیں کھول کر کہا۔ ”سودا کرو۔ پیچھا چھوڑنے کا کیا لو گے؟“

پارس نے تڑاخ کی زوردار آواز سے ایک تھپّڑ لگایا۔ اُس کا مُنہ گھوم گیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اس کے جبڑے ہل گئے ہوں گے۔ باچھوں سے لہو رسنے لگا تھا۔ وہ بولا۔ ”پیچھا چھوڑنے کا کہتی ہے جبکہ تُو مجھے مہمان بنانے کے لیے پیچھے پڑ گئی تھی۔ تیرا بھائی سوسانہ اور جبریل کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ ہم نے کیا بگاڑا تھا تم لوگوں کا؟ ہم نے تو بھلائی کی تھی۔ سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے کو یہاں سے بھگا کر طویل خونریزی اور جزیرے کی تباہی سے تمھیں بچایا ہے۔ یہ حضرتِ انسان کیا ہے؟ کیا سانپ کی نسل سے ہے، دودھ پلانے والے کو بھی ڈس لیتا ہے۔“

اُس نے دو رائفلیں اُٹھائیں پھر ایک ایک رائفل کبانہ اور جولیس کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا۔ ”جبریل! یہ دونوں ایک دوسرے کو گولی ماریں گے اگر یہ ایسا نہ کریں تو انھیں تیزاب سے گلا دینا۔“

حوانا اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اپنے بھائی کے لیے گڑگڑانے لگی۔ پارس اس کی گردن پکڑ کر دھکے دیتا ہوا اسے بیڈ روم میں لے گیا۔ کمرے کے باہر کبانہ اور جولیس کی ایسی چیخیں گونج رہی تھیں جیسے انھیں ذبح کیا جا رہا ہو۔ حوانا بھائی کے پاس جانے کے لیے تڑپ رہی تھی۔ پارس نے دس منٹ بعد اُسے جانے دیا۔ وہ دوڑتی ہوئی کمرے سے نکلی۔ پھر بھائی اور جولیس کو دیکھتے ہی اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ ہذیانی انداز میں چیخنے لگی۔ ان دونوں کی کھالیں اور گوشت جگہ جگہ سے گل گئے تھے۔ صرف چہرے سلامت تھے تاکہ پہچانے جا سکیں۔ دونوں بالکل ساکت ہو گئے تھے آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔ وہ بے ہوش ہو گئے تھے یا شاید مر چکے تھے۔

وہ جنونی ہو کر چیخیں مار رہی تھی، اپنے بال نوچ رہی تھی، اپنے کپڑے پھاڑ رہی تھی۔ پارس نے کہا "طیارے کی آمد تک خوب ماتم کر لو پھر ہم تمہیں یرغمال کے طور پر جزیرے سے لے جائیں گے تاکہ تمہارے فوجی بدمعاش ہمیں نقصان نہ پہنچا سکیں۔"

وہ حلق پھاڑ کر بولی "تم جزیرے میں کیوں آئے؟ کیوں آئے؟ سپر ماسٹر آ جاتا، کوئی بدترین شیطان آ جاتا، یہاں زلزلہ آ جاتا، مجھے کینسر ہو جاتا، تم تو نہ ہوتے، تم کیوں پیدا ہو گئے؟ اور جب پیدا ہو ہی گئے تھے تو جزیرے میں کیوں آ گئے؟ ہائے ہائے کیوں آ گئے؟"

پارس اطمینان سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

وہ جسمانی اعتبار سے عجیب تھی۔ لڑکا بھی تھا اور لڑکی بھی تھی، دماغی لحاظ سے غریب تھی۔ اُس کا غریب دماغ اپنے ہی وجود کو سمجھ نہیں پاتا تھا، یوں دشمنوں نے اُسے عجیب و غریب بنا کر میرے پاس پہنچا دیا تھا۔

میں جونی یا جینا کی داستان کو آگے بڑھانے سے پہلے اُس کی مختصر سی ہسٹری پھر پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس عجوبے سے تعلق رکھنے والی جتنی اہم باتیں ہیں وہ قارئین کے ذہن میں تازہ ہو جائیں۔

جونی سب سے پہلے پیرس ائرپورٹ کے ریستوران میں مجھے ملا۔ پندرہ منٹ کے بعد ہی وہ لیڈیز ٹائلٹ میں چلا گیا اس کے بعد وہ جونی نظر نہیں آیا۔

طیارے کے پاس جینا نظر آئی۔ میں نے سمجھا وہ جونی کی ہم شکل بہن ہو گی لیکن جینا کو جونی کے ذکر سے سخت نفرت تھی۔

پھر سوئٹزرلینڈ میں جینا میرے کاٹیج کی دوسری کرایہ دار کی حیثیت سے ملی۔ تب مجھے یقین ہوا کہ اس کے دماغ میں کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا موجود رہتا ہے اور اس کے ذریعے مجھے ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔

میں جینا کے خیالات پڑھنے اُس کے دماغ میں پہنچا تو حیرت انگیز انکشاف ہوا۔ اُس وقت وہ لڑکی سے لڑکا بن رہی تھی یعنی وہ بارہ گھنٹے تک لڑکی رہتی تھی پھر اگلے بارہ گھنٹے کے لیے لڑکا بن جاتا تھا اور وہ جان بوجھ کر ایسا نہیں کرتی تھی اوّل تو اُس کا برین واش کیا گیا تھا۔ دوم خیال خوانی کے ذریعے اُسے اور زیادہ گمراہ کیا جاتا تھا۔ جب وہ لڑکا ہوتا تھا تو اُس کے دماغ میں لڑکی کے جذبات پیدا ہونے نہیں دیے جاتے تھے اور جب تک وہ لڑکی رہتی تھی اُس کے اندر لڑکے پن سے سخت نفرت پیدا کی جاتی تھی۔

پھر پتا چلا اُس کے دماغ میں چھپنے والا پاسکل بوبلیہ اور ماسک مین نے اس بے چاری کا برین واش کرایا ہے اور اس کے دماغ میں ایسا سسٹم قائم کیا ہے جس کے مطابق وہ دن کے دس بجے سے رات کے دس بجے تک پورے بارہ گھنٹے جواس میں لڑکی رہتی ہے پھر رات کے دس بجے سے صبح دس بجے تک کے لیے لڑکا بن جاتی ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے، ماسک مین نے اُسے عجوبہ کیوں بنایا؟ کیا مجھے پھانسنے کے لیے؟

پہلے میں یہی سمجھ رہا تھا پھر مائکروفلموں کے ذریعے انکشاف ہوا، وہ زبردست جاسوسہ ہے۔ اس نے روسی سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے کئی غیر ملکی راز چرائے ہیں۔

یہ باتیں مجھے سونیا نے بتائی تھیں کہ تین مائیکروفلموں میں جینا کی صاف تصویریں ہیں وہ کہیں لڑکے کے روپ میں اور کہیں لڑکی کے روپ میں نظر آتی ہے۔ فلمی رپورٹ کے مطابق وہ دُنیا کی معصوم ترین خطرناک جاسوسہ ہے۔ اس کے اندر ایسی کچھ باتیں اور صلاحیتیں ہیں کہ وہ فولادی اعصاب رکھنے والے اصول پسند افراد کو بھی اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ روس، امریکا، فرانس اور جاپان کی بڑی بڑی سیاسی اور سرکاری شخصیات کے ساتھ اس کی تصویریں موجود ہیں۔ سونیا کا خیال تھا کہ اب وہ مجھے اُلّو بنانے آئی ہے۔

میرا خیال تھا کہ مجھے ماسک مین اُلّو بنانا چاہتا ہے۔ اس کے خیال خوانی کرنے والے نے جینا کے ذریعے کئی بار میرے لیے مشکلات پیدا کیں۔ آخری بار تو انتہا کر دی۔ جینا کے ذریعے مجھے زخمی کیا اور میرے دماغ میں زلزلے پیدا کر دیے۔ اگر وہ مجھ پر تنویمی عمل کر کے مجھے اپنا معمول بنا لیتا تو پھر میں ماسک مین کا غلام بن کر رہ جاتا۔

ایسے وقت ایک خیال خوانی کرنے والی نے مجھے پاسکل بوبا کے تنویمی عمل سے بچایا تھا لیکن اُس عورت نے مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا تھا مگر اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کا ذکر ترتیب سے کروں گا۔ ابھی تو جینا کی روداد ادھوری ہے۔

ہاں تو میں کہہ رہا تھا، جینا کے قریب رہنے سے مجھے نقصان پہنچ رہا تھا لیکن اُس کی کشش نے مجھے ایسا جکڑ لیا تھا کہ وہ دُور ہوتی تو میں بے چین ہو جاتا تھا۔ جب میں تنویمی نیند میں ڈوبا ہوا تھا، تب فرانس کے فوجی اُسے میرے کاٹیج سے گرفتار کر کے لے گئے تھے کیونکہ مائکروفلموں کے ذریعے اس کے جاسوسہ ہونے کے کئی ثبوت مل چکے تھے۔

میں نے بیدار ہونے کے بعد اُس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ فوجی افسران اُسے ٹارچر سیل میں لے جاکر پوچھ رہے تھے کہ وہ خاص طور پر کس ملک کے لیے کام کر رہی ہے۔

وہ شعوری طور پر نہیں جانتی تھی کہ کس کے لیے کام کرتی ہے، وہ بےچاری تو اپنے بارے میں بھی صحیح معلومات نہیں رکھتی تھی۔ فوج کے افسران یہ ماننے کو تیار نہیں تھے کہ اس کا برین واش کیا گیا ہے۔ انھوں نے حقیقت اُگلوانے کے لیے اُسے بجلی کے جھٹکے پہنچائے، وہ تیسرے جھٹکے میں بےہوش ہوگئی تھی۔

بعد میں پتا چلا وہ بےہوش نہیں ہوئی تھی۔ اپنے کمرے میں آنے والی نرس کو بےہوش کرکے اُس کے کپڑے پہن کر ملٹری اسپتال سے فرار ہوگئی تھی۔ جب مجھے معلوم ہُوا تو میں اُس کی تلاش میں کاٹیج سے باہر جانے کے لیے تیار ہوگیا ایسے ہی وقت وہ میرے پاس کاٹیج میں آگئی۔

یہ میرے لیے خوشی کی بات تھی جسے فرانس کی پولیس اور فوج تلاش کر رہی تھی، وہ میرے پاس آگئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی دونوں بانہیں پھیلا کر میری طرف دوڑتے ہوئے بولی "مجھے چھپا لو، دس بجنے میں صرف تین گھنٹے رہ گئے ہیں یہ تین گھنٹے بعد مر جاؤں گی۔ مرنے سے پہلے تمھاری آغوش میں تمام سانسیں پوری کرلینا چاہتی ہُوں۔"

پھر وہ آکر میرے قدموں میں گر پڑی۔

یہ محبت کرنے والے جانتے ہیں کہ ایسی محبت کرنے والی پر کتنا پیار آتا ہے جسے دُشمن بار بار جُدا کرتے ہوں اور وہ بار بار پلٹ کر گلے لگنے آجاتی ہو۔ میں نے اُسے قدموں سے اُٹھا کر گلے سے لگا لیا، اُسے دیوانہ ہوکر پیار کرنے لگا اور پیار کرتے کرتے دیوانہ ہونے لگا۔ اُسے بازوؤں میں اُٹھا کر کبھی مشرق سے مغرب لے گیا کبھی شمال سے جنوب لے آیا۔ کبھی پیار کے آسمان پر پہنچا دیا کبھی اُسے پھولوں بھری زمین پر بچھا دیا۔ میں نہیں جانتا، میں نے اُسے کتنا پیار دیا اور دیوانگی میں پیار کے بدلے کتنا پیار وصول کرتا رہا، میں نہیں جانتا کیونکہ دیوانے کو اپنا ہوش نہیں رہتا۔ میں سمجھتا ہُوں، ایسے وقت دل کی گہرائیوں سے پیار کرنے والا اپنے ہوش میں نہیں رہتا اور جو ہوش میں رہ کر پیار کرتا ہے، وہ دیوانہ نہیں ہوتا۔

میں حیران تھا کہ وہ کیا شے ہے۔ پہلے میں نے ایک نازک سے چھوکرے کے روپ میں اُسے دیکھا پھر اُسے ہوش اُڑا دینے والی چھوکری کے روپ میں حاصل کرلیا، لیکن وہ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ تھی۔ جب ہم گمشدہ طیارے والے اڈّے میں گئے تھے تو وہاں دُشمنوں سے اچھی خاصی فائٹ ہوئی تھی۔ وہاں میں نے جونی کو زبردست انداز میں لڑتے دیکھا تھا۔ اُس کے کراٹے، پنچ، سمرسالٹ اور فلائنگ کِک وغیرہ سے پتا چل گیا تھا کہ اُس نے بچپن سے باقاعدہ تربیت حاصل کی ہے۔

پھر مائیکرو فلموں کے ذریعے پتا چلا، وہ سیکرٹ ایجنٹ ہے۔ غیر ممالک کے راز چُراتی رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ذہین اور حاضر دماغ ہے، اسی لیے ماسک مین نے اُسے ایسی راہ پر لگایا تھا۔

اس کے بعد انکشاف ہُوا کہ وہ زبردست قوّتِ ارادی اور غیر معمولی قوّتِ برداشت رکھنے والی لڑکی ہے۔ ایسی لڑکیاں شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتی ہیں جو بےحد جسمانی اور دماغی تکالیف اُٹھا کر منٹوں میں نارمل ہو جاتی ہوں۔ جینا کو زبردست بجلی کے جھٹکے پہنچائے گئے تھے۔ بڑے بڑے مجرم ایک ہی جھٹکے میں اندر کی بات اُگل دیتے ہیں۔ بجلی کے دوسرے جھٹکے میں کئی منٹ تک بولنے کے قابل نہیں رہتے اور تیسرے جھٹکے کے بعد گھنٹوں بستر سے اُٹھنے کا حوصلہ نہیں پاتے لیکن جینا نے قوّتِ برداشت کی حیرت انگیز مثال پیش کی تھی۔ بجلی کا تیسرا جھٹکا لگنے کے آدھے گھنٹے بعد ہی ملٹری اسپتال سے فرار ہوکر میرے پاس پہنچ گئی تھی۔

جو فوجی افسران اُسے میرے کاٹیج سے گرفتار کرکے لے گئے تھے، وہ اُسے شہر میں اور شہر سے باہر جانے والے تمام راستوں پر تلاش کر رہے ہوں گے، وہ یہ سوچنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے کہ جس کاٹیج سے اسے گرفتار کرکے لے گئے تھے، وہ اُسی کاٹیج میں واپس آئی ہوگی۔ دو گھنٹے گزر گئے تھے کوئی پولیس والا یا فوجی ہمارے دروازے پر نہیں آیا تھا۔

جینا نے گھڑی دیکھی پھر مجھ سے لپٹ کر بولی "دس بجنے میں اب صرف آدھا گھنٹا رہ گیا تھا، میں مر جاؤں گی۔ تمھاری آغوش سے محروم ہو جاؤں گی۔"

"تم نہیں مرو گی، صرف گم ہو جاؤ گی۔ کل صبح دس بجے آنکھ کھولو گی تو خود کو اسی طرح میری آغوش میں پاؤ گی۔"

وہ خوش ہوکر بولی "سچ کہہ رہے ہو؟ کل صبح دس بجے تک تم اسی طرح مجھے آغوش میں چھپائے رہو گے؟"

"ہاں تمھیں اپنی جان سے لگائے رکھوں گا۔"

"میں مر جاؤں گی، گم ہو جاؤں گی یا اپنی ذات سے غافل ہو جاؤں گی، تو تم میرے ساتھ کیا کرتے رہو گے؟"

"پیار کرتا رہوں گا۔"

"ہائے مگر مجھے خبر نہیں ہوگی۔"

میں نے اُسے ہمدردی اور محبت سے دیکھا پھر پوچھا "تم مجھ پر کتنا بھروسا کرتی ہو؟"

"میں صرف تم پر بھروسا کرتی ہُوں اور میرا کون ہے؟ کوئی نہیں ہے۔ میرا اپنا وجود بھی قابلِ اعتماد نہیں ہے۔"

"تو پھر میری بات کا اعتبار کرو۔ تمھارا برین واش کیا گیا ہے اور تمھارے دماغ میں دوسری شخصیت کو نقش کیا گیا ہے۔"

"میرے ساتھ ایسا کیوں کیا گیا ہے؟"

"میں ابھی بتاتا ہُوں۔ تمھارا برین واش کرکے تنویمی عمل کے ذریعے دماغ میں یہ بات بٹھا دی گئی ہے کہ تم دن کے دس بجے سے رات کے دس بجے تک جینا نامی لڑکی رہو گی اور رات کے دس بجے سے صبح دس بجے تک جونی نام کا لڑکا بن جاؤ گی۔"

وہ حیرانی اور بےیقینی سے میرا مُنہ دیکھ رہی تھی۔ میں نے پوچھا "تمھیں یقین نہیں آرہا ہے؟"

"میں تمھیں کبھی جھوٹا سمجھ ہی نہیں سکتی اور تمھاری اس بات سے یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ لوگ مجھے جونی یا اس کی ہم شکل کیوں کہتے ہیں؟"

میں نے کہا "شاباش! اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خیال خوانی کرنے والا ابھی تمھارے دماغ میں نہیں ہے، اگر ہوتا تو تمھیں اپنی عقل سے یوں سوچنے نہ دیتا۔"

"میں تمھاری باتوں پر پوری طرح بھروسا کرتے ہوئے یہ بھی سمجھ رہی ہُوں کہ رات دس بجے کے بعد میں جونی نام کا لڑکا بن جاتی ہُوں۔"

"شاباش! اور سوچو، ان لمحات میں تمھاری عقل جو کہہ رہی ہے وہ زبان سے بولتی جاؤ۔"

وہ چُپ ہوکر خلا میں تکنے لگی۔ میں سمجھ گیا اگر ٹر ہے فوراً اُس کے دماغ میں پہنچا، پاسکل ٹوبا سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا "یہ میں کیا کہہ رہی ہُوں۔ برائن سے دو دن کی دوستی ہے اور میں اس کی اُلٹی سیدھی باتوں پر یقین کر رہی ہُوں۔ میں اپنی عقل سے نہیں اپنے یار کی عقل سے سوچ رہی ہُوں۔"

میں نے کہا "پاسکل ٹوبا! تم جینا کی آواز اور لہجے میں بولتے ہو اور یہ بےچاری تمھاری باتوں کو اپنے دماغ کی سوچ سمجھنے لگتی ہے۔ میں تمھیں ایک عقل کی بات سمجھاتا ہُوں۔ ہر انسان پر بُرا وقت آتا ہے۔ ایک بار تم پر بھی آیا تھا۔ تم یہاں فوجی چھاؤنی کے ایک تہ خانے میں قیدی تھے۔ میں چاہتا تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمھیں دماغی اذیتیں پہنچاتا اور تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول بنا لیتا لیکن سونیا نے ایمانداری سے تمھیں دماغی نقصان پہنچائے بغیر ماسک مین کے پاس واپس بھیج دیا۔"

پاسکل ٹوبا نے کہا "ہم نے بھی جو جو پر احسان کیا ہے، اُسے دماغی نقصان نہیں پہنچایا بلکہ اُسے پہلے سے زیادہ ذہین اور معاملہ فہم بنا دیا ہے۔"

"تم لوگوں نے جو جو سے بڑے بڑے فائدے اُٹھانے کے لیے ایسا کیا ہے۔ ہم نے ماریہ کے بدلے تمھیں وہاں بھیج دیا لیکن جس طرح ماسک مین، ماریہ کو پہلے کی طرح زہریلی بنانے کی سازش کرچکا ہے اس کے جواب میں ہم نے تمھیں تنویمی عمل کے ذریعے اپنا غلام نہیں بنایا۔"

"اچھا تو اس احسان کے بدلے چاہتے ہو کہ میں جینا کے دماغ میں دُشمن بن کر نہ آؤں۔ ماسک مین کو چھوڑ کر تم سے دوستی کرلوں؟"

"اگر ماسک مین سے جھگڑا ہوتا تو ہم تمھیں قید رکھتے اور تمھاری ڈمی اس کے پاس بھیج دیتے۔ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ مجھ سے دوستی کرو۔ صرف ایک نیکی کرو۔ یہ نیکی تمھارے کسی بُرے وقت میں کام آئے گی۔ جس طرح ہم نے تم سے نیکی کی تھی پھر کسی بُرے وقت میں تمھارے ساتھ بھلائی کریں گے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی جینا میری آغوش سے نکل گئی۔ بیڈ سے اُتر کر قالین پر دو زانو ہوگئی۔ تب خیال آیا کہ دس بج گئے ہیں۔ میں جلدی سے اُٹھ کر الماری کے پاس گیا، اُسے کھول کر لڑکوں والے کپڑے اور دوسرا سامان نکال لایا پھر وہ سب کچھ اُس کے قریب رکھ کر دوسرے کمرے کے ایک گوشے میں چلا گیا۔

وہ قالین پر دو زانو ہونے کے بعد سجدے کے انداز میں جُھک گئی تھی اُس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا تھا۔ آنکھیں بند کرلی تھیں۔ اُس کے دماغ میں آواز اُبھر رہی تھی "میں مرد ہُوں، میرا نام جونی ہے، ابھی میں اندھیرے میں ہُوں، جب آنکھیں کھولوں گا تو میرے چاروں طرف روشنی ہوگی۔ میں خود کو اُسی کاٹیج میں پاؤں گا جہاں صبح ایک فوجی افسر مجھے چھوڑ گیا تھا۔"

پاسکل ٹوبا اُس کے دماغ میں بول رہا تھا اور جونی کو یاد آرہا تھا کہ وہ برائن وُولف یعنی میرے ساتھ سوئٹزرلینڈ سے پیرس آیا تھا۔ یہاں برائن وُولف کے کہنے پر فوجی جوان اُسے ایک کمرے میں نظر بند رکھنے کے لیے لے گئے تھے۔ وہاں سے ایک افسر اُسے گاڑی میں بٹھا کر اس کاٹیج میں لے آیا تھا۔ یہاں پہنچتے ہی وہ بستر پر آکر سوگیا تھا اور اب اس کی آنکھیں کُھل رہی ہیں۔

جونی نے آنکھیں کھول دیں پھر آہستہ آہستہ سر اُٹھا کر دیکھنے لگا۔ اُسے وہی کاٹیج، وہی بیڈ روم دکھائی دے رہا تھا پھر اُس کی

نظر مجھ پر پڑی، وہ خوشی سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "وُولف! میرے دوست۔"

وہ دونوں بازو پھیلائے دوڑتا ہوا آیا، پھر مجھ سے لپٹ گیا۔ میں اُسے پٹائے ہوئے تھوڑا سا یوں گھوم گیا کہ وہ ایک آئینے میں نظر آنے لگا۔ میں نے کہا: "ذرا آئینہ دیکھو۔"

اُس نے آئینے میں خود کو دیکھا، پھر چونک گیا کیونکہ اس کے سر پر لڑکیوں والی سنہرے بالوں کی وِگ تھی۔ وہ پریشان ہو کر بولا: "میں جب بھی دس بجے رات کو آنکھ کھولتا ہوں، میرے سر پر وِگ ہوتی ہے اور جسم پر لڑکی کا لباس ہوتا ہے، آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟"

وہ مجھ سے الگ ہو کر سر سے وِگ نوچ کر پھینکنا چاہتا تھا۔ میں نے الگ ہونے نہیں دیا، اسے اچھی طرح جکڑ کر کہا: "تمھارا سینہ میرے سینے سے لگا دھڑک رہا ہے۔ ذرا سوچو، ذرا سمجھو، اگر تم لڑکے ہو تو لڑکی کی طرح سینہ کیوں دھڑک رہا ہے؟"

وہ پریشان ہو کر الگ ہونا بھول گیا۔ کیا میں اس کے حواس پر چھا رہا تھا؟ یہ معلوم کرنے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچا۔ پاسکل بُوبا اُس کی سوچ میں کہہ رہا تھا: "نہیں، میں لڑکا ہوں۔ میرے سینے کی دھڑکن لڑکی جیسی نہیں ہے۔ وُولف کی نیّت خراب ہے، یہ مجھے لڑکی بنانا چاہتا ہے۔"

میں بھی پاسکل بُوبا کے مقابلے میں ڈٹ گیا۔ جونی کی سوچ میں بولا: "نہیں، وُولف کی نیّت خراب نہیں ہے، یہ میرا ایسا دوست ہے جس کی طرف بے اختیار دل کھنچا جاتا ہے۔ ابھی میں سینے سے لگ کر دھڑکتے ہوئے بدن کو اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ یہ میرے پاس لڑکی کا بدن ہے۔"

پاسکل نے اُس کی سوچ میں کہا: "یہ جھوٹ ہے۔ میرا بدن لڑکی کا نہیں ہے، میں ہمیشہ اپنے بدن کو بھول جایا کرتا ہوں۔ آج بھی بھول رہا ہوں اور بھول نے کے لیے اس کے سینے سے الگ ہونا چاہیے۔"

پاسکل اُس کے دماغ میں رہ کر اُسے مجھ سے الگ کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں بھی اُس کے دماغ میں تھا۔ اُس کے اندر جذبات بھڑکا رہا تھا اور وہ جذبوں میں بہتا جا رہا تھا۔ چونکہ جونی میری طرف مائل تھا، اس لیے پاسکل کمزور پڑ رہا تھا۔

وہ جونی کو سانس روکنے پر مجبور کر کے مجھے دماغ سے نکال سکتا تھا لیکن اس کے سانس روکتے ہی وہ بھی باہر ہو جاتا، اس کا کچھ بھلا نہ ہوتا۔ جونی تو میرا دیوانہ تھا۔ وہ میری ہی باتیں سُنتا اور تسلیم کرتا رہتا جس طرح آدھا گھنٹا پہلے جینا میری باتیں تسلیم کر رہی تھی۔

پاسکل نے جب اُسے اپنی گرفت سے نکلتے دیکھا تو کمینگی پر اُتر آیا۔ اُس نے اچانک اُس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔ جونی کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ میرے بازوؤں میں تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ خیال خوانی کے ذریعے دماغ میں جو زلزلہ پیدا کیا جاتا ہے، اس سے کیسی ناقابلِ برداشت تکلیف پہنچتی ہے یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں نے غصے سے کہا: "پاسکل! تم اپنی عمر کم کرتے جا رہے ہو۔ میں تمھیں آخری وارننگ دے رہا ہوں، اگر اب تم نے اسے دماغی تکلیف پہنچائی تو تمھارے ملک اور قوم کے لوگ اس سے بھی زیادہ اذیتوں میں مبتلا ہوں گے۔"

میں اُسے وارننگ دے کر جونی کے دماغ میں آیا تاکہ اُس کی تکلیف کچھ کم کر سکوں لیکن میں نے محسوس کیا، وہ دماغی طور پر پُرسکون تھا اور سوچ رہا تھا: "مجھے یوں لگا ہے جیسے تھوڑی دیر پہلے کچھ لوگ مجھے بجلی کے جھٹکے پہنچا رہے ہیں۔"

جونی کے ایسا سوچنے کا مطلب یہ تھا کہ اُسے ٹیلی پیتھی کا جھٹکا پہنچنے سے بجلی کے وہ جھٹکے یاد آئے تھے جو جینا کو پہنچائے گئے تھے۔ یوں سمجھا جائے تو وہ جونی نہیں تھا، وہی جینا تھی جو غیر معمولی قوتِ برداشت کی حامل تھی۔ تین بار بجلی کے جھٹکے کھانے کے بعد بستر پر اُٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ ٹیلی پیتھی کے جھٹکے سے بھی اُسے لمحاتی تکلیف پہنچی تھی پھر چند سیکنڈ بعد ہی اُسے آرام آ گیا تھا۔

پاسکل بُوبا اُس کے دماغ میں رہ کر یہ تمام باتیں سمجھ رہا ہوگا اور سوچ رہا ہوگا کہ دوسری بار دماغ میں زلزلہ پیدا کرے گا تو اُسے بجلی کے جھٹکوں کے ساتھ اپنے اندر کی جینا بھی یاد آ جائے گی، شاید اسی لیے اب وہ اُسے نہیں چھیڑ رہا تھا۔

میں جونی یا جینا کی تکلیف سے تڑپ گیا تھا۔ دشمن کو وارننگ دے چکا تھا کہ وہ دوسری بار دماغی تکلیف پہنچائے گا تو میں انتقامی کارروائی کروں گا لیکن اب میں نے فیصلہ کر لیا کہ اُسے تھوڑی تکلیف پہنچنا چاہیے۔ یہ بھی برین واشنگ کا ایک طریقہ ہے۔ میں نے تجربہ کرنے کے لیے اس طریقے پر عمل کیا پھر خود ہی اپنی جانِ حیات کو ایک دماغی جھٹکا پہنچایا۔ اُس کے حلق سے پھر ایک چیخ نکلی۔ اس کے ساتھ ہی اُس کی دماغی آنکھوں کے سامنے بجلی کے جھٹکے دیے جانے کا منظر روشن ہو کر بجھ گیا۔ میں نے اُس کی دُکھتی ہوئی سوچ میں کہا: "ہاں، مجھے یاد آ رہا ہے، میں لڑکا نہیں ہوں، لڑکی ہوں۔ وہ فوجی افسر مجھ سے حقیقت اُگلوانے کے لیے بجلی کے جھٹکے پہنچا رہے تھے۔"

میں اُس کی سوچ میں ابھی اور بولنے والا تھا لیکن پاسکل نے غصے سے کہا: "یہ جھوٹ ہے۔ جونی! یہ برائن وُولف تمھیں دماغی اذیتوں میں مبتلا کر کے لڑکے سے لڑکی بنانا چاہتا ہے۔ تمھارے دماغ میں تمھاری سوچ کے ذریعے بول رہا ہے، اس کی باتوں میں نہ آؤ۔"

جونی نے کہا: "جھوٹے تم ہو، تم نے مجھے دماغی تکلیف پہنچائی تھی۔ وُولف میری تکلیف سے تڑپ کر تمھیں چیلنج کر رہا تھا لیکن تم نے دوسری بار بھی یہی حرکت کی۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں، دوسری بار میں نے دماغ میں زلزلہ پیدا نہیں کیا تھا۔"

"تم اور دو چار بار ایسا کرو، تمھاری اس دشمنی کی وجہ سے مجھے بہت کچھ یاد آ رہا ہے۔ مجھے یقین ہوتا جا رہا ہے کہ میں لڑکی ہوں اور میرا نام جینا ہے۔"

میں نے اس بلند زبان سے کہا: "میری جینا کے اندر چُھپ کر رہنے والے شیطان! تُو نے اسے دوسری بار بھی دماغی تکلیف پہنچائی ہے، میں تجھ سے ضرور انتقام لوں گا۔"

وہ بولی: "انتقام نہ لو، اس کا شکریہ ادا کرو اور تیسرے جھٹکے کی فرمائش کرو۔ پتا نہیں، خدا نے مجھے کس مٹی سے بنایا ہے۔ میں جسمانی اور دماغی تکالیف سے محض چند لمحوں کے لیے پریشان ہوتی ہوں پھر یوں لگتا ہے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔"

میں نے کہا: "اب یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ماسک مین کے پاس برین سرجری کے ماہرین ہیں۔ انھوں نے تم جیسی یگانہ ذہن رکھنے والی لڑکی کو حیرت انگیز طور پر ذہین بنا دیا ہے۔ ان ماہرین نے تمھارا بھی برین آپریشن کیا ہوگا اور تمھارے دماغ کو فولاد بنانے کا تجربہ کیا ہوگا۔ میں دیکھ رہا ہوں، وہ تجربہ نہایت کامیاب رہا ہے اور یہ بارہ گھنٹے کے لیے لڑکا اور لڑکی بنانے والی شرارت کسی تنویمی عمل کرنے والے کی ہے۔ آج میں پاسکل بُوبا کی ٹیلی پیتھی کا طلسم توڑنے میں بڑی حد تک کامیاب رہا ہوں۔ جلد ہی تمھارے دماغ سے تنویمی عمل کا اثر بھی ختم کر دوں گا۔"

پاسکل نے کہا: "تمھارا باپ بھی تنویمی عمل کا اثر ختم نہیں کر سکے گا۔ میں اسے تمھارے پاس رہنے نہیں دوں گا، تم سے بہت دُور ایسی جگہ پہنچا دوں گا، جہاں تم پہنچ نہیں سکو گے۔ اگر پہنچ گئے تو وہاں سے واپس نہیں آ سکو گے۔"

میں نے کہا: "تم ناکام ہو کر جینا پر نیا ظلم کرنا چاہتے ہو۔ میں اسے تمھارے ہر ہتھکنڈے سے بچاتا رہوں گا۔ تم سوچو کہ تم پر جلد ہی بُرا وقت آنے والا ہے، اُس وقت تمھارا کیا بنے گا؟ کون تمھیں بچائے گا؟ میں تمھیں آخری موقع دے رہا ہوں، اگر تمھاری عقل میں یہ بات آ جائے کہ میں ہی تمھارے بُرے وقت میں کام آ سکتا ہوں تو آؤ انسان بن جاؤ اور مجھے بتا دو کہ جینا کو عجوبہ بنانے میں برین آپریشن کے نتائج کیا ہیں اور تنویمی عمل کا دخل کتنا ہے؟"

اُس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے پوچھا: "تم خاموش کیوں ہو؟"

اُس نے پوچھا: "وُولف! تم کون ہو؟"

میں نے تعجب سے کہا: "حیرت ہے، تم دو دن سے جینا کے اندر رہ کر میرا سامنا کرتے آ رہے ہو اور اب پوچھ رہے ہو کہ میں کون ہوں؟"

"ہاں، تم وہ نہیں ہو، جو نظر آ رہے ہو۔ تم جس اعتماد اور ذہانت سے جینا کو ہم سے دُور کر رہے ہو، اس کے لیے بڑے تجربات اور گہری پلاننگ کی ضرورت ہوتی ہے۔ تمھارے جیسا نیا خیال خوانی کرنے والا یوں فرہاد کی طرح میدان نہیں مار سکتا۔ ماسک مین کہتا ہے، تم نئے نہیں ہو، تمھارے اندر کسی خبیث کی یا فرہاد کی رُوح سما گئی ہے۔"

میں نے کہا: "میری عمر زیادہ ہے، میں پچپن برس سے بابا صاحب کے ادارے میں تربیت حاصل کرتا رہا ہوں۔ میرے دماغ میں تنویمی عمل کے ذریعے فرہاد کا ایک ایک طریقۂ کار کو نقش کرایا گیا ہے۔ میں تجربات کے لحاظ سے بہت پُرانا ہوں اور گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکا ہوں۔"

وہ چُپ رہا۔ میں نے کہا: "میں اپنی حقیقت بتا چکا ہوں، اب تم جینا کے متعلق بتاؤ۔"

"میں اپنے ماسک مین سے غدّاری کروں اور جینا کی حقیقت بتاؤں، کیا مجھے پاگل سمجھتے ہو؟"

"پہلے پاسکل سمجھتا تھا، اب پاگل سمجھوں گا۔"

جینا نے کہا: "اس جھگڑے میں مجھے دو اہم باتیں معلوم ہو گئیں۔ ایک تو یہ کہ پاسکل نامی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن میرے اندر چُھپا رہتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ مجھے بجلی کے یا ٹیلی پیتھی کے جھٹکے پہنچائے جائیں تو مجھے گزری ہوئی کچھ باتیں یاد آ جاتی ہیں۔"

"کیا تم خود کو جینا کی حیثیت سے اچھی طرح پہچان رہی ہو؟"

"ہاں، کچھ تو دماغی جھٹکے نے سمجھایا، کچھ اپنے حالات کا تجزیہ کرنے سے بات سمجھ میں آتی ہے کہ میں روزانہ دس بجے جب بھی جونی بنتی ہوں تو میرے سر پر وِگ اور بدن پر زنانہ لباس کیوں ہوتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ میں لڑکی ہوں اور کسی دشمنی سے مجھے بارہ گھنٹے تک لڑکے کے روپ میں رکھا

جاتا ہے۔"

"پھر تو واقعی دماغی جھٹکے تمہارے لیے سودمند ہیں۔"

وہ بولی "ڈاکٹر اپنے مریض کا آپریشن کرتے ہیں۔ اس کے جسم کی چیر پھاڑ کرتے ہیں پھر اُسے کسی مہلک مرض سے نجات دلاتے ہیں یعنی مریض کو اچھا کرنے کے لیے اس پر ظلم بھی کیا جاتا ہے۔ میرے دوست! تم بھی مجھ پر ظلم کرو۔"

"یعنی میں تمہیں ذہنی جھٹکے پہنچاؤں؟"

"ہاں، دشمن سے اس کی توقع نہیں ہے، ایک دوست ہی ایسا کر سکتا ہے۔ آؤ محبت سے مجھ پر ظلم کرو۔"

اُس کے دماغ میں پاسکل نے کہا "وولف! ایسی حماقت نہ کرنا، جینا کے دماغ میں جو دُھند چھائی ہوئی ہے اُسے رہنے دو، ورنہ دُھند صاف ہوگی تو یہ لڑکی تمہارے لیے موت بن جائے گی۔"

"جب اس کا ذہن صاف ہوگا تو یہ میرے لیے نہیں تمہارے لیے موت بنے گی۔"

یہ کہہ کر میں نے جینا کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا، وہ چیخ مار کر اپنی جگہ سے اُٹھی پھر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر صوفے پر گر پڑی۔ پاسکل ایسے وقت اُسے اپنے طور پر سوچنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ اُس کے دماغ میں کہنے لگا "میں جونی ہوں، جونی رہوں گا، یہ تبدیل نہیں ہوسکتا۔ یہ وُولف میرے دماغ کو کمزور بنا رہا ہے۔ مجھے فراموش کی ہوئی باتیں کبھی یاد نہیں آئیں گی، کبھی یاد نہیں آئیں گی۔"

میں اُس کی باتوں کا توڑ کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا "مجھے یاد آرہا ہے، آج شام کو فوجی جوان مجھے پکڑ کے لے گئے تھے اور میری اصلیت اُگلوانے کے لیے مجھے بجلی کے جھٹکے پہنچائے جارہے تھے۔ اب مجھے یاد آرہا ہے کہ میں سانس روک سکتی ہوں، میں کئی منٹ تک سانس روک سکتی ہوں، یہ سچ ہے یا جھوٹ مجھے آزمانے کے لیے سانس روکنا چاہیے اور یہ ابھی روک رہی ہوں۔"

اُس نے سانس روک لی، میں دماغ سے باہر ہوگیا۔ یقیناً پاسکل بھی وہاں سے نکل گیا ہوگا اور مجھے جی بھر کے گالیاں دے رہا ہوگا۔ جینا دماغی طور پر ہم دونوں کے ہاتھوں سے نکل گئی تھی لیکن جسمانی طور پر میرے سامنے موجود تھی۔ پاسکل تو اس سے بالکل ہی محروم ہوگیا تھا۔ وہ آسانی سے پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا، ایک آدھ منٹ کے بعد پھر اُس کے دماغ میں آسکتا تھا۔

میں نے جینا کو آغوش میں لے کر سر کو سہلاتے ہوئے کہا "تم پر ظلم کرتے ہوئے دل دُکھ رہا ہے، میں سمجھتا ہوں وہ شیطان پیچھا چھوڑ دے تو تمہیں ٹیلی پیتھی کے جھٹکوں کی زیادہ ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

اُس نے پھر سانس روک لی۔ میں نے پوچھا "کیا وہ آیا تھا؟"

اُس نے اثبات میں سر ہلایا۔ میں نے کہا "فی الحال دُور رکھنے کا یہی طریقہ ہے۔ سانس وقفے وقفے سے روکتی رہو اور اپنے بارے میں کچھ نہ کچھ یاد کرتی رہو۔"

اُس نے آنکھیں بند کرلیں۔ اُسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے اُسے دونوں بازوؤں میں صوفے پر سے اُٹھایا پھر بستر پر لاکر لِٹا دیا۔ اس کے بعد فون کے پاس آکر صوفے پر بیٹھ کر ریسیور اُٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو!"

سونیا کی آواز آئی "میرے پاس آؤ۔"

میں ریسیور رکھ کر اُس کے پاس پہنچا۔ وہ مجھے پارس کی رُوداد سنانے لگی۔ وہ سوسانہ اور جبریل کو پیرس لا رہا تھا، سُپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اُس طیارے کو ہائی جیک کرکے جزیرہ مارُوری پہنچا دیا تھا۔ وہاں زبردست جنگ چھڑنے والی تھی۔ ایک طرف پارس، سوسانہ اور جبریل تھے، دوسری طرف جزیرے کی پوری فوج جو دشمن خیال خوانی کرنے والے کے احکامات کی تعمیل اپنا فرض سمجھتی تھی۔

سونیا نے کہا "جیسا کہ تم جانتے ہو، پارس تمہاری ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں لے گا۔ اُس نے مجھ سے بھی کسی طرح کی امداد کے لیے نہیں کہا ہے۔ اُسے صبح تک صرف ایک طیارے کی ضرورت ہے تاکہ تین سو مسافروں کو وہاں سے نکالا جاسکے۔"

میں نے پوچھا "تم کیا چاہتی ہو؟"

"اس جزیرے سے سُپر ماسٹر کے قدم اُکھاڑ دو۔ اُس سے کہ اُس کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پرنس ڈیگر ہماری قید میں ہے، اگر وہ پارس کو نقصان پہنچائے گا اور جزیرے سے فوراً واپس نہیں جائے گا تو اُس کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جہنم میں پہنچا دیا جائے گا۔"

سونیا نے اپنی پلاننگ کے مطابق سُپر ماسٹر کو مخاطب کیا اور جب چیلنج کیا تو اُسے یقین نہیں آیا کہ پرنس ڈیگر ہماری قید میں ہے اور اس کا دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہمارے نشانے پر ہے۔ سونیا نے کہا "آدھے گھنٹے کے اندر تمہارا ایک خیال خوانی کرنے والا مرے گا، اُسے بچا سکتے ہو تو بچا لو۔ اس کی موت کے بعد بھی تم پارس، سوسانہ اور جبریل کا پیچھا نہیں چھوڑو گے تو تمہارا تیسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا کم ہوجائے گا۔"

میں ابھی بیان کرچکا ہوں کہ سُپر ماسٹر کس طرح پریشان ہوگیا تھا۔ اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو محفوظ مقامات کی طرف لے جارہا تھا۔ میں نے سوچا تھا اگر وہ جزیرے سے اپنے خیال خوانی کرنے والے کو نہیں بُلائے گا تو میں کینی پال کو ختم کردوں گا۔ تب اُسے یقین آئے گا کہ ہم اس کے بیشتر ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک آسانی سے پہنچ سکتے ہیں۔

لیکن کینی پال کے مقدر میں ابھی زندگی کی سانسیں باقی تھیں۔ اس کی جگہ ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا ہیلی کاپٹر میں پرواز کے دوران ہلاک ہوگیا۔ یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ہیلی کاپٹر کس طرح گر کر تباہ ہوگیا۔ سُپر ماسٹر نے یہی سمجھا کہ سونیا نے اپنا چیلنج پورا کردیا ہے۔ اُس نے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہا۔ یہ معلوم کرنا چاہا کہ وہ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کیسے جانتی ہے۔

اُس نے کہا "ان کی ایک طویل فہرست میرے پاس ہے، جن میں سے ایک میرا قیدی ہے۔ دوسرے کو مار چکی ہوں۔ اگر اب بھی تم نے جزیرہ خالی نہیں کیا تو ہر پندرہ منٹ کے بعد تمہارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا مرے گا۔"

اس چیلنج کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ سُپر ماسٹر نے مارٹن رسل کو جزیرے کی طرف جانے سے روک دیا۔ اس کے بعد پارس جزیرے میں کیا کرتا رہا، یہ میں نہیں جانتا۔ میں نے جینا کے پاس آکر دیکھا، وہ گہری نیند میں تھی۔ میں چُپ چاپ اُس کے دماغ میں جاکر اندر ہونے والی تبدیلیوں کو سمجھ سکتا تھا لیکن یہ کام صبح سے پہلے کسی وقت بھی ہوسکتا تھا۔ ابھی اس سے بھی زیادہ ضروری ایک کام تھا۔ میں مس جوراجوری کے پاس پہنچ گیا۔

کینی پال کے ذریعے جوراجوری کے دماغ میں بھی پہنچنے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ بخار میں تپ رہی تھی۔ ایسی حالت میں نہ سانس روک سکتی تھی نہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرسکتی تھی۔ اُسے ملٹری ہیڈ کوارٹر کے اندر ایک اسپتال میں پہنچایا گیا تھا۔ اُسے یہ خبر مل گئی تھی کہ سونیا نے ہیلی کاپٹر میں سفر کرنے والوں کو اپنے چیلنج کے مطابق ہلاک کردیا ہے۔ اس ہیلی کاپٹر میں سُپر ماسٹر کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔

جوراجوری اُس وقت سے پریشان تھی جب ایمبولینس کے پچھلے حصے میں کینی پال نے اُسے رائفل دکھا کر بولنے پر مجبور کیا تھا اور وہ بے اختیار بول پڑی تھی۔ اگر صحت مند ہوتی تو کینی پال سے ڈٹ کر مقابلہ کرتی۔ اُس نے تربیت حاصل کرنے کے دوران اپنی حفاظت کرنے کے بہت سے گُر سیکھے تھے لیکن بیماری کی حالت میں خود کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے گُر ابھی اسے سکھائے نہیں گئے تھے، اس لیے وہ اپنی آواز سنانے پر مجبور ہوگئی تھی۔

میں اُس کے چور خیالات پڑھ کر مطمئن ہوگیا تھا۔ وہ کسی سے یہ کہنے والی نہیں تھی کہ کینی پال نے اُسے جبراً بولنے پر مجبور کیا تھا۔ یہ بات سُپر ماسٹر کو معلوم ہوجاتی تو وہ اُس کا برین واش کرادیتا۔ اُس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دیتا تاکہ ہم اُسے آلۂ کار بنا کر اپنے مقاصد کے لیے استعمال نہ کرسکیں۔

یہی خوف کینی پال کو تھا، اس لیے وہ خاموشی سے میرا معمول بنا ہوا تھا۔ ٹیلی پیتھی ایسا منفرد اور غیر معمولی علم ہے جو کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو سب سے افضل، برتر اور ناقابلِ شکست بناتا ہے۔ ایسا علم حاصل کرنے کے بعد کوئی اس سے محروم نہیں ہونا چاہتا تھا۔ کسی کو یہ منظور نہیں تھا کہ سُپر ماسٹر ان کے دماغ سے اس علم کو مٹا دے، اُس کا برین واش کردے۔

وہ اسپتال کے بستر پر لیٹی ہوئی پریشانی سے سوچ رہی تھی "کینی پال نے ایسی حرکت کیوں کی؟ مجھے بولنے پر مجبور کیوں کیا؟ کیا سونیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں آگیا ہے؟ لیکن اتنی دیر ہوگئی، کوئی میرے دماغ میں نہیں آیا۔ اگر آتا تو میں اُسے محسوس کرلیتی۔ میرا دماغ حساس ہے، میں تین منٹ تک سانس روک لیتی ہوں۔"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا "بے شک میرا دماغ حساس ہے کوئی آئے گا تو مجھے فوراً خبر ہوجائے گی۔ مجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر نے ابھی جو دوا دی ہے اس سے خاصا آرام ہے، بخار کم ہوگیا ہے۔ میں آنکھیں بند کرکے سو جاؤں گی تو بخار بالکل ختم ہوجائے گا۔"

اُس نے آنکھیں بند کرلیں، اُسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اُس نے آنکھیں کھول کر ریسیور اُٹھایا۔ دوسری طرف سے باپ کی آواز سنائی دی "ہیلو جوری! کیسی ہو بیٹی؟"

"بخار کم ہورہا ہے پاپا! ابھی میں سونے جارہی تھی۔"

"تمہیں اب سکون سے نیند پوری کرنی چاہیے۔ تم پر سے بلا ٹل گئی ہے۔ سونیا نے کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مار ڈالا ہے۔ میری بیٹی محفوظ ہے۔ تمہاری ماما بہت خوش ہیں، تم سے باتیں کرنا چاہتی ہیں مگر تم جانتی ہو، ان حالات میں سرکاری طور پر صرف میں ہی تم سے باتیں کرسکتا ہوں۔ اچھا بیٹی! آرام کرو پھر باتیں ہوں گی۔"

وہ ریسیور رکھ کر پھر بستر پر چاروں شانے چت ہوگئی۔ آنکھوں کو بند کرلیا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اُسے

ایک منٹ کے اندر سُلا دیا پھر اُس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ اُس کا بخار کم ہو چکا تھا۔ اگر وہ نارمل ہو جاتی اور دماغی توانائی بحال ہو جاتی تو پھر وہ میرے قابو میں نہ آتی۔ میں نے موقع سے فائدہ اُٹھا کر اُسے معمولہ بنالیا۔

جب اُس کا دماغ پوری طرح میرے عمل کی گرفت میں آگیا تو میں نے پوچھا: "تمھارا نام کیا ہے؟"

اُس کے ہونٹ کھلے۔ وہ بولی: "جوڈا جوری۔"

"تمھارے باپ کا نام کیا ہے؟"

"کرنل جیکب وال برگ۔"

"تم ٹرانسفارمر مشین کے عمل سے کب گزری تھیں؟"

"چار ماہ پہلے۔"

"سونیا اور علی تیمور وغیرہ نے تمام ٹرانسفارمر مشینوں کو سال بھر پہلے تباہ کر دیا تھا پھر چار ماہ پہلے تم کس ٹرانسفارمر مشین سے گزری تھیں؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"کیا سُپر ماسٹر نے ایسی کوئی مشین چھپا کر رکھی ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"تم سُپر ماسٹر کے متعلق نہیں جانتیں، اپنے باپ کے متعلق کیا جانتی ہو؟"

"میرے پاپا فوج کے بااثر کرنل ہیں۔ انھوں نے مجھے ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے کے لیے سلیکشن بورڈ پر دباؤ ڈالا اور میں ٹیلی پیتھی سیکھ گئی۔"

میں نے کہا: "اپنے پاپا کے متعلق بتاتی رہو۔"

"میرے پاپا سلیکشن بورڈ کے ممبر ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ میری طرح اور کتنے لوگوں کو ٹیلی پیتھی سکھانے کے لیے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا ہے۔"

"کیا یہ بات تمھارے پاپا نے تمھیں بتائی؟"

"نہیں، وہ مُلکی رازوں کے معاملے میں بہت سخت ہیں۔ اُنھوں نے فوج اور سیاست سے تعلق رکھنے والی کوئی اہم بات کبھی میرے سامنے نہیں کی۔ میں ان کی لاڈلی بیٹی ہوں، صرف میری خاطر وہ ذرا اصول سے ہٹ گئے ہیں ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کی اہل نہیں تھی۔ پاپا نے در پردہ اپنے اثر و رسوخ سے مجھے یہ علم سکھا دیا۔ سیکھنے کے بعد میں نے پاپا سے کہا: 'میں آپ کے چور خیالات پڑھ کر ماما کو بتاؤں گی۔' وہ مُسکرا کے بولے: 'بیٹی! میں کرنل ہوں، یوگا کا ماہر ہوں، کوئی میرے اندر نہیں آسکے گا۔ تم بھی یہ خیال دل سے نکال دو۔'"

وہ کرنل جیکب وال برگ کے متعلق بتا رہی تھی۔ میں توجہ سے سُن رہا تھا۔ اُس نے کہا: "ایک دن پاپا بیمار پڑ گئے۔ ہم انسانوں کی فطرت ہے کہ ہمارے سامنے کوئی بہت زیادہ پُراسرار بنے تو اس کے متعلق تحریک پیدا ہوتی رہتی ہے۔ ہم اس کے اندر کی تمام باتیں معلوم کر لینا چاہتے ہیں۔ میں بھی چپ چاپ پاپا کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ اُن کے سینے میں بے شمار مُلکی اور فوجی راز چھُپے ہوئے تھے۔"

میں نے پوچھا: "تم اپنے پاپا کے دماغ سے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور اُن کی ہسٹری معلوم کی؟"

"ہاں! اُن کے دماغ میں کوئی سولہ نام تھے۔ مجھے وہ تمام نام یاد نہیں ہیں، صرف دو نام مجھے اس لیے یاد ہیں کہ ان میں سے ایک میرا منگیتر مِکی میتھو ہے اگرچہ وہ مجھے پسند نہیں ہے۔ پاپا کا خیال ہے میں اُسے پسند کرنے لگوں گی۔ دوسرا شخص ٹرائی سائنس لیبارٹری کا پروفیسر وارنر ہیگ ہے۔ میں پروفیسر ہیگ کے ساتھ لیبارٹری میں کام کر چکی ہوں۔"

میں نے حکم دیا: "تم صحت یاب ہو کر مِکی میتھو سے رابطہ قائم کرو گی۔"

"میں مِکی میتھو سے رابطہ کروں گی۔"

"پھر تم سائنس کا کوئی پیچیدہ مسئلہ حل کرنے کے لیے پروفیسر وارنر ہیگ سے رابطہ قائم کرو گی۔"

اُس نے وعدہ کیا وہ ایسا کرے گی۔ میں نے پوچھا: "تمھیں ملٹری ہاسٹل سے گھر جانے کی چھُٹی ملتی ہے؟"

"ہر تین ماہ کے بعد دو دن کی چھُٹی ملتی ہے۔"

"آئندہ کب چھُٹی ملے گی؟"

"تینوں ماہ پورے ہو چکے ہیں۔ میں دو دن کے لیے ماما پاپا کے پاس جانے والی تھی کہ بیمار پڑ گئی پھر سونیا کا خطرہ سر پر منڈلانے لگا۔"

"اسپتال سے چھُٹی ملنے کے بعد تم گھر جانے کی اجازت حاصل کرو گی۔"

اُس نے وعدہ کیا۔ میں نے حکم دیا: "تمھارا دماغ نارمل حالت میں بھی میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا اور تم بھول جاؤ گی کہ ایمبولنس میں کینی پال نے تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا۔"

میں نے دوسری تمام اہم باتیں اُس کے دماغ میں نقش کر دیں پھر اُسے تنویمی نیند پوری کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ کاٹیج میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ جوڈا جوری کے ذریعے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے مِکی میتھو اور پروفیسر وارنر ہیگ تک پہنچ جاؤں گا پھر وہ اپنے گھر جائے گی تو اس کے ذریعے اعصاب کمزور کرنے والی دوا کرنل وال برگ کے حلق تک پہنچاؤں گا۔ اس کے دماغ سے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے معلوم کر لوں گا۔ اس کے اندر چھُپے ہوئے اور بہت سے راز معلوم ہو سکتے ہیں لیکن اس کے بعد بھی بڑی دُشواریاں پیش آنے والی تھیں۔ اور وہ یہ کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے حسّاس دماغ کے حامل ہوں گے۔ ان کے اندر پہنچنا اتنا آسان نہیں ہوگا جتنی آسانی سے میں نے جوڈا جوری اور کینی پال کو ٹریپ کر لیا تھا۔

میں سوچنے لگا۔ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے جو ہماری اور دُنیا والوں کی نظروں سے چھُپے ہوئے ہیں اُن سے ابھی کسی کو نقصان نہیں پہنچ رہا ہے۔ وہ اُن ہتھیاروں کی طرح ہیں جو اسٹور میں خاموشی سے رکھے ہوئے ہیں۔ جب یہ ہمارے سامنے آئیں گے تو موت بن جائیں گے۔ شیطانوں کی خاموشی کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ انسان بن گئے ہیں۔ سُپر طاقتوں کے پاس جو بھی ہتھیار ہوتے ہیں وہ امن اور سلامتی کے لیے کبھی نہیں ہوتے۔

اُن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک ایک کر کے گھیرنے کی ضرورت تھی۔ ہزاروں میل دُور بیٹھ کر صرف خیال خوانی کے ذریعے ہر ایک کو ٹریپ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اُن سے نمٹنے کے لیے نیویارک اور واشنگٹن جانا ضروری تھا۔

ایسے وقت مجھے اپنا بیٹا علی تیمور یاد آیا۔ وہ نہایت ہی سنجیدگی اور ذہانت سے ٹیلی پیتھی جاننے والے دُشمنوں کو ایک ایک کر کے ٹھکانے لگا سکتا تھا۔ ذہن میں سوال پیدا ہوا: میں خود کیوں نہیں جا سکتا؟

میں صرف ایک وجہ سے جانا نہیں چاہتا تھا۔ میرے پاس اپنا پیدائشی چہرہ تھا۔ میں میک اپ کے بغیر آزادی سے گھومتا تھا اور کوئی مجھے فرہاد تسلیم نہیں کرتا تھا لیکن یہی چہرہ لے کر نیویارک وغیرہ جاؤں گا تو راتھ وُلف کو دیکھ کر دُشمن ہوشیار ہو جائیں گے۔ قدم قدم پر میری نگرانی ہوگی اور میں میک اپ میں رہنا نہیں چاہتا تھا اور پلاسٹک سرجری سے کوفت ہوتی تھی۔

میرے دماغ میں سوچ پیدا ہوئی: "پلاسٹک سرجری نہ سہی، عارضی میک اپ کیا جا سکتا ہے اور جب جی چاہے میک اپ تبدیل کیا جا سکتا ہے۔"

میں نے محسوس کیا، میرے دماغ میں یہ زبردستی کی سوچ پیدا ہو رہی ہے۔ ایسا محسوس کرتے ہی سُریلی ہنسی سنائی دی۔ میں ایک دم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ کئی معاملات پر اُلجھتے رہنے کے باعث میں اُن حسین آنکھوں کو بھول گیا تھا۔ جنھوں نے سب سے پہلے مجھے پاسکل بُوبا کا معمول بننے سے بچایا تھا لیکن بعد میں خود اپنا معمول بنا لیا تھا۔

خدا جانے وہ کون تھی، کہاں سے بلا کی طرح نازل ہو گئی تھی اور تنویمی عمل کے دوران نہ جانے کیسی کیسی باتیں میرے دماغ میں نقش کر دی تھیں، کیسے کیسے احکامات کا پابند بنا لیا تھا، مجھے یاد نہیں ہے کیونکہ معمول تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد عمل کی تفصیلات کو بھول جاتا ہے۔

میں نے پریشان ہو کر پوچھا: "تم!... کیا تم وہی ہو؟"

"ہاں وہی ہوں، اب میرا نام اور پتا نہ پوچھنا، تمھیں جوڈا جوری کے ذریعے خاصی معلومات حاصل ہو گئی ہیں۔"

مجھ پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ عورت جانے کب سے میرے اندر چھُپی ہوئی تھی۔ جوڈا جوری پر تنویمی عمل کرتے دیکھ رہی تھی اور جتنی معلومات میں نے حاصل کی تھیں ان سب کی وہ حصے دار بن گئی تھی۔ میں پوری طرح اُس کی مٹھی میں تھا۔ وہ جب چاہتی میرا کام بگاڑ سکتی تھی۔

گویا میں غلام بن گیا تھا۔ کوئی کام آزادی اور رازداری سے نہیں کر سکتا تھا۔ میں تنہائی میں صرف جیلینا کے ساتھ نہ ہوتا، وہ تیسری بھی ہمارے درمیان ہوتی اور ہمیں پتا نہ چلتا۔ میں نہایت رازداری سے کسی دُشمن کی شہ رگ تک پہنچنے کے لیے جاتا تو وہ میرے اندر موجود رہتی۔ وہ چاہتی تو میں دُشمنوں کو منہ توڑ جواب دیتا۔ اگر دُشمنوں سے اس کا سودا اور سمجھوتا ہوتا تو وہ میرے منصوبوں سے انھیں آگاہ کر دیتی۔ وہ میری زندگی میں پہلی عورت تھی جس نے مجھے مجبوریوں اور پابندیوں میں بُری طرح جکڑ لیا تھا۔ ایسی غلامی اور پابندیاں میں برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے آج تک کسی مصیبت کو زیادہ دیر خود پر مسلط رہنے نہیں دیا لیکن موجودہ مصیبت سے نجات حاصل کرنے کا فوری راستہ نہیں مل رہا تھا۔

ایسے وقت سونیا ہی یاد آتی ہے۔ وہی اپنی مکاریوں سے اُس عورت کو میرے دماغ سے بھگا سکتی ہے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ اُس کی رس بھری سوچ نے کہا: "کہاں جاؤ گے؟ تمھاری وہ نجات دہندہ بھی مجھے تمھارے دماغ سے نہیں نکال سکے گی۔"

میں نے پریشان ہو کر پوچھا: "تم کیا چاہتی ہو؟"

"تمھیں چاہتی ہوں۔"

"تمھاری چاہت کتنے دنوں کی ہے؟"

"میں اپنی آخری سانس تک تمھیں اپنا بنائے رکھوں گی۔"

"میں تمھیں پسند کروں یا نہ کروں، تم جبراً اپنا بنا کر رکھو گی؟"

"تم مجھے صرف پسند ہی نہیں کرو گے بلکہ میرے دیوانے ہوجاؤ گے۔ میں نے اپنے حسن کو اپنے جسم وجاں کو تمہارے لیے بچا کر رکھا ہے۔ اس میں سے ایک تنکا خرچ نہیں کیا ہے۔"

"تمہیں اپنے حسن اور اپنی شخصیت پر اتنا بھروسا ہے تو مجھ سے ملو۔"

وہ ہنسنے لگی۔ میں نے پوچھا "اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"میں تم سے باتیں کرنے کے دوران تمہارے چور خیالات بھی پڑھتی جارہی ہوں۔ تم سوچ رہے ہو، میں جیسے ہی تم سے ملنے آؤں گی تم میرا کام تمام کرکے ہمیشہ کے لیے مجھ سے نجات حاصل کرلو گے۔"

اتنا کہہ کر وہ پھر ہنسنے لگی۔ ہنستے ہنستے کہنے لگی "تم اپنے دماغ میں میری سوچ کے لب و لہجے کو سُن رہے ہو کیا ایک بار بھی تمہارے اندر یہ خیال پیدا ہُوا کہ میرے دماغ میں پہنچو، اگر جگہ ملے تو میرے اندر زلزلہ پیدا کردو؟"

وہ درست کہہ رہی تھی میرے اندر یہ تحریک پیدا نہیں ہورہی تھی۔ ابھی اس کے کہنے کے باوجود اس کے دماغ میں جانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ میں نے کہا "یہ تمہارے تنویمی عمل کا اثر ہے۔ میں اپنی تمام صلاحیتوں کو آزمانے کے بعد بھی تمہارے دماغ میں نہیں پہنچ سکوں گا۔"

"اسی طرح تم مجھے محبت سے ہاتھ لگا سکو گے لیکن مجھے نقصان پہنچانے کا خیال تک تمہارے دل میں نہیں آئے گا۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے خود کو محفوظ کرلیا ہے۔"

"ایسی بات ہے تو چھپتی کیوں ہو، سامنے آؤ۔"

"سامنا کرنے کے لیے تمہیں نیویارک آنا ہوگا۔ میں چاہتی ہُوں، تم علی تیمور کو یہاں نہ بھیجو، خود آؤ۔"

"میں تم پر کیسے بھروسا کروں۔ پتا نہیں تمہارا تعلق کس تنظیم سے ہے۔ میں وہاں سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو شکار کرنے جاؤں گا۔ تم اپنی تنظیم کے لیے مجھے شکار بنالو گی۔"

"یقین کرسکتے ہو تو کرلو۔ میرا تعلق کسی تنظیم سے نہیں ہے۔ بچپن سے میرے باپ نے میری راہنمائی کی۔ میں ریاضت کرتی رہی۔ ٹیلی پیتھی، ہپناٹزم، یوگا اور انسانی نفسیات کو سمجھنے کے علوم حاصل کرتی رہی۔ ان مقاصد کے لیے دن کو دن اور رات کو رات نہیں سمجھا۔ بیس برس کی عمر میں مجھے خیال خوانی آگئی۔ میرے بابا نے سمجھایا، میں خود کو دُنیا والوں پر ظاہر نہ کروں۔ اپنے نفس کو مارتی رہوں۔ فرہاد، رسونتی اور دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی دُور ہی دُور سے اسٹڈی کرتی رہوں تاکہ مجھے ہر ایک کے طریقۂ کار کا علم اچھی طرح ہوجائے اور میں کبھی ان کے زیرِ اثر نہ آؤں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "میں نے جوان ہوتے ہی جوانی کے جذبوں کو کچل دیا۔ آج میں تیس برس کی کنواری ہُوں۔ میں نفس کو مار کر ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کے علوم میں ان تمام تجربات سے گزرتی رہی ہوں، جن سے تم گزرتے رہے ہو۔ میں پچھلے دس برس سے کسی نہ کسی کو آلۂ کار بنا کر تمہارے قریب رہتی تھی اور تمہارے ایک ایک ہتھکنڈے کو اور چالیں چلنے کے انداز کو سیکھتی رہی ہوں۔ میں سونیا کے قریب رہ کر بھی بہت کچھ سیکھتی رہتی تھی۔ میں نے اپنے مرحوم بابا کی نصیحت پر عمل کرکے خوب فائدے اُٹھائے۔ ٹیلی پیتھی جاننے کے غرور میں خود کو کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ دس برس کچھ کم نہیں ہوتے۔ میں تجربات کی آگ میں پک کر کندن ہوگئی ہوں۔"

میں نے پوچھا "اب خود کو کیوں ظاہر کر رہی ہو؟"

اُس نے میرے اندر ایک گہری سانس لی پھر کہا "وہ دن میں بھلا نہیں سکتی جب مجھے تمہاری موت کی خبر ملی تھی۔ میں نے ہر طرح سے تصدیق کی۔ پتا چلا یہ کوئی ڈراما نہیں ہے، تم سچ مچ اللہ کو پیارے ہوگئے ہو۔ تب میرے اندر کی عورت نے کہا کہ میں بیوہ ہوچکی ہُوں، ایسی بیوہ جس نے کبھی سہاگ کا جوڑا نہیں پہنا، کبھی اپنے مرد کی سیج پر تو کیا اُس کے سائے میں بھی نہیں گئی۔ علوم حاصل کرنے اور تجربات کی آگ میں کندن بننے کے لیے اپنے جذبوں کو کچلتی رہی لیکن اندر ہی اندر اپنی نادانستگی میں فرہاد پر مرتی رہی۔ اب وہ فرہاد کہاں ملے گا؟ کہیں نہیں ملے گا، کبھی نہیں ملے گا۔ میں اپنی جوانی کے قیمتی لمحات کو قتل کرچکی ہُوں۔"

میں نے کہا "مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ تم پچھلے دس برس سے مجھ پر نظر رکھتی آئی ہو اور کسی نہ کسی آلۂ کار کے ذریعے میرے قریب آتی رہی ہو۔ کیا تم کسی عورت کو آلۂ کار بنا کر میری تنہائی میں آئی ہو؟"

"نہیں، میں نفس کو مار رہی تھی، ایسا نہیں کرسکتی تھی۔ بعد میں پچھتانے لگی۔ ایسا ہی ہوجاتا تو دل کو سمجھا لیتی کہ کسی طور تمہاری قربت حاصل ہوگئی۔"

"تمہیں میری حیاتِ نو کا علم کیسے ہُوا؟"

"تمہاری موت کے بعد میں نے سوچا، تمہاری فیملی کے کام آؤں گی۔ رسونتی کو اغوا کیا گیا تھا۔ سپر ماسٹر اُسے اپنی مٹھی میں رکھتے ہوئے اس ماں کے ذریعے اس کے دونوں بیٹوں پارس اور علی تیمور کو قتل کرانا چاہتا تھا۔ میں نے دوبار رسونتی کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی اور ناکام ہوتی رہی۔ تیسری

پہنچی تو اُس پر تنویمی عمل کیا جارہا تھا۔ وہ بڑی حد تک اُس کی معمولہ بن چکی تھی اور تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد ایک ہندو عورت کے روپ میں بیدار ہونے والی تھی۔ میں تنویمی عمل کے آخر میں مداخلت کرتی تو وہ دماغی مریضہ بن جاتی۔ میں نے انتظار کیا۔ جب وہ تنویمی نیند سونے لگی تو میں نے اُس کے دماغ میں اپنے طور پر عمل کیا۔ یہ میرے لیے ایک نیا تجربہ تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ پہلے عمل کے مطابق ایک ہندو عورت اور سپر ماسٹر کی وفادار بن گئی اور میرے عمل کے مطابق مجھے اپنے دماغ میں جگہ دینے لگی۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی تھی۔ جب وہ علی تیمور اور اعلیٰ بی بی کے ساتھ شمالی امریکا کی سرحد پار کرنے لگی تو تم اُسے مل گئے۔ میں حیران رہ گئی۔ تمہارے اپنوں کی طرح مجھے بھی یقین نہیں آیا کہ تم پھر سے زندہ ہوگئے ہو لیکن رسونتی کے اندر برابر رہتے ہوئے یقین ہونے لگا کہ تم وہی ہو جسے میں پائے بغیر کھو چکی تھی۔ میرا پیار، میرا جذبہ سچا تھا۔ تم میرے لیے دُنیا میں واپس آئے ہو۔"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہی پھر بولی "میری روداد بہت طویل ہے۔ میں اختصار سے کام لیتے ہوئے صرف وہ باتیں بتانا چاہتی ہُوں جنھیں سُن کر شاید تم مجھ پر اعتماد کرسکو۔ میں پچھلے اٹھارہ گھنٹوں سے جینا کے اندر چھپی ہوئی تھی۔ جب پاسکل ٹوبا نے اُس کے ذریعے تمہارے دماغ کو کمزور بنایا اور تمہارے اندر زلزلے پیدا کیے تو میں پہلی بار تمہارے اندر پہنچ گئی۔ وہ تمہارے چور خیالات پڑھ کر تمہاری حقیقت معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں تمہاری سوچ کے لہجے میں اسے جواب دینے لگی کہ میں برائن وُولف ہُوں۔ بابا صاحب کے ادارے سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے اور اچھی خاصی تربیت حاصل کرنے کے بعد میدانِ عمل میں آیا ہُوں۔"

میں نے قائل ہوکر کہا "واقعی تم نہ ہوتیں تو پاسکل ٹوبا معلوم کرلیتا کہ میں فرہاد ہُوں۔"

"اور آج تم اُس کے مطیع اور فرمانبردار ہوتے۔ وہ تنویمی عمل کے ذریعے تمہارے دماغ پر چھا جاتا۔"

"میں تمہارا احسان مانتا ہُوں لیکن احسان کے بدلے تم نے وہی دشمنی کی جو پاسکل کرنے والا تھا۔"

"میں دشمنی کرتی تو اپنے اشاروں پر نچانا شروع کردیتی۔ کیا ابھی تک میں نے تمہیں کوئی نقصان پہنچایا ہے؟"

"مجھ پر عمل کرنے کا مقصد کیا ہے؟"

"میں نے صرف تمہارے لیے زندگی کے تیس برس گزار دیے۔ آیندہ تم صرف میرے لیے زندہ رہو گے، کسی دوسری عورت کی تنہائی میں نہیں جاؤ گے۔"

"تم مجھے جبراً وفادار بنا کر رکھنا چاہتی ہو؟"

"ایک عورت جو اپنا سب کچھ تم پر لُٹا دیتی ہے، اس سے وفادار رہنے میں جبر کیسا؟ تم نے سونیا جیسی محبت کرنے والی عظیم عورت سے وفا نہیں کی۔ اپنے بچوں کی ماں رسونتی سے وفا نہیں کی۔ جب تم عورت کو اپنی ملکیت بناتے ہو، اُسے اپنے لیے ریزرو رکھتے ہو تو خود اُس عورت کے لیے ریزرو کیوں نہیں رہتے؟ کیا اپنی محبت کرنے والی سے وفاداری کرتے ہوئے مردانگی کو ٹھیس پہنچتی ہے؟"

"تمہاری تمام باتوں کا ایک ہی جواب ہے۔ نہ میں نے تم سے محبت کی ہے نہ تنہائی میں وقت گزار کر وفاداری کی قسم کھائی ہے پھر کیوں مجھے وفادار بنا کر رکھنا چاہتی ہو؟"

"اس لیے کہ تم مجھ سے محبت کرو گے، میری تنہائی میں آؤ گے۔"

"کیا تنویمی عمل کے سہارے مجھے محبت پر مجبور کرو گی؟"

"ہرگز نہیں، تم مجھے دیکھ کر خود ہی دیوانے ہوجاؤ گے۔ مجھے اپنی تنہائی میں بلاؤ گے۔"

"اگر میں نے ایسا نہ کیا اور تم سے دامن بچا لیا تو؟"

"تو میں ہمیشہ کے لیے تمہارے دماغ سے اور تمہاری دُنیا سے دُور چلی جاؤں گی۔"

"کیا تم خدا کو حاضر و ناظر جان کر زبان دے رہی ہو؟"

"میں خدا سے ڈرتی ہوں۔ اُسے حاضر و ناظر جان کر وعدہ کرتی ہُوں، اگر تم میرے سامنے آکے میرے ساتھ کچھ وقت گزار کر ثابت قدم رہے، مجھ سے محبت نہ کی اور مجھے اپنی تنہائی میں نہیں لے گئے تو میں تمہارے دماغ سے اپنا تنویمی عمل ختم کردوں گی۔"

میں نے خوش ہوکر کہا "تم نے میری حُسن پرستی اور عیاشی دیکھی ہے، میری قوتِ ارادی اور ثابت قدمی نہیں دیکھی۔ میں یقیناً یہ بازی جیتنے کے لیے نیویارک آؤں گا۔"

"کیسے آؤ گے؟ یہ جو تمہاری خواب گاہ میں سو رہی ہے اسے کہاں چھوڑو گے؟"

"میں اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا، اپنے ساتھ نیویارک لے جاؤں گا۔"

"تو پھر میں تمہارے دماغ سے کبھی نہیں جاؤں گی۔"

"کیوں نہیں جاؤ گی، ابھی تم نے زبانی معاہدہ کیا ہے۔"

"معاہدہ یہ معلوم کرنے کے لیے ہُوا تھا کہ تمہیں تنہائی میں میری ضرورت ہوگی یا نہیں؟ جب جینا تمہارے پاس رہا کرے گی تو تم میرے چیلنج سے محفوظ رہو گے۔ سیدھی سی بات

ہے، بھوکے ہوگئے تو میرے دسترخوان پر آ گئے۔"

وہ معقول دلیل پیش کر رہی تھی۔ میں نے بستر کے قریب آکر جینا کو دیکھا، وہ سو رہی تھی۔ نیند کی حالت میں اور زیادہ حسین اور معصوم دکھائی دے رہی تھی۔ میں عجیب مشکل میں پڑ گیا وہ اتنی بڑی دنیا میں تنہا تھی، اس کا کوئی نہیں تھا۔ اس کے آگے پیچھے دشمن ہی دشمن تھے۔ ایسی تنہا اور آفات میں گھری ہوئی لڑکی کو چھوڑ کر سات سمندر پار جانا نہ تو مردانگی ہوتی اور نہ ہی یہ انسانی عمل ہوتا۔

اور اگر میں اس کے مسائل حل کرنے اور دشمنوں سے نجات دلانے میں لگا رہتا تو وہ خیال خوانی کرنے والی میرے دماغ میں گھسی رہتی اور میں اُسے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اس سے نجات کا ایک ہی راستہ تھا کہ میں نیویارک جاؤں، اُسے دیکھوں اس کے حسن و شباب کو نظرانداز کروں، اُسے تنہائی میں اپنی ضرورت نہ بناؤں تو وہ اپنے وعدے کے مطابق میرا پیچھا چھوڑ دے گی۔

اور اگر وہ اپنا وعدہ پورا نہیں کرے گی تو میری تنہائی میں آکر دور جانے کے قابل نہیں رہے گی۔ اس کی گردن پر میری گرفت اتنی مضبوط ہوگی کہ وہ خیال خوانی کے لیے دوسری سانس نہیں لے سکے گی۔

لیکن یہ بعد کی باتیں تھیں۔ سوال ابھی کا تھا، ابھی مجھے کیا کرنا چاہیے۔

میرے اندر اس کی آواز ابھری: "ہاں یہ اہم سوال ہے، اچھی طرح سوچ لو۔ ابھی تمھیں جینا کے پاس رہنا ہے اور جب میرے پاس آؤ گے تو میری گردن دبوچ کر مجھے مار ڈالنا۔"

میں اس کی بات پر چونک گیا۔ اُس کے خلاف سوچتے ہوئے یہ یاد نہیں رہا تھا کہ وہ میرے دماغ میں بیٹھی ہوئی میرے چور خیالات پڑھ رہی ہے۔ وہ بولی: "فرہاد! بڑے افسوس کی بات ہے۔ میں نے تمھیں پاسکل کی غلامی سے بچایا۔ تمھیں ابھی تک ذرا بھی نقصان نہیں پہنچایا۔ ان احسانات کے بدلے تم میری جان لینے کی تدبیر سوچ رہے ہو۔ افسوس صد افسوس! میں جارہی ہوں کیونکہ تمھیں فرہاد علی تیمور مانتے ہوئے مجھے شرم آرہی ہے۔"

"واہ، شرم دلانے کا انداز خوب ہے۔ جبراً میرے اندر گھسی بیٹھی ہو، شرم تمھیں آنی چاہیے یا مجھے؟"

اُس نے جواب نہیں دیا۔ میں نے اُسے بارہا آواز دی۔ دوچار گالیاں بھی دیں تاکہ بھڑک کر بول اُٹھے لیکن وہ غصے میں سچ مچ جا چکی تھی۔ میں نے اطمینان کی سانس لی۔ جینا کے پاس بستر کے سرے پر بیٹھ کر اُسے دیکھا۔ اُس کے دماغ کو زیادہ دیر تک خالی نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔ وقفے وقفے سے اس کی ذہنی حالت کو سمجھتے رہنا ضروری تھا لیکن میں اس خیال خوانی کرنے والی سے معاملات طے کرنے میں اُلجھ گیا تھا۔ بات کچھ نہیں بن رہی تھی اور وقت کافی ضائع ہو گیا تھا۔ میں جینا کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ گہری نیند میں تھی۔ خواب میں دیکھ رہی تھی کہ وہ مارس کے ایک خفیہ ریکارڈ روم میں ہے۔ وہ ایک فائل کو بند کر کے ایک دراز میں رکھ رہی ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں پوچھا: "کیا یہ کس کی فائل ہے؟"

خواب میں اُس کے آس پاس فوجی افسران کھڑے ہوئے تھے۔ ایک افسر اُس فائل والے دراز کو لاک کر رہا تھا۔ وہ میرے سوال پر ذرا چونک گئی پھر افسران سے پوچھا: "ابھی کسی نے فائل کے متعلق پوچھا ہے؟"

ایک افسر نے کہا: "ہم میں سے کسی نے کچھ نہیں پوچھا۔"

شاید پاسکل تُو یا اُسے خواب دکھا رہا تھا اور خواب میں ایک اہم فائل کی یاد دلا رہا تھا۔ جینا نے وہ بھولی ہوئی فائل خواب میں پڑھی تھی۔ میں اُس کے دماغ میں اس وقت پہنچا تھا جب وہ فائل پڑھ چکی تھی اور اسے دراز میں رکھ چکی تھی۔ اب وہ اہم فائل کیا تھی اور کس سے تعلق رکھتی تھی، یہ میں جینا سے پوچھ کر ہی معلوم کر سکتا تھا۔

میں نے کہا: "جینا میں پوچھ رہا ہوں۔"

کسی نے کہا: "ڈولف تمھارا پیچھا کر رہا ہے۔ یہاں کے راز معلوم کرنا چاہتا ہے، اسے منہ توڑ جواب۔۔ جواب دو۔"

اُس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ جن بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں کو میں چومتا تھا، اُس نے ان آنکھوں سے گھور کر مجھے دیکھا۔ میں محبت سے اُس پر جھکا تو اُس نے خلاف توقع ایک اُلٹا ہاتھ میرے منہ پر رسید کیا۔ میں جھکتے جھکتے سیدھا ہوا پھر اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا اُس سے پہلے ہی وہ خونخوار شیرنی کی طرح اُچھل کر مجھ پر آئی دونوں ہاتھوں سے میرا گلا دبانا چاہتی تھی۔ میں نے اُسے سر پر اُچھال کر دوسری طرف پھینک دیا۔ پھینکتے وقت خیال رکھا وہ نرم بستر پر ہی گرے اور اُسے چوٹ نہ آئے۔

میں نے بستر کے سرے سے اُٹھ کر اُسے دیکھا۔ وہ ڈبل بیڈ کے ایک حصے میں چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں۔ میں نے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو حیران رہ گیا۔ وہ سو رہی تھی۔ اُس نے خواب میں مجھ پر حملہ کیا اور اب ریکارڈ روم کے افسروں سے کہہ رہی تھی: "میں نے اُسے منہ توڑ جواب دیا ہے۔ چلو۔"

پھر وہ افسروں کے آگے چلتی ہوئی ریکارڈ روم سے باہر جانے لگی۔ میں نے اس بار مداخلت نہیں کی۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ وہ ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی کے دو مختلف عملوں میں جکڑی ہوتی ہے۔ اُس نے سیکرٹ ایجنٹ جینا کی حیثیت سے برائن ڈولف پر حملہ کیا تھا۔ وہ برائن ڈولف میں ہی تھا۔ خواب اور خیال خوانی کی گرفت سے نکل کر مجھے دیکھتی تو کبھی حملہ نہ کرتی، گلے لگ جاتی۔

وہ افسران کے آگے چلتی ہوئی ایک ملٹری انٹیلی جنس کے دفتر میں آئی پھر ایک اعلیٰ افسر کے سامنے میز کی دوسری طرف بیٹھ گئی۔ اعلیٰ افسر نے پوچھا: "کیا وہ فائل پڑھ لی؟"

وہ بولی: "جی ہاں، اُس فائل میں پوری تفصیل سے لکھا ہوا ہے کہ فرہاد تنہائی میں عورتوں سے کس طرح پیار کرتا ہے؟ اُس کا انداز کیا ہوتا ہے؟ میں ایک ایک تفصیل پڑھ کر حیران ہو رہی تھی کیونکہ ڈولف کا بھی بالکل یہی انداز ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا: "اب سے دس برس پہلے ہماری دو سُراغ رساں لڑکیوں نے مختلف روپ میں فرہاد سے دوستی کی تھی۔ اس کے ساتھ وقت گزارنے کی ایک ایک بات تفصیل سے ڈائری میں لکھتی تھیں۔ اُن ڈائریوں سے ہم نے فرہاد کی سیکس ریکارڈ کی فائل تیار کی تھی۔ تمھارا دماغ بھی پاسکل کو جو تفصیلات بتاتا ہے اُسے بھی ریکارڈ کیا جارہا ہے۔ اگرچہ ہوس کے عمل میں تقریباً سبھی کا ملا جُلا انداز ہوتا ہے لیکن ہر مرد کے پیار کا انداز مختلف ہوتا ہے اور تمھارے بیان کے مطابق فرہاد اور ڈولف کا انداز ایک ہی ہے۔ ان کی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی بات ایک دوسرے سے ملتی ہے۔ دونوں میں ذرا سا بھی فرق نہیں ہے۔"

ایک افسر نے کہا: "سر! برائن ڈولف، بابا صاحب کے ادارے میں پچیس برس سے ٹریننگ حاصل کرتا رہا ہے۔ پچیس برس میں کوئی بھی فرہاد کی نقل کرتے کرتے ہوبہو فرہاد بن سکتا ہے۔"

"بے شک بن سکتا ہے، لیکن اندر کی ایسی باتیں جو صرف عورت جانتی ہے، وہ ہمیشہ آف دی ریکارڈ ہوتی ہیں۔ سونیا، رسوتی اور اعلیٰ بی بی وغیرہ بازاری عورتیں نہیں ہیں، انھوں نے اندر کی بات کبھی نہیں بتائی۔ اس لیے بابا صاحب کے ادارے میں فرہاد کا سیکس ریکارڈ نہیں ہے۔ سپر ماسٹر کے پاس ہو سکتا ہے۔ اُس نے بھی ہماری طرح لڑکیاں بھیج کر تنہائی کے معاملات کا ریکارڈ رکھا ہے۔ ڈولف کو ادارے میں ہر پہلو سے فرہاد بنایا گیا ہوگا۔ میرا خیال ہے، وہاں سے ٹریننگ حاصل کرنے کے دوران اس کے تعلقات سونیا، اعلیٰ بی بی یا پومی سے ہو گئے ہوں۔ ان میں سے کوئی ایک عورت بھی اس کی تنہائی میں آئی ہوگی، ضرور آئی ہوگی۔ تب ہی یہ ظاہر کے ساتھ باطن میں بھی مکمل فرہاد بن گیا ہے۔"

"سر! کبھی کبھی شبہ ہوتا ہے کہ فرہاد کی موت نہیں ہوئی تھی۔ وہ زندہ ہے، ہمیشہ کی طرح اُس کی موت کا ڈراما کھیلا گیا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا: "میں فرہاد کی آخری رسومات کے وقت وہاں موجود تھا۔ یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ فرہاد کی ڈمی کو دفن کیا گیا ہو لیکن چند اہم باتوں نے اس کی موت کی تصدیق کر دی۔ سب سے اہم بات یہ کہ شیخ الفارس غلام البرقی کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے، کبھی دھوکا نہیں دیتے تھے۔ انھوں نے فرہاد کی موت کی تصدیق کی۔ دوسرے یہ کہ اس کے مرتے ہی ہمیں جوجو کو اغوا کرنے کا موقع ملا۔ سپر ماسٹر، رسوتی کو اُڑا لے گیا۔ سونیا پہلی بار فوراً ایکشن میں نہیں آئی۔ پارس اور علی تیمور بھی باپ کی موت کا صدمہ برداشت نہیں کر پا رہے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے میں اور فرہاد کی فیملی میں جو کھلبلی مچ گئی تھی اور جس طرح وہ صدمات سے نڈھال تھے، اس سے فرہاد کی موت کا یقین ہو چکا تھا۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ ہم دھوکا کھا رہے ہیں اور فرہاد زندہ ہے تو وہ کہاں ہے؟ کیا ڈولف کو تم فرہاد کہو گے؟"

"سر! ڈولف کی ایک ایک حرکت سے یہی شبہ ہوتا ہے۔"

"اگر ڈولف ہی فرہاد ہوتا تو جینا سے پہلا دھوکا کھاتے ہی ہوشیار ہو جاتا۔ جینا نے اس کی چار مائنڈ فلمیں غائب کر دیں۔ اُسے پاسکل کا غلام بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ان حالات میں فرہاد اگر جینا کا دیوانہ ہوتا تب بھی عارضی طور پر اُسے خود سے دور کر دیتا۔ اُسے دوبارہ نارمل حالت میں حاصل کرنے کے لیے اس کا علاج کراتا۔ اس کے منفی عمل سے نجات حاصل کرنے کے لیے اس کا برین واش کر دیتا لیکن ڈولف ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ فرانس کی حکومت، بابا صاحب کے ادارے کے سربراہ فرہاد کی ہر بات کو آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لیتی تھی۔ ڈولف ابھی ان کے لیے قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ اگر وہ جینا کا برین واش کرنے کا کہے گا تو وہاں کے فوجی افسران تسلیم نہیں کریں گے کیونکہ وہ جینا سے اس کی حقیقت اُگلوانا چاہتے ہیں۔ اگر ڈولف نے برین واش کرایا تو اس کے دماغ سے سب کچھ مٹ جائے گا۔ فوجی افسران اُس سے کچھ نہیں اُگلوا سکیں گے۔"

جینانے اپنی کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر کہا "وہ فرہاد کی طرح ہے مگر فرہاد نہیں ہے اگر ہوتا تو فوجی اُس کی اجازت کے بغیر مجھے اُس کے کاٹیج سے گرفتار کرکے نہ لے جاتے اور ابھی میں اسی کے کاٹیج میں چھپی ہوئی ہوں، مجھے تلاش کرنے والے فوجی کسی وقت بھی آکر مجھے پھر گرفتار کرلیں گے۔ وُولف میرے لیے ان سے لڑ سکتا ہے لیکن فرہاد کی طرح فوجیوں کو حکم دے کر میری گرفتاری سے انھیں باز نہیں رکھ سکتا۔"

اعلیٰ افسر نے رسٹ واچ دیکھ کر کہا "جینا! ہمارے دماغی رابطے کا وقت ختم ہو رہا ہے۔ میں رخصت ہونے سے پہلے مشورہ دیتا ہوں، جتنی جلدی ہوسکے اُس کاٹیج سے فرار ہو جاؤ، دوبارہ فوجیوں کے ہاتھ نہ آؤ۔ ہم نہیں چاہتے کہ تمھارے دماغ کو بجلی کے جھٹکے پہنچائے جائیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی جینا کے دماغ سے خواب کا منظر گم ہوگیا۔ شاید اس اعلیٰ افسر کے کہنے کے مطابق دماغی رابطے کا وقت ختم ہوچکا تھا۔ بڑی حیرانی کی بات تھی۔ ٹیلی پیتھی کے بغیر جینا سے دوسرے افسران کا رابطہ کیسے قائم ہو رہا تھا؟ کیا پاسکل بُوبا اِدھر جینا کو خواب کے دوران ملٹری انٹیلی جنس کا دفتر اور وہاں کے افسران کو دکھا رہا تھا؟ جینا کی باتیں افسران تک اور افسران کی باتیں جینا تک پہنچا رہا تھا اور ان سب کو ملا کر خواب کا تسلسل قائم رکھے ہوئے تھا؟

شاید یہی بات تھی۔ اس طرح وہ جینا کے دماغ میں خفیہ فائل کی تحریر اور افسران کے چہرے یاد دلا رہا تھا۔ اب یہ سلسلہ ختم ہوگیا تھا۔ وہ خواب نہیں دیکھ رہی تھی اور خواب میں خود کو دیکھنے والی خطرناک جالباز سیکرٹ ایجنٹ نہیں تھی ـــ اب سحرزدہ رہنے والی ایک معصوم اور مظلوم لڑکی تھی اور بڑی میٹھی نیند سو رہی تھی۔

پاسکل نے اُسے خواب میں جو کچھ دکھایا، اس کا توڑ میرے پاس تھا۔ میں اسے دماغی جھٹکے پہنچا کر خواب کو مٹا سکتا تھا اور اُسے بھولی بسری باتیں یاد دلانے کے عمل کو جاری رکھ سکتا تھا۔ لیکن یہ جینا پر ظلم ہوتا۔ بے چاری دن رات دماغی چکروں میں اُلجھی رہتی تھی۔ نیند کے دوران اُسے پُرسکون رہنے کا موقع دینا چاہیے تھا۔

رات کا ایک بجا تھا۔ میں نے سوچا، مجھے بھی نیند پوری کرنی چاہیے۔ صبح اُٹھ کر پاسکل کے عمل کا توڑ کروں گا۔ میں نے اسٹیج بیڈ روم سے نکل کر دروازوں اور کھڑکیوں کو اچھی طرح دیکھا، وہ سب اندر سے بند تھے۔ میں نے دوسرے کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کیا تاکہ پاسکل، جینا کو آلۂ کار بنا کر مجھ پر حملہ نہ کرسکے۔ پھر میں بستر پر آکر آرام سے لیٹ گیا، دماغ کو ہدایات دیں، پھر نیند میں گم ہوتا چلا گیا۔

اب جو کچھ پیش آنے والا تھا، اُسے بیان کرنے سے پہلے ایک بات کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں۔ شیخ الفارس مرحوم ایک سچے دیندار بزرگ تھے۔ انھوں نے دُشمنوں سے بھی کبھی جھوٹ نہیں کہا۔ میری موت کی تصدیق کرنے سے پہلے انھوں نے مجھے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ فرہاد علی تیمور اپنی تمام خوبیوں اور خرابیوں سمیت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔ پھر مجھے نئی زندگی ملے گی، وہ صرف عبادتِ خداوندی اور خدمتِ خلق کے لیے ہوگی۔ میری پچھلی شخصیت کے ساتھ میرا نام بھی مر جائے گا۔ اگر زندگی کے کسی موڑ پر مجھ سے میرے خون کے رشتے بھی ملیں گے تو وہ مجھے پہچان نہیں سکیں گے اور میں اپنی پہچان کبھی نہیں کراؤں گا۔

اس سے صاف ظاہر تھا کہ فرہاد کی موت ہوچکی ہے اور ایک نیا دیندار شخص کسی شناخت کے بغیر ایک پاکیزہ زندگی گزارنے والا ہے۔ جھوٹ اُنھوں نے نہیں کہا تھا، ان سے نہیں ہوا تھا بلکہ میں نے دھوکا دیا۔ مرحوم کے اعتماد کو میں نے ٹھیس پہنچائی۔ آج یا کل دُنیا والوں کو معلوم ہوگا کہ فرہاد علی تیمور زندہ ہے تو لوگ ایک عظیم بزرگ ہستی کو جھوٹا سمجھیں گے۔ ساری دُنیا کو یہ نہیں سمجھایا جاسکتا کہ وہ سچے تھے۔ میں ہی فطرت میں حسن پرست تھا۔ دین سے پھر کر دُنیا کی طرف لوٹ آیا تھا۔

میں نے زندگی میں کچھ نیکیاں کیں، کچھ گناہ کیے لیکن ایک سچے عالمِ دین کی شخصیت پر دھبّا لگا کر جو بدترین گناہ کیا ہے اس کے لیے خدا مجھے معاف نہیں کرے گا پھر بھی میں اس اعتماد سے معافی مانگتا رہوں گا کہ وہ غفور الرحیم گناہگاروں ہی کو معاف کرتا ہے۔

میں نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ صبح چھ بجے آنکھ کھل جائے۔ شدید سردی کا موسم تھا۔ صبح چھ بجے بھی اندھیرا رہتا تھا لیکن میری ہدایت کے خلاف کوئی ساڑھے تین بجے آنکھ کھل گئی۔

میری حسن پرستی مجھے دین سے دُنیا کی طرف لائی اور یہ میرے لیے عذاب بنتی جارہی تھی۔ میں نے آنکھ کھلتے ہی حسن و شباب کی ایک مُورت دیکھی۔ وہ میری نگاہوں کے سامنے مسکرا رہی تھی۔ بہت ہی دھیمے رقص کے انداز میں کبھی اِدھر ہوتی تھی کبھی اُدھر ہوجاتی تھی۔ یوں ہر زاویے سے اپنا جلوہ دکھا رہی تھی۔ میں اُسے دیکھ دیکھ کر اپنے آپ کو ڈھونڈتا جا رہا تھا۔ پتا نہیں وہ ایسی ہی بے مثال حسن و شباب کی ملکہ تھی یا میری نیند میں بھیگی ہوئی آنکھوں کے باعث حسن کا شاہکار لگ رہی تھی۔

میں کچھ کہنا چاہتا تھا مگر کہہ نہیں پا رہا تھا۔ دماغ سمجھا رہا تھا کہ دیکھنے کے لیے سب کچھ ہو، نظارہ بھرپور ہو تو کہنے کے لیے کچھ نہیں رہ جاتا لہٰذا لب نہ کھولو، صرف آنکھیں کھلی رکھو۔ اس خاموشی میں گنگناتی ہوئی تنہائی کہہ رہی تھی، جلوہ دکھائے گی وہ، نظارہ لُوٹو گے تم ... پھر وہ بولی "تم ... تم جھوٹے اور بے ایمان ہو۔ تم نے ایک ایمان والے بزرگ کی سچائی کو دھبّا لگایا ہے اور یہ دھبّا ہماری خاطر لگایا ہے۔ ہم عورتوں کی جوانی تمھیں للچاتی ہے۔ ہمارا حسن تمھیں مومن سے کافر بناتا ہے پھر تو ہم عورتیں بُری ہیں۔ تم شیخ الفارس مرحوم کے اعتماد کو ٹھیس پہنچا کر بھی معصوم ہو۔ تم جیسے کمزور دماغ، کمزور اخلاق اور کمزور ارادے والے بزرگانِ دین کے سیدھے راستوں کو چھوڑ کر ہماری طرف پھسل پڑتے ہیں تو پھر آؤ پھسلتے رہو۔"

اگر کوئی ہمیں الزام دیتا ہے تو ہم اپنی صفائی میں کچھ نہ کچھ جواب دے دیتے ہیں مگر الزام درست ہو تو جواب بن نہیں پڑتا۔ گناہ ہم کرتے ہیں اور الزام عورت کو دیتے ہیں کہ وہ بہکاتی ہے۔ ٹھیک ہے وہ بہکانے کا گناہ کرتی ہے، اس کا گناہ اس کے سر۔ ہمیں تو اپنے گناہوں کا حساب کرنا چاہیے۔ ہماری سزا ہمیں ملے گی، حسین عورتوں کو نہیں ملے گی۔

وہ نہایت دیدہ زیب لباس پہنے ہوئے تھی۔ لباس اس کے بدن کے نشیب و فراز پر ایسے اترتا چڑھتا گیا تھا جیسے اسی بدن پر رکھ کر تراشا گیا ہو۔ وہ میری طرف آتی ہوئی اور بدن کے زاویے بدلتی ہوئی قریب پہنچ گئی پھر بولی "تم نے مجھے دور سے دیکھا، اب قریب سے دیکھو۔"

وہ مجھ پر جھک گئی۔ اس کا چہرہ میری آنکھوں کے بالکل سامنے آگیا۔ چہرہ کیا تھا، کھلتا ہوا گلاب تھا۔ صبح کی پہلی کرن کی طرح آنکھ کھولنے والا تازہ نوبہار چہرہ جس میں کوئی ہلکا سا داغ دھبّا یا برائے نام نقص بھی نہیں تھا۔ جب کوئی ہزاروں سال تک اپنی آنکھوں کی بے نوری پر روتا ہے تب کہیں ایسے نور پُرنور چہرے کی دید سے آنکھیں روشن ہوتی ہیں۔

وہ دھیمی سرگوشی میں بولی "یہ میں ہوں، بتاؤ کیسی ہوں؟"

بڑی دیر بعد میرے لب ہلے، میں نے کہا "توبہ کو توڑنے والی حسن اور عزائم کو توڑنے پھوڑنے والی جوانی ہے۔"

اس نے کہا "میں اخلاقی کمزوری ہوں، مجھے ٹھکرا دو۔"

میں نے کہا "مجھے زندگی نے ٹھکرا دیا تھا، موت نے اندھیرے میں دھکیل دیا تھا۔ میں تمھارے لیے لوٹ آیا ہوں، تمھیں ٹھکرا نہیں سکتا۔"

وہ مجھ پر جھکی ہوئی تھی پھر سیدھی کھڑی ہوگئی۔ سینہ تان کر بولی "مگر میں تمھاری ٹھوکروں میں نہیں رہوں گی۔"

"میں تمھیں اپنے قدموں سے نہیں، دھڑکنوں سے لگائے رکھوں گا۔"

"تم ہرجائی ہو۔ ابھی مجھ پر منڈلاؤ گے پھر کسی اور پھول کی طرف اُڑ جاؤ گے۔"

وہ جانے لگی۔ میں نے کہا "رُک جاؤ، میں تمھیں چاہتا ہوں۔ میرا دل تمھاری طرف کھنچا جا رہا ہے۔ میں تمھاری زندگی میں آؤں گا تو پھر تمھیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"

وہ دروازے کے پاس رُک گئی۔ اس نے وہاں سے پلٹ کر دیکھا پھر مسکرا کر کہا "جلدی کیا ہے؟ آرام سے آنکھیں بند کرو اور اپنے جذباتی فیصلے پر نظرِ ثانی کرو۔ جب تم دل سے یقین کرلو کہ مجھ سے صرف محبت ہی نہیں وفاداری بھی کرو گے تو میرے پاس چلے آنا۔"

وہ پلٹ کر چلی گئی۔ میں نے اُسے حاصل کرنے کا آخری فیصلہ کرنے کے لیے آنکھیں بند کرلیں۔ میں اس معاملے پر غور کرنا چاہتا تھا لیکن میری آنکھ لگ گئی۔ میں گہری نیند میں ڈوب گیا۔ میں نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ صبح چھ بجے آنکھ کھل

جا گئے۔ جب میری آنکھ کھلی تو ٹھیک چھ بجے تھے۔ اس سے پہلے شاید میند اُچاٹ ہوئی تھی یا میں نے خواب میں اُس حسینہ کو دیکھا تھا۔ آنکھ کھلنے پر وہ خواب ہی لگ رہا تھا۔

میں بستر پر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ دروازے پر نظر پڑی تو حیران رہ گیا۔ میں نے اُسے اندر سے بند کیا تھا تاکہ جینا، دشمن کی آلۂ کار بن کر مجھ پر حملہ کرنے نہ آئے لیکن وہ دروازہ کھلا ہُوا تھا۔ میں بستر سے اُتر کر تیزی سے چلتا ہُوا بیڈ روم کے باہر آیا۔ اُسی وقت پورے کاٹیج میں تاریکی چھا گئی۔ صبح کے چھ بجے تھے مگر سردی غضب کی تھی۔ اتنی دُھند چھائی ہوئی تھی کہ دن کی ہلکی سی روشنی بھی کاٹیج میں نہیں پہنچ رہی تھی۔ میں نے سخت لہجے میں پوچھا "کون ہے؟"

میں نے سوال کرتے ہی پوزیشن بدل دی تھی تاکہ میری آواز کی سمت ہونے والا حملہ ناکام ہو جائے۔ میرا خیال تھا کہ کسی نے مین سوئچ آف کیا ہے۔ میں محتاط انداز میں دبے قدموں چلتا ہُوا کاٹیج کے بیرونی دروازے کے پاس آیا۔ وہ دروازہ کھلا ہُوا تھا۔ یعنی اندر سے کوئی باہر گیا تھا یا باہر سے کوئی اندر آیا تھا۔ کچھ بھی ہو... میں کھلے ہوئے کاٹیج میں محفوظ نہیں تھا۔

میں تھوڑی دیر تک دیوار سے لگا تاریکی میں کھڑا رہا پھر جلدی سے دروازے کو بند کر دیا۔ اگر کوئی کاٹیج کے اندر چھپا ہوگا تو باہر نہیں جا سکے گا۔ یوں سوچا جائے تو گھر کا بھیدی لنکا ڈھاتا ہے اور گھر میں ایک جینا ہی تھی، وہی اندر سے بند ہونے والے دروازوں کو کھول سکتی تھی۔ میں فرش پر بیٹھ گیا۔ چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتا ہُوا جینا کے بیڈ روم کی طرف جانے لگا۔ میں نے اب تک کی تمام عمر کبھی اُجالے میں اور کبھی اندھیرے میں جدوجہد کرتے ہوئے گزاری ہے۔ اگر کوئی تاریکی میں آہستگی سے سانسیں لے رہا ہو تو وہ سانسیں بھی مجھے چونکا دیتی ہیں۔ میں تجربات کے مطابق سمجھ رہا تھا کہ میرے آس پاس کوئی چھپا ہوا نہیں ہے پھر بھی میں محتاط انداز میں رینگتا ہُوا جینا کے بیڈ روم کے دروازے تک پہنچ گیا۔

دروازہ کھلا ہُوا تھا۔ میں نے دیوار کی آڑ میں رہ کر آواز دی "جینا!"

اُس کی آواز بستر پر سے آئی "میں یہاں ہُوں لیکن میرے پاس نہ آنا۔"

"مجھے کیوں نہیں آنا چاہیے؟"

"اس لیے کہ میں وہ نہیں ہوں جسے تم جانتے ہو۔ تم نے میرے دماغ میں جھانک کر میری اصلیت دیکھی ہے۔ میں ماسکو کے خفیہ ریکارڈ روم میں افسروں سے باتیں کر رہی تھی۔ تمہیں یقین ہو جانا چاہیے کہ میں ایک سیکرٹ ایجنٹ ہُوں۔ میں فولادی پہروں سے گزر کر پیچیدہ تالوں کو توڑ کر بڑے بڑے ملکوں کے ہم راز چُرا لیا کرتی ہُوں اور اب تمہارے اندر چھپے ہوئے فرہاد کو نکال کر ساری دُنیا میں تہلکہ مچانے والی ہُوں۔"

میں نے پوچھا "تم گہری نیند میں خواب دیکھ رہی تھیں۔ تمہیں کیسے معلوم ہُوا کہ میں تمہارے دماغ میں جھانک رہا تھا؟"

"یہ بات مجھے ایک عورت نے بتائی ہے۔"

"کس عورت نے؟"

"وہی جو تمہارے دماغ میں رہتی ہے۔" میں نے پوچھا "تم کون ہو؟" وہ بولی "میں سایہ ہُوں۔"

میں نے شکست خوردہ انداز میں کہا "ہاں، وہ میرے ساتھ سائے کی طرح لگی رہتی ہے۔ مجھے بتاؤ، وہ تم سے اور کیا کہہ رہی تھی؟"

تاریکی میں اُس کی آواز پھر اُبھری "وہ جو تمہارا سایہ ہے، وہ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ وہ مجھ جیسی سیکرٹ ایجنٹ کو ناکام بنا دے گی۔ تمہارے اندر سے چھپے ہوئے فرہاد کو باہر نکلنے نہیں دے گی۔ دراصل برائن ڈولف ایک خول ہے، ایک قبر ہے جس کے اندر فرہاد ہمیشہ دفن رہے گا۔ اگر وہ قبر سے نکل کر دُنیا والوں پر ظاہر ہوگا تو ایک معتبر عالم دین کی سچائی پر حرف آئے گا۔ وہ میرے ذریعے تمہیں ظاہر نہیں ہونے دے گی۔"

میں نے پوچھا "وہ تمہیں کیسے روکے گی؟"

"اُس نے روک دیا ہے۔ مجھے تم سے بہت دُور کر دیا ہے۔ ابھی جب تم سو رہے تھے تو وہ مجھے نیند کی حالت میں چلاتی ہوئی کاٹیج کے باہر لے گئی تھی۔ باہر ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ گاڑی مجھے کہاں لے گئی ہے، میں نہیں جانتی۔ ابھی میں گہری تاریکی میں ہُوں۔"

میں نے کمرے میں قدم رکھا اور بستر کی جانب بڑھتے ہوئے کہا "نہیں جینا! یہ تم نیند میں کہہ رہی ہو۔ تم مجھ سے دُور نہیں ہو۔ یہاں بستر پر موجود ہو۔"

وہ اندھیرے میں چیخ کر بولی "جینا موجود نہیں ہے۔ تمہارے آس پاس کسی ایسے وجود کو نہیں رہنے دوں گی، کسی ایسے شاطر کو نہیں آنے دوں گی جو تمہیں بے نقاب کرکے شیخ الفارس مرحوم کی سچائی کو جھوٹ میں بدلنا چاہے گا۔"

یکبارگی بجلی واپس آ گئی۔ کمرا روشن ہو گیا۔ میں دیدہ حیرت سے بستر پر اُسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

وہ دراصل وہ نہیں تھی بلکہ وہ تھی۔

وہ دراصل جینا نہیں تھی بلکہ وہ تھی۔

جی ہاں، اب میں کیا بتاؤں کہ اُس 'وہ' کا کیا نام تھا۔ جب کسی کا نام نہیں جانتے تو اُسے وہ یا یہ کہتے ہیں۔ میں اس عورت کا نام نہیں جانتا تھا جو میرے دماغ پر قبضہ جما کر بیٹھ گئی تھی اور میرے اندر انقلاب لانے کی تدبیر پر عمل کر رہی تھی۔ جو کام شیخ الفارس مرحوم محبت اور نصیحت سے نہ کر سکے تھے، اُسے وہ جبر سے کر رہی تھی۔

ایک پتے کی بات ہے۔ محبت اور نصیحت سے کسی کی عادت کو بدلا جا سکتا ہے مگر فطرت کو کبھی بدلا نہیں جا سکتا۔ کسی سرکش اور فولادی عزم رکھنے والے کو زنجیریں پہنا کر غلام نہیں بنایا جا سکتا۔ اُسے کوڑے مارو، اُس کی ہڈیاں توڑ دو، اس کا خون نچوڑ لو۔ اس کے اندر سے ساری توانائیاں نکال لو تب بھی وہ دم توڑتے ہوئے غلامی سے انکار کرے گا کیونکہ اُس کی فطرت میں غلامی نہیں لکھی گئی۔ اس لیے فطرت کو کسی طور بدلا نہیں جا سکتا۔ کاتب تقدیر نے میری فطرت میں غلامی نہیں لکھی ہے پھر وہ عورت مجھے اپنا محکوم کیسے بنا سکتی تھی؟

مانا کہ اس کے ارادے نیک تھے مگر کسی کو غلام اور محکوم بنا کر نیکی نہیں کی جا سکتی۔ یہ نیکی ایسی نماز کی طرح ہے جیسے ڈاکو اور اسمگلر پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں چوری ہمارا پیشہ اور نماز ہمارا فرض ہے۔ غلط طرز عمل سے سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن نماز اور نیکی نہیں ہو سکتی۔

اور وہ میرے سامنے بستر پر کافرانہ انداز میں پڑی ہوئی تھی اور سچ مچ پڑی ہوئی چیز تھی، میں جدھر سے چاہتا، اُدھر سے اُٹھا لیتا۔ وہ 'نہ' کہنے والی نہیں تھی۔ اپنی دانست میں نیک ارادے سے آئی تھی جبکہ نیکی بیڈ روم سے کبھی شروع نہیں ہوتی۔

میں نے نیند کے دوران آنکھ کھلنے پر جس حسینہ کو دیکھا تھا، یہ وہی تھی، وہی دیدہ زیب لباس پہنے ہوئے بے حس و حرکت لیٹی ہوئی تھی اور اس کے لبوں پر کوئی بات نہ تھی۔ ان حالات میں عورت زبان سے کچھ نہیں کہتی پھر بھی سب کچھ سمجھا دیتی ہے۔

میں جذبات کے دھارے میں بہہ گیا۔ جب سنبھلا تو غصہ دکھانے کے انداز میں پوچھا "جینا کہاں ہے؟"

"وہ جہاں سے آئی تھی، وہیں چلی گئی ہے۔"

"کہاں چلی گئی ہے؟ وہ مجھے چھوڑ کر کبھی نہیں جا سکتی۔"

"ہاں، وہ تمہیں چھوڑ کر کبھی نہ جاتی۔ اس لیے میں نے اُسے روانہ کر دیا۔ جب تم سو رہے تھے، تب پاسکل بُوبا اُس کے دماغ میں آیا تھا۔ میں نے اُسے مخاطب کرکے کہا۔ اگر جینا کی زندگی چاہتے ہو تو اسے واپس لے جاؤ۔ ورنہ یہ صبح سے پہلے فوجیوں کے انڈر گراؤنڈ قید خانے میں پہنچا دی جائے گی۔ ڈولف اسے رہائی نہیں دلا سکے گا۔ سونیا اور بابا صاحب کے ادارے والے اُسے جینا کے عشق میں بغاوت کرنے نہیں دیں گے۔ میری بات سُن کر جانتے ہو پاسکل نے کیا جواب دیا تھا؟"

"تم کہنا چاہتی ہو، وہ جواب میں یہاں آ کر جینا کو لے گیا؟"

"نہیں، اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ ماسکو میں یہی چاہتا ہے کہ ڈولف زیادہ سے زیادہ جینا کا دیوانہ ہو جائے۔ اُس کے عشق میں بغاوت کرے۔ بابا صاحب کے ادارے کے اثر سے نکلے اور جینا کے ساتھ ہمارے پاس چلا آئے۔"

"میں اتنا نادان نہیں ہوں۔"

"عشق میں دانائی نہیں رہتی۔ یہی سوچ کر میں نے یہاں کے اعلیٰ فوجی افسر کو بتایا کہ جہاں ان کے جاسوس سوچ بھی نہیں سکتے، وہاں جینا چھُپی ہوئی ہے۔ اگر ابھی آ جائیں تو اُس سیکرٹ ایجنٹ حسینہ کو گرفتار کر سکتے ہیں۔ لہٰذا وہ اپنی گاڑیوں میں آئے۔ میں جینا کو نیند میں چلاتی ہوئی کاٹیج کے باہر لے گئی پھر اُسے فوجیوں کے حوالے کر دیا۔"

میں نے شدید غصے کے عالم میں اسے کاٹیج سے نکال دیا مگر افسوس اپنے دماغ سے نہیں نکال سکتا تھا۔

میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ رسونتی کے پاس

پہنچ گیا۔ وہ بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ باباصاحب کے ادارے میں بڑی کامیابی سے علاج ہو رہا تھا۔ وہ نارمل ہو گئی تھی۔ اسے ماضی کی تمام باتیں یاد آ گئی تھیں۔ اُسے میری آمد کی خبر نہیں تھی۔ کیونکہ دماغ ابھی کمزور تھا۔ نہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتی تھی، نہ ہی خیال خوانی کے قابل تھی۔

میں مایوس ہو کر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میں نے سوچا تھا رسونتی کو اس ساحرہ کے متعلق بتاؤں گا پھر کہوں گا کہ وہ مجھ پر تنویمی عمل کر کے میرے دماغ کو اس طرح لاک کر دے کہ اس ساحرہ کو بھی میرے اندر آنے کا راستہ نہ ملے۔

افسوس! رسونتی مجھے اس سے نجات نہیں دلا سکتی تھی۔ ہماری ٹیم میں اور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اور تنویمی عمل کرنے والا نہیں تھا۔ ویسے میں کئی تنویمی عمل کرنے والوں کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اُن کی خدمات حاصل کر سکتا تھا لیکن وہ مجھے معمول بنانے کے بعد اُس ساحرہ کی طرح اپنا محکوم بھی بنا سکتے تھے۔

میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "شاباش فرہاد! تم نے جینا کو ملٹری انٹیلی جنس کے حوالے کر کے ثابت کر دیا ہے کہ تم حسن پرست ہو مگر مروانے نہیں ہو۔"

میں نے تعجب سے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ جینا کو میں نے نہیں اس ساحرہ نے ملٹری انٹیلی جنس کے حوالے کیا ہے۔ اس عورت نے میرے دماغ کو بُری طرح جکڑ لیا ہے۔ میں اس کا محکوم اور غلام بن کر نہیں رہوں گا۔ پلیز میرے لیے کچھ کرو۔"

اس نے پوچھا "کیا ابھی وہ تمھارے دماغ میں نہیں ہے؟"

"نہیں ہے۔"

"تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"بھئی! میں ٹوائلٹ میں ہوں۔"

"پھر تو یقین کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اب وہ تمھارے دماغ میں آنے والی ہو گی اور جب آئے گی تو تمھارے چور خیالات اُسے بتا دیں گے کہ تم آیندہ ٹوائلٹ جانے کے بہانے کسی سے خود پر تنویمی عمل کرا سکتے ہو۔"

"ہاں میں اُسے چور خیالات پڑھنے سے روک نہیں سکوں گا۔ وہ کب آتی ہے اور کب جاتی ہے، مجھے محسوس تک نہیں ہوتا۔"

"یہ بتاؤ اُس سے اب تک کیا نقصان پہنچا ہے؟"

"سب سے بڑا اور ناقابلِ برداشت نقصان یہی ہے کہ وہ میرے دماغ پر قبضہ جما چکی ہے۔"

"یہ تو ہو چکا ہے۔ کوئی دوسرا نقصان بتاؤ۔"

"اور کوئی نقصان نہیں ہے۔ وہ خود کو بہترین دوست ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔"

"دوستی کا ثبوت کیسے دے رہی ہے؟"

"اس نے پاسکل بُوبا کے تنویمی عمل سے مجھے بچایا ہے ورنہ آج میں پاسکل اور ماسک مین کا محکوم ہوتا۔"

سونیا نے کہا "اُس نے صرف دوستی کا ثبوت نہیں بلکہ تم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ تم نے اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے۔ اُس کا بیک گراؤنڈ کیا ہے اور وہ کیا چاہتی ہے؟"

"وہ جب مجھ سے مخاطب ہوتی ہے تو میں سوالات کرتا رہ جاتا ہوں وہ پچھلے چھ گھنٹے سے میرے ساتھ تھی۔ میں اس کی پٹائی کرنا چاہتا تھا، نہ کر سکا۔ اسے پکڑ کر بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا مگر وہ کب یہاں سے گئی مجھے خبر نہ ہوئی۔"

"اچھا تو تمھارے ساتھ چھ گھنٹے تک تھی۔ اس کا مطلب ہے وہ حسین اور دل نشین ہے۔ وہ تم سے کیا چاہتی ہے یہ اس کی چھ گھنٹے کی رفاقت سے معلوم ہو گیا۔"

"تم نہیں سمجھیں وہ کیا چاہتی ہے۔"

"تم سمجھا دو۔"

"وہ کہتی ہے اپنے سوا کسی دوسری عورت کو میری تنہائی میں نہیں آنے دے گی۔ اسی لیے اس نے جینا کو مجھ سے دور کر دیا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے وہ میری حسن پرستی اور ہوس پرستی کو ختم کر دے گی۔"

"یہ تو بے چارے شیخ الفارس مرحوم بھی نہ کر سکے۔"

"مجھے طعنے نہ دو۔ اس کی باتوں سے پتا چلتا ہے وہ شیخ الفارس مرحوم کی عقیدت مند ہے۔ اس کا یہ عزم ہے کہ مجھے فرہاد کی حیثیت سے ظاہر نہیں ہونے دے گی۔ مرحوم نے میری موت کی تصدیق کی تھی۔ اس صداقت پر حرف نہیں آنا چاہیے۔ جینا جیسی دشمن کی آلۂ کار میری رفاقت کی تفصیلات بیان کرے گی تو میں اسی طرح فرہاد تسلیم کیا جاؤں گا جس طرح تم نے میری مخصوص بُو سے مجھے پہچان کر تسلیم کیا تھا۔"

سونیا نے کہا "جو عورت تمھارے دماغ پر حاوی ہے وہ ذہین اور معاملہ فہم ہے۔ اس کی باتوں اور حرکتوں سے دوستی کا یقین ہوتا ہے۔"

"کیا دماغ پر جبراً قبضہ جمانا دوستی ہے؟"

"تم ایک عالمِ دین کے بیان کو جھٹلا کر کون سی دوستی محبت اور عقیدت کا ثبوت دے رہے ہو؟"

"میں اُس عورت کو برداشت نہیں کروں گا۔"

"نہ کرو۔ دماغ سے نکال سکتے ہو تو نکال دو۔"

"تم اس سلسلے میں تعاون نہیں کرو گی؟"

"یہ معاملہ ہمارے ایک عظیم دینی راہنما کے بیان کی سچائی کا ہے۔ جب انھوں نے کہہ دیا تھا کہ تم مر چکے ہو، تمھارے ساتھ تمام ...ںیاں اور سُپر طاقتوں سے جاری رہنے والی تمام عداوتیں مر چکی ...ہیں تو ان سب کو مر ہی جانا چاہیے تھا۔ تمھیں ایک دین دار اور عبادت گزار کی حیثیت سے باقی زندگی کو گزارنا چاہیے تھا۔ جب تمھارا نام فرہاد نہ ہوتا تمھارا عمل فرہاد جیسا نہ ہوتا تو شیخ الفارس مرحوم کا بیان درست ہو جاتا لیکن تم نئی زندگی حاصل کرنے کے بعد ایک بزرگ کے بیان کی نفی کر رہے ہو۔ ایک دن اپنی حرکتوں کے باعث فرہاد تسلیم کیے جاؤ گے۔ رسونتی بیوی کی حیثیت سے تمھیں اپنا پابند نہیں بنا سکتی۔ میں اپنی ساری محبتیں اور اپنی زندگی کے تمام قیمتی لمحات دے کر بھی تمھیں ہوس پرستی سے باز نہیں رکھ سکتی۔ اب ایک آخری راستہ جبر کا رہ گیا ہے۔ وہ عورت اگر تمھیں جبر سے اور معقول پابندیوں سے انسان بنا سکے تو یہ اُس کا بہت بڑا کارنامہ ہو گا۔"

"تم اس کی حمایت کر رہی ہو؟ مجھے مجبوری اور بے بسی کے گرداب میں چھوڑ رہی ہو؟"

وہ بولی "سونیا نے کبھی بُرے وقت میں تمھارا ساتھ نہیں چھوڑا۔ جب بھی اُس عورت کی کسی حرکت سے دشمنی کی بُو آئے تو مجھے آواز دینا۔ میں اسے تمھارے دماغ سے تو کیا دُنیا سے نکال دوں گی۔"

"مجھے تمھاری دوستی اور تعاون کی ضرورت نہیں ہے۔ میں فرہاد ہوں۔ میں نے تنہا بڑے بڑے معرکے سر کیے ہیں۔ اگر تم مجھے ایک عورت کے شکنجے میں دیکھ کر مطمئن ہو تو تمھاری ایسی کی تیسی۔ آج سے ہمارے راستے الگ ہیں۔"

"ایسے جذباتی فیصلے کرو گے تو اپنے لیے مصیبتیں بڑھاتے جاؤ گے۔ مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔"

وہ کچھ اور بھی کہہ رہی تھی۔ میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ سونیا سے ناراض ہونے یا اُس سے تعلق ختم کرنے کا مطلب یہ تھا کہ فرانس کی زمین میرے لیے تنگ ہو جائے گی۔ پیرس میں قدم قدم پر پہرا ہو گا تاکہ میں جینا کو انڈر گراؤنڈ قید خانے سے نکال کر نہ لے جا سکوں۔ اب سونیا کی پہلی کوشش یہی ہو گی کہ میں پیرس سے باہر نہ جا سکوں۔ اس کی نظروں میں رہا کروں اور میں نے پہلا قدم یہ اُٹھانے کا فیصلہ کیا کہ اُس کی نظروں سے فوراً گم ہو جاؤں۔

میں باتھ روم سے باہر آیا۔ الماری سے ایک لباس نکال کر جلدی سے پہنا۔ ایک بیگ میں عارضی میک اپ کا سامان اور کچھ ضروری چیزیں رکھیں۔ اُسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے سر گھما کر فون کی طرف دیکھا۔ پھر سونیا کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہ ریسیور کان سے لگائے ہوئے تھی۔ مجھے محسوس کرتے ہی ریسیور رکھ کر بولی "فرہاد! میں تمھیں سمجھانے کے لیے فون کر رہی تھی کہ کوئی غلط قدم نہ اُٹھانا۔ کاٹیج نہ چھوڑنا۔ میں آ رہی ہوں۔"

میں نے کہا "سونیا! میں تمھاری رگ رگ سے واقف ہوں۔ تم نے دس منٹ کے بعد فون کیا ہے۔ ان دس منٹوں میں تم یہاں کی پولیس، فوج اور سراغرسانوں کے ذریعے میرے آس پاس جال پھیلانے کے انتظامات کر چکی ہو۔ میں بھی وقت ضائع نہیں کروں گا۔ اس لیے جا رہا ہوں۔"

میں نے رابطہ ختم کیا۔ بیگ اُٹھا کر شانے سے لٹکایا۔ پھر تیزی سے زینے پر چڑھتا ہوا چھت پر پہنچ گیا۔ ایک درخت کی شاخیں دُور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ میں چھت سے چھلانگ لگا کر ایک شاخ کو پکڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے وہاں کی مختلف شاخوں پر سے گزرتے ہوئے دیکھا، میری نگرانی کرنے والے کچھ سفید پوش جاسوس دوڑتے ہوئے میرے کاٹیج کی باؤنڈری میں داخل ہو رہے تھے۔ یقیناً سونیا نے ٹرانسمٹر کے ذریعے انھیں بتایا ہو گا کہ میں کاٹیج سے جا رہا ہوں۔ اس لیے کاٹیج کے صرف چاروں طرف ہی نہیں بلکہ چھت پر بھی نظر رکھی جائے۔ شاید وہ لوگ چھت پر چڑھنے جا رہے تھے۔

میں اُس درخت کے ذریعے دوسرے کاٹیج کی باؤنڈری میں پہنچ گیا۔ وہاں سے اس کاٹیج کے پیچھے دوڑتا ہوا احاطے کی دیوار کو پھلانگ کر تیسرے کاٹیج کے احاطے میں آ گیا پھر میں سمت بدل کر پچھلی قطار کے ایک ایسے کاٹیج میں آیا جہاں ایک بوڑھا رہتا تھا۔ میں نے وہاں پہنچتے ہی ٹیلی فون کے تار کو کاٹا پھر کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھی۔ چند سیکنڈ کے بعد بوڑھے نے دروازہ کھولا۔ میں نے مسکرا کر پوچھا "کیا اندر آ سکتا ہوں؟"

وہ ایک طرف ہٹ گیا۔ میں نے اندر آ کر دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا "کچھ غلط قسم کے لوگ میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ میں تمھیں تھوڑی سی تکلیف دوں گا۔ میرے ساتھ آؤ۔"

میں نے اس کا بازو پکڑا۔ وہ بولا "میں فوج کا ریٹائرڈ افسر ہوں۔ ابھی فون کر کے پولیس کو تمھاری مدد کے لیے بلاؤں گا۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے ایک کمرے میں لا کر کرسی پر بٹھایا پھر رسیوں سے باندھ دیا۔ اس کے خیالات پڑھ کر الماری کے ایک دراز سے کار کی چابی لی۔ اُس کمرے کو باہر سے بند کیا۔ پھر دوسرے کمرے میں آ کر آئینے کے سامنے اپنے چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کرنے لگا۔ چونکہ ریڈی میڈ میک اپ تھا اس لیے پندرہ منٹ میں فارغ ہو گیا۔ اسی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ میں نے فوراً ہی بوڑھے کے پاس پہنچ کر رسیوں کو کھولتے ہوئے

پوچھا۔"اس وقت یہاں کون آتا ہے؟"

وہ غصّے سے بولا۔"تمھارا باپ آتا ہے۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اُسے دروازہ کھولنے کے لیے بھیج دیا۔ اس نے بیرونی دروازے کے پاس پہنچ کر اُسے کھولا۔ باہر دو افراد کھڑے ہوئے تھے ایک نے کہا۔"آپ کو زحمت دینے کی معذرت چاہتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ۔ ۔ ۔"

بوڑھے نے بات کاٹ کر کہا۔"میں ریٹائرڈ فوجی میجر ہوں اور فوجیوں کو بڑھاپے میں بھی زحمت نہیں ہوتی۔ مجھ سے رسمی باتیں نہ کرو۔ آنے کا مقصد بیان کرو۔"

دوسرے شخص نے کہا۔"کاٹیج نمبر سات میں مسٹر براؤن وولف رہتے ہیں۔ ہمیں اُن کی تلاش ہے۔"

بوڑھے نے پوچھا۔"کیا ایک میجر کے گھر کی تلاشی لینے آئے ہو؟"

وہ عاجزی سے بولا۔"ہم یہ جرأت نہیں کر سکتے۔ صرف یہ پوچھنے آئے ہیں کیا آپ نے مسٹر وولف کو دیکھا ہے؟"

"مجھے افسوس ہے وہ میرے قریب ہی ایک کاٹیج میں رہتا ہے اور میں نے آج تک اس کی صورت نہیں دیکھی۔"

"شکریہ جناب! ہم جاتے ہیں۔ آپ آرام فرمائیں۔"

وہ دونوں چلے گئے۔ بوڑھے میجر نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر میری طرف آنے لگا۔ میں تلاش کرنے والوں میں سے دو کی آوازیں سُن چکا تھا۔ وہ سونیا کی طرف سے مقرّر کیے ہوئے جاسوس تھے۔ یوگا کے ماہر ہو سکتے تھے۔ سونیا مجھ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی نگرانی کے لیے حسّاس دماغ رکھنے والوں کو ہی مقرّر کر سکتی تھی۔ اس لیے میں ان میں سے کسی کے دماغ میں نہیں گیا۔ بوڑھے کو دوبارہ رسیّوں سے باندھ کر ایک کھڑکی کے پاس آیا۔ پردے کو ہٹا کر دُور تک نظریں دوڑائیں۔ کچھ راہ گیر دکھائی دیے۔ ایک آدھ گاڑی گزرتی ہوئی نظر آئی۔ میں مطمئن ہو کر باہر آ گیا۔ کار کا دروازہ کھول کر اسٹرنگ سیٹ سنبھالی پھر اُسے اسٹارٹ کر کے اس کاٹیج سے دور ہوتا چلا گیا۔

میں بالکل ہی مطمئن نہیں تھا۔ ان حالات میں اطمینان کر لینا یا کامیابی کا یقین کر لینا گویا خوش فہمی میں مبتلا ہونا ہے۔ بہت دُور جا کر میں ایک جاسوس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ چونک کر بولا۔ "مسٹر وولف! کیا آپ ہیں؟ اگر آپ ہیں تو پلیز مادام سے باتیں کریں۔"

میں دماغ سے نکل آیا۔ اتنی دیر میں پتا چل گیا کہ وہ چند جاسوس کمپیوٹر اسکرین کے سامنے بیٹھے میری کار کو ایک راستے سے گزرتے دیکھ رہے تھے۔ سونیا جیسی مکّار عورت سے پالا پڑا تھا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو سمجھا دیا تھا کہ آس پاس کے کاٹیجوں میں وولف کو ڈھونڈنے جاؤں تو وہاں کی گاڑیوں میں ڈیٹیکٹو آلہ لگا دیا کرو۔ پھر جس کاٹیج سے جو بھی گاڑی نکلے گی اُس میں وولف ضرور ہوگا۔

اُنھوں نے سونیا کی ہدایات پر عمل کیا تھا بوڑھے میجر کی گاڑی میں ڈیٹیکٹو آلہ لگا دیا تھا اور اب میں پکڑا جانے والا تھا۔ میں نے فوراً وہ گاڑی روکی، اس سے باہر نکل کر ایک ٹیکسی روکی، پھر پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر ڈرائیور سے اس علاقے کی طرف جانے کو کہا، جہاں سونیا کی رہائش تھی۔ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ اُس مکّار کے ساتھ مکّارانہ چالیں ہی چلی جا سکتی تھیں۔ وہ لاکھ ذہین سہی پر کبھی نہیں سوچ سکتی تھی کہ میں اس کی رہائش گاہ کی طرف آؤں گا۔

مجھے ایسی چال چلتے وقت زیادہ خوش فہمی نہیں تھی کیونکہ سونیا سے واسطہ تھا۔ اس سے جس کام کی توقع نہیں کی جاتی، وہ وہی کر دکھاتی ہے۔ میں نے اُس علاقے کے ایک ہوٹل کے سامنے ٹیکسی سے اُتر کر اس کا کرایہ ادا کیا۔ جب وہ ٹیکسی چلی گئی تو میں فٹ پاتھ پر پیدل چلنے لگا۔ میں وہاں جس ہوٹل میں قیام کرتا وہاں کے رجسٹر میں میرا فرضی نام ہوتا لیکن ہوٹل میں آنے کا وقت دیکھ کر جاسوس شبہ کر سکتے تھے۔ اپنا اطمینان کرنے کے لیے مجھے چیک کرنے آ سکتے تھے اور میں عارضی میک اپ میں کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

میں فٹ پاتھ پر آرام سے چلتا رہا۔ بے شمار مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے فٹ پاتھ پر چل رہے تھے۔ میں اس بھیڑ میں پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔ ایسے وقت مجھے بھوک لگ رہی تھی، میں نے پچھلی رات سے کچھ کھایا نہیں تھا۔ کھانا اس لیے بھی ضروری تھا کہ میں کہیں بیٹھ کر خیال خوانی کر سکتا تھا۔ بینا کی خیریت معلوم کر سکتا تھا۔ ویسے انڈر گراؤنڈ قید خانے میں رہنے والی کی کیا خیریت ہوگی۔ وہاں اچھے سے اچھا کھانے اور پہننے کو ملے گا تب بھی وہ میرے لیے تڑپ رہی ہوگی۔

میں نے چلتے چلتے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ سلاخوں کے پیچھے ایک بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ میں نے کہا۔"بینا! پریشان نہ ہونا میں وولف ہوں تمھیں یہاں سے نکال لے جانے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

وہ نڈھال سی تھی، بہت کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ اس نے کہا۔"میری جان! میرے وولف! میں تمھارے لیے جی رہی ہوں، تمھارے لیے مر جاؤں گی لیکن تم میرے لیے خطرہ مول نہ لینا۔ یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ تمھیں بھی پکڑ کر قید کرنے والے ہیں۔"

"میری فکر نہ کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ کروں گا۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ ایک اسنیک بار کے کاؤنٹر کے پاس آکر اونچے سے اسٹول پر بیٹھ گیا۔ کچھ کھانے پینے کا آرڈر دے کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر ڈاکٹر شیفرڈ کے پاس پہنچ گیا۔ چپ چاپ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ ڈاکٹر شیفرڈ پلاسٹک سرجری کا ماہر تھا۔ میرا بہت ہی پُرانا رازدار اور خدمت گار تھا۔ میں آدھی رات کو بھی اس کے پاس پہنچتا تو وہ نیند کو رُخصت کر کے میرے چہرے پر تبدیلیاں لے آتا تھا لیکن اب وہ مجھے براؤن وولف کی حیثیت سے نہیں پہچانتا تھا اور فرہاد اس کی نظروں میں مر چکا تھا۔

اُس کے خیالات پڑھنے کے دوران پتا چلا کہ سونیا آندھی طوفان کی طرح میری ناکابندی کر رہی ہے۔ اُس نے اس پہلو کو بھی نظر میں رکھا تھا کہ میں چہرہ بدلنے کے لیے ڈاکٹر شیفرڈ کے پاس آ سکتا ہوں۔ اُس نے شیفرڈ سے کہا تھا۔"ڈاکٹر! میں سونیا بول رہی ہوں۔ میری باتیں توجّہ سے سُنو اور اس پر عمل کرو۔ بابا صاحب کے ادارے کا ایک شخص براؤن وولف، مرحوم فرہاد کا ہم شکل ہے اور ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اگر وہ تمھارے پاس پلاسٹک سرجری کے لیے آئے تو اُس سے کہنا پہلے سونیا سے فون پر باتیں کرے۔ وہ تمھارے دماغ پر قبضہ جما کر اپنا چہرہ تبدیل کرا سکتا ہے۔ اس لیے تمھارے سرجری روم میں پولیس والے موجود رہیں گے۔ مجھے امید ہے، تم قانون کے محافظوں سے تعاون کرو گے۔"

سونیا کی فون والی گفتگو کے مطابق پولیس والے آ گئے تھے اور اس کے سرجری روم میں بیٹھے ہوئے تھے وہ بڑی ذہانت سے میرے فرار ہونے کے تمام راستے مسدود کر رہی تھی اور یہ بھی سمجھ رہی ہوگی کہ مجھ سے پالا پڑا ہے، میں اس کے تمام داؤ پیچ کے توڑ جانتا ہوں۔ میں نے ڈاکٹر شیفرڈ کو مخاطب نہیں کیا خاموشی سے معلوم کرنے لگا کہ اس شہر میں پلاسٹک سرجری کے جو دوسرے ماہر سرجن ہیں ان کے نام پتے اور فون نمبر کیا ہیں؟

مجھے ایک ایسے ڈاکٹر کا نام پتا اور فون نمبر معلوم ہوا جو شہر میں ایک اسپتال قائم کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا اور منصوبے کی تکمیل تک اپنی پبلسٹی کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے اب تک صرف ڈاکٹر شیفرڈ سے ملاقات کی تھی۔ میں نے اسنیک بار میں بھوک مٹانے کے بعد اُس ڈاکٹر کو فون کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر ایک شخص کی آواز سُنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا۔"ہیلو! کون ہو؟ کس سے بات کرنا چاہتے ہو؟"

میں ریسیور رکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ میرے مطلوبہ ڈاکٹر مرفی کا سیکریٹری تھا۔ غصّے سے ریسیور رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔"پتا نہیں کون اُلّو کا پٹھا تھا۔"

میں نے اس اُلّو کے پٹھے کو ڈاکٹر مرفی کے متعلق سوچتے رہنے پر مجبور کیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ڈاکٹر مجرمانہ زندگی گزارتا ہے۔ اس کی رہائش گاہ کے تہ خانے میں پلاسٹک سرجری کا تمام سامان رہتا ہے۔ ایسے مجرم جو قانون کی نظروں سے خود کو چھپانا چاہتے ہوں یا جیل سے فرار ہو کر آئے ہوں وہ ڈاکٹر مرفی کو بھاری معاوضہ ادا کر کے اپنے چہرے تبدیل کراتے تھے۔ وہ ایسی مجرمانہ زندگی برسوں سے گزار رہا تھا۔ میں نے سیکریٹری کے ذریعے اُس کی آواز سُنی۔ پھر اُس کے خیالات پڑھنے لگا۔

یہ جاننا ضروری تھا کہ اس کے تہ خانے میں کیسے آلات اور مشینیں ہیں۔ اس کا طریقۂ کار کیا ہے۔ اس کے قریب رہ کر سرجری کے کتنے مراحل سے گزرنا ہوگا۔ پتا چلا کہ وہ پندرہ برس سے سرجری کرتا آ رہا ہے۔ ڈاکٹر شیفرڈ کی طرح چہرے کے دو چار حصّوں میں معمولی سی تبدیلی کر کے صورت بدل دیتا ہے۔ بڑی مہارت سے دو چار گھنٹوں میں سرجری کا کام نمٹا دیتا تھا۔

میں تمام ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد اس کی رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے سیکریٹری کے ساتھ وہاں رہتا تھا۔ گیٹ پر اور کوٹھی کے دروازے پر چار غنڈے موجود رہا کرتے تھے۔ میں کوٹھی کے پچھلے حصّے سے اندر آیا۔ سیکریٹری ڈرائنگ روم میں تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر صوفے پر لٹا دیا پھر دو منٹ کے اندر ہی اُسے نیند کی آغوش میں پہنچا دیا۔

ڈاکٹر مرفی لنچ کے بعد بیڈ روم میں آرام کر رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی پریشان ہو کر بولا۔"کون ہو تم؟ میرے گھر میں اور میرے کمرے میں بغیر اجازت کیوں آئے ہو؟"

میں نے جواب دیا۔"تمھارے گھر میں کوئی شریف آدمی نہیں آتا۔ ایسے ہی لوگ آتے ہیں، جو اجازت حاصل کرنے کے محتاج نہیں ہوتے۔"

"کیا تم کوئی واردات کر کے آ رہے ہو؟"

"ہاں، اگر تم نے فوراً سرجری نہیں کی تو اسی کمرے میں دوسری واردات کروں گا۔ کم آن، سرجری رُوم میں چلو۔"

وہ بولا۔"اس کوٹھی میں کوئی سرجری روم نہیں ہے۔ پھر بھی میں تمھارا چہرہ تبدیل کروں گا۔ معاوضہ کیا دو گے؟"

"جو مانگو گے، وہ ملے گا۔"

"تم خالی ہاتھ نظر آ رہے ہو۔ میں اُدھار کا دھندا نہیں کرتا۔ پہلے رقم ادا کرو۔"

"کتنی رقم چاہیے؟"

"پچاس ہزار ڈالر۔ ابھی اور اسی وقت۔"

میں نے اس کا گریبان پکڑ کر ایک صوفے پر بٹھایا۔ اس صوفے

کے ساتھ اس کے ہاتھ پاؤں باندھے، اس کے منہ کو بھی کپڑا ٹھونس کر بند کیا۔ وہ سہما ہوا کہہ رہا تھا۔ "یہ کیا کر رہے ہو۔ رقم نہیں ہے نہ سہی، میں مفت میں تمہارا کام کر دوں گا۔"

"ڈاکٹر! میں تمہارا احسان نہیں لوں گا ابھی پندرہ منٹ میں تمہیں پچاس ہزار ڈالر دے کر اپنا کام کراؤں گا۔"

میں نے ٹیلی فون کے ریسیور کو کریڈل سے الگ کر دیا۔ ڈرائنگ روم میں آ کر وہاں کے ٹیلی فون کا بھی ریسیور ہٹا دیا۔ ڈاکٹر مرفی کی سوچ میری راہنمائی کر رہی تھی۔ اس کے مطابق میں چور دروازے سے تہ خانے میں آیا۔ وہاں سرجری کے جدید آلات اور مشینیں تھیں۔ اُن کے علاوہ کچھ خفیہ انتظامات تھے۔ جو مجرم ڈاکٹر مرفی کو موت کی دھمکی دے کر جبراً اپنا کام کرانے آتے تھے وہ خود وہاں آ کر پھنس جاتے تھے یا مارے جاتے تھے۔ انھیں مارنے کے لیے خفیہ شارٹ گنیں دیواروں پر آویزاں تصویروں کے پیچھے تھیں۔ جو شخص سرجری کے لیے ایزی چیئر پر آ کر بیٹھتا تھا، خود کار ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑ جاتا تھا۔ میں نے وہاں کے تمام خود کار سسٹم ناکارہ کر دیے۔

ڈاکٹر کی سوچ نے بتایا کہ اس کمرے میں بھی چور دروازہ ہے۔ میں اس دروازے سے گزر کر تہ خانے کے دوسرے کمرے میں پہنچا۔ وہاں جدید ہتھیاروں کے علاوہ ایک بڑی سی آہنی تجوری تھی۔ ڈاکٹر کی سوچ نے تجوری کھولنے کا طریقہ بتایا۔ میں نے اُسے کھول کر دیکھا قیمتی ہیرے جواہرات کے علاوہ بڑے نوٹوں کی گڈیاں ترتیب سے رکھی ہوئی تھیں۔ میں نے پچاس ہزار ڈالر نکال کر تجوری بند کر دی۔ تہ خانے سے اوپر رہائش گاہ میں آیا۔ پھر ڈاکٹر کے کمرے میں پہنچ کر اس کے سامنے گڈیاں پھینکتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں کھول رہا ہوں۔ رقم گن لو۔ پورے پچاس ہزار ڈالر ہیں۔"

میں نے اس کے ہاتھ پاؤں کی رسیاں کھول دیں۔ منہ پر سے کپڑا ہٹا دیا۔ وہ حیرانی سے بولا۔ "تم اتنی جلدی اتنی بڑی رقم کہاں سے لے آئے؟"

"تم اپنا معاوضہ لو اور فضول سوالات میں وقت ضائع نہ کرو۔"

اس نے رقم گننے کے بعد کہا۔ "بے شک تم نے کام سے پہلے معاوضہ ادا کیا ہے۔ اب میں اپنا کام دکھاؤں گا۔ میرے ساتھ آؤ۔"

میں اس کے ساتھ چلتا ہوا ایک کمرے میں آیا۔ وہاں جو چور دروازہ تھا اُسے میں استعمال کر چکا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ مجھے تہ خانے میں لے جا کر ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑے گا پھر مجھ سے اگلوائے گا کہ میں کون ہوں اور کیسے جرائم کرتا رہتا ہوں۔ وہ میری یہ باتیں ویڈیو فلم اور آڈیو ٹیپ میں ریکارڈ کرے گا تاکہ چہرہ بدلنے کے بعد بھی مجھے بلیک میل کر سکے۔ وہ ایسے پار کرنے والے مجرموں کا چہرہ بدلنے کے دوران ان کی ایسی ہی ویڈیو فلمیں تیار کیا کرتا تھا۔ اس نے مجھے تہ خانے میں لا کر کہا۔ "اُس ایزی چیئر پر بیٹھ جاؤ۔"

میں بڑی فرماں برداری سے بیٹھ گیا۔ اُس نے ایزی چیئر کے ایک خفیہ بٹن کو دبایا۔ جس کے نتیجے میں خود کار ہتھکڑیاں اور بیڑیاں مجھے جکڑنے والی تھیں لیکن ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔ وہ پریشان ہو کر بار بار بٹن دبانے لگا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا بات ہے، مجھے بلیک میل کرنے کا سامان نہیں ہو رہا ہے؟"

وہ دوڑتا ہوا سوئچ بورڈ کے پاس گیا۔ پھر یکے بعد دیگرے مختلف بٹن دبانے لگا۔ ہر بٹن کو دباتے ہی دیوار کی تصویریں اوپر اُٹھ جاتی تھیں ان کے پیچھے سے شاٹ گنیں نکل آتی تھیں لیکن ٹھائیں ٹھائیں کی فائرنگ کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔ کھٹ کھٹ کی آواز ہو کر خاموشی چھا گئی تھی۔ میں نے کہا۔ "ڈاکٹر! میں نے تمام گنوں کے میگزین خالی کر دیے ہیں۔ کوئی اور حربہ آزماؤ۔"

وہاں اور کوئی حربہ نہیں تھا۔ دوسرے کمرے میں ہتھیار اور کارتوس وغیرہ تھے لیکن وہ میرے سامنے چور دروازہ کھولنا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے وہ راستہ بتا کر اپنی تجوری تک پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے کہا۔ "ڈاکٹر! ابھی تک میں نے جوابی حملہ نہیں کیا ہے۔ کوئی حسرت رہ گئی ہو تو اسے بھی جلدی پوری کرو اور سرجری شروع کرو۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

وہ بولا۔ "تم کون ہو؟ تم نے یہ تمام حربے کیسے بیکار کر دیے؟"

"میں جواب دینے کا پابند نہیں ہوں۔"

"جب تک جواب نہیں دو گے، میں تمہارا کام نہیں کروں گا۔"

"تو پھر میرے حملے کو برداشت کرو۔"

میں نے اس کے دماغ کو جھٹکا سا دیا۔ وہ چیخ مار کر لڑکھڑاتا ہوا ایک مشین سے ٹکرایا۔ پھر فرش پر گر پڑا۔ وہ تھوڑی دیر تک اسی طرح پڑا رہا۔ سر کے اندر ہونے والی تکلیف کو برداشت کرتا رہا۔ میں نے کہا۔ "یہ ایک معمولی سا حملہ تھا۔ دوسرے حملے میں تم سر کے بال نوچنے اور کپڑے پھاڑنے لگو گے۔"

میں نے اُسے اُچھل کر کھڑا ہونے پر مجبور کیا۔ وہ حیرانی سے بولا۔ "کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

"ہاں، یہ ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ اس لیے کیا ہے کہ تم سرجری کے دوران مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا سکو اور یہ یاد رکھو کہ میں تمہارے دماغ کے اندر موجود رہوں گا اور تمہارے مخالفانہ خیالات

پڑھتا رہوں گا۔"

وہ ایک دم سے نرم پڑ گیا۔ "مجھے پہلے ہی بتایا ہوتا کہ دماغ میں گھس آئے ہو۔ اب سمجھا کہ تم نے میرے تمام حربے . . . ."

میں نے بات کاٹ کر کہا۔ "وقت ضائع نہ کرو۔ کام شروع کر دو۔"

وہ شروع ہو گیا۔ مجھے سرجری کے مراحل سے گزارنے لگا۔ میں پوری طرح محتاط تھا۔ اس کے دماغ میں کوئی بھی منفی خیال پیدا ہوتا تو میں ٹوک دیتا تھا۔ اس طرح اُسے یقین ہو جاتا تھا کہ میں اُس کی کوئی چال کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ ان حالات میں دوستانہ رویہ قائم رکھنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ مسلسل دو گھنٹے تک بڑی شرافت اور لگن سے کام کرتا رہا اور میں تین اطراف میں رکھے ہوئے آئینوں میں خود کو تبدیل ہوتے دیکھتا رہا۔

وہ میری مرضی کے مطابق ایک خوبرو شخص کا چہرہ بنا رہا تھا۔ اس نے تین گھنٹے کے اندر سرجری کا کام مکمل کر لیا۔ میں نے آئینوں کے درمیان خود کو ہر زاویے سے دیکھا۔ پھر کہا۔ "تم نے بڑی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ لگے ہاتھوں میری دس انگلیوں کے نشانات بھی بدل دو۔"

اس نے کہا۔ "بعض ڈاکٹروں کے پاس انگلیوں کے مصنوعی نشانات کی جھلیاں ہوتی ہیں۔ وہ میرے پاس نہیں ہیں۔"

"تمہارے پاس وہ جھلیاں ہیں۔ تمہاری تجوری میں رکھی ہوئی ہیں۔ تم میرے سامنے چور دروازہ کھولنا نہیں چاہتے۔ کوئی بات نہیں، میں تمہارے ہاتھوں سے اسے کھول دیتا ہوں۔"

میں نے اسے چور دروازے کی طرف گھما دیا۔ وہ چلتا ہوا وہاں گیا۔ ایک خفیہ تکنیک کے ذریعے اسے کھولا۔ اس دروازے سے گزر کر دوسرے کمرے میں گیا۔ اپنی تجوری کھولی اس کے اندر سے انگلیوں کے نشانات کا ایک پیکٹ اٹھایا۔ پھر تجوری بند کر کے میرے پاس آ گیا۔ اس کے بعد نہایت فرماں برداری سے میری انگلیوں پر وہ جھلیاں چڑھانے لگا۔

یہ کام بھی ایک گھنٹے میں مکمل ہو گیا۔ میں نے کہا۔ "میں نہیں چاہتا کہ اس نئے چہرے کے باوجود کوئی پہچانے اور تم پہچانتے ہو۔ پولیس والے تمہارے ذریعے مجھ تک پہنچ سکتے ہیں۔"

اس نے کہا۔ "آج تک قانون کے محافظوں کو اس انڈر گراؤنڈ سرجری روم کا پتا نہیں چلا۔ وہ میرا محاسبہ کرنے نہیں آئیں گے۔ اور میں انھیں تمہارے متعلق کچھ بتانے کی حماقت کروں گا تو یہ بھی بتانا ہو گا کہ سرجری کہاں کی گئی اس طرح اس تہ خانے کا راز کھل جائے گا۔"

وہ مجھے رازداری کا یقین دلاتا ہوا تہ خانے سے باہر آیا۔ یہ یقینی بات تھی کہ وہ میرے متعلق کسی سے کچھ نہیں کہے گا لیکن سونیا کسی وقت بھی اس کی گردن دبوچنے آ سکتی تھی۔ میں نے اسے بستر پر لیٹنے کو کہا۔ وہ میرے کسی حکم سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ وہ لیٹ گیا۔ میں نے اطمینان سے اس پر تنویمی عمل کیا۔ اُسے اپنا معمول بنا کر حکم دیا کہ وہ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد یہ بھول جائے گا کہ آج کوئی اس کے پاس سرجری کے ذریعے چہرہ تبدیل کرانے آیا تھا۔ یہ بات اس کے دماغ میں نقش کرنے کے بعد میں نے اُسے تنویمی نیند پوری کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ ڈرائنگ روم میں سیکریٹری کو چھ گھنٹے کے لیے سلایا تھا۔ وہ چھ گھنٹے پورے ہونے والے تھے۔ اس سے پہلے ہی میں وہاں سے نکل آنا چاہتا تھا لیکن میں باہر جاتے جاتے رُک گیا۔

مجھے اپنے دماغ میں اس کی مستی بھری 'ہائے' سنائی دی۔ پھر وہ بولی۔ "میرے جسم و جان کے مالک! مجھے کیوں بھول جاتے ہو؟"

میں نے پریشان ہو کر کہا۔ "کیا ایسی باتیں کرنے کے لیے یہی جگہ رہ گئی ہے؟ یہ سیکریٹری بیدار ہونے والا ہے۔"

"میں تھوڑی دیر پہلے اس کے دماغ میں جا کر نیند کا وقت بڑھا چکی ہوں۔ اس کی فکر نہ کرو۔"

میں نے پوچھا۔ "مجھے یہاں روکنے کا کوئی مقصد ہے؟"

"ہاں، میں تمہیں اپنی ایک کمزوری بتانا چاہتی ہوں۔"

"جلدی بتاؤ۔"

"میں ہیرے جواہرات کی دیوانی ہوں۔ میرے پاس دُنیا کے انمول ہیرے موتی ہیں، ایسے نایاب جواہرات ہیں جنھیں دیکھنے والے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں۔"

"اپنی یہ کمزوری بتانے کا مقصد کیا ہے؟"

"تم بھول رہے ہو، ڈاکٹر مرفی کی تجوری میں دو نایاب ہیرے ہیں۔ کیا تم مجھے محبت کا تحفہ نہیں دو گے؟"

"مجھے تم سے محبت نہیں نفرت ہے۔"

"کیا میرے ساتھ چھ گھنٹے نفرت سے گزارے تھے؟ کیا دُشمنی سے مجھے گلے لگاتے رہے تھے؟ میں نے اُن چھ گھنٹوں میں تمہارے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا تاکہ تم مجبور ہو کر مجھے پسند نہ کرو۔ تم نے پوری حاضر دماغی سے میرے حُسن و جمال کو دیکھا، پسند کیا، مجھے گلے لگایا۔ پھر انکار کیوں ہے؟"

"اس لیے کہ تم مجھے محکوم بنا رہی ہو۔"

"اگر ایسا نہ کروں تو ایک دن مجھ سے دل بھر جائے گا۔ مجھے ٹھکرا کر کسی اور پری جمال کے پاس چلے جاؤ گے۔"

"میں قسم کھاتا ہوں کہ اپنی آخری سانس تک تمہیں اپنا بنا کر

رکھوں گا۔"

"ویسے آج تک سونیا، رسونتی، اعلیٰ بی بی اور پومی وغیرہ کو اپنا بناتے آرہے ہو۔ آیندہ جینا کو بھی آخری سانس تک اپنا بنائے رکھوگے۔ مجھے بھی اس طویل فہرست میں شامل کردگے اور دعوے کردگے کہ زبان کے دھنی ہو۔ جسے چاہتے ہو اسے ہوس کی تجوری میں بند کرلیتے ہو۔"

"تم کیوں میرے پیچھے پڑگئی ہو؟"

"شاید میں پیچھا چھوڑ دیتی لیکن تم مجھے سرتاپا قبول کرچکے ہو۔ مجھ میں شرافت، شرم و حیا ہے۔ اب میں تمھارے سوا کسی اور مرد کا تصور بھی نہیں کرسکتی اس لیے تمھیں چھوڑ نہیں سکتی۔"

میں نے دوبارہ تہ خانے میں جاتے ہوئے کہا۔ "تقدیر نے تمھارا ساتھ دیا اور تم نے میرے دماغ پر قبضہ جمالیا مگر یہ چند دنوں کی بات ہے۔ اس کے بعد بہت پچھتاؤگی۔ بہت پچھتاؤگی۔"

"اصل بات غالب آنے کی ہے۔ مرد ہمیشہ اپنی عورتوں پر غالب آتا ہے اس لیے اپنی من مانی کرتا ہے۔ آج میں غالب آئی ہوں اس لیے اپنے جائز حقوق کے لیے من مانی کر رہی ہوں۔ جب پچھتانے کا وقت آئے گا تو پچھتاؤں گی۔ تم ابھی تو نہ پچھتاؤ۔ میں تم سے دشمنی نہیں کر رہی ہوں۔ اگر کرنا چاہتی تو تمھیں یہ چہرہ تبدیل کرنے کا موقع نہ دیتی۔ سونیا کو کسی وقت بھی تمھارے پاس پہنچا سکتی ہوں۔ تم جینا کو جس انداز سے رہائی دلانے کا منصوبہ بناچکے ہو، اُس سے میں واقف ہوں۔ تمھیں اس منصوبے پر عمل کرنے سے روک سکتی ہوں۔ انصاف سے کہو میں نے کب اور کہاں تمھارے راستے میں رکاوٹ پیدا کی ہے؟"

واقعی اس نے مجھے آزاد چھوڑا ہوا تھا۔ میرے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کرتی تھی۔ جینا کو اس لیے دُور کردیا تھا کہ اپنے سوا کسی کو میرے قریب دیکھنا گوارا نہیں کرتی تھی۔ اس طرح وہ اپنے حقوق کا تحفظ کر رہی تھی۔ اس نقطۂ نظر سے وہ حق بجانب تھی۔

میں نے تجوری کھول کر پوچھا۔ "کون سا ہیرا چاہتی ہو؟"

اس نے دو نایاب ہیروں کی نشاندہی کی۔ میں نے انھیں اُٹھا کر جیب میں رکھ لیا۔ دولت جتنی ملے، کم لگتی ہے۔ میں وہ تمام دولت سمیٹ کر لے جاسکتا تھا لیکن کہاں لے جاکر رکھتا۔ ساری دُنیا کی تجوریاں میری تجوریاں تھیں، میں جب چاہتا جہاں سے چاہتا مال نکال کر اپنے استعمال میں لاسکتا تھا۔

وہ بولی۔ "تم درست سوچ رہے ہو۔ میں بھی سونا چاندی اور نقد رقم نہیں رکھتی۔ اگر رکھنا چاہوں تو دُنیا کی تمام تجوریاں کم پڑیں گی مگر کیا کروں عورت ہوں نا، اپنے بدن پر ہیرے جواہرات سجانے کا شوق ہے اس لیے صرف انمول اور نایاب ہیرے موتی جمع کرتی ہوں۔"

میں ڈاکٹر مرفی کی رہائش گاہ سے نکل آیا تھا۔ اب اپنی رہائش کا انتظام کرنا تھا۔ سونیا نے مجھے ڈھونڈ نکالنے کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی ہوگی۔ تمام ہوٹلوں اور ہاسٹلوں میں اور پے اِنگ گیسٹ رکھنے والے مکانوں میں سختی سے چیکنگ ہو رہی ہوگی کہ آج دن کے بارہ بجے کے بعد سے کتنے مسافر یا نووارد کتنے ہوٹلوں اور ہاسٹلوں وغیرہ میں رہنے آئے ہیں اور جب تک میرا سراغ نہیں ملے گا اس وقت تک یہ چیکنگ جاری رہے گی۔

وہ بولی۔ "یہ تمھاری سونیا آسیب ہے۔ ہزاروں میل دُور رہ کر بھی حواس پر چھائی رہتی ہے۔ کیا وہ پیرس میں ہے؟"

"کہیں بھی ہو اُس کے لیے فاصلے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ دُور مار راکٹ اور میزائل ایک طویل فاصلے تک جاتے ہیں۔ ان کا فاصلہ محدود ہوتا ہے۔ سونیا تو زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مار کرتی ہے۔"

"یہ رات کہاں گزاروگے؟"

میں نے کہا۔ "سونیا سیر ہے، میں سوا سیر ہوں۔ اُس کے سوچنے اور فیصلہ کرنے کے انداز کو خوب سمجھتا ہوں۔ وہ جانتی ہے کہ تم میرے دماغ میں رہتی ہو اور مجھے کسی عورت کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع نہیں دیتی ہو۔ اس لیے تنہا رہنے والی عورتوں کو پولیس والے چیک نہیں کریں گے۔"

"یعنی اس بہانے تم کسی حسینہ کے ساتھ رات گزارنا چاہتے ہو؟"

"میری نیت وہ نہیں ہے، جو تم سمجھ رہی ہو۔ حالات کو سمجھو! سونیا کو اسی طرح دھوکا دیا جاسکتا ہے۔"

"موجودہ حالات میں تمھاری یہ بات مناسب ہے لیکن جلدی کہیں ٹھکانا بناؤ۔ میں نے کل سے اب تک صرف دو گھنٹے کی نیند پوری کی ہے۔ میں چوبیس گھنٹوں میں سات گھنٹے سونے کی عادی ہوں۔"

"تو پھر تمھیں سونا چاہیے۔ میں کہیں بھاگا نہیں جارہا ہوں۔ جاگنے کے بعد پھر میرے پاس چلی آنا۔"

"بڑی مشکل ہے۔ تمھاری فکر میں سونے کو جی نہیں چاہے گا۔ یہی اندیشہ رہے گا کہ تم گرفتار ہوجاؤگے۔"

"مجھے گرفتار کرنا اتنا آسان نہیں ہے، جتنا تم سمجھ رہی ہو۔ میں ابھی کسی ریستوران میں رات کا کھانا کھاؤں گا پھر اپنا ٹھکانا بناؤں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں بھی کھانا کھانے جارہی ہوں۔ کھانے کے بعد تمھاری خیریت معلوم کرنے آؤں گی پھر سونے کے لیے جاؤں گی۔"

وہ شاید چلی گئی۔ میں نے آواز دی تو جواب نہیں ملا۔ ہوسکتا وہ خاموش رہ کر اپنی غیر موجودگی کا یقین دلا رہی ہو۔ میں ایسی [illegible]وں کے خلاف کر بھی کیا سکتا تھا۔ اُسے اپنے دماغ کا بوجھ سمجھ [illegible]تا مگر یہ بوجھ اُتار نہیں سکتا تھا۔ اُسے نظر انداز کرکے ہی اپنے [illegible]جودہ حالات پر توجہ دے سکتا تھا۔

میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر مختلف نائٹ کلبوں کے سامنے سے [illegible]رتا رہا پھر ایک نائٹ کلب کا انتخاب کرکے ٹیکسی والے کو رخصت [illegible]ردیا۔ ایسے کلبوں میں اونچے معیار کی عورتیں ملتی تھیں۔ رات گزارنے [illegible]لیے ان کے پاس اپنے ذاتی فلیٹس یا کاٹیج ہوتے تھے۔ وہ [illegible]اسامی کو اپنے ہاں لے جاتی تھیں اور صبح تک پانچ سے دس [illegible]ڈالر تک نچوڑ لیتی تھیں۔

میں کلب کے بڑے ہال میں داخل ہوا۔ ایک جانب شراب [illegible]کاؤنٹر تھا۔ دوسری طرف ایک اسٹیج پر نیم عریاں رقص ہو رہا تھا۔ [illegible]یزوں کے اطراف کروڑ پتی اور ارب پتی رئیس اپنی پسند کی حسیناؤں [illegible]کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ چند حسین عورتیں کاؤنٹر کے پاس [illegible]ڑی ہوئی تھیں۔ وہ کسی موٹے مرغے کے انتظار میں تھیں۔ اُنھوں [illegible]مجھے دیکھا لیکن استقبال کے لیے کوئی نہ آئی۔ ان میں سے کوئی [illegible]یسے گھاس ڈالنا نہیں چاہتی تھی۔ بلکہ مجھے گھاس کھانے والے [illegible]نوروں سے بھی گیا گزرا سمجھ رہی تھیں۔ اس کی وجہ سمجھ میں آگئی۔ [illegible]ں ایک معمولی لباس میں تھا۔ چہرہ بدلنے کے بعد لباس نہیں بدلا [illegible]تھا، اس لیے اونچی شخصیت اور حیثیت کا آدمی نظر نہیں آرہا تھا جبکہ [illegible]یسے کلبوں میں حیثیت کو ہی دیکھا جاتا ہے۔ آدمی کی کوئی قدر [illegible]نہیں ہوتی۔

میں ایک میز کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ ایک لڑکی نے آکر مینو [illegible]ش کیا۔ میں نے مینو پڑھ کر کھانے کا آرڈر نوٹ کرایا۔ جب وہ [illegible]رڈر کی تعمیل کے لیے جانے لگی تو میں نے کہا۔ "سنو! یہاں تمھاری [illegible]یوٹی کب تک ہے؟"

وہ بولی۔ "ڈیوٹی کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں چھٹی لے سکتی ہوں [illegible]یکن نہیں لوں گی۔"

"کیوں نہیں لوگی۔ کیا میں کچھ نامعقول سا لگ رہا ہوں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "یہ تو آئینہ ہی کہہ سکتا ہے۔ میں [illegible]نہیں کہہ سکتی۔"

وہ چلی گئی۔ میں میز پر تنہا عجیب سا لگ رہا تھا جبکہ چاروں [illegible]طرف جوڑے جوڑے بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی حسینہ کو اپنے پاس [illegible]لاکر بٹھانا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ کوئی بھی خیال خوانی کے پُل صراط [illegible]سے چلتی ہوئی میرے پاس آسکتی تھی لیکن مجھے کوئی پسند نہیں آرہی [illegible]تھی۔ اگرچہ مُنہ کالا کرنے کا ارادہ نہیں تھا لیکن جس کے گھر میں [illegible]رات گزارنی تھی، وہ دیکھنے سُننے میں اچھی ہونی چاہیے تھی۔

کھانا آگیا۔ میں کھانے لگا۔ اسٹیج پر جذبات کو بھڑکانے والا رقص ہو رہا تھا۔ مجھے اپنے جذبات کو بھڑکانے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے کھاتے کھاتے جینا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اُس کے سامنے طرح طرح کے کھانے رکھے ہوئے تھے۔ اس کے سامنے کھڑا ہوا افسر پوچھ رہا تھا۔ "کب تک کھانے سے انکار کروگی؟ کب تک بھوکی رہوگی؟"

وہ غرّا کر بولی۔ "میں بھوکی ہوں انتقام کی۔ میں پیاسی ہوں تم لوگوں کے خون کی۔ اگر میں حرکت میں آجاؤں تو تم یہاں سے پیروں پر چل کر نہیں جاسکوگے۔ لیکن مجھے اپنے محبوب کا انتظار ہے۔ مجھے یقین ہے، وہ مجھے یہاں سے مکھن کے بال کی طرح نکال کرلے جائے گا۔"

میں نے کہا۔ "جینا! میں آگیا ہوں۔ یقیناً صبح سے پہلے تمھیں رہائی دلاؤں گا۔ لیکن تمھیں کھانے سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔"

"میں تمھارے بغیر نہیں کھاؤں گی۔"

"بچوں جیسی ضد نہ کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ صبح کا ناشتا تمھارے ساتھ کروں گا۔"

"سچ؟" وہ خوش ہوکر بولی۔ پھر فوراً ہی کھانا شروع کردیا۔ افسر نے حیرانی سے پوچھا۔ "ابھی تم انکار کر رہی تھیں۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "میرا وہ آگیا ہے۔ میرے اندر بیٹھ کر مجھے کھلا رہا ہے۔ میں کھا رہی ہوں تم دیکھ دیکھ کر جلتے رہو۔"

میں اس کی باتوں پر مُسکرانے لگا۔ مجھے ایک رس بھری آواز سُنائی دی۔ "کس لطیفے پر مُسکرا رہے ہو؟"

میں چونک گیا۔ خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ ایک حسینہ میز کے پاس کھڑی ہوئی پوچھ رہی تھی "کیا یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟"

"بیٹھ جاؤ۔"

وہ بیٹھتے ہوئے بولی۔ "میں بھی تنہائی میں گزری ہوئی مزے دار باتیں یاد کرکے مسکراتی ہوں۔ مگر تم تو پبلک پلیس میں مُسکرا رہے ہو۔ کیا تنہائی پسند ہو یا کوئی حسینہ لفٹ نہیں دے رہی ہے؟"

"کیا تم رحم کھا کر آئی ہو؟"

"نہیں، میرا دل کچھ عجیب سا ہے۔ جسے دُنیا نہیں پوچھتی میں اُسے گلے لگانے میں عجیب طرح کی خوشی محسوس کرتی ہوں۔"

میں نے گزرے ہوئے وقت کا حساب کیا۔ وہ میرے دماغ سے گئی تھی اس کے ایک گھنٹے بعد یہ آئی تھی۔ ایک بازاری عورت بن کر آنے میں اُسے ایک گھنٹا لگا تھا۔ میں نے ناگواری سے کہا۔ "تم مجھے بار بار بیوقوف نہیں بناسکوگی۔ آخر اس قسم کے ڈرامے کیوں کر رہی ہو؟"

وہ شدید حیرانی سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی: "تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نہیں سمجھی۔"

"ابھی سمجھا دوں گا۔ اپنے لیے کچھ کھانے پینے کا آرڈر دو۔"

"میں کھا چکی ہوں اور کھانے کے بعد پیتی نہیں ہوں۔"

میں اُس کے دماغ میں پہنچ کر اُس کے خیالات پڑھنے لگا۔ میں اسے جو سمجھ رہا تھا، وہ نہیں تھی۔ اس کا تعلق کلب سے تھا اور وہ مجھے گاہک سمجھ کر آئی تھی۔ اُسی وقت میرے دماغ میں اس کی آواز اُبھری: "تم ابھی تک کھا رہے ہو؟ میں کھانے سے فارغ ہو گئی ہوں۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"تو پھر سو جاؤ۔"

"یہ تمہارے سامنے کون بیٹھی ہے؟"

"اسی کلب سے تعلق ہے۔ میں اس کے ساتھ جانے کے متعلق سوچ رہا ہوں۔"

"سوچ سمجھ کر جاؤ۔ میں اپنے دماغ کو ہدایت دوں گی کہ چار گھنٹے بعد میری آنکھ کھل جائے۔ پھر میں تمہارے پاس آؤں گی۔"

"چار گھنٹے کیوں؟ تمہیں صبح تک آرام سے سونا چاہیے۔ میری فکر نہ کرو۔"

"تمہارے کہنے سے فکر دور نہیں ہوگی۔ میں چار گھنٹے بعد آؤں گی پھر مطمئن ہو کر دوبارہ دماغ کو ہدایت دے کر سو جاؤں گی۔ اچھا شب بخیر۔"

میرے دماغ میں آنے والی اُس وقت آئی تھی جب میں سامنے والی حسینہ کے دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ میرے پاس بیٹھی ہوئی حسینہ فراڈ نہیں تھی۔ وہ اُٹھ کر جانے لگی۔ میں نے ہاتھ پکڑ کر کہا: "سوری! میں کچھ اُلٹی سیدھی بات کہہ گیا ہوں۔ دراصل ایک عورت مجھ سے فراڈ کر رہی ہے۔ میں سمجھا تم وہی ہو۔"

"پھر کیسے سمجھ لیا کہ میں وہ نہیں ہوں۔"

میں نے بات بناتے ہوئے کہا: "تمہارے اس ہاتھ کو دیکھ کر یقین ہو گیا اُس بھیس بدلنے والی فراڈ عورت کے ہاتھ میں چھ انگلیاں ہیں۔"

وہ بیٹھ گئی۔ پھر میز پر جھک کر بولی: "مجھے تمہاری کہانی سے دلچسپی نہیں ہے۔ میرے کاٹیج میں رات گزارنے والا ہر اجنبی اپنی روداد سناتا ہے اور میں اُس وقت سنتی ہوں جب رقم طے ہو جاتی ہے۔ دو ہزار کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

"تم دو ہزار سے زیادہ حسین ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "تم حسن کے قدرداں ہو۔ میں ادائیگی کا معاملہ تم پر چھوڑتی ہوں۔ بائی دی وے، میں تمہیں اتنی اچھی کیوں لگ رہی ہوں؟"

"تمہاری صحت قابلِ رشک ہے۔ جسم خوبصورت ہے۔ کیا ورزش کرتی ہو؟"

"فزیکل فٹنس کے لیے ہلکی سی ورزش کرتی ہوں۔ [illegible] سے نکلنے کے بعد اور رات کو گھر جانے سے پہلے چار کلومیٹر دوڑ لگاتی ہوں۔ میرے اس معمول میں کبھی فرق نہیں آتا۔"

وہ اپنے متعلق بتا رہی تھی کہ خود کو حسین اور جوان رکھنے کے لیے برابر محنت کرتی رہتی ہے۔ ہم کھانے کے بعد ڈانس فلور پر آئے۔ حالانکہ کھانے کے بعد تھرکنے کو جی نہیں چاہتا۔ ڈسکو کی فاسٹ میوزک نہیں تھی۔ لائٹ آرکسٹرا بج رہا تھا۔ ہولے ہولے تھرکنے کی بات تھی۔ وہ میرے بازوؤں میں آ گئی۔ ہم سرگوشیاں کرتے ہوئے رقص کرنے لگے۔ سردی کے موسم میں ایک دوسرے کی آنچ محسوس کرنے لگے۔ اُس نے پوچھا: "کون سی خوشبو لگائی ہو۔ میرا دل کھنچا جا رہا ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "اس پرفیوم کو بلیک مہک کہتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "مذاق نہ کرو۔ اس نام کا کوئی پرفیوم نہیں ہوتا۔"

"تو پھر سمجھ لو، یہ میرے جسم کی پیدائشی مہک ہے۔"

"ناممکن، ایسی سحر زدہ کرنے والی پیدائشی مہک نہیں ہو سکتی۔"

میں نے کہا: "اپنی ناک کا آپریشن کراؤ۔ میں نے ایک عرصے سے کوئی پرفیوم استعمال نہیں کیا ہے۔ یہ شخص جو ہمارے قریب اپنی ساتھی کے ساتھ رقص کر رہا ہے اس نے شاید وہ پرفیوم لگائی ہے جو تمہاری ناک تک پہنچ رہی ہے۔"

آرکسٹرا کا وقفہ ہوا۔ ہم کلب سے باہر آ گئے۔ اس نے ٹیکسی کو اشارہ کیا۔ ٹیکسی ہمارے سامنے آ کر رُکی۔ ہم دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ گاڑی آگے چل پڑی۔ وہ میرے شانے پر سر رکھ کر بولی: "تم نے میرا نام نہیں پوچھا۔"

میں نے کہا: "تم نے بھی میرا نام نہیں پوچھا۔"

"میرے گھر ہر رات ایک نیا مہمان آتا ہے۔ میں کسی کا نام یاد نہیں رکھ سکتی اس لیے نام نہیں پوچھتی۔"

"میں بھی ان پھولوں کے ناموں سے دلچسپی نہیں رکھتا جن پر منڈلاتا ہوں۔"

وہ ہنسنے لگی۔ میں نے کہا: "تم نے ڈرائیور کو بتایا کہاں جانا ہے؟"

"یہاں کے ٹیکسی ڈرائیور جانتے ہیں کہ میں ہر رات کس کے ساتھ نکل کر کسی نئے مہربان کے ساتھ کہاں جاتی ہوں۔"

"یعنی کافی مشہور ہو۔"

"ہاں، جو بدنام ہوتے ہیں کیا اُن کا نام نہیں ہوتا؟ ہم نیک ناموں سے زیادہ مشہور ہوتے ہیں۔"

ٹیکسی ایک جگہ رُک گئی۔ میں نے باہر نکل کر دور تک دیکھتے ہوئے پوچھا: "یہ ہم کہاں آ گئے ہیں؟ یہ رہائشی علاقہ نہیں ہے۔"

ٹیکسی آگے چلی گئی۔ وہ بولی: "میرا کاٹیج یہاں سے چار کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ میں تمہیں پہلے بتا چکی ہوں۔ صبح گھر سے نکلنے کے بعد اور رات کو گھر جانے سے پہلے میں چار کلومیٹر تک دوڑ لگاتی ہوں۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ ابھی یہاں سے کاٹیج تک دوڑتی ہوئی جاؤ گی؟"

"ہاں، یہ اچھی بات ہے۔ ہم رات بھر محنت کرنے کے لیے فارم میں رہیں گے۔"

"تو پھر دوڑ لگاؤ۔ میں آرام سے آ رہا ہوں۔"

"نہیں، تم بھی میرے ساتھ دوڑتے ہوئے جاؤ گے۔"

"کیا یہ زبردستی ہے؟"

اچانک اُس نے ریوالور نکال لیا۔ مجھے نشانے پر رکھتے ہوئے بولی: "میں اپنے گاہکوں کو اسی طرح دوڑاتی ہوں۔ وہ دوڑتے دوڑتے تھک ہار کر گر پڑتے ہیں اور میں اُن کی جیب خالی کر دیتی ہوں۔"

میں نے اُس کی باتوں کے دوران دماغ میں پہنچ کر اس کا ریوالور ہاتھ سے گرانا چاہا مگر حیرانی ہوئی، وہ سانس روکے کھڑی ہوئی تھی اور پوچھ رہی تھی: "کیا مرد ہو کر ایک عورت کے ہاتھوں سے مرنا چاہتے ہو؟"

میں نے پوچھا: "تم کون ہو؟"

"بات مان لو تو دوست ہوں، ورنہ دشمن۔"

میں نے یکبارگی اُچھل کر فضا میں قلابازی کھائی۔ اس کے منہ پر لگ مارنے کا ارادہ تھا مگر وہ ایک طرف ہٹ گئی تھی۔ میں فٹ پاتھ پر گر پڑا۔ بڑی زبردست چوٹ آئی۔ پھر بھی میں اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ریوالور کو پرس میں رکھا پھر پرس کو دور پھینک کر کہا: "آؤ دو دو ہاتھ ہو جائیں۔"

وہ میرے ایک حملے سے بچ گئی تھی۔ دوسرے سے نہ بچ سکی۔ کراٹے کا ایک ہاتھ کھا کر پیچھے گئی۔ بڑی تیز طرار تھی۔ جوابی حملے کرنے لگی۔ ہم دونوں میں ٹھن گئی تھی۔ میں نے بڑے بڑے شہ زوروں کو مار گرایا ہے۔ اگرچہ اس کی بھی پٹائی کر رہا تھا مگر یہ سوچ کر شرم آ رہی تھی کہ ایک عورت اتنی دیر تک مقابلے پر ڈٹی ہوئی ہے۔ وہ گرتی تھی پھر اُٹھ کر مقابلے کے لیے تن جاتی تھی۔ جیسے ربر کی بنی ہوئی ہو۔ گرنے یا چوٹ لگنے کا اثر نہیں ہوتا تھا۔

وہ مجھ سے لڑتی رہی اور مجھے تھکاتی رہی۔ حتیٰ کہ میں شدید سردی میں پسینہ پسینہ ہو گیا۔ تب وہ میرے بالکل قریب آ گئی۔ میں نے حملہ کرنا چاہا۔ اُس نے ہاتھ پکڑ کر کہا: "بس کرو فرہاد! تمہارا کھیل ختم ہو چکا ہے۔"

میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ پھر پوچھا: "کون ہو تم؟"

"وہی جو تمہیں تھکا تھکا کر پسینہ نکالتی ہے اور تمہاری بو سے تمہیں پہچان لیتی ہے۔"

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پیٹ لیا۔

ائرفورس کی ایک مخصوص عمارت کے چاروں طرف فوجیوں کا سخت پہرا تھا۔ عام حالات میں بھی کسی کو اس عمارت کے قریب جانے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ کسی خاص موقع پر اس کے اطراف کے تمام راستے بند کر دیے جاتے تھے۔ ان راستوں سے سپر ماسٹر کی بلٹ پروف اور فائر پروف کار گزرتی ہوئی عمارت کے احاطے میں داخل ہوئی۔ اس کے آگے پیچھے مسلح فوجی جوانوں کی گاڑیاں تھیں۔ اُس سے پہلے فوج کے کرنل جیکب وال کی گاڑی آئی تھی۔ پھر فوج کے جنرل تشریف لائے تھے۔ اس کے بعد مختلف اسٹیٹس کے اعلیٰ حاکم آئے تھے۔ وہ تمام گاڑیاں عمارت کے پورچ میں رُکتی رہی تھیں۔ وہاں بھی تمام فوجی الرٹ تھے۔ ہر حاکم اور اعلیٰ افسر کے آگے پیچھے مسلح جوان تھے جو انھیں عمارت کے اندر چھوڑنے جاتے تھے پھر واپس آ جاتے تھے۔ لیکن سپر ماسٹر کی کار عمارت کے بیسمنٹ میں گئی تھی تاکہ وہ کلرڈ شیشے والی کار سے باہر آئے تو کوئی فوجی جوان بھی اس کی صورت نہ دیکھ پائے۔

اس کار سے پہلے مسلح ڈرائیور باہر آیا۔ اُس نے پچھلا دروازہ کھولا۔ پھر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ سپر ماسٹر نے باہر آ کر آس پاس دیکھا۔ وہ تنگ راہداری والا بیسمنٹ تھا۔ وہاں کوئی چھپ کر اُسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ وہ مطمئن ہو کر وہاں سے چلتا ہوا خود کار زینے کے پاس آیا۔ وہاں سرخ بلب روشن کیا۔ جب وہ بجھ گیا اور سبز بلب آن ہوا تو اُس نے زینے پر قدم رکھا۔ وہ زینہ اُسے اوپری منزل تک لے گیا۔ زینے کے سامنے ایک تنگ راہداری ویران نظر آ رہی تھی۔ وہاں کوئی فوجی پہرے دار بھی نہیں تھا۔ سبز روشنی بتا رہی تھی کہ راستہ صاف ہے اسے کوئی دیکھنے والا نہیں ہے۔ وہ فوجی انداز میں چلتا ہوا، راہداری سے گزرتا ہوا ایک دروازے کے سامنے پہنچا۔ وہاں ایک طرف بڑا سا ٹی وی رکھا

ہوا تھا۔ اُس نے اُسے آن کیا۔ اس کی اسکرین پر ایک بڑے ہال کا منظر دکھائی دیا۔ ایک لمبی میز کے اطراف فوج کے جنرل کرنل اور دوسرے اعلیٰ حکام بیٹھے ہوئے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔

اُس ہال میں رکھے ہوئے کئی خودکار ویڈیو کیمرے سپر ماسٹر کو اسکرین پر دکھا رہے تھے کہ اُس ہال میں کتنے زبردست حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں۔ وہ اسکرین پر ہال کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد دروازے کے سامنے آیا۔ جیب سے ریموٹ کنٹرولر نکال کر ایک بٹن کو دبایا۔ دروازے کے پٹ دو حصّوں میں تقسیم ہو کر سرکتے ہوئے کُھل گئے۔ وہ اندر آیا اس کے پیچھے دونوں پٹ سرکتے ہوئے پھر آ کر ایک دوسرے سے مل گئے۔ دروازہ بند ہو گیا۔

میز کے اطراف بیٹھے ہوئے اعلیٰ حکام اور اعلیٰ افسران نے اُٹھ کر اُس سے باری باری مصافحہ کیا۔ پھر وہ سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ سُپر ماسٹر نے اپنی کُرسی پر بیٹھتے ہوئے سب پر ایک نظر ڈالی۔ پھر کہا، "کچھ عرصہ پہلے ہم بہت خوش تھے۔ ہم نے فرہاد علی تیمور کی موت پر جشن منایا تھا۔ ہم سب کو پورا یقین تھا کہ سونیا کی کمر ٹوٹ گئی ہے اور بابا صاحب کے ادارے کا زوال شروع ہو چکا ہے لیکن اب ہمیں یقین کر لینا چاہیے کہ ہم بہت خوش فہمی میں مبتلا رہنے کے عادی ہیں۔"

جنرل نے کہا، "بے شک، علی تیمور نے ہمارے سیکڑوں فوجی مار ڈالے۔ گولہ بارود کے ذخیرے اور کئی ہیلی کاپٹر تباہ کر کے اپنی ماں کو یہاں سے لے گیا۔"

کرنل جیکب وال نے کہا، "فرہاد کی موت نے سونیا کی کمر نہیں توڑی۔ وہ پہلے سے زیادہ خطرناک ہو گئی ہے۔ اُس نے ماسکو میں تباہی مچا دی۔ پاسکل بوبا کو اغوا کیا۔ ماریہ کو وہاں سے لے گئی۔ جوجو کو کسی مصلحت سے وہیں چھوڑ دیا۔ اس کا اعتماد بتا رہا ہے کہ وہ جب چاہے گی جوجو کو بھی وہاں سے لے آئے گی۔"

ایک حاکم نے پوچھا، "ہم اپنی شکست کا ماتم کر رہے ہیں یا دُشمنوں کی تعریفیں؟"

"ہم تعریفیں نہیں کر رہے ہیں۔ یہ حساب کرنا ضروری ہے کہ فرہاد کی موت کے بعد ان لوگوں میں اور زیادہ تیزی طرّاری اور میدان مار لینے کی صلاحیتیں پیدا ہو گئی ہیں۔"

"ہم نے اب تک اُن کی جیت کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔ ہمیں اپنے سُپر پاور ہونے پر ناز ہے۔ ہم مطمئن ہو گئے کہ ہمارے پاس درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ہم بڑی خاموشی سے اپنی حکمتِ عملی کے ذریعے فرہاد کی فیملی کے باقی افراد کو رفتہ رفتہ ختم کر دیں گے لیکن آج! آج ہمارے لیے اس سے بڑا دھماکا نہیں ہو سکتا کہ سونیا ہمارے نہ جانے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے واقف ہے۔ اگر میں جزیرے سے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو واپس نہ بُلاتا تو وہ اپنے دعوے کے مطابق ہر پندرہ منٹ کے بعد ہمارے ایک خیال خوانی کرنے والے کو ہلاک کرتی چلی جاتی۔"

ایک نے کہا، "گویا ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے سونیا کے رحم و کرم پر ہیں؟"

دوسرے نے پوچھا، "آخر وہ ہمارے اتنے اہم افراد تک کیسے پہنچ گئی؟"

سپر ماسٹر نے کہا، "ہم اسی سوال کا جواب معلوم کرنے یہاں جمع ہوئے ہیں۔"

جنرل نے کہا، "صرف جواب معلوم کرنے نہیں، اور بہت سی معلومات بھی لازمی ہیں۔ مثلاً ہمارے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے اُس کی نظروں میں ہیں۔ اگر یہ تعداد معلوم نہ ہوئی تو ہمیں تسلیم کرنا ہوگا کہ ہمارے تمام خیال خوانی کرنے والے اب ہمارے لیے قابلِ اعتماد نہیں رہے۔ وہ سب دُشمنوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر ہمیں نقصان پہنچاتے رہیں گے۔ بلکہ نقصان پہنچا رہے ہیں۔"

ایک نے پوچھا، "وہ کیسے؟"

"ایسے کہ سونیا کے پاس ایک خیال خوانی کرنے والا براؤن وولف ہے۔ اُس نے پہلے پرنس ڈیگر کو قیدی بنایا۔ پھر اُس کے چور خیالات پڑھ کر ہمارے دوسرے خیال خوانی کرنے والے کا نام اور پتا معلوم کر لیا۔"

سپر ماسٹر نے کہا، "یہ ناممکن ہے۔ ہم نے ایسی رازداری سے کام لیا ہے کہ ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بالکل واقف نہیں ہوتا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا، "کوئی بات ناممکن نہیں ہوتی۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے سماجی یا گھریلو زندگی گزارتے ہیں۔ تقریبات میں اور تہواروں میں دوست احباب سے ملتے ہیں۔ دشمن ایسے ہی موقعوں پر ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کو پہچان سکتا ہے۔"

جنرل نے کہا، "ہم اپنے ملک کے سات اہم افراد یہاں موجود ہیں۔ ہم ساتوں اپنے اپنے اسٹیٹ کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پہچانتے ہیں۔ ہمیں یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ براؤن وولف ہمارے ذریعے بھی بڑی اہم معلومات حاصل کر سکتا ہے۔"

"بے شک، وہ ہمارے ذریعے بھی معلوم کر سکتا ہے لیکن وہ ہمارے پاس کیسے آ سکتا ہے؟ میں اپنے متعلق یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یوگا کا ماہر ہوں۔ براؤن وولف نے مجھے معلومات کا

ذریعہ نہیں بنایا ہے۔" ایک نے کہا۔

دوسرے نے کہا، "میں بھی یوگا کا ماہر ہوں۔ بلکہ ہم سب ماہر ہیں۔ اسی لیے ملک کے اہم راز ہمارے دماغوں میں چھپے رہتے ہیں۔ ہم سب کا یہی دعویٰ ہوگا کہ کوئی ہمارے اندر پہنچ کے یہ معلومات حاصل نہیں کرے گا۔"

"تو کیا سونیا اور براؤن وولف کو آسمان سے ہمارے رازوں کی خبر ملتی ہے؟"

سپر ماسٹر نے کہا، "ہمیں یہ تلخ گھونٹ پینا ہی ہوگا کہ ہم سب ان کی معلومات کا ذریعہ ہیں۔"

ایک حاکم نے کہا، "ہم سب نہیں، صرف تم اُن کا ذریعہ بن سکتے ہو کیونکہ تمہارا اور تمہارے نائب کا رابطہ فرہاد کی فیملی سے رہتا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا، "جو ٹیلی پیتھی جاننے والا ہیلی کاپٹر کی پرواز کے دوران مارا گیا، وہ تمہاری اسٹیٹ سے تعلق رکھتا تھا۔ تم اُسے ذاتی طور پر جانتے تھے۔ میں اس کا نام بھی نہیں جانتا تھا۔"

جنرل نے کہا، "ڈبل ڈیگر یعنی پرنس ڈیگر اور کیپٹن پال میری نگرانی میں رہتے تھے۔ تم نے اپنی ضرورت کے لیے انھیں طلب کیا۔ میں نے دونوں کو تمہارے حوالے کر دیا۔ تمہارے پاس جانے کے بعد پرنس ڈیگر سونیا کا قیدی بن گیا۔ اس کی ذمّے داری تم پر عائد ہوتی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا، "جنرل! جب تک سونیا کی معلومات کے ذرائع کا پتا نہ چلے، ہم دونوں ہی ذمّے دار کہلائیں گے۔ ہم سات افراد کے پاس تین تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ جب ان میں سے پھر کوئی مارا جائے گا یا اغوا کیا جائے گا تو پتا چلے گا کہ سونیا ہم سب سے کسی نہ کسی طرح واقف ہے۔ یا تو وہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے ہم تک پہنچ گئی ہے یا ہمارے ذریعے اکیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ رہی ہے۔"

کرنل جیکب وال نے کہا، "ہمیں کسی بحث کے بغیر تسلیم کر لینا چاہیے کہ ہم سب ایک دوسرے پر الزام عائد کرنے کے لیے نہیں آئے ہیں۔ ہمیں موجودہ حالات میں یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ اکیس میں سے جو اُنیس ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں انھیں سونیا یا براؤن وولف سے کس طرح بچایا جائے۔"

سُپر ماسٹر نے کہا، "اس کا فوری حل میں نے سوچا ہے۔ تم لوگوں نے بھی کچھ نہ کچھ سوچا ہی ہوگا۔ میرے خیال میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا برین واش کیا جائے اور اُن کے دماغ سے اس علم کو بالکل ہی مٹا دیا جائے۔"

تھوڑی دیر کے لیے سب کو چُپ لگ گئی۔ وہاں موجود کرنل جیکب وال کی بیٹی جوبا جوری اور ایک ہونے والا داماد ٹیلی پیتھی جانتا تھا۔ جنرل کا ایک بیٹا اور دوسرے حکّام کے عزیز و اقارب بھی ٹرانسفارمر مشین سے گزارے گئے تھے۔ وہ تمام عمر بھاگ دوڑ میں لگے رہتے، اپنا خون اور پسینہ ایک کرتے تب بھی اپنی اولادوں کو اور عزیزوں کو ٹیلی پیتھی کا علم کسی یونیورسٹی میں نہیں سکھا سکتے تھے۔ انھوں نے اپنے اونچے عہدوں کے باعث آپس میں گٹھ جوڑ کر کے یہ خطرناک علم اپنوں کے دماغوں تک پہنچا دیا تھا۔ اب ان کے دماغوں کو واش کرنے کی بات ان کے لیے قابلِ قبول نہیں ہو سکتی تھی۔

جنرل نے پھر اعتراض کیا، "یہ علم بڑی دُشواریوں سے حاصل ہوتا ہے۔ اسے محفوظ رکھنے کا کوئی طریقہ اختیار کیے بغیر فوراً ہی مٹا دینے کا مشورہ مناسب نہیں ہے۔"

کرنل نے کہا، "ہم اپنے لوگوں کو محفوظ رکھنے کے طریقوں پر عمل کر سکتے ہیں۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مختلف شہروں میں رکھا جا سکتا ہے اور دُور ہی دُور سے اُن کی نگرانی کی جا سکتی ہے۔"

ایک اسٹیٹ کے حاکم نے کہا، "ہم اپنے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذمّے دار ہوں گے۔ انھیں تین مختلف شہروں میں رکھ کر دُور ہی سے اُن کی نگرانی کریں گے تو انھیں ٹریپ کرنے والے دُشمن ہماری نظروں میں آ جائیں گے۔"

سپر ماسٹر نے کہا، "ان اُنیس افراد کی نگرانی اور حفاظت کے لیے سیکڑوں جاسوس اور سپاہیوں کی ڈیوٹی لگانی ہوگی۔ ہر جاسوس اس تجسّس میں [illegible] رہے گا کہ آخر [illegible] کی نگرانی پر مامور کیا گیا ہے۔ ہم یہ بات نہیں چھپا سکیں گے کہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھپانے کی کوشش کر [illegible]"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا، "ہمارے پاس [illegible] ٹرانسفارمر مشین ہے۔ ہم آیندہ اور زیادہ محتاط رہ کر [illegible] جاننے والے پیدا کر سکتے ہیں۔ سونیا اور براؤن وولف موجودہ [illegible] پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں پہنچیں گے تو خیال خوانی کے مٹتے ہوئے علم کو دیکھ کر ہمیں چیلنج کرنا بھول جائیں گے۔ یہ یاد رکھو کہ موجودہ اُنیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے باعث ہم ہمیشہ سونیا کے دباؤ میں رہیں گے اور اس کی شرائط کے آگے سر جھکاتے رہیں گے۔"

جنرل نے کہا، "ہم اپنے لوگوں کو ایسے علم سے محروم کر دیں گے لیکن اپنے ملک کے دیگر اہم رازوں کو کس طرح چھپائیں گے؟ کیا سونیا اور وولف ہم سے اور ہمارے رازوں سے واقف نہیں ہیں؟ کیا وہ ان کے ذریعے ہمیں بلیک میل نہیں کریں گے؟"

کرنل نے کہا، "بےشک وہ ایسا کریں گے کیونکہ ہماری کمزوریاں ان کے پاس ہیں لیکن ان کی کمزوریاں ہمارے پاس نہیں ہیں۔ اور یہ سپر ماسٹر کی کمزور حکمت عملی کا نتیجہ ہے۔ ہم یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ تم نے سپر ماسٹر کی کرسی پر بیٹھ کر دشمنوں کو کتنے پہلوؤں سے کمزور بنایا ہے اور ان کے مقابلے میں کتنی فتوحات حاصل کی ہیں؟"

سپر ماسٹر نے کہا، "یہاں میں اپنی حکمت عملی کا حساب دینے نہیں بلکہ سونیا کی طرف سے پیش آنے والے خطرات سے نمٹنے کا طریقۂ کار بتانے آیا ہوں۔"

ایک حاکم نے کہا، "ہم جب چاہیں تم سے تمہاری ناکامیوں کا حساب لے سکتے ہیں۔ تم کوئی ڈکٹیٹر نہیں ہو کہ تم سے پوچھ گچھ نہ کی جا سکے۔"

جنرل نے کہا، "سپر ماسٹر! تم پر الزام ہے کہ تمہارے دور میں ہمارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ پاسکل بوبا نے فراڈ کیا۔ ہمارے ایک جوان کے روپ میں تمہاری نظروں کے سامنے رہا مگر تم نے اس پر شبہ تک نہیں کیا۔ آخر میں وہ ہماری ٹرانسفارمر مشین سے گزر کر ماسک میں کے پاس چلا گیا۔"

کرنل نے کہا، "تمہارے ہی دور میں ٹیلی پیتھی جاننے والی میڈونا نے بغاوت کی اور پارس کی داشتہ بن گئی۔ اب پرنس ڈینگر اغوا کیا گیا ہے اور تم یہ معلوم نہ کر سکے کہ اسے کہاں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔"

جنرل نے کہا، "تمہارے ہی دور میں علی تیمور نے فوجی نقطۂ نظر سے ہمیں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا، "تمہارے ہی دور میں پارس نے ملین ڈالر سے تیار کیے جانے والے دو روبوٹس کو ہم سے چھین لیا ہے۔"

دوسرے حاکم نے کہا، "یہ تمہاری غلط حکمت عملی کا نتیجہ ہے کہ سونیا نے ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچنے کا دعویٰ کیا ہے اور اس دعوے کو سچ ثابت کرنے کے لیے ہیلی کاپٹر میں پرواز کرنے والے کو ہلاک کر دیا۔ جانتے ہو، وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میرا نواسا تھا۔"

چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔ سپر ماسٹر لمبی میز کے ایک سرے پر بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے میز کے دوسرے سرے پر کرسی خالی تھی۔ باقی افراد دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے۔ سپر ماسٹر نے کہا، "میں سمجھ گیا۔ میرا محاسبہ کرنے کے لیے مجھے یہاں بلایا گیا ہے۔"

جنرل نے کہا، "صرف 'ہاں' یا 'نہ' میں جواب دو۔ کیا تم پر لگائے گئے الزامات درست ہیں؟"

"درست ہیں لیکن میں جوابی کارروائیاں کر رہا ہوں۔"

"وہ جوابی کارروائیاں بھی ناکام ہو رہی ہیں۔"

سپر ماسٹر نے ناگواری سے ایک ایک کو دیکھا پھر کہا، "اچھی بات ہے، میں ابھی استعفا پیش کرتا ہوں۔"

"تمہارے استعفا پیش کرنے سے وہ نقصانات پورے نہیں ہو سکیں گے۔ اس کے بعد تمہاری طرف سے خطرات بڑھ جائیں گے کیونکہ تم اپنی نگرانی میں رہنے والے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے واقف ہو۔ ان کے علاوہ ہمینی پال اور جوراجوری بھی تمہاری نظروں میں ہیں۔"

جنرل نے کہا، "اس لیے تم اپنے عہدے سے نہیں اپنی زندگی سے استعفا دو گے۔"

میز کے دوسرے سرے پر رکھی ہوئی خالی کرسی سے ایک آواز ابھری، "ہالٹ!"

سپر ماسٹر نے چونک کر ادھر دیکھا۔ کرسی کی پشت سے ایک چور خانہ کھلا۔ اس میں سے ایک ریوالور برآمد ہوا پھر اس سے پہلے کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت کرتا، ٹھائیں سے گولی چل گئی۔ اس کے ساتھ اس کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا۔ وہ اپنے بے جان جسم کے ساتھ میز پر اوندھا ہو گیا۔ اس کے بعد چند ساعت کے لیے موت کا سناٹا چھا گیا تھا۔

وہ سخت پہروں میں رہتا تھا۔ اس ہال میں بھی زبردست حفاظتی اقدامات کے بعد آیا تھا۔ دروازے کے باہر رکھے ہوئے ٹی وی اسکرین نے یقین دلایا تھا کہ وہ ہر طرح محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ وہ بلٹ پروف لباس پہنے ہوئے تھا لیکن وہاں فوج کے جنرل اور کرنل تھے۔ پورے ملک میں اور ملک سے باہر پھیلی ہوئی تجارت کو کنٹرول کرنے والے حاکم تھے۔ یہ بیوروکریٹس یا نوکر شاہی جسے چاہتے ہیں زندگی دیتے ہیں جسے چاہتے ہیں ہزار حفاظتی اقدامات کے باوجود موت دے دیتے ہیں۔ ایسا دنیا کے بیشتر ملکوں میں ہوتا ہے اور ہوتا آرہا ہے۔

جنرل نے کال بیل کا بٹن دبایا جس کے بعد ہال کا پچھلا دروازہ کھلا۔ تین فوجی جوان اندر آگئے۔ ان میں سے دو جوان مردہ سپر ماسٹر کو اٹھا کر لے گئے۔ تیسرے نے میز پر سے لہو کے دھبوں کو صاف کیا۔ وہاں جراثیم کش دوا اسپرے کی پھر وہ بھی چلا گیا۔ پچھلا دروازہ بند ہو گیا پھر وہ اگلا دروازہ کھلا جہاں سے سابقہ سپر ماسٹر داخل ہوا تھا پھر اسے واپس جانا نصیب نہیں ہوا تھا۔ اب اس کھلے ہوئے دروازے پر نیا سپر ماسٹر کھڑا ہوا تھا۔

وہ قد آور شخص فوجی انداز میں چلتا ہوا اس کرسی کے پاس آکر کھڑا ہو گیا، جس پر ایک سپر ماسٹر کی موت ہوئی تھی۔ نیا آنے والا گردن اٹھائے سینہ تانے کھڑا ہوا تھا۔ جنرل نے ایک فائل کو کھول کر کہا، "مسٹر ارسے رسے!"

نئے آنے والے نے کہا، "یس سر!"

جنرل نے کہا، "فوج کے جنرل، بحری، فضائی اور بری فوج کے کمانڈروں اور تمام اسٹیٹس کے حکام کے متفقہ فیصلوں کے مطابق تمہیں سپر ماسٹر کا عہدہ پیش کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا دونوں ہاتھوں سے بائبل اٹھا کر ملک اور قوم کی وفاداری کی قسم کھاؤ۔"

مسٹر ارسے رسے نے میز پر رکھی ہوئی بائبل کو دونوں ہاتھوں میں اٹھایا پھر کہا، "میں کتاب مقدس کو ہاتھوں میں لے کر قسم کھاتا ہوں کہ اپنے ملک کا وفادار رہوں گا اور اپنی قوم کی بھلائی کے لیے دن رات فرائض ادا کرتا رہوں گا۔ میرا ہر عمل اپنے ملک کے آئین کے مطابق ہوگا۔"

وہاں بیٹھے ہوئے جنرل، کرنل اور دوسرے اعلیٰ حکام حلف برداری کے سلسلے میں جو کہہ رہے تھے، وہ باتیں مسٹر ارسے رسے دہرا رہا تھا۔ حلف برداری کے بعد پھر وہ مسٹر نہیں ماسٹر ہو گیا... سپر ماسٹر ارسے رسے۔

اس نے بائبل کو اٹھا کر ایک اونچی جگہ رکھ دیا۔ کیونکہ پچھلے دروازے سے شراب کی ٹرالی آرہی تھی۔ جنرل وغیرہ سپر ماسٹر ارسے رسے سے باری باری مصافحہ کرتے ہوئے مبارک باد دے رہے تھے۔ اس خوشی میں سب نے ڈبل پیگ بنایا پھر جام ٹکرا کر چیئرز کہا۔ اس کے بعد خالص وسکی کو حلق سے اتارنے لگے۔

جنرل نے اپنے جام کو فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا، "جنٹلمین! آپ سپر ماسٹر ارسے رسے کے متعلق ایک چونکا دینے والی بات شاید نہ جانتے ہوں۔"

کرنل نے دوسرا گھونٹ پینے کے بعد کہا، "میں کرنل ہوں مجھ سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی، میں چونکا دینے والی بات جانتا ہوں۔"

ایک اسٹیٹ کے حاکم نے کہا، "اس میں جاننے کی کیا بات ہے۔ ہمارے نئے سپر ماسٹر یوگا کے ماہر ہوں گے۔ کوئی دشمن ان کے دماغ میں نہیں آسکے گا۔"

کرنل نے کہا، "بےشک ماسٹر ارسے رسے یوگا کے ماہر ہیں لیکن اس سے بھی زیادہ چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ یہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ یہ عہدہ پیش کرنے سے پہلے انھیں ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا ہے۔"

سب نے تالیاں بجائیں۔ جنرل نے کہا، "یہ کوئی نئی اور عجیب بات نہیں ہے۔ ماسٹر ارسے رسے سے پہلے دو ایسے سپر ماسٹر گزرے ہیں جو ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ چونکا دینے والی بات تو صرف میں جانتا ہوں۔"

ایک حاکم نے پوچھا، "وہ کیا بات ہے؟"

دوسرے حاکم نے کہا، "ہم سے کوئی بات چھپائی نہیں جاتی ہے، تعجب ہے کہ ہم وہ بات نہیں جانتے ہیں۔"

جنرل نے کہا، "بےشک، آپ لوگوں سے کچھ نہیں چھپایا جائے گا۔ ہمارا یہ سپر ماسٹر بابا فرید واسطی کے ادارے میں رہا کرے گا۔"

"کیا؟" سب نے حیرانی اور بےیقینی سے ماسٹر ارسے رسے کو دیکھا۔

جنرل نے مسکرا کر کہا، "بظاہر یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ باباصاحب کا ادارہ فولادی قلعہ کہلاتا ہے۔ کوئی دشمن وہاں قدم نہیں رکھ سکتا۔ اس ادارے کا ریکارڈ ہے کہ وہاں تعلیم حاصل کرنے اور طرح طرح کی ہنرمندی سیکھنے والوں کو یا وہاں کے ایک معمولی ورکر کو آج تک کوئی سپر طاقت نہیں خرید سکی۔ وہاں کے کسی فرد نے کبھی اس ادارے کو نقصان پہنچانے والوں کا ساتھ نہیں دیا لیکن اب ایسا ہو رہا ہے۔ ہم نے اپنی حکمت عملی سے ناممکن کو ممکن بنا دیا ہے۔"

ایک حاکم نے پوچھا، "کیا ماسٹر ارسے رسے نے باباصاحب کے ادارے سے تعلیم و تربیت حاصل کی ہے؟"

دوسرے نے پوچھا، "ہم ماسٹر ارسے رسے پر کس طرح اعتماد کر سکتے ہیں۔ اس ادارے کا کوئی فرد کبھی ہماری وفاداری کے لیے آمادہ نہیں ہوا پھر یہ کیسے آمادہ ہو گئے؟"

جنرل نے کہا، "جب ماسٹر ارسے رسے بارہ برس کے تھے، تب ہی اس کے والدین نے ہماری حکومت کی پلاننگ کے مطابق انھیں اس ادارے کے اسکول میں داخل کرایا تھا اور بابا فرید واسطی سے کہہ دیا تھا 'یہ بچہ آپ کا ہے، ہم غریب ہیں اسے اعلیٰ تعلیم نہیں دلا سکیں گے، آپ اسے ہمیشہ کے لیے ادارے کے ہاسٹل میں رکھ لیں، ہم مہینے میں ایک بار اس سے ملنے آئیں گے یا اپنے ساتھ لے جائیں گے پھر دو دن بعد لا کر چھوڑ دیا کریں گے۔'"

جنرل نے اپنا جام خالی کیا پھر دوسرا پیگ بناتے ہوئے کہا، "ماسٹر ارسے رسے کے والد ہپناٹزم کے ماہر تھے۔ انھوں نے بیٹے کو ادارے میں پہنچانے سے پہلے اس پر عمل کیا تھا اور

یہ بات نقش کر دی تھی کہ بیٹا اپنے باپ کا اور اپنے ملک امریکا کا ہر حال میں وفادار رہے گا۔ بظاہر بابا صاحب کے ادارے کے لیے جان کی بازی لگا کر وفاداری کا ثبوت دے گا لیکن دلی، دماغی اور روحانی وابستگی صرف اپنے ملک اور قوم سے رہے گی۔"

کرنل نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ہمارے حکمرانوں کا دماغ دُور کی کوڑی لاتا ہے۔ ماسٹر ارے رے چالیس برس کے ہو چکے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے سیاست دانوں نے اٹھائیس برس پہلے بابا صاحب کے ادارے کے خلاف جو چال چلی تھی اور جس مہرے کو وہاں کی بساط پر رکھا تھا، آج اس مہرے سے ہم فولادی قلعے کو پگھلا دیں گے۔"

ایک حاکم نے جنرل سے پوچھا۔ "اٹھائیس برس پہلے ماسٹر ارے رے پر جو تنویمی عمل کیا گیا تھا کیا اُس کا اثر آج تک ہے؟"

"نہیں، ان کے والد ہر ماہ ان سے ملنے آتے تھے ایک دو دن ان کے ساتھ رہتے تھے پھر رات کو موقع پا کر پچھلے تنویمی عمل کو مزید مستحکم کر دیتے تھے۔"

"بہت خوب، اسے کہتے ہیں شطرنجی چال۔ بائی دی وے، کیا اب بھی ماسٹر ارے رے پر تنویمی عمل کیا جا سکتا ہے؟"

سُپر ماسٹر ارے رے نے کہا۔ "نہیں، اٹھائیس برس پہلے میں بچہ تھا اور بابا فرید واسطی زندہ تھے۔ مجھے اُن کے اثر سے بچائے رکھنے کے لیے تنویمی عمل کیا جاتا تھا۔ یہ عمل تقریباً دس برس تک جاری رہا پھر عمر کی پختگی کے ساتھ ساتھ میرے ذہن میں پختگی آتی گئی۔ میں دلی، دماغی اور روحانی طور پر خود ہی اپنے ملک اور قوم سے ہمیشہ کے لیے وابستہ ہو چکا تھا۔"

ایک حاکم نے پوچھا۔ "آج یہ عہدہ سنبھالنے کے پُرمسرت موقع پر اپنے کچھ کارنامے بتاؤ جن کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے اور فرہاد کی فیملی سے ہو۔"

"میرا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہوگا کہ میں زیادہ تر وہاں رہ کر تازہ ترین معلومات حاصل کرتا رہوں گا۔ اُن معلومات کے باعث ہم دھوکا نہیں کھائیں گے اور خوش فہمی میں مُبتلا نہیں رہیں گے۔ مثلاً ہمیں یہ کہہ کر دھوکا دیا جا رہا ہے کہ برائن وُولف پچیس برس سے بابا صاحب کے ادارے میں تربیت حاصل کر رہا ہے اور وہاں ایک خفیہ ٹرانسفارمر مشین ہے جس کے ذریعے اُسے ٹیلی پیتھی سکھائی گئی ہے۔"

ایک نے پوچھا۔ "کیا وہ ادارے سے تعلق نہیں رکھتا ہے؟"

"پہلے نہیں تھا، اب ہو گیا ہے۔ سونیا نے اُسے اپنی طرف مائل کر لیا ہے۔ اس کا قصہ عجیب ہے۔ وہ فرہاد علی تیمور ہونے کا دعویٰ کرتا ہُوا رسونتی کو اپنی طرف مائل کر چکا تھا۔ اس سے ملنے ادارے میں چلا آیا تھا۔ اُس کا دعویٰ تھا کہ شیخ الفارس مرحوم اس کے فرہاد ہونے کی تصدیق کریں گے لیکن شیخ صاحب وفات پا گئے۔ برائن وُولف نے ادارے میں ایک رات گزاری پھر سونیا، پارس اور علی تیمور نے اُسے دوسرے دن ادارے سے نکال دیا۔ اس کے بعد آج تک اُسے ادارے میں جانے کی اجازت نہیں ملی۔"

کرنل نے کہا۔ "اس کے باوجود وہ ادارے کے مفاد کے لیے کام کر رہا ہے۔"

"سونیا نے اس سے کسی طرح کا سمجھوتا کیا ہے۔ اس سلسلے میں سونیا، پارس اور علی تیمور اتنے گہرے اور شاطر ہیں کہ اپنے اندر کی بات رسونتی اور آرمر کو بھی نہیں بتاتے۔ میں اُن کے زیادہ قریب جا کر انھیں کسی طرح کا شبہ کرنے کا موقع دینا نہیں چاہتا۔"

"پھر تم نے اتنی معلومات کیسے حاصل کیں؟"

وہ مُسکرا کر بولا۔ "رسونتی اور آرمر کے ذریعے۔ آج کل رسونتی زیرِ علاج ہے۔ اس کا دماغ میرے لیے ایک کھُلی کتاب ہے۔ دوسری بات یہ کہ آرمر پہلے کی طرح پارسا نہیں رہا۔ جوزا نامی ایک عورت کے عشق میں مُبتلا ہو کر شراب پینے لگا ہے۔ جب بھی وہ پیتا ہے، میں اس کے دماغ میں پہنچ جاتا ہُوں۔"

ایک حاکم نے کہا۔ "لیکن آرمر کو تو کسی نے اغوا کیا ہے؟"

سُپر ماسٹر ارے رے نے فخریہ انداز میں کہا۔ "وہ اغوا کرنے والا میں ہُوں۔ میں نے آرمر کی نیکی اور سچائی کو دیکھتے ہوئے ایک نئی تنظیم کا ڈراما پلے کیا۔ اُس تنظیم کی پالیسی یہ بتائی کہ ہم ساری دُنیا میں امن و امان قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ امن و امان اسی وقت ہوگا جب سُپر طاقتوں کے درمیان توازن قائم ہوگا۔ میں نے اُسے اپنا نام کرشچن اسٹالن بتایا اور آرمر کو کھُلی آزادی دی کہ ہم میں سے وہ ہر ایک کے دماغ کو پڑھ کر مطمئن ہو سکتا ہے۔ اس سے پہلے میں اپنے تمام ساتھیوں پر تنویمی عمل کر کے وہ ڈراما پلے کرنے والی باتیں ان کے دماغوں سے نکال دی تھیں۔ اس طرح آرمر ہمارے فریب کو نہ سمجھ سکا۔ میری ایک ماتحت جوزا نے اُسے بُری طرح اپنا دیوانہ بنا لیا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا۔ "تم نے سُپر ماسٹر کا چارج سنبھالنے سے پہلے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں اور بڑی اہم معلومات حاصل کی ہیں۔"

ماسٹر ارے رے نے کہا۔ "یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ میرے پاس معلومات کا خزانہ ہے۔ جیسا کہ آپ لوگوں نے سُنا ہوگا

سوئٹزرلینڈ میں فرہاد کے دو ہم شکل دیکھے گئے تھے۔ ایک ہم شکل برائن وُولف تھا، دوسرا کون تھا؟"

"کون تھا؟"

"وہ دوسرا بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے، سونیا کا عاشق ہے، دیوانہ ہے اور اُس کا نام پرنس ڈیگر ہے۔"

سب کے منہ حیرت سے کھلے رہ گئے۔ وہ بولا "یہ جھوٹ ہے کہ سونیا نے اُسے قید کر رکھا ہے۔ پرنس ڈیگر خود ہی اس کی زلفوں کا اسیر ہو گیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے پرنس ڈیگر نے سونیا کو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے بتلائے ہیں۔"

جنرل نے کہا "نہیں، پرنس ڈیگر ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے قطعی ناواقف تھا۔ ہمارا یہ نیا سُپر ماسٹر جلد ہی معلوم کر لے گا کہ سونیا کی معلومات کا ذریعہ کون ہے؟"

کرنل نے کہا "سونیا کے پاس دو خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ برائن وُولف اور پرنس ڈیگر۔ ہمارے نئے سپر ماسٹر اس ادارے میں رہ کر پہلی فرصت میں ان دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موت کے گھاٹ اُتار سکتے ہیں پھر سونیا کی طاقت بالکل صفر ہو جائے گی۔"

ماسٹر ارے رے نے کہا "اوّل تو سونیا، برائن وُولف اور پرنس ڈیگر ادارے میں نہیں ہیں۔ اہم شخصیات میں صرف رسونتی اور علی تیمور ہیں۔ میں ادارے کی حدود میں کسی پر قاتلانہ حملہ کرنے کی حماقت نہیں کروں گا۔ اُس ادارے میں رسائی حاصل کرنے کا غرور کروں گا اور خود کو بہت زیادہ شاطر سمجھ کر کوئی قدم اُٹھاؤں گا تو سابقہ سُپر ماسٹروں کی طرح شکست اور ذلت میرا بھی مقدر بن جائیں گی۔"

جنرل نے کہا "درست ہے، جلد بازی میں کوئی قدم اُٹھاؤ گے تو اس ادارے میں تمہارا بھید کُھل جائے گا۔ تم اپنا طریقۂ کار بتانا چاہو گے؟"

"میں وقت اور حالات کے مطابق طریقۂ کار بدل دیتا ہوں۔ میں کوئی بھی راستہ اختیار کروں، کوئی بھی قدم اُٹھاؤں، تین باتیں میرے پیشِ نظر رہتی ہیں۔ ایک یہ کہ خوش فہمی سے دُور رہنا۔ دوسری بات یہ کہ جوش اور غصّے سے پرہیز کرنا اور تیسری بات یہ کہ کچھ کر گزرنے کے لیے صحیح موقع کا انتظار کرنا۔"

سب اس کی تعریفیں کرنے لگے۔ وہ اب تک جو چالیں چل چکا تھا اُن سے اس کی معاملہ فہمی اور کامیاب طریقۂ کار کا پتا چلتا تھا۔ باباصاحب کے ادارے میں گُھس کر رہنے والا وہ پہلا سپر ماسٹر تھا۔

جب کبھی مجھ کو، سونیا کو، پارس اور علی تیمور کو سُپر ماسٹر ارے رے کی اصلیت کا پتا چلے گا تو پانی سر سے گزر چکا ہو گا اور ہم شدید حیرانی سے ارے رے کہہ کر رہ جائیں گے۔

میں اپنا سر پیٹنے لگا۔ سونیا دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر ہنسنے لگی۔ میں نے غصّے سے پوچھا "تم کیا بلا ہو؟ کب سے میرا پیچھا کر رہی ہو؟"

وہ میرے سامنے ٹہلنے کے انداز میں اِدھر سے اُدھر چلتی ہوئی بولی "مجھے پورا یقین تھا تم چہرہ بدلنے کے لیے پلاسٹک سرجری کے کسی ماہر کے پاس جاؤ گے۔ میں نے پیرس شہر کے تمام ماہرین سے فون پر رابطہ کیا اور اُن کی نگرانی شروع کرا دی۔ صرف ڈاکٹر مرفی ایسا تھا جس سے فون پر رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ شاید تم نے اس کے ریسیوروں کو کریڈل سے الگ کیا تھا؟"

میں نے تائید میں سر ہلایا "ہاں، ڈاکٹر مرفی کی رہائش گاہ کے باہر غنڈے پہرا دے رہے تھے۔ میں باہر سے فون کا تار نہ کاٹ سکا، اندر سے پلگ نکال سکتا تھا لیکن صرف ریسیور کو کریڈل سے الگ کر کے رکھ دیا۔ بہر حال کچھ بھی کرتا تو تمھیں شبہ ہونا ہی تھا۔"

وہ بولی "میں نے سب سے آخر میں ڈاکٹر مرفی کو فون کیا تھا یعنی تمھیں اپنے کاٹیج سے نکلے ہوئے پانچ گھنٹے گزر گئے تھے۔ اس عرصے میں تم نے اپنا کام کرا لیا۔ چہرہ تبدیل کر کے ڈاکٹر کی رہائش گاہ سے نکلے تو نگرانی کرنے والوں نے تمھارے حُلیے اور لباس کے متعلق بتایا پھر وہ تمھارا تعاقب کرتے ہوئے اُس نائٹ کلب تک پہنچ گئے۔ تم پر شبہ تھا، یقین نہیں تھا کہ تم ہی ہو۔ سردی کے موسم میں پسینہ نہیں نکلتا، جسم کی بُو خارج نہیں ہوتی یا محسوس نہیں ہوتی بہر حال میں تمھاری بُو پانے کے لیے تمھیں چار کلومیٹر تک دوڑانا چاہتی تھی۔ تم دوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے تو تمھیں لڑنے، اُچھلنے کودنے اور فلائنگ کِک وغیرہ مارنے پر مجبور کیا۔ میں مانتی ہوں، لڑائی تم جیت گئے لیکن بازی میں جیت رہی ہوں۔"

"سونیا! تم نے مجھے ڈھونڈ نکالا ہے مگر اپنی کوئی بات نہیں منوا سکو گی۔"

"میں یہی کہنے کے لیے ڈھونڈ رہی تھی کہ تم سے کوئی بات نہیں منواؤں گی۔"

"تم دُنیا کی پہلی اور آخری مکّار عورت ہو۔ تم جسے چکّر میں ڈالنا چاہتی ہو اُس کے سامنے اس کا سر سہلاتی ہو اور پیچھے سے لات مارتی ہو۔ اتنی ہی سیدھی ہو تو میرا پیچھا کیوں کر رہی ہو؟"

"اگر تم دماغی رابطہ رکھتے تو یوں پیچھے نہ آتی۔ سوچ کے ذریعے بتا دیتی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے تیس مار خاں سے دُشمنی مول لینے کی حماقت نہیں کروں گی۔ تمہاری جینا کو کسی شرط کے بغیر رہا کر دیا جائے گا۔"

"کیا؟" میں نے اُسے حیرانی سے دیکھا۔ پہلے تو اس کی بات کا یقین آ گیا پھر دماغ نے خطرے کی گھنٹی بجائی کہ سامنے سونیا ہے، وہ اپنے ہاتھ سے کسی کے منہ میں لقمہ ڈالتی ہے پھر وہی لقمہ اُس کی ناک سے نکال لیتی ہے۔

میں نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "مجھ پر احسان کرنا چاہتی ہو تو جینا کو رہا نہ کراؤ۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"بہت چھوٹی سی خواہش ہے میری، بلکہ التجا ہے، میرا پیچھا چھوڑ دو۔ میں جینا کو خود ہی رہائی دلا کے لے جاؤں گا، صرف تم راستے سے ہٹ جاؤ۔"

"تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔ جینا کے دماغ میں جھانک کر دیکھو، وہ تمھارے کاٹیج میں پہنچا دی گئی ہے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم نے چہرہ بدل لیا ہے۔ اب نئے چہرے کے ساتھ برائن وُولف والے کاٹیج میں نہیں جاؤ گے۔ معلوم ہوتا تو میں اُسے کاٹیج کی طرف جانے نہ دیتی۔ کوئی بات نہیں۔ تم اُس سے دماغی رابطہ کر کے اپنے پاس بُلا لو۔ میں جا رہی ہوں۔"

وہ جانے کے لیے پلٹ گئی۔ میں نے اُس کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "سونیا! تم ایسے نہیں جا سکو گی پہلے بتانا ہو گا کہ جینا کے ساتھ یہ مہربانی کیوں کی ہے؟ خدا کی قسم تمھاری اس مہربانی کے پیچھے کوئی چال ہے۔"

"ہاں سیدھی سی سمجھ میں آنے والی چال ہے۔ جینا کی رہائی کے بعد بھی تم اُسے اپنے ساتھ نہیں رکھ سکو گے۔"

"میں ضرور اُسے ساتھ رکھوں گا۔ اپنی ایک ایک سانس کے ساتھ اُسے اپنے پاس رکھوں گا، مجھے کون روک سکتا ہے؟"

"وہ عورت...!"

میں ایک دَم سے ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس دماغ میں رہنے والی بلا کو تھوڑی دیر کے لیے بھول گیا تھا۔ سونیا نے پوچھا "اب بتاؤ، جینا کو قیدی بنا کر تمھیں کیوں ناراض کروں؟ میں بھلا تمھیں روکنے اور ناراض کرنے والی کون ہوتی ہوں؟ جو کرنا ہو گا وہی کرے گی جس پر تمھارا بس نہیں چل رہا ہے۔"

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہا "ایک وہ ہے جو میرے اندر گُھسی ہوئی ہے، دوسری تم ہو جو دُشمن کی طرح میری بے بسی کا تماشا دیکھنے والی ہو۔ مجھے اپنی فکر نہیں ہے۔ میں جلد ہی اُس عورت سے نمٹ لوں گا لیکن جب تک نمٹ نہیں لوں گا، وہ جینا کو نقصان پہنچاتی رہے گی۔"

سونیا نے کہا "جینا کو ایک طرف اُس عورت سے اور دوسری طرف ماسک مین سے نقصان پہنچتا رہے گا۔ ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچو اُسے صرف سونیا کی قید میں تحفظ ملے گا۔ وہ ہیڈ کوارٹر کے انڈر گراؤنڈ سیل میں فوجیوں کی قیدی نہیں، میری خاص مہمان بن کر رہے گی۔ پلیز فرہاد! ہر پہلو پر غور کرو اور جینا کی بہتری کے لیے فیصلہ کرو۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ ماسک مین اور پاسکل بُویا، جینا کو ہمیشہ سحر زدہ رکھیں گے۔ اسے بارہ گھنٹے لڑکا اور بارہ گھنٹے لڑکی بناتے رہیں گے۔ کبھی اُس بے چاری کو اپنی اصلیت معلوم کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔ میں اُن سے نجات دلانے کے لیے اسے اپنے پاس رکھ کر علاج کراؤں گا تو وہ میرے دماغ میں رہنے والی اسے میرے قریب رہنے نہیں دے گی۔ اس بار اُسے فرانس کی حکومت کے حوالے کیا ہے، اگلی بار اسے ماسک مین، سُپر ماسٹر یا یہودی

تنظیم کے حوالے کرے گی تو میں تلملا کر رہ جاؤں گا اور اُس دُشمن عورت کا کچھ بگاڑ نہیں سکوں گا۔

مَیں سونیا کے ساتھ فٹ پاتھ پر چلنے لگا۔ وہ میری بے بسی اور ذہنی کیفیت کو سمجھ رہی تھی۔ اُس نے پوچھا "میں تمھارے لیے کیا کروں؟"

"تعجب ہے تم میرے لیے کچھ پوچھ کر کرو گی۔"

"ہاں، پوچھے بغیر کچھ کرتی ہوں تو مجھے دُشمن سمجھتے ہو۔"

"نہیں سمجھوں گا، اُس عورت سے نجات دلاؤ۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی ہوئی میرے ساتھ چلتی رہی پھر بولی "وہ تمھارے دماغ میں ہے، ہماری باتیں سُن رہی ہے، اُس سے کہو میرے دماغ میں آئے۔"

میں نے سوچ کے ذریعے پوچھا "تم خاموش کیوں ہو؟ سونیا کی باتیں سُن رہی ہو۔ کیا اُس کے دماغ میں جا کر باتیں کرو گی؟"

میرے اندر خاموشی رہی۔ میں نے دوسری بار مخاطب کیا پھر بھی جواب نہ ملا۔ میں نے سونیا سے کہا "وہ پچھلی رات سے جاگ رہی ہے۔ آج تمام دن میرے ساتھ لگی رہی۔ مجھ سے کہہ گئی تھی کہ چار گھنٹے تک سوتی رہے گی پھر میری خیریت معلوم کرنے آئے گی، وہ یقیناً ابھی سو رہی ہے۔"

"یہ بات یقین سے نہ کہو۔"

"ہاں، وہ خاموش رہ کر تمھارے منصوبے کو سُننا اور سمجھنا چاہے گی۔"

"اس بار تم زبردست پھنسے ہو لیکن میں اُسے سمجھاتی ہوں کہ آدمی صرف موت سے ہار مانتا ہے، ورنہ جب تک زندہ رہتا ہے بڑی سے بڑی مصیبت میں پھنس کر نکلتا رہتا ہے۔ ذرا عقل سے سوچو کہ تم کب تک فرہاد کے دماغ پر حاوی رہو گی۔ دو گھنٹے، چار گھنٹے یا چوبیس گھنٹے تک حکومت کرو گی؟ اس کے بعد میں تمھیں مکھن کے بال کی طرح فرہاد کے دماغ سے نکال دوں گی۔"

میں نے خوش ہو کر پوچھا "سونیا! میری جان! کیا سچ کہہ رہی ہو؟"

پھر مَیں نے اُسے کھینچ کر سینے سے لگا لیا "ہاں، تم جو کہتی ہو، وہ کر گزرتی ہو۔ مجھے خدا کے بعد تم پر یقین ہے، صرف تم، صرف تم ہی مجھے اس سے نجات دلا سکتی ہو۔"

وہ تڑپ کر مجھ سے الگ ہو گئی پھر بولی "کتنی بار کہہ چکی ہوں کہ مجھے ہاتھ نہ لگایا کرو۔"

"میں نے ہوس سے نہیں، عقیدت سے گلے لگایا تھا۔"

"عقیدت کو ہوس میں بدلتے دیر نہیں لگتی۔ مجھ سے ایک بالشت دُور رہ کر چلتے رہو۔"

میں نے ذرا الگ ہو کر چلتے ہوئے کہا "یہ اطمینان ہو چکا ہے کہ تم اُسے میرے اندر سے نکال دو گی۔ میرے دماغ کا بوجھ اُتر گیا ہے۔ میرا ایک اور کام کر دو۔"

"تم جینا کی فرمائش کرو گے۔"

"کمال ہے تم زبان کھولنے سے پہلے دل کی بات سمجھ لیتی ہو۔"

"تمھارے دل میں صرف عورت رہتی ہے یہ بات تو ایک گدھا بھی سمجھ لیتا ہے۔"

"مانتا ہوں، گدھی نے بھی سمجھ لیا۔ اُس کے لیے اب میرے لیے کچھ کرو۔"

"جب اُس عورت سے تمھیں نجات مل جائے گی تو تمھیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ تم اپنے معاملات میں مصروف رہو گے۔"

"یعنی اس وقت تک جینا تمھاری نگرانی میں رہے گی؟ کیا اُسے اپنی رہائش گاہ میں رکھو گی؟"

"سوری، جب تک جینا کی اصلیت اور صحیح ہسٹری معلوم نہیں ہو جاتی میں اُسے اپنے قریب نہیں آنے دوں گی۔ میں یہ وعدہ کرتی ہوں، وہ انڈر گراؤنڈ سیل میں محفوظ رہے گی۔ دشمن وہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے اور مَیں اس کے آرام کا پورا خیال رکھوں گی۔"

مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ جینا اسی طرح محفوظ رہ سکے گی۔ میں نے چلتے چلتے اُس کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن دماغی طور پر حاضر ہونا پڑا۔ ایک گاڑی ہمارے قریب آ کر رُک گئی تھی۔ ڈرائیو کرنے والے نے گاڑی سے اُتر کر سونیا کو سلام کیا پھر پچھلی سیٹ پر چلا گیا۔ سونیا نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی، میں اُس کے برابر بیٹھ گیا۔ اُس نے گاڑی کو آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا "اس عورت کی نیند کے چار گھنٹے کب پورے ہوں گے؟"

مَیں نے گھڑی دیکھ کر کہا "شامت آنے ہی والی ہے۔"

"جینا کو سمجھا دو کہ وہ کم از کم دو دن تک یہاں قید رہے پھر تم آ کر اُسے لے جاؤ گے۔"

مَیں نے جینا کو مخاطب کیا۔ وہ کاٹیج میں میرا انتظار کر رہی تھی۔ کاٹیج کے اندر اور باہر فوجی جوان موجود تھے۔ میں جانتا تھا اُسے دو دن تک دُور رہنے کو کہوں گا تو وہ نہیں مانے گی۔ پھر کھانا پینا چھوڑ دے گی، اس لیے میں نے ڈراما کیا۔ اُس کے دماغ میں پہنچتے ہی کراہتے ہوئے کہا "جینا! میں دُشمنوں سے مقابلہ کرتے ہوئے بُری طرح زخمی ہو گیا ہوں۔ میرا دماغ کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ میں خیال خوانی نہیں کر سکوں گا وعدہ کرو، میرے آنے تک تم ان فوجیوں کی قید میں رہو گی۔"

"تم جو کہو گے کروں گی۔ مجھے جلدی بتاؤ تم کہاں ہو۔ میں تمھارے لیے کیا کر سکتی ہوں؟"

"تم... تم میرے انتظار میں بھوکی... بھوکی نہ رہنا۔ میں جلدی آؤں گا۔"

مَیں ایک آہ بھرتے ہوئے خاموش ہو گیا۔ وہ تڑپ کر مجھے پکارنے لگی۔ اُٹھ کر یوں دروازے کی طرف بھاگنے لگی جیسے مجھے ڈھونڈنے جا رہی ہو۔ ایک افسر نے اُسے روکتے ہوئے کہا "باہر نہ جاؤ، مسٹر وُولف یہاں آنے والے ہیں۔"

وہ اُسے دھکا دیتے ہوئے بولی "وہ بُری طرح زخمی ہو گیا ہے، اُسے میری ضرورت ہے۔ پتا نہیں وہ کہاں پر بے یار و مددگار پڑا ہوا ہے۔"

اُسے تین فوجی جوان گھیر رہے تھے، وہ اُن سے مقابلہ کرتی ہوئی دروازے سے باہر جانا چاہتی تھی۔ پیچھے سے دو اور جوانوں نے آ کر اُسے دبوچ لیا۔ ایک افسر نے چھوٹا ٹرانسمیٹر نکال کر اُسے آپریٹ کیا۔ ہماری گاڑی کے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہونے لگا۔ سونیا نے ایک ہاتھ سے ڈرائیو کرتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اسپیکر اور مائیک کے بٹن کو آن کیا پھر بولی "میں اٹینڈ کر رہی ہوں۔"

افسر کی آواز آئی "مادام! جینا بے قابو ہو رہی ہے کہہ رہی ہے کہ مسٹر وُولف کہیں بُری طرح زخمی ہو گئے ہیں۔"

سونیا نے کن انکھیوں سے مجھے دیکھا۔ مَیں نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ بولی "جینا کو انڈر گراؤنڈ سیل میں پہنچا دو۔ اُسے سمجھاؤ کہ وُولف کو تلاش کیا جا رہا ہے۔"

وہ ٹرانسمیٹر آف کر کے مجھ سے بولی "تم نے زخمی ہونے کی بات کیوں کہہ دی؟"

"میں نے یہ بھی کہا ہے کہ زخمی ہونے کے باعث خیال خوانی نہیں کر سکوں گا لہٰذا جب تک نہ آؤں وہ فوجیوں کی قید میں رہے۔ اگر ایسا نہ کہتا تو وہ قیدی بن کر رہنا منظور نہ کرتی۔ اس پر جبر کیا جاتا تو بھوک ہڑتال شروع کر دیتی۔ اب وہ میرے انتظار میں کھانا پینا نہیں چھوڑے گی۔"

ہماری گاڑی ایک ہوٹل کے سامنے رُک گئی۔ وہ بولی "یہاں ایک کمرا لو پھر مجھ سے دماغی رابطہ کرو۔ میرا مشورہ ہے تمھیں صبح کی فلائٹ سے نیو یارک جانا چاہیے اور کیوں جانا چاہیے یہ تم خوب سمجھتے ہو۔"

مجھے بہت پہلے ہی نیو یارک اور واشنگٹن جانا چاہیے تھا۔ سُپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں کینی پال کے علاوہ مس جورا جوری کے دماغ میں جگہ مل گئی تھی۔ ان کے ذریعے اور بہت سے خیال خوانی کرنے والے بے نقاب ہو سکتے تھے اور ہم ایک بار پھر اُس خفیہ اڈے تک پہنچنے والے تھے جہاں ٹرانسفارمر مشین کو چھپا کر رکھا گیا تھا۔

ماضی میں ہمارا یہ اطمینان غلط تھا کہ ہم نے اُس مشین کے تمام نقشوں کو جلا دیا ہے، اُس مشین کو دوبارہ بنانے کے لیے دوستوں یا دُشمنوں کے پاس کوئی نقشہ یا کسی قسم کی راہنمائی نہیں ہے لیکن سُپر ماسٹر کے ملک میں کہیں ایک مشین چھپا کر رکھی گئی تھی۔ مشین کی موجودگی ظاہر کرتی ہے کہ اس کے نقشے اور بلیو پرنٹس بھی مختلف مقامات میں چھپا کر رکھے گئے ہیں تاکہ ہم ایک جگہ چھاپا ماریں اور نقشے کو جلائیں تو دوسرے مقامات میں وہ نقشے محفوظ رہیں۔ گویا ٹرانسفارمر مشین کو شیطانی زندگی مل گئی تھی۔ وہ ایک جگہ تباہ ہوتی تو دوسری جگہ پیدا کر لی جاتی۔

سونیا جا چکی تھی۔ مَیں نے ہوٹل میں صبح تک کے لیے ایک کمرا حاصل کر لیا۔ وہ مجھ سے رخصت ہونے کے بعد کیا کرتی رہی، اس کا علم مجھے بعد میں ہوا۔ اُس نے گاڑی آگے بڑھا کر ٹرانسمیٹر کو آن کیا۔ بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ قائم ہونے کے بعد اُس نے کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "علی تیمور سے بات کراؤ۔"

تھوڑی دیر بعد علی کی آواز آئی "ممّا! آپ نے مجھے یاد کیا ہے۔ اس کا مطلب، معاملہ گمبھیر ہے۔"

"ہاں معاملہ سنگین ہے مگر ہمارے لیے نہیں دُشمنوں کے لیے۔"

"پارس کہاں ہے؟"

"یعنی پوچھنا چاہتے ہو میں پارس سے کام کیوں نہیں لے رہی ہوں؟"

"ممّا! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ میں نے کام سے انکار کرنے کے لیے پارس کے متعلق نہیں پوچھا ہے مگر ہاں معلوم کرنا چاہتا ہوں کیا وہ سنگین معاملہ مجھ سے تعلق رکھتا ہے؟"

"ہاں، تمھاری وہ ٹرانسفارمر مشین تباہ کرنے والی مہم ادھوری رہ گئی ہے۔"

"اوہ ممّا! نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق سُن سُن کر میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ ہم نے تمام مشینیں تباہ نہیں کیں، انھوں نے ایک آدھ چھپا کر رکھی ہے۔"

"ہاں بیٹے! انھوں نے ہمیں خوش فہمی میں مبتلا کر رکھا تھا۔"

"لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں؟ ہم مشین تباہ کرتے رہیں گے، وہ نئی تیار کرتے رہیں گے۔ یہ شیطانی مشین کبھی نابود نہیں ہو سکے گی۔"

"شیطان ازل سے ہم انسانوں کے پیچھے پڑا ہے، کبھی نابود نہیں ہوتا، اس کے باوجود انسانی عزائم کمزور نہیں پڑتے۔ ہم شیطان سے لڑتے آ رہے ہیں اور لڑتے رہیں گے۔ ٹھیک ہے کہ شیطان نہیں مرتا لیکن ہم اُسے اپنے اوپر غالب نہیں آنے دیتے، یہی انسان کی جیت ہے۔ ٹھیک ہے کہ مشینیں پھر تیار ہوتی رہیں گی لیکن ہم اپنی حکمتِ عملی سے دُشمنوں کو ان مشینوں سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانے نہیں دیں گے۔"

"ویل مما! کیا اس کے لیے نیویارک جانا ہوگا؟"

"ہاں، رختِ سفر باندھو۔ تمہارے پاس جتنی شخصیات کے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات ہیں، ان میں سے کسی ایک شخص کا رُوپ اختیار کرو۔ اس سے تعلق رکھنے والے اہم کاغذات میرے پاس بھیج دو یا خود لے آؤ۔ کل کسی فلائٹ سے تمہیں روانہ ہو جانا چاہیے۔"

"ویل مما! میں رات کے تین بجے تک آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

اِدھر میں ہوٹل کے ایک کمرے میں آیا تو میرے دماغ کے کمرے میں وہ بُلا آ گئی۔ ہنستے ہوئے بولی: "مجھے بُلا کیوں سمجھتے ہو؟"

میں نے کہا: "ایک مچھر کہیں سے اُڑتا ہوا ایک بیل کے سینگ پر آ کر بیٹھ گیا پھر بولا: 'بھائی بیل! میں ذرا ستانے کے لیے آپ پر آ بیٹھا ہوں، اگر آپ بوجھ محسوس کر رہے ہوں تو چلا جاؤں۔' بیل نے کہا: 'جب آ کر بیٹھ گئے تھے تو بیٹھے ہی رہتے۔ مجھے یہ کیوں بتایا کہ مجھ پر سوار ہو؟ پہاڑ کا بوجھ کوئی بوجھ نہیں ہوتا، احساس کا بوجھ ہوتا ہے۔' تُو نے میرے احساسات کو بوجھل کر دیا ہے۔ میں تم سے کہوں گا 'بھاگ جاؤ' شاید تم بھاگ ہی جاؤ لیکن مجھے کیسے یقین ہوگا؟ نہ تیرے آنے کی خبر ہوتی ہے، نہ جانے کا یقین ہوتا ہے۔ تُو ایک ایسی بلا ہے جو ہونے اور نہ ہونے کے باوجود ناقابلِ برداشت بوجھ ہوتی ہے۔"

وہ بدستور ہنستے ہوئے بولی: "ان معنوں میں بُلا سمجھتے ہو کوئی بات نہیں۔ ویسے میرا ضمیر مطمئن ہے کہ میں نے تمہیں اب تک کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔"

"سانپ کی فطرت ڈسنا ہے۔ ڈستے وقت اُس کا ضمیر بھی مطمئن رہتا ہے۔ ظالم نے کب سمجھا ہے کہ وہ ظلم کر رہا ہے۔ تمہیں احساس ہی نہیں ہے کہ بوجھ بن کر مجھے دماغی طور پر نقصان پہنچا رہی ہو۔"

"تم کچھ بھی کہہ لو، میں تمہیں چھوڑنے سے تو رہی۔"

"نہ چھوڑو، تم میری خیریت معلوم کرنے آئی تھیں معلوم کر لی ہو تو اب جاؤ۔"

"تم نے خیریت معلوم کرنے کا موقع ہی نہیں دیا اور بیل کا قصّہ لے بیٹھے۔ اب بتاؤ، ہوٹل میں کیا کر رہے ہو؟"

"میری بھاگ دوڑ ناکام ہو گئی ہے۔ سونیا نے مجھے نکالا ہے۔"

"کیا واقعی؟ تم نے چہرہ بدل لیا، اس کے باوجود اُس نے پہچان لیا؟"

"ہاں، وہ چاہتی ہے میں جینا کی خاطر بغاوت نہ کروں، فرانس کی حکومت کو اپنا دُشمن نہ بناؤں، وہ جینا کو میرے حوالے کرنے کو تیار ہے۔"

"تمہاری ٹیلی پیتھی کی بڑی دھونس ہے، وہ جینا جیسی سیکرٹ ایجنٹ کو تمہارے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔"

"وہ خطرناک نہیں ہے، دُشمن اُسے بگاڑ کر دُنیا وا[لوں] کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ دیکھو میں تمہیں انسانیت کا وا[سطہ] دیتا ہوں، جینا سے ہمدردی کرو، اُسے میرے پاس رہنے دو۔"

"تمہارے پاس رہنے دوں گی تو یہ اس سے ہمدردی نہیں دُشمنی ہوگی۔"

"دُشمنی کیسے ہوگی؟"

"ایسے کہ تم اُسے ذہنی طور پر نارمل رکھنا چاہو گے، اس کی اصل ہسٹری اُسے یاد دلانا چاہو گے اور تمہارے جواب [میں] دُشمن اُسے دماغی طور پر ٹارچر کرتے رہیں گے۔ وہ اُدھر کی ر[ہے] گی نہ اِدھر کی لہٰذا اُسے اُدھر کی ہی رہنے دو۔"

"اُس کے دماغ کو بجلی کے یا خیال خوانی کے جھٹکے پہنچائے جائیں تو وہ جلد ہی بھولی ہوئی باتیں یاد کر لے [گی]۔ میں اُسے اپنے پاس رکھ کر اسی طرح اس کا علاج کرتا رہو[ں گا]۔"

وہ بولی: "فوجیوں سے کہو اُسے وقتاً فوقتاً بجلی کے جھٹکے پہنچاتے رہیں یا میں خیال خوانی کے ذریعے اس کا [علاج] کرتی رہوں گی۔ میں نہیں چاہتی تم کسی جوان عورت کا علا[ج] کرو اور میرے حقوق اُسے دیتے رہو۔"

میں نے غصّے سے کہا: "تم بکواس کرتی ہو، میرا تم [سے] کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"ہمارا جسم و جاں کا رشتہ ہے۔ تمہیں انکار ہے تو لباس میں چھپے ہوئے بدن کی شرم، میرا عورت پن اور میر[ی] محبت، الیو ارکو۔"

"تم نے یہ سب کچھ اپنی مرضی سے لُٹایا ہے۔ میں تمہارے گھر نہیں گیا تھا، تم میرے گھر آئی تھیں۔"

"اپنی دانست میں بڑی اچھی دلیل دے رہے ہو۔ تم نے درست کہا کہ تم میرے پاس نہیں آئے تھے، میں تمہارے گھر آئی تھی۔ یہی تو دُنیا کا دستور ہے، دُلہن اپنے پیا کے گھر آتی ہے۔ ایک عورت اپنی مرضی سے اسی پر سب کچھ لُٹاتی ہے جسے جی جان سے چاہتی ہے۔ میں نے چاہت میں ایسا کیا۔ تم نے مالِ غنیمت سمجھ کے لُوٹ لیا اور ڈھٹائی سے کہتے ہو کہ تم بے گناہ ہو۔ اگر میری محبت گناہ ہے تو میرے ساتھ گناہ کس نے کیا؟"

میں نے کہا: "لیکن ایک گناہ گار کی سزا کتنی ہوتی ہے؟"

"جتنی بھی ہوتی ہے، کم ہوتی ہے۔ گناہ گار اپنی سزا کی آگ میں عمر بھر جلتا ہے بلکہ قیامت تک جلتا ہے۔ یومِ حساب توبہ قبول نہ ہو تو اسے قیامت کے بعد جہنّم کی آگ میں جلنا ہوتا ہے۔"

میں نے کہا: "توبہ سے جہنّم کی آگ بجھ جاتی ہے، سزا ختم ہو جاتی ہے۔ میں توبہ کرتا ہوں، آئندہ کبھی گناہ نہیں کروں گا۔ تمہیں یا دُنیا کی کسی عورت کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ جینا سے باقاعدہ نکاح پڑھوا کر باقی عمر صرف اس کے ساتھ گزار دوں گا۔"

"تم میری عزت کا جنازہ نکال کے توبہ کر رہے ہو، مجھے اتنا بڑا نقصان پہنچا ہے کہ میں تمہیں معاف نہیں کر سکتی۔ مجھے تمہارا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہیے لیکن میں نیک ارادے سے تمہارے پاس آئی تھی۔ میرا مقصد تھا تم کسی ایک محبت کرنے والی کے ساتھ زندگی گزارو اور کسی عورت کی تنہائی میں نہ جاؤ۔"

"تو پھر اپنے نیک مقصد کے لیے جینا سے نیکی کرو۔ میں قسم کھاتا ہوں، جینا کے علاوہ کوئی میری زندگی میں نہیں آئے گی۔"

"میری چند شرائط مان لو اور ان پر عمل کرو۔ میں ابھی تمہارے دماغ سے نکل جاؤں گی پھر کبھی نہیں آؤں گی۔"

"اگر تم سچ مچ میرے دماغ سے چلی جاؤ گی تو میں تمہاری ہر شرط پر عمل کروں گا۔"

"میری پہلی شرط یہ ہے کہ تم جینا سے اُس وقت تک دُور رہو گے جب تک وہ دُشمنوں کی خیال خوانی اور تنویمی عمل کے اثر سے نہیں نکل جاتی۔"

"اُسے دُشمنوں کے اثر سے کون نکالے گا، کب نکالے گا؟"

"تم اُس کے دماغ میں جایا کرو گے اسے یہ نہیں بتاؤ گے

کہ تم کہاں ہو اور کیا کرتے پھر رہے ہو۔ تم دُور رہ کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کا علاج کرتے رہو گے۔"

"واقعی تمہارے مقاصد نیک ہیں۔ تم چاہتی ہو، دُشمنوں کو جینا کے ذریعے میری مصروفیات کا اور میرے ٹھکانے کا علم نہ ہو اور اس کا علاج بھی ہوتا رہے۔ میں تمہاری اس شرط پر دل و جاں سے عمل کرتا رہوں گا۔"

"جب وہ دُشمنوں کے اثر سے نکل جائے تو تم اسے اپنے پاس بُلا لو گے۔ وہ ایک شرط پر ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔"

"میں سمجھ گیا، تم کہو گی اس کے بعد کوئی دوسری میری زندگی میں کبھی نہ آئے، اس کے لیے تو میں پہلے ہی قسم کھا چکا ہوں۔"

"اس قسم کے علاوہ ایک کڑی شرط ہے اور وہ یہ کہ تم جینا کو لے کر دُور کسی ویرانے میں چلے جاؤ۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "تمہارا خیال ہے میں انسانی آبادی سے دُور رہ کر عورتوں سے بھی دُور رہوں گا۔"

"نہیں، کسی ویرانے میں رہنے کی شرط اس لیے ہے کہ تم وہاں یادِ الٰہی میں مصروف رہو گے اور شیخ الفارس مرحوم کی آخری خواہش کے مطابق گُمنامی کی زندگی گزارو گے۔"

مجھے چُپ سی لگ گئی۔ یہ بہت کڑی شرط تھی۔ میں دُنیا میں رہ کر دُنیا کی رونق سے کب تک دُور رہ سکتا تھا۔ پھر جینا دُنیا کو چھوڑ کر تمام سیر و تفریحات، نئے فیشن کے ملبوسات اور تمام دُنیاوی خواہشات سے کب تک پرہیز کر سکتی تھی۔ میرے ساتھ کب تک یہ سزا پا سکتی تھی؟

اگر ایسی باتیں قابلِ قبول ہوتیں تو میں بہت پہلے شیخ الفارس مرحوم کی ہدایات پر عمل کرتا نظر آتا۔ پھر مجھے ایسی شرائط تسلیم کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ سونیا نے کہا تھا مجھے چوبیس گھنٹے بعد اس عورت سے نجات مل جائے گی۔ میں اس عورت سے خواہ مخواہ اس موضوع پر باتیں کر رہا تھا۔ مجھے اس سلسلے میں صرف سونیا سے گفتگو کرنی چاہیے تھی۔

یہ سوچتے ہی میں نے سونیا کے پاس جانے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی۔ مجھے یہ سمجھنا چاہیے تھا کہ وہ عورت میرے دماغ میں موجود ہے۔ وہ سونیا سے ہونے والی گفتگو سنتی رہے گی لیکن میں چشمِ زدن میں اس بلا کو بھول گیا تھا، یعنی اُس نے میرے دماغ سے اپنا خیال مٹا دیا تھا اور میرے ذہن پر حاوی ہو کر مجھے سونیا سے رابطہ کرنے پر اُکسایا تھا۔

سونیا نے کوڈ ورڈز سُن کر کہا "میں تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔ ابھی تمہارے پاس ایک فوٹوگرافر آ رہا ہے، تمہارے نئے چہرے کی تصویریں اُتار کر پاسپورٹ وغیرہ کے لیے لے جائے گا اور سُناؤ کیا وہ تمہارے دماغ میں آئی تھی؟"

"ہاں، میرے دماغ سے ہمیشہ کے لیے جانے کو تیار ہے مگر اُس کی شرائط قابلِ قبول نہیں۔"

"وہ کیا کہتی ہے؟"

"یہی کہ میں جینا کے نارمل ہونے کے بعد اُسے کسی ویرانے میں چلا جاؤں اور وہاں یادِ الٰہی میں مصروف شیخ الفارس مرحوم کی آخری خواہش کے مطابق گُمنامی کی زندگی گزاروں۔"

سونیا نے کہا "وہ عورت جسے تم بلا کہتے ہو، حقیقتاً قابلِ تعریف ہے۔ ہمارے ایک بزرگ کی آخری خواہش کا اس حد تک احترام کرتی ہے کہ اُس نے جینا کو ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی۔ اُس میں ذرا بھی خود غرضی ہوتی تو وہ کہتی کہ تمہیں اس کے ساتھ گُمنامی کی زندگی گزارنا چاہیے۔ وہ تمہارے دماغ پر حاوی ہو کر اپنے ساتھ ویرانے میں رہنے پر مجبور کرتی اور وہ ایسا کرنے میں حق بجانب ہوتی کیونکہ وہ تمہارے لیے اپنا تن من سب کچھ ہار چکی ہے۔ وہ اتنی بڑی قربانیاں کر کے صرف شیخ الفارس مرحوم کے اُس بیان کی سچائی کو قائم رکھنا چاہتی ہے کہ گناہ گار فرہاد مر چکا ہے لیکن تم شیطان کی طرح زندہ رہنا چاہتے ہو۔ تم اُس عورت کی عظمت کو تسلیم نہیں کرو گے لیکن میں اُس کی عظمت کو سلام کرتی ہوں۔"

"تم دن رات اُسے سلام کرتی رہو لیکن میں ایک کا پابند نہیں رہوں گا۔"

"پابندی کیسی؟ وہ تمہارے دماغ سے ہمیشہ کے لیے جانے کو تیار ہے۔"

"اُس نے تنویمی عمل کے ذریعے میرے دماغ کو ایسا کر دیا ہے کہ میں اُس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکوں۔ واقعی محسوس نہیں کر پاتا ہوں۔ وہ دکھاوے کے لیے چلی جائے گی لیکن چُپ چاپ موجود رہا کرے گی۔"

"فرہاد! جو عورت کھلا ذہن، نیک مقاصد، قربانی کا جذبہ اور بزرگانِ دین کا احترام اپنے دل میں رکھتی ہے وہ کبھی دھوکا نہیں دے گی۔ جب جائے گی تو اُس وقت تک واپس نہیں آئے گی جب تک تم اُس کی شرائط پر عمل کرتے رہو گے۔"

"یہ شرط قابلِ قبول نہیں ہے۔ میں انسانوں کی دُنیا سے دُور نہیں رہوں گا۔ کیا تم چاہتی ہو، میں تم سے، پارس اور علی تیمور سے دُور چلا جاؤں پھر لوٹ کر نہ آؤں؟"

"زیادہ جذباتی نہ بنو۔ تم خیال خوانی کے ذریعے وقتِ ضرورت رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ میں، پارس اور علی تیمور تمہیں فرہاد کی حیثیت سے جانتے ہیں، چوتھی وہ تمہارے دماغ میں رہنے والی عورت ہے جو تمہاری اصلیت جانتی ہے، باقی دُنیا کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ تم زندہ ہو۔ اب تو چہرہ بھی بدل گیا ہے۔ کوئی تمہیں فرہاد کا ہم شکل نہیں کہے گا۔ یوں تمہیں گُمنام رہنے پر اعتراض کیوں ہے؟"

میں نے جواب دیا "گُمنامی کا مطلب ہے کہ میں خیال خوانی کے ذریعے دُشمنوں کی دُشمنی کا جواب نہ دوں، کسی شیر طاقت سے نہ ٹکراؤں، میرے بچے کسی مصیبت میں ہوں تو اُن کے کام نہ آؤں۔"

"تم فضول سی بحث کر رہے ہو۔ جب مجھ سے اور دونوں بیٹوں سے رابطہ رہے گا تو پھر ہماری مصیبتوں میں بھی کام آؤ گے لیکن کوئی یہ جان نہ سکے گا ہمارے بُرے وقتوں میں تم کام آتے ہو۔"

"لیکن جینا کب تک ویرانے میں میرے ساتھ سزا پاتی رہے گی؟"

"آ گئے اپنی اصلیت پر۔ تم صرف جینا کی خاطر اس عورت کی عظمت سے اور گُمنامی کے نیک عمل سے انکار کر رہے ہو۔ تم پوچھتے ہو وہ ویرانے میں کب تک سزا پائے گی۔ میں کہتی ہوں، محبت کرنے والی عورت ویرانے میں کیا، جہنم میں بھی ساری زندگی اپنے مرد کے ساتھ رہ سکتی ہے۔"

"یہ محض جذباتی باتیں ہیں۔ جذبات کا نشہ ذرا کم ہوتا ہے تو عورت کو دُنیاوی رونق اور تماشے یاد آتے ہیں۔ وہ اپنے جیسے انسانوں کی سوسائٹی چاہتی ہے۔"

"فرہاد! میں جذباتی عورتوں کی نہیں، محبت کرنے والیوں کی بات کہہ رہی ہوں۔ میرا دعویٰ ہے تمہارے دماغ میں رہنے والی ساری زندگی تمہارے ساتھ کس ویرانے میں گزار دے گی۔ ایک بار اُسے آزما کر دیکھ لو۔"

"میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ دُنیادار ہوں اور دُنیا والوں کے درمیان رہوں گا۔ اسلام میں عبادت کی سب سے زیادہ اہمیت ہے لیکن اس کے ساتھ دُنیاداری بھی لازمی قرار دی گئی ہے۔"

"تم ویرانے میں رہ کر خدا کے نیک اور مظلوم بندوں کے کام آ سکتے ہو۔ خیال خوانی کے ذریعے دُنیاداری کے فرائض انجام دے سکتے ہو۔"

میں نے بیزار ہو کر پوچھا "میری سمجھ میں نہیں آتا تم اُس عورت کی حمایت کیوں کر رہی ہو؟ کیا تم دونوں نے میری لاعلمی میں یہ طے کیا ہے کہ مجھے کسی ویرانے میں بھیج کر ہی رہو گی۔ تمہاری مکاری سے کچھ بعید نہیں ہے۔ بہت ممکن ہے اس عورت کو تم نے ہی میرے دماغ میں بھیجا ہو۔"

"میں جب سچ بولتی ہوں تو اُس میں جھوٹ کی ذرا بھی ملاوٹ نہیں ہوتی اور سچ یہ ہے کہ میں نے اُس عورت کو نہ دیکھا، نہ سُنا ہے اور نہ ہی اُس کا نام جانتی ہوں۔ اُس نے کبھی میرے پاس آ کر اپنے متعلق کچھ نہیں بتایا۔ شاید اس لیے کہ نیکی کا کوئی نام اور پتا نہیں ہوتا۔ نیکی اپنا تعارف پیش نہیں کرتی۔ جو کرنا ہوتا ہے کر گزرتی ہے۔"

"سونیا! یہ بحث ختم کرو، تم نے وعدہ کیا تھا، چوبیس گھنٹے بعد مجھے اُس عورت سے ہمیشہ کے لیے نجات دلاؤ گی، تمہیں ہر حال میں اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیے۔"

"سوری، میں زندگی میں پہلی بار وعدہ خلافی کرتے ہوئے خوشی محسوس کروں گی۔ یہ خیال دماغ سے نکال دو کہ سونیا نے جس عورت کی عظمت کو سلام کیا ہے اس کے نیک ارادوں کے خلاف کوئی قدم اُٹھائے گی۔"

"کیا تم سمجھتی ہو، تمہارے تعاون نہ کرنے سے میں اُس عورت کی بے جا پابندیوں میں رہوں گا اور خود غلامی کی زنجیریں نہیں توڑ سکوں گا؟"

"تم زبردست ہو فرہاد! زنجیریں خود توڑ ڈالو گے، مگر بہت پچھتاؤ گے۔"

"کیا یہ کافی نہیں ہے کہ تم سے تعاون کی اُمید کر کے پچھتا رہا ہوں اور پچھتانے کے بعد میں کیا کرتا ہوں، یہ اب تمہارے سامنے آئے گا۔"

"ایک منٹ، جانے سے پہلے سُن لو، میں فرانس کی زمین پر تمہاری طرف سے کوئی ہنگامہ نہیں چاہتی۔"

"مجھے معلوم ہے، اس ملک کو ٹیلی پیتھی کے ہنگاموں سے بچانے کے لیے تم نے جینا کو رہائی دلائی تھی۔ اب پھر اُسے میرے حوالے کرو گی۔"

"جو کہو گے، وہی کروں گی۔ کسی ایک معاملے میں اختلافِ رائے ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے ہیں۔"

"کوشش کروں گا کہ ہمارے درمیان اختلافات کم سے کم ہوں اور کسی معاملے میں ہمیں ایک دوسرے کی کبھی ضرورت نہ پڑے۔"

"اگر ضرورت پڑی تو کام نہیں آؤ گے؟ کیا بیٹوں کے بھی کام نہیں آنا چاہو گے؟"

میں جواب نہ دے سکا۔ وہ بولی: "بابا صاحب کے ادارے نے تمھارے بیٹوں کو علم و ہنر کا کمال دیا ہے انھیں فولاد اور ناقابلِ تسخیر بنا دیا۔ تم اس ادارے کے بھی کبھی کام نہیں آؤ گے۔ میری بات جانے دو۔ دُشمن میری حاضر دماغی یا مکاری سے سہمے رہتے ہیں لیکن میں اتنی نادان ہوں کہ تمھارے لیے اپنی جوانی غارت کر دی۔ بیس برس سے پارس کو کلیجے سے لگائے ہوئے ہوں۔ دُنیاوی رشتے سے نہ تمھاری کچھ لگتی ہوں اور نہ پارس کی ماں ہوں مگر تمھاری کچھ لگنے اور پارس کی ماں کہلانے کی حماقت کیے جا رہی ہوں اور حماقت کا نتیجہ تو یہی ملتا ہے جو مجھے مل رہا ہے۔ بے شک آئندہ کبھی میرے کام نہ آنا مگر ابھی اپنی عقل سے کوئی بڑا فیصلہ نہ کرو۔ جینا تمھارے حواس پر چھائی ہوئی ہے۔ ایسے میں تم کبھی صحیح فیصلہ نہیں کر سکو گے۔"

میں سر جھکا کر سوچنے لگا۔ مجھے کچھ ہو گیا تھا۔ مجھے شدت سے احساس ہوا کہ میں نے سونیا کی محبت، خلوص اور قربانیوں کو نظر انداز کر کے اس کی توہین کی ہے۔ میں اور میرے بچے ساری عمر اس کی خدمت کرتے رہتے تب بھی اس کی بے لوث محبت کا صلہ نہیں دے سکتے تھے۔ میں نے ندامت سے کہا۔ "سونیا! میں شرمندہ ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ میرا دماغ صحیح طور پر سوچنے اور فیصلہ کرنے کے قابل نہیں رہا ہے۔ تم میری زندگی کی پہلی اور آخری ساتھی ہو۔ اتنی بڑی دُنیا میں کسی کی محبت، ذہانت اور برتری کو تسلیم کرتا ہوں تو وہ تم ہو۔ میں تمھیں کبھی ناراض کرنے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "خدا کا شکر ہے اور یہ تمھارا بڑا پن ہے کہ تم اپنی غلطی محسوس کر لیتے ہو۔"

"تم بھی اپنی غلطی کو سمجھو اور مجھے الزام نہ دو کہ جینا میرے حواس پر چھائی ہوئی ہے۔ جب میرا دماغ ہی میرے بس میں نہیں ہے وہ ایک عورت کے قابو میں ہے تو پھر میرے حواس پر جینا کیسے چھائے گی۔ میرے موجودہ ذہنی انتشار کی وجہ صرف وہ عورت ہے۔"

تب میرے دماغ میں بڑی دیر کے بعد اُس کی آواز اُبھری۔ وہ کہنے لگی: "فرہاد! میں یہ الزام اپنے سر نہیں لینا چاہتی کہ میری وجہ سے تم سوچنے سمجھنے اور صحیح فیصلہ کرنے کے قابل نہیں رہے۔ میں تمھاری بھلائی اور شیخ الفارس مرحوم کی سچائی کو بحال رکھنے کی خاطر تمھیں صحیح راستے پر لے جا رہی تھی، اب ایسا نہیں کروں گی۔ تم یقین کرو یا نہ کرو، میں تمھارے دماغ سے جا رہی ہوں لیکن اس سے پہلے سو[نیا] سے دو باتیں کرنا چاہتی ہوں، کیا وہ مجھے اپنے پاس آنے دے[گی؟]"

میں نے سونیا سے کہا: "وہ تمھارے پاس آ کر کچھ [کہنا] چاہتی ہے۔"

سونیا نے کہا: "میں اُسے خوش آمدید کہتی ہوں۔"

پھر میں نے دیکھا سونیا خلا میں تکنے اور مسکرا[نے] لگی۔ کیونکہ وہ میرے دماغ سے اس کے دماغ میں پہنچ [گئی] تھی اور کہہ رہی تھی: "سونیا! میں زیادہ نہیں بولوں گی، تمھا[را] وقت ضائع نہیں کروں گی، تمھیں گواہ بنانے کے لیے [آ] رہی ہوں کہ میں نے اسی لمحے سے فرہاد کے دماغ کو [چھوڑ] دیا ہے۔ اب اس کے پاس نہیں جاؤں گی۔ تم اُسے ایک بات سمجھا دو کہ اُسے فرہاد کی حیثیت سے کبھی دُنیا والوں [پر] ظاہر نہیں ہونا چاہیے۔ میں جب بھی یہ دیکھوں گی کہ وہ ظا[ہر] ہونے والا ہے اور شیخ الفارس مرحوم کی سچائی پر حرف آ[نے] والا ہے تو میں اس کی بدترین دُشمن بن جاؤں گی، جان لے [لوں گی] تاکہ دُنیا والوں کو آخری بار اس کی موت کا یقین آ جائے۔"

سونیا نے پوچھا: "تمھیں مجھ سے کیا شکایت ہے؟"

"تم سے شکایت نہیں، محبت ہی محبت ہے۔ میں [تمھیں] کتنا چاہتی ہوں یہ لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی۔"

"تو پھر چاہت کا ثبوت دو۔ فرہاد کی غیر موجودگی [میں] میرے پاس آؤ۔ میرا وعدہ ہے جب آؤ گی تو دل خوش [کر] دوں گی۔"

"مجھے یقین ہے تم ایسا کرو گی اور میں ضرور آؤں [گی] خدا حافظ... !"

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ میں سونیا کے دماغ [سے] نکلا پھر چند سیکنڈ کے بعد آ کر بولا: "میں ابھی چلا گیا تھا [کیا] وہ بدستور موجود تھی؟"

سونیا نے کہا: "نہیں چند سیکنڈ کے لیے میرا دماغ پرائی سوچ کی لہروں سے خالی ہو گیا تھا پھر تم مخاطب رہے ہو۔"

میں نے پوچھا: "تم اُس کا دل کیسے خوش کرو گی؟"

"تمھارا کیا خیال ہے؟"

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔ کیا اس کے ساتھ مل [کر] مولوی بنانے کا ارادہ ہے؟ تم اسی طرح اُسے خوش کرو[گی؟]"

"کیا تم ایسے ہی نادان بچے ہو کہ ہم دو عورتیں تمھیں بنانا چاہیں گی تم بن جاؤ گے؟"

"پھر مجھے بتاؤ اس کا دل کیسے خوش کرو گی؟"

"وہ مجھے دل و جاں سے چاہتی ہے۔ ایسے میں اُسے دوستی کی پیش کش کروں تو کیا وہ دوست بن کر کام کرنے میں فخر نہیں کرے گی۔"

"ہاں تم اُسے دوست بنا سکتی ہو لیکن وہ میری دُشمن بن رہی ہے۔"

"تم اُسے غلط نہ سمجھو، اُس نے تمھیں محتاط رہنے کے لیے چیلنج کیا ہے۔ یہ چیلنج تمھاری بہتری کے لیے ہے۔ تمھارا اخلاقی فرض ہے کہ تم شیخ الفارس مرحوم کے بیان کی سچائی کو قائم رکھو اور کبھی اپنی اصلیت ظاہر نہ ہونے دو۔"

"میں کبھی ظاہر نہیں ہونے دوں گا لیکن میں کیسے یقین کروں کہ وہ ہمیشہ کے لیے میرے دماغ سے چلی گئی ہے۔"

"میں تمھیں یقین دلاتی ہوں کہ وہ جا چکی ہے۔ اگر ذہنی انتشار سے بچنا چاہتے ہو تو اُسے بھول جاؤ، ورنہ تمھاری مرضی ہے۔ ساری زندگی ایک بیل کی طرح مچھر کا بوجھ محسوس کرتے رہو گے۔"

ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے کہا: "میں ابھی فون اٹینڈ کر کے باتیں کروں گا۔"

میں نے ریسیور اُٹھایا۔ ہوٹل کی کاؤنٹر گرل نے کہا۔ "ایک فوٹو گرافر آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

میں نے کہا: "ریسیور فوٹو گرافر کو دو۔"

چند سیکنڈ کے بعد فوٹو گرافر کی آواز آئی: "سر! مجھے مادام نے بھیجا ہے۔"

"چلے آؤ۔" میں نے ریسیور رکھا پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر خیالات پڑھے۔ وہ غلط آدمی نہیں تھا۔ سونیا کے احکامات کی تعمیل کے لیے آ رہا تھا۔ میں نے دستک سُن کر دروازہ کھولا۔ اُس نے کمرے میں آ کر فلیش لائٹ سے میری کئی تصویریں اُتاریں۔ اس دوران میں نے سونیا کو مخاطب کر کے پوچھا: "کیا فوٹو گرافر کے لیے کوئی پیغام ہے؟"

"نہیں اُسے جانے دو۔ مجھے ایک گھنٹے بعد تمھاری تصویریں مل جائیں گی۔"

فوٹو گرافر چلا گیا۔ میں نے کہا: "میں یقین کرتا ہوں کہ وہ دماغ سے جا چکی ہے۔ اب جینا میرے پاس رہ سکے گی۔ میں اسی طرح اس عورت کی عدم موجودگی کو سمجھ پاؤں گا۔"

"تم پھر اُلٹی باتیں کر رہے ہو۔ کیا جینا کا علاج نہیں ہونے دو گے۔ علاج سے پہلے تمھارے قریب آئے گی تو دُشمنوں کو معلوم ہو جائے گا کہ تم نے نیا نام اور نئی شخصیت اختیار کی ہے اور اسے ساتھ لے کر نیویارک جا رہے ہو۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ جینا کی خاطر نیویارک جانے سے انکار کر سکتا تھا لیکن نئے نام اور شخصیت کو دُشمنوں سے چھپا نہیں سکتا تھا۔ میں نے پوچھا: "کیا تم جینا کی ذمّے داری قبول کر رہی ہو؟"

"میں قبول کرتی ہوں، اس کے باوجود تمھارا دھیان اس لڑکی کی طرف رہے گا اور تم پوری توجہ سے سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والوں تک نہیں پہنچ سکو گے۔"

"تم درست کہہ رہی ہو۔ میرا خیال ہے کل ہی نیویارک جانا ضروری نہیں ہے۔ میں جینا کا علاج ہونے تک اسی شہر میں رہوں گا اور خیال خوانی کے ذریعے کینی پال اور جورا جوری اور اس کے کرنل باپ تک پہنچ کر کام کی باتیں معلوم کرتا رہوں گا، تم کیا کہتی ہو؟"

وہ بولی: "سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والوں تک پہنچنا اور ان کی صحیح تعداد معلوم کرنا بہت ضروری ہے۔ اس کام میں دیر نہیں ہونی چاہیے۔ میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ تم یہاں سے نہیں جاؤ گے اور جاؤ گے تو جینا کو چھوڑ کر کسی کام کے نہیں رہو گے اس لیے میں علی تیمور کو نیویارک بھیج رہی ہوں جب وہ وہاں پہنچ جائے تو تم اُسے کینی پال اور جورا جوری کا پتا بتاؤ گے۔"

"تم کمال کی عورت ہو، میں جو چاہتا تھا، وہی کر رہی ہو۔ میں علی تیمور سے رابطہ کروں گا۔"

"بہرحال تمام معاملات طے ہو چکے ہیں۔ تم جینا کا علاج ہونے تک اُس سے دُور رہو گے۔ اب میرے دماغ سے جاؤ۔ تمھارے دماغ سے جانے والی کسی وقت بھی میرے پاس آ سکتی ہے۔"

میں جینا کے پاس چلا آیا، وہ سو رہی تھی۔ میں نے اُس سے جھوٹ کہا تھا کہ بُری طرح زخمی ہو گیا ہوں۔ یہ سُنتے ہی وہ مجھے تلاش کرنے کے لیے فوجیوں کی حراست سے نکلنا چاہتی تھی۔ اُسے بڑی مشکلوں سے قابو میں کر کے دوبارہ انڈر گراؤنڈ سیل میں پہنچایا گیا تھا پھر اُسے نیند کا انجکشن لگا کر سُلا دیا گیا تھا۔

اُسے دو گھنٹے پہلے انجکشن دیا گیا تھا۔ اُس کی خوابیدہ سوچ نے بتایا کہ وہ تنویمی نیند پوری کر رہی ہے۔ یہ بات اس کے لیے خطرناک تھی، اس پر کسی نے تنویمی عمل کیا تھا۔ چونکہ وہ معمولہ تھی اس لیے مجھے عامل کا نام نہیں بتا سکتی تھی۔ میں نے سونیا کو مخاطب کر کے کہا: "تمھارے فوجی جینا کے

حفاظت نہیں کر سکیں گے۔ اُنھوں نے اُسے انجکشن دے کر سُلایا۔ دُشمن نے اُس کے خوابیدہ دماغ کو گرفت میں لے کر اپنی معمولہ بنالیا ہے۔"

"خبردار! جب میں نے اس کی ذمّے داری قبول کی ہے تو کوئی دُشمن اپنی چال میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔"

"کیا تم نے اُس پر تنویمی عمل کرایا ہے؟"

"ہاں، ہم صرف بجلی کے جھٹکوں سے نہیں، تنویمی عمل سے بھی اس کا برین واش کریں گے۔ دُشمنوں کے تمام ہتھکنڈوں کو اُس کے دماغ سے مٹادیں گے۔"

"یہ طریقہ کامیاب ہوگا لیکن وہ سو رہی تھی۔ اُس پر عمل کرنے کے لیے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت تھی جبکہ سوتی خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔ اس دوران میں تم سے گفتگو میں مصروف رہا پھر اُس کے دماغ میں کون گیا، کس نے عمل کیا؟"

"جینا کے معاملے میں تمھارا دماغ کام کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ اگر تمھارا دعویٰ ہے کہ عشق نے تمھیں نکمّا نہیں کیا ہے تو بتاؤ میں نے جینا پر کس طرح عمل کرایا ہے؟"

میں سوچ میں پڑگیا۔ ہماری ٹیم میں اور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں تھا۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ سونیا نے کس طرح اس پر عمل کرایا ہوگا۔ وہ بولی "خاموش کیوں ہو؟ مان لو کہ جینا نے تمھیں کسی کام کا نہیں چھوڑا ہے۔ سُنو! تم اُسے جانتے ہو، وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میرا عاشق ہے، دیوانہ ہے۔"

میں نے چونک کر کہا "پرنس ڈریگر؟"

"ہاں، اب تم کہو گے کہ میں نے جینا کا برین واش کرانے کے لیے پرنس پر بھروسا کیوں کیا؟"

"بے شک، ابھی تم نے کسی معاملے میں اُسے اچھی طرح آزمایا نہیں ہے۔ کیا آزمانے کے لیے جینا ہی ملی تھی؟"

"توبہ ہے، اتنی بھی دیوانگی اچھی نہیں ہوتی۔ تمھارے اطمینان کے لیے کہہ دوں کہ پرنس دل و جاں سے میرا تابعدار ہے۔ میں نے اُس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ سپر ماسٹر کو چھوڑ کر میری طرف آئے گا تو میں بڑے بڑے اہم معاملات میں اُسے اپنے ساتھ رکھوں گی اور وہ میرے ساتھ ہے۔ کل ہم دونوں علی تیمور کے ساتھ نیویارک جا رہے ہیں۔"

"اوہ گاڈ! تم جا رہی ہو تو سپر ماسٹر کا کیا بنے گا؟"

وہ بولی "کسی کا کچھ بنے گا، کسی کا کچھ بگڑے گا، یہی ہوتا آیا ہے۔"

"کیا پرنس ڈریگر میرا ہم شکل ہی رہے گا؟"

"ہاں، سپر ماسٹر اور اُس کے آدمی اُسے برائن وُولف سمجھیں گے، وہ تمھارے پاسپورٹ پر سفر کر رہا ہے۔"

"تم دُشمنوں کی توجہ جان بوجھ کر اُس کی طرف دلاؤ گی؟"

"اپنی طرف بھی متوجہ کرلوں گی کیونکہ اپنے اصلی چہرے کے ساتھ رہوں گی۔ میں اور پرنس، سپر ماسٹر کے سامنے ڈالیں گے۔ حملے تو علی کرے گا۔"

فوج کے ہیڈکوارٹر میں مختلف اسٹیٹس کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران اپنی کاروں میں آرہے تھے اور جنرل وائزر کے دفتری کمرے میں پہنچ رہے تھے۔ اُس دفتر کے اطراف سخت پہرا تھا۔ کسی فوجی جوان اور چھوٹے بڑے افسر کو بھی اُدھر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ جب مطلوبہ حکام اور اعلیٰ افسران جنرل وائزر کے کمرے میں پہنچ گئے تو دروازے کو اندر سے بند کر دیا گیا۔ جنرل کا وہ کمرا ساؤنڈ پروف تھا۔

تمام افراد ترتیب سے رکھی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ جنرل وائزر نے ان کے سامنے کھڑے ہو کر باری باری سب پر نظر ڈالی پھر کہا "سپر ماسٹر اریے رے نے پیرس سے بڑی تفصیلی معلومات فراہم کی ہیں۔"

ایک اسٹیٹ کے حاکم نے کہا "ہم اپنی مصروفیات چھوڑ کر آئے ہیں، کیا اُن معلومات کا تعلق ہم سے ہے؟"

جنرل نے کہا "بہت گہرا تعلق ہے۔ اگر میں نے اطلاع آپ تک نہ پہنچائی اور آپ بے خبر رہے تو آپ کے پاؤں تلے سے زمین سرک جائے گی۔"

"ایسی کیا تشویشناک اطلاع ہے؟"

"سونیا اور برائن وُولف آج رات کی فلائٹ سے پہنچ رہے ہیں۔"

"کیا واقعی؟"

کسی کو یقین نہیں آرہا تھا۔ سب طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔ جنرل نے کہا "آپ جانتے ہیں کہ ہمارا ایک آدمی بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔ وہ بہت اندر کی خبر رکھتا ہے۔ اُس نے کوئی دس گھنٹے پہلے اطلاع دی تھی کہ علی تیمور ادارے سے اچانک کہیں چلا گیا ہے۔ اگر وہ بھیس بدل کر امریکا کا رُخ کرے گا تو اُسے ہمارے سفارت خانے سے امریکا آنے کا اجازت نامہ حاصل کرنا ہوگا۔"

ایک نے سوال کیا "بھیس بدلنے والے کو کیسے پہچانا جائے گا؟"

"پہچاننا مشکل ہے پھر بھی احتیاطی تدابیر پر عمل کیا جا رہا ہے۔ ہمارے سفارت خانے سے نئے ویزے جاری نہیں کیے جا رہے ہیں۔ شمالی اور جنوبی امریکا میں جتنے انٹرنیشنل ائیرپورٹ اور بندرگاہیں ہیں، وہاں مسافروں کو سختی سے چیک کیا جائے گا۔ ہر جگہ اینٹی میک اپ کیمرے نصب کر دیے گئے ہیں۔ خصوصاً جوان مسافروں پر کڑی نظر رکھی جائے گی۔ ہمارے جاسوس ان کی ٹوہ میں لگے رہیں گے۔ اُن کے فنگر پرنٹس حاصل کر کے علی تیمور کی انگلیوں کے نشانات سے موازنہ کیا جائے گا۔"

ایک نے کہا "یہ تمام احتیاطی تدابیر درست ہیں لیکن ہم نہیں جانتے کہ وہ آج آئے گا، کل آئے گا یا کس دن یہاں پہنچے گا۔ جب تک وہ نظروں میں نہیں آئے گا، تب تک کیا روزانہ ہزاروں مسافروں کی نگرانی ہوتی رہے گی؟"

"مجبوری ہے، ہمیں اس سانپ کے بچے کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے ممکن اور ناممکن طریقوں پر عمل کرنا ہوگا۔"

ایک اسٹیٹ کے حاکم نے کہا "سیدھی سی بات ہے، سونیا اور برائن وُولف کو یہاں پہنچتے ہی گرفتار کر لیا جائے۔"

دوسرے نے کہا "وہ دونوں فرانس کے معزز شہری اور وی آئی پیز میں سرفہرست ہیں۔ ہماری خارجہ پالیسی فرانس سے اختلاف مول لینے کی اجازت نہیں دیتی۔"

"تو پھر انھیں نیویارک کے ائیرپورٹ سے واپس بھیجا جاسکتا ہے۔"

"ہم انھیں واپس بھیج کر بہت بڑی غلطی کریں گے۔ وہ دونوں بھیس بدل کر دوسرے ہی دن یہاں پہنچ جائیں گے۔ پھر علی تیمور کی طرح انھیں بھی پہچاننے کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔"

بات معقول تھی۔ سب تائید کرنے لگے کہ سونیا اور برائن وُولف کو یہاں خوش آمدید کہا جائے۔ ایک نے کہا "سرکاری طور پر اُن کی پذیرائی کی جائے۔ انھیں وی آئی پی ٹریٹمنٹ دیا جائے۔ اس طرح ہمیں اُن کی دن رات کی مصروفیات کا علم ہوتا رہے گا۔"

دوسرے نے کہا "اگر علی تیمور یہاں آرہا ہے یا آچکا ہے تو سونیا کسی نہ کسی طرح اُس سے رابطہ کرے گی۔"

تیسرے نے کہا "سونیا کو رابطہ قائم کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ وُولف خیال خوانی کے ذریعے سونیا کا پیغام علی کو پہنچایا کرے گا۔"

کرنل جیکب وال نے کہا "کسی موقع پر وُولف کو مصیبت میں ڈال دیا جائے اور سونیا کو دوسری طرف مصروف رکھا جائے تو علی، وُولف کی مدد کو ضرور آئے گا۔"

جنرل نے کہا "ہم ایسی چالیں چلیں گے۔ کرنل جیکب وال! میں سب سے پہلے جو چال چلنے والا ہوں، وہ چال تمھارے گھر سے شروع ہوگی۔"

کرنل نے پوچھا "آپ کرنا کیا چاہتے ہیں؟"

"تمھاری بیٹی جوراجوری کی ایک ڈمی تیار ہو رہی ہے، وہ ڈمی تمھاری بیٹی کی حیثیت سے تمھارے ساتھ رہے گی۔ علی تیمور جوان ہے اور جوراجوری حسین ہے۔ اُس کی ڈمی اُسے پھانسے گی۔ کس طرح پھانسے گی اور کیسا ڈراما پلے کیا جائے گا، یہ سب کچھ ڈمی کو اچھی طرح سکھایا جا رہا ہے۔"

"جنرل! تم ایسی زبردست چالیں پہلے نہیں چلتے تھے۔"

"میں اب بھی اپنی طرف سے کوئی قدم نہیں اُٹھا رہا ہوں۔ یہ ہمارے سپر ماسٹر اریے رے کی پلاننگ ہے۔ وہ پیرس میں بیٹھا ہوا اپنے سارے منصوبے مجھ تک پہنچا رہا ہے۔ اس کے ایک منصوبے کے مطابق ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے مختلف پناہ گاہوں میں پہنچ گئے ہیں۔ وہاں تک سونیا وغیرہ کی رسائی ناممکن بنادی گئی ہے۔ اس کے دوسرے منصوبے کے مطابق اگر علی تیمور میک اپ کے باوجود پہچان لیا جائے تو اُسے بے نقاب نہ کیا جائے بلکہ اُسی میک اپ میں اسے گولی ماردی جائے۔ ہمارے پاس صفائی پیش کرنے کے لیے یہ جواز رہے گا کہ ہم نے ایک بہروپیے کو مقابلے میں مارا ہے۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ وہ علی تیمور ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جنرل وائزر نے ریسیور اُٹھا کر ہیلو کہا پھر دوسری طرف کی باتیں سُننے لگا۔ اس کے بعد ریسیور رکھ کر کہا "معزز حاضرین! ہمارے ملک کو پہلی بار ایسا زبردست سپر ماسٹر نصیب ہوا ہے، جس کی معلومات کبھی غلط نہیں ہوں گی اور جس کا منصوبہ کبھی ناکام نہیں ہوگا۔ ابھی ہمارے ایک جاسوس نے اطلاع دی ہے کہ جس طیارے میں سونیا اور وُولف سفر کر رہے تھے، وہ نیویارک ائیرپورٹ پر پہنچ گیا ہے۔ آپ یہاں بیٹھے بیٹھے سونیا اور برائن وُولف کو دیکھ سکتے ہیں۔"

اُس نے ایک ریموٹ کنٹرول اُٹھا کر ٹی وی کو آن کیا۔ چھتیس انچ کے اسکرین پر ائیرپورٹ کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ ایک طیارے کی سیڑھیوں سے مسافر اُتر رہے تھے اور ان کے درمیان سونیا صاف طور سے نظر آرہی تھی اور فرہاد کا ہم شکل وُولف بھی آسانی سے پہچانا جا رہا تھا۔ بے شک نیا سپر ماسٹر اریے رے نہایت خطرناک ثابت ہو رہا تھا۔ صحیح

معنوں میں آستین کا سانپ تھا۔ وہ سونیا جو دشمنوں کو نقاب میں بھی پہچان لیتی تھی، اُس نے بھی شاید سپر ماسٹر ارسے رسے کو نہیں پہچانا تھا۔

ویسے بھی سونیا کے لیے پہچاننا اتنا ضروری نہیں ہے جتنا فریب سے بچنا ضروری ہے۔ یہ بات ابھی کسی کی سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ وہ فریب کھانے کیوں چلی آئی ہے؟

طیارے کی سیڑھی کے پاس دو سرکاری افسر کھڑے ہوئے تھے۔ انھوں نے آگے بڑھ کر سونیا اور وُولف کو مخاطب کیا۔ اپنا تعارف کراتے ہوئے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پہلے تو وہ دونوں چونکے پھر مسکرا کر مصافحہ کرنے لگے۔ سونیا نے پوچھا "آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟"

ایک افسر نے کہا "آپ جب تک یہاں رہیں گے، یہاں کی سرکار آپ کی میزبان رہے گی۔"

ایک فوٹو گرافر مختلف زاویوں سے ان کی تصویریں اُتار رہا تھا۔ وہ دونوں سرکاری افسروں کے ساتھ چلتے ہوئے ائرپورٹ کی عمارت میں داخل ہوئے۔ داخلی دروازے پر اینٹی میک اپ کیمرا لگا تھا، وہ کیمرے کے سامنے سے گزر گئے۔ اس کے ایک منٹ کے اندر ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جنرل نے ریسیور اُٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے جاسوس کی آواز آئی "سر... زبردست دھوکا ہو رہا ہے، وہ سونیا نہیں ہے!"

جنرل دائز نے حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی؟"

"یس سر! اینٹی میک اپ کیمرے نے بڑے سے اسکرین پر دکھایا ہے، سونیا کے میک اپ کے پیچھے ایک اجنبی لڑکی ہے۔"

"کیا اس ڈمی سونیا کو روکا گیا ہے؟"

"جی نہیں، آپ کے حکم کا انتظار ہے۔"

"اُسے نہ روکا جائے، نہ ٹوکا جائے، نہ شبہے کی نظروں سے دیکھا جائے، اُسے سونیا ہی کی طرح وی آئی پی ٹریٹمنٹ دو۔"

اُس نے ریسیور رکھ دیا۔ ایک نے پوچھا "کیا وہ ڈمی سونیا ہے؟"

"ہاں، وہ ہمیں احمق سمجھ رہی ہے، ہم اُسے خوش فہمی میں مبتلا رکھنے کے لیے اُس کی ڈمی کو سونیا سمجھتے رہیں گے۔"

"اس کا فائدہ کیا ہوگا؟"

جنرل دائز فیکس مشین کے ذریعے سپر ماسٹر ارسے رسے کو موجودہ حالات کی تفصیلی رپورٹ بھیجنے لگا۔ آدھے گھنٹے کے اندر اس رپورٹ کا جواب موصول ہوا۔ سپر ماسٹر ارسے رسے نے لکھا تھا "میں فوری طور پر آپ کی رپورٹ پڑھ نہ سکا، دوسری جگہ مصروف تھا۔ یہ میں یقین سے کہتا ہوں، سونیا پیرس میں نہیں، اپنی ڈمی کو وُولف کے ساتھ بھیجا ہے۔ اس میں اُس کی گہری چال ہے۔ خود بھی یہاں سے جا چکی ہے۔ صاف ظاہر ہے، ہمارے ملک میں بھیس بدل کر رہے گی۔ اپنی ڈمی کو آپ لوگوں کے سامنے رکھ کر پسِ پردہ اپنا کام کر جائے گی۔ آپ نے ایک بہت بڑی غلطی کی۔ ائرپورٹ میں ڈمی سونیا اور وُولف کا استقبال نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس طرح سونیا سمجھ لے گی ان کی آمد کی اطلاع پہلے ہی آپ کو مل گئی تھی۔ اس خطرناک عورت کو یہ سوچنے کا موقع نہ دیں کہ میں گھر کا بھیدی بن کر لنکا ڈھا رہا ہوں۔ سونیا اور علی کو ڈھونڈ نکالنے کی کوشش کریں، دیٹس آل۔"

جنرل نے اُسے پڑھ کر سنایا۔ سب لوگ پریشانی ظاہر کرنے لگے۔ پہلے علی تیمور کو ڈھونڈ نکالنے کا مسئلہ تھا، اب سونیا روپوش ہو کر دہشت بن گئی تھی۔ کرنل نے کہا "اگر وہ جلد ہی ہماری نظروں میں نہ آئی تو ہماری نیندیں حرام ہو جائیں گی۔ ویسے کیا ہم یقین کریں کہ وہ یہاں آ چکی ہے؟"

"یقین نہ کرنے کی کون سی بات ہے۔"

"تمام ائرپورٹ اور بندرگاہوں میں اینٹی میک اپ کیمرے نصب کیے گئے ہیں۔ کہیں سے یہ رپورٹ نہیں آئی ہے کہ سونیا اور علی میک اپ میں یہاں پہنچ گئے ہیں۔ جب نیویارک ائرپورٹ سے ڈمی سونیا کی رپورٹ آ سکتی ہے تو اصلی سونیا اور علی کی بھی رپورٹ آنی چاہیے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دونوں ابھی یہاں نہیں پہنچے ہیں۔"

جنرل نے کہا "سپر ماسٹر ارسے رسے صاف طور پر کہہ رہا ہے، سونیا پیرس سے جا چکی ہے۔ اگر اینٹی میک اپ کیمروں کی رپورٹ نہ آئے تو اس کا مطلب ہوگا، وہ دونوں ماں بیٹے پلاسٹک سرجری کے ذریعے چہرے بدل کر آرہے ہیں یا آ چکے ہیں۔"

ایک نے کہا "بہرحال میں ہماری تشویش بڑھتی جا رہی ہے۔"

دوسرے نے کہا "ہم سے ٹکر لینے والی دوسری بڑی طاقتیں ہمارے لیے اتنی دردِ سر نہیں ہوتیں جتنی یہ سونیا ہو جایا کرتی ہے۔"

"ہم اس مسئلے پر جتنا بولیں گے اتنا ہی اُلجھتے جائیں گے۔ اس کا ایک ہی حل ہے کہ ہم اپنی اپنی اسٹیٹ میں محتاط رہیں۔ مشکوک افراد کی سختی سے چیکنگ کرتے رہیں اور ایک دوسرے سے برابر رابطہ رکھیں۔ ہم یقیناً ایک دوسرے کی مدد سے ان ماں بیٹے تک پہنچ جائیں گے۔ میں آپ تمام لوگوں کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آج کی میٹنگ برخاست کرتا ہوں۔ ایک بار پھر شکریہ۔"

وہ سب اُٹھنا چاہتے تھے کہ فون کی گھنٹی سُن کر اُدھر دیکھنے لگے۔ جنرل نے ریسیور اُٹھایا۔ ایک جاسوس کی آواز آئی "سر! ٹی وی اسکرین پر دیکھیں۔"

جنرل نے ریموٹ کنٹرول اُٹھا کر ٹی وی کو آن کیا۔ اسکرین پر ڈمی سونیا اور وُولف نظر آرہے تھے۔ وہ ایک ایسے بنگلے میں پہنچ گئے تھے جو سرکاری طور پر ان کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ ان کی حقیقت معلوم کرنے اور ان کی باتیں سُننے کے لیے ایسے آلات خفیہ طور پر لگائے گئے تھے جہاں ان کی نظر نہیں پڑ سکتی تھی۔

ڈمی سونیا ایک بیڈروم میں تھی، سنگھار میز کے آئینے کے سامنے بیٹھی ہوئی اپنے چہرے پر وینشنگ کریم کا مساج کر رہی تھی جس کے نتیجے میں سونیا کا میک اپ اُترتا جا رہا تھا اور ایک اجنبی لڑکی کا چہرہ ظاہر ہوتا جا رہا تھا۔ برائن وُولف نے اُس سے کہا "اسے صاف کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ نقلی ماسک اُتار دو۔"

وہ بولی "ماسک اُتارنے کے بعد بھی اسے صاف کر کے رکھنا ہوگا۔ یہ پھر کسی وقت کام آئے گا۔"

اُدھر اسکرین پر باتیں ہو رہی تھیں۔ اِدھر جنرل اپنے لوگوں سے کہہ رہا تھا "تعجب ہے، یہ لڑکی سونیا بن کر آئی، پھر سونیا کا میک اپ کیوں اُتار رہی ہے؟ کیا اسے اندیشہ نہیں کہ ہم سونیا کے پاسپورٹ کے مطابق اس کا محاسبہ کریں گے؟"

کرنل نے اسکرین کی طرف انگلی اُٹھا کر کہا "وہ دیکھو! اجنبی لڑکی کا چہرہ بھی اصلی نہیں ہے، وہ ماسک پہنے ہوئے ہے۔"

سب نے دیکھا۔ برائن وُولف لڑکی کی گردن سے ماسک کا جوڑ کھول رہا تھا۔ جیسے ہی وہ جوڑ کھلا اور ماسک چہرے سے الگ ہوا، سب کے منہ حیرت سے کھل گئے۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے اسکرین پر سونیا کو دیکھ رہے تھے یعنی عجیب چکر تھا۔ دوسرے میک اپ کے پیچھے سے اصلی سونیا ظاہر ہو رہی تھی۔

بات سمجھ میں آگئی تھی۔ سونیا نے اپنے اصلی چہرے پر ایک اجنبی لڑکی کا ماسک چڑھایا تھا پھر اُس ماسک پر سونیا کا میک اپ کرایا گیا تھا۔ اینٹی میک اپ کیمروں کے لینز اوپری میک اپ کے آرپار جو چہرہ ہوتا ہے اُسے دکھاتے ہیں۔ تہ در تہ میک اپ کے آرپار پہنچنے والا کوئی لینس ابھی کسی ملک میں نہیں ہے۔

سبھی نظریں اسکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ سونیا ہنستے ہوئے وُولف کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہہ رہی تھی "کیسا چکر دیا، اب دشمن مجھے ڈمی سونیا سمجھ کر نظر انداز کرتے رہیں گے اور اصلی سونیا کے متعلق معلومات حاصل کرتے پھریں گے۔ انھیں یہ بھی معلوم نہیں ہوگا کہ جسے ڈمی سمجھ رہے ہیں، وہی اصلی ہے۔"

برائن وُولف بھی ہنستے ہوئے بولا "تمھارا جواب نہیں ہے سونیا! دشمنوں کو ایسے چکر دیتی ہو کہ پانی سر سے گزرنے کے بعد ہی انھیں ہوش آتا ہے۔"

وہ سر اُٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی "یہاں خفیہ آلات نظر نہیں آرہے ہیں۔ شاید انھیں ہماری آمد کی اچانک اطلاع ملی ہوگی، اس لیے یہاں آلات چھپا کر رکھنے کا موقع نہیں ملا ہوگا لیکن ہماری عدم موجودگی میں وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ ہماری باتیں سُن سکتے ہیں۔ آیندہ تم خاص باتیں خیال خوانی کے ذریعے کرو گے۔"

پھر وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر سوٹ کیس سے کپڑے نکال کر باتھ روم کی طرف جاتے ہوئے بولی "میں غسل کرنے جا رہی ہوں، تم خیال خوانی کے ذریعے ضروری معلومات حاصل کرو۔"

وہ چلی گئی۔ وُولف ایک ایزی چیئر پر بیٹھ کر خلا میں تکنے لگا۔ اس کا مطلب تھا وہ کسی سے دماغی رابطہ قائم کر رہا ہے، جس سے رابطہ کیا جا رہا ہے، وہ علی تیمور بھی ہو سکتا تھا۔ ایک اسٹیٹ کے حاکم نے اُسے اسکرین پر دیکھتے ہوئے کہا "کاش! ہم معلوم کر سکتے کہ وہ سوچ کے ذریعے کس سے باتیں کر رہا ہے۔"

جنرل نے کہا "یہ ہمارے لیے مایوس ہونے کا نہیں بلکہ جشن منانے کا موقع ہے۔ سونیا اپنی تمام تر مکاریوں کے ساتھ بے نقاب ہو گئی ہے۔"

ایک نے خوشی سے کہا "رفتہ رفتہ ہماری جیت ہو رہی ہے۔ ہمارے سروں سے سونیا کو ڈھونڈ نکالنے کا بوجھ اُتر گیا ہے۔"

دوسرے نے کہا "ایک علی تیمور رہ گیا ہے، وہ بھی زیادہ دیر چھپا نہیں رہ سکے گا۔ ہمارا سپر ماسٹر واقعی باکمال اور بروقت صحیح اقدامات کرنے والا مردِ آہن ہے۔ اس کی ذہانت سے سونیا کی مکاریاں ناکام ہو رہی ہیں۔"

وہ سب خوش تھے اور مطمئن تھے کہ سونیا خوش فہمی میں رہ کر کوئی ایسا قدم اُٹھائے گی جو انھیں علی تیمور تک لے جائے گا۔

اُدھر برائن وُولف (پرنس ڈیگم) خیال خوانی کے ذریعے

کہیں دُور نہیں گیا تھا۔ اسی کمرے کے باتھ روم میں سونیا کے پاس پہنچا ہُوا تھا اور اس سے کہہ رہا تھا "تمہاری بہت سی حرکتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ جب اینٹی میک اپ کیمرا تمہیں ڈمی سونیا ثابت کر چکا تھا تو تم خود کو اصلی روپ میں کیوں لے آئی ہو؟ تمہاری یہ تمام حرکتیں دُور کہیں اسکرین پر دیکھی گئی ہوں گی اور ہماری باتیں بھی سُنی گئی ہوں گی۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولی "اگرچہ یہاں خفیہ کیمرے اور مائک نظر نہیں آ رہے ہیں۔ تاہم یہ موٹی سی عقل میں آنے والی بات ہے کہ انھیں میری آمد کی اطلاع بہت پہلے مل چکی تھی۔ انھوں نے میری باتوں کو سُننے اور حرکتوں کو دیکھنے کے انتظامات ضرور کیے ہوں گے۔"

"لیکن تم نے اپنی اصلیت کیوں ظاہر کی؟"

"اس کا جواب پھر کبھی دوں گی۔"

"ابھی کیوں نہیں؟"

"مَیں نے اپنی اس مہم میں تمھیں شریک کرتے وقت کہا تھا کہ جب تک خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوتی، اُس وقت تک مَیں کچھ باتیں صرف اپنی ذات تک محدود رکھتی ہُوں۔ فرہاد کے ساتھ بھی یہی ہوتا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے اہم باتیں چُھپاتے تھے۔ اس کے بڑے فائدے ہیں۔ پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ راز کو جس قدر راز رکھا جائے، اُسی قدر تحفظ یقینی ہوتا ہے۔ دوسرا فائدہ یہ کہ ہم میں سے کسی کا بھی دماغ دُشمنوں کی چال سے کمزور ہوگا اور دُشمن خیال خوانی کرنے والا ہمارے اندر پہنچے گا تو اُسے بہت کچھ معلوم ہو جائے گا لیکن وہ راز نہیں معلوم ہوگا جو مَیں نے تم سے چُھپایا ہے یا تم مجھ سے چُھپاؤ گے۔"

"ہاں! اس پہلو سے تمھاری راز داری درست ہے۔"

"اب جاؤ، مَیں غسل کرنے کے لیے لباس اُتاروں گی۔"

"ہائے تم نے کیا کہہ دیا۔ اب مَیں تصوّر میں نہ جانے کہاں کہاں بھٹکتا رہوں گا۔"

"بے شرمی کی باتیں نہ کرو، ورنہ سانس روک لوں گی۔"

"بھگانے سے پہلے اتنا بتا دو، مجھے کب تک تڑپاتی رہو گی؟"

اُس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ایک سرد آہ بھر کر سوچنے لگا "موجودہ مہم کے دوران ایسے کارنامے انجام دوں گا کہ وہ خوشی سے کھنچی ہوئی خود ہی میرے بازوؤں میں آ جائے گی۔"

ساری دُنیا کو فتح کرنا آسان ہو سکتا تھا لیکن سونیا کو فتح کرنا تقریباً ناممکن تھا لیکن پرنس دھیرے دھیرے اس کا دل جیت کر قریب آ گیا تھا۔ اتنا قریب کہ اب وہ دونوں ایک ہی بنگلے میں رہنے والے تھے اور آج کی رات آنے تک شاید وہ ایک ہی بیڈ روم میں ہوتے۔ ایسی ناقابلِ تسخیر، مشہور و معروف تیز طرار عورت کو اپنے بازوؤں میں جکڑنے اور اُسے گلے لگانے کے تصوّر میں اتنی مسرتیں بھری ہوئی تھیں کہ آرزوؤں اور جذبوں کے ہجوم میں اُس کا مُنہ کھل گیا تھا۔ ہونٹ پھیل گئے تھے اور وہ ساکت بیٹھا خلا میں تک رہا تھا۔ اُسے اپنے آس پاس کی دُنیا کی کوئی خبر نہ تھی، خود اپنا ہوش نہ تھا۔ ایسے ہی وقت کھڑکی سے گولی چلنے کی آواز آئی۔ وہ گولی کھڑکی کا شیشہ توڑتی ہوئی اس کے قریب سے گزر کر دیوار میں گُھس گئی۔ وہ اُچھل کر صوفے پر سے فرش پر آ گیا۔

اُس کے تمام خواب چکنا چُور ہو گئے۔ وہ رینگتا ہُوا کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے شیشے کی طرف دیکھتا ہُوا ایک دیوار کی آڑ میں چلا گیا۔ سونیا اُس سے پہلے ہی باتھ روم سے نکل کر سیڑھیاں چڑھتی ہوئی چھت پر چلی گئی تھی۔ بنگلے کے اطراف نگرانی کرنے والے سرکاری محافظ اِدھر اُدھر دوڑ رہے تھے۔ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ گولی کس نے چلائی اور کس پر چلائی؟ اتنے سخت پہرے کے باوجود کس نے ایسی جُرأت کی؟

سونیا دوڑتی ہوئی چھت پر آئی۔ وہاں ایک افسر دو سپاہیوں کے ساتھ تھا۔ اُس نے پوچھا "تم یہاں کیوں آئی ہو؟"

وہ ناگواری سے بولی "میرے ساتھی پر گولی چلائی ہے اور مجھ سے پوچھتے ہو، یہاں کیوں آئی ہو؟ مَیں پوچھتی ہُوں، تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ کیا تم نے اس بلندی سے کسی مشکوک آدمی کو بھاگتے ہوئے نہیں دیکھا ہے؟"

"مادام! اگر دیکھ لیتا تو یہاں آرام سے نہ رہتا۔"

"چونکہ نہیں دیکھا ہے اس لیے آرام فرما رہے ہو۔"

"مادام! تم میری انسلٹ کر رہی ہو۔"

"اس سے بڑی انسلٹ اور کیا ہو گی کہ مَیں ابھی تمہاری وردی اُتروا دوں۔ مجھے ٹرانسمٹر دو، مَیں ابھی سُپر ماسٹر سے بات کرتی ہُوں۔"

وہ نرم پڑ گیا "پلیز! غصّہ تھوک دیں، مَیں اعلیٰ افسران کو فائرنگ کے سلسلے میں اطلاع دے چُکا ہوں، وہ اِدھر آ رہے ہیں۔"

سونیا نے پوچھا "تم نے چھت پر سے کسی اجنبی کو نہیں دیکھا؟"

"نہیں مادام! ہم نے چھت کے کنارے چاروں طرف گھوم کر دیکھا تھا۔ فائرنگ کے بعد کوئی بھاگتا ہُوا دکھائی نہیں دیا۔"

"اس کا مطلب ہے، قاتل اسی بنگلے کے احاطے میں چُھپا ہُوا ہے؟"

انھوں نے چھت کے کنارے آ کر دیکھا۔ دو کاریں اور دو مسلّح فوجیوں سے بھری ہوئی گاڑیاں مین گیٹ پر آئی تھیں اور کُھلے ہوئے گیٹ سے گزر کر بنگلے کے پورچ میں جا رہی تھیں۔ سونیا اُس افسر کے ساتھ تیزی سے چلتی ہوئی سیڑھیاں اُترتی ہوئی ٹی وی لاؤنج میں آئی۔ پرنس کھڑکی کے باہر دیکھ رہا تھا۔ سونیا نے کہا "جس نے تم پر گولی چلائی ہے، مَیں اُسے ابھی ڈھونڈ نکالوں گی۔ وہ میرے ہاتھوں سے نہیں بچے گا۔"

پرنس اُس کے ساتھ باہر آیا۔ باہر سے آنے والے افسران نے کہا "مسٹر ڈولف آپ کو اِدھر نہیں آنا چاہیے۔"

سونیا نے پوچھا "کیا آپ چاہتے ہیں کہ مَیں اور ڈولف اس چار دیواری میں قید رہیں۔ کیا یہ آپ لوگوں کی پلاننگ ہے کہ ہمیں دہشت زدہ کر کے یہاں کی چار دیواری تک محدود کر دیا جائے؟ اگر یہ آپ کی پلاننگ نہیں ہے تو اتنے پہرے داروں کی موجودگی میں کس نے گولی چلائی ہے؟ وہ گولی چلانے والا کسی کو نظر کیوں نہیں آیا؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مادام! آپ بہت غصّے میں ہیں اور آپ کا غصّہ بجا ہے مگر ہم ابھی آئے ہیں، پلیز ہمیں حالات کو سمجھنے دیں۔"

اُسی وقت دو فوجی جوان ایک سپاہی کو پکڑ کر لائے۔ ایک جوان نے کہا "سر! اسی پہرے دار نے گولی چلائی ہے۔"

اعلیٰ افسر نے حیرانی سے پوچھا "تم نے محافظ ہو کر گولی چلائی تھی؟"

وہ پریشان تھا، سہما ہُوا بھی تھا۔ کہنے لگا "نہیں جناب! مَیں نے کچھ نہیں کیا ہے۔"

اُسے پکڑ کر لانے والے جوان نے ڈانٹ کر کہا "جھوٹ مت بولو، مَیں نے تمھاری رائفل کی نال سونگھی تھی۔ یہاں کے تمام پہرے دار گواہ ہیں۔ مَیں نے ہر ایک کے ریوالور اور رائفل کو سونگھ کر دیکھا تھا، تمھاری رائفل کی نال ہلکی گرم تھی۔"

تمام افسران اُس سپاہی کو گھور کر دیکھنے لگے۔ سونیا نے کہا "ابھی اس کا جُھوٹ سچ معلوم ہو جائے گا۔ ڈولف! تم اس کے دماغ میں جاؤ۔"

ڈولف (پرنس) اُسے تکنے لگا۔ سپاہی سہما ہُوا اُسے دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ڈولف نے پوچھا "تم پہرا دیتے وقت اس کھڑکی کے سامنے سے گزرتے ہوئے گئے تھے اور تم نے مجھے ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے دیکھا تھا؟"

"جی ہاں، مَیں نے آپ کو دیکھا تھا۔"

"تمھارے دماغ میں یہ بات آئی کہ رائفل اُٹھا کر مجھ پر گولی چلاؤ۔"

"آں... ہاں مگر مَیں نے گولی نہیں چلائی۔"

"تم نے نہیں چلائی لیکن تمھارے اندر ایسا ارادہ پیدا ہُوا تھا مگر تم اس کھڑکی سے آگے بڑھ گئے تھے۔"

"جی ہاں، ارادہ پیدا ہُوا تھا مگر مَیں نے گولی نہیں چلائی، جلدی سے اُدھر چلا گیا تھا۔"

"اُدھر جانے کے بعد تمھیں ہوش نہیں رہا۔ جب ہوش آیا تو تم پھر اس کھڑکی کے سامنے تھے۔ تمھاری رائفل سے گولی چل چکی تھی اور تم گھبرا رہے تھے کہ یہ کیسے ہو گیا؟"

سپاہی نے کہا "آپ درست کہہ رہے ہیں۔ مَیں نے سوچا کوئی میری بات کا یقین نہیں کرے گا۔ مَیں نے قاتلانہ حملہ نہیں کیا ہے پھر بھی قاتل یا دُشمن سمجھا جاؤں گا۔ مَیں اپنے بچّوں کی قسم کھا کر کہتا ہُوں کہ...."

پرنس نے ہاتھ اُٹھا کر کہا "قسم نہ کھاؤ، مَیں گواہی دیتا ہُوں کہ تم بے قصور ہو۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے تمھارے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "اس کا مطلب ہے، یہ سپاہی اُس کا آلۂ کار ہے۔"

پرنس نے کہا "نہیں، یہ بے چارہ کسی خیال خوانی کرنے والے کو نہیں جانتا ہے۔ کسی نے چُپکے سے اس کے دماغ میں آ کر مجھ پر حملہ کیا پھر ناکام ہوتے ہی چلا گیا۔"

سونیا نے کہا "سوال یہ پیدا ہوتا ہے، اُس نے دوسرا حملہ کیوں نہیں کیا؟ ابھی اتنے افراد میں سے کسی کے بھی دماغ میں آ کر ہمیں قتل کر سکتا ہے پھر وہ ایسا کیوں نہیں کر رہا ہے؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "یہاں کسی وقت بھی حملہ ہو سکتا ہے، ہمیں اندر چلنا چاہیے۔"

سونیا نے کہا "مجھے اور ڈولف کو خوفزدہ ہونا چاہیے لیکن مَیں مطمئن ہُوں۔ ابھی اتنی جلدی حملہ نہیں ہو گا اور نہ ہی ہمیں قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ گولی چلانے کا مقصد محض ہمیں دھمکی دینا تھی کہ یہاں ہم محفوظ نہیں ہیں۔ بنگلے سے باہر آزادانہ گھومنے جائیں گے تو آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کہیں بھی ہمارا کام تمام کر دیں گے۔"

اعلیٰ افسر نے سخت لہجے میں کہا "مادام! آپ ہمیں الزام نہیں دے سکتیں۔"

"افسر! اپنا لہجہ درست کرو، اور مجھ سے معافی مانگو، یہ

تمھارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے کہ میرے سامنے کھڑے ہوئے ہو۔ میں حکم دیتی ہوں، بنگلے کے اندر قدم نہ رکھنا۔ میں صرف تمھارے سپر ماسٹر، یا فوج کے جنرل یا کسی اعلیٰ حاکم سے گفتگو کروں گی، کم آن وولف! اندر چلو۔"

وہ پرنس کا ہاتھ تھام کر بنگلے کے اندر آئی۔ اعلیٰ افسران اور تمام سپاہی گُم صُم کھڑے رہ گئے۔ انھیں سختی سے حکم دیا گیا تھا کہ وہ سونیا کو شکایت کا موقع نہ دیں۔ بظاہر اس کی خاطر تواضع کریں۔ درپردہ سختی سے نگرانی کریں، وہ کہاں جاتی ہے، کس سے ملتی ہے اور کیا کرتی پھرتی ہے؟ اس سلسلے میں اس کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھی جائے اور سپر ماسٹر کو اس کے بارے میں پل پل کی خبر دی جائے۔

جب سپر ماسٹر ایسے ہی کو خبر ہوئی تو اس نے جنرل سے پوچھا "یہ کیسے ہو گیا؟ کیا یہ ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حرکت ہے؟"

جنرل نے کہا "ہمارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے حکم کے بغیر کبھی ایسا نہیں کرے گا۔ یہ مکار سونیا کی کوئی چال ہے۔"

"دشمن کو الزام دینے سے پہلے اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، ہمیں خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے۔ ہمارا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا آپ کے حکم کے بغیر کوئی بھی حرکت اسی طرح کر سکتا ہے جس طرح اب سے پہلے ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کر چکے ہیں۔ ہم انھیں باغی ہونے اور اپنا ساتھ چھوڑنے سے نہیں روک سکتے۔"

"تم درست کہتے ہو مگر ہمارا کوئی آدمی وولف یا سونیا پر حملہ کیوں کرے گا۔"

"اس لیے کہ سونیا اپنے چیلنج کے مطابق ایک خیال خوانی کرنے والے کو ہلاک کر چکی ہے۔ دعویٰ ہے کہ وہ دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کو بھی جانتی ہے۔ ایسے میں وہ یہاں پہنچ گئی ہے۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہ خوف ہے کہ وہ کسی کے پاس بھی کسی وقت بھی موت بن کر پہنچ سکتی ہے، اس لیے کسی نے اپنی عقل کے مطابق اپنے ہی پہرے دار کے ذریعے گولی چلا دی۔"

جنرل نے کہا "ایسا ممکن ہے۔ ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی نادانی ہو سکتی ہے مگر دوسرے پہلو پر بھی غور کرو۔ سونیا کے پاس دو خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ ایک وولف اور دوسرا پرنس ڈیگر۔ اس نے ہمیں چکر دینے کے لیے وولف کو ایک پہرے دار کے دماغ میں پہنچایا ہو گا اور اس کے ذریعے وولف پر ناکام حملہ کرایا ہو گا۔"

"بے شک وہ جان بوجھ کر ناکام حملہ کرا سکتی ہے۔ آپ نائب سپر ماسٹر کو سونیا کے پاس بھیج دیں۔ جس طرح وہ ہم پر الزام لگا رہی ہے، نائب بھی اسی طرح اس پر الزامات عائد کرے گا اور اس سے یہ ملک چھوڑ کر جانے کی درخواست کرے گا۔"

"کیا تم چاہتے ہو کہ وہ چلی جائے؟"

"ہمارے چاہنے سے وہ نہیں جائے گی۔ وہ ہڈی کی طرح گلے میں اٹکی ہوئی ہے۔ اگر وہ ہماری زمین پر ماری گئی تو پارس اور علی تیمور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے یہاں تباہی مچا دیں گے۔ ہمیں پچھلے نقصانات کو یاد رکھنا چاہیے اور اگر وہ زیادہ عرصہ رہے گی تو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے موت بن جائے گی۔ ویسے فی الحال اطمینان ہے کہ وہ پوری طرح ہماری نظروں میں رہا کرے گی۔"

آدھے گھنٹے بعد نائب سپر ماسٹر، سونیا سے ملاقات کرنے کے لیے بنگلے میں آیا۔ وہ الزام دینا چاہتا تھا کہ سونیا نے جان بوجھ کر اپنے ایک خیال خوانی کرنے والے کے ذریعے دوسرے خیال خوانی کرنے والے پر ناکام حملہ کرایا ہے، اس سے پہلے وہ بولی۔

"مسٹر نائب سپر ماسٹر! میں نے اعلیٰ افسران کے سامنے آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر الزام لگایا تھا۔ حملہ آپ لوگوں کی طرف سے نہیں ہوا ہے۔"

"پھر؟" وہ مسکرا کر بولا "یہ آپ کی کوئی چال تھی؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا "میری کیا چال ہو سکتی ہے؟"

"آپ ہمیں کسی طرح الجھانا چاہتی ہوں گی۔"

"کیا الجھانے والی اعتراف کرے گی کہ حملہ آپ لوگوں کی طرف سے نہیں ہوا ہے؟"

"پھر کس نے حملہ کیا تھا؟"

"آگے کوئی بات کرنے سے پہلے مجھ پر سے الزام واپس لیں۔ میں نے کوئی چال نہیں چلی ہے۔ آپ معذرت طلب کریں یا پھر یہاں سے چلے جائیں۔"

"سوری مادام! میں معذرت چاہتا ہوں۔ آپ میری الجھن دور کریں، حملہ کس نے کیا تھا؟ کیا آپ پاسکل لوبا کا نام لیں گی؟"

"ہاں وہ وولف کے پیچھے پڑ گیا ہے کیونکہ وولف نے ان کی ایک سیکرٹ ایجنٹ جینا کو حکومتِ فرانس کے حوالے کر دیا ہے۔ ماسک مین نے دھمکی دی ہے اگر جینا کا برین واش کیا جائے گا اور اسے رہا نہیں کیا جائے گا تو وہ وولف کو چین سے بیٹھنے نہیں دیں گے۔ پاسکل لوبا کہیں بھی وولف کو گولی مار سکتا ہے۔"

نائب نے پوچھا "اس نے وولف پر ناکام حملہ کیوں کیا تھا؟"

"یہ بات موٹی سی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ وولف مر جائے گا تو پاسکل کیسے ہماری کمزوری بنا کر جینا کو رہائی دلائے گا۔"

"اوہ، اب سمجھ میں آیا، یہ آپ کا اور ماسک مین کا جھگڑا ہے۔ ویسے یہاں آپ کا قیام کب تک رہے گا؟"

"کیا آپ بھگانا چاہتے ہیں؟"

وہ بولا "دوست کو کوئی نہیں بھگاتا اور دشمن کو کوئی برداشت نہیں کرتا۔ آپ واضح کر دیں دوست بن کر آئی ہیں یا دشمن بن کر؟"

"دنیا کے ہر ملک میں ہر شہر میں دوست بھی ہوتے ہیں اور دشمن بھی۔ جن میں ذہانت ہوتی ہے، وہ دشمن کو دوست بنا لیتے ہیں، جو عقل سے پیدل ہوتے ہیں، وہ دوست کو دشمن بنا لیتے ہیں۔ یہ تو آپ بہتر جانتے ہیں کہ مجھے کیا بنا رہے ہیں؟"

"آپ سے باتوں میں جیتنا بہت مشکل ہے۔ میں صاف صاف پوچھتا ہوں، آپ ہمارے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے واقف ہیں؟"

"مجھے افسوس ہے، میں تعداد نہیں بتا سکتی۔"

"کیا آپ اعتراف کریں گی کہ آپ انھیں ہلاک کرنے آئی ہیں؟"

"میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ میں خواہ مخواہ کیوں کسی کو ہلاک کروں گی۔"

"آپ قسم کھا سکتی ہیں؟"

"میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر قسم کھاتی ہوں اور وعدہ کرتی ہوں آپ کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جانی، جسمانی اور دماغی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔"

پرنس نے کمرے میں آ کر نائب سپر ماسٹر سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "آپ کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے میں بھی خدا کو حاضر و ناظر جان کر وعدہ کرتا ہوں، آپ کے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مجھ سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

نائب نے مسکرا کر کہا "میں آپ دونوں کی قسموں اور وعدوں کو خوب سمجھ رہا ہوں۔ بے شک آپ اپنے وعدوں پر قائم رہیں گے۔ لیکن علی تیمور کے ذریعے نقصان پہنچاتے رہیں گے۔"

"علی تیمور؟" سونیا نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا علی یہاں آیا ہوا ہے؟"

"آپ انجان بن رہی ہیں۔"

"آپ دوست بننے والوں پر بے اعتمادی ظاہر کر کے مایوس کر رہے ہیں۔ اوّل تو میں علی کے متعلق قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اس کی یہاں موجودگی کا مجھے علم نہیں ہے۔ دوم یہ کہ علی تیمور آپ کو نقصان پہنچائے یا نہ پہنچائے، یہ اس کا فعل ہے۔ ہماری قسموں اور وعدوں کا اس سے کیا تعلق!"

"ایک بار پھر معذرت چاہتا ہوں۔ ہمارے لیے یہی بات اطمینان بخش ہے کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آپ سے اور مسٹر وولف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ شکریہ۔"

وہ کسی حد تک مطمئن ہو کر اٹھ گیا پھر ان سے مصافحہ کر کے چلا گیا۔ پرنس نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے پوچھا "انھیں یہ شبہ کیوں ہے کہ ہم ان کے خیال خوانی کرنے والوں کو ہلاک کرنے آئے ہیں؟"

"ہمارے اور ان کے درمیان دوستی نہیں ہے، جہاں دوستی نہیں ہوتی وہاں ایک دوسرے کے خلاف طرح طرح کے شبہات پیدا ہوتے ہیں۔"

"کیا تم ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے واقف ہو؟"

سونیا نے اسے گھور کر دیکھا۔ وہ جلدی سے دماغ میں آ کر بولا "کیا مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے؟"

وہ بولی "میں دنیا والوں کو یہ تاثر دے رہی ہوں کہ تم سے بہت قریب ہوتی جا رہی ہوں اور تم ہر معاملے میں میرے رازدار ہو لیکن ایسے سوالات کر کے تم دشمنوں کو یہ سمجھانا چاہتے ہو کہ پرنس وولف نہیں ہو، کوئی اور ہو جس سے میں نے بہت سی باتیں چھپائی ہوئی ہیں۔"

"سوری، مجھ سے غلطی ہوئی۔ مجھے سوچ کے ذریعے ایسی باتیں کرنا چاہیے لیکن تم مجھ سے ایسی باتیں کیوں چھپاتی ہو؟"

"میری معلومات کے خزانے میں نہ ختم ہونے والی خفیہ باتیں ہیں۔ وہ تمام باتیں بتانے بیٹھوں تو دن سے رات ہو جائے گی اور رات سے دن ہو جائے گا لہٰذا جس بات کو ظاہر کرنے کا موقع ہوتا ہے اسے ظاہر کرتی ہوں ورنہ خاموشی اختیار کرتی ہوں۔ خاموشی میں سکون بھی ملتا ہے اور سلامتی بھی۔"

وہ صوفے پر آ کر اس کے قریب بیٹھ گیا پھر بولا "تم دلائل سے مطمئن کر دیتی ہو۔ اس کے باوجود ایسا لگتا ہے جیسے مجھے اپنا نہیں سمجھتی ہو۔"

"میں تمھیں اپنا اور صرف اپنا سمجھتی ہوں، اس کا یقین تمھیں کیسے ہو گا؟"

اُس نے سونیا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ وہ کچھ نہ بولی۔ پھر اُس نے اس ہاتھ کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا، وہ خاموش رہی خطرناک فائٹر ہونے کے باوجود اُس کا ہاتھ پھول کی طرح ملائم تھا۔ وہ پھول کا بوسہ لینے جھکا تو اُس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

پرنس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ منہ پھیر کر بولی "کچھ نہیں۔"

"جب میں تمہارا اپنا ہوں تو کیا یہ ہاتھ میرا اپنا نہیں ہو سکتا؟"

"پلیز! سمجھنے کی کوشش کرو، میں عمر میں تم سے بڑی ہوں۔"

اب تک سوچ کے ذریعے گفتگو ہو رہی تھی پھر وہ بے اختیار ہنسنے لگا۔ ہنستے ہنستے کہنے لگا "تم اور مجھ سے عمر میں بڑی ہو؟ ذرا آئینہ دیکھو۔"

سونیا نے اُسے گھور کر دیکھا۔ وہ جلدی سے دماغ میں آکر بولا "کیا یہ باتیں بھی سوچ کے ذریعے ہوتی رہیں گی؟"

وہ بولی "خفیہ مائک کے ذریعے دوسری جگہ ہماری باتیں سُنی جا رہی ہیں اور تم انھیں سُنا رہے ہو کہ میں خود کو تم سے عمر میں بڑی سمجھتی ہوں جبکہ تم فرہاد کا چہرہ ہو اور مجھے فرہاد سے عمر میں زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"اوہ گاڈ! تم رومانس کے وقت بھی کتنی محتاط رہتی ہو... بہر حال تم عمر کا بہانہ کر کے مجھ سے دُور ہو رہی ہو۔"

"یہ بہانہ نہیں حقیقت ہے۔"

"جیسا کہ تم نے بتایا تھا، فرہاد تمہاری تنہائی میں بیس برس سے نہیں آیا۔ اس حساب سے تم بیس برس کی کنواری ہو۔ تمہارے بدن میں دوشیزگی کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ تمہارے چہرے کی تازگی اور حُسن کی شادابی کہتی ہے کہ ابھی کلی کھل رہی ہے اور کھلتے کھلتے پھول بنتے بنتے رہ گئی ہے۔"

وہ صوفے سے اُٹھ گئی، آئینے کے سامنے آگئی۔ آئینہ صاف طور سے کہہ رہا تھا کہ وہ بیس اور پچیس کے درمیان ہے۔ جذبوں سے بھری ہوئی ہے۔ پرنس کے ہاتھ لگانے سے دل میں ہلچل مچ گئی ہے۔ حیا سے رخسار تمتما رہے ہیں۔ آنکھیں صرف پرنس کو دیکھنا چاہتی ہیں اور دل صرف پرنس کو مانگتا ہے اور صرف دل نہیں، پورے بدن کے جذبے بھی اُسے پکار رہے ہیں، کیا سونیا ایسی ہو سکتی ہے؟ کیا وہ عشق اور ہوس کی دلدل میں جا سکتی ہے؟

نہیں، وہ سونیا نہیں تھی، سونیا ثانی تھی۔

میں خیال خوانی کی پروا نہ کرتا ہوا سونیا کے پاس آیا تو وہ علی تیمور کے ساتھ واشنگٹن پہنچ چکی تھی۔ واشنگٹن پہنچنے سے پہلے بوڑھی ہو گئی تھی۔ سر کے بال سفید ہو چلے تھے۔ چہرے پر ہلکی سی جھریاں پڑ گئی تھیں، صورت بدل چکی تھی۔ ایک ایسی معزز بوڑھی نظر آرہی تھی جیسی ورجینیا اسٹیٹ کی اکثر بوڑھیاں اور بوڑھے نظر آتے ہیں۔

وہ ایک فیملی ویگن کار ڈرائیو کرتی ہوئی بالٹی مور کی سمت جارہی تھی اور بیگم روبی سائمن کے روپ میں تھی۔ اس کا شوہر سائمن میتھو ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کا بیٹا جمی میتھو اور علی تیمور پچھلی سیٹ پر سائنس کے ایک پیچیدہ مسئلے پر کتاب پڑھ رہا تھا۔ سائمن میتھو ایک پبلشر تھا۔ پچیس برس سے "ایوننگ نیوز" نامی ڈیلی اخبار شائع کرتا آرہا تھا۔ سیاسی اور سرکاری حلقوں میں اس کی دُور تک پہنچ تھی۔ برسوں سے جانی پہچانی با اعتماد شخصیات کی فہرست میں اُس کا نام تھا۔ اُس کے دو بیٹے تھے ایک جمی میتھو اور دوسرا رکی میتھو تھا۔ اس نے اپنے اثر و رسوخ سے دوسرے بیٹے رکی میتھو کو ٹرانسفارمر مشین تک پہنچا دیا تھا۔ کرنل جیکب وال برگ اپنی بیٹی جورا جوری کے لیے رکی میتھو کو پسند کرتا تھا، اس لیے رکی کے لیے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنا آسان ہو گیا تھا۔

اس آسانی کے بعد سائمن میتھو کے لیے مشکلات پیدا ہو گئی تھیں کیونکہ میں جورا جوری کے ذریعے اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بیٹے رکی میتھو کے متعلق بہت کچھ جان چکا تھا۔ سونیا نے مجھ سے کہا تھا "تم رکی میتھو کے بھائی جمی اور اس کے باپ سائمن کے دماغ میں پہنچو اور مجھے اُن کے متعلق بتاؤ۔"

میں نے جورا جوری پر تنویمی عمل کر کے حکم دیا تھا کہ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی اور رکی میتھو سے رابطہ قائم کرے گی۔ اگرچہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک دوسرے سے دُور اجنبی بنا کر رکھا جاتا تھا تاہم جورا جوری اور رکی میتھو کی منگنی ہو چکی تھی پھر وہ کرنل کی بیٹی تھی اس لیے فون کے ذریعے گفتگو کرنے کی اجازت مل گئی تھی۔

رکی میتھو نے فون پر جورا جوری کی آواز سن کر خوشی سے کہا "مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ تم مجھ سے بات کر رہی ہو۔ تم نے تو مجھے کبھی لفٹ نہیں دی۔"

وہ بولی "میں پریشان ہوں۔ سونیا کے چیلنج سے خوفزدہ ہوں۔ زندگی ایک پل کی لگ رہی ہے۔"

"اپنے دل سے خوف نکال دو۔ سونیا نے اپنے چیلنج کے مطابق ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہلاک کر دیا ہے۔ ہمارے حکام اور سونیا کے درمیان مذاکرات ہو رہے ہیں۔ جلد ہی سمجھوتا ہو جائے گا۔"

"ڈیڈی بھی مجھے یہی سمجھا رہے ہیں۔"

"جورا جوری! میں دل کی بات کہنا چاہتا ہوں، دماغ میں آؤ گی؟"

"میں تمہارے کہنے سے پہلے ہی تمہارے دماغ میں آسکتی تھی لیکن نہ میں تم سے دماغی رابطہ کروں گی نہ تمہیں اپنے پاس آنے دوں گی۔"

"وہ کیوں؟"

"وہ اس لیے کہ سونیا کا کوئی خیال خوانی کرنے والا تمہارے نام سے میرے دماغ اور میرے نام سے تمہارے دماغ میں آسکتا ہے۔"

"ہم کوڈ ورڈز مقرر کر لیں گے۔"

"میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔ کیا تم یوگا کی مشقیں کر رہے ہو؟"

"ہاں! ابھی یوگا کی جسمانی مشقیں جاری ہیں۔ اگلے ہفتے سے مجھے سانس روکنے کی ٹریننگ دی جائے گی۔ ہوسٹل کی زندگی میں یوں تو سب کچھ ہے بس ایک تمہاری کمی محسوس ہوتی ہے۔"

رکی میتھو اور بہت سی باتیں کر رہا تھا۔ میرے لیے اتنی معلومات کافی تھیں کہ ابھی اُس نے سانس روکنے کی مشقیں شروع نہیں کی ہیں۔ میں آرام سے اُس کے دماغ میں پہنچ گیا اور چُپ چاپ اُس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا وہ بھی اندر سے سہما ہوا ہے کہ سونیا اس کی شہ رگ تک نہ پہنچ جائے۔ جنرل وائز نے اُس سے کہا تھا "تم لوگ ٹیلی پیتھی کا علم سیکھ کر ملک اور قوم کے لیے فولادی ڈھال بن گئے ہو۔ تم ایسے ہتھیار ہو جس کے سامنے ایٹم اور ہائیڈروجن بموں کی بھی اہمیت نہیں رہی لیکن تم میں سے کوئی دشمن کی گرفت میں آئے گا تو وہ تمہارے اس ہتھیار کو ہمارے ہی خلاف استعمال کرے گا لہٰذا تم میں سے کسی کو بھی شبہ ہو کہ تمہاری سوچ کچھ بدل رہی ہے یا تم خلافِ معمول کوئی کام کر رہے ہو تو ایک محبِ وطن کی حیثیت سے ہمیں بتا دو۔ ہم تمہارے دماغوں سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹا دیں گے تاکہ دشمن تم سے فائدہ نہ اُٹھا سکے۔ جب خطرہ ٹل جائے گا تو تمہیں دوبارہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے یہ علم سکھا دیا جائے گا۔"

ایسا زبردست اور غیر معمولی علم سیکھنے کے بعد کون چاہے گا کہ اس سے یہ علم چھین لیا جائے اور اُسے ناقابلِ شکست اور غیر معمولی آدمی سے معمولی آدمی بنا دیا جائے۔ کیتی پال اور جورا جوری کی طرح رکی میتھو بھی ٹیلی پیتھی سے محروم ہونا نہیں چاہتا تھا۔

میں نے اُس کی سوچ میں کہا "اگر سونیا سے میرا یہ سمجھوتا ہو جائے کہ میں اُس کے اور بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کبھی خیال خوانی نہیں کروں گا اور وہ مجھے جانی نقصان نہیں پہنچائے گی تو اس طرح میری عمر طویل ہو جائے گی۔"

اُس کی اپنی سوچ نے کہا "ہاں ایسا کوئی سمجھوتا ہو جائے تو دل سے خوف دُور ہو جائے گا اور دماغ سے بوجھ اُتر جائے گا۔"

میں نے کہا "تو پھر اپنا دماغ میرے حوالے کر دو۔"

وہ چونک کر خلا میں تکتے ہوئے بڑبڑایا "کیا میرے اندر کوئی بول رہا ہے؟"

"ہاں، میں سونیا کا ٹیلی پیتھی جاننے والا بول رہا ہوں۔ تم گھبراؤ گے یا شور مچاؤ گے تو نقصان میں رہو گے۔ میرے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔ اگر میں نے چھوڑ دیا تو جنرل وائز یا سپر ماسٹر تمہارے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹا دیں گے بلکہ تمہیں ہمارا آلۂ کار اور اپنے لیے مصیبت سمجھ کر گولی مار دیں گے۔"

"نہیں نہیں، میں مرنا نہیں چاہتا اور زندہ رہ کر ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم نہیں رہنا چاہتا۔ میں تم سے دوستی چاہتا ہوں۔"

"تو پھر جو کہتا ہوں اس پر عمل کرتے جاؤ۔"

وہ میری تابعداری پر راضی ہو گیا۔ میں نے اُس پر تنویمی عمل کیا۔ کیتی پال اور جورا جوری کے دماغوں میں جو باتیں نقش کرائی تھیں، وہی باتیں اس کے دماغ پر بھی نقش کر دیں۔ اُس کے باپ سائمن میتھو کا ٹیلی فون نمبر معلوم کر کے کنگ فرنانڈو کے ذریعے وہ نمبر ڈائل کرائے۔ دوسری طرف سے مسز روبی سائمن کی آواز سنائی دی۔ میں اس کی آواز سن کر سونیا کے پاس آگیا تھا۔ اُسے تمام رُوداد سنا دی۔ وہ سُنتی رہی اور سوچتی رہی پھر بولی "رکی کے باپ، بھائی اور ماں پر بھی تنویمی عمل کرو۔ اور انھیں اپنا پابند بنا کر [illegible] کو لندن یا فرینکفرٹ بلاؤ۔ میں اور علی مسز روبی میتھو اور جمی میتھو بن کر یہاں سے سائمن کے ساتھ جائیں گے۔"

میں نے یہی کیا۔ [illegible] تینوں کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا پابند بنایا۔ وہ تفریح کی خاطر لندن آئے۔ سونیا اور علی لندن میں ان کی رہائش گاہ تک پہنچ گئے۔ ڈاکٹر شیفر ڈ اُن کے ساتھ تھا۔ اُس نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے سونیا اور علی کو روبی اور جمی بنا دیا۔ اصل روبی اور جمی کو سونیا کی نئی بستی میں پہنچا دیا گیا۔ اس طرح وہ دونوں سائمن میتھو کے ساتھ واشنگٹن پہنچ گئے تھے اور اب فیملی ویگن کار میں بالٹی مور کی رہائش گاہ کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے سائمن میتھو کے دماغ میں

یہ بات نقش کردی تھی کہ وہ اپنی بیوی روبی اور بیٹے جمی کے ساتھ لندن سے واپس آیا ہے۔ وہ میرا معمول رہ کر ان پر کسی طرح کا شبہ نہیں کرے گا۔

اب یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ سونیا نے بابا صاحب کے ادارے سے اپنی ڈمی سونیا ثانی کو نیویارک کیوں بھیجا ہے، پرنس ڈیگر کے فرشتے کو بھی علم نہیں ہے کہ وہ ڈمی کے ساتھ ہے اور وہ ڈمی بھی ایسی ذہین اور تیز طرار تھی کہ اپنے ہر عمل سے اور حاضر دماغی سے بالکل سونیا ہی سونیا تھی، اس لیے وہ ادارے میں سونیا ثانی کہلاتی تھی۔ یہ اُس کی اپنی ذہانت تھی کہ اُس نے اینٹی میک اَپ کیمرے کے سامنے سے گزر کر دُشمنوں کو چکرا دیا تھا۔ کوئی دس برس پہلے اُس نے سونیا کی ڈمی بننے کے لیے مختلف امتحانات پاس کیے تھے پھر پلاسٹک سرجری کے ذریعے اُسے سونیا کا ہم شکل بنایا گیا تھا۔ یعنی نیویارک آنے کے لیے اُسے مزید سونیا کا میک اپ نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن اس نے دُور کی سوچی تھی کہ دُشمن ڈمی پر شبہ کر سکتے تھے۔ اگر وہ دُشمنوں کے سامنے سونیا کا میک اَپ اُتار کر ایک اجنبی لڑکی نظر آئے اور پھر اجنبی لڑکی کا ماسک اُتار کر دوبارہ سونیا دکھائی دے تو دُشمنوں کو پورا یقین ہو جائے گا کہ ایسا چکر دینے والی یہ اصلی سونیا ہے۔

سونیا ثانی کی یہ چال کامیاب ہوئی تھی۔ سپر ماسٹر، اعلیٰ فوجی افسران اور دوسرے حکام نے اسے مکمل اعتماد کے ساتھ سونیا تسلیم کر لیا تھا۔ جب وہ نیویارک کے سرکاری بنگلے میں پہنچ گئی تو میں نے اُس کی خیریت معلوم کرنے کے لیے دماغ کے دروازے پر دستک دی۔ اُس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ کوڈ ورڈز ادا کرنا ضروری تھا۔ میں نے دوسری بار دماغ میں پہنچتے ہی کہا: ”لو فرام سونیا ٹو سونیا ثانی، میں براؤن وُولف ہوں، پرنس ڈیگر نہیں ہوں۔“

وہ غسل کرنے کے بعد لباس پہن رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی نیویارک کے ائیرپورٹ سے اُس سرکاری بنگلے تک پہنچنے کی روداد سنانے لگی تھی۔ میں نے سننے کے بعد کہا: ”تم بالکل سونیا کی طرح چالیں چلتی ہو۔“

”مجھے خاص طور پر سسٹر سونیا نے ٹریننگ دی ہے۔“

”کیا تم نے بچپن میں بابا صاحب کے ادارے میں پرورش پائی ہے؟“

”ایسی باتیں ہم پھر کبھی فرصت میں کریں گے، ابھی ایک کام کر دیں۔“

وہ اپنے بارے میں زیادہ کچھ بتانا نہیں چاہتی تھی، صاف طور پر کہہ سکتی تھی کہ میں ایسے سوالات نہ کروں لیکن اُس نے ٹال دیا تھا۔ آئندہ بھی مجھ سے کام لیتے رہنے کے لیے مجھے ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی۔ بالکل سونیا کے طریقۂ کار پر چل رہی تھی۔

میں نے پوچھا: ”کیا کام ہے؟“

”یہ پرنس ڈیگر جو میرے ساتھ براؤن وُولف بن کر آیا ہے اس پر ایک حملہ کرا دو، ناکام حملہ۔“

میں نے تعجب سے پوچھا: ”اس کا فائدہ کیا ہو گا؟“

وہ بولی: ”جس طرح میں نے دُشمنوں کو یقین دلایا ہے کہ میں ہی اصلی سونیا ہوں، اسی طرح اُسے اصلی براؤن وُولف ثابت کروں گی۔“

”کیسے کرو گی؟“

”میں بیان دوں گی کہ وُولف نے ماسک مین کی سیکرٹ ایجنٹ جینا کو فرانسیسی حکومت کے حوالے کیا ہے لہٰذا ماسک مین نے وارننگ دی ہے اگر جینا کو رہا نہ کیا گیا تو وُولف کو کہیں بھی گولی ماری جا سکتی ہے۔“

”اس لیے تم چاہتی ہو، میں دھمکی کے طور پر ناکام حملہ کراؤں؟“

”ہاں، اب تم یہ نہ کہنا کہ میں سسٹر سونیا کی طرح چالیں چلتی ہوں۔“

”نہ کہنے کے باوجود یہ حقیقت ہے۔ پہلے تو یہی سمجھا جائے گا کہ اتنے سخت پہرے کے باوجود سپر ماسٹر کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے کسی نے گولی چلائی ہے۔ کوئی اور ایسا نہیں کر سکتا لیکن تم اس کا الزام پاسکل لُوبا پر لگاؤ گی اور جینا کی گرفتاری کے حوالے سے بات کرو گی تو یہاں دُشمنوں کو یقین آ جائے گا کہ براؤن وُولف ہی تمہارے ساتھ ہے۔“

وہ بولی: ”صرف اتنا ہی نہیں، یہ وُولف بن کر رہنے والا پرنس بڑا عاشق مزاج ہے۔ مجھے یقین ہے وہ ابھی کمرے میں بیٹھا میرے ہی متعلق سوچ رہا ہو گا۔ تمہاری طرف سے ایک گولی چلے گی تو وہ خیالوں کی دُنیا سے عملی میدان میں پہنچ جائے گا۔“

میں نے ہنستے ہوئے پوچھا: ”کیا تمہیں اُس سے عشق نہیں ہے؟“

”مجھے صرف اپنی آئیڈیل سونیا سے عشق ہے۔“

”فرہاد کے متعلق کیا خیال ہے؟“

”مرحوم کے لیے میرے دل میں بڑی عزت ہے، خدا مغفرت کرے۔“

میں اُس کے دماغ سے نکل آیا۔ بیچارہ مُردہ اس

آگے کیا کہہ سکتا تھا۔ میں نے اُس کی فرمائش کے مطابق ایک پہرے دار کے ذریعے پرنس ڈیگر پر ناکام حملہ کیا پھر سونیا کے پاس آ گیا۔ اُس نے پوچھا: ”کیا رپورٹ ہے؟“

میں نے کہا: ”تمہاری یہ سونیا ثانی تو بڑی زبردست ہے۔“

”یہ تم رپورٹ پیش کر رہے ہو؟“

”کوئی عجیب و غریب چیز سامنے آئے تو پہلے اس کا ہی ذکر ہوتا ہے۔“

”وہ عجیب و غریب نہیں ہے، انسان کی بچی ہے، آگے بولو۔“

میں نے سونیا ثانی کی تمام روداد سنا دی۔ وہ سننے کے دوران مسکراتی رہی۔ میں نے کہا: ”اُس کی حاضر دماغی اور مکارانہ چالوں پر خوش ہو رہی ہو؟“

”صرف خوشی ہی نہیں، فخر بھی محسوس کرتی رہی ہوں۔ جانتے ہو، وہ میری بیٹی ہے۔“

میں نے ہنستے ہوئے کہا: ”پارس اور علی تیمور تمہارے دو بیٹے ہیں اب کسی بیٹی کا اضافہ نہ کرو، میں خود کو بوڑھا محسوس کرنے لگوں گا۔“

”بے غیرتی کبھی بوڑھی نہیں ہوتی اور غیرت مند تو زائیدہ بیٹی کو دیکھتے ہی بوڑھا ہو جاتا ہے۔“

”ائے بکواس نہ کرو، میں نے قسم کھائی ہے جینا کے بعد کوئی دوسری میری زندگی میں نہیں آئے گی۔“

”جینا ہی تمہیں قابو میں رکھے تو یہ ایک معجزہ ہو گا۔ بہرحال میری بیٹی کے پاس جب بھی جاؤ نظریں جھکا کر، گردن جھکا کر اور کمر جھکا کر جاؤ تاکہ وہ تمہیں ایک باپ کا احترام دے سکے۔“

”پلیز مجھے نصیحت نہ کرو۔ میری زندگی میں ایسی کئی لڑکیاں آئی ہیں جنھیں میں بیٹی کہتا رہا ہوں۔ اب یہ باتیں ختم کرو اور میرے معاملے پر گفتگو کرو۔ وہ عورت کہاں ہے جو میرے دماغ میں آیا کرتی تھی؟“

”تم اُسے کیوں یاد کر رہے ہو؟“

”وہ ایسے وقت تم سے رابطہ کرنے والی تھی جب میں تمہارے دماغ میں نہ ہوتا۔ تم نے اُسے اپنے دماغ میں آنے کو کہا تھا۔ تم اس کا دل خوش کرنے والی تھیں۔“

”میں کہہ چکی ہوں اگر اُس کی دوست بن جاؤں تو وہ خوش ہو جائے گی مگر تعجب ہے وہ پلٹ کر نہیں آئی۔“

”میں نہیں مانتا۔ وہ تمہارے پاس نہیں آئی ہو گی۔“

”یقین کرو، وہ اچانک گم ہو گئی ہے۔ میں نے دن رات اُس کا انتظار کیا ہے۔ مجھے ایسی بے لوث محبت کرنے والی اور ٹیلی پیتھی جاننے والی ساتھی کی سخت ضرورت ہے۔ میں آج بھی اُس کا انتظار کر رہی ہوں۔“

”اُس نے خود ہی تم سے گفتگو کی خواہش ظاہر کی تھی پھر رابطہ قائم نہ کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟“

”ایک وجہ تو یہ سمجھ میں آتی ہے کہ خدانخواستہ کسی حادثے کا شکار ہو گئی ہو یا اس قدر بیمار ہو کہ دماغی کمزوری کے باعث خیال خوانی نہ کر سکتی ہو۔“

”یہی وجہ ہو سکتی ہے۔“

”یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تمہارے ہرجائی پن سے اس کا دل ٹوٹ گیا ہو اور اب وہ ہم سے کوئی تعلق رکھنا نہ چاہتی ہو۔“

”مجھے خوشی ہو گی اگر وہ میرے دماغ میں گھسنے والا کوئی تعلق نہ رکھے۔“

”وہ کہہ چکی ہے، جب تک گمنام رہو گے، وہ تمہارے دماغ میں نہیں آئے گی۔ تمہارے غلط رویّے سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ہم سے ناراض ہو گئی ہے۔“

”ہونے دو، یہ بتاؤ، بالٹی مور پہنچ کر کیا کرو گی؟“

”تم یہ بتاؤ جینا کیسی ہے؟“

”میں نے اُسے آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے۔ اپنے وعدے کے مطابق صرف خیال خوانی کے ذریعے اس کے حالات معلوم کرتا ہوں۔ تنویمی عمل اور بجلی کے جھٹکوں سے خاصی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اُس کے دماغ سے ماسک مین کی تمام باتیں مٹ گئی ہیں۔ کبھی لڑکی اور کبھی لڑکا بننے والی بات بھی ختم ہو گئی ہے۔“

سونیا نے پوچھا: ”کیا ایسی حالت میں پاسکل لُوبا اُس کے اندر نہیں آ سکے گا؟ کیا پھر تنویمی عمل کے ذریعے اپنی معمولہ نہیں بنا سکے گا؟“

”نہیں، تم نے پرنس ڈیگر سے اس پر عمل کرایا تھا۔ اُس کے دماغ سے اُس کے لب و لہجے کو بھلا دیا تھا۔ ملٹری انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر نے مجھے اُس کی نئی آواز اور نئے لہجے کا کیسٹ سنایا ہے۔ اس طریقۂ کار سے پاسکل لُوبا اُس کے دماغ تک نہیں جا سکے گا۔“

”چلو یہ اچھا ہوا، جینا دُشمنوں سے محفوظ رہے گی۔ اُس کی صحت کیسی ہے؟“

”دواؤں کا کچھ ری ایکشن ہوا ہے جس کے باعث بدن پھول گیا ہے۔ آج صبح وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی خود کو دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ کچھ موٹی ہو گئی ہے۔“

”کیا اُسے اپنی آواز اور صحت کی تبدیلی پر حیرانی ہوئی ہے؟“

"اُسے حیرانی نہیں، پریشانی ہے کیونکہ پچھلی زندگی کے ساتھ اپنا نام بھی بھول گئی ہے۔ فوج کے ڈاکٹروں سے پوچھتی ہے کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ اور اُس کا نام کیا ہے؟ ڈاکٹروں نے کہہ دیا ہے کہ وہ گمنام ہے، اُسے ایک شخص وہاں چھوڑ گیا تھا۔ جب وہ آئے گا تو اُس کا نام اور اُس کی پچھلی ہسٹری معلوم ہو سکے گی۔ آج ایک گھنٹا بعد اسپتال سے اُس کی چھٹی ہو جائے گی، میں اُسے لینے جاؤں گا۔"

"کیا وہ اپنی اصلی شکل میں رہے گی؟"

"ملٹری انٹیلی جنس والے کہہ رہے تھے کہ اس کی صورت تبدیل کر دی جائے، ورنہ دُشمن اسے پہچان کر ہم دونوں کے پیچھے پڑ جائیں گے لیکن میرا دل نہیں مانتا ہے۔ میں جینا کو اس کے اصلی روپ میں ہی دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے چہرے کے ایک ایک نقش کو دیکھ کر میری آنکھوں کی پیاس بجھتی ہے۔"

"تم ضرور اُس کی وجہ سے مارے جاؤ گے۔"

"میں اُس کے چہرے پر ریڈی میڈ تبدیلیاں لایا کروں گا۔ گھر کی چار دیواری میں پہنچ کر وہ ریڈی میڈ میک اَپ ختم کر دیا کروں گا، اس طرح کوئی اُسے پہچان نہیں سکے گا۔"

"اس کے اصل رنگ روپ کو دیکھتے رہنے کے لیے تم ہزار باتیں بناؤ گے اور میں تم سے بحث نہیں کروں گی۔ تم میرے دماغ سے جاؤ اور سائمن میتھو کے دماغ میں رہو۔ مجھے اپنے طور پر کچھ سوچنے دو۔"

میں اس کے پاس بیٹھے ہوئے سائمن میتھو کے دماغ میں آگیا۔ علی تیمور عرف جمی میتھو نے کہا: "ممی! آپ دو گھنٹے سے ڈرائیو کر رہی ہیں، پلیز آپ یہاں آجائیں، میں ڈرائیو کروں گا۔"

سائمن نے کہا: "رہنے دو بیٹے! اب تو ہم بالٹی مور پہنچ رہے ہیں ــــ اپنی ممی کو ڈرائیونگ کا شوق پورا کر لینے دو۔"

وہ بیس منٹ کے بعد بالٹی مور پہنچ گئے۔ سائمن نے ساحلی علاقے میں ایک بہت بڑا بنگلا تعمیر کرایا تھا۔ اس کی بالکونی سے دُور تک ساحل اور سمندر کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ وہاں پہنچ کر سائمن ضروری فون کرنے اپنے بیڈ روم میں گیا۔ میں اُسے چھوڑ کر سونیا کے پاس آیا۔ وہ بولی: "تمھیں سائمن کے پاس رہنا چاہیے، ہو سکتا ہے وہ کسی اہم شخص سے گفتگو کرنے گیا ہو۔"

"میں بعد میں بھی اُس کے دماغ سے وہ گفتگو سُن لوں گا۔"

"فرہاد! وقت ضائع نہ کرو۔ سائمن کو کرنل جیکب وال برگ سے رابطہ کرنے پر مائل کرو۔ تمھیں جورا جوری سے معلوم ہو چکا ہے کہ اُس کا کرنل باپ سولہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے واقف ہے۔"

میں جینا کے فراق میں یہ بھول گیا تھا کہ کرنل ہمیں ... ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے بتا سکتا ہے۔ ... سائمن کے پاس پہنچا۔ وہ فون پر کرنل کی بیوی یعنی جورا جو... کی ماں سے باتیں کر رہا تھا۔ اُسے بتا رہا تھا کہ وہ روبی اور... کے ساتھ لندن سے واپس آگیا ہے۔ دوسری طرف ... جورا جوری کی ماں مسز وال برگ نے کہا: "ہم نے اپنے ... کو ٹیلی پیتھی سکھا کر عذاب میں مُبتلا کر دیا ہے۔ میں اپنی بیٹی ... صورت دیکھنے کو ترس گئی ہوں۔"

"میں بھی اپنے بیٹے کے لیے پریشان ہوں۔ اُس... خیریت معلوم کرنے کے لیے آپ کو فون کیا ہے۔"

"میرے میاں گھر میں بھی کرنل بنے رہتے ہیں۔ کو... سرکاری بات مُنہ سے کبھی نہیں اُگلتے۔ بس اتنا بتایا ہے... جورا جوری اور مِکی خیریت سے ہیں اور انھیں ایک خفیہ... میں پہنچا دیا گیا ہے۔"

میں مسز وال برگ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُسی وقت... ایک ملازم نے اطلاع دی کہ کرنل صاحب دفتر سے آگئے... اُس نے بات مختصر کر کے ریسیور رکھ دیا۔ کرنل فوجی انداز میں... ہُوا بیڈ روم میں آیا پھر تھکے ہوئے انداز میں کُرسی پر بیٹھتے ہو... بولا: "میں اسپتال سے آ رہا ہوں۔"

"خیریت تو ہے؟"

"ڈاکٹروں نے میرا چیک اپ کیا ہے۔ بخار ہے اور... سر میں شدید درد ہے اور پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔"

مسز نے اُس کا بازو تھام کر کہا: "آپ آرام سے لیٹ... ایسی حالت میں بیٹھنا نہیں چاہیے۔"

وہ اپنی مسز کے ساتھ بستر تک آیا پھر وہاں لیٹ گیا۔ اُس کے جُوتے اُتارنے لگی۔ میں سوچنے لگا اُس کے دماغ میں جانا چاہیے یا نہیں۔ اتنی بیماری میں اور خصوصاً دردِ سر کے وقت دماغ تھوڑا کمزور ہوتا ہے لیکن وہ فوج میں کرنل تھا، مضبوط اعصاب اور قوّتِ ارادی کا مالک تھا۔ اُسے اعصابی کمز... کی دوا کھلانے کے بعد ہی اس کے دماغ میں جانا چاہیے... لیکن میں اُس کی بیٹی جورا جوری کی آواز اور لہجہ بنا کر اُس... کے دماغ میں گیا۔ اُس نے محسوس نہیں کیا۔ اگر محسوس کر لیتا تو... بیٹی بن کر بولتا۔ اب اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ میں اطمینان... سے اُس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔

جورا جوری کے بیان کے مطابق وہ سولہ ٹیلی پیتھی جاننے... والوں سے واقف تھا۔ میں کاغذ قلم لے کر ہر ایک کا نام...

بتانے لگا۔ اُن کے والدین اور رشتے داروں کے متعلق بھی معلومات حاصل کرنے لگا، یہ ہماری بہت بڑی کامیابی تھی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس کامیابی سے خوش ہو رہا ہوں مجھے اس سے بھی زیادہ چونکا دینے والی بات معلوم ہوگی۔ کرنل کے دماغ نے جب اس راز کو فاش کیا تو میں چند لمحوں تک خیال خوانی بھول گیا۔

نئے سُپر ماسٹر کا بھانڈا پھوٹ گیا تھا۔ پتا چلا اُس کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ وہ اسی ادارے میں زیادہ رہتا ہے اور وہیں سے سُپر ماسٹر کے فرائض انجام دیتا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں انفارمیشن آفیسر ہے اور اپنے ملک میں وہ سُپر ماسٹر اررے رے کہلاتا ہے۔

یہ اتنا حیرت انگیز انکشاف تھا کہ میں حیرت سے ارے رے کہہ گیا۔ ارے رے یہ کیسے ممکن ہے، بابا صاحب کے ادارے کے ایک دربان کو بھی کوئی سُپر طاقت خرید نہ سکی پھر وہ انفارمیشن آفیسر کیسے خرید لیا گیا؟ زمانے بھر کی مکار سونیا دھوکا کھا رہی تھی۔ پتا نہیں ماسٹر اررے رے ادارے میں بیٹھا سونیا، علی تیمور اور سونیا ثانی کے متعلق کیسی کیسی معلومات رکھتا ہوگا اور یہ معلومات یہاں کے اعلیٰ حکام، فوج کے اعلیٰ افسران تک پہنچا رہا ہوگا۔

میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہُوا سونیا کے پاس پہنچا۔ اس بار اُس نے سانس نہیں روکی۔ میں نے کوڈ ورڈز بھی ادا نہیں کیے کیونکہ پہلے سے کوئی موجود تھا اور وہ اُسے خدا حافظ کہہ رہی تھی پھر چند سیکنڈ کی خاموشی رہی۔ اُس نے جسے خدا حافظ کہا تھا وہ جا چکا تھا یا جا چکی تھی۔ اس کے بعد بھی وہ سوچ کی لہریں محسوس کر رہی تھی۔ اُس نے چند سیکنڈ تک ایسا محسوس کیا پھر بولی: "میں سانس روک لوں گی اس سے پہلے ہی بتا دو کون ہو؟"

میں نے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ وہ اطمینان کی سانس لے کر بولی: "تم خاموش کیوں تھے؟"

"میں تمھاری باتیں سُن رہا تھا۔"

میں سونیا کو یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ بہت دیر سے اُس کے دماغ میں رہ کر کسی خیال خوانی کرنے والے کے ساتھ اس کی گفتگو سُن رہا ہوں۔ اُس نے پوچھا: "تم نے تمام باتیں سُن لیں؟"

"تمام تو نہیں کچھ سُن لی ہیں۔"

"اس کچھ کو بہت کچھ سمجھو اور بتاؤ کیوں آئے ہو؟"

"پہلے یہ بتاؤ، وہ کون تھا اور کیا باتیں ہو رہی تھیں؟"

"جب تم باتیں سُن چکے ہو تو پوچھتے کیوں ہو؟"

"میں نے تمام باتیں نہیں سُنی ہیں۔"

"جتنی باتیں سُنی ہیں وہ مجھے سُنا دو۔"

اُس نے مجھے اُلجھا دیا۔ میں نے کوئی بات نہیں سُنی تھی۔ اُسے جھانسا دے رہا تھا۔ وہ بھلا جھانسے میں کب آنے والی تھی، مجھے ہی اُلجھا کر رکھ دیا تھا۔ میں نے کہا: "پرنس ڈیگو تمھارے پاس نہیں آ سکتا۔ تم نے اپنے دماغ کو لاک کر کے اس کی سوچ کو سونیا ثانی کی طرف موڑ دیا ہے کیونکہ سونیا ثانی کا لہجہ بھی تمھارا ہی ہے۔ جب وہ نہیں آ سکتا ہے تو پھر ابھی کون آیا تھا؟"

"اس کا جواب میں بہت پہلے دے دیتی مگر تم جھانسا دے کر چالاک بننے کی کوشش کر رہے تھے۔ ابھی میرے پاس کون آیا تھا، یہ نہیں بتاؤں گی۔ یہ تمھارے چالاک بننے کی سزا ہے۔"

"مکار عورت! میں نادان بچہ نہیں ہوں، تم مجھ سے چالاکی نہیں دکھا سکو گی۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ وہی عورت تمھارے پاس آئی تھی جس نے میرے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔"

وہ ہنسنے لگی، پھر بولی: "اگر تم نے میرے دماغ میں آتے ہی ذرا سی بھی گفتگو سُنی ہے تو بولنے والے کا مردانہ لہجہ بھی سُنا ہوگا اور وہ سُننے کے بعد بھی اسے عورت کہہ رہے ہو؟ کیا وہ عورت اب تک تمھارے اعصاب پر سوار ہے؟ یا پھر میرے دماغ میں ہونے والی گفتگو تم نے سرے سے سُنی ہی نہیں۔ مجھے اب تک چکر دینے کی ناکام کوشش کر رہے ہو۔"

مجھے شکست تسلیم کرنی پڑی۔ میں نے کہا: "تم جیت گئیں، لوہے کو لوہا کاٹتا ہے مگر کوئی مکار تمھاری مکاری کو نہیں کاٹ سکتا۔ اب بتا دو۔"

"پہلے تم بتاؤ کس لیے آئے تھے؟"

"میں کرنل جیکب وال برگ کے دماغ سے ایک ایسی چونکا دینے والی حقیقت معلوم کر کے آیا ہوں کہ سُنو گی تو تمھارے ہوش اُڑ جائیں گے۔"

"اچھا تو پھر جلدی سے میرے ہوش اُڑاؤ۔"

"کیا تم مذاق سمجھ رہی ہو؟"

"تم یہی کہو گے نا کہ سولہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے نوٹ کر چکے ہو؟"

"یہ تو کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے، بات کچھ اور ہے۔ سُنو گی تو پہلے تمھیں یقین نہیں آئے گا۔"

"یقین آجائے گا۔"

"اگر میں کہوں کہ موجودہ سُپر ماسٹر بابا صاحب کے ادارے میں رہتا ہے تو اسے سچ مان لو گی؟"

"مان لوں گی، کیونکہ تم مجھ سے جھوٹ نہیں بولو گے۔"

"تو پھر یہ سچ ہے۔ میں نے کرنل کے دماغ سے یہ راز معلوم کیا ہے۔ موجودہ سپر ماسٹر ادارے سے بابا صاحب کے ادارے میں انفارمیشن آفیسر ہے، وہاں اس کا نام سلمان واسطی ہے، وہ جلد ہی بابا صاحب کے ادارے کو لے ڈوبے گا۔"

سونیا نے کہا "وہ سلمان واسطی جو بچپن سے حضرت بابا فرید واسطی کا شاگرد رہا ہے، وہ ادارے کا دشمن کیسے ہوگا؟"

"بیٹیا، باپ کا دشمن ہو جاتا ہے ایک شاگرد استاد کے ادارے کا دشمن کیوں نہیں ہو سکتا؟ سنو، میں اس کی ہسٹری سناتا ہوں۔"

"تم نہ سناؤ، میں سناتی ہوں۔ اب سے اٹھائیس برس پہلے بارہ برس کا ایک لڑکا ادارے کے اسکول اور ہوسٹل میں آیا۔ یہ امریکی حکام کی چال تھی۔ اس لڑکے کا باپ ہپناٹزم کا ماہر تھا۔ ان کی پلاننگ تھی کہ لڑکا وہاں اعلیٰ تعلیم اور بہترین ہنر سیکھ کر اس ادارے کی جڑیں کھوکھلی کرے گا۔ لڑکے کو ملک اور قوم کا وفادار بنائے رکھنے کے لیے اس کا باپ ہر ماہ اس پر تنویمی عمل کرتا تھا۔ اس طرح وہ لڑکا بظاہر ادارے کا وفادار تھا لیکن تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دل، دماغ اور اس کی روح تک کو امریکا کا وفادار اور جان نثار بنایا گیا تھا۔"

میں نے تعجب سے پوچھا "تم یہ باتیں کب سے جانتی ہو؟"

"جب میں پہلی بار ادارے میں پہنچی اور بابا فرید واسطی کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا، تب وہ لڑکا انتیس برس کا ہو چکا تھا۔ بابا صاحب اسے مہینے میں ایک بار اپنے پاس بلاتے تھے۔ یہ وہ وقت ہوتا تھا جب لڑکے کا باپ اس سے ملاقات کے بہانے آتا تھا اور اس پر تنویمی عمل کر کے چلا جاتا تھا۔ اس کے بعد بابا صاحب کا عمل ہوتا تھا۔ ان کی دینی تعلیمات ہوتی تھیں اور وہ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کرتے تھے کہ انسان سے محبت کرو، دشمنی اس وقت کرو جب وہ انسان رہے حیوان بھی نہ رہے، بلکہ شیطان بن جائے، کیونکہ حیوان کو سدھایا جا سکتا تھا، شیطان کو سیدھا نہیں کیا جا سکتا۔ ہر شخص کو اپنے ملک اور قوم کا وفادار ہونا چاہیے لیکن اپنے ملک کے آئین سے یا پالیسی سے دوسری قوموں کو نقصان پہنچتا ہو تو اس پالیسی کے خلاف جنگ کرنا چاہیے۔ ماں باپ صرف پیدا کرتے ہیں ان کے حوالے سے صرف زندگی ملتی ہے۔ یہ زندگی جانور کو بھی ملتی ہے۔ جانور والدین کے حقوق نہیں سمجھتا۔ انسان علم کی روشنی میں والدین کے حقوق اور احترام کو سمجھتا ہے لہٰذا جس جگہ سے علم کی روشنی ملے اس جگہ کی سلامتی چاہتے رہو۔ یہ بابا فرید واسطی کی تعلیمات کا اثر ہے کہ وہ لڑکا آج بھی ادارے کی سلامتی کو مقدم سمجھتا ہے۔ جہاں سے علم کی روشنی ملی جہاں سے ذہانت کو عروج حاصل ہوا، اس جگہ سے اس ادارے سے وہ مرتے دم تک غداری نہیں کرے گا۔"

میں گم صم ہو کر یہ باتیں سن رہا تھا۔ میں نے سپر ماسٹر ادارے کے متعلق کیا سوچا تھا اور اس کا دوسرا رخ سلمان واسطی کیا نظر آ رہا تھا۔ سونیا نے کہا "جب وہ لڑکا بیس برس کا ہوا تو اس نے بابا فرید واسطی کے سامنے اسلام قبول کیا۔ بابا صاحب نے اسے کلمہ پڑھایا اور اپنے نام کے مطابق اس کا نام سلمان واسطی رکھا۔"

"تم نے یہ بات مجھ سے کیوں چھپائی تھی؟"

"میں تمھیں کتنی باتیں بتاؤں۔ میں ایسے بہت سے راز جانتی ہوں جو ابھی تک راز ہیں۔ بابا صاحب کو مجھ پر مکمل اعتماد تھا۔ اتنے بڑے ادارے میں میں ہی ایک عورت تھی جو ان کی بیٹی بن کر ان کے حجرے میں روز جاتی تھی جب کہ وہ دوسروں کو بہ وقت ضرورت بلایا کرتے تھے۔ میرے سینے میں بابا فرید واسطی مرحوم کے اور ادارے کے بے شمار راز دفن ہیں۔ جب تک ان رازوں کے انکشاف کا مناسب وقت نہیں آئے گا اس وقت تک کوئی میرا سینہ چیر کر بھی انھیں باہر نہیں نکال سکے گا۔"

"دنیا والوں کی طرح میں بھی مانتا ہوں کہ تم گہری ہو مگر آج تو تم سمندر سے بھی زیادہ گہری لگ رہی ہو۔"

یہ گہرائی نہیں تو اور کیا ہے کہ ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی جاننے والے اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ ایک بار سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ماسک مین کی جاسوسہ تاتیانہ پر حملہ کیا تھا لیکن جب سونیا نے تاتیانہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور اسے اپنی آنکھوں میں دیکھتے رہنے پر مجبور کیا تو دشمن خیال خوانی کرنے والا تاتیانہ کے دماغ میں زلزلہ پیدا نہ کر سکا۔ اس کے تمام حملے ناکام ہو گئے۔ وہ سونیا کی کون سی قوت تھی۔ وہ کون سا علم جانتی ہے یا اس کے اندر کیسی کیسی روحانی قوتیں سما گئی ہیں۔ یہ آج تک مجھے بھی معلوم نہ ہو سکا۔ پوچھنے پر یہی جواب ملے گا کہ جس راز کے کھلنے کا مناسب وقت آئے گا، اسی وقت وہ راز اس کی زبان پر آئے گا۔

میں نے پوچھا "سلمان واسطی نے ٹیلی پیتھی کیسے سیکھی؟"

"امریکی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران اسے اٹھائیس برس سے اپنا، اپنے ملک کا اور اپنی قوم کا وفادار دیکھ رہے ہیں۔ اس نے ان کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے اکثر ادارے کے خلاف کام کیے ہیں لیکن ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے پہلے وہ مجھے یا شیخ الفارس مرحوم کو اپنی پوری پلاننگ بتا دیا کرتا تھا۔ بہر حال ان کا اعتماد حاصل کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے والوں کی فہرست میں اس کا نام سب سے پہلے آیا۔ پھر اس کے پچھلے کارناموں کو دیکھ کر اسے سپر ماسٹر بنا دیا گیا۔"

"میں سمجھ گیا، اس نے یہاں کے حکام کو اپنا کارنامہ دکھانے کے لیے اطلاع دے دی کہ تم، علی تیمور اور برائن ڈولف کے ساتھ یہاں آ رہی ہو اور یہ حکام دیکھ رہے ہیں کہ وہ بابا صاحب کے ادارے سے جو اطلاع دیتا ہے، وہ درست ہوتی ہے؟"

"ہاں، ان کی نظروں کے سامنے سونیا بھی ہے، برائن ڈولف بھی ہے۔ میری بیٹی سونیا ثانی نے کمال ذہانت سے انھیں سونیا ہونے کا یقین دلایا ہے اور پرنس کو بھی ڈولف ثابت کر دیا ہے۔"

"یہ تم سونیا ثانی کو بیٹی کیوں کہتی ہو؟"

"بیٹی کو بیٹی نہ کہوں تو اور کیا کہوں؟"

"مگر یہ تمھاری بیٹی کیسے ہو گئی؟"

"یہ بھی ایک راز ہے جس کے انکشاف کا وقت ابھی نہیں آیا ہے۔"

"اے دیکھو، مجھے تجسس میں مبتلا نہ کرو۔"

"تم سونیا ثانی کے متعلق چھان بین نہیں کرو گے تو تجسس ختم ہو جائے گا۔"

"جہنم میں جاؤ تم ماں بیٹی۔"

"یہ بات کوئی دوسرا کہے تو میری بیٹی اسے جہنم میں پہنچا دے گی۔"

"میں تمھیں آخری بار سمجھاتا ہوں، اسے بار بار بیٹی کہہ کر مجھے جھنجلاہٹ میں مبتلا نہ کرو۔"

"تم اعتراف کر لو کہ اسے بیٹی کہنے سے تمھیں بڑھاپے کا احساس ہوتا ہے اور تمھارے اندر کہیں سوئی غیرت آنکھیں کھول کر کہتی ہے کہ ایک بیٹی کے باپ کو بے غیرت نہیں ہونا چاہیے۔"

شاید وہ کچھ اور بھی کہتی لیکن علی کمرے میں آ گیا۔ اس نے کہا "ممّا! میدان صاف ہے، وہ سائمن جو باپ بنا ہوا ہے کہیں باہر گیا ہے۔"

سونیا نے کہا "وہ باپ باہر گیا ہے اور تمھارا اصلی باپ میرے دماغ کے اندر ہے۔"

اس نے کہا "ہیلو پاپا! ممّا سے فرصت مل گئی ہو تو میرے پاس آ جائیں۔"

وہ قالین پر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا پھر اپنا سر سونیا کے زانو پر رکھ کر بولا "آپ جانتی ہیں اس وقت آپ کے زانو پر کون ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی "میرا بیٹا ہے۔"

"نہیں ممّا! بیٹا بھی ہے اور باپ بھی ہے۔ میں نے پاپا کو اسی لیے دماغ میں بلایا ہے، ہم دونوں آپ کی گود میں ہیں۔"

سونیا نے ایک گہری لمبی سانس لی پھر کہا "تمھارے پاپا اچھے نہیں ہیں۔"

"کیوں اچھے نہیں ہیں؟"

"وہ خود کو بوڑھا نہیں سمجھتے ہیں۔"

"تعجب ہے، آپ اتنی ذہین ہو کر ایسی بات کہہ رہی ہیں۔ آدمی کو تو آخری سانس تک بڑھاپا محسوس نہیں کرنا چاہیے خصوصاً آخری عمر کا تقاضا ہے کہ انسان حتی الامکان صحت مند، تازہ دم اور زندہ دل رہے۔"

"یہ تمھارے دماغ سے تمھارا باپ بول رہا ہے۔"

علی نے کہا "اوہ پاپا پلیز! آپ چلے جائیں، میں اپنی ذہانت سے بولتا رہوں گا، داد آپ کو ملتی رہے گی۔"

میں نے کہا "میرے جانے کے بعد بھی تم اپنی ممّا کو قائل نہیں کر سکو گے لہٰذا کام کی بات کرو۔"

اس نے کہا "ممّا! کام کی بات کریں۔ کیا اس وقت پاپا کو یہ معلوم کرنا چاہیے کہ سائمن کہاں گیا ہے؟"

"ضرور معلوم کرنا چاہیے مگر تمھارے پاپا کی کمر جھک گئی ہے وہ آہستہ آہستہ چلنے لگے ہیں۔ اس عمر میں انسان ایسے ہی وقت ضائع کرتا ہے۔"

میں نے سونیا کے پاس آ کر کہا "کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو، اب تو بات بات پر بڑھاپے کا احساس دلانے لگی ہو۔ مجھ پر کوئی نفسیاتی اثر نہیں پڑے گا۔"

میں سائمن کے پاس چلا گیا۔ سونیا نے علی سے کہا "یہاں ساحل پر بے شمار موٹر بوٹس ہیں۔ ایک موٹر بوٹ تمھارے نام سے یعنی جمی ملیتھو کے نام سے ہے۔ تمھیں خلیج پار کر کے میری لینڈ جانا ہے۔"

"کیا ابھی؟"

"تمھیں ڈنر کے وقت کلب 'بی میری' میں پہنچنا چاہیے۔ ابھی چلے جاؤ تو بہتر ہے۔ اطمینان سے گھوم پھر کر میری لینڈ کا علاقہ اچھی طرح دیکھ لو گے۔"

"ابھی جاؤں گا، کام بتائیں۔"

"ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام ہے پال ہوپ کِن، وہ

یقیناً کسی پناہ گاہ میں ہوگا۔ اس کی بہن ویلی ہوپ کبھی آج رات اپنے والدین کے ساتھ کلب 'بی میری' میں آئے گی تم اس سے عشق کروگے۔"

اُس نے چونک کر سونیا کے زانو سے سر اٹھایا... پھر ناگواری سے پوچھا "یہ کوئی کام ہے؟"

"تم لڑکیوں سے بھاگتے کیوں ہو؟"

"میں بھاگتا نہیں، بچتا ہوں۔ لڑکیاں وقت برباد کرتی ہیں، دماغ خراب کرتی ہیں۔ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں چھوڑتیں۔ کام کے آدمی کو ناکارہ بنا کر رکھ دیتی ہیں۔"

"کیا تمھاری ماں نے تمھارے باپ کو ناکارہ بنا دیا ہے؟ کیا تمھارا باپ کسی کام کا نہیں رہا؟"

"میری ماما تو گائے ہیں، نہ پاپا کو لگام دے سکیں، نہ کبھی ذہانت سے کام لے سکیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہر لڑکی بُری ہوتی ہے۔ کبھی آپ بھی تو لڑکی تھیں۔ میں آپ جیسی لڑکی چاہتا ہوں۔"

"میرے جیسی کیوں؟"

"جب آپ لڑکی تھیں، تب سے اب تک پاپا کے ہوش اُڑا رہی ہیں۔ آپ جس انداز میں پاپا کو جھکا دیتی ہیں، مجھے لڑکیوں کا یہی انداز، یہی ذہانت پسند ہے۔ جس دن مجھ سے اور میری ذہانت سے ٹکرانے والی لڑکی ملے گی، میں اُس سے عشق ضرور کروں گا۔"

سونیا نے کہا "وہ سچا عشق ہوگا، ابھی تمھیں اپنا مطلب نکالنے کے لیے اُس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی بہن ویلی ہوپ کن سے محبت کرنی ہوگی۔"

"یہ ضروری نہیں ہے، میں دوسری طرح کام نکال سکتا ہوں۔"

"کام یہ ہے کہ تم ویلی کو اغوا کروگے، اگر جبراً لے جاؤ گے تو ہنگامہ ہوگا۔ تم لوگ پولیس کی نظروں میں آ جاؤ گے۔ یہاں تم سائمن کے بیٹے جمی ہو اور سائمن ایک بڑے سیاسی اخبار کا پبلشر ہے۔ وہ اونچی سوسائٹی کا آدمی ہے۔ تم ایک لڑکی کو جبراً کہیں لے جاؤ گے تو کتنی بدنامی ہوگی۔"

"کیا وہ میرے ساتھ راضی خوشی کہیں جائے گی؟"

"یہ مجھ سے پوچھ رہے ہو؟ جوان ہو، خوبرو اور پُرکشش ہو، کیا ایک لڑکی کو متاثر نہیں کرسکو گے؟"

"ہوں، یاد آیا۔ سائمن کا بیٹا جمی تھوڑا علم نجوم میں خاصی مہارت رکھتا ہے۔ مجھے بھی نجومی بننا ہوگا۔ آپ بتائیں اُسے کہاں لے جانا ہوگا؟"

"تم لوگوں کے سامنے اُسے ساتھ نہیں لے جاؤ گے۔ وہ خود تمھاری موٹر بوٹ میں آئے گی۔ تم جاؤ، باقی باتیں تمھیں خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہوتی رہیں گی۔"

وہ قالین پر سے اُٹھ گیا پھر سونیا کے دونوں بازوؤں کو تھام کر اُسے اُٹھایا۔ وہ بولی "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"ماں بیٹے کا پیار ہو رہا ہے۔"

اُس نے جھک کر سونیا کی پیشانی کا بوسہ لیا پھر باری باری دائیں اور بائیں رخسار کو چوم کر بولا "آنکھیں بند کریں۔"

اُس نے مسکرا کر آنکھیں بند کرلیں۔ علی نے پہلے ایک آنکھ کو پھر دوسری آنکھ کو چوم لیا پھر اُس کی ناک پر ہونٹ رکھ دیے۔ وہ آنکھیں کھول کر بولی "بس بھی کرو، کتنا پیار کروگے؟"

وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا پھر ایک قدم اور پیچھے چلا گیا۔ اُسے سنجیدگی سے دیکھنے لگا۔ وہ بولی "ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟"

وہ بولا "مما! آپ کے ساتھ دھوکا ہو گیا۔"

"کیسا دھوکا؟"

"میں کہوں گا تو ناراض ہوجائیں گی۔"

وہ ڈانٹ کر بولی "سیدھی طرح بتاؤ کیا بات ہے؟"

"بات یہ ہے کہ ابھی ابھی اتنا سارا پیار میں نے نہیں کیا تھا۔ پاپا میرے اندر تھے۔ میں منع کر رہا تھا مگر وہ نہیں مان رہے تھے۔"

ایک دم سے سونیا کی نظریں جھک گئیں۔ حیا سے رخسار تمتمانے لگے۔ علی تیمور نے کہا "اس وقت کیمرا ہوتا تو آپ کی تصویر کھینچ لیتا۔"

سونیا نے علی کی پیشانی کو دیکھتے ہوئے غصے سے کہا "فرہاد! تمھیں ایسی حرکتیں کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔"

علی نے کہا "مما! پاپا کو شرم نہیں آئی، آپ کو شرم آگئی۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ پاپا میرے دماغ میں نہ تھے نہ اب ہیں۔ میں نے جھوٹ کہا تھا۔ آپ کا ردِ عمل دیکھنا چاہتا تھا، آپ کی شرم و حیا نے ثابت کردیا ہے کہ پاپا بوڑھے نہیں ہیں کیونکہ عورت کسی بوڑھے سے نہیں جوان سے شرماتی ہیں۔ میں نے پاپا کو جوان ثابت کردیا، خدا حافظ۔"

وہ پلٹ کر کمرے سے چلا گیا۔ وہ مسکراتے ہوئے سوچنے لگی "میں دُنیا کو مکاریاں دکھاتی ہوں، دونوں باپ بیٹے مجھ سے مکاری کرتے ہیں مگر دل خوش کردیتے ہیں۔"

میں نے سائمن کے پاس پہنچ کر دیکھا، کوئی خاص بات نہیں تھی۔ وہ کاروبار کے سلسلے میں کچھ لوگوں سے ملاقات کرنے گیا تھا۔ میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ ایک گھنٹے بعد میں وہاں آکر جینا کو لے جاسکتا ہوں۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے ملٹری اسپتال کے ایک ڈاکٹر کو اطلاع دی کہ میں آ رہا ہوں پھر میں کاٹیج سے باہر آکر کار میں بیٹھ گیا۔ سونیا نے یہاں سے روانہ ہونے سے پہلے میرے لیے اس کاٹیج کا انتظام کرایا تھا۔

تقریباً چالیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد میں اسپتال پہنچ گیا۔ ڈاکٹر اور فوجی افسر مجھے اُس کمرے میں لائے جہاں وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ ہمیں دیکھتے ہی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اُس سے بچھڑے صرف چار دن ہوئے تھے مگر یوں لگ رہا تھا جیسے صدیوں کے بعد اُس محبت کرنے والے چہرے کو دیکھ رہا ہوں۔

لیکن اب اُس کی آنکھوں میں محبت نہیں تھی۔ وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اُس کے دماغ سے پچھلی باتیں مٹ گئی تھیں۔ میں بھی اُس کے حافظے سے مٹ گیا تھا۔ اگر اُسے پچھلی باتیں یاد ہوتیں تب بھی وہ مجھے پہچان نہ پاتی کیونکہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے میرا چہرہ بدل چکا تھا۔

فوجی افسر نے میری طرف ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے جینا سے کہا "یہی وہ صاحب ہیں جو تمھیں یہاں لائے تھے۔"

وہ بستر سے اُٹھ کر کھڑی ہوگئی پھر میری طرف آتے ہوئے بولی "تم کون ہو؟ مجھے کیسے جانتے ہو؟ میرا نام کیا ہے؟ میری پچھلی زندگی کیا تھی؟"

میں نے کہا "تمھیں ہر سوال کا جواب مل جائے گا۔ آرام سے بیٹھ جاؤ۔"

"میں نہیں بیٹھوں گی۔ کل مجھے ہوش آیا تھا، آج چوبیس گھنٹے گزر گئے ہیں۔ میں ان چوبیس گھنٹوں میں سوچ سوچ کر پاگل ہو رہی ہوں اور مجھے کچھ یاد نہیں آیا ہے۔ پلیز! مجھے ایک ہی سانس میں بتا سکتے ہو، بتا دو۔"

"جلدی نہ کرو، میں اطمینان اور سہولت سے تمھیں ایک ایک بات بتاؤں گا اور بتانے سے پہلے اس خطرے سے آگاہ کروں گا کہ تم دشمنوں میں گھری ہوئی ہو۔ اگر میری ہدایات پر عمل نہیں کروگی اور کسی معاملے میں اپنی من مانی کروگی تو دشمن تمھیں اُٹھا کر لے جائیں گے یا تمھیں گولی ماردیں گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کون ہیں میرے دشمن؟ کسی کو مجھ سے کیا دشمنی ہوسکتی ہے؟ تم مجھے خوفزدہ کر رہے ہو۔"

"آج سے چار دن پہلے تم خوفزدہ ہونے والی بزدل لڑکی نہیں تھیں، بہت دلیر تھیں، بہترین فائٹر تھیں، خطرناک بدمعاشوں کے چھکے چھڑا دیتی تھیں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا میں ایسی تھی؟"

"ہاں، تم صرف دلیر ہی نہیں، ذہین بھی تھیں۔"

"میرے ماں باپ اور دوسرے رشتے دار کہاں ہیں؟ میں کہاں سے آئی ہوں؟"

"یہ کوئی نہیں جانتا۔ تم ماسک مین کی سیکرٹ ایجنٹ تھیں۔ بڑے بڑے ملکوں کے اہم راز چرایا کرتی تھیں۔ سوئٹزرلینڈ میں دشمن تمھیں مار ڈالنا چاہتے تھے، میں تمھیں بچا کر پیرس لے آیا۔"

"میری یادداشت کیسے گم ہوگئی؟"

"ماسک مین کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تمھارے دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ تمھیں اپنے اشاروں پر نچایا کرتا تھا۔ اُس کی ٹیلی پیتھی سے تمھیں بچانے کے لیے تمھارا برین واش کیا گیا ہے۔"

"میں اپنی یادداشت واپس چاہتی ہوں۔ یوں اندھیرے میں زندگی نہیں گزاروں گی۔"

"ذرا صبر و تحمل سے کام لو، رفتہ رفتہ تمھاری یادداشت واپس آجائے گی۔ فی الحال تمھیں دشمنوں سے چھپ کر رہنا ہوگا۔"

"کہاں رہنا ہوگا؟"

"تمھاری رہائش کا انتظام ہے، میرے ساتھ چلو۔"

"تم کون ہو؟"

"میں یہاں کا جاسوس ہوں۔ مجھے عبداللہ شامی کہتے ہیں اور تمھارا نام جینا ہے۔ میں پبلک پلیس میں تمھیں جینا کے نام سے مخاطب نہیں کروں گا، ورنہ دشمن تمھارے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

"نام سے کیا ہوتا ہے۔ دشمن مجھے چہرے سے پہچان سکتے ہیں۔"

میں نے اپنا بیگ کھولتے ہوئے کہا "ابھی تمھارا چہرہ بدل جائے گا پھر کاٹیج میں پہنچ کر تم اصلی صورت میں آجاؤ گی۔"

میں اُس کے چہرے پر عارضی تبدیلیاں لانے لگا۔ میرے بیگ میں طرح طرح کے ریڈی میڈ میک اپ کا سامان [illegible] کے ذریعے ناک، کان، آنکھوں اور ہونٹوں کی [illegible] فرق پیدا ہوتا تھا پھر اصلی صورت پہچانی نہیں جاتی تھی۔

صرف بیس منٹ میں وہ آئینہ دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اُس نے کہا "میں تو بالکل بدل گئی ہوں مگر یہ چہرہ کچھ عجیب سا ہے۔"

"اُسے دشمنوں کے لیے عجیب رہنے دو۔ کاٹیج پہنچ کر تمھاری اصلی صورت واپس آجائے گی، اب چلو۔"

میں نے ڈاکٹر اور فوجی افسر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اُن سے مصافحہ کیا پھر جینا کے ساتھ اسپتال سے باہر آکر کار میں بیٹھ گیا۔ وہ میرے شانہ بشانہ چلتی ہوئی آئی تھی اور کار میں بھی شانہ بشانہ بیٹھی ہوئی تھی۔ بدن کی آنچ مجھے دے رہی تھی۔ اسے

پھر سے پانے کے لیے میں نے چار دن تک نہیں جیسے چار ہزار برسوں تک انتظار کیا تھا لیکن اتنی چاہت کے باوجود وہ اجنبی بن گئی تھی۔ اُسے شناسا بنانے کے لیے پھر سے محبت کی ابتدا کرنی تھی۔

وہ کھڑکی کے باہر گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھ رہی تھی۔ جی میں آیا اُس کے خیالات پڑھوں پھر سوچا اُس کے خالی دماغ میں خود کو پہچاننے کی بے چینی ہوگی اور وہ ذہن پر زور ڈال کر کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہوگی۔ میں اُس کے دماغ میں نہیں گیا۔ اُسے کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے بولا: "کیا سوچ رہی ہو؟"

"آں؟" وہ چونک گئی۔ مجھے دیکھ کر بولی: "میں اس شہر کو دیکھ رہی ہوں پھر بھی کچھ یاد نہیں آرہا ہے۔ مگر تم میں کوئی بات ہے؟"

"کیا بات ہے؟"

"اس کار میں چاروں طرف سے بند ہونے کے بعد تمہارے جسم سے مہک آرہی ہے اور یہ مہک جانی پہچانی لگ رہی ہے۔"

میں نے خوش ہوکر کہا: "ہاں ہاں سوچو، محسوس کرو، اپنے پانچوں حواس کو آزماؤ شاید تمھیں یاد آجائے کہ تم میری آغوش میں، میری سانسوں کے قریب رہا کرتی تھیں۔ یہ میرے جسم کی مہک تمہارے دماغ کے کسی گوشے میں چھپی رہ گئی ہے۔ برین واشنگ بھی اس مہک کو مٹا نہ سکی۔"

ہماری محبت اور تعلقات کی بات چل پڑی تھی۔ آگے بات جاری رہتی تو اسے اور کچھ یاد آسکتا تھا لیکن وہ اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر بولی: "بھوک لگ رہی ہے۔"

سارے رومانس کا کباڑا ہوگیا۔ میں نے ایک ریستوران کے سامنے گاڑی روک کر کہا: "اسی لیے میں نے تمہارے چہرے پر تبدیلیاں کی ہیں کہ کار میں کاٹیج سے نکلو تو پہچانی نہ جاسکو۔ آؤ یہاں سے کچھ کھا پی کر چلیں گے۔"

ہم ریستوران کے ایک کیبن میں آئے۔ وہ بیٹھنے کے بعد بولی: "یہاں گھٹن سی ہو رہی ہے۔ ہال میں زیادہ لوگ بیٹھے ہیں، وہاں بیٹھ کر کھانے سے شاید مجھے کچھ اور یاد آجائے۔"

"کہیں تم دشمنوں کو یاد نہ آجاؤ، اسی لیے کیبن میں آیا ہوں۔"

لیکن وہ ضد کرکے ہال میں آگئی۔ وہ ضد کرتے ہوئے بھی پیاری لگتی تھی۔ اُس کی ہر ادا دل کو تڑپاتی تھی۔ میں اُس کی صورت دیکھتا تو دیکھتے ہی رہنے کو جی چاہتا تھا۔ ہمارے آرڈر کے مطابق کھانا آیا۔ ہم کھاتے رہے اور دھیمی آواز میں باتیں کرتے رہے۔ میں اسے اپنی اور اُس کی پہلی ملاقات کا قصہ سناتا رہا۔ وہ سنتی رہی اور طرح طرح کے سوالات کرتی رہی۔ کھانے کے بعد میں نے بل ادا کیا۔ وہ بولی: "میں ٹوائلٹ جاؤں گی۔"

میں اُسے ساتھ لے کر ریستوران کے لیڈیز ٹوائلٹ کے پاس آیا، وہ اندر چلی گئی۔ میں باہر انتظار کرنے لگا۔ اُسے پانچ منٹ میں واپس آجانا چاہیے تھا لیکن دس منٹ ہوگئے، وہ نہیں آئی۔ پھر پندرہ منٹ گزر گئے تو میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اُس کے دماغ میں پہنچا پھر حیران رہ گیا۔ وہ ٹوائلٹ کے فرش پر دو زانو بیٹھی ہوئی تھی اور سر جھکائے روتے ہوئے کہہ رہی تھی: "یہ میرا بدن لڑکی جیسا کیوں ہے؟ میں نے زنانہ لباس کیوں پہنا ہے؟ میں تو لڑکا ہوں۔"

میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ برین واش کے باوجود وہ ٹھیک دس بجے تبدیل ہوگئی تھی۔ خود کو لڑکی نہیں لڑکا کہہ رہی تھی۔ میں نے ٹوائلٹ کے اندر آکر اُس کے بازو کو تھام کر اُٹھایا تو وہ بازو چھڑا کر الگ ہوگئی۔ مجھے اجنبی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی: "کون ہو تم؟"

لعنت ہے ایسی تبدیلی پر، مجھے غصہ بھی آرہا تھا اور پیار بھی آرہا تھا۔ میں نے کہا: "میں تمہارا ساتھی ہوں، تم میرے ساتھ اس ریستوران میں آئی تھیں اور اب مجھے پہچاننے سے انکار کر رہی ہو۔"

"میں لڑکا ہوں، تم مجھے لڑکی سمجھ کر باتیں کر رہے ہو۔"

"میں بھول گیا تھا کہ تم رات دس بجے لڑکا بن جاتی ہو۔ اب میں تمھیں لڑکا ہی سمجھوں گا۔ پلیز یہاں تماشا نہ بناؤ، میرے ساتھ چلو۔"

"کیسے چلوں؟ لڑکی کے لباس میں دیکھ کر لوگ ہنسیں گے۔"

میں نے اپنا کوٹ اُتار کر اُسے پہناتے ہوئے کہا: "آدھا جسم چھپ گیا ہے، باہر چل کر کار میں بیٹھو، میں کسی اسٹور سے تمہارے کپڑے خرید لاؤں گا۔"

میں اُسے بڑی مشکلوں سے سمجھا منا کر ریستوران کے باہر لایا۔ اُسے کار کے اندر بٹھایا پھر کار ڈرائیو کرتا ہوا ایک ڈیپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے آیا۔ اُسے لے کر اسٹور کے اندر گیا۔ اُس نے فوراً ہی ایک جینز، جیکٹ اور شرٹ پسند کی۔ ایک کیبن میں جاکر اُسے پہن آئی۔ دو چار جوڑے اور پسند کر لیے۔ واپس کار میں آکر بولی: "میری سمجھ میں نہیں آتا میرے بدن پر لڑکی کا لباس کیسے آگیا تھا؟"

"میں تمھیں اچھی طرح سمجھا چکا ہوں تم دراصل لڑکی ہو اور بارہ گھنٹے کے لیے لڑکا بن جاتے ہو اور یہ سب دشمنوں نے ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے..."

میں کہتے کہتے رُک گیا۔ مجھے خیال آیا جب دشمنوں کے تمام ہتھکنڈے اس کے دماغ سے مٹا دیے گئے ہیں تو پھر یہ لڑکی سے لڑکا کیسے بن سکتی ہے؟ میں نے کار کو سڑک کے کنارے روکا پھر اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اندر سے بہت خوش تھی۔ اپنے لڑکا بننے پر فخر کر رہی تھی۔ ایسے وقت اُس کے دماغ سے کوئی پرانی سوچ نہیں اُبھر رہی تھی۔ یہ خیال غلط تھا کہ ماسک مین کے ہپناٹزم کرنے اور خیال خوانی کرنے والے تنویمی عمل کے ذریعے اسے بارہ گھنٹے کے لیے لڑکی اور بارہ گھنٹے کے لیے لڑکا بناتے ہیں۔ یہ انسانی دماغ کی شرارت نہیں تھی، قدرت کا عجیب و غریب تماشا تھا۔ وہ اپنی پچھلی زندگی بھول گئی تھی، اپنا نام بھول گئی تھی لیکن اس کے دماغ نے ہر بارہ گھنٹے بعد قدرتی طور پر تبدیل ہونا فراموش نہیں کیا تھا۔ میری قسمت میں آدھی لڑکی تھی اور آدھا لڑکا۔

ہم کاٹیج میں آگئے۔ اُس نے پوچھا: "کیا میں پہلے بھی اس کاٹیج میں آچکا ہوں؟"

"پہلے ہم دوسرے کاٹیج میں رہتے تھے اور ایک ہی بستر پر سوتے تھے۔"

"کیا یہاں بھی ایک ہی بستر ہے؟"

وہ دوسرا بستر دیکھنے کے لیے دوسرے کمرے میں گیا۔ میں نے کہا: "یہاں دو بیڈ روم ہیں مگر تمھیں میرے بغیر نیند نہیں آتی تھی۔"

اُس نے کہا: "آجائے گی۔" پھر دوسرے بیڈ روم میں جاکر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ میں مسکرا کر رہ گیا۔ میں نے اطمینان سے لباس تبدیل کیا اور دروازوں کو چیک کرنے کے بعد تمام لائٹس بجھا دیں پھر بستر پر آکر اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ پریشان ہوکر سوچ رہا تھا: "میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ یہ اجنبی کون ہے؟ ایسا لگتا ہے جیسے اس سے پرانی شناسائی ہو۔"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا: "مجھے سو جانا چاہیے، خواہ مخواہ سوچ سوچ کر تھکتا رہوں گا۔"

اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں اُس کے دماغ میں اپنا خیال پیدا کرنے لگا۔ پھر وہ ایک کروٹ سے دوسری کروٹ ہوکر سوچنے لگی: "وہ ٹھیک کہہ رہا تھا کہ اس کے بغیر مجھے نیند نہیں آتی ہے۔ پتا نہیں کیوں بار بار اُسی کا خیال آرہا ہے؟"

وہ ایک گھنٹے تک اِدھر سے اُدھر کروٹ بدلتی رہی۔ کبھی اُٹھ کر بیٹھتی رہی، کبھی لیٹتی رہی۔ میں نے اُسے سونے نہیں دیا۔ اپنی طرف کشش پیدا کرتا رہا پھر اُسے یقین ہوگیا کہ میرے بغیر نیند نہیں آئے گی۔

وہ بستر سے اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی۔ وہ خود کو مکمل طور پر لڑکا سمجھ رہی تھی۔ مجھے بھی حالات کے مطابق اُسے لڑکا ہی کہنا چاہیے۔ وہ دروازہ کھول کر میرے کمرے میں آگیا پھر آہستگی سے بولا: "ارے، تم سو رہے ہو؟"

میں آنکھیں بند کیے خاموش پڑا رہا۔ وہ بستر پر آکر کمبل کے اندر گھس گیا۔ میں نے اُسے قریب ہونے پر مائل کیا۔ وہ قریب ہوگیا۔ اس کے بعد مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے آنکھیں کھول دیں، وہ عجب طلسم کدہ تھا۔ کئی ملاقاتوں کے بعد بھی نئی لگ رہی تھی۔

"مجھے پوری طرح اپنا لو۔ خوب اچھی طرح سمجھ لو پھر جواب دو کیا میں پہلے سے مختلف نہیں ہوں؟" اس نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ تم میری جینیا ہو پھر جینیا سے مختلف کیسے ہو سکتی ہو۔"

اندھیرے میں ہلکی سی ہنسی سنائی دی۔ میں ایک دم سے چونک گیا۔ وہ بہت ہی مختصر سی ہنسی تھی۔ اُس ہنسی میں ترنم بھی تھا اور دوشیزگی کا رس بھی لیکن وہ جینیا کی ہنسی نہیں تھی۔

میں نے فوراً ہی ہاتھ بڑھا کر بیڈ لیمپ کا سوئچ آن کیا۔ اندھیرے کے بعد اچانک روشنی ہوتی تو آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ اُس نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر دوسری طرف منہ پھیر لیا تھا۔ میں نے پوچھا: "کون ہو تم؟ اِدھر منہ کرو۔"

وہ بولی: "پہلے لائٹ آف کرو، مجھے شرم آتی ہے۔"

میں نے اُس کے چہرے کو اپنے پنجے میں لے کر ایک جھٹکے سے اپنی طرف گھمایا۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولی: "کیا کرتے ہو؟ بالکل ہی درندے بن جاتے ہو۔"

وہ جینیا تھی، کوئی دوسری نہیں تھی لیکن مجھے اُس عورت کا خیال آیا تھا، وہ ہنسی اُس کی لگی تھی۔ میں نے پوچھا: "کیا ابھی تم ہنس رہی تھیں؟"

"ہاں، کیا میری ہنسی بُری لگی تھی؟"

"پھر ایک بار ہنس کر دکھاؤ۔"

اُس نے مختصر سی ہنسی سنائی۔ میں نے کہا: "مگر وہ ہنسی مختلف تھی۔"

"ابھی تم نے کہا تھا میں تمہاری جینیا ہوں۔ میری کوئی بات کوئی ادا مختلف نہیں ہے پھر ہنسی کیوں الگ لگ رہی ہے؟"

میں نے اُسے دیکھا۔ وہ خاصی صحت مند لگ رہی تھی۔ مجھے شبہ ہوا اگرچہ ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ دواؤں کے ری ایکشن

سے وہ کچھ پھول گئی ہے یعنی موٹی ہوگئی ہے۔ اُس نے بار بار سوال کیا تھا کہ وہ کیسی لگتی ہے اور وہ مجھے پہلے جیسی لگ رہی تھی، شاید اندھیرے کی وجہ سے یا اندھے جذبوں کی وجہ سے میں سمجھ نہیں پایا تھا۔

میں بستر سے اُٹھ گیا۔ ایک بیڈ لیمپ کی روشنی کافی نہیں تھی۔ میں نے سوئچ بورڈ کے پاس آکر تمام بلب روشن کر دیے۔ کمرے میں اتنی روشنی ہوگئی کہ ایک سوئی کو بھی تلاش کیا جا سکتا تھا۔ میں نے قریب آکر اُس کے چہرے کو اچھی طرح چھو کر دیکھا، گردن کے پیچھے ہاتھ لے جا کر ماسک کا جوڑ تلاش کیا لیکن وہ ماسک میک اپ یا عارضی میک اپ میں نہیں تھی، وہ جینا کا اصلی چہرہ تھا۔

میرے دل میں وسوسے جنم لینے لگے۔ وہ عورت ایک بار میری تنہائی میں آئی تھی اور مجھے خبر نہیں ہوئی تھی۔ آج بھی وہ آسکتی ہے۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے جینا بن سکتی ہے۔ اُس نے پوچھا "تم اچانک پریشان ہوگئے ہو، کیا بات ہے؟"

وہ بڑی پیار بھری آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ دل پھر اُس کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ میں نے اُٹھ کر تمام سوئچ آف کر دیے پھر بستر پر آکر بیڈ لیمپ کو بھی بجھا دیا۔ اس کے بعد کروٹ بدل کر اُس کے تن من کے قریب ہوگیا۔

وہ میرے کان کے قریب سرگوشی میں بولی "کیا میں وہ نہیں ہوں، وہ؟"

"کون؟" میں نے پوچھا۔

"وہی جسے تم ابھی روشنی میں ڈھونڈ رہے تھے۔"

"میں کسے ڈھونڈ رہا تھا، تم کیا جانتی ہو؟"

"اس میں جاننے کی کیا بات ہے؟ تم کبھی میرے چہرے کو چھو رہے تھے کبھی گردن کے پیچھے دیکھ رہے تھے۔ میں سمجھ گئی جینا نام کی لڑکی کوئی اور ہوگی اور تم اس کے دھوکے میں مجھے اُٹھا لائے ہو۔"

وہ میرے کان کے قریب دھیمی آواز میں بول رہی تھی۔ جب اُس نے یہ آخری فقرہ کہا کہ تم اس کے دھوکے میں مجھے اٹھا لائے ہو تو میں پھر چونک گیا کیونکہ وہ آخری فقرہ اُس عورت کی آواز اور لہجے میں تھا۔

میں نے اُس کی گردن دبوچ لی۔ اُس کے منہ سے آواز نکلنے لگی "اونک... اونک..." میں نے کہا "جب تک تم اصل آواز میں نہیں بولو گی، میں تمہاری گردن دبوچ کر رکھوں گا۔"

وہ پھڑ پھڑا رہی تھی، سانس نہیں لے پا رہی تھی۔ میں نے سوچا کہیں غصے میں اسے مار ہی نہ ڈالوں پھر گلا دبانے سے یہ اصل یا نقلی آواز میں بھی نہیں بول سکے گی۔ میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ بیڈ لیمپ کو آن کیا۔ وہ لمبی لمبی سانس لے رہی تھی۔ میں اس کی طرف پلٹ کر آیا تو وہ جلدی سے کروٹ بدل کر بستر پر لڑھکتی ہوئی نیچے قالین پر گئی۔ ساتھ ہی چیختی بھی رہی "نہیں نہیں میرے پاس نہ آؤ، میرا گلا نہ دباؤ، میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟"

وہ قالین پر سے اُٹھ کر دور چلی گئی۔ جلدی جلدی لباس پہنتے ہوئے کہنے لگی "مجھے اسپتال واپس جانے دو۔ میں ... کی پناہ میں رہوں گی۔ میں اسپتال کے باہر دوست اور ... کو نہیں پہچان سکتی، مجھے جانے دو۔"

وہ روشنی میں جینا تھی۔ سر سے پاؤں تک جینا تھی۔ میں پریشان ہوکر اُسے دیکھ رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، اُسے کیا سمجھوں، وہ دروازے کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے کہا "رک جاؤ، میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"میں کسی درندے کے پاس ایک منٹ بھی نہیں رہوں گی۔"

وہ جانا چاہتی تھی، میں نے اُس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ پلٹ کر میرے پاس آئی پھر بستر پر بیٹھ گئی۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو مجھے قریب دیکھتے ہی چیخ مار کر کھڑی ہوگئی۔ میں نے پھر خیال خوانی کے ذریعے بٹھایا پھر دماغ کو آزاد چھوڑا۔ وہ اُٹھ کر بھاگنا چاہتی تھی، نہ بھاگ سکی۔ خوف سے تھر تھر کانپتے ہوئے بولی "تم جادوگر ہو، اب میں سمجھ گئی۔ میں اپنے کمرے میں سونا چاہتی تھی۔ تم نے جادو کے ذریعے مجھے اس بستر پر آنے کے لیے مجبور کر دیا۔ میں نے تمہیں اپنا سب کچھ دے دیا، ایک جان نہیں دے سکتی، مجھے معاف کر دو، مجھے چھوڑ دو۔"

اب میں اُس پر ظلم کر کے پچھتا رہا تھا۔ اگر وہ میرے دماغ میں آنے والی عورت ہوتی تو میں اُس کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا جبکہ جینا کے اندر پہنچ رہا تھا اور اُسے اپنی مرضی پر چلا رہا تھا۔ میں نے اُس کا ہاتھ محبت سے تھام لیا۔ وہ ہاتھ چھڑانا چاہتی تھی، چھڑا نہ سکی "مجھے جانے دو، پلیز مجھے جانے دو۔"

"میں ہاتھ چھوڑوں گا پھر بھی تم جا نہیں سکو گی۔ یہ دیکھ چکی ہو۔"

"تم مجھے مارنا کیوں چاہتے ہو؟"

"مجھے غلط فہمی ہوگئی تھی۔ میں سوری کہتا ہوں۔ اپنے دل سے خوف نکال دو، میرے پاس آؤ۔"

وہ ڈرتے ڈرتے میرے پاس آئی۔ میں نے بانہوں میں سمیٹ لیا پھر کہا "سوری جینا! تم مجھے اتنا بتا دو کہ تمہاری ہنسی کا انداز کبھی بدل جاتا ہے؟ اور کبھی گفتگو کے دوران لہجہ بھی بدل جاتا ہے؟"

وہ پریشان ہوکر بولی "تم کیسی باتیں پوچھ رہے ہو؟ میں کیسے جان سکتی ہوں کہ میری کون سی بات کب بدلا...

ہے۔ میں تو پچھلی تمام باتیں بھول چکی ہوں۔"

"لیکن تھوڑی دیر پہلے تمہاری ہنسی بدل گئی تھی۔"

"میں نہیں ہنس رہی تھی تم نے ہنسنے کو کہا تو اپنی ہنسی سُنائی تھی۔"

وہ درست کہہ رہی تھی لیکن میں نے اُس اجنبی عورت کی ہنسی سنی تھی۔ میں نے پوچھا "تھوڑی دیر پہلے بولتے بولتے تمہارا لہجہ بدل گیا تھا کیا تم انکار کرو گی؟"

"انکار کروں گی تو تم مجھے مار ڈالو گے۔"

"سچ بولو، میں تمہیں کسی حال میں بھی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

وہ بولی "میں اپنی آواز میں بول رہی تھی، میرا لہجہ نہیں بدلا تھا۔ پتا نہیں تم کیوں ایسا سمجھ رہے ہو۔"

میں بُری طرح اُلجھ گیا۔ میں نے اُس کا سر اپنے بازو پر رکھ کر اُسے تھپکتے ہوئے کہا "سو جاؤ، میں ابھی کوئی بات نہیں کروں گا، مجھے خاموشی سے سوچنے دو۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے اُسے تھپک کر سلا دیا۔ مجھے بھی نیند آرہی تھی مگر میں بیدار رہ کر سمجھنا چاہتا تھا کہ وہ عورت اب بھی میرے دماغ میں ہے یا میں خواہ مخواہ اس کی موجودگی محسوس کرنے لگتا ہوں۔ سونیا کا خیال تھا کہ وہ اب کبھی میرے دماغ میں نہیں آئے گی لیکن میں ہی اُسے سوچتا اور محسوس کرتا رہوں گا کیونکہ وہ میرے اعصاب پر سوار ہو گئی ہے، میرے حواس پر چھا گئی ہے۔

میں سوچ رہا تھا اور اونگھ رہا تھا پھر مجھے پتا نہیں چلا کہ کب نیند غالب آگئی اور میں سو گیا۔

ہاں، میں سو رہا ہوں، گہری نیند سو رہا ہوں۔ نیند میں آدمی بڑبڑاتا ہے مگر ہوش کی باتیں نہیں کرتا۔ جب ہوش کی باتیں نہیں ہو سکتیں تو میں اپنی داستان کیسے سُنا سکتا ہوں؟ یارو! مجھے معاف کرو، میں نیند کے نشے میں ہوں۔

میں ہوش میں ہوں۔ میں نے آنکھیں کھول دی ہیں۔ میرا سر فرہاد کے بازو پر رکھا ہوا ہے اور میں بڑی آہستگی سے اُٹھ کر بیٹھ گئی ہوں۔ اس داستان کا ہیرو، ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ، طوفانوں کا رُخ پھیر دینے والا فرہاد، میری زندگی، میرا مرد سو رہا ہے، اسے سونے دو۔ اس داستان کا کچھ حصہ میں سنا رہی ہوں۔

شروع کرتی ہوں اُس ربِ کریم کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

صاحبو! میں شیخ الفارس مرحوم کی بیٹی ہوں۔

ان دنوں وہ شیخ الفارس نہیں ایک صحرائی ڈاکو غلام البرقی تھا۔ ایک زمانہ اُس کے نام سے واقف تھا۔ امیر کبیر سوداگر اُس کا نام سن کر خوف سے لرز جاتے تھے۔ لُٹ جانے کے اندیشوں سے نقد رقم اور زیورات لے کر سفر نہیں کرتے تھے اس کے باوجود وہ بُری طرح لُٹ جاتے تھے۔ جس سوداگر کے پاس نقد رقم نہیں ہوتی تھی، غلام البرقی اسے اغوا کر لیتا تھا پھر لاکھوں ڈالر وصول کرنے کے بعد اسے اس کے خاندان والوں کے حوالے کر دیتا تھا۔

وہ بے انتہا دولت مند تھا، عیش و عشرت میں زندگی گزارتا تھا۔ جب دولت ہو، طاقت ہو اور جرائم کی دنیا میں برتری حاصل رہے تو آدمی خدا کو بھول جاتا ہے۔ اُس نے بھول کر بھی خدا کو یاد نہیں کیا۔ ایک روز اُسے اطلاع ملی کہ ملکِ شام میں ایک بہت بڑی مسجد کی تعمیر کے لیے خاصی رقم جمع ہو رہی ہے اور شام کے حاکم نے اس مسجد کے لیے ایک نایاب ہیرا عطا کیا ہے تاکہ اسے فروخت کر کے اس کی رقم مسجد کی تعمیر میں لگائی جائے۔

اس ہیرے کی قیمت دس لاکھ ڈالر تھی۔ غلام البرقی کو نقد رقم کے مقابلے میں ہیرے جواہرات سے دلچسپی تھی۔ پیرس میں اس کا ایک شاندار بنگلا تھا۔ وہ بنگلے کی ایک خفیہ تجوری میں نایاب ہیرے موتی جمع کرتا تھا۔ دس لاکھ ڈالر کا ہیرا چرا کر لے آنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ اس نے ایک رات مسجد کے خزانچی کو گردن سے پکڑ لیا اور ریوالور کی نال کنپٹی پر رکھ دی۔ اس سے تجوری کھلوائی پھر وہ ہیرا لے کر فرار ہوگیا۔

یہ چوری جتنی آسان تھی۔ اتنی ہی اس کے لیے مصیبت بن گئی۔ تمام اسلامی ممالک کے لوگ اس کے دشمن ہوگئے تھے وہ مسجد کا مال چوری کرنے والے کو زندہ یا مردہ گرفتار دیکھنا چاہتے تھے۔ ایسی صورت میں اس کے لیے جائے پناہ نہیں تھی۔ کسی اسلامی ملک میں پناہ لے کر وہ اپنی موت کو دعوت نہیں دے سکتا تھا۔ وہ شام سے لبنان آیا۔ وہاں سے جان بچا کر ترکی کے شہر استنبول پہنچا۔ استنبول میں بھی موت اس کا پیچھا کر رہی تھی۔

اس کی حالت بالکل ایسی تھی جیسی آج کل سلمان رشدی کی ہے۔ حضور پاکؐ کی شان میں گستاخی کرنے کے بعد اس کی زندگی عذاب میں پڑ گئی ہے۔ اسلامی ممالک کے کتنے ہی مسلمان اسے قتل کرنے کے لیے ڈھونڈ رہے ہیں۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کی پولیس اور کافر جاسوس کافر سلمان رشدی کی رہائش بدلتے رہتے ہیں۔ اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا کر چھپاتے ہیں۔ اس کا سکون

غارت ہوگیا ہے۔ اسے نیند نہیں آتی، کھانا ہضم نہیں ہوتا اعصابی کمزوریوں میں مبتلا رہتا ہے۔ یوں وہ آہستہ آہستہ موت کی طرف جارہا ہے۔ اس کے مقدر میں دو ہی طرح کی موت ہے یا تو وہ گھل گھل کر مر جائے گا۔ یا پھر کسی کفن بردوش مسلمان کے ہاتھوں قتل ہوگا۔

استنبول میں غلام البرقی پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ وہ بڑی مشکلوں سے جان بچا کر دوسری پناہ گاہ میں پہنچا۔ اگر وہ ترکی کی سرحد پار کر کے یورپ پہنچ جاتا تو بڑی حد تک مصیبتوں سے نجات حاصل کر لیتا۔ سلمان رشدی بھی اب تک اس لیے زندہ ہے کہ اسے عیسائی حکام اور یہودی اکابرین کی حمایت حاصل ہے۔ ہر وہ شخص جو خدا اور رسولؐ کے خلاف بیان دیتا ہے یا اسلام کے خلاف کوئی قدم اٹھاتا ہے اسے یورپ میں پناہ اور تحفظ حاصل ہو جاتا ہے۔

غلام البرقی کے لیے ترکی کی سرحد پار کرنا مشکل ہوگیا تھا۔ دلوانے مسلمان مسجد کی امانت واپس لینے کے لیے اسے ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ جہاں وہ چھپا ہوا تھا، وہاں بھی اس کے لیے خطرہ تھا۔ وہ رات کی تاریکی میں چھپتا ہوا مشرقی استنبول کا پل کراس کر کے مغربی استنبول پہنچا۔ وہاں سے ٹرین میں سوار ہو کر یونان سے ہوتا ہوا فرانس پہنچ سکتا تھا۔ لیکن یہ اتنا آسان نہیں تھا۔ ریلوے اسٹیشن پر پولیس والے دُور دُور تک نظر آرہے تھے۔ اسٹیشن کے قریب ایک شاندار محل نما کوٹھی نظر آئی۔ اس کوٹھی کے آس پاس زیادہ چہل پہل نہیں تھی۔ وہ جگہ وقتی طور پر چھپنے کے لیے مناسب تھی۔ غلام البرقی اس کے پچھلے دروازے سے داخل ہوگیا۔

وہاں عجیب منظر دکھائی دیا۔ کوٹھی کے اندر ایک بھی مرد نہیں تھا۔ صرف لڑکیاں نظر آرہی تھیں۔ وہ کسی کی کنیزیں تھیں۔ پختہ عمر کی عورتیں ہاتھوں میں رائفلیں اٹھائے دروازوں پر اور کوریڈور میں کھڑی ہوئی تھیں۔ دو پہرے دار عورتوں نے اسے دیکھ لیا۔ مگر وہ اپنی جگہ کھڑی رہیں۔ ایک کنیز نے سامنے آکر جھکتے ہوئے سلام کیا، پھر کہا۔ "خوش آمدید، تشریف لائیں۔"

وہ پلٹ کر جانے لگی۔ اُس کے لیے اس کے پیچھے جانے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ رائفل بردار عورتیں بڑی بے رحم نظر آرہی تھیں۔ وہ کنیز کے پیچھے چلتا ہوا ایک بڑی سی خواب گاہ میں داخل ہوا۔ وہ صحرا صحرا بھٹکنے والا ڈاکو تھا۔ اس نے زندگی میں پہلی بار ایسی شاہانہ طرز کی خواب گاہ دیکھی تھی۔ ایک بڑے سے آرام دہ بستر پر ایک حسین عورت قلوپطرہ کے انداز میں آدھی بیٹھی اور آدھی لیٹی ہوئی تھی۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "خوش آمدید غلام البرقی۔"

وہ چونک گیا۔ پریشان ہو کر بولا۔ "تم مجھے جانتی ہو؟"

"تمھیں کون نہیں جانتا۔ تمام اسلامی ممالک کے اخبارات میں تمھاری تصویریں شائع ہو چکی ہیں۔ تمھاری گردن کی قیمت ایک لاکھ ڈالر ہے۔ جو اس نایاب ہیرے کے ساتھ تمھاری گردن لائے گا، اسے دو لاکھ ڈالر انعام میں دیے جائیں گے۔ آج تک کسی ڈاکو کو گرفتار کرنے یا قتل کرنے کا اتنا معاوضہ مقرر نہیں ہوا۔ یہ مسلمان بڑے جذباتی اور جنونی ہوتے ہیں۔ مسجد کی امانت واپس لینے کے لیے تمھاری بہت زیادہ قیمت لگادی ہے۔"

"کیا تم مسلمان نہیں ہو؟"

"اگر ہوتی تو تم ابھی حراست میں ہوتے اور وہ نایاب ہیرا تمھارے لباس کے اندر سے نکل کر میری مٹھی میں آجاتا۔"

"تم کون ہو؟"

"رقاصہ سلوانہ۔ تم صحراؤں میں بھٹکنے والے مجھے نہیں جانتے ورنہ ہر ملک اور ہر شہر کے لوگ میرے دیوانے ہیں۔ رقص کے دوران جب میرا انگ انگ تھرکتا ہے تو دنیا کے امیر ترین لوگ مجھ پر نوٹوں کی بارش کرتے ہیں۔ بڑے بڑے رئیس میری بولی دیتے ہیں، کوئی مجھے سونے چاندی میں تولنا چاہتا ہے، کوئی ایک رات گزارنے کے لیے مجھے کسی جزیرے کا مالک بنا دینا چاہتا ہے۔ ایسے میں ہر مغرور اور ضدی عورت بک جاتی ہے لیکن میں نے اب تک خود کو بچا رکھا ہے۔ میں اپنے ستاروں کی چال کے مطابق چلتی ہوں۔ میرے ستارے کہتے ہیں کہ میں خود کو گناہوں سے بچا کر رکھوں گی تو میری زندگی میں ایک مسلمان آئے گا۔ جس کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم کر کے میں اس کے بچوں کی ماں بنوں گی۔ وہ بچے مجھے ایسی دولت دیں گے جو آج تک کسی نے نہ پائی ہوگی۔"

وہ بستر سے اُٹھ کر اس کے سامنے ٹہل رہی تھی اور بول رہی تھی۔ غلام البرقی نے پوچھا۔ "کیا میں ہی وہ مسلمان ہوں؟"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے تک آئی پھر بولی۔ "شاید تم ہی ہو۔ ابھی تمھاری دونوں ہتھیلیوں کے فوٹو گرافس لیے جائیں گے۔ اس کے بعد میں صحیح نتیجے پر پہنچوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ خواب گاہ سے باہر چلی گئی۔ دروازہ بند ہوگیا وہ بڑی دیر تک کھڑا سوچتا رہا، کہیں مصیبت میں تو نہیں پھنس گیا ہے۔ پھر اس نے سوچا، اگر پھنس ہی گیا ہے تو نکل نہیں سکے گا۔ وہاں کی پہرے دار عورتوں سے نمٹنا آسان تھا لیکن باہر بے شمار جانے انجانے دشمن تھے۔ کہیں بھی کوئی مسلمان اسے گولی کا نشانہ بنا سکتا تھا۔ فی الحال یہی پناہ گاہ مناسب تھی۔ وہ مسلمان ہو کر مسلمانوں سے خوفزدہ تھا۔ سلوانہ جیسی کافر حسینہ کے سائے میں ہی محفوظ رہ سکتا تھا۔

خواب گاہ کا دروازہ کُھلا۔ ایک لیڈی فوٹو گرافر آئی۔ اس نے غلام البرقی کی دونوں ہتھیلیوں کی تصویریں لیں۔ مختلف زاویوں ے چہرے کے کلوز اَپ لیے، پھر وہ چلی گئی۔ آدھے گھنٹے کے ر وہ تصویریں ڈھل کر پرنٹ ہو کر سلوانہ کے ایک پرائیویٹ کمرے ں پہنچ گئیں۔

سلوانہ کے سامنے ایک بوڑھی وِچ لیڈی بیٹھی ہوئی تھی۔ ے علم نجوم، قیافہ شناسی کے علاوہ کالے جادو میں بھی مہارت حل تھی۔ سلوانہ اور وچ لیڈی کے درمیان بڑی سی میز پر ایک بطانی کھوپڑی رکھی ہوئی تھی۔ اس کھوپڑی کے کُھلے ہوئے منہ نے ناک کے سوراخوں سے اور آنکھوں کے شگاف سے زرد رنگ دھواں نکل رہا تھا۔ اس دھواں دھواں سے ماحول میں وِچ یڈی اپنے دیدے پھیلائے کوئی منتر پڑھ رہی تھی۔

پھر وہ گھبرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "یہی ہے۔ میرا جادو کہتا ہے۔ یہی وہ مسلمان ہے جس کا تجھے انتظار تھا۔ میں اس کی تصویریں یکھ رہی ہوں۔ اس کے ہاتھوں کی لکیریں دیکھ رہی ہوں۔ لکیریں ہہ رہی ہیں یہ ایک راستے پر چلنے والا نہیں ہے۔ راستہ بدل دے ا۔ جو آج ہے وہ کل نہیں رہے گا۔ اگر تو اس کے ساتھ زندگی گزارے ی تو یہ تجھے بھی بدل دے گا۔ تیرا مذہب بھی بدل دے گا۔ تجھے یہودی سے مسلمان بنادے گا۔"

سلوانہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ حقارت سے بولی۔ "لعنت ہے اس پر، میں اسے گولی مار دوں گی۔"

پھر وہ بایاں ہاتھ بڑھا کر بولی۔ "یہ ہاتھ دیکھ کر بتاؤ کیا میں کبھی بدل سکتی ہوں؟ اپنا مذہب چھوڑ سکتی ہوں؟"

وِچ لیڈی نے کہا۔ "میں کئی بار تیرا ہاتھ دیکھ چکی ہوں۔ تیرا ہاتھ کہتا ہے تو ضد کی پکی اور ارادے کی مضبوط ہے۔ تو اپنے فیصلے کبھی نہیں بدلتی۔ اُدھر وہ فیصلہ بدلنے والا شخص ہے۔ تم دونوں کے ہاتھوں میں تضاد ہے، تم دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہو۔ تمھارا ایک ساتھ گزارہ نہیں ہوگا۔ اس کے باوجود تمھیں ایک ساتھ رہنا ہے اور بچے پیدا کرنے ہیں۔"

"ہاں، مجھے بچوں کے بارے میں بتاؤ۔ تم نے کہا تھا اس مسلمان کا چہرہ اور ہاتھ دیکھ کر تم مجھے خوش خبری سناؤ گی۔"

"بے شک، میں نے وعدہ کیا تھا۔ تیرے ہاتھ سے اتنا ہی معلوم ہوا ہے کہ بچوں کے ذریعے بے انتہا دولت اور شہرت ملے گی۔ اس مسلمان کا ہاتھ کہتا ہے تمھارے بچوں کو ایک ایسا غیر معمولی علم حاصل ہوگا جو دنیا میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔"

"آخر وہ کیسا علم ہوگا؟"

"ایسا علم جس کے ذریعے تیرے بچے چھپے ہوئے خزانوں تک پہنچیں گے اور اپنے دشمنوں کے لیے موت بن جایا کریں گے۔"

"میرے کتنے بچے ہوں گے؟"

"دو صرف دو ہوں گے اور دونوں ہی ایک جیسا غیر معمولی علم حاصل کریں گے۔"

"تم مجھے یہ کیوں نہیں بتاتیں کہ وہ کیسا علم ہوگا؟"

"میں نہیں جانتی، میرا علم مجھے نہیں بتا رہا ہے پھر تجھے کیسے بتاؤں؟"

سلوانہ نے غلام البرقی کے پاس آکر کہا۔ "تم وہی ہو جس کا مجھے انتظار تھا۔ آج سے میرے شب و روز تمھارے ساتھ گزریں گے۔"

وہ قریب آکر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "مجھے تم سے محبت ہوگئی ہے۔ میں تمھاری خاطر محفلوں میں رقص کرنا چھوڑ دوں گی۔ صرف تمھاری بن کر رہوں گی اور تقدیر مہربان ہوئی تو جلد ہی تمھارے بچوں کی ماں بن جاؤں گی۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "لیکن میں شادی نہیں کرنا چاہتا۔"

وہ خلاف توقع بولی۔ "نہ کرو، میں بھی شادی کے جھمیلے میں پڑنا نہیں چاہتی۔ ہم شادی کے بغیر سچی محبت کریں گے اور بچے پیدا کرتے رہیں گے۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔"

"غلام البرقی، مجھ سے بحث نہ کرو، ورنہ تم نام کے ہی نہیں کام کے بھی غلام بن جاؤ گے۔ میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گے، ورنہ پولیس کو یا تمھارے مسلمان قاتلوں کو یہاں بلانے میں دیر نہیں لگے گی۔"

وہ مجبور ہو کر بولا۔ "اچھی بات ہے، میں تمھاری بات مان لوں گا لیکن جائز طریقے سے یعنی پہلے ہمارا نکاح پڑھایا جائے گا۔"

اس نے انکار نہیں کیا، وہ صرف بچوں کے لیے دیوانی ہو رہی تھی۔ جائز رشتے کے لیے غلام البرقی نے جو بھی بات کہی، وہ مانتی گئی یوں اس کے ساتھ ازدواجی زندگی کی ابتدا ہوگئی۔ اس نے ماضی میں بڑے بڑے ڈاکے ڈالے تھے کبھی قانون کی گرفت میں نہیں آیا تھا لیکن مسجد کی ایک امانت چرانے کے بعد ایک رقاصہ کے جال میں پھنس گیا تھا۔ ایک بے بس پرندے کی طرح پھڑپھڑا رہا تھا۔ وہاں سے نکل بھاگنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔

سلوانہ بہت چالاک تھا۔ اُس نے اسی رات پولیس کے اعلیٰ افسر سے درخواست کی تھی کہ اسے ڈاکو غلام البرقی سے خطرہ ہے۔ لہٰذا اس کے محل کے اطراف پولیس کا پہرا لگا دیا جائے۔ اس سلسلے میں جو اخراجات ہیں، وہ پورے کرتی رہے گی۔

غلام البرقی نے دوسری صبح محل کی مختلف کھڑکیوں

سے جھانک کر پولیس والوں کو دیکھا، پھر سلوانہ سے پوچھا۔ "یہ پولیس یہاں کیوں ہے؟"

"میں نے پہرا لگوایا ہے۔ میں تمہارے بھاگ جانے کے لیے اس وقت تک پاؤں ہلکے نہیں ہونے دوں گی جب تک میرے پاؤں بھاری نہیں ہوں گے۔"

دن گزرتے رہے۔ وہاں مستقل پولیس والے نظر آتے رہے، پھر کچھ مشکوک افراد نظر آئے۔ سلوانہ نے کہا "میں نے معلوم کیا ہے۔ وہ افراد واقعی مشکوک ہیں۔ مسلمان ہیں۔ انھیں شبہ ہوگیا ہے کہ تم یہاں چھپے رہتے ہو۔ لہٰذا زندہ رہنا چاہتے ہو تو کھڑکیوں کے پاس نہ آیا کرو۔ وہ تمہیں دیکھ لیں گے۔"

وہ محل میں قید ہوکر رہ گیا تھا۔ صحراؤں کی کھلی فضا میں سانس لینے والا چار دیواری میں گھٹن محسوس کر رہا تھا۔ اگر اس چار دیواری سے بھاگنا چاہتا تو آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیا جاتا۔ جب دن رات ایک ہی جگہ بیٹھ کر سوچنے کا موقع ملا تو یہ بات پہلی بار سمجھ میں آئی کہ اس نے مسجد کی امانت چرا کر بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ ہر مجرم کو اپنا جرم جائز لگتا ہے۔ بلکہ وہ اسے جرم کہتا ہی نہیں، اسے اپنا پیشہ سمجھتا ہے۔ غلام البرقی نے پہلی بار دل ہی دل میں اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ یہ تبدیلی کی ابتدا تھی وہ اندر ہی اندر بدل رہا تھا۔ سوچ رہا تھا، ملک شام واپس جاکر وہ ہیرا مسجد کی تجوری میں واپس رکھ دے گا۔

سوچتے سوچتے اور سمجھتے سمجھتے دو ماہ گزر گئے۔ وہ پریشان ہوکر سلوانہ سے بولا "میں کب تک یہاں قید رہوں گا۔ ہیرا، وہ ہیرا مجھے دو۔ میں اسی مسجد میں جاکر اسے واپس رکھ دوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ عورت دل دے دیتی ہے، جان دے دیتی ہے، مگر زیورات واپس نہیں دیتی، پھر وہ ہیرا تو نایاب ہے، اسے بھول جاؤ۔"

"میرے پاس اس سے بھی قیمتی ہیرے جواہرات ہیں میں پیرس پہنچتے ہی وہ سب تمہارے حوالے کردوں گا۔ صرف وہ ہیرا مجھے دے دو، میرا سکون برباد ہوگیا ہے۔ رات بھر جاگتا رہتا ہوں۔ سونا چاہتا ہوں، سو نہیں سکتا۔ میں باہر نہیں جاسکتا۔ آزادی سے گھوم نہیں سکتا۔ میں نے اپنے اعمال سے مصیبتیں مول لی ہیں۔ وہ ہیرا واپس کردوں گا تو کوئی بھی مسلمان مجھے قتل نہیں کرے گا۔ میں اللہ کے عذاب سے بھی محفوظ رہوں گا۔"

وہ زور زور سے ہنسنے لگی۔ دیر تک ہنستی رہی، پھر بولی۔ "ارے ڈاکو، کیا تیرے اندر اسلام واپس آرہا ہے؟"

"یہ ہنسنے کی نہیں سمجھنے کی بات ہے۔ میرے اندر کا [illegible] مجھے ستا رہا ہے۔"

"پھر تو وہ وچ لیڈی درست کہتی تھی کہ تو بدل جائے گا۔ تیرا مزاج اور تیرا راستہ بدل جائے گا اور تو مجھے بھی مسلمان بنا[نا] چاہے گا۔"

"جب میں پوری طرح مسلمان نہیں ہوں تو تمھیں ک[یسے] مسلمان بناؤں گا۔ میں ایمان دار بھی نہیں ہوں، صرف ایک ایما[ن] کی بات سمجھ رہا ہوں کہ اس ہیرے کو اس کی جگہ پہنچا دینا چاہیے۔"

"بکواس نہ کرو۔ میں وہ ہیرا واپس نہیں کروں گی جو ایک [غیر] مسلمان کو مسلمان بنا دے۔ کوئی دوسری بات کرو۔"

تیسرے ماہ وہ دوسری بات ہوگئی۔ لیڈی ڈاکٹر نے تصدیق کردی کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ سلوانہ خوشی سے ناچنے لگی۔ اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر بولی "آج میں بہت خوش ہوں میرے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے ہیں، بولو میں تمھیں کیا انعام دوں؟"

"وہ ہیرا دے دو۔ میں ہمیشہ کے لیے یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"میں خود چاہتی ہوں، تم ہمیشہ کے لیے چلے جاؤ، مگر [میں] ابھی پہلے بچے کی ماں بن رہی ہوں۔ میرے مقدر کے حساب سے دوسرا بچہ بھی ہے اور وہ بچہ بھی تمہارے خون سے ہوگا۔ اس [لیے] تم نہیں جاؤ گے۔"

"نہیں جاؤں گا لیکن تم وہ ہیرا ملک شام کے حاکم تک پہنچا سکتی ہو۔"

"جب وہ ہیرا اپنی جگہ پہنچ جائے گا۔ تم پر سے الزام اٹھ جائے گا۔ تمھیں قتل کرنے کا ارادہ رکھنے والے واپس چلے جائیں گے تو پھر میں تمھیں پابند بنا کر نہیں رکھ سکوں گی۔ تم محل کی کھڑکیاں اور دروازے توڑ کر بھاگ جاؤ گے۔"

"میں نہیں بھاگوں گا۔ دوسرے بچے کی پیدائش تک ہم پیرس میں رہیں گے۔"

"تو پھر ایسا کرو، دوسرے بچے کو بھی دنیا میں آجانے دو۔ جس دن وہ صحیح سلامت پیدا ہوگا میں وہ ہیرا تمھیں واپس کردوں گی۔ اس طرح میرا کام بھی ہو جائے گا اور تمھیں بھی ایمانداری دکھانے کا موقع مل جائے گا۔"

وہ ضدی اور ارادے کی پکی تھی۔ اپنی ہی باتیں منواتی جا رہی تھی۔ غلام البرقی کو صبر کرنا پڑا۔ کہتے ہیں صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ نو ماہ کے بعد دو بیٹیاں ہوئیں۔ دونوں جڑواں پیدا ہوئیں۔ وہ ایک دوسرے کے شانے سے جڑی ہوئی تھیں۔ انھیں آپریشن کے ذریعے الگ کیا گیا۔ دونوں ایک دوسرے سے ذہنی طور پر اس قدر وابستہ تھیں کہ الگ کیے جانے پر روتی رہیں — انھیں

ایک ساتھ لٹا کر بڑی مشکلوں سے چپ کرایا گیا تھا۔ ان میں سے ایک بھوک سے روتی تو دوسری بھی رونے لگتی۔ ایک جتنی مقدار میں دودھ پیتی تھی، دوسری بھی اتنی ہی مقدار پی کر مطمئن ہوجاتی تھی۔ وہ دونوں بڑی دلچسپیاں لے کر پیدا ہوئی تھیں۔

ادھر سلوانہ کی دلچسپیاں غلام البرقی سے ختم ہوگئیں۔ وچ لیڈی کی پیش گوئی کے مطابق اس کے دو بچے تھے اور دو بچیاں پیدا ہوگئی تھیں۔ اب غلام کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ اس نے زچہ خانے سے باہر آتے ہی پولیس کا پہرا اٹھوا دیا۔ اس نے کہا "تم جاسکتے ہو، باہر وہ اجنبی مسلمان نظر نہیں آئیں گے جو محل کی کھڑکیوں سے تمھیں نظر آیا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ سرے سے مسلمان یا تمہارے دشمن نہیں تھے۔ میرے کرائے کے آدمی تھے۔ میں نے ان کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ وقتاً فوقتاً محل کے آس پاس سے مشکوک انداز میں گزرتے رہیں۔ اس طرح تم انھیں اپنی جان کا دشمن سمجھنے لگے تھے۔ بہرحال میں تمھیں آزاد کرتی ہوں۔"

غلام البرقی خاموش کھڑا اپنی دونوں بیٹیوں کو تک رہا تھا۔ اندر ہی اندر اس کی دنیا بدل رہی تھی۔ آج تک اس کا کسی سے کوئی رشتہ نہیں تھا۔ سلوانہ سے بھی کوئی دلی تعلق نہ تھا مگر ان بچیوں کو دیکھ کر ان کی طرف دل کھنچا جا رہا تھا۔ آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ من موہنی صورت والی بچیاں اس کے خون سے تخلیق ہوئی ہیں۔ اور یقین نہ آنے کے باوجود اندر ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔ وہ بستر پر جھک کر دونوں کو باری باری چومنے لگا۔ سلوانہ نے پوچھا "کیا محبت جوش مار رہی ہے؟"

"ہاں، میں بیان نہیں کرسکتا کہ میرے اندر کیا ہو رہا ہے۔ آج تک میں انسان نہیں تھا، جانور تھا۔ خون کے رشتوں کی اہمیت اور محبت کو سمجھتا نہیں تھا۔ آج خود بخود سمجھ آرہی ہے۔"

"اپنی سمجھ کو یہیں تک رکھو۔ جتنی جلدی ہوسکے بچیوں سے دور چلے جاؤ اور بھول جاؤ کہ کبھی اس محل میں آئے تھے اور آئے تھے تو دو بچیوں کی صورت میں یہاں چھپنے اور محفوظ رہنے کی قیمت ادا کرکے گئے تھے۔ اب جاؤ۔"

"میں نہیں جاؤں گا۔ یہ میری بیٹیاں ہیں۔ اگر جاؤں گا تو انھیں بھی ساتھ لے جاؤں گا۔"

سلوانہ نے رائفل بردار عورتوں کو بلایا پھر ان سے پوچھا۔ "یہ بیٹیاں کس کی ہیں؟"

سب نے باری باری کہا۔ "آپ کی ہیں، آپ کی ہیں۔"

"تم سب جانتی ہو اور گواہ ہو کہ میرا ایک عاشق راتوں کو میرے پاس آتا تھا۔"

سب نے کہا۔ "ہم گواہ ہیں۔"

وہ غلام البرقی سے بولی "کیا اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ عورت جس مرد کی طرف انگلی اٹھا دے، وہی اس کے بچوں کا باپ کہلاتا ہے اور بچوں کے اصل باپ سے انکار کر دے تو عدالت بھی اسے باپ تسلیم نہیں کرتی۔"

پھر اس نے رائفل بردار عورتوں کو حکم دیا۔ "ہمارے مہمان کو محل کے باہر چھوڑ آؤ۔ اگر یہ جانے سے انکار کرے تو دھکے دے کر نکال دو۔ دھکوں سے بھی نہ جائے تو پولیس افسر کو فون کرو اور اسے بتاؤ، ملک شام کے حاکم کا مجرم ہیرے سمیت محل میں گھس آیا ہے۔ یہاں آکر اسے فوراً گرفتار کیا جائے۔"

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک عورت اسے اس قدر کمزور اور بے بس کردے گی۔ حالانکہ یہ سوچنے سمجھنے کی کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اکثر حالات میں عورت ہی مرد کو کمزور بناتی ہے اور اگر تجزیہ کیا جائے تو مرد اپنے اعمال سے اپنی کمزوریاں عورت کے ہاتھوں میں دیتا ہے۔ اب وہ سمجھ رہا تھا کہ مسجد کی ایک امانت چرانے کے بعد ہی سے اس کی کمزوریوں کا آغاز ہوچکا تھا اور انجام ایک عورت کے ہاتھوں سے ہو رہا تھا۔

وہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے جانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے محل سے نکل آیا۔ دل بے اختیار بچیوں کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ مگر وہ دوبارہ انھیں دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اندر ہی اندر تڑپ رہا تھا۔ انھیں زبردستی چھین لینے کے متعلق سوچ رہا تھا مگر کوئی تدبیر کام نہیں آسکتی تھی۔ کسی تدبیر پر عمل کرنے کے لیے رقم کی، طاقت کی اور ذہانت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے پاس ذہانت تھی، رقم اور طاقت نہیں تھی۔ وہ جسمانی طور پر کمزور نہیں تھا۔ ایک ہیرے کی چوری نے اس کی طاقت چھین لی تھی۔ اگر وہ ہیرا واپس کردیتا تو ضمیر سے بوجھ اتر جاتا اور وہ انجانے قاتلوں سے محفوظ رہ کر صرف اپنی بچیوں کو حاصل کرنے کے متعلق سوچتا اور کسی تدبیر پر عمل کرتا لیکن سلوانہ نے اسے ہیرے سے بھی محروم کردیا تھا۔

رات کا وقت تھا۔ وہ ہیٹ کو پیشانی پر جھکائے، اپنی دانست میں چہرہ چھپائے ریلوے اسٹیشن کے پاس آیا۔ ٹرین سرحد پار جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔ اس کے پاس اتنی رقم تھی کہ وہ رشوت دے کر سرحد پار کرسکتا تھا لیکن معصوم بچیوں کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔ ایک دل کہتا تھا کہ اسے پیرس جاکر اپنی دولت یہاں منتقل کرالینی چاہیے، پھر عارضی میک اپ کے ذریعے چہرہ بدل کر اس شہر میں رہائش اختیار کرنی چاہیے۔ اس کے بعد

اطمینان سے منصوبہ بنا کر اپنی بچیوں کو سلوانہ سے چھین کر لے جانا چاہیے۔

وہ اسٹیشن کے پاس کسی ایسے دلال کو بھانپتا رہا جو رقم لے کر اسے سرحد پار کرا دے۔ تھوڑی دیر بعد ایک دلال نظر آیا تو اچانک ارادہ بدل گیا۔ کھوپڑی گھوم گئی وہ ایک عورت سے شکست کھا کر اور اپنی بچیوں کو ہار کر نہیں جانا چاہتا تھا۔ اس نے چشم زدن میں فیصلہ کیا کہ تخت یا تختہ۔ وہ اپنی بچیوں کو لے کر جائے گا۔ یا یہیں اپنی جان دے دے گا یا اگر داؤ چل گیا تو سلوانہ کی تجوری سے مسجد کی امانت بھی نکال کر واپس کرے گا۔

دلال نے پوچھا۔ "ہاں، بولو کیا کام ہے؟"

"کچھ نہیں۔" وہ پلٹ کر جانے لگا۔

دلال نے آواز دی۔ "مسٹر، تم خواہ مخواہ گھبرا رہے ہو۔ میں پولیس اور کسٹم والوں کو بھی حصہ دیتا ہوں۔ کوئی تم سے کچھ نہیں پوچھے گا۔ ایک ہزار امریکی ڈالر میں سرحد پار کر سکتے ہو۔"

"میں کل رات کی ٹرین سے جانا چاہتا ہوں۔"

"چلو کل ہی سہی، میں اسی جگہ ملوں گا۔"

وہ اسٹیشن سے چلا آیا۔ اس نے سلوانہ کے محل میں پورے گیارہ ماہ گزارے تھے۔ اس عرصے میں اس کا اندر کا ڈاکو سو گیا تھا۔ جس عورت نے گیارہ ماہ تک غلام بنا کر رکھا تھا، آج اسی عورت کی ایک ٹھوکر نے اسے جھنجوڑ کر بیدار کر دیا تھا۔ اس نے ایک بہت ہی تھرڈ کلاس سرائے میں ایک کمرا لیا، پھر وہاں بیٹھ کر پورے محل کے اندرونی نقشے کو ذہن میں تازہ کرنے لگا۔ ایک ایک بات یاد آنے لگی۔ کہ رائفل بردار عورتوں کی ڈیوٹی ہر آٹھ گھنٹے کے بعد بدلتی ہے۔ مسلح عورتوں کی تعداد بارہ ہے۔ سلوانہ ان عورتوں پر اعتماد کر کے اپنے پاس کوئی ہتھیار نہیں رکھتی ہے۔ البتہ الماری کے اندر ایک ریوالور رہتا ہے۔ اسی آہنی الماری میں وہ ہیرا رکھا ہوا ہے۔

وہ طویل عرصے کے بعد ایک محل میں ڈاکا ڈالنے کا منصوبہ بناتے بناتے سو گیا۔ دوسری صبح اٹھ کر وہ بازار گیا۔ دن کی روشنی میں پہچانے جانے اور پکڑے جانے کا اندیشہ تھا۔ ایسے ہی اندیشوں نے اسے ایک عورت کا غلام بنا رکھا تھا۔ اب وہ نڈر اور بے باک ہو گیا تھا۔ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر کھلے بازار میں آ گیا تھا، یہ حوصلہ تھا کہ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

اسے حیرانی ہوئی، کسی نے اسے نہیں پہچانا۔ اگر پہچان بھی لیا ہو تو اسے نظر انداز کیا ہو گا۔ حیرانی اسی بات کی تھی کہ اسے نظر انداز کیوں کیا جا رہا ہے۔ اس نے کیڑے مکوڑے اور چوہے مارنے کی زہریلی قیمتی دوائیں لیں۔ پلاسٹک کی اسپرے گن اور ایک گیس ماسک حاصل کیا۔ دشمنوں سے نمٹنے کا تمام سامان حاصل کرنے کے بعد اس نے دونوں بچیوں کے لیے دودھ کا ڈبا، نپل فیڈر اور گرم کپڑے وغیرہ خریدے۔ جب وہ ایک دکان سے باہر آ رہا تھا، تب تین مسلمانوں نے اسے گھیر لیا۔ ایک نے اس کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا۔ "تو قسمت کا دھنی ہے، ہم تجھے قتل کرنے کے لیے سر سے کفن باندھ کر آئے تھے مگر افسوس، شام کے حاکم نے تیری گرفتاری اور قتل کا حکم واپس لے لیا ہے۔"

اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا واقعی مجھے گرفتار نہیں کیا جائے گا؟ مجھے قتل نہیں کیا جائے گا؟"

"کیا تو نہیں دیکھ رہا ہے کہ میں نے تیرا گریبان پکڑ کر چھوڑ دیا ہے۔ کیا تو نے کل کا اخبار نہیں پڑھا ہے؟"

"نہیں برادر، میں نے اخبار نہیں پڑھا ہے۔ خدارا مجھے بتاؤ یہ ماجرا کیا ہے۔ میں نے مسجد کی امانت چرا کر بہت بڑا جرم کیا ہے، پھر یہ جرم معاف کیسے ہو گیا؟"

"کسی نے مسجد کی تعمیر کے لیے پندرہ لاکھ کا عطیہ دے کر شام کے حاکم سے درخواست کی تھی کہ غلام البرقی کو معاف کر دیا جائے۔"

"وہ سخی داتا کون ہے؟ کس نے مجھے معافی دلائی ہے؟"

"وہ کوئی گمنام ہے۔ اپنی شہرت نہیں چاہتا۔ اسی لیے اس کا نام اخبارات میں شائع نہ ہو سکا۔"

قاتلوں سے سامنا ہوا مگر کچھ نہ ہوا۔ مہینوں کی دہشت پل بھر میں ختم ہو گئی۔ اسے نئی زندگی مل گئی۔ وہ ہر طرح سے آزاد ہو گیا۔ اس کا گریبان پکڑنے والے قاتل چلے گئے۔ وہ تھوڑی دیر گم صم کھڑا خود کو ہلکا پھلکا سا محسوس کرتا رہا، پھر اس نے ایک اچھے سے ہوٹل میں آ کر ایک کمرا لیا۔ وہاں تمام سامان رکھا، پھر جا کر اپنی ضرورت کے کپڑے اور دوسرا سامان خریدا۔ حمام میں جا کر دیر تک بھاپ سے غسل کرنے کے مزے لیتا رہا۔ اب اسے رات کا انتظار تھا اور بے صبری میں دن نہیں گزر رہا تھا۔

وہ ساحلی علاقے میں آیا۔ وہاں موٹر لوٹ، لانچ اور بحری جہازوں کی الگ الگ بندرگاہیں تھیں۔ ان میں سے بعض جہازوں کے مالکان خاصی رقم لے کر سمندر کے راستے بلغاریہ، یوگوسلاویہ یا یونان کے ساحلوں تک پہنچا دیتے تھے۔ ایسے غیر قانونی سفر کرنے والے جہازی پہچانے نہیں جاتے تھے لیکن ایک بدمعاش دوسرے بدمعاش کو جلد ہی پہچان لیتا ہے۔

غلام البرقی نے ایک جہاز کے کپتان سے معاملات طے کر لیے۔ جہاز آدھی رات کو وہاں سے روانہ ہونے والا تھا۔ وہ روانگی سے قبل آنے کا وعدہ کر کے ہوٹل کے کمرے میں آیا۔ رات کا اندھیرا چھا گیا تھا۔ اس نے ہلکا سا ناشتا کیا، پھر کافی پینے کے دوران اپنے منصوبے پر نظرِ ثانی کرتا رہا۔ اس کے بعد تمام سامان اٹھا کر ہوٹل سے باہر آ گیا۔

وہ رات کے دس بجے محل کے احاطے میں داخل ہوا۔ پائیں باغ کے تاریک حصے میں پہنچ کر اس نے بچیوں کی ضرورت کا سامان ایک طرف رکھا۔ اپنے چہرے پر گیس ماسک چڑھایا اور چھوٹے سے آکسیجن سلنڈر کو پیٹھ پر باندھ لیا۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ محل میں داخل ہوتے ہی جس لیڈی گارڈ سے سامنا ہو گا، اس کے منہ پر اسپرے کرے گا، پھر اس کی رائفل چھین لے گا۔ وہ محل میں ہر جگہ زہریلی دوا اسپرے نہیں کر سکتا تھا۔ ایک رائفل ہاتھ میں آتے ہی اس کا کام قدرے آسان ہو جاتا۔

ضروری نہیں کہ آدمی جو سوچے وہی ہوتا ہے۔ اگر وہی ہوتا ہے تو آدمی اپنے مقدر کا خود مالک بن جائے۔ اچانک اسے اپنے پیچھے لیڈی گارڈ کی کرخت آواز سنائی دی۔ "ہالٹ، اپنے دونوں ہاتھ پیچھے سر پر رکھو۔"

اس کے ایک ہاتھ میں چھوٹی سی اسپرے گن تھی۔ اس نے ہاتھ پیچھے سر کی طرف لاتے ہوئے اسپرے کیا۔ وہ بولی۔ "یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ اسے پھینک...!"

وہ پوری بات نہ کر سکی۔ دوا کے اثر سے چکرا کر گر پڑی۔ اس کے ساتھ ہی ایک فائر ہوا، گولی غلام البرقی کے بازو میں آ کر لگی۔ تب پتا چلا دوسری لیڈی گارڈ بھی تھی۔ وہ ذرا دور تھی اس پر دوا کا اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ گولی کھا کر پہلی لیڈی گارڈ پر گرا۔ پھر اس کی رائفل اٹھاتے ہی فائر کر دیا۔ نشانہ پکا تھا وہ چیخ مار کر گر پڑی لیکن کام بگڑ گیا تھا۔ فائرنگ کی آواز گونجتے ہی محل میں خطرے کا الارم بجنے لگا تھا۔ اب اس کی کوئی تدبیر کام آنے والی نہیں تھی۔ وہ ہمیشہ کے لیے بچیوں سے محروم ہونے والا تھا۔

اس کے بازو میں گولی کے زخم نے انگارے بھر دیے تھے۔ کوئی اور ہوتا تو بکھر کر لیٹا رہ جاتا لیکن وہ رائفل لے کر اٹھ گیا۔ اسے جان دینا تھا یا اپنی اولاد کو لے جانا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا محل میں گھس گیا۔ اندر سے مسلح گارڈز آ رہی تھیں۔ اس نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ چیخنے چلانے اور گولیاں کھا کر گرنے والیوں کے درمیان سے گزرتا ہوا وہ سلوانہ کی خواب گاہ کی طرف جانے لگا۔ کنیزیں خوف زدہ ہو کر چیختی ہوئی ادھر سے اُدھر بھاگ رہی تھیں۔ اس بھاگ دوڑ میں کسی نے اس پر گولی چلائی۔ وہ بال بال بچا۔ ایک دیوار اور محل کی جالیوں کی آڑ لیتا ہوا خواب گاہ میں پہنچا۔ محل کے باہر پولیس گاڑیوں کے سائرن سنائی دے رہے تھے۔ ایک ہیلی کاپٹر کی بھی آواز سنائی دے رہی تھی۔ شاید سلوانہ نے قانون کے محافظوں کو بلوا لیا تھا۔

اس نے خواب گاہ میں آتے ہی دروازے کو اندر سے بند کیا۔ بچیوں کے پالنے کے پاس بیٹھی ہوئی خادمہ خوف سے سہمتی ہوئی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا پالنے کے پاس آیا۔ وہاں ایک ہی بچی نظر آ رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "دوسری کہاں ہے؟"

وہ سہم کر بولی۔ "مالکن اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر گئی ہیں۔"

وہ رائفل کو شانے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "تم جھوٹ بولتی ہو۔ جب ایک بچی کو تکلیف ہوتی ہے تو دوسری بھی اسی مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ پھر سلوانہ اسے کیوں نہیں لے گئی؟"

"میں ٹھیک طرح نہیں جانتی۔ سنا ہے اس بچی کو تجربے کے لیے اس بچی سے دور لے گئی ہیں۔ ڈاکٹر ایک کا علاج کر کے دیکھنا چاہتا ہے کہ اس علاج سے دوسری بچی کو آرام آتا ہے یا نہیں؟ یہ تھوڑی دیر پہلے رو رہی تھی۔ اب اچانک خاموشی سے سو گئی ہے۔ شاید تجربہ کامیاب ہو گیا ہے۔ اُدھر اسے آرام آنے سے شاید یہ بھی سو گئی ہے۔"

غلام نے بچی کو پالنے سے اٹھا لیا۔ جس زخمی بازو سے لہو بہہ رہا تھا اسی بازو سے اپنے لہو کو سنبھال لیا۔ کیونکہ دوسرے ہاتھ میں رائفل تھی۔ اس نے الماری کے لاک کا نشانہ لے کر فائر کیا۔ بچی گھبرا کر اٹھ گئی اور رونے لگی۔ اس نے ہینڈل گھما کر الماری کو کھولا۔ اس میں سے ہیرے کو نکال کر اندرونی جیب میں رکھا۔ باہر سے دروازہ پیٹنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ کسی نے فائر کر کے اس دروازے کو کھول لیا تھا۔ وہ بچی کو اٹھائے بھاگتا ہوا خواب گاہ کے پچھلے زینے کے پاس آیا۔ اوپر جانے کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ ہانپتا کانپتا ہوا سیڑھیاں چڑھتا ہوا پہلی منزل پر آیا۔ وہاں بھی راستے مسدود تھے۔ دوسری طرف کے زینے سے قدموں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اِدھر بچی رو رہی تھی اور آنے والوں کو فرار کی سمت بتا رہی تھی۔

وہ اسی زینے پر چڑھتا ہوا چھت کی طرف جانے لگا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی چلی۔ وہ گولی اس کی پسلی توڑتی ہوئی گزر گئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ وہ لڑکھڑا کر گرنے والا تھا مگر روتی ہوئی بچی سے حوصلہ ملا کہ اس کی خاطر سنبھلنا ہی ہو گا۔ وہ زینے کی ریلنگ تھام کر

گرتے گرتے سنبھل گیا۔ بوجھل قدموں سے اوپر جانے لگا۔ اوپر چھت کے دروازے تک پہنچتے ہی پھر نیچے سے فائر ہوا۔ اس بار اس کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں۔ وہ عجیب منظر تھا۔ باپ چیخ رہا تھا بیٹی رو رہی تھی۔

اس کی ران میں گولی لگی تھی۔ وہ لڑکھڑا کر چوکھٹ کے پار چھت پر آیا، پھر دروازے کو ایک جھٹکے سے بند کر کے چٹخنی لگا دی۔ اس کے بعد چھت کے فرش پر گر پڑا۔ اسے تین گولیاں لگی تھیں۔ اس کا تمام جسم لہو میں بھیگ رہا تھا۔ وہ چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ بچی اس کے سینے پر پڑی بلک بلک کر رو رہی تھی۔ کوئی یار تھا، نہ مددگار تھا۔ نیچے زمین سخت تھی اوپر آسمان نامہربان تھا۔ اور چھت کا دروازہ لرز رہا تھا۔ رائفلوں کے بٹ مار مار کر اسے توڑا جا رہا تھا۔

وہ بے ہوش ہو رہا تھا آنکھیں بند ہونا چاہتی تھیں۔ وہ پورے حوصلے اور آخری قوتوں کو سمیٹ کر آسمان کو دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا "اے ربِ کریم، میں نے آج تک تیرے کرم کو نہیں پکارا، کبھی تجھے یاد نہیں کیا۔ یہ نافرمان بندہ پہلی بار تجھ سے زندگی کی بھیک مانگ رہا ہے۔ مجھے مسجد کی امانت لوٹانے دے، اپنی بچی کو ایک مکار ماں کے سائے سے لے جانے دے، پھر میں باقی زندگی تیرے نام کر دوں گا۔ آہ، میں ڈوب رہا ہوں، میں ڈوب۔۔۔"

اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ ڈوبتی ہوئی سماعت کے دوران اس نے دو آوازیں سنیں۔ ایک تو بچی رو رہی تھی دوسری ہیلی کاپٹر کی آواز تھی، پھر اسے ہوش نہ رہا کہ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟ شکاری کتوں کی طرح گھیرنے والے اور گدھ کی طرح منڈلانے والے دشمن اس کا کیا حشر کر رہے ہیں۔ اسے کچھ نہ معلوم ہو سکا۔ اس نے زندگی میں پہلی بار خود کو خدا کے حوالے کر دیا تھا۔

پتا نہیں کتنے لمحات بیت گئے۔ کتنے گھنٹے اور کتنے دن گزر گئے۔ تب اس کی آنکھ کھلی۔ وہ ایک آرام دہ بستر پر پڑا ہوا تھا۔ اس کے آس پاس نیم تاریکی تھی اور ہلکی دھیمی روشنی میں ایک بزرگ کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ اس چہرے پر ایسا نور اور جلال تھا کہ ان سے نظریں نہیں ملائی جاتی تھیں۔ یوں بھی نقاہت کے باعث پھر آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ انھوں نے کہا "تم اپنی بیٹی کے ساتھ محفوظ ہو۔"

ان کی بھاری بھر کم آواز دھیمی تھی مگر غلام کے اندر گونج رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ دماغ کے اندر آ کر بول رہے ہوں۔ اس نے سوچا ایک بار آنکھیں کھول کر اس جاہ و جلال سے بھرپور اور پُرنور چہرے کو دیکھے لیکن بے حد کمزوری کے باعث آنکھیں کھولنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی۔

لیکن عجیب بات تھی، وہ چہرہ بند آنکھوں کے باوجود نظر آنے لگا۔ شاید وہ دل کی باتیں سمجھ لیتے تھے اس لیے اس کے دل... سے نظر آنے لگے تھے۔ اب وہاں سے جا رہے تھے اس... بولنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی۔ وہ پوچھنا چاہتا تھا "آپ... ہیں، میں کہاں ہوں، میری بیٹی کہاں ہے؟"

اس نے محسوس کیا۔ اس کے سوالوں کے جوابات مل رہے ہیں۔ وہ اپنی مخصوص بھاری بھر کم آواز۔۔۔۔ اور مؤثر لہجے میں... رہے تھے "میں خدا کا ایک ناچیز بندہ ہوں۔ تم پیرس کے ایک مضافاتی علاقے میں ہو۔ یہ میرا ایک فلاحی ادارہ ہے۔ یہاں تمھا... بیٹی محفوظ ہے، بخیریت ہے اور نہایت آرام سے ہے۔"

یہ آواز دماغ میں بڑی آہستگی سے گونج رہی تھی۔ وہ کہ... رہے تھے "میرے عزیز! انسان دنیا کو نہیں بھولتا۔ خدا سے... کیا ہوا وعدہ فوراً بھول جاتا ہے۔ تم نے وعدہ کیا تھا مسجد... امانت لوٹانے اور اپنی بیٹی کو غلط ماحول سے نکالنے کے بعد... تم اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے نام کر دو گے گویا خود کو اللہ تعا... کی عبادت کے لیے وقف کر دو گے۔"

وہ بستر پر پڑا آنکھیں بند کیے حیرانی سے سوچ رہا تھا... بزرگ کون ہیں۔ میں نے تو دل ہی دل میں خدا سے دُعا مانگی... یہ بزرگ میرے دل کی باتیں کیسے جانتے ہیں؟ کیا یہ میری... ہسٹری جانتے ہیں؟"

"ہاں، جانتا ہوں۔ تمھارے اندر جرائم کی جو غلاظت... ہوئی تھی وہ محض پچیس برس کے لیے تھی۔ جس وقت تم گولیا... کھا کر محل کی چھت پر گرے تھے اور اپنی زندگی اللہ تعالیٰ... لیے وقف کر رہے تھے، ٹھیک اسی وقت تم پچیس برس... ہو گئے تھے۔ تمھارے اندر سے جرائم کی تمام غلاظتیں نکل... چکی تھیں۔ اب تم ایک سادے کاغذ کی طرح ہو۔ اس کاغذ... اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدے کے مطابق نئی زندگی... والے ہو۔"

چند لمحات تک خاموشی رہی، وہ سوچ رہا تھا "میں... سوچتا ہوں اس کا جواب مل جاتا ہے۔ کیا یہ دماغ کی باتیں... پڑھ لیتے ہیں؟"

ان کی آواز سنائی دی "یہ نہ سوچو، دوسرا کیا پڑھ لیتا... یہ سوچو تمھیں زیادہ سے زیادہ پڑھنا ہے۔ اتنا پڑھنا ہے ا... پڑھنا ہے کہ تم اپنے اندر اپنے رب کو دیکھنے لگو۔ میرے عز... ہمارا رب بصارت سے نہیں بصیرت سے نظر آتا ہے۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔ اس بار اس نے آنکھیں کھولنا چاہیں تو وہ کھل گئیں لیکن وہ نظر نہیں آئے۔ وہاں سے جا چکے تھے۔ کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ ان لمحات میں وہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ اندر سے دھل چکا ہے اتنا صاف ستھرا ہو گیا ہے کہ ایسی پاکیزگی اس نے پہلے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ یہ بات رفتہ رفتہ معلوم ہونے والی تھی کہ یہ روح کی پاکیزگی ہے۔

صاحبو! میں شیخ الفارس مرحوم کی بیٹی ہوں۔ میرا نام لیلیٰ شیخ ہے۔ میں نے پانچ برس تک باباصاحب کے ادارے میں پرورش پائی۔ ان پانچ برسوں میں میرے والد نے دینی تعلیمات حاصل کیں۔ بابا فرید واسطی کی خدمت میں حاضر ہو کر ارتکازِ توجہ، مراقبے اور چلہ کشی کی عملی تربیت حاصل کرتے رہے۔ میں تجربہ کار آیاؤں کی گود میں پرورش پاتی رہی۔ جب میں بولنے اور چلنے پھرنے کے قابل ہوئی تو مجھے فجر کی نماز سے قبل اٹھنے اور خاص ٹائم ٹیبل کے مطابق زندگی گزارنے کی تربیت دی جانے لگی۔ تین برس کی عمر سے میری تعلیم کی ابتدا کی گئی۔ میں ابتدا میں ناقابلِ فہم تھی۔ مجھے بظاہر کوئی بیماری نہیں ہوتی تھی۔ مجھے کوئی زخم نہیں لگتا تھا لیکن میں تکلیف میں مبتلا ہو کر روتی تھی۔ آیائیں مجھے سمجھ نہیں پاتی تھیں لیکن میرے والد کو معلوم ہو جاتا تھا کہ میری دوسری بہن کسی تکلیف میں مبتلا ہے۔

بابا فرید واسطی کو کشف و کمال حاصل تھا۔ انھیں معلوم ہو جاتا تھا کہ میری بہن بخار میں، سر درد میں یا کسی مرض میں مبتلا ہے۔ وہ اس علم کے مطابق مجھے دوائیں کھلاتے تھے۔ جب مجھے آرام آ جاتا تو میرے والد سے فرماتے تھے "میرے عزیز! اطمینان رکھو، اب تمھاری دوسری بیٹی بھی صحت یاب ہو چکی ہے۔"

میرے والد عرض کرتے تھے "آپ باکمال بزرگ ہیں، آپ نے مجھ پر بڑا کرم کیا ہے۔ ایک کرم اور کریں۔ میری دوسری بیٹی کو میری گود میں پہنچا دیں۔ اس کے بعد میری کوئی آرزو کوئی خواہش نہیں رہے گی۔"

انھوں نے نصیحت کی "میرے عزیز! خواہش کبھی ختم نہیں ہوتی۔ ایک اولاد کے بعد دوسری اولاد کی خواہش، پھر دونوں کی تعلیم و تربیت کی ذمے داریاں، انھیں علوم سے مالا مال دیکھنے، پھر انھیں سہاگن دیکھنے کی خواہش، اس کے بعد نواسے نواسیوں کی خوشحالی کی خواہش۔ دنیاوی زندگی گزارنے والے مرتے دم تک خواہشات سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔ جو متوکل زندگی گزارتے ہیں اور روح کی گہرائیوں سے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جتنا دیتا ہے اتنا دینے کے بعد اور نہیں دیتا تو اس میں قدرت کا بھید ہوتا ہے۔ تمھاری دوسری بیٹی کے نہ ملنے میں بھی قدرت کا کوئی بھید ہے میری کوششوں سے ایک ہیلی کاپٹر تمھیں ایک بیٹی کے ساتھ یہاں لے آیا۔ اللہ کی مرضی ہو گی تو کبھی دوسری کو بھی لے آؤں گا یا وہ خود کبھی تم سے آ ملے گی۔"

اس دن کے بعد میرے والد نے دوسری بیٹی کو اللہ کی رضا پر چھوڑ دیا۔ خدا پر بھرپور اعتماد ہو تو قدرت نئے راستے دکھاتی ہے۔ میرے والد کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ جب میری بہن بیمار ہوتی ہے تو میں بیمار ہوتی ہوں اور دوائیں مجھ پر اثر کرتی ہیں تو وہ بھی صحت یاب ہوتی ہے۔ ہم دونوں میں گہرا پیدائشی اور روحانی لگاؤ ہے لہٰذا وہ مجھے جس قدر صحت مند رکھیں گے اسی قدر دوسری بھی صحت مند رہے گی۔ تعلیم اور تربیت کے ذریعے مجھے جو ذہانت اور شرافت ملے گی، وہی اسے بھی حاصل ہو گی۔ ان خیالات کے تحت وہ مجھ پر خصوصی توجہ دینے لگے۔ میری عمر کے مطابق مجھے ہلکی پھلکی ورزشیں اور یوگا کی مشقیں کرانے لگے۔ سحر خیزی کے ساتھ ایسی مشقیں جاری رہیں تو انسان شاید ہی کبھی بیمار پڑتا ہے لیکن دماغی طور پر بہرحال میں صحت مند رہتا ہے اور دماغی صحت مندی ذہانت کو حیرت انگیز طور پر تیز تر کرتی جاتی ہے۔

پانچ برس کے بعد میرے والد نے بابا فرید واسطی صاحب سے مزید علوم حاصل کرنے کے لیے نگر نگر جانے کی اجازت مانگی، پھر مجھے لے کر پیرس سے استنبول آ گئے۔ وہاں بزرگانِ دین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں سے شام، اُردن، مصر، سعودی عرب، ایران، عراق، افغانستان اور پاکستان جیسے اسلامی ممالک کے اولیائے اکرام کے مزاروں پر حاضری دی۔ وہاں کی لائبریریوں سے استفادہ کرتے رہے پھر وہ میری باقاعدہ تعلیم کی غرض سے لندن آ گئے۔

بچپن سے جاری رہنے والی یوگا کی مشقوں نے دینی تعلیم و تربیت نے میری ذہانت کو خوب چمکایا تھا۔ میری یادداشت حیرت انگیز تھی۔ ایک بار کوئی بات سن کر یا پڑھ کر اسے کبھی نہیں بھولتی تھی۔ مجھے انسانی چہروں اور ان کی آنکھوں کو پڑھنے کا علم آ رہا تھا۔ والد صاحب نے مجھے بارہ برس کی عمر سے شمع بینی کی مشق شروع کرائی۔ اس دوران بابا فرید واسطی نے میرے والد صاحب کو طلب کیا تھا اور فرمایا تھا "اب تمھیں اس ادارے کی ذمے داریوں کو سنبھالنے کے لیے یہاں رہنا چاہیے۔ لندن میں لیلیٰ کی تعلیم جاری رہنے دو۔ یہ کسی پر

ظاہر نہ کرو کہ تم دو بیٹیوں کے باپ ہو۔ اس لیے کہ دونوں ذہین اور خطرناک صلاحیتوں کی مالک ہوں گی۔ سپر طاقتیں ان کی دشمن بن جائیں گی۔ انھیں پردۂ راز میں رہنا چاہیے۔"

یہ نصیحتیں کرنے کے چوبیس گھنٹے بعد بابا فرید واسطی کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد تمام ادارے کی ذمے داریاں میرے والد کو سونپ دی گئیں۔ انھوں نے بابا فرید واسطی مرحوم کے حجرے میں رہائش اختیار کر لی۔ مرحوم کی نصیحت کے مطابق انھوں نے مجھ سے باپ بیٹی کا رشتہ ظاہر نہیں کیا۔ مجھے لندن ہی میں رہنے دیا۔ انہی دنوں فرہاد علی تیمور کے ساتھی بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہو چکے تھے۔ ان میں سونیا کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہو گئی تھی۔ وہ بڑے حیرت انگیز کارنامے انجام دے رہی تھی۔ حکومت فرانس نے اسے خصوصی اختیارات دیے تھے۔ ایسے زبردست اختیارات کہ اس کے ایک حکم پر پورے فرانس کی پولیس اور فوج حرکت میں آ سکتی تھی۔ یہ اختیارات آج بھی اسے حاصل ہیں۔

والد صاحب مجھ سے اکثر ملنے آتے تھے۔ ہم باپ بیٹی کے درمیان خفیہ رابطہ قائم رہتا تھا۔ انھوں نے بتایا کہ بابا فرید واسطی مرحوم کی دعاؤں سے سونیا کو کمالِ روحانیت کا درجہ حاصل ہوا ہے۔ یہ محض اس لیے کہ اس نے نفسانی خواہشات پر قابو پا لیا ہے۔ فرہاد سے جسمانی رشتہ ختم کر دیا ہے۔ میں جیسے جیسے جوان ہو رہی تھی، والد صاحب مختلف حوالوں سے سمجھا رہے تھے کہ مجھے بھی نفسانی خواہشات کو کچلتے رہنا چاہیے۔ اور میں ان کی ہدایت پر عمل کر رہی تھی۔

اسلام میں رہبانیت کی اجازت نہیں ہے۔ پیغمبر اسلام اور اولیائے کرام نے بھی ازدواجی زندگی گزاری ہے اور وہ صاحبِ اولاد ہوتے رہے ہیں۔ ان حوالوں سے میں نے نفس پر قابو تو پا لیا مگر ایک جیون ساتھی کی ضرورت سے انکار نہیں کیا۔ یہ فیصلہ کیا کہ جب مناسب وقت آئے گا تو ایک بہترین اور معقول شخص کی شریکِ حیات بن جاؤں گی۔

مگر ہم ارادہ کچھ کرتے ہیں، ہوتا کچھ اور ہے۔ بیس برس کی عمر میں جب میں نے خیال خوانی کا کمال حاصل کیا تو ٹیلی پیتھی کے رشتے سے آپ ہی آپ فرہاد سے متاثر ہوتی چلی گئی۔ ویسے متاثر ہونے اور دیوانگی میں مبتلا ہونے میں بڑا فرق ہے۔ میں فرہاد سے زیادہ اپنے والد صاحب سے متاثر تھی۔ وہ میرے آئیڈیل تھے میں ان کے نقشِ قدم پر چلتی تھی۔ ان کی ہر ہدایت پر عمل کرتے ہوئے میں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔ یوگا کے ذریعے آدھے گھنٹے تک سانس روکنے کی مہارت حاصل کی تھی۔ جو لوگ سانسوں پر قابو رکھتے ہیں، وہ نفسانی خواہش کو بھی کنٹرول کر لیتے ہیں۔ اس لیے میں فرہاد کی دیوانی بننے سے باز رہی۔

میں خیال خوانی کے معاملے میں بہت محتاط تھی۔ جس کے دماغ میں جاتی تھی، اس کے بارے میں اچھی طرح یقین کر لیتی تھی کہ وہ مجھے محسوس نہیں کرے گا۔ اس احتیاط کے نتیجے میں گمنام اور محفوظ ہوں۔ ابھی تک کسی دوست یا دشمن نے میری طرف رُخ نہیں کیا ہے۔ کسی سپر طاقت کو میری خیال خوانی کا علم نہیں ہے۔ میرے والد صاحب نے مجھے سمجھایا تھا جب تک میں فرہاد سے دُور رہوں گی، تب تک دنیا والوں کی دشمنی سے محفوظ رہوں گی۔

میں اس سے دُور رہتے ہوئے بھی دُور نہیں تھی۔ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ اور سونیا بری طرح دشمنوں کی گرفت میں آنے کے بعد بھی کس طرح بچ نکلتے تھے۔ تقدیر اسی کا ساتھ دیتی ہے جو تدبیر سے کام لیتا ہے۔ میں سمجھنا چاہتی تھی کہ وہ دونوں کیسی ذہانت سے پلاننگ کرتے ہیں یا کس طرح حاضر دماغی سے کام لیتے ہیں۔ یہ معلوم کرنے کے لیے میں کسی نہ کسی کو آلۂ کار بنا کر ان کے قریب جاتی تھی۔ یا ان کے آس پاس رہنے والوں میں سے ایسے فرد کو آلۂ کار بناتی تھی جو مجھے دماغ میں محسوس نہیں کر سکتا تھا۔

ایسے طریقۂ کار کے ذریعے میں ان سے بہت کچھ سیکھ رہی تھی۔ دونوں سے متاثر ہو رہی تھی۔ سونیا میری آئیڈیل ہے اگرچہ فرہاد بھی تھا مگر میں کوشش کرتی تھی کہ وہ میرے دماغ میں کوئی گہرا نقش نہ چھوڑے۔ عورت کو آئیڈیل بنانے سے کبھی نقصان نہیں پہنچتا۔ اس کے برعکس مرد ایک وقت سر پکڑ کے رونے پر مجبور کر دیتا ہے۔

میں فرہاد کے متعلق آگے کچھ بیان کرنے سے پہلے اپنی زندگی کا دوسرا اہم پہلو پیش کرنا چاہتی ہوں۔ میری زندگی کی پہلی اہم ہستی میری بہن ہے۔ جس کی رگوں میں دوڑنے والا خون میرے دماغ تک پہنچتا ہے اور میری رگوں میں دوڑنے والا خون اس کے دماغ تک جاتا ہے۔ جب تک میں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہیں کیا تھا، ہمارے درمیان ایک نادیدہ قدرتی تعلق تھا۔ اس کا درد میرا درد تھا اور میری سوچ اس کی سوچ ہوتی تھی۔

جب پہلی بار خیال خوانی کا پرندہ پرواز کرنے لگا تو میں نے دیکھا کہ میں اپنی بہن کے دماغ میں پہنچ گئی ہوں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے اپنی ہی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر پرواز کی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ جب ہم بہنیں ہر اعتبار سے ایک ہیں

تو آواز اور لہجے میں بھی ایک ہوں گی۔ اگر ایک نہ ہوئیں تو خیال خوانی کی لہریں پرواز کر کے میرے ہی دماغ میں رہیں گی۔ لیکن میرا یقین کام آیا۔ میں چشم زدن میں اپنی بہن کے پاس پہنچ گئی۔

ایسے وقت بڑی عجیب سی بات ہوئی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی ہے۔ اور میرے دماغ میں پہنچی ہوئی ہے۔ میں نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟"

اس نے پوچھا۔ "کیا تم میری جڑواں بہن ہو؟"

"ہاں، کیا ممی نے تمھیں میرے متعلق بتایا تھا؟"

"جب مجھ سے غیر معمولی یا خلافِ توقع کوئی حرکت سرزد ہوتی ہے تو وہ کہتی ہیں۔ ایسا میری بہن کر رہی ہے۔ اس لیے میں بھی وہی کر رہی ہوں۔"

"میری بہن آج تم سے باتیں کر کے کتنی خوشی ہو رہی ہے، میں بیان نہیں کر سکتی۔ یہ تم نے ٹیلی پیتھی کا علم کیسے حاصل کیا ہے؟"

"ممی کو ایک وچ لیڈی نے بتایا تھا کہ ان کی بیٹیاں کوئی غیر معمولی علم حاصل کریں گی جس کے ذریعے ممی دنیا کی سب سے دولت مند خاتون بن جائیں گی۔ میں نے بارہ برس کی عمر میں شمع کی لو کو تکنا شروع کیا تو کہنے لگیں۔ وچ لیڈی کی پیش گوئی پوری ہونے والی ہے۔ اس لیے میں ایسی حرکتیں کر رہی ہوں۔"

بہن کی بات سن کر میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "دراصل میں نے بارہ برس کی عمر سے شمع بینی کا آغاز کیا تھا تم بھی بے اختیاری کرنے لگی تھیں۔ مجھے یقین ہے جو علم اور جو تربیت میں نے حاصل کی ہے اسے تم نے بھی حاصل کیا ہے۔"

"ہاں، بہت سے علوم اور بہت ساری مہذب عادتیں مجھے ماں نے نہیں سکھائیں۔ میں آپ ہی آپ سیکھتی گئی ہوں۔ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ میں نے عربی، انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور فارسی زبانیں تمھاری بدولت سیکھی ہیں۔"

"اور میں نے ترکی اور عبرانی زبان تم سے سیکھی ہے۔ ہم دو جسم ہیں مگر ایک دماغ ہیں۔"

وہ بولی۔ "ہاں، ہم ٹیلی پیتھی کا رابطہ قائم کرنے سے پہلے پیدائش کے وقت سے ہی قدرتی طور پر ٹیلی پیتھی کا رابطہ رکھتی تھیں اور یہ رابطہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔"

"میرا نام لیلیٰ شیخ ہے، تمھارا نام؟"

"باربرا نیومین۔"

"میری بہن، تم مسلمان باپ کی بیٹی ہو۔ تمھارا نام اسلامی طرز کا ہونا چاہیے۔"

"ممی مجھے اسی نام سے مخاطب کرتی تھیں۔ جب ہوش سنبھالا تو پتا چلا، ممی نے ہنری نیومین نامی ایک بے انتہا دولت مند شخص سے شادی کی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ میں اس شادی سے چھ سال پہلے پیدا ہوئی تھی۔ تب ممی نے بتایا کہ میں ایک مسلمان غلام البرقی نامی ڈاکو کی بیٹی ہوں۔ اونچی مہذب سوسائٹی میں وہ خود کو ایک ڈاکو کی بیوی اور مجھے بیٹی ظاہر کرتے ہوئے انسلٹ محسوس کرتی تھیں۔ اس لیے انھوں نے اپنے دوسرے شوہر کے مطابق مجھے باربرا نیومین کا نام دیا ہے۔"

"ہمارے بابا ڈاکو نہیں بہت بڑے عالم ہیں۔ شیخ الفارس غلام البرقی کے نام سے مخاطب کیے جاتے ہیں۔ بڑے بڑے ملکوں کے حکمران انھیں احتراماً شیخ صاحب کہتے ہیں۔ مجھے اپنے بابا پر ناز ہے۔ کیا تمھیں نہیں ہے؟"

"تم جتنی شدت اور عقیدت سے بابا کو چاہتی ہو۔ اتنے ہی دلی لگاؤ سے قدرتی طور پر میں بھی انھیں چاہتی ہوں۔ یہ ہمارے قدرتی رابطے کا تقاضا ہے۔ یقیناً تم بھی میری طرح ممی کو شدت سے چاہتی ہو گی۔"

"ہاں، بہت چاہتی ہوں۔ سوچتی ہوں، وہ کیسی ممتا بھرا دل رکھنے والی ماں ہوں گی۔ ان سے کبھی ملوں گی تو وہ کس طرح مجھے گلے لگا کر پیار کریں گی۔"

"یہی باتیں میں بابا کے متعلق سوچتی ہوں۔"

"تمھیں باپ کا پیار نہیں ملا اور مجھے ماں کا۔ آج ہم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک دوسرے کو ڈھونڈ نکالا ہے۔ اب تمھیں باپ کا اور مجھے ماں کا پیار مل سکتا ہے۔"

"یہ شاید اتنا آسان نہیں ہے کیونکہ ممی ہمارے بابا سے سخت نفرت کرتی ہیں۔ وہ مجھے بابا سے ملنے نہیں دیں گی۔"

میں نے کہا۔ "ہمارے بابا کسی سے نفرت نہیں کرتے ہیں۔ میں ممی سے ملنے آؤں گی۔ انھیں سمجھاؤں گی۔"

"وہ نہیں سمجھیں گی۔"

"دیکھو بہن، ہم بالغ ہیں۔ اپنے طور پر جائز فیصلوں کے مطابق عمل کر سکتی ہیں اور جائز بات یہ ہے کہ تم مسلمان باپ کی بیٹی ہو، جب چاہو اپنے باپ سے ملاقات کر سکتی ہو۔"

"تم میرے پاس آؤ پھر ہم ممی کو سمجھائیں گے۔"

"میں ضرور آؤں گی۔ یہ بتاؤ کہ کیا ممی کو تمھاری خیال خوانی کا علم ہے؟"

"نہیں ہے۔ ابھی پہلی بار میں نے خیال خوانی کی ہے۔"

"ہمارے بابا کی ایک نصیحت پر عمل کرو گی؟"

"زندگی میں پہلی بار باپ کی نصیحت سنوں گی تو اس پر دل و جان سے عمل کروں گی۔"

"ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہونے والی بات ممی کو نہ بتاؤ۔ گونگی

دلواروں سے بھی ذکر نہ کرنا۔"

"لیکن ماں سے بات چھپانا کیا مناسب ہے؟"

"اپنی اور ممی کی سلامتی کے لیے یہ ضروری ہے۔ بڑے بڑے ممالک اور خطرناک تنظیموں کے سربراہوں تک تمھاری ٹیلی پیتھی کی خبر پہنچے گی تو وہ تمھیں زندہ یا مردہ حاصل کرنا چاہیں گے۔ تمھارا علم ان کے کام آئے گا تو تمھیں زندہ رکھیں گے، ورنہ مختلف ہتھکنڈوں سے قتل کر دیں گے۔ ممی کو اغوا کر کے ان پر مظالم ڈھا کر تمھیں ان کے مفاد میں خیال خوانی پر مجبور کریں گے۔"

"تم درست کہتی ہو۔"

"ہمارے بابا دُور اندیش ہیں۔ انھوں نے کسی پر یہ ظاہر نہیں کیا ہے۔ کہ میں ان کی بیٹی ہوں۔ میرے سرٹیفکیٹ اور دیگر اہم کاغذات سے بابا کا معلوم ہو سکتا ہے لیکن میں گمنام اور محتاط زندگی گزار رہی ہوں۔ کاغذات میں شیخ الفارس نہیں صرف غلام برقی لکھا ہوا ہے۔ ہم دونوں جب تک ٹیلی پیتھی کا علم چھپائے رکھیں گی، تب تک ہمارے والدین پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

"میں تمھاری بات اچھی طرح سمجھ گئی ہوں۔ وعدہ کرتی ہوں یہ علم ممی پر یا کسی پر بھی ظاہر نہیں کروں گی۔"

"تم بہت اچھی ہو۔"

"اچھی تو تم ہو، تمھاری وجہ سے میں نے ذہانت حاضر دماغی، سانس روکنے کا فن اور ٹیلی پیتھی کا زبردست علم حاصل کیا ہے۔ تم کب آ رہی ہو؟"

"ابھی بابا سے باتیں کروں گی۔ انھیں دو خوش خبریاں سناؤں گی۔ ایک تو یہ کہ ہمیں ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہو گیا ہے، دوسرے یہ کہ تم سے رابطہ ہو چکا ہے۔ یہ خوش خبری سنانے کے بعد تم سے کہوں گی کہ بابا کے دماغ میں آؤ، کیوں ٹھیک ہے نا؟"

"ٹھیک ہے، میں بے چینی سے انتظار کروں گی۔"

"انتظار کرنے کی ضرورت کیا ہے۔ تم میرے دماغ میں رہ سکتی ہو یا جب چاہو میرے پاس آ سکتی ہو۔"

میں نے یہ خوش خبری سنانے کے لیے بابا کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ وہ مراقبے میں تھے انھوں نے سانس روک لی۔ مراقبہ توڑ کر پوچھا: "بیٹی رسونتی، تم ہو؟"

"بابا جانی! میں ہوں آپ کی بیٹی لیلیٰ۔ ابھی میں نے خیال خوانی کی کوشش کی تو حیران رہ گئی۔ بابا جانی! آج میں بہت خوش ہوں، مجھے ٹیلی پیتھی کا علم آ گیا ہے۔ کیا آپ کو یقین آ رہا ہے؟"

"ہاں، بابا کی جان! میرے اندر کوئی شیطان ٹیلی پیتھی جاننے والا آواز اور لہجہ بدل کر نہیں آ سکتا۔ مجھے یقین ہے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی کامیابی عطا کی ہے۔ میں نمازِ شکرانہ ادا کر رہا ہوں، تم دس منٹ بعد آؤ۔"

"بابا جانی! شکرانے کی دو نمازیں ادا کریں۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہی اپنی بہن کے پاس پہنچ گئی تھی۔ میں نے آپ کی بیٹی سے خوب باتیں کی ہیں۔"

یہ خوش خبری سنتے ہی وہ ایک دم سے ساکت ہو گئے، جیسے خوشی کے مارے دم نکلتے نکلتے رہ گیا ہو۔ وہ خلا میں تکتے رہ گئے۔ آنکھیں مسرت کے آنسوؤں سے بھیگنے لگیں۔ پھر انھوں نے ایک لمبی سانس کھینچ کر کہا: "میری بچی، کیسی ہے میری بچی؟ وہ آرام سے ہے؟ بابا کی جان مجھے یاد کرتی ہے؟"

میری بہن میرے ذریعے بابا جانی کے دماغ میں پہنچی تھی، کہنے لگی: "بابا جانی! میں آپ کی دوسری بیٹی ہوں، آپ کو بہت یاد کرتی ہوں، بہت یاد کرتی ہوں، یاد کرتے کرتے رونے لگتی ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ فرطِ جذبات سے رونے لگی۔ میں نے کہا: "کیا کرتی ہو بہن، دیکھو بابا جانی بھی رونے لگے ہیں۔"

وہ بولی: "میں ابھی آؤں گی۔ آپ نے لیلیٰ کو بچپن سے گود میں کھلایا ہے، اسے سینے سے لگایا ہے، اسے اپنے پہلو میں سلایا ہے، میں بھی آپ کے زانو پر سر رکھ کر سوؤں گی۔ آپ بولتے رہیں گے تو آپ کی ہر بات لوری کی طرح سنائی دے گی۔"

وہ بڑی دیر تک محبت کی پاکیزگی میں ڈوب کر ایک دوسرے سے بولتے رہے، پھر بابا جانی نے توبہ کرتے ہوئے کہا: "توبہ توبہ، میں مسرتوں کے سمندر میں ڈوب کر اپنے مالکِ مطلق کو بھول گیا۔ میں اس کا ہر سانس میں شکر ادا کرتا رہوں، دن رات عبادت کرتا رہوں، تب بھی عبادت کا حق ادا نہ ہو۔ میری بچیو! ابھی جاؤ، میں نمازِ شکرانہ ادا کر رہا ہوں۔"

ہم ان کے دماغ سے آ گئے۔ ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے۔ یہ پلاننگ کرتے رہے کہ کس طرح ایک دوسرے سے اور بابا جانی سے ملنا چاہیے۔ بعد میں انھوں نے کہا: "میں تمھارے پاس لندن آ رہا ہوں۔ کیا میری دوسری بیٹی موجود ہے؟"

وہ بولی: "میں موجود ہوں۔ آپ لیلیٰ سے ملنے آئیں، تب بھی موجود رہوں گی۔ میرا تو جی چاہتا ہے۔ روح بن کر آپ کے اندر سما جاؤں۔"

"میں خوش نصیب ہوں، میری بیٹیاں کتنا پیار کرتی ہیں لیکن تمھیں اس طرح خیال خوانی میں مصروف دیکھ کر تمھاری ممی کیا سوچتی ہوں گی؟"

"ابھی خیال خوانی شروع کیے دو گھنٹے ہوئے ہیں۔ ممی سے سامنا نہیں ہوا ہے۔ جب ہو گا تو میں نیند کا بہانہ کر کے اپنی خواب گاہ میں آ جاؤں گی۔"

میں نے کہا: "بابا جانی! میں نے بہن کو سمجھا دیا ہے کہ وہ اپنے اور ممی کے تحفظ کی خاطر ممی کو ٹیلی پیتھی کے متعلق نہ بتائے ورنہ دشمن پیچھے پڑ جائیں گے۔"

"میں اپنی خیال خوانی کبھی کسی پر ظاہر نہیں کروں گی۔"

وہ رات کی فلائٹ سے میرے پاس آئے۔ دو بیٹیوں کو پا کر بہت خوش تھے، کہنے لگے: "مجھ پر ادارے کی بہت زیادہ ذمے داریاں ہیں، ورنہ ابھی اپنی بیٹی سے استنبول ملنے چلا جاتا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہماری ملاقات ہو رہی ہے۔"

میں نے کہا: "اب آپ زبان سے گفتگو نہ کریں۔ میں بہن کے ساتھ آپ کے دماغ میں آ رہی ہوں۔"

وہ دماغ میں پہنچ کر بولی: "بابا جانی! آپ مجھے بیٹی کہتے ہیں۔ لیلیٰ مجھے بہن کہہ کر مخاطب کرتی ہے۔ میرا کوئی نام ہونا چاہیے وہ یہودی نام نہ مجھے پسند ہے نہ آپ کو گوارا ہے۔"

انھوں نے کہا: "جب میں نے لیلیٰ کا نام فال نامے میں سے منتخب کیا تو ان لمحات میں تم بھی میرے دل میں دھڑک رہی تھیں۔ میں نے فال کے مطابق تمھارا نام سلطانہ منتخب کیا تھا۔ میں تمھیں سلطانہ کہوں؟"

وہ خوش ہو کر بولی: "مجھے ایسے لگتا ہے میں آج پیدا ہوئی ہوں۔ آج میرا نام رکھا گیا ہے۔ باپ کی زبان سے بیٹی کے اس نام میں محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔"

"سلطانہ بیٹی! میں دو دن کے لیے ادارے سے باہر آیا ہوں۔ صبح کی فلائٹ سے لیلیٰ کے ساتھ استنبول آؤں گا۔"

"اوہ بابا جانی! آپ کتنے اچھے ہیں میری برسوں کی آرزو پوری کر رہے ہیں۔ آپ کو اور لیلیٰ کو دیکھنے کی خوشی میں نیند نہیں آئے گی۔ مجھے بتائیں کس فلائٹ سے آ رہے ہیں۔ میں ائرپورٹ میں موجود رہوں گی۔"

"خوشی اور جذبات پہ قابو رکھو۔ کسی طرح بھی اپنی ممی کو شبہ نہ ہونے دو کہ تم ہم سے ملنے والی ہو۔ ہمارا قیام محمت جمال پاشا کے محل میں ہو گا۔ تم نہایت پاک صاف ہو کر حضرت خواجہ صلاح الدین ترکی کے حجرے میں آؤ گی جو مسجدِ رومی کے عقب میں ہے اسی حجرے میں ہماری ملاقات ہو گی۔"

"کیا آپ لیلیٰ کو ممی سے ملنے کی اجازت نہیں دیں گے؟"

"ضرور دوں گا۔ ماں بیٹی کو ضرور ملنا چاہیے۔ میں کل شام کو واپس چلا آؤں گا۔ لیلیٰ وہاں رہے گی۔"

وہ رات کے نو بجے میرے پاس آئے تھے۔ ہم سے ایک گھنٹے تک باتیں کرتے رہے، پھر رات کے کھانے کے بعد ایک کمرے میں جا کر عبادت میں مصروف ہو گئے۔ وہ لوگوں سے کم ملتے تھے۔ میرے پاس آتے تو صرف کھانے کے دوران گفتگو کرتے، ورنہ یادِ الٰہی میں گم ہو جاتے۔ وہ دنیا والوں کو اتنا ہی وقت دیتے تھے جتنا ان کے دکھ مصیبت میں کام آ سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں میں شفا دی تھی۔ پرانے سے پرانے مرض میں مبتلا رہنے والا ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتا مرض سے نجات حاصل کر کے جاتا۔ کوئی بھی پیچیدہ مسئلہ ہو، ان کی ہدایت پر عمل کرنے سے سلجھ جاتا۔

میں رات کو دیر تک مطالعہ کرنے کی عادی ہوں۔ بچپن سے صرف چار گھنٹے سونے کی عادت ہے۔ صبح چار بجے اٹھ کر جوگنگ اور ہلکی ورزش کرتی ہوں۔ جب میں صبح کی دوڑ لگا کر گھر آئی تو بابا جانی فجر کی نماز سے فارغ ہو گئے تھے۔ ہم نے ہلکا سا ناشتا کیا، کافی پی پھر ائرپورٹ کے لیے روانہ ہو گئے۔ سلطانہ کی تمام عادتیں میری طرح تھیں۔ وہ بھی رات کو صرف چار گھنٹے سوتی تھی۔ صبح اُٹھ کر جوگنگ اور یوگا کی مشقیں کرتی تھی۔ جب ہمارا سفر شروع ہوا تو وہ میرے پاس آ گئی۔ میرے ذریعے بابا جانی سے بولی: "مجھے ماں کی شکایت نہیں کرنی چاہیے لیکن باپ سے کہنا ضروری ہے۔ وہ کسی رئیسِ اعظم سے میری شادی کرنا چاہتی ہیں اور مجھے شادی کے ذکر سے بے زاری ہوتی ہے۔ ابھی میں نے دو چار ملکوں کی سیر کی ہے جبکہ میں ساری دنیا دیکھنا چاہتی ہوں..."

"یہ شوق اچھا ہے۔ دنیا کو دیکھنا اور سمجھنا چاہیے۔ علم میں اضافہ ہوتا ہے، ذہانت بڑھتی ہے۔ شادی مناسب وقت میں ہونی چاہیے۔"

"ممی کو دولت کی ہوس ہے کہتی ہیں میں بیس برس کی ہو گئی ہوں لیکن اب تک دولت مند بننے کا کوئی غیر معمولی علم حاصل نہیں کیا ہے۔ وچ لیڈی کی پیش گوئی پوری نہیں ہو رہی ہے..."

"بیٹی! وچ لیڈی کے شیطانی علم نے درست کہا تھا۔ تم دونوں بہنوں نے غیر معمولی علم حاصل کیا ہے لیکن بیس برسوں کی عبادت اور ریاضت سے مجھے جو روحانی قوت حاصل ہوئی ہے وہ قوت کہتی ہے جس دن تمھاری ماں بے انتہا دولت حاصل کرے گی، اسی دن اس کا دم نکل جائے گا۔ وچ لیڈی کی پیش گوئی

کے مطابق اسے بہت دولت ملے گی اور میرے علم کے مطابق دولت یہیں رہ جائے گی اس کے ساتھ صرف اس کے اعمال جائیں گے۔ ایسا سب کے ساتھ ہوتا ہے لیکن افسوس سب ہی دولت کو پہچانتے ہیں۔ اعمال کو نہیں سمجھتے۔"

"بابا جانی! آپ نے ممی کے متعلق بڑی تشویش ناک پیش گوئی کی ہے۔ وہ جیسی بھی ہیں ہمارے لیے دنیا کی سب سے اچھی اور پیاری ممی ہیں۔"

انھوں نے کہا۔ "ایسا سر اولاد کو سمجھنا چاہیے۔ تمھاری ممی کی عمر طویل ہو سکتی ہے۔ اسے سمجھاؤ کہ وہ دولت سے دُور رہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "دولت ان کی موت کا سبب بن سکتی ہے؟"

"یہ ستاروں کی چال ہے۔ تقدیر کے تماشے سب کی سمجھ میں نہیں آتے۔ تمھاری ماں کو نیلم پتھر راس نہیں آتا۔ اس کی موجودگی تمھاری ماں کے لیے مصائب کے راستے کھولتی ہے۔ وچ لیڈی نے اسے نیلم پہننے کا مشورہ دیا تھا جب اس نے پہلی بار نیلم کی انگوٹھی پہنی تو میں ڈاکو کی حیثیت سے اس کے محل میں داخل ہوا تھا۔ میرے ذریعے اسے ایک نایاب ہیرا ملا اور تم دو بیٹیاں ملیں جو اسے بے انتہا دولت مند بنانے والی تھیں۔ اس طرح یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ نیلم اسے فائدے پہنچاتا ہے۔ جبکہ تمھاری ماں کے برج کے مطابق نیلم مستقبل میں نقصان دہ نتائج کا حامل ہوتا ہے۔ اسے یہ نقصان پہنچا کہ میں نے تمھیں اس سے چھین لیا۔ ہیرا واپس لے لیا۔ وہ دولت حاصل کرنے کے لیے سلطانہ کو وچ لیڈی کے سائے میں رکھ کر شیطانی علم سکھا سکتی تھی لیکن میں نے تمھاری پرورش اتنے محتاط انداز میں کی جس کے نتیجے میں تم قدرتی طور پر اس سے متاثر ہوتی رہیں۔ تمھیں انجانے میں ایمان اور تہذیب کا درس ملتا رہا۔ جس کے سبب تم شیطانی علوم کی طرف مائل نہ ہو سکیں۔ یوں دیکھا جائے تو نیلم تمھاری ماں کے لیے نقصان دہ اور تم دونوں کے لیے فائدہ مند رہا ہے۔"

سلطانہ نے کہا۔ "لیکن ممی نے بہت پہلے ہی وہ نیلم کی انگوٹھی اتار دی ہے۔ وچ لیڈی نے مشورہ دیا ہے کہ وہ آیندہ اپنے محل میں نیلم پتھر نہیں رکھیں گی، پھر وہ پتھر ان کی موت کا سبب کیسے بنے گا؟"

"بیٹی! یہ قدرت کے بھید ہیں۔ ہم اللہ والوں کو ایک حد تک زبان کھولنے کی اجازت ہے۔ اس حد سے آگے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ جب کہنے پر پابندی ہوتی ہے تو ہم بندوں کو ہدایت کرتے ہیں، صراطِ مستقیم دکھاتے ہیں۔ تمھاری ماں کے لیے بھی ہدایت ہے کہ وہ دنیا کی نہیں، دین کی دولت حاصل کرے، ورنہ حیات مختصر ہو جائے گی۔"

میں نے اور سلطانہ نے عہد کیا کہ اپنی ماں کی طویل عمری کے لیے انھیں دولت سے دُور رکھا جائے گا۔ ابھی ہمیں بہت سے تجربات سے گزرنا تھا۔ ہمیں یہ سمجھ نہیں تھی کہ انسان کا ظاہری حلیہ بدلا جا سکتا ہے۔ کسی حد تک اس کے خیالات بدلے جا سکتے ہیں لیکن اس کی نیت نہیں بدلی جا سکتی۔ اور دولت پرستوں کی نیت کو بدلنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔

میں بابا جانی کے ساتھ استنبول کے ائرپورٹ پر پہنچی تو سلطانہ نے ہمیں سرپرائز دیا۔ وہ ہمارے استقبال کے لیے موجود تھی۔ اسے ٹیلی پیتھی کے رابطے سے پہچاننا آسان تھا۔ یہ رابطہ نہ ہوتا تب بھی وہ مجھ سے مختلف نہ تھی۔ وہ سر سے پاؤں تک میں ہی میں تھی۔ وہ میرا ہی قد میری ہی جسامت رکھتی تھی۔ چہرے کا ایک ایک نقش میرے ہی جیسا تھا۔ وہ بابا جانی کو دیکھتے ہی دوڑتی ہوئی آئی اور ان کے گلے لگ گئی۔ انھوں نے اس کی پیشانی کو چوم لیا۔ پھر وہ مجھ سے لپٹ کر بولی۔ "ہم پیدائش کے وقت ایک دوسرے سے جڑی ہوئی تھیں۔ بیس برس کے بعد تقدیر نے ہمیں پھر جوڑ دیا ہے۔"

میں کیا بتاؤں، وہ کتنی پیاری تھی۔ میری آنکھوں سے دل میں اتر رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا میں آئینے میں خود کو دیکھ رہی ہوں۔ اس کی تعریفیں کروں گی تو گویا اپنے ہی منہ سے اپنے ہی حسن و جمال کی اور جاذب نظر ہونے کی باتیں کروں گی۔ بابا جانی ہم دونوں کو باری باری سنجیدگی سے دیکھ رہے تھے۔ شاید دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کر رہے تھے۔ پھر وہ ایک شخص کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ اپنے لباس اور ظاہری شان و شوکت سے کوئی رئیسِ اعظم لگتا تھا۔ ہم دونوں بہنوں کو حیرانی اور للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ بابا جانی سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "آپ جیسی بزرگ ہستی نے میرے ہاں قیام کا ارادہ کیا ہے۔ آج میں خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھ رہا ہوں۔ بائی دی وے، یہ دوشیزائیں کون ہیں؟ بہنیں لگتی ہیں؟"

"جی ہاں سگی بہنیں ہیں۔ ماں باپ کے ہوتے ہوئے ولدیت سے محروم ہیں۔ میں ان کے متعلق اس سے زیادہ نہیں کہوں گا اور آپ بھی کوئی سوال نہیں کریں گے۔"

"بے شک، میں آیندہ کوئی سوال نہیں کروں گا۔ آپ انھیں بھی میری مہمان بنا کر میری خوش نصیبی میں اضافہ کر رہے ہیں... تشریف لائیے۔"

وہ بابا جانی کے ساتھ ایک طرف کو چلنے لگا۔ ہم بہنیں ان کے پیچھے تھیں اور ہمارے پیچھے اس رئیسِ اعظم محمت جمال پاشا کے حواری تھے۔ ہمیں ایک بہت ہی قیمتی کار میں بٹھایا گیا۔ اس کار کے تین حصے تھے۔ اگلی سیٹوں پر ڈرائیور اور باڈی گارڈ تھے۔ درمیانی

سیٹوں پر بابا جانی اور جمال پاشا بیٹھ گئے۔ ہم پچھلی سیٹوں پر آ گئیں۔ جب کار آگے بڑھ گئی تو میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ "بابا جانی! مجھے یہ جمال پاشا غلط آدمی لگتا ہے۔"

انھوں نے جواب دیا۔ "میں نے تمھیں قیافہ شناسی کی تعلیم اسی لیے دی ہے کہ لوگوں کو پہلی نظر میں پہچانو۔ جب پہچان رہی ہو تو مجھ سے تصدیق نہ کراؤ۔"

سلطانہ نے کہا۔ "اس کی آنکھیں اور چہرے کی بناوٹ بتاتی ہے کہ یہ شرابی، عیاش اور کینہ پرور ہے۔ آپ ایسے شخص کے ہاں اپنی بیٹیوں کو کیوں لے جا رہے ہیں؟"

"بیٹی! میں مقدر کا لکھا پورا کر رہا ہوں۔ اس سے زیادہ نہیں کہوں گا۔ تمھیں رفتہ رفتہ معلوم ہو جائے گا۔"

محمت جمال پاشا نے سر گھما کر ہمیں دیکھتے ہوئے کہا۔ "حضور شیخ صاحب کی خاموشی بتا رہی ہے کہ یہ یادِ الٰہی میں مصروف ہیں۔ لہٰذا ہم تو گفتگو کر سکتے ہیں۔ تم دونوں میری مہمان ہو۔ میں تم میں سے کسی کو بور ہونے نہیں دوں گا۔ میرے محل میں تفریحات کا خاصا انتظام ہے۔ اس کے باوجود میں تمھیں پورے استنبول کی سیر کراؤں گا۔ پرنسس آئی لینڈ دیکھنے اور تفریح کرنے کی جگہ ہے۔ میرے ذاتی ہیلی کاپٹر میں جہاں جانا چاہو گی وہاں لے جاؤں گا۔ کیا پہلی بار اس شہر میں آئی ہو؟"

سلطانہ نے کہا۔ "مسٹر پاشا! تم نے ائرپورٹ پر وعدہ کیا تھا کہ ہمارے متعلق کوئی سوال نہیں کرو گے۔ یہ بھی ایک سوال ہے کہ ہم پہلی بار یہاں آئی ہیں یا دوسری بار۔"

وہ سر ہلا کر بولا۔ "جی ہاں، جی ہاں۔ میں نے بھول سے سوال کیا ہے اب نہیں کروں گا۔"

سلطانہ کے جواب نے اسے خاموش کر دیا تھا لیکن وہ پہلی ہی ملاقات میں ہم سے دوستی کرنے کے لیے بے چین ہو گیا تھا۔ اس نے کہا۔ "مجھ پر پابندی ہے تم دونوں بول سکتی ہو۔"

سلطانہ نے پوچھا۔ "مثلاً ہمیں کیا بولنا چاہیے؟"

"یہی کہ تمھارا کیا شغل ہے؟ کھانے میں کیا پسند کرتی ہو وغیرہ وغیرہ۔"

"لڑکیاں اپنے اپنے ملک اور ماحول کے مطابق کوئی شغل اختیار کرتی ہیں اور اپنے ملک میں دستیاب ہونے والے کھانے پسند کرتی ہیں۔ اگر ہم نے اپنا شغل اور پسند کا کھانا بتایا تو تم معلوم کر لو گے کہ ہمارا تعلق کس ملک کس ماحول اور کس خاندان سے ہے۔ بہت ہوشیار ہو اس بار کوئی سوال کیے بغیر جواب پوچھ رہے ہو۔"

وہ بے چینی سے کراہتے ہوئے بولا۔ "ہوشیار تو تم ہو میری بولتی بند کر رہی ہو۔"

میں نے بابا جانی کے دماغ میں جا کر پوچھا۔ "کیا میں اس کے دماغ میں جاؤں؟"

"ہر اس شخص کے دماغ میں جا سکتی ہو جس کے متعلق یقین ہو جائے کہ وہ تمھاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔ جمال پاشا شرابی ہے اور شرابی کا ذہن کند ہوتا ہے۔ وہ حساس نہیں ہوتا لیکن میری موجودگی میں اس کے خیالات نہ پڑھنا۔"

میں ان کی ہدایت سے مجبور ہو گئی۔ انھوں نے سوچ سمجھ کر منع کیا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا وہ ہمارے حسن و شباب کے لیے بُری طرح للچا رہا تھا اور بابا جانی کو بڈھا اور کباب میں ہڈی کہہ رہا تھا۔ ہم اپنے باپ کی توہین برداشت نہ کرتے اور یہ کمینہ خیال پڑھ کر تو برداشت ہی نہ ہوتا کہ وہ ہمیں حاصل کرنے کے لیے بابا جانی کو قتل بھی کر سکتا ہے۔ اسی لیے انھوں نے فی الحال خیال خوانی سے باز رکھا تھا۔

محل میں پہنچ کر جمال پاشا ہمیں وہاں کی آرائش اور شان و شوکت دکھانا چاہتا تھا۔ بابا جانی نے کہا۔ "پھر کسی وقت محل کی سیر کی جا سکتی ہے۔ ہم ایک گھنٹا آرام کرنے کے بعد مسجدِ رومی جائیں گے، پھر شام کو واپس آئیں گے۔"

وہ بابا جانی سے بحث نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے اطمینان کے لیے یہی کافی تھا کہ ہم شام کو واپس آئیں گے۔ اس نے مزید اطمینان کے لیے اپنی گاڑی دی۔ ڈرائیور اور باڈی گارڈز کو ہمارے ساتھ لگا دیا۔ مسجدِ رُومی سے متصل ایک خانقاہ تھی۔ وہیں ایک حجرے میں حضرت خواجہ صلاح الدین شرفی قیام فرما تھے۔ بابا جانی نے ان سے ملاقات کا وقت مقرر کر رکھا تھا۔ ہم وہاں پہنچے تو ایک تختۂ سیاہ پر لکھا ہوا تھا۔ "حضرت آج شام تک مصروف ہیں۔ عقیدت مندوں سے بعد نمازِ عشا ملاقات کریں گے۔"

ہماری ملاقات کے سبب دوسرے عقیدت مندوں سے معذرت طلب کر لی گئی تھی۔ حضرت حجرے کے دروازے پر بابا جانی کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ دونوں نے مصافحہ کیا۔ ایک دوسرے کو گلے لگایا۔ ہم نے حضرت کی تعظیم کی۔ انھوں نے شفقت سے سر پر ہاتھ رکھ کر دُعائیں دیں، پھر ہمیں حجرے کے اندر لے آئے۔ وہاں ہم ایک گوشے میں بیٹھ گئے۔ دونوں بزرگ ایک دوسرے کے سامنے دو زانو ہو گئے۔ سر جھکا کر جیسے مراقبے میں چلے گئے۔ ان کی طویل خاموشی اور کبھی کبھی سر ہلانے کا انداز بتاتا تھا کہ وہ ایک دوسرے سے بول رہے ہیں اور اکثر باتوں پر سر ہلا کر ایک دوسرے کی تائید کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان کی زبانیں چپ تھیں۔ میری اور سلطانہ کی اتنی جرأت نہیں تھی کہ اللہ والوں کے دماغوں میں جاتے اور ان کے بھید معلوم کرتے۔

بڑی دیر بعد حضرت صلاح الدین شرفی نے ہمیں مخاطب کیا۔
"بیٹی لیلیٰ، بیٹی سلطانہ، تمھارا باپ تمھیں ایک خاص مقصد کے لیے یہاں لایا ہے۔ تم دونوں قدرتی طور پر ایک ہی فطرت ایک ہی مزاج رکھتی ہو۔ تم دونوں میں اتنی گہری روحانی وابستگی ہے کہ ایک جو علم سیکھتی ہے دوسری بھی از خود وہ علم سیکھنے کے مراحل سے گزر جاتی ہے۔ اب تک کے تجربات یہی ثابت کرتے ہیں۔"
وہ چند لمحوں کے لیے خاموش ہوئے پھر بولے "لیکن اب تم بچیاں نہیں رہیں۔ اب تمھارے جذبات، احساسات اور خیالات کو ایک دوسرے سے الگ ہونا چاہیے۔ ورنہ تمھاری ازدواجی زندگی الجھنوں کا شکار ہو جائے گی۔ ایک جس شخص کو جیون ساتھی کی حیثیت سے پسند کرے گی۔ دوسری بھی اس سے بے اختیار وابستہ ہو جائے گی اور یہ انتہائی غلط بات ہو گی۔"
وہ پھر چند لمحوں کے لیے خاموش ہوئے اس کے بعد بولے۔
"تم دونوں کی آواز اور لہجے میں بھی فرق ہونا چاہیے، ورنہ دشمن خیال خوانی کرنے والے ایک کو کسی طرح گرفت میں لے کر دوسری کے دماغ میں بھی پہنچ جائیں گے اگر ایک کو نہیں معلوم ہو گا کہ دوسری کہاں روپوش ہے تو وہ دوسری کے دماغ میں پہنچ کر اس کی پناہ گاہ معلوم کریں گے۔ اور اگر دونوں کی آواز اور لہجہ مختلف ہو گا تو دونوں تک بیک وقت کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔"
ہماری یکسانیت کو ختم کرنے میں جو بہتری تھی وہ ہماری سمجھ میں آگئی تھی۔ یوں دیکھا جائے تو باباجانی ہم پر تنویمی عمل کر کے ہم بہنوں کے مزاج کو مختلف بنا سکتے تھے۔ انھیں استنبول آنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن تنویمی عمل کے دوران وہ جو باتیں ایک بیٹی کے ذہن میں نقش کرتے وہی دوسری کے دماغ میں نقش ہو جاتیں۔ اس کی ایک ہی صورت تھی کہ ہم دونوں پر بیک وقت روحانی عمل ہو۔ اس لیے وہ حضرت خواجہ صلاح الدین شرفی کے پاس ہمیں لائے تھے۔
حضرت خواجہ صاحب نے مجھے اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا۔ ہمارے درمیان ایک رحل پر کلام پاک رکھا گیا۔ ٹھیک اسی طرح سلطانہ باباجانی کے سامنے دوزانو ہو گئی۔ ان کے درمیان بھی ایک کلام پاک تھا۔ ہمارے آس پاس عود اور اگربتی کی پاکیزہ خوشبو پھیل رہی تھی۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ حضرت خواجہ میرے دماغ کے اندر کلام پاک کی وہ آیت تلاوت کر رہے تھے، جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس خالقِ مطلق نے انسانوں کو پیدا کیا اور ایک انسان کو دوسرے انسان سے مختلف رکھا تاکہ ان کی الگ الگ شناخت ہوتی رہے۔
پھر وہ دوسری آیتیں پڑھنے لگے۔ باباجانی سلطانہ کے دماغ میں مختلف آیتیں پڑھ رہے تھے۔ اس طرح کلام پاک کی آیتوں کے حوالے سے ہم بہنوں کے دماغ الگ ہو گئے تھے۔ ہمیں ایک دوسرے سے متاثر ہونے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ میرے دماغ میں ایک آیت گونج رہی تھی۔ اس کے دماغ میں دوسری آیت کا تاثر پیدا ہو رہا تھا۔ ہم ایک دوسرے کو بھولتے جا رہے تھے۔ اپنے اپنے روحانی عمل کے تاثر میں ڈوبتے جا رہے تھے۔
تھوڑی دیر بعد مجھے ہوش نہیں رہا، میں کہاں ہوں؟ کس حال میں ہوں؟ مجھے اپنی کوئی خبر نہیں تھی۔ میں سلطانہ کو بھول گئی تھی، ان لمحات میں وہ بھی مجھے فراموش کر چکی تھی۔ ایسا ہم نے دانستہ نہیں کیا تھا یہ سب ہمارے بزرگوں کی کرامات کا نتیجہ تھا۔
جب میں نے آنکھ کھولی تو باباجانی اور حضرت خواجہ صاحب حجرے میں نہیں تھے۔ اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ عصر کی نماز پڑھنے مسجد میں گئے تھے۔ میں نے سر گھما کر سلطانہ کو دیکھا، وہ بدستور آنکھیں بند کیے دوزانو بیٹھی تھی۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا۔ جب میں سوتی تو وہ بھی سوتی تھی، میں آنکھ کھولتی تو وہ بھی کھولتی تھی۔ آج اس نے میرے ساتھ آنکھ نہیں کھولی تھی۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ ہم پر روحانی عمل کامیاب رہا ہے۔
میں نے دھیمی آواز میں مخاطب کیا "سلطانہ!"
اس نے آنکھیں کھولیں، سر گھما کر مجھے دیکھا، پھر پوچھا: "کیا تم نے مخاطب کیا تھا؟"
"ہاں، کیا بات ہے؟"
وہ حیرانی سے بولی "کیا تم نے دھیان نہیں دیا کہ تمھاری آواز اور لہجہ بدل گیا ہے۔"
"ہاں، مجھے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔"
ایسا کہتے وقت میں نے غور کیا تو واقعی آواز اور گفتگو کے انداز میں تھوڑی سی تبدیلی آگئی تھی۔ میں نے سلطانہ سے کہا "میری پہلی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر دماغ میں آؤ۔"
اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی، پھر بولی "میں اپنے ہی دماغ میں رہ جاتی ہوں۔ کیونکہ اب ہمارا مشترکہ لہجہ نہیں ہے۔ اب یہ صرف میرا لہجہ ہو گیا ہے۔"
اس نے میری نئی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر پرواز کی تو میرے اندر پہنچ گئی۔ پھر بولی "یہ تو کمال ہو گیا۔"
میں نے اپنے بازو میں زور کی چٹکی لی، مجھے بڑی تکلیف ہوئی مگر وہ آرام سے بیٹھی رہی۔ یعنی اب ہماری تکلیف بھی ایک نہیں تھی۔ اس نے کہا "آج سے ہم چہرے اور جسامت میں ایک ہیں باقی خیالات، جذبات اور مزاج کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ ہماری پیدائشی اور فطری یکسانیت ختم ہو چکی ہے۔"
ہمارے بزرگ مسجد سے واپس آگئے۔ حضرت خواجہ صلاح الدین شرفی نے ہم دونوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دیں، پھر ہمیں جانے

کی اجازت دے دی۔ باباجانی ہمیں ساتھ لے کر حجرے سے باہر آئے، تب پتا چلا کتنا وقت گزر چکا ہے۔ ہم دن کے تقریباً گیارہ بجے حجرے میں گئے تھے اور عصر کے وقت نکلے تھے۔ اس تمام عرصے میں ہم پر کس طرح عمل ہوتا رہا اور کس طرح غفلت میں وقت گزرتا رہا، یہ ہمیں معلوم نہ ہو سکا۔
باباجانی نے پوچھا "بیٹی سلطانہ! تم ماں کے پاس نہیں جاؤ گی؟"
وہ بولی "آپ سے دُور رہنے کو جی نہیں چاہتا۔"
میں نے کہا "اور ماں کے قریب آکر میرا دل تڑپ رہا ہے۔ جی چاہتا ہے ابھی دوڑتی ہوئی ان کی آغوش میں پہنچ جاؤں۔"
انھوں نے کہا "جب ایک بیٹی باپ سے مل رہی ہے تو دوسری کو ماں سے ضرور ملنا چاہیے۔"
"میرے اچھے باباجانی، میں جاؤں۔"
"بے شک جاؤ، مگر اسے یہ نہ معلوم ہو کہ میں اس شہر میں ہوں۔"
میں نے سلطانہ سے کہا "تم نے ماں کے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے مگر محل کے بارے میں جاننا باقی ہے۔ میرے دماغ میں آتی جاتی رہنا اور مجھے گائیڈ کرتی رہنا۔"
ہم باتیں کرتے ہوئے محمت جمال پاشا کی کار کے پاس آئے وہ کار صبح گیارہ بجے سے ہمارے انتظار میں کھڑی ہوئی تھی۔ ڈرائیور اور باڈی گارڈ بھی موجود تھے۔ باڈی گارڈ نے باباجانی سے کہا "حضور، ہمارے آقا محمت جمال پاشا کئی بار اپنے محل سے خیریت معلوم کرنے آئے۔ ایک بار حجرے کی طرف گئے لیکن انھیں اندر جانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ وہ بہت غصے میں ہیں، آپ کے لیے پریشان ہیں۔"
میں سمجھ رہی تھی، وہ باباجانی کے لیے نہیں ہم بہنوں کے لیے پریشان تھا۔ ہمارے لیے تڑپ تڑپ کر محل سے یہاں آ رہا تھا۔ سلطانہ باباجانی کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ باڈی گارڈ نے مجھے دیکھا میں نے کہا "میں نہیں جاؤں گی۔"
میں باباجانی کو سلام کر کے وہاں سے چل پڑی۔ تھوڑی دُور تک فٹ پاتھ پر چلتی رہی، پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر مغربی استنبول کے ریلوے اسٹیشن کی طرف جانے کو کہا جس کے قریب ہی میری ماں کا وہ محل تھا جہاں میرے باباجانی نے گیارہ ماہ تک غلامانہ زندگی گزاری تھی۔
اگرچہ ماں نے باباجانی کو مجبور اور بے بس بنا کر رکھا تھا صرف ہمیں پیدا کرنے کے لیے ان سے رشتہ قائم کیا تھا اور محض دولت حاصل کرنے کے لیے ہمیں پیدا کیا تھا۔ اس کے باوجود ماں سے نفرت نہیں ہو رہی تھی۔ ان کی خود غرضی کے باوجود ان کی گود میں جانے کو دل مچل رہا تھا۔
سلطانہ میرے دماغ میں آکر ممی کے ملنے والوں، محل کی لیڈی گارڈز اور کنیزوں کے متعلق بتا رہی تھی، پھر اس نے پوچھا "کیا یہ تمام باتیں یاد رہیں گی؟ ارے ہاں، میں تو بھول ہی گئی۔ جب میری یادداشت حیرت انگیز ہے تو تمھاری بھی ہو گی۔"
میں نے کہا "باباجانی کے پاس دماغی طور پر حاضر رہو۔ انھیں جی بھر کے دیکھتی رہو اور باتیں کرتی رہو۔ مجھے ضرورت ہو گی تو میں مخاطب کروں گی۔"
وہ چلی گئی۔ میں نے ریلوے اسٹیشن کے قریب پہنچ کر ڈرائیور کو محل کی طرف جانے کے لیے گائیڈ کیا۔ ٹیکسی محل کے احاطے میں پہنچی تو گیٹ کے چوکیدار نے فون پر محل کے اندر اطلاع دی کہ بے بی یاریرا واپس آگئی ہیں۔ ٹیکسی پورچ میں جا کر رُکی۔ ایک لیڈی گارڈ نے ادب سے دروازہ کھولا پھر آہستگی سے بولی "بے بی، میڈم بہت غصے میں ہیں۔ صبح سے تمھاری تلاش میں پولیس والوں کو دوڑا رہی ہیں۔"
میں محل کے اندر آئی۔ گارڈ میرے ساتھ تھی۔ کنیزیں جھک جھک کر سلام کر رہی تھیں۔ پھر دو کنیزوں نے ممی کی خواب گاہ کا دروازہ کھولا۔ وہ اتنی شاندار خواب گاہ تھی کہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ ممی ٹھاٹھ سے شاہانہ طرز کے پلنگ پر تھیں۔ وچ لیڈی فرش پر ان کے قدموں کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے ممی کو ایک بار چور نظروں سے دیکھا، پھر ان کی طرف نظر نہیں کی۔ انھیں دیکھنے کے بعد دوڑ کر گلے لگنے کو جی چاہتا تھا۔ لیکن اس سے پہلے تھوڑی سی ایکٹنگ ضروری تھی۔
میں پلکیں جھپکائے بغیر ایک طرف تکنے لگی۔ ممی نے ڈانٹ کر پوچھا "تم رات کے تین بجے سے کہاں تھیں؟ مجھ سے جھوٹ نہ کہنا۔ لیڈی گارڈز نے اور گیٹ کے چوکیدار نے تمھارے یہاں سے جانے کا وقت نوٹ کیا ہے۔"
میں خواب گاہ کے دروازے پر کھڑی خاموشی سے خلا میں تکتی رہی۔ ممی نے پھر سختی سے پوچھا "خاموش کیوں ہو، جواب دو۔"
میں کیا بتاؤں، ماں کی ڈانٹ ڈپٹ کتنی اچھی لگ رہی تھی۔ زندگی میں پہلی بار ماں کا غصہ دیکھ رہی تھی۔ وہ غصہ محبت سے بھرپور لگ رہا تھا۔
وچ لیڈی نے فرش پر سے اٹھتے ہوئے ماں سے کہا۔ "اے میری مالکہ! ہماری بے بی کو کچھ ہو گیا ہے دیکھ، اسے غور سے دیکھ، وہ پلکیں نہیں جھپک رہی ہے۔"
ماں بستر سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ مجھے غور سے دیکھتے ہوئے قریب آنے لگی۔ جب بالکل قریب آگئیں تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ میں نے ممی کہہ کر ایک چیخ ماری، پھر ان سے لپٹ کر رونے لگی۔ وہ حیران اور پریشان ہو کر پوچھ رہی تھیں "کیا ہوا میری جان کو کیا ہوا؟ میں تو یونہی ڈانٹ رہی تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم رونے لگو گی۔"

میں ان کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر چوم لیا پھر کبھی لپٹنے لگی، کبھی چومنے لگی۔ میں اسی جسم سے پیدا ہوئی تھی۔ ان سے بار بار لگ کر عجیب طرح کی راحت اور روحانی مسرتیں حاصل ہو رہی تھیں۔ وہ پوچھ رہی تھیں: "بیٹی! یہ آج تجھے کیا ہو گیا ہے؟"

میں نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا: "ممی، میرا جی چاہتا ہے آپ سے ہمیشہ کے لیے چپک کر رہ جاؤں، پھر کبھی الگ نہ ہو سکوں۔"

انھوں نے ہنستے ہوئے مجھے پیار کیا، پھر میرا ہاتھ پکڑ کر وہ شاہانہ طرز کے پلنگ کے پاس آئیں۔ مجھے محبت سے بستر کے سرے پر بٹھایا۔ اس کے بعد بولیں: "اب بتاؤ، پچھلی رات کے تین بجے سے ابھی شام کے پانچ بجے تک کہاں تھیں؟"

میں نے ادھر اُدھر محتاط نظروں سے دیکھا، پھر رازداری سے کہا۔ "بیڈ روم کا دروازہ اندر سے بند کر دیں، کوئی ہماری بات نہ سنے۔"

وچ لیڈی نے خوش ہو کر کہا: "میری مالکہ! میں کل سے کہہ رہی ہوں، کوئی خاص بات ہونے والی ہے۔ ابھی دروازہ بند کرتی ہوں۔"

وہ جلدی جلدی قدم اٹھاتے ہوئے دروازے کے پاس گئی اسے اندر سے بند کیا، پھر ہمارے سامنے آ کر فرش پر بیٹھ گئی۔ میں خلا میں تک رہی تھی، پلکیں نہیں جھپک رہی تھی۔ میں نے اب تک سلطانہ کے لہجے میں بات کی تھی۔ اب اپنے موجودہ لہجے میں بولی: "ممی! میری آواز سنو۔ میری گفتگو کے انداز پہ غور کرو اور بتاؤ کیا میں بدل گئی ہوں؟"

ممی نے کہا: "ہاں بیٹی تمھاری آواز، تمھارا انداز بدل گیا ہے۔"

"میری ماں، میری پیاری ماں! آج سے میں جب بھی کوئی راز کی بات کروں گی، میری آواز بدل جایا کرے گی۔ اگر میں بدل جاؤں آپ کی بیٹی بار بار نہ لگوں تو کیا آپ مجھے پیار نہیں کریں گی؟"

"کیسی باتیں کرتی ہو؟" وہ مجھ سے لپٹ کر پیار کرتے ہوئے بولی تھیں: "تم لاکھ بدل جاؤ، میری بیٹی ہی رہو گی۔ مجھے بتاؤ یہ تبدیلی کیوں آ رہی ہے؟"

میں بھرائی ہوئی آواز میں بولی: "کل اندھیری رات تھی۔ میں نے خواب میں دیکھا، میں بستر سے اُٹھ گئی ہوں۔ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے، آؤ، میرے پاس آؤ، تم کب تک وہ غیر معمولی علم کا خزانہ اپنے اندر چھپا کر رکھو گی۔"

خوشی سے ماں کی باچھیں کھل گئیں۔ وچ لیڈی بھی اپنے ٹوٹے ہوئے دانتوں کی نمائش کرنے لگی۔ دونوں ہی خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں۔

ممی نے پوچھا: "پھر کیا ہوا؟"

"میں نے دیکھا میں اپنی خواب گاہ سے نکل کر جا رہی ہوں۔ باہر ایک لیڈی گارڈ نے پوچھا کہ میں کہاں جا رہی ہوں؟ گیٹ کے دربان نے سمجھایا، مجھے اندھیری رات میں تنہا نہیں جانا چاہیے لیکن میں گیٹ سے باہر نکل گئی۔ باہر نکلتے ہی دھواں دھواں سا نظر دکھائی دیا۔ اچانک یہ شہر میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے محسوس کیا۔ میرے پاؤں زمین پر نہیں ہیں۔ ہوا کے دوش پر چل رہی ہوں۔"

اتنا کہہ کر میں ذرا خاموش ہوئی۔ وچ لیڈی نے پوچھا: "پھر کیا ہوا؟"

ممی نے اسے ڈانٹ کر کہا: "چپ رہو، ذرا صبر سے سنتی رہو۔ ہاں تو بیٹی پھر کیا ہوا؟"

میں نے کہا: "میں کسی ویرانے میں پہنچ گئی۔ پتا نہیں وہ کون سی جگہ تھی۔ وہاں مجھے ایک بزرگ دکھائی دیے۔ انھوں نے کہا: بیٹی! تمھارے مقدر میں خوشحالی ہے تمھیں پہلے ہی وہ غیر معمولی علم حاصل ہو جاتا لیکن تمھاری ماں کی نادانی اس علم کا راستہ روک رہی ہے۔"

ممی نے جلدی سے پوچھا: "مجھ سے نادانی ہو رہی ہے؟ میں نے تو کچھ نہیں کیا ہے۔"

میں نے کہا: "انسان کو اپنی غلطی سمجھ میں نہیں آتی۔ میں نے بزرگ سے کہا۔ میری ماں بہت سمجھ دار ہے۔ اس سے انجانے میں کوئی غلطی ہو گئی ہو گی۔ آپ ہماری رہنمائی کریں۔"

میں پھر ذرا چپ ہوئی، پھر بولی: "بزرگ نے فرمایا، تمھاری ماں کے مقدر میں لکھا ہے کہ ایک مسلمان سے اولادیں ہوں گی۔ اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ ماں کی زندگی میں کوئی غیر مسلم نہ آئے لیکن ایک یہودی اس کا جیون ساتھی بن کر رہتا ہے۔"

ممی نے وچ لیڈی سے کہا: "کیوں ری، تو نے اپنے علم سے بتایا تھا کہ میں دوسری شادی کروں گی تو مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

وہ عاجزی سے بولی: "میری مالکہ! علم کو سیکھنے میں اور سمجھنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ کبھی کبھی وہ بات سمجھ میں نہیں آتی جو علم سمجھاتا ہے۔ اسی سے ملتی جلتی دوسری بات سمجھ میں آ جاتی ہے۔ ایسی غلطیاں سبھی سے ہوتی ہیں۔ میں نے ہمیشہ سچی پیش گوئیاں کی ہیں۔ اس ایک غلطی کی معافی چاہتی ہوں۔"

ماں نے مجھ سے پوچھا: "بیٹی! بزرگ نے کیا ہدایت کی ہے؟ مجھے کیا مشورہ دیا ہے۔ مجھے بتاؤ میں عمل کروں گی۔"

"انھوں نے دو ہدایات دی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ کو اور مجھ کو غیر مسلم کے سائے میں نہیں رہنا چاہیے اور میرے باپ کے مذہب کے مطابق میرا نام سلطانہ ہونا چاہیے۔"

"میری بچی! یہ کوئی طوفانی مسئلہ نہیں ہے۔ اسی لمحہ سے تمھارا نام سلطانہ ہے۔ اور میں تمھارے اس سوتیلے باپ کو ابھی ٹھوکر مارتی ہوں۔۔۔"

وہ تیزی سے چلتے ہوئے صوفوں کے پاس گئیں۔ ایک صوفے پر بیٹھ کر ریسیور اٹھایا، نمبر ڈائل کیا۔ میں ان کے دماغ میں پہنچ گئی۔ دوسری طرف رابطہ قائم ہونے پر ایک شخص کی آواز سنائی دی: "ہیلو، میں ہنری نیومین بول رہا ہوں۔"

ممی نے کہا: "آج کے بعد مجھ سے نہیں بولو گے۔ میں طلاق کا کاغذ بھیج رہی ہوں۔ اس پر دستخط کر دو۔"

"کیا بات ہے سلوانہ! یہ کیسی بات کہہ رہی ہو؟"

"میں ایک بار جو کہہ دیتی ہوں، وہ بات پتھر کی لکیر بن جاتی ہے۔"

یہ کہتے ہی انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔ ممی کی گفتگو اور انداز میں مالکوں جیسا رُعب اور دبدبہ تھا۔ ایسی فولاد جیسی ماں مجھے بہت اچھی لگ رہی تھی۔ انھوں نے وچ لیڈی سے کہا: "جاؤ، دروازہ کھولو اور سیکریٹری سے کہہ دو کہ ابھی طلاق نامہ ٹائپ کر کے ہنری کے پاس جائے اور اس پر دستخط کرا کے لے آئے۔"

وچ لیڈی چلی گئی۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ممی نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے ہنری نیومین نے پوچھا: "سلوانہ ڈارلنگ تم ہو؟"

"ہاں، میں ہوں۔ میرا سیکریٹری طلاق نامہ لے کر تمھارے پاس آ رہا ہے۔"

"میں دستخط نہیں کروں گا۔ آخر تمھیں طلاق کیوں دوں؟ تمھیں کیا ہو گیا ہے، کیا مجھ سے دل بھر گیا ہے؟"

"میں ایک مسلمان کی بیوی بننے کے بعد کسی غیر مسلم کی بیوی بن کر نہیں رہ سکتی، ورنہ ستارے گردش میں رہیں گے۔"

"اس کم بخت وچ لیڈی نے تمھیں بہکایا ہے۔ اتنے برس میرے ساتھ رہنے کے بعد مسلم اور غیر مسلم کا مسئلہ کیوں پیدا ہو رہا ہے؟"

"مجھے وچ لیڈی نے نہیں بہکایا ہے۔ آج میری بیٹی علم کی دہلیز تک پہنچ گئی ہے۔ میری غلطی کی وجہ سے وہ دہلیز پار نہ کر سکی۔ علم حاصل کرنے کی یہ شرط ہے کہ مسلمان باپ کی بیٹی کو تمھارے سائے میں نہیں رہنا چاہیے۔ اس لیے میں اپنی زندگی سے تمھیں نکال رہی ہوں۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ میں نے اب تک تم پر لاکھوں ڈالر خرچ کیے ہیں۔ میں ایک ایک ڈالر تم سے وصول کروں گا۔ تم نے پرنس میک والٹر سے ایک لاکھ ڈالر لے کر وعدہ کیا تھا کہ اپنی بیٹی کی شادی اس سے کرو گی۔ میک والٹر صرف پرنس ہی نہیں خطرناک ضدی غنڈا ہے۔ تمھاری بیٹی کو چٹکی میں اٹھا کر لے جائے گا اور قانون کے محافظ منہ دیکھتے رہ جائیں گے اور تم سر پیٹتی رہ جاؤ گی۔"

"تم جانتے ہو ہنری، میں کیسی ضدی ہوں۔ جو فیصلہ کرتی ہوں اس پر قائم رہتی ہوں۔ مجھ پر تمھاری دھمکیاں اثر نہیں کریں گی۔"

"یہ دھمکی نہیں ہے۔ میں ابھی پرنس کو لے کر آ رہا ہوں۔ وہ تمھارے محل کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ ممی پریشان ہو کر بولیں۔ "بیٹی، تم ایک لیڈی گارڈ کے ساتھ یہاں سے چلی جاؤ۔ ہنری اور پرنس تمھیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ تمھیں یہاں نہیں رہنا چاہیے۔"

میں نے کہا: "ممی، آپ نے بزرگ کی تمام باتیں نہیں سنیں۔"

"اوہ میری جان! کیا اور کچھ باتیں بھی ہیں؟ جلدی بتاؤ۔"

"بزرگ نے فرمایا تھا، جس لمحے سے تمھاری ماں ہدایات پر عمل کرے گی، اسی لمحے سے دشمن اپنی تباہی کے راستے پر چل پڑیں گے۔ اگر وہ میری طرف رُخ کریں گے تو میرے اندر کا علم باہر نکل آئے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولیں: "دشمن تمھاری طرف آ رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے علم باہر آئے گا۔ اس کا مطلب ہے میں دشمنوں کو آنے دوں۔"

میں نے بڑے دکھ سے ماں کو دیکھا۔ وہ نہیں سمجھنا چاہتی تھیں کہ دشمن آئیں گے تو مجھے نقصان پہنچائیں گے۔ ان کی خوشی یہ تھی کہ میرا علم باہر آ جائے گا۔

میں نے کہا: "اگر آپ بہتر سمجھتی ہیں تو انھیں آنے دیں، وہ مجھے اٹھا کر لے جائیں گے۔"

وہ مسکرا کر بولیں: "کیسے لے جائیں گے۔ میں ان سے معاملات طے کر لوں گی۔ پرنس میک والٹر زبردست آدمی ہے۔ تیرا اور اس کا رشتہ ہو جائے گا تو ہنری کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکوں گی اور دولت حاصل کرنے والا جو علم تمھیں حاصل ہو، وہ اپنے شوہر میک والٹر کو نہ بتانا۔ ایک بات یاد رکھو، میری طرح زبردست بن کر رہنا ہے تو مرد کو کبھی رازدار نہ بنانا۔ اسے ہمیشہ اپنے دباؤ میں رکھنا۔"

"میک والٹر مجھے پسند نہیں ہے۔ آپ چاہتی ہیں میں اسے جیون ساتھی بنا لوں۔ صرف اس لیے کہ وہ مجھے نقصان نہ پہنچائے۔ میں زندہ رہوں اور اپنے علم سے آپ کے لیے دولت جمع کرتی رہوں۔"

"میری بچی، میرے بعد یہ دولت تمھارے ہی کام آئے گی۔"

"شاید میرے کام آئے، مگر آپ کے کام نہیں آئے گی۔ بزرگ نے کہا ہے۔ جس دن آپ کو بے انتہا دولت ملے گی اس دن آپ کا دم نکل جائے گا۔"

"اری جا، تیرے بزرگ کی ایسی کی تیسی۔ یہ بھی کوئی ماننے والی بات ہے کہ دولت ملے گی تو مر جاؤں گی۔"

"آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سر پر رہے۔ آپ ان بزرگ کے خلاف کوئی بات نہ کریں۔ آزمائش کے طور پر یہ دیکھتی جائیں کہ بزرگ کی کون کون سی پیش گوئی درست ہوتی ہے۔ ابھی تو آپ یہ بھی نہیں جانتیں کہ مجھے کس قسم کا علم حاصل ہونے والا ہے۔"

"اور کس قسم کا علم ہو گا۔ میں جانتی ہوں کہ دولت حاصل کرنے والا علم یہ ہوتا ہے کہ آنکھوں کو غیبی قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ جب یہ قوت حاصل ہو گی تو تم زمین میں گڑے ہوئے خزانے دیکھ لیا کرو گی۔"

"اوہ ممی! آپ دولت کو چھوڑ کر اور کوئی خواہش نہیں کر سکتیں؟"

"اس دنیا میں دولت سے بڑی کوئی خواہش نہیں ہوتی۔"

"نہیں ممی، اولاد سب سے بڑی دولت ہوتی ہے۔ ماں کے اندر ممتا کا جو خزانہ ہوتا ہے، وہ خزانہ زمین کے اندر اور سمندر کی سات تہ میں بھی نہیں ملتا۔"

"نان سنس، میرے سامنے کتابی باتیں نہ کرو۔"

وہ سمجھنے والی ماں نہیں تھیں۔ اپنی دھن کی پکی تھیں۔ میں نے سوچا، آج پہلا دن ہے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ سلطانہ آئے گی تو وہ بھی انھیں سمجھاتی رہے گی۔ اسی وقت گیٹ سے دربان نے اطلاع دی کہ ہنری آیا ہے۔ اس کے ساتھ پرنس اور اس کے غنڈے بھی ہیں۔ دو لیڈی گارڈز نے انھیں گن پوائنٹ پر روک رکھا ہے لیکن آنے والوں کے پاس بھی ہتھیار ہیں۔

میں ممی کے ساتھ کھڑکی کے پاس آئی۔ وہاں سے دیکھا بڑے آہنی گیٹ کے باہر کچھ گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ گیٹ کے اندر دو لیڈی گارڈز گن اٹھائے ہوئے تھیں دونوں طرف سے فائرنگ ہوتی تو دونوں ماری جاتیں۔ ممی نے گارڈز کو واپس آنے کا حکم دیا۔ پھر بولیں۔ "ہنری، تم قانون شکنی پر اتر آئے ہو۔ میں پرنس سے درخواست کرتی ہوں، وہ ہنری کے فریب میں نہ آئے مجھ سے آ کر بات کرے ہم آپس کے معاملات طے کر لیں گے۔"

پرنس میک والٹر نے کہا۔ "ہنری میرا دوست ہے۔ میں تمھاری حسین بیٹی کی خاطر دوست کو نہیں چھوڑوں گا۔ تمھاری بیٹی کو اٹھا کر لے جاؤں گا۔"

میں نے کہا۔ "تم اٹھانے کی تکلیف نہ کرو، میں خود آ رہی ہوں۔"

ممی پریشان ہو کر بولیں۔ "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ تم نہیں جاؤ گی۔ میں پولیس کو بلا رہی ہوں۔"

میں نے دروازے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ "پولیس والے پرنس کے معاملے میں کترا جاتے ہیں۔ وہ یہاں لاشوں کے ڈھیر لگا کر مجھے لے جائے گا تو قانون منہ دیکھتا رہ جائے گا۔"

میں محل کے مختلف حصوں سے گزر کر باہر جانے لگی۔ ممی لیڈی گارڈز کو حکم دینا چاہتی تھیں کہ مجھے پکڑ لیا جائے، باہر نہ جانے دیا جائے لیکن میں نے ان کے دماغ میں رہ کر انھیں حکم صادر کرنے کا موقع نہیں دیا۔ دربان نے مجھے آتے دیکھ کر گیٹ کھول دیا۔ پرنس اور ہنری نے مجھے جیت لینے کی خوشی میں نعرہ لگایا، ہوائی فائرنگ کی۔ ہنری نے پوچھا۔ "سلوانہ کیا اب بھی طلاق لو گی؟"

"ہاں، لوں گی تمھیں محل میں گھسنے نہیں دوں گی۔"

پرنس نے مجھ سے کہا۔ "باربرا تم راضی خوشی آ گئیں مگر تمھاری ماں کو ہنری کے لیے اٹھا کر لے جانا ہو گا۔"

"پہلی بات تو یہ کہ آج سے میرا نام باربرا نہیں سلطانہ ہے۔ دوسری بات یہ کہ تم میری ماں اور ہنری کے معاملے میں نہ پڑو۔ اگر اس کا ساتھ دو گے تو میں تمھارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

ہنری نے کہا۔ "پرنس، یہ تمھارے ساتھ راضی ہے۔ اس لیے بات نہ بڑھاؤ۔ اس کے کہنے کے مطابق میرے معاملے میں نہ پڑو، یہاں کھڑے رہ کر تماشا دیکھو۔ میں ابھی اس کی ماں کی ایسی تیسی کرتا ہوں۔"

طاقت کا نشہ انسان کو جانور بنا دیتا ہے۔ وہ نہیں سوچتا کہ کمزور عورتوں پر مردانگی دکھا رہا ہے۔ بلکہ عورتوں پر ہی زبردستی مردانگی دکھانے کا مزہ آتا ہے۔ میں پرنس کے پاس آئی۔ وہ مجھے جیت کا مال سمجھ کر میری کمر میں ہاتھ ڈالنا چاہتا تھا، میں نے کہا۔ "ابھی مجھے ہاتھ نہ لگانا جب میں آ گئی ہوں تو بے صبری کیوں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "کوئی بات نہیں، میں شراب کی بوتل کو منہ سے لگا کر غٹا غٹ نہیں پیتا۔ تمھیں بھی ٹھہر ٹھہر کر گھونٹ گھونٹ پیوں گا۔"

اُدھر ہنری ہاتھ میں ریوالور لیے دو گن مین کے ساتھ آگے بڑھا اس کی شامت آ گئی تھی۔ وہ میری ماں سے زیادتی کرنا چاہتا تھا جیسے ہی اس نے محل کے احاطے میں جانے کے لیے گیٹ میں قدم رکھا۔ میں نے اس کے دماغ کو اچھال دیا۔ وہ فضا میں کئی فٹ اوپر اچھل کر چیختا ہوا واپس آیا، پھر گیٹ کی آہنی جالیوں سے ٹکرا کر سر کے بل زمین پر گر پڑا۔ گرتے ہی تڑپنے لگا اس کی پیشانی سے اور ناک سے لہو بہنے لگا تھا۔ پرنس اور اس کے آدمی دوڑتے ہوئے اس کے پاس گئے۔ پرنس نے پوچھا۔ "یہ تمھیں کیا ہو گیا تھا؟"

ہنری تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "وہ سلوانہ کے پاس جو وچ لیڈی ہے، وہ کالا جادو کر رہی ہے۔"

اس وقت وچ لیڈی ممی کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی تھی پرنس نے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ "جادوگرنی کی بچی میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے وچ لیڈی کا نشانہ لیا لیکن میں نے اس کی کھوپڑی گھما دی۔ ریوالور کا رُخ بدل گیا۔ اس نے پے در پے کئی فائر کیے۔ اس کے اور ہنری کے گن مین گولیاں کھا کر چیخیں مارتے ہوئے گرتے گئے اور مرتے گئے۔ اس کے ریوالور کی چھ گولیاں ختم ہوئیں تو باقی گن مین وہاں سے بھاگنے لگے۔ ایک نے کہا۔ "ہماری جان مفت میں نہیں آئی ہے۔ وہ وچ لیڈی تمھارے ذریعے ہم سب کو مار ڈالے گی۔"

پرنس حیران پریشان کھڑا تھا۔ ہنری کراہتے ہوئے زمین پر سے اُٹھ کر بولا۔ "یہ وچ لیڈی ہمیں بھی مار ڈالے گی۔ یہاں سے نکل چلو۔"

پرنس غصّے سے دہاڑتے ہوئے بولا۔ "کیا بکتے ہو۔ مرد ہو کر

میدان چھوڑنے کی بات کرتے ہو۔ آج میں ان عورتوں سے شکست کھا کر جاؤں گا تو شہر میں میری دہشت دو کوڑی کی بھی نہیں رہے گی۔ بچے مجھے پتھر ماریں گے۔"

ہنری نے کہا۔ "بات عورتوں سے شکست کھانے کی نہیں ہے۔ ہمارے مقابلے میں جادو ہے۔ ہم جادو کا جواب ہتھیاروں سے نہیں دے سکیں گے۔"

پرنس اپنے ریوالور میں نیا میگزین لوڈ کر چکا تھا۔ اسے دونوں ہاتھوں سے اچھی طرح پکڑ کر وچ لیڈی کا نشانہ لیتے ہوئے بولا۔ "میں ابھی تک غصّے اور جنون میں فائرنگ کر رہا تھا۔ اب میں پورے ہوش و حواس میں ہوں۔ اپنی دونوں آنکھوں سے پوری حاضر دماغی کے ساتھ جادوگرنی کا نشانہ لے رہا ہوں۔ اس کا جادو میرے ہاتھوں کو نہیں بہکائے گا۔ میرا نشانہ خطا نہیں ہو گا۔"

میں نے اس کے دماغ پر اچھی طرح مسلّط ہو کر ہنری کی طرف گھما دیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق ہنری سے بولا۔ "بول جادوگرنی اب مجھ سے بچ کر کہاں جائے گی۔"

ہنری اچھل کر بولا۔ "میرے دوست کیا کرتے ہو، میں وچ لیڈی نہیں ہوں، ہنری ہوں۔ ریوالور پھینک دو، پھر تم پر جادو اثر کر رہا ہے۔"

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ "تو ہنری ہے، مجھے اُلّو بناتی ہے۔ کیا مجھے مرد اور عورت کی پہچان نہیں ہے؟ وچ لیڈی، اب تیرا جادو نہیں چلے گا۔ لے یہ گولی کھا۔ اس کے بعد کچھ اور کھانے کے قابل نہیں رہے گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے ہنری کو گولی مار دی۔ میں نے ایسے ہی وقت اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ شدید حیرانی سے کبھی دم توڑتے ہوئے ہنری کو اور کبھی اپنے ریوالور کو دیکھنے لگا۔ پولیس کی کئی گاڑیاں آ گئیں۔ سپاہیوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پولیس افسر نے پوچھا۔ "پرنس! یہ آپ نے کیا کیا؟ کیا اتنے قتل آپ نے کیے ہیں؟"

وہ میری مرضی کے مطابق بولا۔ "ہاں، یہ ہنری اپنے غنڈوں کو یہاں لایا تھا۔ سلوانہ کی بیٹی کو زبردستی اٹھا کر لے جانا چاہتا تھا۔ عین اسی وقت میں بھی اس حسین لڑکی کو اغوا کرنے آ گیا۔ ہم دونوں پارٹیوں کے درمیان فائرنگ شروع ہو گئی۔ سب مر گئے میں جیت گیا۔ اگر تم لوگ راستہ نہ روکو تو میں اس حسینہ کو اغوا کر کے یہاں سے لے جاؤں۔"

افسر نے اسے ہتھکڑی پہناتے ہوئے کہا۔ "کیا خوب، پولیس سے اغوا کرنے کی اجازت مانگ رہے ہو۔ چلو یہی باتیں عدالت میں کہہ دینا۔"

سپاہی تمام لاشوں کو ایک گاڑی میں ڈال چکے تھے، پھر وہ ان لاشوں کے ساتھ پرنس کو اپنے ساتھ لے گئے۔ آدھ گھنٹا پہلے میری ماں کے محل میں جو سکون تھا، وہ واپس آ گیا۔ طاقت کا مظاہرہ کرنے والے حرام موت مر گئے۔ ممی نے خوش ہو کر وچ لیڈی سے کہا۔ "ارے چڑیل! تم نے تو کمال کر دیا۔ ایسا جادو کا تماشا تم نے پہلے کبھی نہیں دکھایا تھا۔"

وہ بولی۔ "میری مالکہ! میں تم پر قربان۔ میں نے کوئی جادوئی تماشا نہیں دکھایا ہے۔ میں تو خاموش کھڑی اپنی پیش گوئی پوری ہوتے دیکھ رہی تھی۔ یہ کمال آپ کی بیٹی نے دکھایا ہے۔"

ممی نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میں آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان کے پاس جا رہی تھی۔ وہ دونوں بانہیں پھیلا کر دوڑتی ہوئی آئیں پھر مجھے گلے سے لگا لیا، میرے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔ مجھے بار بار چومنے لگیں۔ ہائے میں ماں کی اس ممتا کے لیے بیس برس سے ترس رہی تھی۔ آج میری تمام آرزوئیں پوری ہو رہی تھیں۔

وہ بولیں۔ "میں ان بدمعاشوں سے خوفزدہ تھی۔ تیری طرف دھیان نہ دے سکی کہ تو کیسا عمل کر رہی ہے اور ان کے خلاف کون سا علم استعمال کر رہی ہے۔"

میں نے معصومیت سے کہا۔ "میں نے کوئی عمل نہیں کیا تھا۔ مجھے ایسے کسی علم کا پتا نہیں ہے، جو میرے اندر چھپا ہوا ہے۔"

"بیٹی! تو نے کچھ تو کیا ہو گا؟"

"ہاں، مجھے کچھ یاد آ رہا ہے۔"

وچ لیڈی نے جلدی سے قریب آ کر پوچھا۔ "بولو بے بی، کیا یاد آ رہا ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "وہ پرنس جب بھی ریوالور اٹھاتا تھا میں اس کے ہاتھ کو گھور کر دیکھتی تھی۔ ایسے ہی وقت اس کا ہاتھ گھوم جاتا تھا۔ اور وہ بے اختیار اپنے ہی آدمیوں کو ہلاک کرنے لگتا تھا۔"

"آ گیا۔" میری ممی نے خوشی سے چیخ کر کہا۔ "میری بیٹی کی آنکھوں میں وہ غیر معمولی علم آ گیا۔ تمھاری آنکھیں اس کے ہاتھ کو دیکھتی تھیں تو ہاتھ گھوم جاتا تھا یعنی جس انسان کو تم دیکھو گی وہ تمھاری مرضی کے مطابق حرکت کرے گا۔ تم آسمان کو دیکھو گی تو بادل گرجنے لگیں گے، پانی برسنے لگے گا۔ زمین کو گھور کر دیکھو گی تو زمین اپنے اندر کے تمام خزانے اگل دے گی۔ میں صدقے، میں قربان، بیٹی، ذرا یہاں کی زمین کو گھور کر دیکھو، ہاں دیکھو دیکھو، میں پیچھے ہٹ جاتی ہوں۔"

وہ وچ لیڈی کا بازو پکڑ کر کھینچتی ہوئی پیچھے ہٹ گئیں۔ میں نے کہا۔ "ممی، جیسا آپ سوچ رہی ہیں ویسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"کیوں نہیں ہے؟"

"بھلا انسان کی آنکھ زمین کے اندر دیکھ سکتی ہے۔"

"نہیں دیکھتی، مگر دیکھ لے تو یہی غیر معمولی علم کہلاتا ہے۔"

"ممی، پہلے دو چار تجربات اس سلسلے میں ہو جائیں کہ میری آنکھیں کسی کو دیکھتی ہیں تو دیکھنے کا ردِ عمل کیا ہوتا ہے۔ میں آپ

کی تسلی کے لیے وچ لیڈی کے ہاتھوں کو حکم دیتی ہوں کہ وہ اوپر اٹھ جائیں۔"

وچ لیڈی نے فوراً ہی دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیے۔ ممی نے ڈانٹ کر کہا۔ "ارے کم بخت! میری بیٹی کو حکم تو دینے دے ہاتھ نیچے کر۔"

وہ ہاتھ گرانے کی کوشش کر رہی تھی مگر ناکام ہو رہی تھی۔ پریشان ہو کر بولی۔ "میری مالکہ! یہ ہاتھ خود بخود اٹھ گئے ہیں۔ نیچے نہیں ہو رہے ہیں۔ وہ دیکھو، بے بی میرے ہاتھوں کو گھور رہی ہے....."

ممی میرے دیکھنے کے انداز کو دیکھ کر خوش ہو گئیں۔ اسی وقت وچ لیڈی ناچنے لگیں۔ انھوں نے ڈانٹ کر پوچھا۔ "تمھیں بڑھاپے میں ناچنے کا شوق ہو رہا ہے۔"

"میری مالکہ، میں قربان، ہماری بے بی کی آنکھیں مجھے نچا رہی ہیں....."

میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ناچتے ناچتے رک گئی۔ ہانپتے ہوئے بولی۔ "بیٹی! یہ علم آئندہ مجھ پر نہ آزمانا نہیں تو میں ناچتے ناچتے مر جاؤں گی۔ ہائے میری کمر....."

ممی ہنسنے لگیں۔ پھر مجھے دیکھ کر سنجیدگی سے بولیں۔ "مگر ایسا علم ہمارے کس کام کا۔ اس کے ذریعے کیا خاک دولت ملے گی۔ ہمیں کسی کو نچانا تو نہیں ہے۔"

"ممی، میں کیا کر سکتی ہوں۔ میں نے کوئی اپنی مرضی سے یہ علم حاصل نہیں کیا ہے۔ ویسے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اس علم کی بدولت دو زبردست غنڈے اپنے ساتھیوں سمیت مر گئے اور پولیس کی حراست میں چلے گئے۔ آپ کی جان بچ گئی۔ میری عزت رہ گئی۔"

"ہاں، یہ سب تو ہے مگر....."

وہ بات ادھوری چھوڑ کر محل کے اندر جانے لگیں۔ انھیں صرف دولت چاہیے تھی۔ مجھے دنیا جہاں کے علم حاصل ہو جاتے، میں عزت اور شہرت کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ جاتی، تب بھی انھیں خوشی نہ ہوتی۔ اگر یہ کہہ دیتی کہ میں زمین میں دفن ہونے جا رہی ہوں۔ اور جہاں مجھے دفن کیا جائے گا وہیں خزانہ ہوگا تو وہ بڑی خوشی سے اور بڑی بے چینی سے میرے دفن ہونے کا انتظار کرنے لگتیں۔

اسے ماماتا ہرگز نہیں کہتے۔ یہ سراسر خود غرضی ہے۔ ماں کی یہ فطرت بڑی تکلیف دہ تھی۔ یہ ہم بہنوں کی بدنصیبی تھی کہ ہمیں خالص ممتا نہیں مل رہی تھی۔ محبت کا یہ تقاضا ہوتا ہے کہ ماں باپ سے، بھائی بہن سے یا محبوب سے محبت ملے یا نہ ملے، ہمیں اپنی محبت انھیں ضرور دینا چاہیے۔ اگر کسی کی فطرت میں محبت نہ ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم بھی اپنے حصے کی محبت کو قتل کر دیں۔ جو چیز جس کے پاس نہیں ہے، وہ چیز کیسے دے سکتا ہے۔ ماں کے پاس محبت نہیں تھی وہ بے چاری نہیں دے سکتی تھیں۔ میرے پاس محبت کا خزانہ تھا، وہ میں دے رہی تھی لیکن وہ خزانہ نہیں دے سکتی تھی جو اُن کی موت کا سبب بن جاتا۔

اب میں ذرا سلطانہ کی روداد بیان کروں گی۔ وہ بابا جانی کے ساتھ محل میں پہنچی تو محمت جمال پاشا ذرا خوش ہوا۔ ذرا مایوس ہوا کیونکہ خیال ہی خیال میں دونوں کے حسن و شباب کو صبح سے دیکھتا آ رہا تھا اور رات کو اپنے عیش کدے میں کسی ایک سے بھی محروم نہیں رہنا چاہتا تھا۔ دولت کا نشہ اور حسین عورت کو چھیننے جھپٹنے کا مزہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی پھر آدمی نہیں رہتا جانور بن جاتا ہے۔

محمت جمال پاشا بڑی عزت سے بابا جانی کو محل میں لے کر آیا۔ ان کے لیے ایک کمرا مخصوص کیا گیا تھا۔ اس نے کہا۔ "حضور! یہ کمرا محل کے گوشے میں ہے۔ تاکہ آپ کی عبادت میں خلل نہ پڑے۔"

پھر اس نے سلطانہ سے کہا۔ "میرے ساتھ آؤ، میں تمھیں تمھارا کمرا دکھاؤں گا۔"

بابا جانی نے کہا۔ "جاؤ بیٹی، محل کی سیر کرو۔"

سلطانہ اس کے ساتھ جانے لگی۔ محل کے ہر حصے میں آرائش کا اتنا مہنگا سامان تھا جسے دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ ہر سامان سے دولت مندی کا غرور جگمگاتا تھا۔ جگہ جگہ حبشی غلام اور حسین کنیزیں دکھائی دے رہی تھیں۔ جاپان، امریکا، یورپ اور ایشیا کے ہر ملک اور ہر شہر سے حسین ترین لڑکیوں کو خرید کر کنیز بنا کر رکھا گیا تھا۔ اس نے کہا۔ "تم دیکھ رہی ہو، میرے محل میں کتنی حسین عورتیں ہیں لیکن مجھے کسی میں کشش محسوس نہیں ہوتی۔"

سلطانہ نے کہا۔ "میں نہیں مانتی۔ چیز وہی خرید کر رکھی جاتی ہے جس میں کشش ہوتی ہے اور جو دل کو اچھی لگتی ہے۔"

"ہاں یہ تو ہے، یہ خریدتے وقت اچھی لگتی ہیں گھر میں لا کر رکھو تو رفتہ رفتہ ان کی جاذبیت ختم ہو جاتی ہے۔"

"مسٹر پاشا جو چیز دولت سے اور طاقت سے حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ اپنی کشش کھو دیتی ہے۔ جو زر سے، زور سے اور آہ و زاری سے بھی حاصل نہ ہو آدمی اس کے لیے تڑپتا ہے۔"

"بے شک ہماری دنیا کے بے شمار لوگ بعض اوقات اپنی پسند کی چیز حاصل نہیں کر پاتے کیونکہ ان کے پاس دولت ہوتی ہے جبکہ وہ چیز طاقت سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی وہ چیز دولت اور طاقت سے بھی نہیں عقل سے حاصل ہوتی ہے۔ میرے پاس سب کچھ ہے۔ دولت، طاقت اور ذہانت، اسی لیے میں نے دنیا کی حسین ترین عورتوں کو محل میں جمع کیا ہے۔"

"ابھی ان سے بھی زیادہ حسین ترین عورتیں ہیں جنھیں تم حاصل نہیں کر سکے اور نہ کر سکو گے۔ کیونکہ وہ دولت طاقت اور ذہانت سے نہیں صرف اور صرف شرافت سے حاصل ہوتی ہیں۔"

"بے شک، میں بتانا بھول گیا، مجھ میں شرافت بھی ہے۔"

"نہیں، مسٹر پاشا۔ آپ کے پاس بہت کچھ ہے مگر شرافت نہیں ہے۔"

"تم میری توہین کر رہی ہو۔"

"شرافت نہ ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ آدمی سچی بات سن کر توہین محسوس کرتا ہے۔ کیا یہ شرافت ہے کہ تم نے بے شمار حسین عورتوں کو عیاشی کے لیے اپنے محل میں کنیزیں بنا کر رکھا ہے؟"

"میں ان کی ہر ضرورت پوری کرتا ہوں۔ انھیں جتنی رقم کی ضرورت ہوتی ہے، میں دیتا ہوں۔ انھیں سونا چاندی اور ریشمی لباس پہناتا ہوں۔ جا کر کسی سے بھی پوچھ لو، یہاں ان کی چھوٹی چھوٹی سی خواہش بھی پوری ہوتی ہے۔"

"دنیا کی ہر عورت کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ وہ ماں بنے۔ کیا تم انھیں اپنے بچوں کی ماں بننے دیتے ہو۔ کیا یہ عورتیں مہذب سوسائٹی میں فخر سے کہہ سکتی ہیں کہ یہ تمھاری شریک حیات ہیں۔ نہیں مسٹر پاشا! تم انھیں بہت کچھ دیتے ہو مگر عزت نہیں دیتے کیونکہ تمھارے پاس بہت کچھ ہے مگر عزت نہیں ہے۔"

وہ ایک دم سے گرج کر بولا۔ "یو شٹ اپ، ذلیل عورت! تو مجھے کہہ رہی ہے کہ میرے پاس عزت نہیں ہے۔ میں ابھی تیری عزت کی دھجیاں اڑا دوں گا۔"

اس کی گرج دار آواز سن کر کتنے ہی حبشی غلام ننگی تلواریں اور رائفلیں لیے دوڑتے ہوئے آئے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میں ابھی تک شیخ الفارس کی بزرگی کا لحاظ کر رہا تھا۔ خواہ مخواہ لحاظ کر رہا تھا۔ ایسے کتنے ہی عالم فاضل میرے دروازے پر آتے ہیں۔ ڈٹ کر کھاتے پیتے ہیں اور بڑی بڑی رقمیں نذرانے کے طور پر لے جاتے ہیں۔"

اس نے سلطانہ کی کلائی پکڑ لی۔ اسے کھینچتا ہوا ایک خواب گاہ میں آیا، پھر اسے بستر پر دھکا دیتے ہوئے بولا۔ "تو کہتی ہے میرے پاس عزت نہیں ہے۔ میں ابھی تجھے اچھی طرح دیکھوں گا۔ تو اس خواب گاہ سے نکل کر تو میری عزت کرے گی۔"

وہ دروازے کو اندر سے بند کرنے گیا لیکن باہر نکل کر اسے بند کر دیا۔ بند کرنے کے بعد اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے حبشی غلاموں کو دیکھا پھر پوچھا۔ "میں نے دروازے کو باہر سے کیوں بند کیا ہے؟"

غلاموں نے سر کو جھکا لیا۔ وہ بھلا کیا جواب دے سکتے تھے۔ وہ دروازہ کھول کر پھر اندر آیا۔ غصے سے بولا۔ "تو کیا سمجھتی ہے، میں تجھے معاف کر کے باہر چلا گیا تھا۔ نہیں، میں منہ زور عورت کی غلطی کو بستر پر ہی معاف کرتا ہوں۔"

وہ دروازے کو پھر اندر سے بند کرنا چاہتا تھا مگر باہر چلا گیا۔ اسے باہر سے بند کر کے بولا۔ "میں آج تجھے نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ تیزی سے ایک کالے کلوٹے غلام کے پاس آیا، پھر اسے اپنے دونوں بازوؤں کی گرفت میں لے کر بولا۔ "آج میں تیری عزت سے کھیلوں گا۔"

سلطانہ نے اس کے دماغ کو ذرا ڈھیل دی۔ اس نے چونک کر حبشی غلام کو اپنے بازوؤں میں دیکھا، پھر اسے دھکا دیتے ہوئے بولا۔ "ابھی میرے بازوؤں میں وہ تھی۔ تو کیسے چلا آیا؟"

وہ روتے ہوئے بولا۔ "میرے آقا! آپ خواب گاہ کے اندر نہیں باہر ہیں۔"

اس نے پھر چونک کر آس پاس دیکھا۔ تب پتا چلا کہ حسینہ اندر اور وہ باہر ہے۔ اس نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ "اوہ سمجھ گیا، بڈھا شیخ الفارس اپنے کمرے میں بیٹھا مجھ پر عمل کر رہا ہے۔ مجھے دوشیزہ کے پاس جانے سے روک رہا ہے۔ پہلے مجھے راستے کی دیوار گرانا ہوگی۔"

وہ مسلح غلاموں کو لے کر بابا جانی کے کمرے کی طرف جانے لگا۔ وہ آگے تھا غلام پیچھے تھے۔ ایک فوج کے کمانڈر کی طرح غلاموں کو پیچھے لیے جا رہا تھا۔ محل کے مختلف حصوں سے گزرنے کے بعد وہ دروازے پر پہنچ کر بولا۔ "شیخ الفارس۔ شاید تمھیں پتا نہیں ہے۔ میرے محل میں آنے والوں کی لاشیں اس طرح غائب ہوتی ہیں کہ پولیس کے فرشتوں کو بھی ان کا سراغ نہیں ملتا۔"

پھر اس نے دروازہ کھول کر اندر آ کر کہا۔ "اگر تم مجھے اس حسینہ کی جوانی سے کھیلنے دو اور مجھ پر عمل نہ کرو، تو میں تمھیں زندہ چھوڑ دوں گا۔"

ایک غلام نے کہا۔ "میرے آقا! جان کی امان چاہتا ہوں۔ آپ ٹوائلٹ کا دروازہ کھول کر اندر آئے ہیں اور ٹوائلٹ کے آئینے میں خود کو دیکھ کر بول رہے ہیں۔"

سلطانہ نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ غصے سے بولا۔ "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ تم لوگوں نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ میں یہاں آ رہا ہوں۔"

"ہم حکم کے بندے ہیں۔ آپ آگے تھے، ہم پیچھے تھے آپ جہاں لے آئے ہم چلے آئے۔"

"اب تم لوگ آگے چلو میں پیچھے رہوں گا مجھے اس شیخ کے کمرے میں پہنچاؤ۔"

اس بار غلام آگے چلنے لگے۔ سلطانہ پریشان ہو گئی۔ کیونکہ

وہ ایک وقت میں کسی ایک ہی غلام کے دماغ میں جا کر اسے روک سکتی تھی۔ ایک کو روکتی تو باقی بابا جانی کے کمرے میں اپنے آقا کو پہنچا دیتے۔ وہ بابا جانی کو خطرے سے آگاہ کرنے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہتی تھی۔ اسی وقت اپنے اندر ان کی آواز سنائی دی "بیٹی، میری فکر نہ کرو۔ تُم پہنچی ایک محدود علم ہے اور روحانیت کی کوئی حد نہیں ہے۔ پاشا کے دماغ میں رہ کر دیکھو، اللہ تعالیٰ اپنے عبادت و ریاضت کرنے والے ناچیز بندوں کو روحانیت کے کس مقام پر پہنچاتا ہے۔"

سلطانہ نے جمال پاشا کے دماغ میں رہ کر دیکھا۔ غلام آگے آگے جا رہے تھے، وہ پیچھے پیچھے تھا۔ وہ سب کے سب محل کے اندر چلتے جا رہے تھے۔ ایک ایک کمرے کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ لیکن وہ کمرا نہیں مل رہا تھا، جہاں بابا جانی عبادت میں مصروف تھے۔

آخر ہمت جمال پاشا چلتے چلتے تھک گیا۔ ایک جگہ بیٹھ کر بولا "وہ کمرا کہاں ہے؟"

اس کے سیکریٹری نے کہا "سر! وہ کمرا محل کے ایک گوشے میں تھا۔ میں بھی اتنی دیر سے تلاش کر رہا ہوں، تمام کمرے نظر آ رہے ہیں، وہی ایک کمرا دکھائی نہیں دے رہا ہے۔"

پاشا نے پوچھا "اتنا بڑا کمرا کیسے غائب ہو جائے گا؟ کمرے کے اندر رہنے والا شیخ کسی عمل سے روپوش ہو سکتا ہے۔ پورا کمرا نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکتا۔"

"سر! ہماری آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ ہمیں اچھائی اور اور سچائی دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ وہ ہمارے بہت بڑے دینی بزرگ اور۔ ۔ ۔"

وہ ڈانٹ کر بولا "شٹ اپ، میرے محل سے آج تک کسی نے ایک چھوٹی سی چیز چرانے کی جرأت نہیں کی آج ہماری آنکھوں کے سامنے سے اتنا بڑا کمرا چوری ہو گیا ہے۔ وہ شیخ اس کمرے کے ساتھ کہاں جائے گا۔ کان لگا کر سنو، ہلکی سی آہٹ بھی سنائی دے تو پتا چل جائے گا کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی بابا جانی کی آواز سنائی دی۔ پاشا اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ کہیں کلامِ پاک کی تلاوت کر رہے تھے۔ پاشا نے ایک طرف انگلی اٹھا کر کہا "اُدھر سے آواز آ رہی ہے۔"

سیکریٹری نے کہا "نہیں سر، اِدھر سے آواز آ رہی ہے۔"

"ٹھیک ہے، تم اِدھر جاؤ اور میں اُدھر جاتا ہوں۔"

وہ مختلف سمتوں میں گئے، جہاں سے آواز آ رہی تھی، وہاں گئے تو پتا چلا کچھ اور آگے کسی کمرے میں تلاوت ہو رہی ہے۔ وہ کچھ اور آگے گئے۔ ایک ایک کمرے کے اندر جھانک کر دیکھا۔ آواز بالکل ہی قریب تھی لیکن تلاوت کرنے والی وہ بزرگ ہستی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ محل میں عجیب سی افراتفری پھیل گئی تھی جسے دیکھو وہی اپنے آقا کے ساتھ بھاگتا پھر رہا تھا۔ ہر جگہ یہی لگتا تھا کہ اب آواز کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ اُس نے وہ کمرا بھی کھول کر دیکھا، جس میں سلطانہ کو بند کیا تھا۔ پھر گرج کر بولا "کہاں ہے وہ بڈھا؟"

سلطانہ نے اُس کے دماغ کو زبردست جھٹکا پہنچایا۔ وہ چیخ مارتا ہوا اُچھل کر فرش پر گرا، پھر تڑپنے لگا۔ وہ بولی "بابا جانی، بے شک بوڑھے ہیں لیکن تم نے بدتمیزی سے بڈھا کہنے کی جرأت کیسے کی؟ کیا بوڑھے حضرات کو بزرگ نہیں کہا جاتا ہے؟"

وہ تکلیف کی شدت سے کراہ رہا تھا۔ فرش پر سے اٹھنا چاہتا تھا۔ دو غلام اُسے سہارا دینے کے لیے بڑھے۔ وہ جھنجلا کر بولا "دُور ہو جاؤ، خبردار، مجھے کوئی ہاتھ نہ لگائے، میں اُس بڈھے کو۔ ۔ ۔"

سلطانہ نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے سر کو فرش پر دے مارا۔ وہ چیخ کر بولا "نہیں، نہیں۔ میں بدتمیزی نہیں کروں گا۔ وہ بزرگ ہیں قابلِ احترام بزرگ۔"

اُس کی پیشانی سے لہو بہتا ہوا آنکھوں پر آ رہا تھا۔ وہ لہو پونچھتے ہوئے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے اپنے سیکریٹری اور غلاموں کو دیکھتے ہوئے بولا "نمک حرامو! مجھ پر ظلم ہو رہا ہے اور تم لوگ تماشا دیکھ رہے ہو۔"

سیکریٹری نے کہا "سر! وہ بزرگ ہستی ہیں۔ اوّل تو وہ نظر نہیں آ رہے ہیں اگر نظر آئیں گے تو ہم اُن کی طرف آنکھ اٹھانے کی بھی جرأت نہیں کریں گے۔"

"میں حکم دیتا ہوں اُس بڈھ۔ ۔ نن۔ ۔ نن نہیں، میں بڈھا نہیں کہوں گا مگر ہاں اُسے گولی مار دو۔"

باڈی گارڈ نے پوچھا "جو نظر نہ آتا ہو اُسے گولی کیسے مار سکتے ہیں؟"

اُس نے باڈی گارڈ سے ریوالور لے کر کہا "تمھیں گولی مارنا نہیں آتا۔ دیکھو اس ہاتھ سے ریوالور پکڑو اور میری دوسری ہتھیلی کو دیکھو، فرض کرو یہ ہتھیلی نہیں، شیخ صاحب ہیں بس اُسے یوں گولی مار دو۔"

اُس نے ایک ہاتھ سے اپنی دوسری ہتھیلی پر نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ پھر چیخیں مار کر فرش پر تڑپنے لگا۔ سب لوگ حیرانی سے بُت بنے تماشا دیکھ رہے تھے۔ سیکریٹری نے باڈی گارڈ سے کہا "آقا کے ہاتھ سے ریوالور لے لو اور طبی امداد کا

ایمان لاؤ۔"

باڈی گارڈ آگے بڑھا۔ پاشا نے للکار کر کہا "خبردار! کوئی قریب نہ آئے۔ دور سے دیکھو اور فرض کرو، میرا یہ بازو میرا نہیں اُس شیخ صاحب کا ہے۔ جب یقین ہو جائے تو زندہ نہ چھوڑ دیں، گولی مار دو۔"

اُس نے بائیں سے دوسری گولی چلی۔ وہ گولی بازو کے آر پار ہو گئی وہ پھر تکلیف سے چیخنے اور تڑپنے لگا۔ وہ غرور اور بدتمیزی سے باز آنے والا نہیں تھا اُسے اس حال پر چھوڑا جا سکتا تھا لیکن ظالم کو کیوں چھوڑا جائے۔ وہ مظلوم کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ خدانخواستہ بابا جانی کمزور ہوتے تو وہ وہاں سے زندہ نہ آتے۔ سلطانہ ٹیلی پیتھی نہ جانتی ہوتی تو اپنی عزت و آبرو گنوا بیٹھتی کبھی کچھ نہ جاتا۔ دنیا کا کاروبار یونہی چلتا رہتا۔ جمال پاشا کے محل میں پھر کوئی بوڑھا بے چارہ اپنی جوان بیٹی کے ساتھ آتا اور اپنی آنکھوں کے سامنے بیٹی کی عزت لٹنے کا تماشا دیکھتا اور ہائے ہائے کہہ کر رہ جاتا۔ اونچے محلوں کی اونچی دیواروں کے اندر ہونے والے گناہوں اور بدترین جرائم کا حساب قانون کے محافظ بھی نہیں لیتے۔ اگر سلطانہ بھی محاسبہ نہ کرتی تو ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنا بے کار تھا۔ علم سے بڑھ کر کوئی طاقت نہیں ہوتی کیونکہ علم بُرائی کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکتا ہے۔ اس لیے علم کو استعمال کرنا لازمی ہوتا ہے۔

سلطانہ نے اسے تیسری بار مجبور کیا تو اُس نے اپنے ایک پاؤں میں گولی ماری اس کے بعد بے ہوش ہو گیا۔ اُسے طبی امداد پہنچانے کے لیے پہلے ہی محل کے خاص ڈاکٹر آ گئے تھے لیکن وہ کسی کو قریب آنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا پھر جو خود کو ریوالور سے زخمی کرتا جا رہا ہو اُس کے قریب کون اپنی جان دینے جاتا ہے۔

بہرحال غلام اُسے اٹھا کر اُس کی خوابگاہ میں لے گئے وہاں اُس کے زخموں کی مرہم پٹی ہونے لگی۔ اسی وقت ایک ملازم دوڑتا ہوا سیکریٹری کے پاس آیا پھر بولا "جناب! وہ کمرا مل گیا ہے۔"

سیکریٹری نے پوچھا "کون سا کمرا؟"

"وہی، جہاں حضرت شیخ صاحب قیام کر رہے ہیں، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ وہ کمرا اپنی جگہ ہے۔"

سیکریٹری کئی غلاموں کے ساتھ چلتا ہوا محل کے اُس گوشے میں پہنچا۔ وہاں اُس کمرے کو دیکھ کر سب ٹھٹک گئے۔ اُس کے دروازے اور کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں اور کھلے ہوئے دروازے سے بابا جانی عشاء کی نماز پڑھتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ سب آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دروازے تک آئے۔ انھوں نے وہاں جوتے اُتارے، تمام ہتھیار فرش پر رکھے، پھر اُن کے پیچھے آ کر دو زانو ہو کر بیٹھ گئے۔

بابا جانی نے نماز سے فارغ ہو کر انھیں دیکھا۔ سیکریٹری نے کہا "حضور! ہمارے آقا نے آپ سے گستاخی کی ہے۔ ہم نے آقا کا نمک کھایا ہے۔ لہٰذا ان کے لیے معافی کی درخواست کرتے ہیں۔ وہ بہت ضدی اور فولادی ارادوں کے مالک ہیں وہ کبھی نہیں جھکیں گے۔ آپ انھیں اُن کے حال پر چھوڑ دیں۔"

انھوں نے کہا "جب تک کوئی جھکانے والا نہ ہو تب تک فرعونی طاقت رکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ وہ کبھی نہیں جھکے گا۔ اُس نے پانچ برس پہلے ایک نیک خاتون سے نکاح کیا، جب اُس سے اولاد ہوئی تو اُسے دھکے مار کر محل سے نکال باہر کیا۔"

سیکریٹری نے کہا "جی ہاں، یہ ہم سب نے دیکھا ہے۔"

"مذہب اور قانون کے مطابق وہ خاتون اس محل کی مالک ہے اُس کا بیٹا یہاں کا وارث ہے۔ تمھارا آقا اپنی بیوی اور بیٹے کو اُن کا جائز حق دے دے گا تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"حضور! آپ کی موجودگی ہمارے لیے پریشانیاں پیدا کرے گی۔ آقا ہمیں آپ کے خلاف حکم دے گا تو ہم اُس کی تعمیل پر مجبور ہو جائیں گے جب کہ ہم آپ کی شان میں گستاخی نہیں کرنا چاہتے۔"

"تمھیں کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔ وہ میرے خلاف اب کوئی حکم نہیں دے گا۔"

وہ سب اُٹھ کر باری باری اُن کا ہاتھ چومتے ہوئے جانے لگے انھوں نے سیکریٹری سے کہا "اپنی بائیں ہتھیلی پھیلاؤ۔"

اُس نے ہدایت پر عمل کیا۔ بابا جانی نے اگربتی کی راکھ چٹکی سے اٹھا کر اُس کی ہتھیلی پر رکھی اور کہا "اسے اپنے آقا کے زخموں پر چھڑک دو، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو سارے زخم بھر جائیں گے۔"

سیکریٹری وہ راکھ لے کر اپنے آقا کے پاس پہنچا، ڈاکٹر مرہم پٹی کر چکا تھا۔ سیکریٹری نے کہا "زخموں سے پٹیاں کھول دیں، میں یہ راکھ چھڑکنا چاہتا ہوں۔"

ڈاکٹر انگریز تھا۔ اُس نے حیرانی سے کہا "کیسی نان سینس باتیں کر رہے ہو۔ راکھ سے پھوڑے پھنسیاں بھی اچھی نہیں ہوتیں یہ تو گہرے زخم ہیں۔"

"ڈاکٹر! میں بھی تعلیم یافتہ ہوں۔ یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ مناسب طبی طریقوں سے زخم بھرتے ہیں لیکن حضرت شیخ الفارس پر ہمارا عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ ہی ہمارے آقا کو جلد صحت یاب کرے گا۔"

ڈاکٹر نے یہ کہہ کر پٹیاں کھول دیں کہ کوئی خرابی ہوگی تو اس کی ذمے داری سیکریٹری پر ہوگی۔ پاشا ہوش میں ہوتا تو وہ کبھی پٹیاں کھولنے نہ دیتا۔

سیکریٹری نے اس کی ہتھیلی، بازو اور پاؤں کے زخموں پر راکھ چھڑک دی۔

ڈاکٹر نے کہا۔ "اب ہٹ جاؤ اور مجھے پٹیاں باندھنے دو۔"

لیکن وہ زخم کے قریب پہنچتے ہی گھبرا گیا۔ زخم سے جھاگ کی صورت میں مواد باہر آ رہا تھا۔ ہتھیلی اور بازوؤں کے زخموں سے بھی جھاگ نکل رہا تھا۔ پاشا بے ہوشی کے عالم میں کراہنے لگا تھا۔ ڈاکٹر نے سیکریٹری کو غصے سے گھورا۔ "یہ تم نے زخموں پر کیا لا کر ڈالا ہے؟ میں نے اپنی میڈیکل لائف میں کبھی زخموں سے جھاگ نکلتے نہیں دیکھے۔ کیا تم مسٹر شیخ کے ساتھ مل کر آقا کو مارنا چاہتے ہو؟"

تھوڑی دیر کے لیے سیکریٹری بھی گھبرا گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ بابا جانی کے پاس جائے۔ اُسی وقت وہ خواب گاہ میں آئے۔ غلاموں نے سر جھکا کر انھیں گزرنے کا راستہ دیا۔

ڈاکٹر نے کہا۔ "مسٹر شیخ! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میڈیکل سائنس کے سامنے روحانیت کام نہیں کرتی۔ زخموں پر راکھ اور مٹی ڈالنے کو کہنا جہالت ہے۔"

"بے شک جہالت ہے کیونکہ مٹی میں جراثیم ہوتے ہیں۔" بابا جانی نے نرمی سے ڈاکٹر کو جواب دیا۔ "لیکن میں نے جو راکھ دی تھی وہ نماز اور درود شریف سے پاک کی ہوئی تھی۔ وہ دیکھو تمھارا مریض آنکھیں کھول کر دیکھ رہا ہے۔"

سب نے اپنے آقا جمال پاشا کو دیکھا۔ وہ اُٹھ [illegible] گیا تھا اور اپنے زخموں کو دیکھ رہا تھا۔ ڈاکٹر کی آنکھیں [illegible] سے پھیل گئی تھیں۔ اُس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھ[ولا] [illegible] الفاظ نہیں ملے، منہ کھلا ہی رہ گیا۔ میڈیکل سائنس کی [illegible] کے خلاف پاشا کے تمام زخم بھر گئے تھے۔ صرف زخموں کے نشان رہ گئے تھے۔

نمست جمال پاشا بستر سے اُتر کر بابا جانی کے پاس آیا۔ پھر قدموں میں جھک کر بولا۔ "آپ سے گستاخی کر کے میں بڑے گناہ کا مرتکب ہوا ہوں۔ میرے زخموں کو اچھا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ مجھے مر جانا چاہیے۔ میں دولت اور طاقت کے نشے میں اندھا ہو گیا تھا۔"

انھوں نے کہا۔ "اب اندھے نہیں ہو، میرے قدموں سے اٹھو اور اُدھر دیکھو۔"

اُس نے قدموں سے اُٹھتے ہوئے ایک خاتون اور چار برس کے بچے کو دیکھا۔ بابا جانی نے کہا۔ "تم نے اپنی نیک شریکِ حیات کو اس محل سے نکالا تھا۔ یہ تمھارے بچے کی ماں بننے والی تھی۔ آج یہ تمھارے بیٹے کو لے کر آئی ہے۔ اگر چاہتے ہو کہ تمھارے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں تو اِسے عزت، مقام اور مرتبہ دو۔"

وہ ہچکچانے لگا، پریشان ہو کر بولا۔ "میں نے اسے غلاموں کے سامنے محل سے نکالا تھا۔ آج آپ انھی ملازموں کے سامنے مجھے اس عورت کے سامنے جھکا رہے ہیں۔ آپ مجھے میرے مقام سے کیوں گرانا چاہتے ہیں؟"

"مقام وہی ہوتا ہے جو تہذیب اور شرافت سے حاصل ہوتا ہے۔ غرور کی جس بلندی پر تم کھڑے ہو، وہاں سے آج بُری طرح پستی میں گر رہے ہو۔ تمھاری دولت، تمھاری طاقت، تمھارے غلاموں کی فوج، تمھارے ہتھیار اور تمھارے ڈاکٹر تمھارے کسی کام نہ آئے۔ کام آئی تو صرف ایک چٹکی راکھ۔ تمھیں مارنے کے لیے وہ تین زخم کافی تھے لیکن تمھیں جو نئی زندگی ملی ہے اُس کی حیثیت صرف ایک چٹکی راکھ کے برابر ہے۔ اتنی معمولی سی راکھ سے زندگی حاصل کرتے ہوئے تو ہتک کا احساس نہیں ہوتا؟ اپنی بیوی اور بچے کو جائز حقوق دیتے وقت تمھارے غرور کو ٹھیس پہنچتی ہے۔"

اُس نے ملازموں پر ایک نظر ڈالی۔ سب سر جھکائے کھڑے تھے۔ وہ جھکنا نہیں چاہتا تھا۔ بعض لوگ ہزار نصیحتوں اور ٹھوکروں کے باوجود نہیں جھکتے۔ اُس نے [illegible] "حضور! آپ یہاں سے کب تشریف لے جائیں گے؟"

"میں صبح چلا جاؤں گا لیکن تمھاری بیوی اور بچے پر میرا سایہ رہے گا۔ تم اِن کے خلاف کبھی کوئی قدم نہیں اُٹھا سکو گے۔ جب تک انھیں دل سے قبول نہیں کرو گے، طرح طرح کے عذاب میں مبتلا رہو گے۔"

وہ پلٹ کر اُس خاتون کے پاس آئے پھر اُس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولے۔ "بیٹی! سلطانہ کے پاس جاؤ، تمھارا مجازی [خدا] ابھی [illegible] عذاب سہنا چاہتا ہے۔"

خاتون [illegible]

[illegible] سے باہر چلی گئی۔ نمست جمال شاہ نے سیکریٹری [کو] گھوم کر پوچھا۔ "یہ میرا محل ہے یا اُس اللہ والے کا؟ وہ [illegible] چاہتا ہے ہو جاتا ہے۔ میں جو چاہتا ہوں وہ نہیں ہوتا۔"

پھر اُس نے ڈاکٹر سے پوچھا۔ "کیا ایک چٹکی راکھ سے میرے زخم اچھے ہوئے ہیں؟ کیا یہ زندگی ایک چٹکی راکھ کا بدل ہے — تم ڈاکٹر ہو کر مجھ سے ماہانہ دس ہزار ڈالر تنخواہ لے کر ایک اللہ والے سے میری انسلٹ کراتے ہو؟ گیٹ آؤٹ! نکل جاؤ یہاں سے۔"

ڈاکٹر سر جھکا کر چلا گیا۔ اُس نے سیکریٹری، باڈی گارڈز اور غلاموں سے پوچھا۔ "تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ جس عورت کو میں نے محل سے باہر تھوک دیا اُسے پھر چاٹ لوں؟"

کسی نے جواب نہیں دیا۔ سب سر جھکائے کھڑے رہے۔ اُس نے کہا۔ "اُلّو کے پٹھو! میں نے یہ ہتھیار تمھیں جسم پر سجانے کے لیے دیے ہیں۔ وہ اللہ والا پہلے تو ڈھونڈنے سے نہیں مل رہا تھا۔ ہمارے محل کے اتنے بڑے کمرے سمیت غائب ہو گیا تھا اور جب سامنے آیا تو یہاں اس کمرے میں تم سب کے قریب پہنچ کر مجھ سے بولتا رہا تو تم میں سے کسی نے اُسے گولی نہیں ماری، مار دیتے تو قصّہ ختم ہو جاتا مگر تم لوگ نمک حرام ہو۔ یہاں میری انسلٹ ہو رہی ہے اور تم لوگ تماشا دیکھ رہے ہو۔"

وہ ایک ایک کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "ارے اتنی باتیں سُننے کے بعد بھی کھڑے ہو؟ جاؤ جلدی جاؤ۔ وہ ابھی محل میں ہے، دوڑتے ہوئے جاؤ اور اُسے کوئی عمل کرنے کا موقع دیے بغیر گولیوں سے چھلنی کر دو۔ جاؤ، ہری اپ، ارے کیا ہوا؟ جاتے کیوں نہیں؟ اُسے گولی مارتے کیوں نہیں؟"

سیکریٹری نے اپنا ریوالور نکال کر اُس کے قدموں میں ڈال دیا اور کہا۔ "میں نمک حرام ہوں، مجھے گولی مار دیں۔"

دونوں باڈی گارڈز نے بھی اپنے اپنے ریوالور کو اُس کے سامنے پھینک دیا۔ اُس کے بعد غلاموں نے اپنے ہتھیار فرش پر ڈال دیے۔ پاشا نے گرج کر کہا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

ایک باڈی گارڈ نے کہا۔ "گمراہ سے گمراہ آدمی بھی محترم بزرگ کی ایسی کرامت دیکھ کر قائل ہو جاتا ہے۔ اگر کافر ہوتا تو ایمان لے آتا۔ ایسی کرامات سے صرف شیطان قائل نہیں ہوتا۔"

دوسرے باڈی گارڈ نے کہا۔ "ایمان کا تقاضا ہے کہ ہم شیطان کی ملازمت نہ کریں اور وفاداری کا تقاضا ہے کہ ہم یہیں جان دے دیں۔ خدا کے لیے یہ ہتھیار اُٹھائیں اور ہمیں گولی مار کر یہاں کی ملازمت سے نجات دلائیں۔"

وہ ایک رائفل اُٹھا کر دہاڑتے ہوئے بولا۔ "نمک حرامو! تم مجھے شیطان کہتے ہو۔ میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اُس نے پہلے سیکریٹری کا نشانہ لیا۔ پھر ایک اُنگلی کو ٹریگر پر لانا چاہا لیکن وہ اُنگلی اُدھر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے بغیر وہ ٹریگر نہیں دبا سکتا تھا، گولی نہیں چلا سکتا تھا۔ اُس نے رائفل کو پھینک کر ریوالور کو اٹھایا۔ اُسے بھی چلانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ پھر اُس نے ریوالور کا رُخ اپنی طرف کیا تو اُنگلی ٹریگر پر پہنچ گئی۔ سلطانہ نے اُس کے دماغ کو ڈھیل دی۔ اُس نے گھبرا کر ایک چیخ ماری ریوالور پھینک کر پیچھے کی طرف لڑکھڑاتے ہوئے بولا۔ "یہ۔ ۔ ۔ یہ میں خود کو گولی مارنے والا تھا نہیں... نہیں۔ میں مرنا نہیں چاہتا۔"

سیکریٹری نے کہا۔ "پہلے ہم آپ سے ڈرتے تھے اس لیے زبان نہیں کھولتے تھے۔ اب یہ کہنے میں کوئی خوف نہیں ہے کہ آپ بہت جلد اپنے ہی ہاتھوں سے مر جائیں گے۔ ایک بار حضرت نے بچا لیا ہے۔ ذرا سوچیں، ہماری مالکہ آپ کی منکوحہ ہیں۔ جو حقوق آپ نہیں دے رہے وہ آج ہی آپ کی موت کے بعد انھیں حاصل ہو جائیں گے۔ ذرا غور کریں آپ کی ضد اور غرور آپ کو کیا دے رہا ہے۔"

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے ایک ایک کو دیکھنے لگا۔ پھر اُن کے درمیان سے چلتا ہوا خواب گاہ کے باہر آیا۔ وہاں سے محل کے مختلف حصوں میں جانے لگا۔ تمام ملازم اُس کے پیچھے چل رہے تھے۔ وہ بابا جی کے کمرے کے سامنے آیا۔ اندر اُس کی بیوی بابا جانی کے سامنے ادب سے بیٹھی ہوئی تھی۔ جمال پاشا نے دہلیز پر گھٹنے ٹیک دیے۔ پھر کہا۔ "اتنی سی بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ میں تین گولیاں کھانے کے بعد مرتے مرتے بچ گیا۔ تھوڑی دیر پہلے پھر خود کو ہلاک کرنے والا تھا۔ اس کے بعد بھی اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آئی کہ جسے میں حقوق نہیں دے رہا ہوں اُسے میرے مرنے کے بعد تمام حقوق مل جائیں گے۔ یہ اتنی سی بات میرے سیکریٹری کی زبان سے نکلی تو مجھے عقل آ گئی۔ میری شریکِ حیات پر آپ جیسے بزرگ کا سایہ ہے۔ میں اسے اپنی مرضی سے طلاق نہیں دے سکوں گا، اپنی دولت اور جائداد سے محروم نہیں کر سکوں گا۔ جب کچھ نہیں کر سکوں گا تو مجھے حق کو تسلیم کر لینا چاہیے۔"

اُس نے دونوں بازو اپنے بیٹے کی طرف بڑھائے، بیٹا دوڑتا ہوا آ کر باپ کے گلے لگ گیا۔ وہ نیک خاتون روتے روتے بابا جانی کے قدموں میں گر پڑی۔ انھوں نے اُسے اُٹھا کر بڑی شفقت سے کہا۔ "اللہ تعالیٰ نے تمھاری دعائیں سن لی ہیں۔ اپنے مجازی خدا کے پاس جاؤ۔ اب مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

دوسری صبح ہم دونوں بہنوں نے بابا جانی کو ائرپورٹ پر الوداع کہا۔ وہ جس نیک مقصد کے لیے آئے تھے وہ پورا ہو چکا تھا۔ اس نیک خاتون کا شوہر راہِ راست پر آگیا تھا۔ میری ملاقات ممی سے ہوگئی تھی اور سلطانہ نے باپ کے سائے میں چوبیس گھنٹے گزار لیے تھے۔

بابا جانی کو الوداع کہتے وقت ہمیں معلوم نہیں تھا کہ وہ اُن سے آخری ملاقات ہے، شاید وہ جانتے تھے۔ اُن کے پاس مستقبل کو دیکھنے کا علم تھا۔ شاید وہ اُسے آخری ملاقات کہہ کر بیٹیوں کا دل نہیں دُکھانا چاہتے تھے۔ ہم دونوں ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آکر اپنی کار میں بیٹھ گئے۔ ہم ایک ساتھ رہ کر تماشا بن جاتے تھے لوگ ہمیں حیرانی اور دلچسپی سے دیکھتے تھے۔ کچھ دل پھینک نوجوان یا غنڈے ہمیں چھیڑتے بھی تھے اور ہم ہمیشہ نظر انداز کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ یوگا کے ذریعے سانسوں پر قابو پانے کے باعث ہمارے مزاج میں بڑا ٹھہراؤ اور تحمل تھا۔ ہمیں غصہ نہیں آتا تھا۔ اگر آتا تو اب تک ہماری خیال خوانی کا علم ظاہر ہو جاتا۔

سلطانہ نے ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا "اب بتاؤ لیلیٰ! امی کے ساتھ کیسی گزر رہی ہے؟"

میں نے کہا "سُنا تھا، ماں کے قدموں میں جنت ہوتی ہے، میں ممی کی آغوش میں پہنچ کر سچ مچ کی جنت میں پہنچ گئی ہوں۔"

"خدا ہم پر مہربان ہے مجھے باپ کی اور تمھیں ماں کی محبت مل گئی۔"

"لیکن یہ دیکھ کر صدمہ ہوتا ہے کہ ممی کو ہم سے زیادہ دولت کی خواہش ہے کل سے وہ میرے پیچھے پڑ گئی ہیں کہ میں اپنی آنکھوں کو دولت حاصل کرنے کا ذریعہ بناؤں۔"

سلطانہ نے ہنستے ہوئے کہا "تم نے بھی آنکھوں سے گھورنے والی بات خوب بنائی ہے اور وچ لیڈی کو بھی نچا دیا ہے۔"

"اور کیا کرتی، ٹیلی پیتھی کا علم اُن سے چھپانا ضروری ہے لیکن وہ بے انتہا دولت مند بننے کے لیے جس طرح بے تاب ہیں اُس سے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں ہمارا علم ظاہر نہ ہو جائے۔"

"انشاء اللہ نہیں ہوگا۔ ہم دونوں مل اُن کو بہلاتی رہیں گے۔"

"ہماری گاڑی محل کے گیٹ پر پہنچی تو دربان ہمیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ وہ سمجھ رہا تھا، اُس کی آنکھیں ڈیڑھی ہو گئی ہیں۔ ایک بی بی کی جگہ دو دو بی بی نظر آرہی ہیں اس لیے وہ بار بار پلکیں جھپک رہا تھا۔ سلطانہ نے ہنستے ہوئے کہا "ہمیں محل کے اندر آکر دیکھ لینا۔ اب گیٹ کھولو۔"

اُس نے محل کے اندر اطلاع دے کر گیٹ کھولا۔ ہماری کار پورچ میں آئی تو اندر سے ممی اور وچ لیڈی تیزی سے چلتی ہوئی آئیں۔ ہمیں دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئیں، وچ لیڈی نے کہا "دربان نے ٹھیک اطلاع دی تھی یہ ایک سے دو ہو گئی ہیں۔"

ہم دونوں کار سے اُتر کر اُن کے سامنے آئے۔ ممی نے اچانک خوش ہو کر کہا "سمجھ گئی، میں سمجھ گئی۔ اب میری بیٹی کو وہ غیر معمولی علم آگیا ہے۔ اب تم ایک سے دو ہو جاتی ہو۔ یہ تو زبردست علم ہے۔"

میں نے پوچھا "یہ زبردست علم کیسے ہوا؟"

ممی نے کہا "ایسے کہ تم ایک سے دو ہو گئیں، اسی طرح تم میرے بیڈروم کی ایک تجوری کو دو تجوری بنا دو گی۔ ایک تجوری میں جتنا مال ہے دوسری میں بھی اُتنا ہی ہوگا۔ اس طرح دولت ڈبل ہو جائے گی۔ پھر تم ایک تجوری کو دو بناؤ گی تو پہلی ملا کر تین ہو جائیں گی، پھر تم تیسری کو ڈبل بناؤ گی تو چار تجوریوں کا مال جمع ہو جائے گا۔"

سلطانہ نے اُن کے مُنہ پر ہاتھ رکھ کر کہا "بس کریں، آج شام تک اتنی تجوریاں ہو جائیں گی کہ محل میں تجوریاں ہی تجوریاں نظر آئیں گی پھر یہاں بیٹیوں کے رہنے کے لیے جگہ نہیں بچے گی۔"

اُنھوں نے مُنہ پر سے ہاتھ ہٹا کر کہا "یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟"

"آپ جیسی ماں کو دیکھ کر بول رہی ہوں اور سوچ رہی ہوں، ہمیں محبت کی خاطر نہیں دولت کی خاطر پیدا کیا۔ ہمارے لیے آپ کے دل میں کوئی جگہ نہیں ہے اگر تھوڑی سی بھی جگہ ہوتی تو آپ دوسری بچھڑ جانے والی بیٹی کے لیے تڑپتیں اور میرے ساتھ لیلیٰ کو دیکھ کر آپ کی ممتا پھٹ پڑتی۔ آپ نے یہ نہیں سوچا کہ دوسری بیٹی آگئی ہے۔ آپ نے دولت کی آنکھوں سے دیکھا تو آپ کو ایک ہی بیٹی ڈبل دکھائی دے رہی ہے۔"

ماں نے حیرانی سے پوچھا "دوسری بیٹی؟ کیا یہ میری دوسری بیٹی ہے؟"

پھر جواب سننے سے پہلے انھوں نے مجھے کھینچ کر گلے سے لگا لیا۔ پھر مجھے پیار کرتے ہوئے پوچھا "میری بچی! تو کہاں تھی؟ اچانک کہاں سے آگئی ہے؟"

میں نے کہا "یہ لمبی داستان ہے، اندر چلیں اطمینان سے سناؤں گی۔"

وہ خوش ہو کر بولیں "ہاں اندر چلو۔ وچ لیڈی کی ایک ایک پیش گوئی درست ثابت ہو رہی ہے۔ اس چڑیل نے کہا تھا کہ جب انتہا سے زیادہ دولت ملنے کا وقت آئے گا تو دوسری بیٹی بھی میرے پاس آجائے گی، اوہ گاڈ! اب میرے پاس دولت ہی دولت ہوگی۔"

میں نے سلطانہ کو اور سلطانہ نے مجھ کو بڑے دُکھ سے دیکھا۔ اُس نے سوچ کے ذریعے پوچھا "کیا ماں پر غصہ نہیں آرہا ہے؟"

میں نے کہا "دل دُکھتا ہے یہ الگ بات ہے، غصہ کبھی نہیں آئے گا۔ جس ماں کی صورت دیکھنے کو برسوں سے ترس رہی تھی اُسے دیکھ کر پیار ہی پیار آتا ہے۔"

ممی محل کے اندر جانے سے پہلے رک گئیں۔ پھر بولیں "ایک بات تو بھول ہی گئی۔ میں نے ایک نوجوان سے معاملات طے کیے ہیں۔ وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہے۔"

"آپ نے کس قسم کے معاملات طے کیے ہیں؟"

وہ بولیں "تمھارے پاس آنکھوں والا علم ہے۔ تم دشمنوں کے ہاتھوں سے ریوالور گرا دیتی ہو۔ اُن کا نشانہ کہیں ہوتا ہے، تم اُن سے کہیں اور گولیاں چلوا دیتی ہو۔ اسی طرح اگر کوئی کروڑوں کی وصیت پر دستخط نہ کرنا چاہے تو تم اُس کے ہاتھ کو گھور کر دیکھو گی ایسے میں وہ دستخط کر دے گا۔"

"آپ اصل بات بتائیں۔"

"وہ نوجوان جو ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا ہے اُس کا باپ کروڑ پتی ہے۔ نوجوان چاہتا ہے، وہ جلدی وصیت لکھ کر مر جائے لیکن باپ کی صحت اچھی ہے۔ ابھی وہ کئی برس تک زندہ رہے گا۔"

"تو پھر؟"

"پھر یہی کہ تم چھپ کر اُس کے باپ کو دیکھو گی تو وہ وصیت پر دستخط کر دے گا۔ جس روز دستخط ہوں گے اُسی رات یہ نوجوان اپنے باپ کو قتل کر دے گا۔"

میں نے پوچھا "اور وہ ساری دولت آپ کو لاکر دے گا؟"

"ساری دولت نہیں، ہمیں آدھا حصہ دے گا۔"

ہم بہنوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، پھر سلطانہ نے کہا "عجیب بات ہے۔ یہی بات ایک نوجوان مجھ سے کہہ رہا تھا۔"

ماں نے پوچھا "وہ نوجوان کون تھا؟"

"تھا نہیں، ہے۔ وہ میرا بوائے فرینڈ ہے۔"

"کیا تم نے کسی کو بوائے فرینڈ بنایا ہے؟"

"ہاں مگر یہ کہہ دیا ہے کہ امی اُسے بالکل پسند نہیں کریں گی۔ اُس نے تدبیر بتائی کہ میں آپ کے ہاتھوں کو دیکھوں گی تو آپ یہ محل اور تجوری کی تمام دولت میرے نام لکھ دیں گی۔ پھر دوبارہ آپ کے ہاتھوں کو دیکھوں گی تو آپ پستول اٹھا کر اپنی کنپٹی میں گولی مار لیں گی۔"

"کون ہے وہ سوّر کا بچہ جو تمھیں اس طرح بہکاتا ہے؟"

"کیا اس طرح بہکانے والا سوّر کا بچہ ہوتا ہے؟"

"ہاں، ایسے ذلیل کمینے کو گولی مار دینا چاہیے۔"

"جو نوجوان ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہے آپ اُسے بھی گولی ماریں۔ وہ بھی اپنے باپ کو مار کر تجوری پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔"

"اری وہ اپنے باپ کو مارتا ہے تو مارنے دے۔ کیا تو اپنی ماں کو مار ڈالے گی؟"

"اگر یہ غلط ہے تو سب کے لیے غلط ہے۔ آپ ماں ہیں بزرگ ہیں۔ اُس نوجوان کو گمراہی سے بچانا آپ کا فرض ہے لیکن آپ دولت کی خاطر اُسے باپ کا قاتل بننے کی راہ پر لے جا رہی ہیں۔ سوری ممی! میں اپنے ضمیر کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گی۔"

یہ کہہ کر سلطانہ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ مجھے ساتھ لے کر ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہاں وہ نوجوان بیٹھا تھا، وہ بولی "تمھیں شرم نہیں آتی۔ تم اپنے باپ کو قتل کرنا چاہتے ہو۔"

وہ بوکھلا گیا۔ اس نے ممی کی طرف دیکھا۔ میں نے کہا "اُدھر کیا دیکھتے ہو۔ اِدھر دیکھو اور جواب دو، کیا باپ سے بڑھ کر دولت ہے جس کے لیے اس نوجوانی میں قاتل بننا چاہتے ہو۔"

وہ بولا "میں دولت کا لالچی نہیں ہوں۔ میں ایک لڑکی سے بہت پیار کرتا ہوں۔ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لیکن میرا [illegible] عیاش ہے۔ دولت کے نشے میں چُور ہے۔ وہ میری محبوبہ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ ذرا سوچو، میری محبوبہ اُس کی بیٹی کے برابر ہے۔ کیا اس بات پر مجھے غصہ نہیں آئے گا؟ کیا ایسی کمینگی پر باپ سے نفرت نہیں ہوگی؟ لڑکی کے ماں باپ لالچی ہیں، میرے باپ کی دولت کو دیکھ کر وہ لڑکی کو مجھ سے دُور کر رہے ہیں۔ میں پریشان ہوں میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

اُس نے ہماری ممی کو دیکھ کر کہا "یہ آنٹی میرے پرابلم کو سمجھتی ہیں۔ انھوں نے ابھی بُلا کر مشورہ دیا کہ باپ کی دولت میری ہوگی تو لڑکی کے ماں باپ میری طرف جھکیں گے۔ آنٹی

نے بتایا کہ تم کسی طرح کا جادو جانتی ہو۔ میرے باپ سے ایک وصیت لکھوا کر دستخط کرالو گی۔ اس کے بعد مجھے باپ کو قتل کر کے ہمیشہ کے لیے اسے راستے سے ہٹا دینا چاہیے۔"

یہ کہہ کر اُس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا پھر روتے ہوئے کہا۔

"میں نے آنٹی کے سامنے انکار بھی نہیں کیا، اقرار بھی نہیں کیا کہ باپ کو قتل کروں گا۔ کیسے کروں گا؟ کس دل سے کروں گا؟ کیا ماں باپ میں کوئی خرابی ہو تو انھیں مار ڈالنا چاہیے؟ آپ کی ممّی آپ سے دشمنی کریں تو کیا آپ بھی ماں کی دشمن بن جائیں گی؟"

وہ اٹھ کر تیزی سے باہر جاتے ہوئے بولا۔ "نہیں، نہیں، ہرگز نہیں۔ میں اپنی محبت کا گلا گھونٹ دوں گا لیکن باپ کا گلا نہیں دباؤں گا۔"

وہ روتا ہوا چلا گیا۔ میں نے کہا۔ "ممّی! بڑے شرم کی بات ہے وہ ایک محبت کرنے والا دل رکھتا ہے اور آپ اُسے قاتل بنا رہی تھیں۔"

سلطانہ مجھے کھینچتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف لے جاتے ہوئے بولی۔ "ممّی کو سمجھانا فضول ہے۔ انھیں کبھی یقین نہیں آئے گا کہ ان کے پاس دولت آئے گی تو موت بھی آئے گی۔"

اُس نے کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کر کے کہا۔ "میں ممّی کے مسئلے پر غور کرتی ہوں تم اس جوان کے لیے کچھ کرو۔ بے چارہ معصوم ہے۔ اس لڑکی کا دیوانہ ہے۔"

میں نوجوان کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ ایک ٹیلی فون بوتھ میں فون کے ذریعے لڑکی سے بات کرنے گیا تھا۔ میں نے اُس کے باپ کا نمبر ڈائل کرایا۔ اُس بوڑھے عیاش کی آواز سنی، پھر اُس کے دماغ پر قبضہ جما کر اُس کی زبان سے کہا۔ "بیٹے! تم کہاں ہو؟ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے، میں تمھارے راستے کا پتھر نہیں بنوں گا۔ اس لڑکی کی شادی تمھارے ساتھ ہوگی۔"

بیٹے نے خوش ہو کر کہا۔ "اوہ ڈیڈی! آپ گریٹ ہیں، بہت گریٹ ہیں۔"

میں نے بوڑھے سے ریسیور رکھوا دیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق الماری کے پاس گیا پھر ایک ریوالور نکال کر آئینے کے سامنے اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "بوڑھے خبیث! تجھے اپنے معصوم اور پیارے بیٹے کی خوشیاں چھینتے شرم نہیں آئی۔ آئینہ دیکھ، تیرے عکس کو شرم آ رہی ہے اور اب تو شرم سے خودکشی کرنے والا ہے۔"

وہ گھبرا کر بولا۔ "نہیں، نہیں، میں مرنا نہیں چاہتا۔ میں نے یہ ریوالور کیوں اٹھا لیا ہے اس کی نال میری کنپٹی سے لگ رہی ہے۔ اوہ گاڈ! میں موت کو بھول گیا تھا، بڑھاپے کو بھول گیا تھا، خود کو جوان سمجھ رہا تھا۔ میں توبہ کرتا ہوں، وعدہ کرتا ہوں اب زندگی جتنی بھی رہ گئی ہے اس میں میں اپنے بیٹے کی خوشیاں دیکھوں گا۔"

اُس کا ریوالور کنپٹی سے ہٹ گیا۔ میں نے اس کے بیٹے کی حمایت میں اُس سے ایک وصیت لکھوائی، دستخط کرائے۔ اس دوران اس کے دماغ کو بڑی حد تک آزاد رکھا تاکہ وہ اپنے طور پر بھی سمجھتا رہے کہ وہ بیٹے کے لیے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ اس کے بعد اُس نے لڑکی کے باپ کو فون کیا اور کہا۔ "میں نے اپنی تمام دولت اور جائداد بیٹے کے نام کر دی ہے۔ اس وصیت پر عمل ہوتے ہی میں اپنے بیٹے کا محتاج ہو جاؤں گا۔ تم بتاؤ اپنی بیٹی کی شادی کس سے کرو گے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں بیٹی کا باپ ہوں اُس کے مستقبل کا تحفظ چاہتا ہوں۔ تم نے سب کچھ بیٹے کے نام کر دیا، یہ بہت اچھا کیا۔ ہمیں اپنی اولاد کی خوشیاں دیکھتے ہوئے بڑھاپا گزارنا چاہیے۔"

لڑکے کے باپ نے ریسیور رکھ دیا۔ میں تھوڑی دیر تک اُس کے دماغ کو پڑھتی رہی، پھر مطمئن ہو کر دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ ممّی ہمیں بلا رہی تھیں۔ سلطانہ نے دروازہ کھولا۔ وہ اندر آکر رازداری سے بولیں۔ "اُس نوجوان کو بھول جاؤ۔ مجھ سے غلطی ہو گئی تھی۔ دراصل میں تمھارے غیر معمولی علم سے فائدہ اٹھانے کے لیے بے چین ہو گئی ہوں۔ دیکھو بیٹی، جو علم خود سے آیا ہے، وہ کسی بھی وقت خود سے جا سکتا ہے۔ اس لیے جب تک علم ہے، اس سے دولت سمیٹ لینا چاہیے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا آپ نے پھر کوئی منصوبہ بنایا ہے؟"

"بیٹی! میں کل سے کتنے ہی منصوبے بنا چکی ہوں۔ ایک بہت بڑے اسمگلر سے معاملے طے کر چکی ہوں۔ وہ ہم سے ملنے آیا ہے۔"

"ممّی! آپ کیوں دولت حاصل کرنے کے چکر میں پڑ گئی ہیں، آپ اِس چکر میں کسی دن بری طرح پھنسیں گی۔"

"بیٹی! تم دونوں خود ہی اس اسمگلر سے باتیں کر کے اگر کوئی پھنسنے والا چکر نہ ہو تو اُس کا کام کر دو۔ وہ کام کے بدلے ہمیں ایک قیمتی ہیرا دے گا۔"

"آپ کہتی ہیں تو اُس سے باتیں ہو جائیں گی۔"

وہ خوش ہو کر چلی گئیں۔ چار شخص ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نے ممّی کو دیکھ کر کہا۔ "ہم نے سنا ہے تمھاری بیٹی بہت خوب صورت ہے۔"

وہ مسکرا کر بولیں۔ "میری ایک نہیں دو بیٹیاں ہیں۔ دونوں ہم شکل ہیں اور ایک جیسا حسن رکھتی ہیں۔"

دوسرے نے پوچھا۔ "کیا دونوں ایک جیسا غیر معمولی علم رکھتی ہیں؟"

ہم اُن دو بولنے والوں کے دماغوں میں پہنچ گئیں۔ پتا چلا وہ چار پارٹنر ہیں۔ اُن کی زندگی سمندر میں گزرتی ہے۔ اُن کے پاس ایک چھوٹا سا بحری جہاز ہے، جس کے ذریعے وہ مختلف ممالک کے ساحلی علاقوں میں اسمگلنگ کا مال پہنچاتے ہیں۔ جہاز میں نچلے حصے میں ایک خفیہ اسٹور روم ہے۔ اسٹور روم کا کوئی دروازہ نہیں ہے۔ بحری پولیس دھوکا کھا جاتی ہے اسٹور کی وہ چار دیواری انجن روم کا ایک حصّہ دکھائی دیتی ہے۔ وہ لوگ آج تک پولیس کو دھوکا دیتے آ رہے تھے۔ بڑی ہی کامیابی سے ساحل ساحل چوری کا مال پہنچاتے تھے مگر اب اُن کے لیے پانچواں پارٹنر ایک خطرہ بن گیا تھا۔ وہ اُن کے دھندے سے الگ ہو گیا تھا۔ چاروں پارٹنر اُسے تلاش کر رہے تھے کیونکہ وہ اُن کے ہر راز سے واقف تھا۔ اسمگلنگ کا مال چھپانے والے اسٹور روم کے خفیہ دروازے تک پولیس والوں کو پہنچا سکتا تھا۔ جب تک وہ زندہ رہتا یہ لوگ چوری کا مال ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں لے جا سکتے تھے۔ اُس کی موت کے بعد ہی اپنا دھندا جاری رکھ سکتے تھے۔

میں سلطانہ کے ساتھ بیڈ روم سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہ ہمیں ہم شکل دیکھ کر بڑے حیران ہوئے۔ ایک نے کہا۔ "میڈم سلوانہ! تم نے درست کہا تھا یہ دونوں حسن و شباب میں قیامت ہیں۔ پولیس والوں کو فرائض سے غافل بنانے کے لیے حسین لڑکیاں بڑا اہم رول ادا کرتی ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا تم ہمیں چارا بنا کر پولیس والوں کے آگے ڈالنا چاہتے ہو؟"

اُس نے جواب دیا۔ "تمھاری ممّی نے بتایا ہے کہ تم جس کے ہاتھوں کو گھور کر دیکھتی ہو وہ ہاتھ تمھاری مرضی کے مطابق کام کرنے لگتے ہیں۔ اگر ایسے کسی علم سے تم خود کو پولیس والوں سے بچا لو گی تو وہ تمھیں سویٹ ڈش سمجھ ہڑپ نہیں کر سکیں گے۔"

دوسرے نے کہا۔ "ہم تمھیں آزمانے کے لیے کچھ مال ہزنس آئی لینڈ لے جائیں گے۔ اگر تم نے مصیبت کے وقت ہمارا بچاؤ کیا تو وعدے کے مطابق تمھاری ممّی کو ایک قیمتی ہیرا دیں گے اور آئندہ بھی تم دونوں سے کام لے کر معقول رقم ادا کرتے رہیں گے۔"

ممّی نے کہا۔ "میں بھی ان کے ساتھ آئی لینڈ جاؤں گی۔"

تیسرے نے کہا۔ "بے شک، تم بھی چلو گی لیکن اپنے کام سے مطلب رکھو گی اس ٹوہ میں نہیں رہو گی ہم مال کہاں چھپا کر رکھتے ہیں۔"

سلطانہ نے کہا۔ "ہم سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی ہمیں پتا ہے کہ تم لوگ جہاز کے کس حصّے میں مال چھپا کر لے جاتے ہو۔"

"صرف ہمارا پانچواں پارٹنر مال چھپانے کی بات جانتا ہے۔ ہم اتنے محتاط ہیں کہ اپنے بیوی بچّوں کو بھی یہ راز نہیں بتاتے، پھر تمھیں یہ راز کیسے معلوم ہو گیا؟"

میں نے کہا۔ "بحری جہاز کے بیسمنٹ میں انجن روم سے ملحق ایک اسٹور روم ہے۔ مال اُس کے اندر جاتا ہے۔"

اِن چاروں نے حیران اور پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر ایک نے کہا۔ "اِس کا مطلب ہے تم ہمارے پانچویں پارٹنر جیکب سے مل چکی ہو۔ اس نے یہ راز تمھیں بتایا ہے۔"

"ہم نے جیکب کی صورت دیکھی ہے نہ اُس کی آواز سنی ہے۔ تمھاری جیب میں اُس کی تصویر ہے، ہو سکے تو ہمیں اُس کی صورت دکھا دو۔"

اُس کا ہاتھ بے اختیار اپنی جیب پر گیا۔ اُس نے پوچھا۔ "تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ میری جیب میں تصویر ہے؟"

"ہمیں تو یہ بھی معلوم ہے کہ جیکب نے تمھیں ایک خط لکھا ہے جس میں تاکید کی ہے کہ وہ خط باقی تین پارٹنرز کو نہ دکھایا جائے۔"

تینوں پارٹنرز نے اُسے گھور کر دیکھا۔ ایک نے کہا۔ "والٹر! تم نے ہم سے جیکب کا خط چھپایا ہے؟"

"یہ جھوٹ ہے۔ یہ لڑکی بکواس کر رہی ہے۔"

وہ تینوں کھڑے ہو گئے۔ اُس سے سخت لہجے میں بولے۔ "اپنی جیب کی تلاشی دو۔"

وہ جیب سے خط نکال کر بولا۔ "ٹھیک ہے کہ جیکب کا یہ خط میرے پاس ہے میں نے سوچا تھا یہاں سے واپسی پر تمھیں یہ خط دکھاؤں گا۔ اُس نے لکھا ہے کہ وہ مجھے ففٹی پرسنٹ کا پارٹنر بنائے گا۔ اس کے عوض میں تم لوگوں کے درمیان رہ کر اُس کے لیے جاسوسی کروں کہ تم لوگ کس دن، کون سا مال، کس ملک کی بندرگاہ تک لے جاؤ گے۔ میں اُس کمینے جیکب

کو بتا رہا ہوں، لیکن میں کمینہ نہیں ہوں۔ تم لوگوں کا سچا دوست ہوں، اپنے دھندے سے وفادار ہوں۔"

"ہمیں وہ خط پڑھنے دو۔"

تینوں نے اپنے اپنے ریوالور نکال کر اُسے گھیر لیا۔ اُس کے ہاتھ سے خط کو چھین کر پڑھا۔ پھر ایک نے کہا: "اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جیکب کا دوسرا خط ہے۔ پہلے خط کے ذریعے تمھاری اُس کی پارٹنر شپ ہوئی اور تم نے اب تک ہم سے یہ بات چھپا کر رکھی۔"

وہ تینوں اس کی تمام جیبوں کی تلاشی لینے لگے۔ ہر جیب سے چیزیں نکال کر پھینکنے لگے۔ میں نے جیکب کی تصویر اٹھا کر اُس کی آنکھوں میں دیکھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اُس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اِدھر سلطانہ اُن کی طرف دھیان دے رہی تھی۔ ایک پارٹنر نے سلطانہ کو نشانے پر رکھتے ہوئے پوچھا: "تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ جیکب کے پاس تصویر اور خط ہے اور کیسے معلوم ہوا کہ خط میں کیا لکھا ہے؟"

یہ کہتے ہی اُس نے اپنا ریوالور سلطانہ کی طرف اُچھالا۔ اُس نے کیچ کر لیا۔ باقی دو پارٹنروں کے ریوالور بھی اُن کے قدموں میں آ گرے۔ وہ بولی: "ہم دونوں بہنوں کو ڈھکی چھپی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ تمھارے تمام ہتھیار میرے قدموں میں آ جائیں گے۔"

"کمال ہے! ہمیں پتا ہی نہ چلا اور تمام ریوالور تمھارے پاس پہنچ گئے۔ ہم تمھارے غیر معمولی علم کو مانتے ہیں۔"

دوسرے نے کہا: "ہمیں تمھارے جیسے ساتھیوں کی ضرورت ہے۔ ہم اس غدار پارٹنر کو موت کے گھاٹ اُتاریں گے اور تمھاری ممی کو پارٹنر بنا لیں گے۔"

ممی نے خوش ہو کر کہا: "مجھے منظور ہے۔"

"ممی! آپ خاموش رہیں۔ کیا آپ چاہتی ہیں کہ یہ لوگ اپنے اس پارٹنر کی طرح ہماری جان کے بھی درپے ہو جائیں! یہ لوگ بہت شکی ہیں۔"

ایک نے کہا: "کیا یہ خط اس کی غداری کا ثبوت نہیں ہے؟"

"نہیں، یہ جیکب کو چپ چاپ تلاش کر رہا ہے۔ یہ جانتا ہے تم لوگوں کو معلوم ہوگا تو تم اس خط کے پتے پر اُسے قتل کرنے پہنچ جاؤ گے جبکہ جیکب اتنا احمق نہیں ہے کہ جو پتا لکھے، وہاں قتل ہونے کے لیے بیٹھا رہے۔ تمھارا یہ پارٹنر بظاہر تم لوگوں کو دھوکا دے کر اُس کا اعتماد حاصل کر رہا ہے۔ جب بھرپور اعتماد حاصل کر کے اس کے سامنے پہنچے گا تو خود اُسے قتل کر دے گا۔"

"لیکن ہم کیسے یقین کریں؟ یہ تو صاف غدار ثابت ہو چکا ہے۔"

"یقین نہ کرو، لیکن تم لوگ اس بے گناہ کو موت کے گھاٹ نہیں اُتار سکو گے۔ جس طرح میں ابھی تم سب کے ریوالورز سے بچ گئی اسی طرح بے گناہ والٹر کو بچاؤں گی۔"

سلطانہ نے ایک ریوالور والٹر کو دیتے ہوئے کہا: "تمھارے قتل کا ارادہ رکھنے والے یہ تینوں تمھارے سامنے بے بس ہیں۔ کیا تم انھیں گولی مار دو گے؟"

وہ بولا: "حسین لڑکی! میں تیرا شکر گزار ہوں تُو نے میری حمایت میں سچی گواہی دی ہے۔ تُو باکمال ہے! میں تیری قدر کرتا ہوں، لیکن یہ تینوں صرف میرے بزنس پارٹنر ہی نہیں، گہرے دوست بھی ہیں۔ اگر یہ مجھے غدار سمجھتے ہیں تو میں اپنے ہاتھ سے ریوالور دیتا ہوں، یہ مجھے مار ڈالیں۔"

اُس نے اپنے ساتھیوں کی طرف ریوالور بڑھایا۔ وہ شرمندہ ہو کر اس سے لپٹ گئے۔ پھر انھوں نے کہا: "میڈم سلوانہ! تمھاری بیٹیاں باکمال ہیں۔ تم آج رات اپنی بیٹیوں کے ساتھ ہمارے جہاز میں سفر کرو گی۔"

ہمیں اِن دھندوں میں نہیں پڑنا چاہیے تھا، لیکن ممی کو ایک ہیرے کا لالچ تھا۔ ہم انھیں اسی طرح ایک ہیرے سے بہلا سکتے تھے۔ انھیں یہ سوچنے کا موقع نہیں دے سکتے تھے کہ ہم پلک جھپکتے ہی وہ تمام مال ممی کے قدموں میں لا کر ڈال سکتی ہیں جو وہ اسمگل کرنے والے ہیں۔ ویسے وہ دُور تک سوچنے کی عادی تھیں۔ انھوں نے پوچھا: "بیٹی! تم دونوں جیسے کمالات دکھا رہی ہو۔ ایسے کمالات سے تم منٹوں میں کسی کی بھی تمام دولت اپنے گھر لا سکتی ہو؟"

"ہاں ایسا ہو سکتا ہے، لیکن یہ چوری اور ڈکیتی ہوگی اور ہم ایسا کوئی کام نہیں کریں گے۔"

وہ خاموش ہو کر سوچنے لگیں۔ کیا مشکل ہے۔ یہ ڈاکو باپ کی بیٹیاں ڈاکا ڈالنے سے انکار کر رہی ہیں، اصل بات یہ ہے کہ انھیں شرافت میرے خون سے ملی ہے۔ کوئی بات نہیں میں انھیں رفتہ رفتہ سمجھاؤں گی کہ اپنے فائدے کے وقت تھوڑی دیر کے لیے شرافت کو بھول جانا چاہیے۔

ہمارا سفر رات کے گیارہ بجے شروع ہوا۔ سفر مختصر تھا۔ پرنس آئی لینڈ جا کر صبح تک واپس آنا تھا۔ میں جیکب کا دماغ پڑھ چکی تھی۔ وہ پولیس والوں کے ساتھ ان کی موٹر بوٹس میں آ رہا تھا۔ میں نے والٹر اور اس کے ساتھیوں سے کہا: "ابھی پٹرولنگ پولیس کی پوری ٹیم آ رہی ہے۔ جیکب

انھیں لا رہا ہے۔ تم لوگ بالکل نارمل رہو گے۔ انھیں تلاشی لینے کی پوری آزادی دینا۔ تمھارا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

ایک نے کہا: "کیسے نہیں بگڑے گا؟ جیکب اسٹور روم کے خفیہ دروازے کا راز جانتا ہے۔ ہمارا سارا مال پکڑوا دے گا۔"

سلطانہ نے کہا: "جب ہم نے کہہ دیا ہے کہ مال سلامت رہے گا تو ہم پر بھروسا کرو۔ نہیں کرو گے تب بھی اپنا بچاؤ نہیں کر سکو گے۔ وہ دیکھو وہ آ رہے ہیں۔"

پولیس موٹر بوٹس سے سرچ لائٹس جہاز تک آ رہی تھیں۔ تین موٹر بوٹس تین طرف سے جہاز کو گھیر رہی تھیں۔ آدھے گھنٹے کے اندر ہی جیکب نظر آیا۔ وہ بوٹ سے رسّے کی سیڑھیاں چڑھتا ہوا پولیس افسران اور سپاہیوں کے ساتھ جہاز میں آیا۔ فاتحانہ انداز میں بولا: "تم چاروں پارٹنر مجھے قتل کرنا چاہتے تھے تاکہ میں تمھارا مال پولیس والوں سے نہ پکڑواؤں۔ مگر میری سلامتی اسی میں ہے کہ تم چاروں لمبے عرصے کے لیے جیل میں چلے جاؤ۔"

پولیس افسر نے کہا: "ہمیں پورے جہاز کی تلاشی لینے کی زحمت نہ دو۔ ہمارا وقت برباد نہ کرو۔ سیدھی طرح اسمگل ہونے والا مال ہمارے سامنے لے آؤ۔"

جیکب نے کہا: "چور کبھی چوری کا مال پیش نہیں کرتا۔ میں وہ خفیہ جگہ جانتا ہوں، جہاں یہ مال چھپا کر رکھتے ہیں۔ میرے ساتھ آئیے۔"

وہ انھیں بیسمنٹ کی طرف لے جانے لگا۔ وہ چاروں پریشان ہو کر ہم بہنوں کو دیکھ رہے تھے۔ انھیں پتا نہیں تھا سلطانہ کیا کر رہی ہے۔ وہ جیکب کے دماغ پر قبضہ جما چکی تھی۔ اُسے بیسمنٹ میں اِدھر سے اُدھر لے جا رہی تھی۔ پولیس والے بھی اس کے ساتھ چل رہے تھے۔ جیکب نے انجن روم کے آس پاس کئی چکر لگائے لیکن اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسٹور روم کہاں ہے۔ ایسے وقت وہ خفیہ دروازہ بھی اس کی یادداشت سے گم ہو گیا تھا۔

افسر نے غصے سے پوچھا: "مسٹر جیکب! کیا تم ہمارا وقت برباد کرنے ہمیں یہاں لائے ہو۔ وہ خفیہ کمرا کہاں ہے جس کا تم ذکر کر رہے تھے؟"

وہ بولا: "میں حیران ہوں کہ وہ کمرا کہاں غائب ہو گیا۔ شاید ان لوگوں نے جہاز کی اندرونی بناوٹ میں کچھ تبدیلیاں کی ہیں یا انھیں پولیس ریڈ کا یقین ہو گیا تھا۔ انھوں نے گودام کے اندر عام مال کے ساتھ اسمگلنگ کا مال چھپایا ہوگا۔"

وہ لوگ جہاز کے مال گودام میں آئے۔ وہاں کے ایک ایک سامان کو چیک کیا، مگر اسمگل ہونے والا مطلوبہ سامان نہیں ملا۔ تلاشی کے دوران سلطانہ نے جیکب کو سب سے چھپ کر خفیہ اسٹور روم میں جانے پر مجبور کیا۔ پولیس آفیسر نے آخر کار چاروں پارٹنرز سے شرمندگی کا اظہار کیا۔ پھر پوچھا: "یہ جیکب کہاں ہے؟"

سب اُسے تلاش کرنے لگے۔ افسر نے جہاز پر سے موٹر بوٹ کے ایک سپاہی سے پوچھا: "کیا جیکب نیچے بوٹ میں ہے؟"

جواب ملا: "یہاں نہیں ہے۔"

میں نے اُس کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ سپاہی تنہا بوٹ میں تھا۔ اُس نے بوٹ کو اسٹارٹ کیا پھر اُسے تیز رفتاری سے لے جانے لگا۔ ایک افسر نے پوچھا: "اے کہاں جا رہے ہو؟"

مگر وہ دُور نکل گیا تھا۔ دوسرے افسر نے کہا: "یہ جیکب کی کوئی چال تھی۔ ہمیں یہاں اُلجھا کر وہ اپنے جہاز کا مال پار کرنے جا رہا ہے۔ کمبخت ہماری بوٹ لے گیا ہے۔"

وہ افسران اپنے سپاہیوں کے ساتھ جہاز سے اُتر کر باقی دو موٹر بوٹس میں گئے، پھر اُس کا تعاقب کرنے وہاں سے روانہ ہو گئے۔ چاروں پارٹنرز خوشی سے ناچنے لگے۔ ہماری تعریفیں کرنے لگے۔ سلطانہ نے کہا: "تمھارا شکار جیکب خفیہ اسٹور روم میں قید ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔"

ہم بیسمنٹ کی طرف گئے۔ صبح میں جیکب کے دماغ میں گئی تھی۔ تب ہی سے مجھے اس سے نفرت ہو گئی تھی۔ اُس نے پچھلی رات ایک مجبور عورت کی عزت سے کھیل کر اُسے قتل کر دیا تھا۔ ایسے گناہگار قاتل کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا۔ اُسے عدالت سے سزا نہیں مل سکتی تھی۔ سلطانہ نے اُسے اسٹور کے خفیہ دروازے سے نکالا تو ایک نے حیرانی سے پوچھا: "تمھیں خفیہ دروازے کا بھی علم ہے۔ آخر تم بہنیں کیا چیز ہو۔ آج سے تم ہماری بزنس پارٹنر ہو گی۔"

انھوں نے جیکب کا گریبان پکڑ کر کہا: "تم ہمیں برباد کر کے لمبے عرصے کے لیے جیل بھیج کر تنہا یہ دھندا کرنے اور تنہا دولت کمانے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ اب تم ہمیشہ کے لیے اوپر چلے جاؤ۔"

انھوں نے جہاز کے عرشے پر لے جا کر اُسے گولی مار دی اور سمندر میں پھینک دیا۔ پرنس آئی لینڈ پہنچ کر انھوں نے مال کی ڈلیوری دی۔ اُسی جزیرے سے ہیرے جواہرات سے

بھرا ہوا ایک بیگ لیا۔ اُس مال کو استنبول کے ایک رئیسِ اعظم کے پاس پہنچانا تھا۔ اب وہ چاروں ہم پر اندھا اعتماد کرنے لگے تھے۔ انھوں نے ممّی کے سامنے وہ بیگ لے جا کر اسٹور روم میں چھپایا۔ اتنی دولت دیکھ کر ممّی کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ انھوں نے تنہائی میں ہم سے کہا "میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں، تمھیں ٹیلی پیتھی قسم کا کوئی علم حاصل ہوا ہے۔ تم دونوں جو چاہتی ہو، وہ ہو جاتا ہے۔ تم چاہو تو وہ ہیرے جواہرات سے بھرا ہوا بیگ میری خواب گاہ میں پہنچ سکتا ہے اور تم ایسا کرو گی، میں کوئی بات نہیں سُنوں گی۔"

سلطانہ نے کہا "میں ایک بار کہہ چکی ہوں کہ جس دن بہت زیادہ دولت آپ کے پاس آئے گی، اُس دن آپ کا سایہ ہمارے سروں سے اُٹھ جائے گا۔"

"یہ کہنے کی باتیں ہیں۔ میں یقین نہیں کرتی۔ کیا تمھارا علم موت اور زندگی کے بارے میں بھی بتاتا ہے؟"

میں نے کہا "یہ ہمارے بابا جانی کا علم بتاتا ہے۔ انھوں نے ہم سے کہا ہے کہ آپ دولت سے جتنی دور رہیں گی۔ اتنی ہی موت سے دور اور زندگی سے قریب رہا کریں گی۔"

وہ غصّے سے بولیں "اب سمجھ میں آیا کہ وہ ڈاکو میرا پرانا دشمن مجھے دولت سے دور رکھنے کے لیے تمھارے دماغ میں یہ باتیں نقش کر چکا ہے۔ کیا اتنی سی بات تمھاری سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ مجھے تم جیسی بیٹیوں کا محتاج بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔"

"ہمیں دل کی گہرائیوں سے یقین ہے کہ بابا جانی کبھی کسی کا بُرا نہیں چاہتے۔ اور جو شخص آپ کی طویل عمری کے لیے سوچتا ہو اور ہمارے سروں پر آپ کا سایہ رکھنا چاہتا ہے، وہ کبھی جھوٹ نہیں بولے گا۔"

سلطانہ نے کہا "ممّی، آپ سوچ بھی نہیں سکتیں کہ بابا جانی نے برسوں کی عبادت اور ریاضت سے کس قدر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی ہے۔ انھیں روحانیت میں کمال کا درجہ حاصل ہوا ہے۔ وہ جو بھی پیش گوئی کرتے ہیں، وہ ضرور درست ہوتی ہے۔"

وہ ہار ماننے والی نہیں تھیں۔ انھوں نے کہا "میں ایک دن ثابت کر دوں گی کہ تمھارا باپ اوّل درجے کا جھوٹا ہے۔ اللہ والا بن کر کوئی لمبا ہاتھ مارنے والا ہے۔"

سلطانہ نے غصّے سے کہا "ممّی، اپنی ناپاک زبان بند رکھیں۔ اور یہ اچھی طرح یاد رکھیں، اگر آپ نے آیندہ بابا جانی کی شان میں کوئی گستاخی کی تو ہم دونوں آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔"

وہ گھبرا گئیں۔ جلدی سے مسکرا کر بولیں "میں اپنی بیٹیوں کو مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گی۔ تمھاری شادیاں بھی نہیں ہونے دوں گی۔ اگر ہوں گی تو داماد گھر میں رہا کرے گا۔ رہ گئی تمھارے باپ کی بات تو آیندہ میں ان کی کوئی بات ہی نہیں کروں گی۔"

ہم صبح آٹھ بجے استنبول پہنچے۔ پولیس والوں سے وہ بیگ کر پورٹ سے باہر پارکنگ ایریا میں آئے۔ وہاں ہماری کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ ممّی دو پارٹنرز کے ساتھ ایک کار میں جا کر بیٹھ گئیں۔ ہم دوسری کار میں بیٹھ کر روانہ ہوئیں۔ ہمارے ساتھ بیٹھنے والے ایک پارٹنر نے راستے میں کہا "وہ دوسری کار نظر نہیں آ رہی ہے۔"

دوسرے پارٹنر نے کہا "وہ بہت آگے نکل چکے ہیں۔"

کچھ دور جانے کے بعد پولیس کی گاڑیاں نظر آئیں۔ ایک جگہ راستے میں بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ سپاہی لوگوں کو دور بھگا رہے تھے۔ ممّی جس گاڑی میں جا رہی تھیں وہ پولیس گاڑیوں کے پاس رُکی ہوئی تھی۔ اس کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ اس میں بیٹھنے والے دونوں پارٹنرز کھلے ہوئے دروازے سے اوندھے مُنہ باہر پڑے ہوئے تھے۔ ان کے جسم سے لہو بہہ رہا تھا۔ وہ مر چکے تھے۔ ہم دونوں بہنوں نے فوراً خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ ممّی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ ہیرے جواہرات کا بیگ لے کر بھاگ رہی تھیں اور سپاہی فائرنگ کرتے ہوئے ان کا پیچھا کر رہے تھے۔

اب سمجھ میں آیا کہ وہ ہم سے الگ دو پارٹنر کے ساتھ اس گاڑی میں اس لیے بیٹھی تھیں کہ اس میں وہ بیگ رکھا ہوا تھا۔ انھوں نے راستے میں پستول نکال کر دونوں پارٹنر کو ہلاک کیا تھا۔ دولت کے لالچ میں اندھی ہو کر یہ نہیں سوچا کہ بھری پُری شاہراہ پر ایسی واردات کریں تو پولیس والوں کے ساتھ عام شہری بھی دشمن ہو جائیں گے۔ کوئی انھیں پناہ نہیں دے گا۔

ہم بہنیں پریشان تھیں کہ انھیں کس طرح اس مصیبت سے بچائیں۔ کیونکہ کئی سپاہی اور افسران کے تعاقب میں تھے۔ ہم نے ان کی آواز نہیں سنی تھی۔ کسی کو فائرنگ سے روکا نہیں جا سکتا تھا۔ میں نے ممّی کے دماغ میں کہا "آپ رُک جائیں، خود کو قانون کے حوالے کر دیں۔ ورنہ گولی لگ جائے گی۔"

وہ دوڑتے ہوئے ہانپتے ہوئے بولیں "نہیں، یہ بیگ میں بھرا ہوا خزانہ پولیس والے چھین لیں گے۔ یہ میں کسی کو نہیں دوں گی۔"

دو گولیاں آ کر بیگ میں لگی تھیں۔ تیسری گولی ممّی کی کمر میں لگی۔ وہ چیخ مار کر فٹ پاتھ پر گریں۔ پھر رینگتے ہوئے اٹھیں۔ اس بار گولی پشت پر لگی، دل کے آر پار ہوئی۔ وہ بیگ ہاتھ سے چھوٹ کر گرا۔ گولیاں لگنے سے پھٹ چکا تھا۔ گرتے ہی ہیرے جواہرات فٹ پاتھ پر بکھر گئے۔ ممّی ان ہیرے جواہرات پر اوندھے مُنہ گر پڑیں۔

میں نے تڑپ کر آواز دی "ممّی! میری ممّی....!"

انھوں نے سر اٹھا کر آخری بار دھندلائی ہوئی نظروں سے اس دنیا کو دیکھا، پھر ان کا سر ڈھلک گیا۔ میرے آنسو نکل گئے۔ سلطانہ بھی رونے لگی۔ ہماری گاڑی اس فٹ پاتھ پر پہنچی۔ ہم گاڑی سے اتر کر دوڑتی ہوئی اُدھر گئیں۔ ممّی کی لاش اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ ان کے نیچے اور آس پاس ہیرے جواہرات بکھرے ہوئے تھے۔ ایک پولیس افسر نے ان کی لاش کو سیدھا کیا۔ تب ہم نے دیکھا ان کے بے جان جسم کے نیچے ایک نیلم پڑا ہوا تھا۔

نیلم پتھر کی موجودگی ان کی موت کا سبب ہو گئی۔ بابا جانی کی پیش گوئی پوری ہو چکی تھی۔

ہم نے استنبول کو خیرباد کہا اور لندن میں رہائش اختیار کر لی۔ جی چاہتا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کے قریب اپنے بابا جانی سے کچھ فاصلے پر پیرس میں رہا جائے لیکن بابا جانی نے منع کیا تھا۔ ان سے دماغی رابطہ قائم رہتا تھا۔ ان دنوں فرہاد، رسونتی، آرمرار اور جوجو کی ٹیلی پیتھی کا بہت چرچا تھا۔ وہ سپر طاقتوں سے ٹکرا رہے تھے اور انھیں مُنہ توڑ جواب دے رہے تھے۔ بابا جانی کی ہدایت تھی کہ ہمیں ان معاملات سے دور رہنا چاہیے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے خود کو ظاہر کیے بغیر دکھی انسانیت کے کام آنا چاہیے۔

ہم نے ان کی ہدایت پر عمل کیا۔ ہم بڑی خاموشی سے مسائل کا شکار رہنے والی خواتین اور مردوں کے مسائل حل کرتے رہے۔ ساتھ ہی یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں فرہاد اور سونیا سے بہت کچھ سیکھنا چاہیے۔ ہم بڑے ممالک سے نہیں ٹکرائیں گے لیکن چالاکی اور حاضر دماغی کی تربیت ضرور حاصل کرنی چاہیے۔

ہم پچیس برس کی ہو چکی تھیں۔ ہمیں شادی کر لینی چاہیے تھی۔ کسی نہ کسی کو جیون ساتھی بنانا ہی پڑتا ہے۔ لیکن ہم کسی مرد ساتھی کی محتاج نہیں تھے۔ صبح اور شام یوگا کی مشقیں کرتے تھے۔ اب آدھے گھنٹے سے زیادہ سانس روکنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی تھی۔ اتنی دیر تک سانس پر قابو پانے والوں پر نفسانی خواہشات کبھی غالب نہیں آتیں۔ ہم نے تنہائی میں کبھی کسی مرد کا تصور نہیں کیا۔ یوگا میں مہارت کے باعث ہمارے حسن میں قابلِ دید نکھار اور تازگی محسوس ہوتی تھی۔ دل پھینک حضرات ہمارے لیے تڑپ کر ترس کر رہ جاتے تھے۔ ہمیں جبراً حاصل کرنے کا ارادہ رکھنے والے مُنہ کی کھاتے تھے۔ کسی کا بس نہیں چلتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے بسی کا کوئی کمزور پہلو نہیں دیا تھا۔

ہم کبھی سونیا اور کبھی فرہاد کے قریب رہنے کی کوشش کرنے لگے۔ اس کے لیے ہم فرانس کی پولیس اور فوج کے افسران کے دماغوں میں جانے لگے۔ کیونکہ فرہاد، سونیا اور رسونتی کا رابطہ ان سے رہا کرتا تھا۔ کبھی رسونتی اور کبھی جوجو بیمار ہوئی تو میں نے ان کے دماغ میں رہ کر فرہاد کو بہت قریب سے دیکھا۔ رفتہ رفتہ محسوس ہوا کہ میں تنہائی میں رات کے گہرے سنّاٹے میں فرہاد کی آواز سنتی ہوں۔ غور کرنے سے پتا چلتا ہے، وہ آواز کانوں میں نہیں آتی، دماغ میں نہیں آتی۔ وہ آواز بڑی رازداری سے دل میں بجتی ہے۔

میں پریشان ہو گئی۔ اس ہرجائی کو دنیا جانتی ہے، وہ کسی ایک کا ہو کر نہیں رہتا۔ میں ایسے ہرجائی کو اپنی زندگی میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتی تھی۔ میں نے سلطانہ سے پوچھا "میں کیا کروں؟ اس کی آواز اور لہجہ آپ ہی آپ میرے دل میں دھڑکتا ہے۔ میں ایسے آدمی کو زندگی کا ساتھی نہیں بناؤں گی جو زندگی ساتھ نہ گزارتا ہو۔"

ہم بہنیں ایک دوسرے سے دل کی باتیں نہیں چھپاتی تھیں۔ اس نے مشورہ دیا کہ مجھے یوگا کی مشقوں میں شدّت پیدا کرنا چاہیے۔ میں نے اس کے مشورے پر عمل کیا۔ سانس روک روک کر آسن بدل بدل کر یوگا کا عمل کرتے رہنے سے وہ میرے دل اور دماغ سے نکل گیا۔ ادھر بابا جانی نے ہم دونوں کو سمجھایا کہ ہمیں ازدواجی زندگی گزارنے کے متعلق سنجیدگی سے سوچنا چاہیے۔ کسی معقول جیون ساتھی کا انتخاب کرنا چاہیے۔

وہ ہمارے مستقبل کے بارے میں بہت کچھ جانتے تھے۔ ان کے علم میں یہ بھی ہو گا کہ میں فرہاد کے عشق میں گرفتار ہونے والی ہوں۔ اور ان کا علم یہ بھی کہتا ہو گا کہ میں کسی سے شادی کر لوں تو فرہاد کو اپنی زندگی سے دور رکھنے میں کامیاب ہو جاؤں گی۔

انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ممی کی طویل حیات چاہتی ہو تو انھیں کسی خزانے تک پہنچنے نہ دینا۔ ہم نے یہی کوشش کی تھی۔ اگر کوشش میں کامیاب ہو جاتیں تو ممی ابھی زندہ رہتیں لیکن انسانی تدبیر کی ناکامی تقدیر کا لکھا ہوا پورا کر دیتی ہے۔

دوسری بار میں نے اور سلطانہ نے پھر تدبیریں کیں۔ کسی معقول جیون ساتھی کو تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن میرا دل کسی پر نہیں آتا تھا۔ یوگا کے ذریعے فرہاد کو دل سے دور رکھا تھا۔ دل میں نہ وہ تھا نہ اور کوئی سماتا تھا۔ سلطانہ فرہاد سے متاثر نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو مجھ سے کبھی نہ چھپاتی۔ لیکن وہ بھی کسی ساتھی کا انتخاب کرنے میں ناکام ہو رہی تھی۔ تین برس بعد اس نے بتایا کہ اسے سلمان واسطی (ماسٹر ریسر) اچھا لگتا ہے مگر اچھا لگنے اور محبت ہو جانے کے درمیان بڑا فاصلہ تھا۔ وہ ابھی دیکھنا چاہتی تھی کہ اس سے کس حد تک محبت ہو گی اور وہ کہاں تک خود کو ایک اہم اور کامیاب شخص ثابت کرے گا۔

پھر ایک دن اچانک ہی میرے دل اور دماغ کو جھٹکا پہنچا۔ یہ منحوس خبر ملی کہ فرہاد اس دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔ مجھ پر بڑی دیر تک سکتہ طاری رہا۔ پھر میں نے بابا جانی سے رابطہ قائم کیا۔ جیب

انھوں نے اس کی موت کی تصدیق کی تو میری آنکھیں بھیگ گئیں۔ مجھے یوں لگا جیسے میں اس کی سہاگن تھی آج بیوہ ہوگئی ہوں، ایسی بیوہ جو کبھی سہاگ کی سیج پر نہیں گئی۔ وہاں تک جانے کے لیے سوچتے سوچتے اپنی جوانی غارت کردی۔

آہ! میں اس خوش فہمی میں مبتلا رہی کہ یوگا کے ذریعے اسے دل سے نکال دیا ہے۔ بے شک میں نے یوگا کے ذریعے خواہشات پر قابو پایا تھا لیکن وہ دل میں اس طرح تھا جیسے بدن میں روح ہوتی ہے۔ ہمیں روح کی موجودگی کا کبھی احساس نہیں ہوتا۔ اسی طرح وہ میرے دل میں غیر محسوس طریقے سے موجود رہا۔ اس کی موت پر میرے دل نے کہا۔ میں نے اس کے لیے سہاگ کا جوڑا نہیں پہنا اب تک اپنے ارمانوں کو کفن پہناتی رہی۔ علوم حاصل کرنے اور تجربات کی آگ میں کندن بننے کے لیے اپنے جذبات کو کچلتی رہی لیکن اندر ہی اندر نادانستگی میں اس پر مرتی رہی۔ اب وہ کہاں ملے گا؟ کہیں نہیں ملے گا کبھی نہیں ملے گا۔ میں اپنی جوانی کے قیمتی لمحات کو قتل کرچکی تھی۔

سلطانہ مجھے تسلّیاں دیتی تھی سمجھاتی رہتی تھی "ہمیں خدا کی مرضی پر راضی رہنا چاہیے۔ جو ہونا تھا سو ہوگیا۔ میں تو کہتی ہوں تمھاری بہتری کے لیے ہوا ہے۔ تمھیں یقین ہوچکا ہے کہ فرہاد اس دنیا میں کبھی واپس نہیں آئے گا۔ لہٰذا اب تم کسی اور کو جیون ساتھی بنا سکوگی۔"

دن اور مہینے گزرتے گئے۔ میں کسی کو اپنے لیے پسند نہ کرسکی، یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ کبھی نہیں آئے گا، میں بچگانہ انداز میں سوچتی تھی کہ وہ ایک بار آجائے، صرف ایک بار آجائے۔ میں اس کے سامنے اپنا سب کچھ ہار کے اس پر مرمٹوں گی۔ دماغ نے سمجھایا یہ ممکن نہیں ہے۔ مجھے دلی سکون کے لیے فرہاد کی فیملی کے کام آنا چاہیے۔ ماسک مین نے جوجو کو اور سپر ماسٹر نے رسونتی کو اغوا کرایا تھا۔ جوجو کو واپس لانے سونیا گئی تھی۔ اس لیے میں رسونتی کے دماغ میں جاکر رہنے لگی۔

علی تیمور، اعلیٰ بی بی کی مدد سے اپنی ماں کو سپر ماسٹر کی قید سے نکال چکا تھا۔ ایک جنگل میں فوجی اسے چاروں طرف سے گھیر رہے تھے۔ وہ انھیں بڑے نقصانات پہنچا رہا تھا۔ میں بھی رسونتی کے دماغ میں رہ کر چپ چاپ اس طرح دشمنوں کو ہلاک کرتی تھی کہ کسی کو میری موجودگی کا پتا نہیں چلتا تھا۔

ایسے ہی وقت جب علی تیمور ماں کو لے کر شمالی سرحد پار کرنے والا تھا تب میں نے اچانک رسونتی کے ذریعے فرہاد کی آواز سنی۔ رسونتی جس درخت کی شاخوں اور پتوں میں چھپی ہوئی تھی اسی درخت پر فرہاد بھی موجود تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ زندہ نہیں ہے اس کے باوجود دل بے اختیار دھڑکنے لگا تھا۔ میں پوری توجہ سے رسونتی کے اندر اس کی آواز سن رہی تھی۔ وہ آواز بدلنے والا کوئی بہروپیا ہوسکتا تھا۔ میں اس کے دماغ میں نہیں جاسکتی تھی اگر وہ سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا تو اسے معلوم ہوجاتا کہ کوئی اور بھی خیال کرنے والی ہستی موجود ہے۔

میں چشم زدن میں بابا جانی کے پاس آگئی۔ ان سے پوچھا۔ "کیا فرہاد زندہ ہے؟"

انھوں نے پوچھا "یہ سوال کیوں کر رہی ہو؟"

"میں نے فرہاد کی آواز سنی ہے۔ اسے رسونتی کے دماغ میں موجود پا رہی ہوں۔"

"بیٹی! پانچ منٹ کے بعد آؤ۔"

میں ان کے دماغ سے نکل گئی۔ وہ اپنے علم سے معلوم کر رہے تھے کہ فرہاد ظاہر کیسے ہوگیا؟ جبکہ وہ گوشہ نشینی اختیار کرچکا تھا۔ شمالی امریکا کے ایک جنگل میں عبادت اور ریاضت کے لیے اس کی رہائش کا انتظام ہوچکا تھا۔ اس نے زبان دی تھی کہ وہ اپنے اندر کے دنیاوی فرہاد کو مار چکا ہے اور آیندہ گمنامی کی زندگی کو گزارتے ہوئے مظلوم اور دکھی انسانیت کے کام آتا رہے گا۔ اگر کوئی شناسا یا خونی کے رشتے بھی سامنے آئیں گے تو ان کے سامنے بھی اجنبی رہے گا۔ اسے کوئی نہیں پہچانے گا اور نہ ہی کبھی وہ اپنی پہچان کرائے گا۔

اور جب وہ اپنی پہچان کرا رہا تھا اپنی زبان سے پھر گیا تھا۔ میں پانچ منٹ کے بعد بابا جانی کے پاس پہنچی تو وہ صدمے سے نڈھال ہوکر سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے دل کی گہرائیوں سے ایک آہ نکلی "آہ! فرہاد نے مجھے جھوٹا اور فریبی بنا دیا۔ برسوں کی عبادت سے جو نیک نامی حاصل کی تھی اب وہ کسی دن بھی بدنامی میں بدل جائے گی ایک دن دنیا کہے گی، میں ڈاکو تھا مومن نہ بن سکا۔ میرے اندر برسوں کے بعد بھی جھوٹ بولنے والا ڈاکو موجود تھا۔ میں نے فرہاد کی موت کی تصدیق کرکے ساری دنیا کو اور اپنی بیٹیوں کو بھی دھوکا دیا ہے۔"

"بابا جانی، آپ نے ایسا کیوں کیا؟"

وہ چند لمحے تک سر جھکائے خاموش رہے، پھر یوں گویا ہوئے "میں نے اپنے علم کی روشنی میں فرہاد کو دور تک دیکھا تھا۔ وہ بدل سکتا تھا۔ اپنی موجودہ روش کو چھوڑ کر عبادت سے بھرپور ایک پاکیزہ زندگی گزار سکتا تھا۔ سپر پاورز سے ٹکرانے والی ہنگامہ پرور زندگی سے دور رہ کر مجبور اور مظلوم بندوں کے کام آسکتا تھا۔ اس کے ستارے یہ بھی بتاتے تھے کہ وہ دونوں ہاتھ اٹھائے ایمان کی بلندی کی جانب پرواز کرنے کو ہے لیکن ان کے پاؤں دلدل میں دھنسے ہوئے تھے۔ اگر کسی طرح وہ اپنے پاؤں دلدل سے نکال لے تو اسے ایمان کی بلندی کو چھونے سے شیطان بھی نہیں روک سکے گا۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولے "پھر وہ وقت آیا جب وہ گولی کھا کر ادارے میں پہنچا۔ وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں تھا۔ یوں کہنا چاہیے کہ زندگی کمزور پڑگئی تھی، موت غالب آرہی تھی طبی سائنس کی ایجاد کردہ کوئی دوا اسے بچا نہیں سکتی تھی۔ آخری لمحات میں اس کا کمزور دماغ یہ سوچ رہا تھا اور خدا سے کہہ رہا تھا میرے معبود! موت ایسے آرہی ہے کہ توبہ کی مہلت نہیں مل رہی ہے کیا مجھے کچھ سانسیں اور نہیں مل سکتیں؟ کیا مجھے اپنی غلطیوں کی تلافی کا موقع نہیں ملے گا؟ جب وہ سوچ رہا تھا تب میں نے اس کے اندر کہا "توبہ کی مہلت ملے گی اگر تم دنیاوی جھگڑوں سے دور باقی زندگی یادِ الٰہی میں بسر کروگے۔ اس نے وعدہ کیا، وہ یہی کرے گا۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولے "میرے علم نے اور اس کے وعدے نے یقین دلایا کہ وہ دلدل میں پھنسے ہوئے پیروں کو اپنی عبادت اور ریاضت سے نکال لے گا۔ تب میں نے اس اگربتی کی راکھ چٹکی میں لی جو ساری رات عبادت کے دوران سلگتی رہی تھی۔ میں نے وہ راکھ گولی کے زخم پر چھڑک دی۔ پرنس جمال پاشا کی گولیوں کے تین زخم روحانی علاج سے بھر گئے تھے۔ فرہاد کا زخم بھی بھر گیا۔ فرہاد، سونیا، پارس اور علی تیمور کی کتنی ڈمی ادارے میں موجود ہیں۔ اتفاق سے فرہاد کی ایک ڈمی کا استعمال ہوگیا۔ میں نے ادارے کے تین معتبر افراد کو رازدار بنا کر فرہاد کو وہاں سے روانہ کردیا۔ اور اس کے بیڈ پر اس کی ڈمی رکھوادی۔ میں نے یہ سب کچھ ایک نیک جذبے سے کیا۔ میرے اس عمل سے فرہاد کو اور فرہاد سے تعلق رکھنے والوں کو بہت سے فائدے پہنچنے والے تھے۔"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہے پھر بولے "میں جانتا ہوں تم دل سے مجبور ہورہی تھیں۔ میری تربیت نے تمھیں فرہاد سے دور رکھا ہے۔ مگر کوئی انسان دیر تک فطری خواہشات سے جنگ نہیں کرسکتا۔ یا مقدر کا لکھا ہوا بدل نہیں سکتا۔ یہ مقدر کی کارفرمائی ہے کہ آج تک کسی کو جیون ساتھی نہ بنا سکیں۔ تمھاری طرح کتنی ہی لڑکیاں دل کے ہاتھوں مجبور ہوکر اس مقناطیس کی طرف کھنچی جاتی ہیں۔ میں نے سوچا تھا اس مقناطیس کو مسجد کے دروازے پر رکھ دوں تو لڑکیاں تباہی سے اور فرہاد گناہوں سے بچے گا۔ مگر افسوس وہ مقناطیس مسجد کے دروازے سے لڑھک کر باہر نکل آیا ہے۔"

میں نے نفرت سے کہا "بابا جانی! آپ نے درست سمجھا تھا کہ میں دل سے مجبور ہورہی تھی۔ لیکن آپ کی روحانی عظمتوں کی قسم اب اس شخص سے شدید نفرت ہورہی ہے۔ میں ایسے شخص سے محبت کا تصور بھی نہیں کرسکتی جو میرے باپ کی نیک نامی کو خاک میں ملانے والا ہے۔ میں اسے ایسا نہیں کرنے دوں گی۔ آپ کے بیان کے مطابق عیاش اور جنگجو فرہاد مرچکا ہے۔ وہ مردہ ہی رہے گا۔ میں اسے زندہ نہیں ہونے دوں گی۔ اسے فرہاد کی حیثیت سے اپنی شناخت کا موقع نہیں دوں گی۔ اسے وہی پارسائی کی زندگی گزارنی ہوگی، جس کا وعدہ وہ آپ سے کرچکا ہے۔ وہ میرے باپ سے جھوٹ بول کر میرے باپ کو دھوکا دے کر سکون سے نہیں رہ سکے گا۔"

"بیٹی! میری دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔ میں اب بھی فرہاد سے مایوس نہیں ہوں، کیونکہ مایوسی گناہ ہے۔ تم یقیناً باپ کے مشن کو پورا کرسکوگی۔ تم سمجھدار ہو پھر بھی یہ سمجھاتا ہوں، گناہ کا سایہ اپنی زندگی پر نہ پڑنے دینا۔"

یہ کہہ کر انھوں نے آنکھیں بند کرلیں۔ مراقبے میں جانے لگے۔ میں ان کے دماغ سے نکل کر سلطانہ کے پاس آئی۔ اسے فرہاد کی ساری روداد سنائی۔ وہ بھی بابا جانی پر جان دیتی تھی۔ اس نے ناگواری سے کہا "میں فرہاد کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ اس کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ گمنام رہے۔ ورنہ میں اس کا جینا حرام کردوں گی۔"

اس دن سے ہم دونوں بہنیں اس کے پیچھے پڑگئیں۔ رسونتی دماغی طور پر کمزور تھی۔ ہم اس کے دماغ میں آنے جانے لگے۔ فرہاد اکثر اس کے پاس آتا تھا۔ اور اس کے ذریعے سونیا، پارس اور علی تیمور کو اپنے فرہاد ہونے کا یقین دلاتا تھا لیکن کوئی یقین کرنے کو تیار نہیں تھا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں غیرت مند بیٹے اسے اپنی ماں کے قریب برداشت نہ کرسکے۔ اس پر حملہ کر بیٹھے ہمیں خوشی ہورہی تھی کہ وہ اپنے ہی بیٹوں کے ہاتھوں ذلیل ہورہا ہے۔

ہمیں سونیا کی ذہانت سے بڑا خوف آتا ہے۔ دنیا والے جہاں تک سوچ نہیں سکتے، وہ وہاں سے سوچ کر آگے نکل جاتی ہے۔ اس نے فرہاد کے کپڑے اتروا کر اس سے ورزش کرائی اسے پنجوں کے بل اچھلتے رہنے کو کہا۔ پھر اس کے پسینے کی بو سے اسے پہچان لیا۔ پارس اور علی تیمور کے سامنے تصدیق کردی کہ وہ ان کا باپ فرہاد علی تیمور ہے۔

سچ بات تو یہ ہے کہ فرہاد کی طرح سونیا بھی ہمیں کھٹکنے لگی۔ وہ فرہاد کو شناخت کرکے ہمارے باپ کے مشن کو ناکام بنا رہی تھی۔ فی الحال یہ بات اطمینان بخش تھی کہ وہ بھی بابا جانی کی سچائی پر حرف نہیں آنے دینا چاہتی تھی۔ تینوں نے یہ عہد کیا تھا کہ بابا جانی کے بیان کے مطابق جو فرہاد مرچکا ہے، وہ مردہ ہی رہے گا۔ اور فرہاد برائٹ وولف کے نام سے مخاطب کیا جائے گا۔

ان حالات میں اگر کوئی بابا جانی سے پوچھ لیتا کیا فرہاد زندہ ہے؟ تو وہ جھوٹ نہ بولتے کیونکہ وہ فرہاد کے وعدے

کے مطابق پہلے بیان میں سچّے تھے اور اب اس کی وعدہ خلافی کے مطابق دوسرے بیان میں جھوٹ نہیں بول سکتے تھے لیکن خدا کو یہ منظور نہیں تھا کہ وہ دُنیا والوں کے سامنے دوسرا بیان دیں اس لیے ان کا بلاوا آگیا۔ وہ اللہ کو پیارے ہوگئے۔

ان کے انتقال پر ہم بہنوں نے جو آنسو بہائے وہ ایک الگ بات ہے مگر اُن کی دائمی جُدائی نے اس فیصلے کو اور پختہ کردیا کہ ہم فرہاد کو ظاہر ہونے نہیں دیں گے۔ اپنے باپ کا مشن پورا کریں گے۔ چاہے اس کے لیے فرہاد اور سونیا سے دُشمنی کیوں نہ مول لینی پڑے۔

سلطانہ نے مجھ سے کہا "کسی طرح فرہاد کے دماغ میں جگہ مل جائے تو ہمارے تمام مسائل حل ہوجائیں گے۔"

میں نے کہا "ہمارے بابا جانی بھی فرہاد کے دماغ میں پہنچ سکتے تھے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر یا روحانی عمل کے زیرِ اثر لاکر اُسے دینی فرائض کی طرف مائل کرسکتے تھے لیکن اسلام میں کسی کو جبراً مائل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"میں اسے جبراً فرشتہ نہیں بنانا چاہتی لیکن اس کے دماغ میں جگہ مل جائے تو اس کی تمام مصروفیات کا علم ہوتا رہے گا اور ہم اسے دُنیا والوں پر ظاہر ہونے سے روکتے رہیں گے۔"

میں بھی یہی چاہتی تھی اور ہماری یہ خواہش پوری ہونے کا وقت آرہا تھا۔ فرہاد اپنی عاشق مزاجی سے مجبور تھا۔ جینا نامی ایک ایسی لڑکی کے عشق میں گرفتار ہوگیا جو ہر رات دس بجے لڑکا بن جایا کرتی تھی۔ دُشمنوں نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے آدھی لڑکی اور آدھا لڑکا بنا کر عجیب سی کشش پیدا کردی تھی۔ فرہاد اُس کا دیوانہ ہوگیا تھا۔ وہ اکثر ایسے ہی حالات میں نقصان اُٹھاتا ہے۔ وہ دیوانگی میں بھول گیا کہ پاسکل بُوبا جینا کے ذریعے خطرناک حملہ کرسکتا ہے۔ بہرحال دُشمن نے حملہ کیا۔ جینا کے ذریعے اس کے دماغ کو کمزور بنا کر اس کے اندر زلزلے پیدا کردیے۔ پوری طرح اس کے دماغ پر قبضہ جما کر بولا "اب میں تنویمی عمل کے ذریعے تمھیں اپنا معمول اور تابعدار بنا کر رکھوں گا۔ اب کوئی تمھیں میرا غلام بننے سے نہیں روک سکے گا۔"

اس کا دعویٰ اپنی جگہ درست تھا۔ کوئی اُسے بچانے کے لیے اس کے دماغ میں دفاعی مورچا نہیں بنا سکتا تھا اور ہم بہنوں کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ ہمیں خاطر خواہ موقع مل گیا تھا۔ جب پاسکل بُوبا نے اس پر تنویمی عمل شروع کیا تو ہم نے دفاعی مورچا بنالیا۔ اس کے تنویمی عمل کو بے اثر کردیا۔ وہ اپنے طور پر مطمئن ہوکر فرہاد کو تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ گیا۔ ایسے وقت میں نے اس کے دماغ میں ہنستے ہوئے کہا "ایک طویل انتظار کے بعد قابو میں آئے ہو۔ میں چھپ چھپ کر ہزار جتن کرتی رہی کہ کسی طرح تھوڑی دیر کے لیے تمھارا دماغ کمزور ہو جائے اور میں اُس کی مالک بن جاؤں۔ مگر تم فولاد ہو، تمھیں توڑنا میرے بس میں نہیں تھا اور میں تمھیں توڑنا نہیں اپنے ساتھ جوڑنا چاہتی ہوں۔"

اس نے کہا "تمھاری آواز جادو بھری ہے کون ہو تم؟"

"مجھے پھانسنے کے ہتھکنڈے نہ آزماؤ۔ میں تمھیں اپنے ساتھ جوڑنا ضرور چاہتی ہوں، مگر محکوم بنا کر، حاکم بننے کا خیال دل سے نکال دو اور میرے معمول بننے کے لیے تیار ہوجاؤ۔"

پھر میں نے اُسے بولنے کا موقع نہیں دیا۔ تنویمی عمل کے ذریعے اُسے اپنا مطیع اور فرماں بردار بنانے لگی۔ سلطانہ بھی اُس کے دماغ میں موجود تھی۔ میں نے اس کے ذہن میں یہ نقش کیا کہ وہ میری اور سلطانہ کی سوچ کی لہروں کو کبھی محسوس نہیں کرے گا۔ اور ہر ہفتے کی رات ہمارا معمول بننے کے لیے خود کو ہمارے تنویمی عمل کے سپرد کردیا کرے گا۔

ہم بہنوں کو بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ ہم نے طے کرلیا کہ ایسے عاشق مزاج کے ساتھ معشوق بن کر چکر چلائیں گے لیکن اپنی آبرو پر اور مرحوم بابا جانی کی غیرت پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔

ویسے میرے اندر اندیشہ تھا کہ فرہاد سے جھوٹا رومانس کرتے کرتے کہیں سچّے عشق میں مبتلا نہ ہوجاؤں۔ میں نے کہا۔ "سلطانہ! میں فرہاد سے سچّا تو کیا جھوٹا عشق بھی نہیں کروں گی۔ یہ میرے مزاج کے خلاف ہے۔"

"اپنے مقاصد کے حصول کے لیے بعض اوقات مزاج کے خلاف بھی کام کرنا پڑتا ہے۔ عشق میں کروں گی لیکن ضرورت کے وقت تم کام آتی رہوگی۔"

اُدھر فرہاد پریشان ہوگیا تھا۔ میں اس کی زندگی میں پہلی عورت تھی جس نے تنویمی عمل کے ذریعے اُسے اپنا معمول بنا لیا تھا۔ اُسے مجھ سے نجات حاصل کرنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تھا۔ ایسے وقت وہ سونیا سے مدد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ سلطانہ نے پوچھا "کہاں جارہے ہو؟ وہ تمھاری نجات دہندہ بھی مجھے تمھارے دماغ سے نہیں نکال سکے گی۔"

اس نے پوچھا "تم کیا چاہتی ہو؟"

وہ شرارت سے بولی "تمھیں چاہتی ہوں۔ میں تمھیں آخری سانس تک اپنا بنائے رکھوں گی۔"

"میں تمھیں پسند کروں یا نہ کروں، تم جبراً اپنا بنا کر رکھوگی؟"

وہ بڑے رومانٹک لہجے میں بولی "تم مجھے صرف پسند ہی نہیں کروگے بلکہ میرے دیوانے ہوجاؤ گے۔ میں نے اپنے حسن و جمال کو تمھارے لیے سنبھال کے رکھا ہے۔ اس میں سے ایک تنکا خرچ نہیں کیا ہے۔"

اِدھر میں نے سلطانہ کے بازو میں ایک چٹکی لے کر کہا "تجھے ایسی بے حیائی کی باتیں کرتے شرم نہیں آتی؟"

وہ بولی "لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ میں بے حیا کو بے حیائی سے زیر کروں گی۔ ذرا دیکھتی جاؤ، میں اسے کیسا چکر دیتی ہوں۔"

اُدھر فرہاد نے پوچھا "کیا تنویمی عمل کے سہارے مجھے محبت پر مجبور کروگی؟"

"ہرگز نہیں، تم مجھے دیکھ کر خود ہی دیوانے ہوجاؤ گے، مجھے اپنی تنہائی میں بلاؤ گے۔"

"اگر میں نے ایسا نہ کیا اور تم سے دامن بچالیا تو؟"

"اگر تم میرے سامنے آکر میرے ساتھ کچھ وقت گزار کر ثابت قدم رہے، مجھ سے محبت نہ کی اور مجھے اپنی تنہائی میں نہیں لے گئے تو میں تمھارے دماغ سے اپنا تنویمی عمل ختم کردوں گی۔"

اُس نے چیلنج قبول کرلیا۔ ہمارا دماغ خراب نہیں ہوا تھا کہ ہم میں سے کوئی اس کی تنہائی میں چلی جاتی۔ سلطانہ نے پیرس کی ایک بازاری عورت کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا۔ اُسے فرہاد کی خواب گاہ میں بھیج دیا۔ وہ نیند میں تھا۔ میں نے اُسے بیدار کیا تو اس نے خواب گاہ میں ایک حسین عورت کو دیکھا۔ سلطانہ نے اس حسینہ کی زبان سے کہا "یہ میں ہوں، بتاؤ کیسی ہوں؟"

وہ سحر زدہ ہوکر بولا "تمھارا حسن توبہ کو توڑنے والا اور جوانی عزائم کو توڑنے پھوڑنے والی ہے۔"

وہ بولی "میں اخلاقی کمزوری ہوں، مجھے ٹھکرادو۔"

وہ عاشقانہ انداز میں بولا "میں موت کے اندھیرے سے تمھارے لیے لوٹ کر آیا ہوں۔ تمھیں ٹھکرا نہیں سکتا۔"

وہ حسینہ اُسے بیڈروم میں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ وہ بھی وہاں سے دوسرے کمرے میں آیا پھر آواز دی "جینا!"

سلطانہ نے اس حسینہ کی زبان سے جینا کی آواز میں کہا۔ "میں یہاں ہوں لیکن میرے پاس نہ آنا۔ جب تم سو رہے تھے تو وہ عورت مجھے نیند کی حالت میں چلاتی ہوئی کاٹیج کے باہر لے گئی تھی۔ میں نہیں جانتی ابھی میں کہاں ہوں؟"

وہاں اندھیرا تھا۔ یکبارگی بجلی آئی تو فرہاد نے حیرانی سے دیکھا۔ وہ دراصل وہ نہیں تھی بلکہ وہ تھی۔

وہ جسے اپنے بیڈروم دیکھا تھا۔ رات تھی، خاموشی تھی کافرانہ ادائیں عزائم کو توڑ رہی تھیں۔ جوانی رائفل سے نکلی ہوئی گولی کی طرح ٹھائیں سے دل کو لگ رہی تھی۔ کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں تھا۔ وہ جذبات کے دھارے میں بہہ گیا۔

سلطانہ نے ثابت کردیا کہ وہ فطرتاً عیاش ہے۔ اُس نے دعویٰ کیا تھا کہ میں اس کی تنہائی میں آؤں گی تو وہ ثابت قدم رہے گا کہ وہ عیاش نہیں ہے۔ میں اس کی تنہائی میں نہیں گئی۔ کوئی اور گئی۔ چیلنج کے مطابق کوئی عورت ہی گئی اور وہ شرط ہار گیا۔ اب وہ مجھ سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں اس کے دماغ سے چلی جاؤں اور اپنا تنویمی عمل ختم کردوں۔

لیکن وہ ہمیشہ سے آزاد اور خودمختار زندگی گزارنے والا میری پابندیوں میں نہیں رہ سکتا تھا۔ اُس نے سونیا کو تمام روداد سُنائی اس سے مدد طلب کی۔ سونیا نے کہا "تمھارے بیان سے ظاہر ہے کہ تمھارے دماغ میں آنے والی دشمن نہیں ہے اُس میں ذرا بھی خودغرضی ہوتی تو وہ کہتی کہ تمھیں اس کے ساتھ کسی ویرانے میں رہ کر عبادت سے بھرپور زندگی گزارنا چاہیے کیونکہ وہ تمھارے پاس تن من سب کچھ ہار چکی ہے لیکن وہ تمھیں اپنے ساتھ رہنے پر مجبور نہیں کررہی ہے صرف شیخ الفارس مرحوم کے بیان کی اس سچائی کو قائم رکھنا چاہتی ہے کہ گناہگار فرہاد مرچکا ہے لیکن تم شیطان کی طرح زندہ رہنا چاہتے ہو۔ تم اس عورت کی عظمت کو تسلیم نہیں کروگے لیکن میں اس کی عظمت کو سلام کرتی ہوں۔"

سونیا کی ذہانت اور محبت بھری سُن کر ہم دونوں بہنوں کے دل خوشی سے بھر گئے۔ وہ سچ مچ دلوں کو فتح کرنے والی عورت ہے چشم زدن میں دماغ سے تمام کدورتیں مٹا کر اپنے لیے محبت بھر دیتی ہے۔ فرہاد نے اس سے پوچھا "کیا تم میری مدد نہیں کروگی؟"

اُس نے جواب دیا "میں جس عورت کی عظمت کو سلام کرچکی ہوں اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھاؤں گی۔ جب وہ کہتی ہے کہ تم آزاد ہو۔ جینا کو اپنی شریکِ حیات بنا سکتے ہو۔ شرط صرف اتنی سی ہے کہ تمھیں دنیا والوں سے دور کسی ویرانے میں رہنا ہوگا تاکہ تم کبھی اتفاق سے بھی فرہاد کی حیثیت سے پہچانے نہ جاسکو تو تمھیں اعتراض کیا ہے؟"

اُس نے جواب دیا "میں ویرانے میں ایک عابد اور زاہد کی زندگی گزار سکتا ہوں لیکن جینا ایسی زندگی نہیں گزار سکتی۔ جینا کیا کوئی بھی عورت ویرانے میں نہیں رہنا چاہے گی۔"

سونیا نے کہا "محبت کرنے والی عورت اپنے مرد کے ساتھ ویرانے میں تو کیا جہنم میں بھی زندگی گزار لیتی ہے۔ میرا دعویٰ ہے جو عورت تمھیں شیخ مرحوم کی راہ پر لگانا چاہتی ہے، وہ ساری زندگی تمھارے ساتھ ویرانے میں رہے گی لیکن تم خود رہنا نہیں چاہوگے کیونکہ ویرانے میں تمھارے مطلب کی تتلیاں نہیں ملیں گی تمھیں ایک ہی سے گزارہ کرنا ہوگا۔"

فرہاد اُس سے ناراض ہوگیا۔ اُس سے فرہاد کا کوئی جسمانی رشتہ

نہیں تھا لیکن وہ سونیا کا محبوب تھا۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ سونیا جیسی محبوب ہستی کا فرہاد مخالف ہو جائے۔ میں نے جذباتی ہو کر کہا کہ اس کے دماغ سے ہمیشہ کے لیے چلی جاؤں گی۔ تب سونیا نے مجھ سے کہا "میرے دماغ میں آؤ میں دوستی کرنا چاہتی ہوں۔"

میں پہلی بار سونیا کے دماغ میں آئی۔ اپنی بے انتہا مسرتوں کا اظہار کرنے لگی۔ اسے بتایا کہ میں شیخ الفارس مرحوم کی بیٹی ہوں۔ میری ایک ہم شکل بہن سلطانہ بھی اُس کے دماغ میں ہے۔ ہم دونوں باری باری اسے اپنی داستان سُناتی رہیں۔ وہ حیران ہو کر بولی "تم دونوں شیخ الفارس مرحوم کی بیٹیاں ہو اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ تمھیں اُن کے بیان کی سچائی کو بحال رکھنے کے لیے جو کرنا چاہیے وہ کر رہی ہو۔ میں بھی یہی کرنا چاہتی ہوں لیکن میرا طریقہ کار مختلف ہو گا۔ تم دونوں اس پر جبر کر رہی ہو۔ میں جبر کے بغیر اُسے گمنام رہنے اور گناہوں سے باز آ جانے پر مجبور کر دوں گی۔"

"ہمیں یقین ہے تم کچھ بھی کر سکتی ہو۔ ناممکن کو ممکن بنا سکتی ہو۔"

اس نے ہمیں سمجھایا۔ ہمیں بار بار فرہاد کے دماغ میں نہیں جانا چاہیے۔ اس کے برعکس جینا کے دماغ میں رہ کر پہلے اُس کا برین واشں کرنا چاہیے۔ "برین واشنگ کا پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ ملٹری کے تنویمی عمل جاننے والوں نے جو زہر اس کے اندر بھرا ہے وہ سب نکل جائے گا۔ تم بہنوں کے عمل سے اس کی آواز اور لہجہ بدل جائے گا اس طرح پاسکل بُوبا اُسے کبھی ٹریپ نہیں کر سکے گا۔ تم اس کے دماغ میں دنیاوی آسائشوں سے بیزاری پیدا کر دو گی تو وہ فرہاد کو ویرانے میں رہنے پر مجبور کرے گی۔"

سلطانہ نے خوش ہو کر کہا "اسے صحیح معنوں میں ذہانت کہتے ہیں۔ اتنی سی بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ جینا سے سچا عشق کرنے والے کو ہم جینا کے ذریعے ہی کسی ویرانے میں بھیج سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "اس کا عشق سچا ہو گا تو وہ ضرور جینا کے ساتھ کہیں دور چلا جائے گا۔ ورنہ اپنی فطرت کے مطابق نئے عشق کے لیے پھر دنیاوی ہنگاموں کی طرف چلا آئے گا۔"

سونیا نے کہا "میری پلاننگ کے مطابق فرہاد کوئی نیا عشق نہیں کرے گا اور نہ ہی جینا سے کبھی پیچھا چھڑا سکے گا۔ جب وہ اس سے بیزار ہو گا تو تم اُسے نئی حسینہ کے روپ میں پیش کرو گی۔ عورت باہر سے مختلف ہوتی ہے اندر سے تو دہی ہوتی ہے جیسی سب ہوا کرتی ہیں۔ جینا ہر بار مختلف عورت بن کر اس کے پاس رہا کرے گی اور یہ تمھاری ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کے ذریعے ہوا کرے گا۔

سونیا نے بڑی عمدہ تدبیر بتائی تھی۔ اس طرح ہم فرہاد کو یہ سبق سکھا سکتے تھے کہ عورت ایک ہی ہوتی ہے۔ البتہ اس کا رنگ روپ بدلتا رہتا ہے۔ جینا فوج کے انڈر گراؤنڈ سیل میں تھی۔ ہم نے سونیا کے مشورے کے مطابق اس کا برین واش کیا۔ اس کے ذہن سے پچھلی زندگی اُس کی آواز اور اس کا لہجہ سب کچھ گم کر دیا۔ اس کے دماغ میں یہ نقش کر دیا کہ وہ انسانی آبادیوں سے دور کسی ویرانے میں اپنے محبوب کے ساتھ رہا کرے گی۔

سونیا نے فرہاد سے کہہ دیا کہ اس نے پرنس ڈیگمہ کے ذریعے جینا کا برین واش کرایا ہے۔ فرہاد جینا سے چار دن کی جدائی کے بعد فوجی اسپتال گیا۔ وہاں وہ اپنے آپ کو بھلائے بیٹھی تھی۔ اس نے فرہاد کو نہیں پہچانا کیونکہ وہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنا چہرہ تبدیل کرا چکا تھا۔ چہرہ تبدیل نہ ہوتا تب بھی اسے نہ پہچانتی۔ وہ اُسے کار میں بٹھا کر کاٹیج کی طرف لے جانے لگا۔ جینا کو بھوک لگ رہی تھی، وہ ایک ہوٹل میں گئے۔ ایسے وقت سلطانہ کو شرارت سوجھی۔ رات کے دس بج رہے تھے اُس نے جینا کے دماغ پر قبضہ جما کر لڑکی سے خود کو لڑکا سمجھنے پر مجبور کیا۔ فرہاد کے لیے ایک مسئلہ پیدا کر دیا۔

فرہاد نے اس کے لیے لڑکے کا لباس مہیا کیا۔ اُسے کاٹیج میں لایا وہ حیران تھا کہ دماغ سے پچھلی زندگی مٹ گئی ہے تو لڑکی سے لڑکا بننے کی بات کیسے یاد رہ گئی ہے۔ اس کی سمجھ میں یہی آیا کہ اُسے ہپناٹزم کے ذریعے ایسا نہیں بنایا گیا تھا بلکہ وہ قدرتی طور پر آدھی لڑکی اور آدھا لڑکا ہے۔

سلطانہ نے دوسری شرارت یہ کی کہ فرہاد جب جینا کو گلے لگا رہا تھا تب اس نے جینا کے ذریعے میری ہنسی سُنائی۔ وہ چونک گیا۔ جینا کو شبہ کی نظر سے دیکھنے لگا۔ اِس شرارت کا مقصد یہ تھا کہ وہ الجھا جائے اور سمجھا جائے کہ عورت یہ ہے، وہ ہے یا کوئی اور ہے؟ آخر عورت ہے صرف اس کی صورت، آواز اور لہجہ بدلا ہوا ہو گا۔

سلطانہ نے ایک بار لہجہ بدل کر اسے پھر چونکا دیا۔ جینا باتوں کے دوران ایک فقرہ میری آواز میں بول گئی تھی۔ فرہاد نے جھپٹ کر اس کی گردن دبوچ لی۔ اُسے شبہ ہوا تھا کہ میں اسے دھوکا دینے کے لیے جینا کے روپ میں آئی ہوں۔ اُس نے کمرے کی تمام لائٹس آن کر دیں جینا کو اچھی طرح ٹٹول کر دیکھا تو یقین ہو گیا کہ وہ میک اپ میں نہیں ہے حقیقتاً اس کی دلنواز محبوبہ جینا ہی ہے۔

وہ بے چاری خوفزدہ ہو گئی تھی۔ فرہاد کو درندہ سمجھ کر قریب نہیں جانا چاہتی تھی۔ فرہاد نے اسے محبت سے اور خیال خوانی سے اپنے پاس بُلا کر اپنی دانست میں اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلا دیا۔

وہ سو گئی۔ پھر فرہاد بھی سو گیا۔

لیکن میں بیدار رہوں۔ میں نے آنکھیں کھول دی ہیں، میرا سر فرہاد کے بازو پر ہے کیونکہ میں جینا کے سر میں ہوں۔ میں بڑی آہستگی سے اُٹھ کر بیٹھ گئی ہوں۔ جینا کے اندر چلتی ہوئی میز کے پاس آ رہی ہوں اور ایک کرسی پر بیٹھ کر اپنی داستان لکھ رہی ہوں۔ لکھ رہی ہوں۔ پتا نہیں کتنا وقت گزر چکا ہے فرہاد نیند سے بیدار ہو گیا ہے۔ اس لیے میں اپنی داستان یہاں ختم کرتی ہوں۔

وہ آ رہا ہے اپنی داستان جاری رکھنے کے لیے۔

میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ آنکھیں ملتے ہوئے دیکھا۔ جینا ایک میز کے پاس بیٹھی کچھ لکھ رہی تھی۔ ابھی صبح نہیں ہوئی تھی۔ پتا نہیں وہ کب سے لکھ رہی تھی۔ میں بستر سے اُتر کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے پیچھے آیا۔ اُسے مخاطب نہیں کیا۔ پیچھے کھڑے رہ کر میز پر کاغذات کا انبار دیکھا۔ پھر ان کاغذات پر اُس کی تحریر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کیونکہ وہ عربی زبان میں لکھ رہی تھی جبکہ عربی زبان بالکل نہیں جانتی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا "جینا!"

اس نے سر گھما کر مجھے دیکھا۔ میں نے حیرانی سے پوچھا "تم عربی زبان لکھ رہی ہو؟"

وہ بولی "یہ جینا نہیں لکھ رہی ہے۔ میں لکھ رہی ہوں۔"

"کیا بکواس ہے تم جینا ہو اور کہتی ہو جینا نہیں لکھ رہی ہے۔"

"میرے محبوب! سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں تمھاری جینا ضرور ہوں، مگر یہ میں نہیں، وہ لکھ رہی ہے۔"

میں نے جینا کی کلائی پکڑ لی پھر اس کی پیشانی کو دیکھتے ہوئے پوچھا "اچھا تو تم اس کے اندر ہو؟ اس بے چاری سے ڈھیر سارے کاغذات پر کیا لکھوا رہی ہو؟"

میں نے جینا کی زبان سے کہا "میں تمھیں بتانا چاہتی ہوں کہ میں کون ہوں۔ ان کاغذات پر میری داستانِ حیات لکھی ہوئی ہے۔ سُننا چاہو تو سنو۔"

وہ تمام کاغذات کو ترتیب سے رکھ کر عربی میں پڑھنے اور اس کا ترجمہ سُنانے لگی۔ میں شاید نہ سُنتا۔ لیکن داستان کی ابتدا میں یہ سُن کر چونک گیا کہ وہ شیخ الفارس مرحوم کی بیٹی ہے۔

پیارے قارئین! کیا آپ بھی چونک گئے تھے۔

پلیز۔ ذرا دم لیں۔ اگلی سطروں میں سونیا، لیلیٰ اور سلطانہ کی پلاننگ کا کباڑا کرنے والا ہوں۔ وہ مزید چونکا دینے والا مرحلہ ہو گا۔

میں اسے کیا سمجھ رہا تھا اور وہ کیا نکلی۔ مجھے رفتہ رفتہ یقین ہو رہا تھا کہ وہ میرے دشمنوں سے تعلق رکھتی ہے۔ ابھی وہ مجھے اپنا اسیر بنا رہی ہے۔ جب مجھ سے دل بھر جائے گا تو مجھے دشمنوں کے حوالے کر دے گی۔

دوسرا خیال یہ تھا کہ وہ شیخ الفارس مرحوم کی ایک عقیدت مند ہے۔ مرحوم کے متعین کیے ہوئے راستے پر مجھے چلانا چاہتی ہے لیکن نیک ارادہ رکھنے کے باوجود ایک سستی عورت ہے اور اپنی ہوس پوری کرنے کے لیے میری تنہائی میں آتی ہے۔

لیکن وہ میرے اندازے کے خلاف بہت زیادہ معتبر اور مقدس ثابت ہوئی۔ وہ جذباتی اور اپنے جسم کو سستا کرنے والی عورت نہیں تھی۔ شیخ الفارس مرحوم کی صاحبزادیوں کے متعلق ایسا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ان کی تعلیم و تربیت نے انھیں نفس پر قابو پانا سکھایا تھا۔ انھیں تمام خواہشات کو اپنے تابع رکھنے کے سلسلے میں اتنی مہارت تھی کہ آج تک ان کی پارسائی پر حرف نہیں آیا تھا۔ کسی نے ان کے بدن پر ایک انگلی بھی نہیں رکھی تھی۔

لیلیٰ نے یا سلطانہ نے میری تنہائی میں آنے کا جو ڈراما کیا تھا وہ محض ڈراما تھا۔ ان کی جگہ ایک بازاری عورت میرے پاس آئی تھی۔ انھیں ایسی حرکت اس لیے کرنی پڑی کہ میں نے چیلنج کیا تھا، اگرچہ عاشق مزاج ہوں لیکن وہ میری خوابگاہ میں آئے گی تو میں ہوس کا غلام نہیں بنوں گا اور اس نے کہا تھا "تم ثابت قدم رہے اور مجھے ہاتھ نہ لگایا تو میں ہمیشہ کے لیے تمھارے دماغ سے چلی جاؤں گی۔"

لیکن لیلیٰ بہت دور کی چیز ہے۔ میں ایک بازاری عورت کو دیکھ کر بہک گیا تھا۔ شرط ہار گیا تھا اس لیے اس نے مستقل میرے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ اس کی داستان سننے کے بعد میں جینا کے سامنے گم صُم بیٹھا رہا کیونکہ وہ جینا کے اندر موجود تھی۔ میرا سر جھک گیا تھا۔ اس لیے نہیں کہ ویرانے میں جا کر رہائش اختیار کرنے کے مشورے کو تسلیم کر رہا تھا۔ یہ تو مجھ سے کبھی نہیں ہو گا۔ میرا سر دو باتوں سے جھک گیا تھا۔ ایک تو یہ کہ وہ ایک عظیم بزرگ اور عالمِ دین اور اللہ والے کی بیٹی تھی اور دوسری بات یہ کہ وہ نہایت پارسا تھی۔ کوئی شکاری اسے شکار نہیں کر سکتا۔ ایسی عورت کی عزت کرنی چاہیے لیکن بُرا ہو مردانہ ذہنیت کا، ایسی عورت اور شدت سے دماغ میں چبھنے لگتی ہے۔ یہ آرزو پیدا ہوتی ہے کہ جو کسی کو نہیں ملتی وہ ہمیں مل جائے۔

اس نے داستان سنانے کے بعد چند اہم باتیں چھپا

لی تھیں۔ مثلاً یہ نہیں بتایا کہ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے جینا کے اندر ویرانے میں رہنے کی خواہش پیدا کر دی ہے۔ اور یہ بھی نہیں بتایا کہ میں کبھی جینا سے بیزار ہو جاؤں گا تو وہ سونیا کے مشورے کے مطابق جینا کا چہرہ بدل کر نئے روپ اور نئے انداز میں پھر اسے میری زندگی میں داخل کر دے گی۔ یعنی یہ عورتیں مجھے کسی نئے گناہ کا مرتکب نہیں ہونے دیں گی۔ اور کسی نئی شکار ہونے والی کی عزت بھی مجھ سے محفوظ رہے گی۔

بڑے نیک ارادے تھے۔ بڑی عمدہ پلاننگ تھی۔

مجھے پہلی بار شدت سے احساس ہوا کہ میں عشق کے نام پر گناہ کرتا ہوں۔ اگرچہ میں نے کبھی کسی پر جبر نہیں کیا، کبھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی کو اپنی تنہائی میں آنے پر مجبور نہیں کیا۔ آنے والیاں خود اپنی مرضی سے چل کر آئیں۔ پھر بھی یہ گناہ ہے۔ ہم اپنی خوبروئی، اپنی مردانگی اور ایک کے بعد دوسری حسینہ کو فتح کرنے کے زعم میں اسے گناہ سمجھنے سے انکار کر دیں تب بھی یہ گناہ ہی ہے۔

گناہ گار کی ایک پہچان یہ ہے کہ وہ بوڑھا ہو کر بھی گناہ کو گناہ نہیں سمجھتا، بلکہ خود کو بوڑھا بھی نہیں سمجھتا۔ میں جسمانی اور دماغی طور پر توانا اور تندرست ہوں۔ مجھ جیسوں کو بوڑھا نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن عمر کے اعتبار سے میرے بیٹے جوان ہو چکے ہیں۔ ان کے حوالے سے میں بزرگ ہوں اب مجھے ایک محتاط اور مہذب زندگی گزارنی چاہیے۔ یا اگر میں مہذب ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں تو مجھے اندر چھپی ہوئی تھوڑی بہت غلاظت کو باہر نکال کر پھینک دینا چاہیے۔

آدمی اپنی عقل سے بہت کچھ بدل سکتا ہے لیکن عمر تبدیل نہیں کر سکتا۔ وہ بچپن میں جوان نہیں ہو سکتا اور جوانی میں بوڑھا نہیں بن سکتا اور بڑھاپے میں جوانی واپس نہیں لا سکتا۔ جب وہ ایسا نہیں کر سکتا تو اسے اپنی عمر کے مطابق اپنے مزاج کو، اپنے اعمال کو بدلنا چاہیے۔

دیکھا جائے تو میں لیلیٰ اور سلطانہ کی پلاننگ سے پہلے خود کو بدل چکا تھا۔ یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ جینا کے ساتھ ازدواجی زندگی گزاروں گا۔ پہلے ایک کی موجودگی میں دوسری آ جاتی تھی۔ اب جینا کے جیتے جی کوئی نہیں آئے گی۔

اس فیصلے کے ساتھ ہی مجھے اپنے دماغ میں اس کی آواز سنائی دی: "اگر تم اس فیصلے پر آخری سانس تک قائم رہو گے تو میں تمہارے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کروں گی۔"

میں نے پوچھا: "تم کون ہو، لیلیٰ یا سلطانہ؟"

"کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم بہنوں میں سے کوئی بھی ہو سکت[ی] ہے۔ ویسے میں لیلیٰ ہوں۔"

"تم ایک بار ناراض ہو کر گئی تھیں کہ اب میرے دماغ میں کبھی نہیں آؤ گی۔ ایسے وقت سونیا نے تمھیں اپنے [پاس] بلایا تھا۔ معلوم ہوتا ہے تم عورتوں کے درمیان کوئی کھچڑی پک[ی] ہے۔ اسی لیے تم پھر میرے دماغ میں آنے لگی ہو۔"

"میں تم سے ناراض نہیں ہوئی تھی۔ ہاں یہ معلوم کر کے دکھ پہنچا تھا کہ تم مجھے اپنا دشمن سمجھ رہے ہو۔"

"کیا میرے دماغ میں چھپ کے آ کر رہنا دشمنی نہیں [ہے]؟"

"نہیں، یہ دوستی ہے۔ دشمنی کرنے سے دشمنی ہو[تی] ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو، مجھ سے پہلے کوئی اور تمھارے دماغ میں چھپ کے نہیں آتا تھا؟"

"ہرگز نہیں، میرا دماغ بہت حساس ہے۔ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہوں۔"

"لیکن تم بزرگانِ دین کے روحانی عمل کو محسوس نہیں کر سکتے۔"

"کیا تم اپنے عمل کو روحانی کہہ رہی ہو؟"

"میں بزرگانِ دین کی بات کر رہی ہوں۔ ابتدا میں تمھیں، سونیا کو اور رسونتی وغیرہ کو بابا صاحب کے ادار[ے] میں جانچ پڑتال کے بغیر جگہ نہیں دی گئی تھی۔ بابا فرید وا[سطی] مرحوم اور میرے بابا تم سب کے خیالات پڑھتے رہتے تھے۔ جب ضرورت ہوتی یا دشمنوں کی طرف سے کوئی خطرہ ہوتا تو یہ بزرگ چپ چاپ تمھاری چھٹی حس کو بیدار کر دیتے تھے۔ یا تمھاری سوچ کے لہجوں میں تمھیں بچاؤ کا کو[ئی] راستہ بتا دیا کرتے تھے۔"

میں نے حیرانی سے کہا: "میں نے اس پہلو سے کبھی سوچا نہیں تھا۔ ہمارے بزرگ چوری سے میرے خیالات پڑھتے رہے۔ یہ سراسر قابلِ اعتراض ہے۔"

"جو کچھ ہوا، سونیا کی رضامندی سے ہوا۔ اس نے ا[چھی] طرح سمجھ لیا تھا کہ صرف ٹیلی پیتھی کی طاقت سے تم سپر طاق[توں] کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ کسی وقت بھی بے خبری میں مارے جاؤ گے۔ تمھاری سلامتی کے لیے سونیا نے تمھارے چار[وں] طرف بابا صاحب کے ادارے کی مضبوط دیواریں کھڑی کر دیں۔ ہمارے بزرگ صرف اسی کے خیالات پڑھتے ہیں، جو ادارے سے پائیدار تعلق رکھتا ہے۔ بابا فرید وا[سطی] مرحوم نے پہلی بار تمھارے خیالات پڑھنے کے بعد صاف

[صاف کہہ دیا تھا] کہ تمھارے اندر گناہ کی آلودگی ہے اور تم ان اصولوں کے پابند نہیں رہو گے۔ ہمیشہ بے لگام رہا کرو گے۔ لہٰذا تمھیں ادارے کے اندر رہائش کی اجازت نہ دی جائے۔ اگر کسی مجبوری یا ضرورت کے تحت آؤ گے تو ادارے میں زیادہ دنوں تک قیام کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

"میری توہین ہوتی رہی اور مجھے خبر نہ ہوئی۔"

"گناہ گار کی زندگی کا ہر لمحہ توہین سے بھرپور ہوتا ہے لیکن وہ اس حقیقت کو سمجھنا نہیں چاہتا، جیسا کہ تم اب بھی سمجھنے سے انکار کر رہے ہو۔ کیا اس حقیقت سے بھی انکار کرو گے کہ تمھارا پورا خاندان آج تک بابا صاحب کے ادارے کی وجہ سے محفوظ ہے۔"

"میں اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہوں لیکن میرے چور خیالات پڑھنے کا سلسلہ ختم ہونا چاہیے۔"

"کبھی تمھاری لاعلمی میں دشمنوں نے تم پر حملہ کیا تو کیا ہو گا؟"

"میں مر جاؤں گا۔ مجھے آزادی کی وہ موت پسند ہے۔"

"دشمن تمھیں زندہ رکھ کر کسی مصیبت میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ سونیا اور رسونتی کو، تمھارے بیٹوں کو مجبور کر سکتے ہیں، تمھیں رہا کرنے کی شرط مان کر بابا صاحب کے ادارے کے خفیہ رازوں کا سودا کر سکتے ہیں۔"

"میری فیملی کا کوئی ممبر اس ادارے سے غداری نہیں کرے گا۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو۔ کسی موقع پر تمھاری جان بچانے کے لیے خون کے رشتے کمزور پڑ سکتے ہیں۔ تمھاری آزادی کے دو ہی راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ تمھارا پورا خاندان بابا صاحب کے ادارے سے قطع تعلق کر لے۔ اس ادارے سے ہمیشہ کے لیے نکل جائے۔"

"میرے بیوی بچے احسان فراموش نہیں ہیں۔ وہ مرتے دم تک اس ادارے کی خدمت کرتے رہیں گے۔ جہاں انھیں نادیدہ مصائب سے تحفظ حاصل ہوتا ہے۔"

"دوسرا راستہ یہ ہے کہ دنیا والوں سے دور جینا کے ساتھ کہیں چلے جاؤ۔ نہ کسی کے دوست بنو، نہ کسی کے دشمن۔"

"آخر آ گئیں اپنے مقصد پر۔ اب یہ بات مجھے بری نہیں لگے گی۔ کیونکہ تم شیخ الفارس مرحوم کی صاحبزادی ہو۔ میں نے ان کی نیک ہدایات پر عمل نہیں کیا تھا۔ اب رہائش کے طور پر کسی ویرانے میں جاؤں گا اور دیکھوں گا، جینا میری محبت کی خاطر کتنے عرصے تک وہاں میرا ساتھ دے گی۔"

"جو عورت ساتھ نہ دے، وہ زندگی کی ساتھی نہیں ہو سکتی۔ ایسی عورت کے مقابلے میں ایک بزرگ کے بیان کی سچائی کو اہمیت دینا چاہیے۔"

میں نے تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد کہا: "یہ بات سمجھ میں آ گئی ہے کہ تم اپنے والد کے نیک مقاصد کو پورا کرنے میرے پاس آتی ہو۔ تمھارا کوئی ذاتی مقصد یا کسی طرح کا لالچ نہیں ہے۔ اگر میں ایک بزرگ کے بیان کی سچائی کو قائم رکھنے کے لیے انسانی آبادی سے دور چلا جاؤں تو تم بھی میرے دماغ سے چلی جاؤ گی۔"

"خدائے بزرگ و برتر کی قسم، جس لمحہ تم انسانی آبادی سے دور جانے کے لیے سفر کا آغاز کرو گے میں اسی لمحے تمھارے دماغ کو آزاد کر دوں گی۔ میرے والد مرحوم نے مجھے سچائی کا درس دیا ہے۔ میں اس سچائی کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ یہ دیکھنے بھی نہیں آؤں گی کہ تم کہاں گئے ہو اور کیا کر رہے ہو؟ تم سے دور رہ کر سونیا، پارس اور علی تیمور کے ذریعے صرف اتنا معلوم کروں گی کہ تم اپنے وعدے پر قائم ہو یا نہیں۔ یعنی اتنی سی معلومات کے لیے بھی میں تمھارے دماغ میں نہیں آؤں گی۔"

"اچھی بات ہے، میں فیصلہ کرتا ہوں کہ مجھے کہاں جانا چاہیے۔ میں آج ہی جینا کے ساتھ ایک نئے سفر کا آغاز کروں گا۔"

"تو پھر اسی لمحے سے میں جا رہی ہوں۔ تم بارہ گھنٹے کے اندر سونیا کو صرف اتنا بتا دینا کہ وعدے پر عمل کر چکے ہو۔ خدا حافظ۔"

جینا بولتے بولتے چپ ہو گئی۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ کاٹیج میں گہری خاموشی چھا گئی۔ میں نے کہا: "لیلیٰ! تم نے اچانک ہی خدا حافظ کہہ دیا۔ مجھے بھی الوداعی انداز میں کہنے دو کہ میں تمھیں دشمن سمجھتا رہا لیکن تم نے کبھی دشمنی نہیں کی۔ تم صحیح معنوں میں ایک عالمِ دین کی صاحبزادی ہو۔ میں ہمیشہ تمھاری عزت کرتا رہوں گا اور...... اور تمھیں یاد کرتا رہوں گا۔"

یہ آخری فقرہ میں نے اپنی فطرت کے مطابق کہا۔ وہ میرے دماغ میں کہیں آہستگی کے ساتھ نقش ہو گئی تھی۔ میں نے اسے دیکھا نہیں تھا۔ اس کے حسن کا تذکرہ سنا تھا اور اس کی قابلیت نے تو بے حد متاثر کیا تھا۔ جو ہر لحاظ سے قابلِ دید ہو اور اس کے دیدار نہ ہوئے ہوں، اسے دیکھنے کی آرزو دل میں پھانس کی طرح چبھ کر رہ جاتی ہے۔ ابھی میں اس حقیقت کو نہیں سمجھ رہا تھا کیونکہ جینا میرے سامنے تھی۔

جینا نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ کاٹیج کے اس بیڈروم

پر ایک نظر ڈالی، پھر ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر بولی۔ "ابھی مجھے کچھ ہو گیا تھا۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا ہو گیا تھا؟"

"میں زبان سے بولتی جا رہی تھی مگر سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا بول رہی ہوں۔ میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، میں تمھیں دیکھ رہی تھی لیکن ایسے وقت یہ کمرا نہیں تھا۔ پتا نہیں، ہم کہاں تھے۔"

میں اٹھ کر اس کے پاس آیا۔ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "تم اپنی پچھلی زندگی بھول چکی ہو۔ یہ نئی زندگی تمھارے لیے اجنبی ہے۔ آیندہ ایسا نہیں ہوگا جیسا ابھی ہو چکا ہے۔"

"مجھے اس کاٹیج سے ڈر لگتا ہے۔ پچھلی رات تم مجھے مار ڈالنا چاہتے تھے۔ تم نے مجھ سے دشمنی بھی کی اور محبت بھی، اور ابھی میں سمجھتی ہوں کہ تمھارے پاس ہوتے ہوئے بھی کہیں گم ہو گئی تھی۔ اس کاٹیج میں آسیب ہیں۔ مجھے یہاں سے کہیں دور لے چلو۔"

"ہم ابھی جائیں گے۔ تم ضروری سامان پیک کرو۔ میں پاسپورٹ وغیرہ کا انتظام کر رہا ہوں۔"

نئے سفر کے لیے اہم کاغذات حاصل کرنا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ فرانس کے اعلیٰ سرکاری افسران نے ایک گھنٹے میں ہم دونوں کے پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات فراہم کر دیے۔ میں دو گھنٹے بعد جینا کو لے کر پیرس سے روانہ ہو گیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ نیا سفر مبارک ہوتا ہے یا مجھے نئے مسائل کے جہنم میں پہنچاتا ہے۔

میری داستان یوں چل رہی تھی کہ میں نے اور سونیا نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے پیدا ہونے والے دشمنوں کو بے نقاب کرنے کا عزم کیا تھا۔ میں جوراجوری کے باپ کرنل جیکب وال برگ کے دماغ سے سولہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے معلوم کر چکا تھا۔ میرا خیال تھا کہ میں ہی یہ کارنامہ انجام دے رہا ہوں، مگر قارئین جان گئے ہیں کہ لیلیٰ اور سلطانہ بھی کرنل کے دماغ سے ایسی معلومات حاصل کر چکی ہیں۔ لیلیٰ بالٹی مور میں سونیا کے کام آ رہی تھی اور سلطانہ نیویارک میں سونیا ثانی سے رابطہ قائم کرتی رہتی تھی۔

یوں دیکھا جائے تو خیال خوانی کرنے والی دو بہنوں کی موجودگی میں میری ضرورت نہیں رہی تھی۔ لیکن وہ دونوں ہماری ٹیم میں ابھی اناڑی تھیں۔ مشکل حالات میں مجھ سے اور سونیا سے مشورے لیے بغیر کوئی اقدام نہیں کر سکتی تھیں۔

پھر سونیا خوب سمجھتی تھی کہ حالات بگڑ جائیں تو میں ہی [illegible] انداز میں سنبھالتا ہوں۔ دوسرے لفظوں میں سونیا مجھ سے ہزار فاصلہ رکھنے کے باوجود میری عادی ہو گئی تھی۔ گھری کے گھری چالیں چلنے کے باوجود مجھ سے رابطہ رکھتی تھی۔ شاید اس لیے کہ عورت خواہ کتنی ہی مکمل ہو وہ اپنے مرد کے بغیر خود کو ادھورا محسوس کرتی ہے۔

بہرحال ہمارا منصوبہ تھا کہ ہم ایک ایک دشمن خیال خوانی کرنے والے کے نام اور پتے کے ذریعے اس کے عزیزوں تک پہنچیں گے۔ ان رشتے داروں کے ذریعے اس خیال خوانی کرنے والے کے دماغ میں جگہ بنائیں گے۔ جیسا کہ میں نے کینی پال کے ذریعے جوراجوری کے دماغ میں جگہ بنائی تھی۔ پھر جوراجوری کے ذریعے مکی میتھو کو ٹریپ کیا تھا۔ اب سونیا مکی میتھو کے باپ سائمن کی بیوی بن کر بالٹی مور پہنچی ہوئی تھی اور علی تیمور جمی میتھو بن کر میری لینڈ آ گیا تھا۔

میری لینڈ میں دل والوں کی رونق لگی رہتی تھی۔ رات ہوتے ہی روشنیاں جگمگانے لگتی تھیں۔ عورتوں کے میک اپ سے بھرے ہوئے چہرے ان روشنیوں میں فریب دیتے تھے۔ کوئی حسین نہ ہو، تب بھی وہ جوان چھوکری دکھائی دیتی تھی۔ لیکن ویلی کے حسن میں فریب نہیں تھا۔ وہ حقیقتاً سترہ برس کی نوخیز دوشیزہ تھی۔ اسے دیکھو تو مکھن، چھو لو تو گل بدن لگتی تھی۔

علی تیمور کسی گل بدن کو چھونے کا قائل نہیں تھا بلکہ کسی سے متاثر ہونا جانتا ہی نہ تھا۔ سونیا نے اسے بتایا تھا کہ ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام پال ہوپ کن ہے۔ اس کی بہن ویلی ہوپ کن اپنے والدین کے ساتھ آج رات میری کلب میں آئے گی۔ علی تیمور نے پہلے کبھی ویلی کو نہیں دیکھا تھا۔ سونیا نے کہا۔ "آج میں تمھیں ایک راز کی بات بتا رہی ہوں۔ شیخ الفارس مرحوم کی دو صاحبزادیاں ہیں جو ٹیلی پیتھی جانتی ہیں اور بڑی صلاحیتوں کی مالک ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام لیلیٰ شیخ اور دوسری کا نام سلطانہ شیخ ہے۔ دونوں ہمارے لیے محترم ہیں۔ ابھی تمھاری آنٹی لیلیٰ شیخ تمھارے پاس آ رہی ہیں۔ ان سے باتیں کرو۔"

لیلیٰ نے اس کے پاس آ کر کہا۔ "ہیلو علی تیمور! مجھے تمھارے جیسے قابل بیٹے کے پاس آ کر بہت خوشی ہوئی۔"

"اور میرے لیے یہ فخر کی بات ہے کہ شیخ مرحوم کی صاحبزادی میری آنٹی ہیں اور مجھے بیٹا کہتی ہیں۔ کیوں نہ پہلے کوڈ ورڈ مقرر کر لیں۔ کیا یہ ٹھیک رہے گا۔ 'سویٹ آنٹی

فار علی۔'"

"ٹھیک ہے، میں میری کلب میں تم سے رابطہ کروں گی۔"

جب وہ میری کلب پہنچا تو اس کی سمجھ میں نہیں آیا، کہاں وقت گزارے۔ وہ اتنی جلدی ڈائننگ ہال میں جانا نہیں چاہتا تھا۔ ڈانس فلور پر جانے کا مطلب ہوتا کہ کسی حسینہ کے ساتھ رقص کرنا پڑتا۔ وہ کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگاتا تھا اس لیے بار میں نہیں جانا چاہتا تھا۔ وہ گیم ہال میں آ گیا جہاں نوجوان لڑکے لڑکیاں مختلف کھیلوں میں مصروف تھے۔ نوجوانوں کے ہال میں عمر رسیدہ عورتیں بھی میک اپ کے ذریعے جوان بن کر آ گئی تھیں۔ لیکن نوخیز دوشیزاؤں کے سامنے ہزار میک اپ کے باوجود بھی ان کی عمر کا بھانڈا پھوٹ جاتا تھا۔ ایسی ہی ایک حسین لڑکی پستول شوٹنگ کے گیم میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے آس پاس دو لڑکیاں اور تین لڑکے کھڑے ہوئے تھے۔ سب باری باری کوششیں کر رہے تھے۔ لیکن دو تین ٹارگٹ ایسے تھے جو گولیاں لگنے سے بچ جاتے تھے۔

علی نے ان کے پاس آ کر پوچھا۔ "کیا میں ایک بار کوشش کروں؟"

لڑکی پستول والے مشین کے پاس سے ہٹ کر بولی۔ "ضرور، مگر ناکامی ہوگی۔"

علی نے کہا۔ "ناکامی اس لیے ہوتی ہے کہ شوٹ کرنے والے ٹارگٹ کی حرکتوں کو سمجھ نہیں پاتے۔ میں تمھارے پیچھے کھڑا رہ کر یہ گیم دیکھ رہا تھا۔ اب تم دیکھو۔"

اس نے مشین کو آن کیا، پھر پستول کے بٹن کو اس کی مخصوص ترتیب اور وقفے سے دباتا چلا گیا۔ تڑ تڑ تڑ تڑ کی آواز کے ساتھ مشین کے اندر کھڑے ہوئے ٹارگٹ گرتے گئے۔ جو ٹارگٹ پہلے بچ نکلتے تھے، وہ بھی یکے بعد دیگرے ڈھیر ہو گئے۔ تمام لڑکیاں اور لڑکے تالیاں بجا کر اسے داد دینے لگے۔ اسی وقت لیلیٰ نے دماغ میں آ کر کہا۔ "سویٹ آنٹی فار علی۔ میں ابھی ویلی کے دماغ میں رہ کر تمھیں دیکھ رہی تھی۔ تعجب ہے، تم نے ویلی کو کیسے پہچان لیا۔"

"آنٹی، میں نے نہیں پہچانا ہے۔ کیا ویلی میرے قریب کھڑی ہے؟"

"ہاں، تمھارے بائیں طرف پنک کلر کے لباس میں ہے۔"

وہ ہلکے گلابی رنگ کے لباس میں گلاب کی کلی لگ رہی تھی۔ پلکیں اٹھائے بڑی بڑی مقناطیسی آنکھوں سے قد آور علی کو دیکھ رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "تعجب ہے، ایک نشانہ بھی خطا نہیں ہوا۔ کیا تم فوجی نشانے باز ہو؟"

"فوج سے میرا تعلق نہیں ہے۔ میں واشنگٹن کے ایک بہت بڑے پبلشر سائمن کا بیٹا ہوں۔ میرا نام جمی میتھو ہے۔"

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ وہ ہاتھ ملاتے ہوئے بولی۔ "میرا نام ویلی ہوپ کن ہے۔"

علی نے پوچھا۔ "تم نے میرے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے نا؟"

"ہاں، کیا یہ میرا ہاتھ نظر نہیں آ رہا ہے؟"

"نہیں تو مکھن کی ٹکیہ لگ رہا ہے۔"

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ وہ بھی مسکرا رہی تھی۔ علی نے کہا۔ "میں نے اتنی کامیاب شوٹنگ کی ہے، مجھے انعام ملنا چاہیے۔"

وہ بولی۔ "انعام مانگا نہیں جاتا۔ حاصل کیا جاتا ہے۔"

"حاصل کروں گا تو ناراض ہو جاؤ گی۔"

وہ جھینپ گئی۔ حیا سے سرخ پڑ گئی۔ علی نے جھک کر آہستگی سے کہا۔ "میں چاہتا ہوں انعام کے طور پر میرے ساتھ ڈنر کرو۔"

"میں ممی اور ڈیڈی کے ساتھ آئی ہوں۔"

"ہم انھیں بھی ڈنر میں شریک کر لیں گے۔"

"شاید وہ راضی نہ ہوں۔"

"مجھے تمھاری رضامندی چاہیے۔"

"چلو، میں ان سے بات کرتی ہوں۔"

وہ ویلی کے ساتھ چلتا ہوا بار میں آیا۔ اس کے ماں باپ ایک میز کے اطراف بیٹھے وسکی پی رہے تھے۔ ویلی نے ان سے علی کا تعارف کرایا۔ اس کے باپ نے اٹھ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "اچھا تو تم سائمن میتھو کے بیٹے ہو۔ بھئی تمھارا باپ تو خطرناک صحافی ہے۔ حکمراں اسے خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میرے ڈیڈی اعلیٰ حکام کو بلیک میل کرتے ہیں۔"

"اوہ نو، تم تو ناراض ہو گئے۔ میں تو تمھارے باپ کو ایک بہت بڑا آرٹسٹ، بہت بڑا سیاست داں تسلیم کر رہا ہوں۔ آؤ بیٹھو، کیا پیو گے؟"

"میں شراب نہیں پیتا۔"

"اس کا مطلب ہے تم بہت اچھے اور ذہین لڑکے ہو۔"

ویلی نے کہا۔ "ڈیڈی یہ مجھے ڈنر کے لیے کہہ رہے ہیں۔"

"ہاں، ہاں ضرور، جاؤ بیٹی، انجوائے کرو۔"

وہ علی کے ساتھ چلی گئی۔ اس کا باپ انھیں جاتے ہوئے

دیکھتا رہا۔ بیوی نے پوچھا۔ "کیا دیکھ رہے ہو۔ کیا لڑکا پسند آ رہا ہے؟"

لیلیٰ آرام سے اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ وہ شراب پی رہا تھا۔ سانس نہیں روک سکتا تھا۔ اس نے بیوی سے کہا۔ "ہاں، میں سوچ رہا تھا۔ جمی کے بڑے بھائی مکی میتھو سے ویلی کا رشتہ ہو جائے تو ٹیلی پیتھی جاننے والے دو خاندان ایک ہو جائیں گے۔"

"کیا مکی میتھو ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"ہاں، ہمارے بیٹے کی طرح اسے بھی ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا ہے۔"

"مگر ہماری بیٹی جمی سے محبت کر رہی ہے۔"

"بھئی، آج پہلی ملاقات ہے محبت کیسے ہو جائے گی؟"

"میں ایک ماں ہوں۔ میں نے بیٹی کی آنکھوں میں بہت کچھ پڑھ لیا ہے۔ ویلی نے آج تک کسی لڑکے کو لفٹ نہیں دی۔ جو لڑکی ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی۔ وہ جمی کے ساتھ ڈنر کے لیے گئی ہے۔"

"چلو، کیا فرق پڑتا ہے۔ جمی سے ہی شادی ہو جائے تو دونوں خاندان ایک ہو جائیں گے۔"

لیلیٰ تھوڑی دیر تک معلومات حاصل کرتی رہی، پھر سونیا کے پاس آ کر بولی۔ "سسٹر، بڑی زبردست معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ ویلی کا باپ ہوپ کن ملٹری انٹیلی جنس کا چیف ہے۔ جس خفیہ اڈے میں ٹرانسفارمر مشین چھپا کر رکھی گئی ہے۔ وہاں یہ دن کے بارہ بجے سے شام چھ بجے تک ڈیوٹی پر ہوتا ہے۔ یہ شخص روز صبح یوگا کی ورزشیں کرتا ہے۔ ہفتے میں ایک دن شراب پیتا ہے۔ آج یہ کم بختی سے پی رہا تھا۔ مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل گئی لیکن ڈیوٹی کے وقت میں اسے ٹریپ نہیں کر سکوں گی۔"

سونیا نے پوچھا۔ "اس کے علاوہ اور کتنے افسران اور فوجی جوان وہاں ڈیوٹی دیتے ہیں، اور ان سب کی ڈیوٹی کے اوقات کیا ہیں۔ ان میں سے کتنے افراد یوگا کے ماہر ہیں؟"

"اس مشین کے لیے زبردست حفاظتی انتظام کیے گئے ہیں۔ وہاں کا ایک ایک افسر ایک ایک فوجی جوان یوگا کا ماہر ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے ٹریپ نہیں کر سکتا۔ جگہ جگہ الیکٹرونک آلات ہیں۔ ٹی وی کیمروں کے ذریعے ہر شخص کی حرکات کو دیکھا جاتا ہے۔ جہاں مشین رکھی گئی ہے وہاں چاروں طرف بجلی کے نادیدہ تار ہیں۔ ملٹری انٹیلی جنس کا ایک عیار افسر ان نادیدہ تاروں کے سوئچ کے متعلق جانتا ہے۔ دوسرا افسر مشین والے ہال میں داخل ہونے کا راستہ جانتا ہے۔ تیسرا افسر الیکٹرونک آلات کے کنٹرولنگ سسٹم کو جانتا ہے۔ ایک افسر جس شعبے کا انچارج ہے اس کا علم دوسرے افسر کو نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ وہاں کے افسران ایک دوسرے سے واقف نہیں رہتے۔ انھیں ایک دوسرے سے واقفیت حاصل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"تم نے کافی معلومات حاصل کی ہیں اور کوئی خاص بات؟"

"وہاں کوئی فوجی مسلح نہیں رہتا۔ وہاں کا ایک ایک فرد ہتھیار کے بغیر جنگ کرنے والا زبردست فائٹر ہے۔ پچھلی بار فرہاد اور علی تیمور نے ایسے ہی دو خفیہ اڈوں میں دھماکے کرائے تھے اور ٹرانسفارمر مشینوں کو تباہ کیا تھا۔ موجودہ خفیہ اڈے میں کوئی ہتھیار اور آتشی مادہ نہیں رکھا گیا ہے۔ اس مشین کو توڑنے کا کوئی سامان نہیں ہے۔"

"وہ خفیہ اڈا کہاں ہے؟"

"میشی گن میں ہے۔ اس اڈے کے تین اطراف میشی گن جھیل ہے تینوں طرف جھیل کے راستے اڈے میں داخل ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"وہ اڈا کسی انجینئر نے تعمیر کیا ہو گا۔"

"میں سمجھ گئی۔ اس انجینئر کو وہاں کے خفیہ دروازوں اور راستوں کا علم ہو گا۔ اگر اس کا دماغ میری مٹھی میں آ جائے تو اس اڈے کی تمام تفصیلات معلوم ہو جائیں گی۔"

"میں یہی چاہتی ہوں۔"

"ویلی کا باپ اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ ویسے یہ بات سمجھ میں آ گئی ہے کہ جتنے افراد کو ٹیلی پیتھی سکھائی گئی ہے، ان کے والدین کا تعلق فوج اور انٹیلی جنس سے ہے۔ وہ انجینئر بھی فوجی ہو گا۔ اس کا بھی کوئی بیٹا یا رشتے دار ٹرانسفارمر مشین سے گزرا ہو گا۔ ایسے سولہ نام اور پتے ہمیں معلوم ہیں۔ ہم ان سولہ میں سے کسی نہ کسی کے ذریعے اس انجینئر تک پہنچ جائیں گے۔"

"بالکل ٹھیک۔ تم ویلی کے باپ کو کچھ اور ٹٹول کر دیکھو۔"

"میں جا رہی ہوں۔ فرہاد کے متعلق بتاؤ۔"

"وہ جینا کو لے کر پیرس سے نکل گیا ہے۔ بعد میں مجھ سے رابطہ کرے گا۔"

لیلیٰ چلی گئی۔ سونیا خلا میں تکنے لگی۔ وہ کچھ سوچ رہی تھی سوچنے کا انداز بتا رہا تھا کہ دشمنوں کی شامت آنے والی ہے۔

علی تیمور، ویلی کے ساتھ ڈائننگ ہال میں جانا چاہتا تھا وہ ہاتھ پکڑ کر بولی۔ "اتنی جلدی کھاؤ گے! ابھی تو آٹھ بجے ہیں۔"

"میں دیر سے کھاؤں گا، لیکن ہم ہال میں بیٹھ کر باتیں تو کر سکتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "تم ہال میں بیٹھ کر باتیں کرو گے، تمھیں کسی لڑکی کے ساتھ وقت گزارنا نہیں آتا۔"

"وہ... بات یہ ہے کہ میں نے کبھی کسی لڑکی سے دوستی نہیں کی۔"

"میں بھی پہلی بار تم سے دوستی کر رہی ہوں۔ پتا نہیں تمھارے اندر کیا کشش ہے۔ میں تمھارے بازوؤں میں سمٹ کر ڈانس کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ عشق کے ایسے ہی مرحلے سے کترا رہا تھا لیکن وہ اسے پکڑ کر ڈانس فلور پر لے آئی اور رقص کرنے لگی۔

"تم اچھی ہو، رقص اچھا نہیں ہے۔ مجھے تھرکنا اور مٹکنا اچھا نہیں لگتا۔"

"کیوں اچھا نہیں لگتا؟"

"اپنے اپنے مزاج کی بات ہے۔ مجھے سنجیدگی پسند ہے اور یہ سب غیر سنجیدہ حرکتیں ہیں۔"

"تم عجیب ہو، آج کا ہر نوجوان ڈسکو کا دیوانہ ہے۔"

"تو پھر میں نوجوان نہیں ہوں۔ ذرا غور سے دیکھو، شاید میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے ڈانس فلور سے باہر آ گئی۔ کلب کی بالکونی سے سمندر نظر آ رہا تھا۔ کئی ہیڈ لائٹس کے ذریعے دور تک ساحل اور سمندر کو روشن رکھا گیا تھا۔ وہ بالکونی میں آئی۔ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "مجھے تمھاری سنجیدگی اچھی لگ رہی ہے لیکن سنجیدگی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم میری قربت کو محسوس نہ کرو۔"

وہ دل ہی دل میں پریشان ہو کر بولا۔ 'اوہ میں کیا کروں؟ پارس ہوتا تو اب تک تمھاری قربت کی ایسی کی تیسی کر چکا ہوتا۔ یہ ممّا نے مجھے کہاں لا کے پھنسا دیا ہے۔'

وہ حیرانی سے بولی۔ "تم گہری گہری سانسیں کیوں لے رہے ہو؟ کیا میرے گلے لگنے سے تکلیف ہو رہی ہے؟"

"وہ مم... مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔ مم... ممی کہتی ہیں۔ شادی سے پہلے اپنی عزت کے شیشے کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہیے۔"

وہ بے اختیار ہنسنے لگی۔ ہنستے ہنستے بولی۔ "کیا تمھاری ماں نے یہ نصیحت تمھاری عزت کو سنبھال کر رکھنے کے لیے کی ہے؟"

"ہاں، کیوں مرد کی عزت و آبرو نہیں ہوتی کیا؟"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولی۔ "میں پہلی بار سن رہی ہوں کہ سنبھال کر نہ رکھی جائے تو مرد کی آبرو بھی لٹ جاتی ہے۔"

اس کی ہنسی نہیں رک رہی تھی۔ وہ پیٹ پکڑ کر ہنستے ہوئے بولی۔ "تم کمال کی چیز ہو۔ پورے امریکا میں اپنی آبرو بچانے والا ایسا جوان نہیں ملے گا۔ معلوم ہوتا ہے۔ تمھاری ماں نے تمھیں بیٹی بنا کر پالا ہے۔"

علی نے اس کے دونوں بازوؤں کو گرفت میں لیا تو ہنسی تھم گئی۔ ایسی مردانہ گرفت تھی کہ دل لوٹ پوٹ ہونے لگا تھا۔ وہ سخت لہجے میں بولا۔ "کیوں مذاق اڑا رہی ہو۔ کیا تم ایسا بوائے فرینڈ چاہتی ہو جو تمھیں اٹھا کر لے جائے اور تمھاری عزت کی دھجیاں اڑا کر تمھیں بے حیا بنا دے۔ ایسے تو تمھیں قدم قدم پر ملیں گے۔ تمھیں دوست کی نہیں، عزت کے دشمن کی ضرورت ہے جاؤ۔"

اس نے بازوؤں کو چھوڑ دیا اور منہ دوسری طرف پھیر کر سمندر کو دیکھنے لگا۔ ویلی چند لمحوں تک گم صم رہی۔ بڑے باپ کی بیٹی تھی۔ کسی کی بات برداشت نہیں کرتی تھی۔ علی نے تو بڑی سخت باتیں سنا ڈالی تھیں۔ اسے غصہ آنا چاہیے تھا، مگر نہیں آ رہا تھا۔ دل کہہ رہا تھا، وہ پھر ایک بار اس کے بازوؤں کو مردانہ گرفت میں لے کر جھنجھوڑ ڈالے، جو بات عورت کو اچھی لگتی ہے، وہ اسے بھی شکایت کے طور پر کہتی ہے۔ اس نے کہا۔ "تم درندے ہو میرے دونوں بازو دکھ رہے ہیں۔"

وہ کچھ نہ بولا۔ ویلی نے اس کی پشت پر ہاتھ رکھا، پھر سر رکھا اس کے بعد کہا۔ "غصہ مجھے دکھانا چاہیے، الٹا تم دکھا رہے ہو۔ چلو میں ہی سوری کہہ دیتی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم جوانوں کو مستقبل میں ذمے دار انسان بن کر دکھانا ہے اگر ہمارا آج عیاشیوں میں ڈوب جائے گا تو ہمارا کل بڑا عبرت ناک ہو گا۔ ہمارے بچے وہی کریں گے جو ہماری عیاشی اور غیر ذمے داری انھیں سکھائے گی۔"

وہ سامنے آ گئی۔ اور اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔ "تم بہت اچھے ہو ایک مکمل انسان ہو۔ ملاقات تو یہ پہلی ہے مگر تم میرے دل کی گہرائیوں میں اتر گئے ہو، سوچتی ہوں تم سے جدا ہو کر کیسے رہوں گی۔ مجھ سے وعدہ کرو، روز صبح و شام ملتے رہو گے۔"

"اگر تم اپنے جذبات پر قابو پاؤ گی اور اپنی شرم و حیا کو قائم رکھو گی تو میں ضرور ملتا رہوں گا۔"

"ہم ایک دوسرے کا صرف ہاتھ پکڑیں گے، میں تمھیں دیکھ دیکھ کر شادی کی مسرتوں کا انتظار کرتی رہوں گی۔"

"تم بہت اچھی ہو، کشتی میں سیر کرو گی؟"

"ہاں، تمھارے ساتھ بڑا مزہ آئے گا۔"

وہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر چلنے لگے۔ سونیا کا یہ منصوبہ تھا کہ ویلی ڈنر کے بعد کلب کے باہر کشتیوں کی طرف آئے گی تو اُسے اغوا کر لیا جائے گا۔ پھر اُس کے ذریعے اُس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی پال ہوپ کن کو ٹریپ کیا جائے گا۔ اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے کافی وقت تھا۔ علی اُسے اغوا کرنے کی غرض سے کشتی کی سیر کرنے نہیں جا رہا تھا۔ منصوبے کا ایک اہم پہلو یہ بھی تھا کہ اغوا کے معاملے میں علی شریک نہیں رہے گا۔ اُس پر کسی قسم کا الزام نہیں آئے گا۔ وہ صرف چند گھنٹوں تک ویلی کو اپنے ساتھ مصروف رکھے گا اور ابھی وہ یہی کر رہا تھا۔

کلب کے دوسرے حصّے سے ویلی کے ماں باپ آ رہے تھے۔ ماں نے مسکرا کر پوچھا "کہاں جا رہی ہو بیٹی؟"

"ساحل کی طرف جا رہی ہوں۔"

پھر وہ ماں کے پاس آئی۔ اُس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "آج میں بہت خوش ہوں۔ جمی ہماری توقعات سے زیادہ شریف انسان ہے۔"

پھر وہ جھک کر ماں کے کان میں بولی۔ "بائی گاڈ ممی! اس نے ابھی تک کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں کی کہتا ہے شادی تک ہمیں شرم و حیا کا پاس رکھنا چاہیے۔"

ممی نے حیرانی سے علی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "یہ حیرانی کی بات ہے۔ آج کے دَور میں ایسے لڑکے کہاں ملتے ہیں حالانکہ چھوٹی موٹی شوخیاں کر لینا تو ہماری سوسائٹی میں محبت کرنے کا اظہار ہے۔"

علی نے جھینپ کر نظریں جھکا لیں۔ باپ نے کہا۔ "مجھے تم دونوں کی دوستی منظور ہے۔ اگر تم شادی کا اقرار کرو تو میں تمھارے باپ سے بات کرتا ہوں۔"

وہ بولا۔ "پہلی ملاقات میں بہت کچھ سمجھنے کے لیے رہ جاتا ہے۔ اگر آگے چل کر میں نے ویلی کو فریب دیا تو اُس کا نازک دل ٹوٹ جائے گا، میں سمجھتا ہوں کسی بڑے فیصلے سے پہلے ہمیں ایک دوسرے کو سمجھ لینا چاہیے۔"

باپ نے کہا۔ "تم بہت سمجھ دار ہو۔ مجھے اپنی بیٹی پر فخر ہے کہ اُس نے تمھیں پسند کیا ہے۔"

ممی نے کہا۔ "کم آن جمی! میری بیٹی سے اظہارِ محبت میں شرما کیوں رہے ہو؟"

وہ گھبرا گیا۔ اُس نے بڑی مشکل سے لڑکی کو فاصلہ رکھنے کا درس دیا تھا۔ اب لڑکی کے ماں باپ اُسے مجبور کر رہے تھے۔ باپ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں نے پہلی بار ایسا شرمیلا بوائے فرینڈ دیکھا ہے، کم آن جمی! میں نے تو پہلی ہی ملاقات میں ویلی کی ماں کو اپنے قریب کر لیا تھا۔"

وہ اندر سے کراہتے ہوئے بولا۔ "یا اللہ! یہ سونیا تمھارے کہاں پھنسا دیا ہے۔ یا خدا! مجھے اِس مصیبت سے نکال دے۔"

ویلی کا حسن اور کورا شباب مصیبت نہیں تھا۔ جسے ملتا وہ شکر ادا کرتا لیکن علی ناشکرا تھا۔ اپنے مزاج اور اپنی تہذیب سے مجبور تھا۔ اُس لمحے یہی سمجھ میں آیا کہ ویلی کو قریب کرنے سے پہلے ہی چکرا کر گر پڑے۔ ممّا کا منصوبہ خاک میں ملتا ہے تو ملتا رہے۔ وہ صاف طور سے کہہ دے گا کہ آیندہ ایسا رول ادا نہیں کرے گا۔

وہ ویلی کی طرف بڑھا، لیکن اس سے پہلے کہ چکرا کر گرتا، اچانک آواز آئی۔ "خبردار! کوئی حرکت نہ کرے کوئی شور نہ مچائے۔ . ."

چار آدمیوں نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اُن کے چہروں پر ماسک چڑھے ہوئے تھے اور ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ ایک نے ویلی کو اپنی طرف کھینچ کر اُس کی کنپٹی پر ریوالور کی نال رکھی اور کہا۔ "اِس کی زندگی چاہتے ہو تو ہمارے راستے میں مت آنا۔"

وہ ویلی کو کھینچ کر لے جانے لگے۔ وہ جاتے جاتے علی کو مدد کے لیے پکار رہی تھی۔ ماں رو رہی تھی، باپ بے بسی سے پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ علی ناگواری سے سوچ رہا تھا۔ "ممّا کا منصوبہ میری توہین کا سبب بن گیا ہے۔ اِن لوگوں کو میری موجودگی میں اغوا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یہ کیسی بے بسی ہے کہ میں ویلی کو بچا سکتا ہوں مگر بچا نہیں سکتا۔ اُس لڑکی کو شرم اور شرافت کا درس دے رہا تھا اور اب اُسی سے دشمنی کر رہا ہوں۔ اُسے اٹھا کر لے جانے والے نہ جانے اُس کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہوں گے۔"

ویلی کا باپ دوڑتا ہوا فون کرنے گیا تھا۔ علی بھی سونیا سے فون پر شکایت کرنا چاہتا تھا۔ اُسی وقت لیلیٰ نے آ کر کہا۔ "علی! دوڑو، ہم دھوکا کھا رہے ہیں۔ ویلی کو لے جانے والے ہمارے آدمی نہیں ہیں۔"

وہ ایک دَم سے اچھل پڑا۔ تیزی سے دوڑتا ہوا کلب کے باہر آیا۔ وہ لوگ ویلی کو ایک بڑی موٹر بوٹ میں ڈال کر اُسے اسٹارٹ کر رہے تھے۔ علی نے اندازہ لگا لیا کہ اتنا فاصلہ طے کرنے تک اُن کی موٹر بوٹ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ جائے گی۔ اُس نے دُور ہی سے اپنی موٹر بوٹ میں چھلانگ لگائی لنگر کھولا اُسے اسٹارٹ کیا۔ وہ جا رہے تھے۔ یہ بھی اُن کے پیچھے رفتار بڑھانے لگا۔

آگے پیچھے تیز رفتاری کا مظاہرہ ہونے لگا۔ آگے والوں نے فائرنگ شروع کر دی۔ علی نے کوٹ کے اندر سے ریوالور نکالا لیکن جوابی فائرنگ نہیں کی۔ انھیں یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ وہ نہتا ہے۔ مسلسل فائرنگ کے بعد انھیں یقین ہو گیا کہ ویلی کا عاشق جوش میں آ کر خالی ہاتھ تعاقب کر رہا ہے۔ انھوں نے رفتار ذرا سست کر دی تاکہ وہ قریب آئے تو اُسے گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے۔

لیکن فاصلہ کم ہوا تو اُن کی توقع کے خلاف علی نے فائرنگ شروع کر دی۔ قریب آنے کا مقصد یہ تھا کہ نشانہ صحیح لگے اور کوئی گولی ویلی کو نقصان نہ پہنچائے۔ جب اتنی احتیاط کے ساتھ حملہ ہو تو بھلا ناکامی کیسے ہو سکتی ہے۔ اغوا کرنے والے دو دشمن اُلٹ کر پانی میں چلے گئے، باقی دو رہ گئے۔ تیسرا ڈرائیور تھا اُس نے جان بچانے کے لیے رفتار تیز کر دی۔

دونوں موٹر بوٹس پھر تیزی سے آگے پیچھے دوڑنے لگی تھیں۔ ایسے وقت لیلیٰ نے آ کر کہا۔ "میں تمھاری توجہ دشمنوں سے ہٹانا نہیں چاہتی، صرف یہ بتانے آئی ہوں کہ اغوا کرنے والے یوگا کے ماہر ہیں۔ مجھے اُن کے دماغوں میں جگہ نہیں مل رہی ہے۔ میں نے ویلی کے دماغ میں رہ کر سُنا ہے۔ اُن میں سے ایک کہہ رہا تھا کہ ہیلی کاپٹر ابھی تک نہیں آیا، گویا وہ ویلی کو ہیلی کاپٹر میں پہنچانے والے ہیں، جتنی جلدی ممکن ہو سکے، دشمنوں کو اسی سمندر میں نابود کر دو۔"

پھر وہ چونک کر بولی۔ "اوہ گاڈ! میں تمھارے ذریعے ہیلی کاپٹر کی آواز سُن رہی ہوں۔ علی کچھ کرو۔ میں ویلی کے پاس رہوں گی۔"

وہ چلی گئی، علی پوری رفتار سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس سے زیادہ رفتار ممکن نہیں تھی۔ دشمنوں کا ڈرائیور بھی ماہر تھا۔ فاصلہ کم ہونے نہیں دے رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر کی آواز قریب آتی جا رہی تھی۔ علی نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ سر پر پہنچ رہا تھا اور اگلی موٹر بوٹ تک پہنچنے کے لیے پرواز نیچی کر رہا تھا۔ اُس ہیلی کاپٹر کے سائے میں رہنے کے لیے اگلی موٹر بوٹ کی رفتار کم ہوئی تو علی نے ایک گولی ٹھونک دی۔ تیسرا دشمن بھی سمندر کو پیارا ہو گیا۔

ہیلی کاپٹر سے ایک سیڑھی لٹکتی آ رہی تھی۔ تیسرے دشمن کے بعد چوتھے نے مسلسل فائرنگ شروع کر دی تھی لیکن علی ایسا اناڑی نہیں تھا کہ جوابی فائرنگ کرتا۔ اُس نے گولیوں سے بچتے ہوئے سیڑھیوں پر فائر کیا۔ ایک طرف کی رسّی ٹوٹ گئی دوسرے فائر میں سیڑھی ٹوٹ کر پانی میں چلی گئی۔ اِسے حاضر دماغی کہتے ہیں۔ اُس نے ہیلی کاپٹر کے ذریعہ اغوا کرنے کا راستہ ہی ختم کر دیا تھا۔

اب جھنجلاہٹ کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر سے فائرنگ شروع ہو گئی تھی۔ وہ موٹر بوٹ کی سمتیں بدل بدل کر بچنے لگا۔ اُدھر لیلیٰ نے ویلی کے ذریعے دیکھا۔ تیسرا دشمن جو گولی کھا کر سمندر میں گر گیا تھا اُس کی گن موٹر بوٹ کی سیٹ کے پاس پڑی ہوئی تھی۔ ویلی نے لیلیٰ کے زیرِ اثر رہ کر اچانک گن کو اٹھایا اور چوتھے دشمن پر گولی چلا دی۔ وہ لڑکھڑا کر گرا۔ اُس نے غرا کر ویلی کو دیکھا۔ اب مرتے مرتے اُسے مار ڈالنا چاہتا تھا لیکن رائفل والے بازو میں ہی گولی لگی تھی۔ اُس نے کوشش کر کے دوسرے ہاتھ سے رائفل کو سنبھالا مگر ویلی کے ہاتھ سے چلنے والی گولی نے اُسے موقع نہ دیا۔

ڈرائیور نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "اے جان! کیا تمھیں بھی گولی لگی ہے؟ جواب دو، خاموش کیوں ہو؟"

اُس نے ڈرائیو کرتے ہوئے سر گھما کر پیچھے دیکھا۔ ویلی نے اُس کے مُنہ پر گولی مار دی۔ وہ بیٹھے بیٹھے اچھل کر ایک طرف اوندھا ہو گیا۔ آدھا باہر، آدھا بوٹ کے اندر رہ گیا۔ ویلی نے اُس کی ٹانگیں پکڑ کر اُسے اُلٹایا اور ہمیشہ کے لیے باہر کر دیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر بوٹ کو قابو میں کرنے لگی۔ ناکام ہونے کے بعد ہیلی کاپٹر والے اس پر بھی فائر کر رہے تھے۔ لیلیٰ بوٹ کا رُخ بدل بدل کر اُسے بچا رہی تھی۔

تھوڑی دیر میں علی بھی فائرنگ سے بچتا ہوا قریب آ گیا دونوں بوٹس ایک ساتھ چلنے لگیں۔ رفتار کم ہو گئی۔ وہ ہاتھ بڑھا کر بولا۔ "میرے پاس آ جاؤ۔"

وہ ہاتھ تھام کر چلی آئی۔ فائرنگ رُک گئی تھی۔ علی نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ ہیلی کاپٹر دُور جا رہا تھا۔ پتا نہیں کیا بات ہو گئی؟ شاید فائرنگ کے لیے کارتوس ختم ہو گئے یا ایندھن ختم ہو گیا یا پھر کوئی اور مجبوری ہو گی۔ ہیلی کاپٹر والوں نے اُن کا پیچھا چھوڑ دیا تھا۔

ویلی نے اُس کی گردن میں بانہیں ڈال کر خوشی سے کہا۔ "تم زبردست ہو، تم نے تنہا اتنے دشمنوں کو مار ڈالا ہے، انھیں بھگا دیا ہے۔ آئی لو یو... آئی لو یو۔"

وہ اُسے دیوانہ وار چومنے لگی، وہ گھبرا کر بولا۔ "بہتر ہو گا تم پہلی موٹر بوٹ میں چلی جاؤ۔"

"کیا میں اچھی نہیں لگتی، میرا پیار اچھا نہیں لگتا؟"

"دشمن اچانک واپس آئیں گے اور تمھارے پیار کو گولی مار دیں گے، ذرا ہوش میں رہو، پہلے جان بچاتے

کی فکر کرو۔"

وہ پھر بھی الگ نہ ہوئی، اس سے لگ کر بیٹھتے ہوئے بولی "کیا وہ واپس آئیں گے؟ نہیں تم مجھے ڈرا رہے ہو۔"

"پلیز ڈیش بورڈ میں دیکھو، قطب نما ہوگا۔ ہم کھلے سمندر میں ہیں، قطب نما کے بغیر سمت معلوم نہیں کر سکیں گے۔"

وہ ڈیش بورڈ کھول کر قطب نما تلاش کرنے لگی۔ لیلیٰ نے کہا "ویلی کو واپس نہ لے جانا، اس کے اغوا کا الزام دشمنوں پر لگنے دو۔"

"آنٹی! میں سمجھ رہا تھا کہ آپ یہی کہیں گی۔ میں نے قطب نما کو پہلے ہی سیٹ کے نیچے چھپا دیا ہے۔"

"میں بھول گئی تھی کہ تم اپنے باپ کی طرح چالاک ہو۔ میں سونیا کے پاس جا رہی ہوں۔"

اس نے سونیا کے پاس آکر اغوا کی تمام روداد سنائی پھر کہا "ہماری پلاننگ کے مطابق ویلی ہمارے قبضے میں ہے۔ کیا میں اس کے باپ کو ٹریپ کروں؟"

سونیا نے کہا "ویلی کے باپ کو خیال خوانی کے ذریعے کبھی مخاطب نہ کرنا، اب مجھے بتاؤ، میں منع کیوں کر رہی ہوں؟"

لیلیٰ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی "پہلے تم نے ہی کہا تھا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے ویلی کے باپ اور ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی کو ٹریپ کروں گی۔ کیا اب اس لیے منع کر رہی ہو کہ اسے دشمنوں نے اغوا کیا ہے؟" وہ بولتے بولتے رکی پھر چونک کر بولی "ہاں سمجھ گئی۔ ویلی کو جن لوگوں نے اغوا کیا ہے، ان کا کوئی بڑا مقصد ہوگا اور بڑا مقصد یہی ہے کہ اس کا بھائی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ یہ اغوا کرنے والے کسی خطرناک تنظیم سے یا ماسک مین سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"شاباش، صحیح سمت میں سوچ رہی ہو، آگے بولو۔"

"اگر ویلی کو ماسک مین کے آدمی لے جا رہے تھے تو ماسک مین کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پاسکل، بوبا اور جوجو بھی سرگرم عمل ہوں گے۔ وہ ویلی کے باپ کے دماغ میں آتے ہوں گے۔ اگر میں ویلی کے باپ کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کروں گی تو یہ راز فاش ہو جائے گا کہ ویلی کو بچانے والے فرہاد کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، اس طرح تمہارے اور علی کے بے نقاب ہونے کا اندیشہ ہے۔"

"بالکل ٹھیک، تم تھوڑی سی ٹریننگ کے بعد ہر پہلو پر نظر رکھنے لگو گی۔"

"شکریہ سسٹر۔"

"تم ویلی کے باپ کے پاس رہو، میں اسے فون پر مخاطب کروں گی۔"

وہ چلی گئی۔ سونیا اپنے بنگلے سے باہر آئی۔ کار میں بیٹھ کر ساحلی راستے پر تھوڑی دور تک گئی پھر کار روک کر ایک ٹیلی فون بوتھ میں آئی۔ وہاں سے اس نے میری کلب کے منیجر کو فون کیا پھر اس سے کہا "تمہارے کلب میں مسٹر ہوپ کن موجود ہیں، پلیز انھیں فون پر بلائیں۔"

وہ کسی بھی معاملے میں ایک ایک پہلو پر توجہ دیتی تھی۔ یہی فون وہ اپنے بنگلے سے کر سکتی تھی لیکن ویلی کا باپ ملٹری انٹیلی جنس کا چیف تھا۔ ٹرانسفارمر مشین کا گارڈ بھی تھا۔ اس کے فون کال ٹیپ کیے جاتے ہوں گے۔ ایسی صورت میں فوجی سراغ رسانوں کو معلوم ہو جاتا کہ سائن کی وائف نے مسٹر ہوپ کن کو فون کیا ہے۔

فون پر ہوپ کن کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے کہا "مسٹر ہوپ کن! تمہاری بیٹی ہمارے پاس ہے، ابھی وہ خیریت سے ہے۔ اگر تم نے پولیس یا فوج کو اس کے اغوا کی رپورٹ دی تو وہ خیریت سے نہیں رہے گی۔"

"تم کون ہو؟"

"ابھی دوست ہوں، میرے مشورے پر عمل نہیں کرو گے تو دشمن بن جاؤں گی۔"

"میں عمل کر رہا ہوں، جس وقت تمہارے آدمی ویلی کو لے جا رہے تھے، میں فوجی امداد حاصل کرنے کے لیے ٹیلی فون کرنے جا رہا تھا۔ تب ایک عورت نے میرے دماغ میں آکر وارننگ دی کہ میں موٹر بوٹ یا ہیلی کاپٹر میں تعاقب نہ کروں۔ پولیس اور فوج سے مدد حاصل نہ کروں، ورنہ ویلی کو گولی مار دی جائے گی۔"

یہ حیرانی کی بات تھی کہ کسی عورت نے ہوپ کن کے دماغ میں آکر دھمکی دی تھی جبکہ لیلیٰ اور سلطانہ نے ایسا نہیں کیا تھا۔ اسی وقت لیلیٰ، سونیا کے پاس یہی کہنے آئی تھی کہ خیال خوانی کرنے والی کوئی عورت ویلی کے ذریعے اس کے باپ کو کمزور بنا رہی ہے۔ سونیا نے فون پر کہا "مسٹر ہوپ کن! جو عورت تمہارے دماغ میں آتی ہے اس سے نجات حاصل کرو، شراب چھوڑ دو۔ صبح اٹھ کر یوگا کی پریکٹس کرو۔ جب وہ عورت دماغ میں آنے کے قابل نہیں رہے گی تو میں تم سے فون پر بات کر دوں گی۔"

"میری بیٹی کا کیا ہوگا؟"

"وہ میری پناہ میں محفوظ ہے۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والی ..... عورت کے فریب میں نہ آؤ۔ میں نے اس کے منصوبے کو ناکام بنا دیا ہے۔ وہ کبھی ویلی تک نہیں پہنچ سکے گی۔"

"جب تم ویلی کی حفاظت کر رہی ہو تو پھر ہماری دوست ہو۔ مجھ سے ملو یا مجھے اپنے پاس بلاؤ۔"

"تاکہ وہ خیال خوانی کرنے والی تمہارے دماغ میں بیٹھ کر میرے پاس پہنچ جائے۔ مسٹر ہوپ کن! ذرا غور کرو۔ شراب نوشی نے ابھی تمہاری بیٹی کو تم سے جدا کر دیا ہے۔ اوکے، کل رابطہ کروں گی، گڈ لک۔"

اس نے ریسیور رکھ کر لیلیٰ سے پوچھا "کیا تم نے ہوپ کن کے دماغ میں ٹیلی پیتھی جاننے والی کی آواز سنی ہے؟"

"نہیں، وہ موجود نہیں تھی۔ میرا خیال ہے سسٹر! وہ جوجو ہوگی۔"

"ہاں ماسک مین کے پاس وہی ایک خیال خوانی کرنے والی لڑکی ہے لیکن یہ مت بھولو کہ یہاں سولہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی جو فہرست ہمارے پاس ہے، اس میں بھی تین لڑکیوں کے نام ہیں۔"

لیلیٰ نے کہا "ایک جورا جوری ہے، میں اس کے دماغ کو ٹٹول چکی ہوں۔ وہ ہماری معمولہ ہے۔ کسی سازش میں شریک نہیں ہے۔ باقی دو لڑکیوں تک ہمیں پہنچنا ہے۔"

"اور جلد پہنچنا ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ ماسک مین یا یہودی تنظیم کے سربراہ ٹھیک ہماری طرح یہاں کے سولہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے، وہ کسی خیال خوانی کرنے والی لڑکی کو اپنی دوست یا معمولہ بنا چکے ہوں۔"

"تمہارا شبہ درست ہو سکتا ہے۔ ہم نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ٹھیک ہماری طرح کوئی ویلی کو اغوا کرنا چاہے گا۔ بالکل ہماری طرح کوئی سولہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ رہا ہوگا۔"

"سلطانہ کو بلاؤ۔"

لیلیٰ چلی گئی۔ سونیا بوتھ سے باہر آکر کار میں بیٹھ گئی۔ اسے اسٹارٹ کرتے وقت سلطانہ نے کہا "سسٹر! تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو۔"

یہ دونوں بہنوں کا سلام بھی ہوتا تھا اور کوڈ ورڈز بھی تھے۔ سونیا نے کہا "تم پر بھی سلامتی ہو۔ ہماری لسٹ میں تین لڑکیوں کے نام ہیں۔ جورا جوری، اپیا اور شپیا۔ تم جس ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچنے کی کوشش کر رہی ہو، ابھی اس کا پیچھا چھوڑ دو۔ اپیا اور شپیا کے متعلق معلومات حاصل کرو۔ تمہیں ان کے پتے اور رشتے داروں کے نام لیلیٰ سے معلوم ہو جائیں گے۔"

لیلیٰ نے کہا "سسٹر! تم جان بوجھ کر انجان بن رہی ہو۔ یہ اچھی طرح جانتی ہو کہ سلطانہ مجھ سے نام اور پتے نہیں پوچھے گی۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا "پتا ہے، میں پردہ رکھ رہی تھی۔ یہ سلطانہ بڑی گہری ہے۔ سلمان واسطی عرف سپر ماسٹر ارسے سے دوستی کی ہے۔ اسی کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ رہی ہے۔ کیوں سلطانہ! دوستی کس مرحلے پر ہے؟"

"اوہ سسٹر! مذاق نہ کرو، دوستی اور صرف دوستی ہے۔"

سونیا نے کہا "دیکھو سلطانہ! ہم عورتوں میں چپ چاپ تمہاری بات کھل جائے تو بہتر ہے، ورنہ میں سلمان واسطی کی زبان کھلوا سکتی ہوں۔"

"ضرور کھلواؤ۔ سانچ کو آنچ نہیں۔ میں جا رہی ہوں۔"

سونیا اور لیلیٰ نے ہنستے ہوئے کہا "بھاگ رہی ہے۔"

وہ بھاگ گئی۔

علی تیمور، ویلی کے ساتھ چار گھنٹے تک بھٹکتا رہا۔ اس سے پہلے ایک گھنٹا دشمنوں سے نمٹنے میں صرف ہوا تھا۔ کل پانچ گھنٹوں میں انھوں نے بہت لمبا سفر کیا تھا۔ اس کے بعد وہ ایک ویران ساحل پر پہنچے تھے۔ ویلی نے پریشان ہو کر پوچھا "یہ کون سی جگہ ہے؟"

علی نے دل میں کہا "جہنم ہے، عورت ساتھ ہو تو مرد کبھی جنت میں نہیں پہنچتا۔"

موٹر بوٹ ساحل سے آکر لگ گئی۔ علی نے نائلون کی رسی لے کر بوٹ کو ایک بڑے پتھر سے باندھا پھر سیٹوں کے نیچے بنے ہوئے خانوں میں سے ضرورت کا سامان نکالنے لگا۔ ریوالور کے کارتوس، ٹارچ لائٹ، کھانے کے پیک کیے ہوئے ڈبے اور کمبل وغیرہ نکل آئے۔ وہ بولی "کیا ہم رات یہاں گزاریں گے؟"

"کوئی ضروری نہیں ہے، دشمن واپس آ گئے تو ان کے گھر میں گزاریں گے۔"

"تم مجھے ڈرا رہے ہو۔"

"ڈرنے سے عقل کام نہیں کرتی۔ تھوڑی سی بھی عقل

ہے تو سوچو۔ کیا دُشمن ہمیں عشق کرنے کے لیے سمندر میں چھوڑ گئے ہیں۔ میری پیشن گوئی یاد رکھو، پہلے ایک ہیلی کاپٹر تھا اب کئی ہوں گے اور وہ ہمیں سمندر اور ساحلی علاقوں میں ڈھونڈتے پھریں گے۔"

"وہ سب تمھیں گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔ کیا تم میری خاطر خطرات کو دعوت دے کر پچھتا نہیں رہے ہو؟"

"دوست کے لیے خطروں سے کھیلنے کا نام دوستی ہے۔"

"تم بہت اچھے ہو۔ اپنے خیالات میں تھوڑی سی لچک پیدا کر لو۔ یہ کہہ دو کہ دوست کے لیے جان کی بازی بھی لگائی جاتی ہے اور دل سے گلے بھی لگایا جاتا ہے۔"

اُس نے ویلی کو دیکھا۔ اس میں شبہ نہیں تھا کہ وہ بے حد حسین تھی۔ . . . . اس کے پیار کی سچائی بھی اپنی طرف مائل کرتی تھی لیکن علی کا ضمیر کہتا تھا اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی کو ٹریپ کرنے کے بعد یہاں سے جانا ہو گا۔ ویلی کو چھوڑنا ہو گا۔ اُسے دوست بنایا جا سکتا ہے۔ شریکِ حیات نہیں بنایا جا سکتا۔ شریکِ حیات کے لیے اُس کا آئیڈیل کوئی اور ہی تھی جو ابھی تک اُسے نظر نہیں آئی تھی۔

وہ اسی لیے ویلی سے صرف دوستی رکھنا چاہتا تھا اور یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ بچھڑنے کے بعد اس کے لیے روتی رہے۔ اُس نے پوچھا "تمھیں پتا ہے، میں صرف ایک لڑکی سے محبت کروں گا۔"

"وہ کون ہے؟"

"وہ ہے، جو میری آزمائش پر پوری اُترے۔"

"پھر تو وہ میں ہوں، آزما کر دیکھ لو۔"

"اچھا یہ بتاؤ، میں نے موٹر بوٹ کو یہاں کیوں روکا ہے؟ ہم ساحل کے کسی دوسرے حصّے میں بھی اُتر سکتے تھے۔"

اُس نے جواب دیا "اِدھر ساحل سے ذرا دُور درخت نظر آ رہے ہیں، جہاں درخت ہوتے ہیں وہاں انسانی آبادی ہوتی ہے۔ تم کسی آبادی میں پہنچنے کے لیے یہاں آئے ہو۔"

"تمھارا جواب غلط ہو گیا، جہاں درخت ہی درخت ہوتے ہیں وہاں جنگل ہوتا ہے۔ آبادی کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔"

وہ مایوس ہو گئی پھر بولی "اگر میرا جواب درست ہوا اور کہیں قریب ہی آبادی نظر آئی تو؟"

"تو تم جیت جاؤ گی۔"

"اونہہ، بڑے آئے اپنا بھاؤ دکھانے والے ... اگر میرا جواب غلط ہے تو صحیح کیا ہے؟ اِدھر موٹر بوٹ کیوں لائے ہو؟"

"ذرا سر گھما کر اور سر اُٹھا کر دیکھو۔ دائیں بائیں اور اوپر چٹانیں ہی چٹانیں ہیں۔ یہ موٹر بوٹ یہاں اچھی طرح چھپ گئی ہے۔ ہیلی کاپٹروں سے پرواز کرنے والے اس بوٹ کو نہ دیکھ سکیں گے نہ اِدھر ہماری موجودگی کا شبہ کریں گے۔"

"اوہ گاڈ! تم کتنی دُور کی سوچتے ہو۔"

"میں تحفظ کے لیے سوچتا ہوں۔ محبت میں اندھا بن جاؤں تو یہ ایسی تدبیریں دماغ میں نہیں آئیں گی۔"

"مجھے طعنے نہ دو۔"

"تمھاری طرح میں نے بھی ساحل پر درخت دیکھے ہیں۔ مجھے آبادی کی نہیں، تحفظ کی ضرورت ہے۔ میں نے سوچا ہم کسی آبادی کی طرف درختوں کے سائے میں چلیں گے تو اوپر سے ہیلی کاپٹر والے ہمیں نہیں دیکھ سکیں گے۔"

"کمال ہے تم وقت سے پہلے اتنی ساری باتیں سوچ لیتے ہو اور میں جو اتنے قریب ہوں، میرے لیے کوئی جذبے والی سوچ پیدا نہیں ہوتی؟"

علی نے ایک گہری سانس لے کر کہا "حسینائیں صرف اپنی قدر کروانے پر تلی رہتی ہیں۔ تم نہیں سُدھرو گی، چلو۔"

اس نے ضروریات کا تمام سامان ایک کٹ میں رکھ کر اُسے پُشت پر لاد لیا پھر چٹانوں کے سائے سے نکل کر ٹارچ کو روشن کیا۔ وہ ساحلی حصّہ سمندر سے اونچائی پر تھا۔ اوپر جانے کے لیے پتھروں پر سنبھل سنبھل کر پاؤں رکھنا ضروری تھا۔ اُس نے ویلی سے کہا "تم میرے آگے رہو۔ خدانخواستہ پاؤں پھسلے گا تو میں سنبھال لوں گا۔"

اُس نے سہارا دے کر اُسے ایک پتھر پر چڑھایا پھر خود اُس پتھر پر آ کر بولا "اوپر چڑھو۔"

اُس نے چڑھنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ علی نے اسے پھر سہارا دے کر اوپر والے پتھر پر پہنچایا۔ وہاں سے اس کے اوپر پھر اس کے اور اوپر اسے پکڑ پکڑ کر چڑھاتا رہا۔ وہ خود اپنی کوششوں سے کسی ایک پتھر پر بھی نہ چڑھ سکی۔ علی نے بڑی مشکلوں سے اُسے بلندی پر پہنچایا۔

وہ اوپر پہنچ کر ہانپنے لگی۔ علی نے کہا "یہاں نہ بیٹھو، جلدی چلو۔"

وہ ہانپتے ہوئے بولی "ذرا دم لو، تم آدمی ہو یا جن؟

ے اُٹھا کر چڑھاتے رہے۔ کِٹ کا بوجھ اُٹھا کر خود چڑھتے
ے مگر تم ہانپ نہیں رہے ہو۔"

"تم یہاں سے چلتے چلتے بھی باتیں کر سکتی ہو۔"

"آخر اتنی جلدی کیا ہے۔ یہاں سے سمندر کو دیکھو، نارہ رومانٹک لگ رہا ہے۔"

دُور کہیں سے ہیلی کاپٹروں کی آوازیں آنے لگیں۔ لی نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "تمھارے چاہنے الے آ گئے، دوڑو۔"

وہ کیا دوڑتی، علی اُسے کھینچتے ہوئے دوڑاتے ہوئے رختوں کی طرف جانے لگا۔ دُشمنوں کا خوف نہ ہوتا تو ہ دوڑتے دوڑتے گر پڑتی پھر دُشمن ہی اُسے اُٹھا کر لے اتے جبکہ وہ علی کا ساتھ چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ ہیلی کاپٹروں ں آوازیں آ رہی تھیں اور بہت دُور آسمان پر جلتی بجھتی ُرخ روشنیوں سے پتا چل رہا تھا کہ اس بار دو ہیلی کاپٹرز یں۔ ایک سمندر پر پرواز کر رہا تھا دوسرا ساحل پر اُن کی رف آ رہا تھا۔ قریب آنے سے پہلے ہی وہ دونوں درختوں کے سائے میں پہنچ گئے۔

گردش کرتے ہوئے پنکھے کی طوفانی ہواؤں سے رختوں کے پتّے اور شاخیں ہل رہی تھیں۔ ہیلی کاپٹر کی سرچ ائٹ اُن درختوں پر سے پھسلتی ہوئی گزر رہی تھی مگر دونوں ک نہیں پہنچ رہی تھی۔ ہیلی کاپٹر وہاں سے گزر گیا۔ وہ اطمینان کی سانس لے کر بولی "وہ نہیں دیکھ سکے۔ تم بہت ذہین ہو اگر درختوں کے سائے میں نہ لاتے تو . . ."

علی نے بات کاٹ کر کہا "پلیز تعریفیں نہ کرو۔ یک بچہ بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ درخت کے نیچے رہنے ے اوپر پرواز کرنے والے نہیں دیکھ سکتے لیکن تمھارا ماغ بچوں سے بھی گیا گزرا ہے۔"

"میری جان! تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔ پتا ہے، یری ممی اور ڈیڈی میری ذہانت کی تعریفیں کرتے ہیں۔"

"ذہین ہونا اور بات ہے، حاضر دماغی سے کام لینا اور بات ہے۔ جو لوگ مصائب یا خطرات سے گھبرا جاتے یں، وہ ذہین ہونے کے باوجود ذہانت سے کام لینے ے قابل نہیں رہتے یا تمھاری جیسی لڑکیاں مصیبت یں بھی محبت کے خواب دیکھتی ہیں۔ انھیں دُشمن نہیں ڑنے بوائے فرینڈ نظر آتا ہے تو وہ حاضر دماغی بھول وتی ہیں۔ اِدھر فرینڈ کے ساتھ جذبات میں بہتی ہیں اُدھر ُشمن گولی مار کر چلا جاتا ہے۔ ذرا اپنے آپ پر غور کرو تو

میری بات سمجھ میں آئے گی۔"

"تم محبت سے سمجھاؤ گے تو سب سمجھ لوں گی۔"

"آہ! پھر وہی محبت، چلو آگے بڑھو۔"

وہ آگے بڑھی اور ہنستے ہوئے بولی "آج کے دور میں تمھارے جیسا کوئی نہیں ہے۔ تمھیں کئی سو سال پہلے پیدا ہونا چاہیے تھا۔ سُنا ہے، پچھلے زمانے میں لڑکے بہت سیدھے اور شریف ہوتے تھے، محبت کو گناہ سمجھتے تھے۔"

علی نے جواب نہیں دیا۔ تیزی سے چلتا رہا۔ اس کے لانبے پاؤں تیزی سے چلتے وقت دوڑتے ہوئے لگتے تھے۔ وہ دوڑتے ہوئے بولی "تم کیا ہو، تمھاری ہر بات دوسروں سے الگ ہے، چلتے ہو تو مجھے ساتھ دوڑنا پڑتا ہے۔"

پھر ہیلی کاپٹر کی آواز سُنائی دی۔ انھوں نے ایک درخت کی آڑ سے دیکھا۔ دو سُرخ روشنیاں جلتی بجھتی چلی آ رہی تھیں۔ وہ دونوں دوڑتے ہوئے ایک گھنے درخت کے سائے میں چلے گئے۔

شام سے ہی بادل چھائے ہوئے تھے۔ اب رہ رہ کر بجلیاں چمک رہی تھیں۔ انھوں نے بجلیوں کی چمک میں دیکھا، ہیلی کاپٹروں کی پرواز بہت نیچی ہو گئی تھی۔ سیڑھیاں لٹک رہی تھیں اور مسلح افراد سیڑھیوں کے آخری نچلے حصّے میں آ کر وہاں سے کودتے ہوئے زمین پر آ رہے تھے۔

اس کے بعد دونوں ہیلی کاپٹر پرواز کرتے ہوئے ذرا دور گئے اس بار ایک ہیلی کاپٹر سے ٹریسر گولی چلائی گئی۔ ٹریسر گولی جب فضا میں پھٹتی ہے تو اندھیری رات میں دور تک کئی سیکنڈ کے لیے روشنی پھیل جاتی ہے۔ علی اور ویلی نے اُس روشنی میں دیکھا، دوسری طرف بھی مسلح افراد ہیلی کاپٹروں سے اُتر رہے تھے۔ وہ تعداد میں چھ تھے۔ اس سے قبل اُترنے والوں کی تعداد بھی یہی تھی۔

گردش کرتے ہوئے پنکھوں کے شور میں کتّوں کی آوازیں سُنائی دیں۔ ویلی نے حیرانی سے دیکھا۔ چند کتّوں کو ایک جال میں ڈال کر ہیلی کاپٹر سے زمین پر پہنچایا جا رہا تھا۔ علی نے ایک قدم پیچھے جا کر ویلی کو سر سے پاؤں تک دیکھا پھر پوچھا "کیا تمھارے بدن کا کوئی کپڑا دُشمنوں کے پاس رہ گیا تھا؟"

پنکھے کے شور میں بات سنائی نہیں دی وہ بولی "کیا کہہ رہے ہو؟"

اس نے ویلی کے کان سے مُنہ لگاتے ہوئے اپنا سوال دہرایا۔ ویلی نے شرارت سے اپنا سر گھمایا۔ کان سے لگ کر بولتے ہوئے ہونٹ ویلی کے لبوں کے قریب آ گئے۔ جوانی کی آنچ آئی۔ وہ فوراً ہی پیچھے ہٹ گیا۔ وہ مسکرا کر بولی "میرا اسکارف ایک شخص کے پاس

رہ گیا تھا۔"

پنکھے کے شور میں ویلی کی بھی آواز سُنائی نہیں دی۔ علی نے اشارے سے پوچھا "کیا کہہ رہی ہو؟"

وہ اشارے سے سمجھاتے ہوئے بولی "مجھے قریب آکر کان میں بولنے دو۔"

علی نے انکار میں سر ہلایا۔ پھر اُس کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف دوڑنے لگا۔ دونوں ہیلی کاپٹر دور جارہے تھے۔ شور ختم ہوگیا تھا۔ بہت دور کُتّوں کے بھونکنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ دوڑتے ہوئے بولا "تمھارا کوئی کپڑا اُن کُتّوں کو سونگھایا گیا ہے۔"

"وہاں میں تم سے کہہ رہی تھی کہ میرا اسکارف اُن کے پاس رہ گیا ہے۔"

"لیکن میں نے تو تمام دشمنوں کو موٹر بوٹ میں ہی ختم کردیا تھا۔ پھر ہیلی کاپٹر والوں کو تمھارا اسکارف کیسے مل گیا؟"

وہ بولی "میری کلب کے سامنے ان کا ایک آدمی ساحل پر رہ گیا تھا۔ اسکارف اُسی کے ہاتھ میں تھا۔"

"بڑی مصیبت ہوگئی ہے۔ ہم تاریکی میں انسانوں سے چُھپ سکتے تھے۔ ان کُتّوں سے چُھپ نہیں سکیں گے۔ یہ تمھاری بو سونگھتے ہوئے پہنچ جائیں گے۔"

وہ دوڑتے دوڑتے ہانپنے لگی۔ ایک جگہ رک کر بولی "اب مجھ میں دوڑنے کی ہمت نہیں ہے۔"

"وہ تمھیں کُتّوں کے ذریعے گھیر لیں گے۔ تمھیں پھر پکڑ کرلے جائیں گے۔"

وہ بدستور ہانپتے ہوئے بولی "میں کیا کروں؟ میں کیسے دوڑوں؟"

علی نے سر گھما کر دیکھا۔ بہت دور ٹارچ کی روشنیاں اِدھر اُدھر حرکت کرتی دکھائی دے رہی تھیں۔ کُتّے بھی بھونک رہے تھے اور دشمنوں کو ان کی طرف لارہے تھے۔ علی نے کہا "اچھا تو تم کُتّوں کے پاس جاؤ۔ میں چلا۔"

وہ اُسے چھوڑ کر دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ وہ چیختے ہوئے پیچھے پیچھے دوڑتے ہوئے بولی "تمھیں شرم نہیں آتی۔ مجھے مصیبت میں چھوڑ کر جارہے ہو۔"

اس نے جواب نہیں دیا۔ مخصوص رفتار میں دوڑتا رہا۔ وہ اُس کے پیچھے بولتی رہی۔ اپنے حوصلے کے مطابق دوڑتی رہی پھر لڑکھڑا کر گر پڑی۔ علی نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ اپنی رفتار سے دوڑتا ہوا چلا گیا۔ وہ ہانپتے ہوئے غصّے سے کہہ رہی تھی "آئی ہیٹ یو۔ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ بزدل کہیں کے تم مرد ہی کب تھے۔ میرے حسن و شباب کے اتنے قریب رہ کر مردہ رہنے والا دشمنوں کے سامنے مرد کیسے بنے گا۔ ڈیم ود یو۔ آئی ہیٹ یو۔"

کُتّوں کی آوازیں قریب آتی جارہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد اُس پر ٹارچ کی روشنیاں پڑنے لگیں۔ وہ اُسے چاروں طرف سے گھیر رہے تھے۔ دو سیاہ رنگ کے کُتّے اس کی طرف غرّا رہے تھے۔ وہ سہم کر چیخنے لگی "مجھ پر کُتّے نہ چھوڑو۔ مجھ سے کیا دشمنی ہے؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ تم جو کہو گے میں وہ بات مان لوں گی۔ کُتّوں کو دور رکھو۔"

دونوں کُتّوں کو دو آدمیوں نے قابو میں رکھا ہوا تھا۔ اپنے ٹیم لیڈر کے اشارے پر کُتّوں کو ذرا دور لے گئے۔ ٹیم لیڈر نے ویلی سے پوچھا "تمھارا ساتھی کہاں ہے؟"

وہ نفرت سے بولی "وہ ساتھی نہیں تھا۔ اُلّو کا پٹھا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا وہ مجھ سے کیا چاہتا تھا۔ کُتّوں کی آواز سُن کر مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ جس نے تمھارے لیے جان کی بازی لگا کر موٹر بوٹ میں ہمارے آدمیوں کو مار ڈالا۔ ہمارے ایک ہیلی کاپٹر کو واپس جانے پر مجبور کردیا۔ وہ تمھیں اس طرح چھوڑ کر کیسے بھاگ سکتا ہے۔"

وہ سوچ میں پڑگئی۔ ٹیم لیڈر نے چاروں طرف گھومتے ہوئے بلند آواز میں کہا "نوجوان! تم جو کوئی بھی ہو، بزدل نہیں ہو۔ دلیر بھی ہو اور چالاک بھی۔ میری ایک آواز پر سامنے آجاؤ تو تمھیں کوئی گولی نہیں مارے گا۔ ہم تمھارے جیسے دلیر نوجوان کی قدر کریں گے۔ اگر تم سامنے نہیں آؤ گے تو اس کا مطلب ہوگا تم خطرناک تو ہو مگر احمق ہو۔ چُھپ کر ہم پر حملہ کرنے کی حماقت میں مارے جاؤ گے۔"

اُسی وقت بارش ہونے لگی۔ ایک اور مسلح شخص نے بلند آواز سے کہا "ہمارا وقت برباد نہ کرو۔ آجاؤ۔ ہم تمھاری پچھلی دشمنی کو معاف کردیں گے۔"

اُنھیں کوئی جواب نہیں ملا۔ بارش تیز ہوتی جارہی تھی۔ ٹیم لیڈر نے کہا "وہ احمق نہیں ہے، چالاک ہے۔ ہماری بات پر بھروسا کرکے نہیں آئے گا لیکن اِس لڑکی کا سچا عاشق ہے تو اس کی عزت بچانے ضرور آئے گا۔ اِس کے کپڑے پھاڑ ڈالو اور اس کی تصویریں اُتارو۔ ہم اس کی لُٹتی ہوئی عزت کا تماشا تصویروں کے ذریعے اِس کے باپ کو دکھائیں گے اور اِس کا یار تو کہیں چُھپ کر دیکھ ہی رہا ہوگا۔"

لیڈر کا حکم سُنتے ہی چھ افراد ویلی کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے آگے بڑھے۔ وہ رونے لگی۔ پیچھے ہٹتے ہوئے کہنے لگی "نہیں نہیں، میرے قریب نہ آؤ مجھے یہ تو بتاؤ، مجھ سے دشمنی کیا ہے؟"

ایک نے کہا "تیری تصویریں تیرے باپ کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی تک پہنچائی جائیں گی۔ اُس سے کہا جائے گا کہ وہ ہمارا وفادار نہیں بنے گا اپنی ٹیلی پیتھی سے ہمیں فائدہ نہیں پہنچائے گا تو

ہم یہ تصویریں عام کردیں گے۔ اُسے کہیں مُنہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑیں گے۔ اس کے ممی اور ڈیڈی کو بھی قتل کردیں گے۔"

یہ کہتے ہوئے اُس نے ویلی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ وہ ایک طرف ہٹنا چاہتی تھی مگر بلاؤز کی آستین ہاتھ آگئی۔ اُس ہاتھ نے ایک جھٹکا دیا۔ آستین پھٹتی چلی گئی۔ گورا چمکتا ہوا، بارش میں بھیگتا ہوا بازو ننگا ہوگیا۔ ہوس پرستوں کے دیدے پھیل گئے۔ مُنہ سے رال بھی ٹپک رہی ہوگی لیکن بارش کے پانی میں رال دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ دوسرے شخص نے گریبان پکڑ کر کھینچا۔ لباس اوپر سے کمر تک پھٹتا چلا گیا۔ وہ چیخنے لگی "بچاؤ۔ ہیلپ ہیلپ می فار گاڈ سیک۔"

اچانک ٹھائیں ٹھائیں ٹھائیں کی آوازوں کے ساتھ تین گولیاں چلیں۔ دونوں کُتّے اُچھلے اور تڑپ کر گرے پھر ٹھنڈے پڑگئے۔ تیسری گولی ٹارچ روشن کرنے والے کو لگی اس کے ساتھ ہی اندھیرا چھا گیا وہ تیسری گولی دھمکی تھی کہ جو بھی ٹارچ روشن کرے گا وہ نشانے پر آکر مارا جائے گا۔

یہ جنگ شروع کرنے کا کامیاب طریقہ تھا۔ اُس نے سب سے پہلے کُتّوں کو مار کر ویلی کے سر سے یہ خطرہ ٹال دیا تھا کہ جنگ کے دوران کُتّے اس کی بو پر لپکیں گے۔ پھر ٹارچ والے کو مار کر سمجھا دیا تھا کہ جنگ اندھیرے میں ہوگی جو بھی اسے تلاش کرنے کے لیے ٹارچ روشن کرے گا حرام موت مرے گا۔

ایک شخص نے اندھیرے میں اُدھر فائر کیا جدھر سے علی نے گولیاں چلائی تھیں۔ یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ جنگ کا آغاز کرنے والا اپنی جگہ بدل چکا ہوگا اُس نے ایک چانس لیا۔ مگر یہ چانس علی کے کام آیا۔ اندھیرے میں فائر کرنے والے کی گن سے شعلے لپکے تھے۔ علی نے ان شعلوں پر گولی چلائی تو ایک چیخ سُنائی دی دوسرا دشمن بھی مارا گیا۔

ٹیم لیڈر نے دل ہی دل میں تسلیم کرلیا کہ ویلی کا عاشق تنہا گوریلا جنگ لڑنے کا تجربہ رکھتا ہے۔ وہ سب دبے قدموں تاریکی میں راستہ ٹٹولتے ہوئے کسی نہ کسی درخت کی طرف جانے لگے۔ ایسے ہی وقت بجلی چمکی۔ اس کی لمحاتی روشنی میں ٹھائیں ٹھائیں دو فائر ہوئے۔ دو اور لڑھکے۔ پھر اندھیرے میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سُنائی دینے لگیں۔

ویلی اپنی جگہ سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا ایسے وقت کیا کرنا چاہیے؟ کم از کم گولیوں سے بچنے کے لیے زمین پر بیٹھ جانا چاہیے تھا مگر عقل کام نہیں کررہی تھی۔ ایسے وقت اچانک ہی کسی نے اس کے مُنہ پر ہاتھ رکھا پھر اُسے کھینچتے ہوئے لے جانے لگا۔ وہ گھٹی گھٹی سی آواز میں اُوں اُوں کررہی تھی خود کو چھڑانے کی ناکام کوشش کررہی تھی۔ اُسے کھینچ کر لے جانے والا ایک درخت کی آڑ میں آکر سرگوشی میں بولا "چُپ سؤر کی بچّی! تیری آواز پر گولی آئے گی تو میں مارا جاؤں گا۔"

وہ شاید کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن ایک ریوالور کی نال کنپٹی سے آکر لگ گئی۔ علی کی سرگوشی سُنائی دی "ہتھیار پھینک دو۔ دوسری بار نہیں بولوں گا گولی مار دوں گا۔"

اُس نے ویلی کو چھوڑ دیا۔ ہتھیار پھینک دیا۔ ویلی خوش ہوکر علی سے لپٹنے آرہی تھی۔ وہ ڈانٹ کر بولا "خبردار! اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ اسی طرح درخت کی آڑ میں رہو۔"

اُس نے ہتھیار پھینکنے والے کی تلاشی لی۔ اُس کی جیب سے ایک بڑے سائز کا لائٹر نکلا۔ اس نے لائٹر کا تمام پٹرول اس کے لباس پر چھڑک دیا۔ وہ سہم کر بولا "یہ کیا کر رہے ہو؟"

علی نے کہا "ابھی تم نے کہا تھا کہ اِس لڑکی کا بدن دیکھ کر تمھارے بدن میں آگ لگ گئی۔ لہٰذا اب آگ لگ رہی ہے۔"

"نہیں، پلیز معاف کردو۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں تمھیں گولی نہیں ماروں گا۔ تم آگ لگتے ہی اپنے ساتھیوں کے پاس دوڑتے ہوئے جاؤ گے، وہ آگ بجھادیں گے۔ ایسا نہیں کرو گے، اپنے ساتھیوں کے پاس مدد کے لیے نہیں جاؤ گے تو گولی مار دوں گا۔"

اُس نے لائٹر کو جلایا۔ اگرچہ اس کا تمام پٹرول اس پر چھڑک چکا تھا۔ پھر بھی وہ ذرا سی دیر کو جلا اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی۔ علی نے لات ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دور گیا۔ پھر شعلوں میں لپٹا ہوا حلق پھاڑ کر چیختا ہوا دور بھاگنے لگا۔ "بچاؤ۔ مجھے بچاؤ۔ یہ آگ بجھاؤ۔ مجھے بچاؤ..."

علی نے اس کے پھینکے ہوئے ہتھیاروں میں سے ایک ہینڈ گرینیڈ اُٹھا لیا تھا۔ اُدھر ساتھیوں نے دیکھا کہ اپنا آدمی شعلوں میں لپٹا ہوا اُن کی موت بن کر آرہا ہے تو اُن میں سے ایک نے اُسے گولی ماردی۔ جدھر سے فائر کرکے اسے گولی ماردی گئی تھی، اُدھر علی نے ہینڈ گرینیڈ کی پن نکال کر پھینکا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی زبردست دھماکا ہوا کتنے ہی دشمن ایک پتھر کے پیچھے سے اُچھل کر زمین پر گرے پھر اُٹھ نہ سکے۔

جس کے لباس میں آگ لگی تھی۔ اُس کی موت کے بعد بھی لباس سے شعلے بھڑک رہے تھے، دور تک اُس ویرانے کو روشن کررہے تھے ...... علی نے یہی سوچ کر آگ لگائی تھی کہ چُھپے ہوئے دشمن ایک بار نظر آجائیں۔ اس کا کام ہوگیا تھا۔ موسلا دھار بارش کے باعث شعلے بجھ گئے۔ پھر تاریکی چھاگئی۔ اس تاریکی سے فائدہ اُٹھا کر سب اپنی اپنی پوزیشن بدلنے لگے

علی نے دشمن کے پھینکے ہوئے ہتھیار اُٹھا کر ویلی کے کان میں کہا "میرے ساتھ زمین پر رینگتی چلو۔"

وہ اُس کی ہدایت پر عمل کرنے لگی۔ مسلسل بارش کی وجہ سے زمین دلدلی ہو گئی تھی۔ ویلی کیچڑ سے لت پت ہو رہی تھی۔ اپنے گورے بدن کی ناقدری کا احساس ہو رہا تھا مگر اِس احساس پر دشمنوں کا خوف غالب تھا۔ وہ رینگتی ہوئی ایک بڑے سے پتھر کے پاس آئی۔ وہاں تین لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ سرگوشی میں بولی "یہ تو وہی جگہ ہے جہاں تم نے ہینڈ گرینیڈ پھینکا تھا۔ یہاں دشمن ہیں۔"

وہ کان کے قریب بولا "اب نہیں ہیں۔ دشمنوں نے پوزیشن بدل لی ہے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکیں گے کہ میں اُن کی ہی چھوڑی ہوئی جگہ کو تمھاری پناہ گاہ بنا رہا ہوں۔ تم یہاں سے حرکت نہیں کرو گی۔ ایک آواز نہیں نکالو گی۔ میں ابھی واپس آ جاؤں گا۔"

وہ جانا چاہتا تھا۔ ویلی آستین پکڑ کر بولی "میں یہاں اکیلی نہیں رہوں گی۔"

اس نے ایک جھٹکے سے آستین چھڑائی۔ اُسے پتھر کے پیچھے دھکا دیا۔ پھر چلا گیا۔ دشمنوں کا خوف نہ ہوتا تو وہ چیخ چیخ کر اُسے جنگلی اور بے حس کہتی۔ کوئی مہذب اور دل والا یوں کیچڑ میں سنے ہوئے کنول کو پتھر کے پیچھے پھینک کر نہیں جاتا۔ وہ دل ہی دل میں کُڑھ رہی تھی اور ساتھ ہی اس پر قربان ہونے کے لیے مچل رہی تھی۔

علی رینگتا ہوا ویلی سے دور چلا آیا۔ ایک درخت کی آڑ میں پہنچا۔ اُسی وقت ٹریسر گولی کے ذریعے دور تک روشنی پھیل گئی۔ اِس بار دشمن اُسے روشنی میں دیکھنا چاہتے تھے۔ اُس روشنی میں ایک کیمرے کی فلیش لائٹ کا جھماکا ہوا۔ کچھ فاصلے پر ایک مسلح شخص نے علی کی تصویر اُتاری تھی پھر درخت کی آڑ میں چلا گیا تھا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی اُس نے درخت کے پیچھے سے فائر کیا۔ علی کے لیے چند سیکنڈ بہت تھے۔ وہ جگہ بدل چکا تھا۔

درخت کے پیچھے سے فائر کرنے والے نے بلند آواز سے کہا "علی تیمور! تم بے نقاب ہو گئے ہو۔ میں نے ابھی اینٹی میک اَپ کیمرے کے ویُو فائنڈر میں تمھیں دیکھا ہے۔ اِس کیمرے میں تمھارے اصلی چہرے کی تصویر محفوظ ہو چکی ہے۔ تم جمی میتھو نہیں ہو۔"

دوسرے درخت کے پیچھے سے ٹیم لیڈر کی آواز آئی۔
"اینٹی میک اَپ کیمرے نے بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ ہمارے باس نے درست کہا تھا کہ موٹر بوٹ میں جان لڑا کر ہمارے آدمیوں کو مارنے والا کوئی عاشق نہیں ہو سکتا۔ ویلی کو ہم سے چھڑا کر لے جانے والا ہاتھ بہت اہم ہے۔ اِس ہاتھ کے پیچھے کوئی بڑی سازش ہے۔ اب سارا کھیل سامنے آ گیا ہے۔ فرہاد کی فیملی ویلی کے ذریعے اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی تک پہنچنا چاہتی ہے۔"

تیسرے درخت کے پیچھے سے تیسرے شخص نے کہا۔
"ویلی! تم جہاں بھی ہو، ہماری آواز تمھارے کانوں تک پہنچ رہی ہے۔ تم سمجھ سکتی ہو کہ تمھارے بھائی تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ہم تمھیں اغوا کرنا چاہتے ہیں اور یہی کام علی تیمور بڑی محبت سے کر رہا ہے۔ جمی میتھو بن کر تمھیں دھوکا دے رہا ہے۔"

ٹیم لیڈر کی آواز گونجنے لگی "ہم ویلی کو یہ نہیں کہتے کہ ہم شریف ہیں بلکہ یہ سمجھاتے ہیں کہ جس پر وہ بھروسا کر رہی ہے وہ بے حد خطرناک شریف ہے۔ تمھارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی کو ہمیشہ کے لیے بابا صاحب کے ادارے کا غلام بنا دے گا یا پھر اُسے قتل کر دے گا۔"

اِس آخری فقرے کے ساتھ ہی اُس کی آواز گھُٹ کر رہ گئی۔ علی نے پیچھے سے آ کر ایک بازو میں اس کی گردن جکڑ لی تھی۔ زیادہ بولنے کا نتیجہ یہی کچھ ہوتا ہے۔ وہ علی کو بے نقاب کرنے کی خوشی میں بولتے وقت بھول گیا تھا کہ اندھیرے میں اپنی ہی آواز اپنی موت کو بلاتی ہے۔

وہ ٹیم لیڈر اچھا فائٹر تھا۔ اپنی گردن چھڑا کر جوابی حملہ کر سکتا تھا لیکن اندھیرے میں اندھی گوریلا فائٹ کے دوران ذہانت اور تیز رفتاری ضروری ہوتی ہے۔ علی نے اُسے جوابی حملے کا موقع ہی نہیں دیا۔ گردن دبوچتے ہی ایک لانبے پھل کا چاقو اس کے جسم میں پیوست کر دیا۔ اُس کی خاموشی نے باقی ساتھیوں کو سمجھایا کہ انھیں موت وہاں کھینچ لائی ہے۔ مقابلے پر فرہاد کا بیٹا ہے۔ فرہاد کی فیملی سے مقدر کی پُرانی دوستی ہے۔ یہ علی تیمور اس لیے بھی ناقابلِ شکست ہے کہ ابھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کی مدد کر رہا ہوگا۔ وہ خیال خوانی کرنے والا پتا نہیں کیسے ہماری نشان دہی کر رہا ہے اور علی ہمارے لوگوں کو ایک ایک کر کے ختم کر رہا ہے۔

وہ تعداد میں بارہ تھے۔ جن میں سے نو مارے گئے تھے۔ باقی تین نے وہاں سے بھاگ جانے میں خیریت سمجھی۔ علی اپنی پوزیشن بدل کر ایک پتھر کے پاس آیا۔ وہاں بیٹھ کر تھوڑی دیر تک کسی حملے کی توقع کرتا رہا۔ پھر اُس نے ایک چھوٹا سا پتھر اُٹھا کر ایک طرف پھینکا۔ کیچڑ میں دھپ سے پتھر کے گرنے کی آواز آئی۔ ایسے میں کوئی بھی آواز کی سمت گولی چلا سکتا تھا لیکن کہیں سے فائرنگ نہیں ہوئی۔

علی نے دوسری بار ایک ٹارچ کو پتھر کے اوپر رکھا پھر اُسے روشن کرتے ہی وہاں سے لڑھکتا ہوا دور جانے لگا۔ اُس ٹارچ کی روشنی کی طرف ضرور فائر ہونا چاہیے تھا لیکن وہاں مکمل خاموشی رہی۔ اِس طرح یقین کیا جا سکتا تھا کہ باقی دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں مگر علی اتنی آسانی سے مطمئن ہونے والا نہیں تھا۔ جس طرح وہ چالیں چلتا تھا اسی طرح دشمن بھی فریب دے کر اُسے گولی مار سکتے تھے۔

وہ تھوڑی دیر تک ایک درخت سے لگا کھڑا رہا۔ پھر ہیلی کاپٹر کی آواز سُنائی دی۔ بھاگنے والوں نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہیلی کاپٹر طلب کیا ہوگا۔ علی دیکھنا چاہتا تھا کہ دشمن میدان چھوڑ رہے ہیں یا انھیں مزید مدد پہنچائی جا رہی ہے۔ اُس نے سڑک کی طرف پر ایک ٹریسر گولی چلائی۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی وہ پورا علاقہ دور تک روشن ہو گیا۔ اُس روشنی میں بہت دور ایک ہیلی کاپٹر سے سیڑھی لٹکتی ہوئی دکھائی دی۔ تین آدمی اس پر چڑھتے ہوئے ہیلی کاپٹر کے اندر جا رہے تھے۔ وہ شوٹنگ ٹارگٹ سے بہت دور تھے۔ اس لیے علی نے انھیں جانے دیا۔ ہیلی کاپٹر کے جاتے جاتے روشنی ختم ہو گئی۔ پھر تاریکی چھا گئی۔ اُس نے پتھر پر رکھی ہوئی ٹارچ کو اُٹھا کر آواز دی "ویلی! کہاں ہو؟ آ جاؤ۔"

وہ کچھ فاصلے پر ایک پتھر کے پیچھے سے اُبھری۔ بارش نے پھر زور پکڑ لیا تھا۔ آسمان سے برستا ہوا پانی اس کے بدن کو دھو رہا تھا۔ علی نے ٹارچ بجھا دی۔ نظارہ گُم ہو گیا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے پاس آیا۔ چمکتی ہوئی بجلی نے بتایا کہ وہ قریب پہنچ گیا ہے۔ اس نے اپنا کوٹ اُتار کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ میرا کوٹ ہے، اِسے پہن لو۔"

وہ ہاتھ بڑھا کر کوٹ لیتے ہوئے بولی "کیسے پہنوں؟ اندھیرا ہے۔ ٹارچ روشن کرو۔"

علی نے زمین کی طرف روشنی کی۔ وہ بولی "میری طرف روشنی کرو۔"
علی بولا "عورت کا حسن چھُپنے میں ہے۔ میرے کوٹ میں چھُپ جاؤ۔"

وہ بالکل قریب آ کر بولی "عورت دوسروں سے چھُپتی ہے اپنے مرد سے نہیں۔ میں تمھاری چیز ہوں، تمھیں پورا حق پہنچتا ہے کہ تم برسات میں بھیگتے ہوئے میرے حسن و شباب کو دیکھو۔ مجھے آغوش میں لے لو۔ مجھے پیار کرو، پھر اپنے ہاتھوں سے کوٹ پہناؤ۔"

وہ ایک طرف روشن ٹارچ نیچے کر کے چلتے ہوئے بولا "میرے پیچھے چلی آؤ۔ معلوم ہوتا ہے یہاں دور تک آبادی نہیں ہے۔ اتنی دیر تک فائرنگ ہوتی رہی، پولیس والے ہماری مدد کو نہیں آئے۔ اندیشہ ہے کہ..."

وہ پیچھے پیچھے آتے ہوئے بات کاٹ کر بولی "اندیشہ ہے کہ دشمن پھر آئیں گے لیکن سب سے بڑے دشمن تم ہو۔ تم مجھے بار بار نظر انداز کر کے میری انسلٹ کر رہے ہو۔ مجھے بتا رہے ہو کہ میں حسین نہیں ہوں، پیار کے قابل نہیں ہوں۔ تم میری انا کو ٹھیس پہنچا رہے ہو۔ میں نے اٹھارہ برس تک اپنے بدن کو تمھارے لیے سنبھال کر رکھا اور تم اِس پر جیسے تھوک کر جا رہے ہو۔ میں یہ توہین برداشت نہیں کروں گی۔ میں پاگل ہو جاؤں گی۔ میں پاگل..."

علی نے ڈانٹ کر کہا "یُو شٹ اَپ۔ کیا تم نے یہ نہیں سُنا تھا کہ میں جمی میتھو نہیں ہوں۔ میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں۔ تمھارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی کو ٹریپ کرنے والا ہوں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ وہ دشمن میرا لباس پھاڑ رہے تھے، میری عزت لینا چاہتے تھے اور تم اِس تنہائی میں میری عزت کی طرف بڑھنے سے انکار کر رہے ہو۔ مجھے عزت آبرو سے گھر پہنچانا چاہتے ہو۔ میں اُن ذلیل کتوں کی باتوں پر کبھی یقین نہیں کروں گی۔"

"ذلیل کتے بھی کبھی بھونک کر سچ بتا دیتے ہیں کہ تمھارے گھر میں چور آیا ہے۔ اب میں تم سے نہیں چھپاؤں گا۔ کیونکہ دشمن میرے اصلی چہرے کی تصویر لے گئے ہیں۔ وہ صبح ہونے سے پہلے ہی مجھے اور میرے ساتھیوں کو بے نقاب کر دیں گے۔ یہ رات ہم پر بھاری ہے۔ لہٰذا میں تمھارا ساتھ چھوڑنے سے پہلے اپنی حقیقت بتا رہا ہوں۔"

"نہیں، تم میرا ساتھ نہیں چھوڑو گے۔ تم مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لیے خود کو دشمن ظاہر کر رہے ہو۔ اگر یہ حقیقت ہے تو مجھے دشمنی بھی منظور ہے۔ مجھے اپنے ہاتھوں سے جہنم میں پہنچا دو مگر میرے گھر نہ پہنچاؤ۔ میرے بھائی کو ٹریپ کرو۔ میرے بدلے اس کی ٹیلی پیتھی کا سودا کرو۔ مگر مجھے اپنی آغوش ہی میں رہنے دو۔"

علی نے اچانک ہی رُک کر اُسے ٹارچ کی روشنی میں دیکھا۔ پھر اُس کے منہ پر ایک طمانچہ جڑ دیا۔ وہ پہلے حیران ہوئی پھر جھنجلائی۔ علی نے کہا "میں تمھارے بھائی کا دشمن ہوں۔ مجھ سے جتنی بھی دشمنی کرو کم ہے۔ مگر تم بہن ہو کر اُسے میرے شکنجے میں دیکھنا چاہتی ہو۔ کیوں؟ تمھیں بھائی سے کیا دشمنی ہے؟ کیا اُس نے تمھیں بہن نہیں سمجھا؟ تمھیں بھائی کا پیار نہیں دیا؟ اگر اس نے بھائی کے تمام حقوق دیے ہیں اور دیتا رہتا ہے تو تم کیسی بہن ہو، جو میری آغوش میں ہوس پوری کرنے کے لیے محبت کرنے والے بھائی سے دشمنی کر رہی ہو؟"

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ روتے ہوئے بولی۔
"میں بھائی کی دشمن نہیں ہوں۔ خدا گواہ ہے صرف تمھارا دل جیتنے کے لیے ایسا کہہ رہی تھی۔ میرے اندر یہ یقین پختہ ہے کہ تمھارے جیسا فرشتہ میرے بھائی کو کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

وہ اُس کا بازو پکڑ کر کھینچتا ہوا ساحل کی طرف جانے لگا۔ ایسے وقت دماغ پر دستک ہوئی۔ لیلیٰ نے کوڈ ورڈ ادا کیے۔ پھر کہا۔

"میں جنگ کے دوران ویلی کے دماغ میں تھی اور سونیا کو رپورٹ پہنچاتی رہتی تھی۔ کئی بار جی میں آیا کسی طرح تمھارے کام آؤں لیکن سونیا نے سختی سے منع کر دیا۔ تم دونوں بھائی دشمنوں سے نمٹنے کے دوران ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں لیتے ہو۔ میں نے آج پہلی بار موجود رہ کر تمھاری گوریلا جنگ دیکھی ہے۔ بیٹے! میں تم پر فخر کرتی ہوں۔"

"شکریہ آنٹی! کام کی بات بتائیں۔"

"میں نے سونیا کو بتا دیا ہے کہ تمھاری اصلیت دشمنوں پر کھل گئی ہے۔ سونیا نے کہا ہے اب حالات تیزی سے بدلتے رہیں گے۔ دشمن ہماری اس کمزوری سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیں گے۔"

"موجودہ حالات میں مما کیا چاہتی ہیں؟"

"میں دوسری بار تمھاری مما کے پاس گئی تو کوئی عورت اُن کے دماغ میں کہہ رہی تھی کہ مادام سونیا! تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے، علی تیمور ہماری نظروں میں آگیا ہے۔ ہم اُسے کئی طرح سے ٹریپ کر سکتے ہیں۔"

سونیا نے کہا۔ "پھر تو فوراً ٹریپ کر لینا چاہیے تھا میرے پاس کیوں آئی ہو؟"

"تم بہت مغرور ہو۔ سمجھتی ہو فرہاد کی فیملی کا کوئی ممبر کبھی کسی کی گرفت میں نہیں آئے گا۔"

"یہ تماشا ابھی تم دیکھ کر آ رہی ہو۔ تمھارے آدمی علی تیمور کے ہاتھوں مارے جا رہے ہیں۔ وہاں سے مایوس ہو کر یہ دیکھنے آئی ہو کہ سونیا کہاں ہے؟ اور کس بھیس میں ہے یہاں بھی تمھیں مایوسی ہو رہی ہے۔"

وہ دماغ میں آنے والی بولی۔ "مجھے بتایا گیا ہے کہ تمھارے اندر کچھ روحانی قوتیں ہیں۔ میں تسلیم کرتی ہوں۔ تمھارے ذریعے یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ کس گھر میں یا کس علاقے میں ہو۔ مگر تمھارے چاروں طرف دھند چھائی ہوئی ہے۔"

"اب سانس روکوں گی تو اس دھند سے نکل کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو جاؤ گی۔"

"پلیز، سانس نہ روکنا۔ میں ایک سمجھوتے کے لیے آئی ہوں۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "مجھے پتا ہے۔ تم کہو گی ہماری تمھاری منزل ایک ہے۔ ہم ویلی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی پال ہو پکن کو قابو میں کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے آپس کے جھگڑے میں وہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

"بالکل یہی بات ہے۔ تم واقعی ذہین ہو سونیا! تم نے ہمارے تمھارے مشترکہ نقصان کو سمجھ لیا ہے۔ ہمیں مل کر کام کرنا چاہیے۔"

"مل کر کام کرنے کے لیے ایک دوسرے سے واقفیت ضروری ہے۔ تم مجھے جانتی ہو۔ میں نے تمھیں اپنے دماغ میں جگہ دی تم بھی مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "کیا تم مجھے نادان سمجھتی ہو؟"

سونیا نے سانس روک لی۔ وہ دماغ سے نکل گئی پھر اُس نے کتنی ہی بار سونیا کو مخاطب کیا۔ اُس کے دماغ میں آنے کی کوشش کی لیکن اُسے دماغ میں جگہ نہیں ملی۔" لیلیٰ یہ روداد علی کو سنا رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "بیٹے علی! میں حیران ہوں تمھاری مما کو کیسی روحانی قوتیں حاصل ہیں۔ میں اُن کے دماغ میں تھی ایسے میں وہ دوسری خیال خوانی کرنے والی مسٹر سونیا کے اندر آنے میں ناکام ہو رہی تھی۔"

"میری مما کو سمجھنا شاید ناممکن ہے آنٹی! یہ بتائیں وہ میرے لیے کیا کہتی ہیں؟"

"پہلے تو یہ سمجھ لو کہ یہاں کے حکام اور فوج کے اہم افسران سونیا کو براؤن وولف کے ساتھ نیویارک میں دیکھ رہے ہیں کوئی اِدھر مسٹر پر شبہ نہیں کرے گا کہ وہ سائمن میتھو کی وائف بن کر بالٹی مور کے ساحلی علاقے میں رہتی ہیں۔ البتہ یہ یقین کیا جائے گا کہ تم سائمن کے بیٹے جمی میتھو بن کر دھوکا دے رہے ہو۔ ان حالات میں تمھیں بالٹی مور واپس نہیں جانا چاہیے۔ تمھاری مما جمی میتھو کی ماں کی حیثیت سے بیان دیں گی کہ تم نے کہیں سے فون پر اطلاع دی تھی! تم ایک گرل فرینڈ کے ساتھ نیویارک جا رہے ہو، جلد ہی واپس آ جاؤ گے۔"

وہ بولا۔ "اس کا مطلب ہے مجھے جمی میتھو کا میک اپ ختم کر دینا چاہیے۔"

وہ ویلی کے ساتھ چلتا ہوا موٹر بوٹ میں واپس آگیا تھا۔ لیلیٰ نے کہا۔ "قطب نما کے ذریعے سمتوں کو سمجھو اور دلاویر کی بندرگاہ تک جاؤ۔ وہاں بابا صاحب کے ادارے کے دو افراد تمھارے منتظر ہیں۔"

"ویلی کا کیا ہوگا؟"

"تم دلاویر پہنچ کر اس سے الگ ہو جاؤ گے۔ اگر دشمنوں نے یہ ظاہر کیا کہ ویلی تمھارے ساتھ ہے تو ہم اس کے باپ کو اطلاع دیں گے کہ وہ اپنی بیٹی کو دلاویر جا کر لا سکتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے۔ ہم اس کے بھائی پال تک پہنچنے میں ناکام رہیں گے۔"

"ہر میدان میں کامیابی نہیں ہوتی۔ جب ناکامی ہوتی ہے تو ناکامی بھی ہمیں بہت کچھ سکھا دیتی ہے۔"

"آپ درست کہتی ہیں۔ ویسے ابھی ہم پوری طرح ناکام نہیں ہوئے ہیں۔ اب میں اپنے طور پر ایک گیم کھیلنے جا رہا ہوں۔ آپ سے دلاویر میں ملاقات ہوگی خدا حافظ۔"

وہ چلی گئی۔ علی نے کہا۔ "ویلی! تم موٹر بوٹ چلاؤ۔ تھوڑی دیر

بعد میں اسٹیرنگ سنبھال لوں گا۔"

ویلی نے بوٹ کو اسٹارٹ کیا۔ پھر ڈرائیو کرنے لگی۔ علی نے سیٹ کے نیچے سے قطب نما نکال کر اُسے دیا۔ وہ بولی۔ "یہ تو گم ہو گیا تھا۔"

"میں نے تمھیں اغوا کرنے کے لیے جھوٹ کہا تھا۔ اب اس کے ذریعے سمتوں کو سمجھتے ہوئے شمال مشرق کی طرف چلو۔"

"کیا میری لینڈ واپس نہیں جاؤ گے؟"

"نہیں، میں پھر ایک بار تمھیں اغوا کر کے دوسری جگہ لے جا رہا ہوں۔"

وہ باتوں کے دوران میک اپ بدلنے کا سامان سیٹ کے نیچے سے نکال رہا تھا۔ موجودہ مہم پر روانہ ہونے سے پہلے اُس نے ایسی تمام ضروریات کا سامان رکھ لیا تھا جو اب کام آ رہا تھا۔ جب وہ جمی میتھو کا میک اپ اُتارنے لگا تو ویلی کبھی کبھی سر گھما کر اُسے حیرانی سے دیکھنے لگی۔ اس نے پوچھا۔ "اب یقین آ رہا ہو گا کہ میں جمی نہیں ہوں۔"

وہ بولی۔ "بے شک تم جمی نہیں ہو اور میں نے جمی کے نام سے نہیں تمھاری شخصیت سے اور شرافت سے پیار کیا ہے۔ تم ایکس، وائی، زیڈ کوئی بھی ہو بنیادی بات ایک ہی ہے کہ تم ایک سچے انسان ہو۔"

اُس نے ایک لباس نکال کر اُسے دیتے ہوئے کہا۔ "اسے پہن لو۔ بڑی دیر تک بارش میں بھیگتی رہی ہو۔ یہ گیلے کپڑے نقصان پہنچائیں گے۔"

"تمھیں بھی لباس بدلنا چاہیے۔"

"مجھے دیر لگے گی۔ کیونکہ دوسرا میک اپ بھی کرنا ہے۔"

"پلیز جلدی کرو۔ تمھارا اصلی چہرہ بہت ہی پُرکشش ہے۔ میں جی بھر کے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"اب تو پورے امریکا کی انٹیلی جنس جی بھر کے میری تصویریں دیکھتی رہیں گی۔ تھوڑی دیر پہلے میری تصویر اُتارنے والے مجھے بے نقاب کر رہے ہوں گے۔"

"اُن کے بے نقاب کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ تم نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ میں اپنی خوشی سے تمھارے ساتھ ہوں۔ اغوا کی کوئی واردات تم نے نہیں کی ہے۔"

"تمھیں پتا نہیں ہے۔ فرہاد علی تیمور کے بیٹے بے جرم کے مجرم ہیں۔ ہمیں چہرہ بدل کر رہنا پڑتا ہے۔"

"ایسی کوئی مجبوری ہے تو میرے لباس بدلنے تک ایسے ہی رہو۔ میں تھوڑی دیر میں جتنا دیکھ سکوں گی دیکھتی رہوں گی۔"

وہ اسٹیرنگ سیٹ چھوڑ کر پیچھے آ گئی۔ علی نے آگے آ کر اسٹیرنگ سنبھال لی۔ اُس نے برق رفتاری اور چابک دستی سے اپنا لباس اِس انداز میں تبدیل کیا کہ علی کو اندازہ نہ ہو سکا۔ پھر وہ علی سے مخاطب ہوئی۔ "مجھے تمھاری حرکتوں پر غصہ آتا ہے۔ دوسرے ہی لمحے میں پیار بھی آ جاتا ہے۔ میں سمجھ لیتی ہوں کہ تم مجھے بُرائی سے اور گمراہی سے بچا رہے ہو۔"

"تم بھی مجھے بچاؤ۔ اپنی گرفت سے آزاد کرو تاکہ میں اچانک آدھمکنے والے دشمنوں سے خود کو چھپا سکوں۔ مجھے میک اپ کرنے دو۔"

وہ پھر اسٹیرنگ سیٹ پر آ گئی۔ علی نے پیچھے آ کر لباس تبدیل کیا پھر اپنے چہرے پر عارضی میک اپ شروع کرتے ہوئے بولا۔

"میں جو سوال کروں گا اس کا درست جواب دو گی؟"

"تم یہ کیوں سوچتے ہو کہ میں اپنے علی سے جھوٹ بولوں گی؟"

"اب نہیں سوچوں گا۔ کیا تمھارا بھائی پال خیال خوانی کے ذریعے تم سے کبھی باتیں کرتا ہے؟"

"وہ تو مجھے بچپن سے چاہتا ہے۔ جب ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے جا رہا تھا تب اُس نے کہا تھا کہ میرے دماغ میں ہر روز آ کر باتیں کرے گا لیکن اُس کے بڑوں نے اُس پر پابندیاں عائد کر دیں۔ اُسے سمجھایا کہ کوئی بھی دشمن میرے دماغ میں آ کر پال کی باتیں سن سکتا ہے جبکہ پال کی ٹیلی پیتھی کا علم کسی کو نہیں ہونا چاہیے۔"

"یعنی وہ تم سے رابطہ قائم نہیں کرتا ہے؟"

"کرتا ہے۔ چپکے سے آتا ہے۔ جب اس نے یہ علم حاصل کر لیا تو مجھ سے پوچھا بتاؤ میں اِس خوشی میں اپنی بہن کو کیا دوں؟

میں نے کہا۔ "بھائی جو بھی دے گا، وہ بہن کے لیے سب سے بڑا انعام ہو گا۔"

وہ بولا۔ "نہیں، اپنی زبان سے مانگو۔"

میں نے ذرا سوچ کر کہا۔ "ہر لڑکی اپنی زندگی کا بہترین ساتھی چاہتی ہے جب میں کسی کو لائف پارٹنر کے لیے پسند کروں تو تم اُس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنا کہ وہ ساری زندگی مجھ سے محبت اور وفا کرے گا یا نہیں؟"

علی نے پوچھا۔ "تم پچھلی رات سے مجھے پسند کر رہی ہو۔ کیا تم نے اپنے بھائی کو میرے متعلق نہیں بتایا ہے؟"

وہ ذرا چپ رہی۔ پھر بولی۔ "میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گی۔ بولوں گی تو مر جاؤں گی۔ بھائی میرے پاس آیا تھا۔"

"کب آیا تھا؟"

"جب تم نے مجھے طمانچہ مارا تھا۔ اُس سے پہلے میں بھائی کو تمام رُوداد سُنا رہی تھی کہ کس طرح تم میرے لیے جان کی بازی لگاتے آ رہے ہو اور کس طرح میں تمھیں دل و جان سے چاہنے لگی ہوں۔ میں نے بھائی کی موجودگی میں کہا تھا کہ تم میرے ذریعے میرے

بھائی کو ٹریپ کر لو مگر مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھو۔ یہ سنتے ہی تم نے مجھے مارا تھا اور مجھے بھائی کی محبت کا احساس دلایا تھا۔ یہ سن کر بھائی پال نے مجھ سے کہا "یہ سچا اور کھرا انسان ہے تم نے لائف پارٹنر کے لیے صحیح آدمی کا انتخاب کیا ہے لیکن جب میں نے بتایا کہ تم علی تیمور ہو تو وہ تشویش میں مبتلا ہو گیا ہے۔"

"پال سے کہو مجھ سے بات کرے۔"

"وہ ابھی نہیں ہے۔ تھوڑی دیر میں آئے گا۔"

علی کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس کے دماغ میں تیزی سے یہ باتیں آنے لگیں کہ وہ اپنی بہن کے آئیڈیل کو اہمیت دیتا تو علی سے دو باتیں ضرور کرتا۔ وہ حکومت کا وفادار ہے۔ وہ اپنے ملک اور اپنی قوم کے مقابلے میں بہن کے محبوب کو کبھی اہمیت نہیں دے گا۔ شاید وہ اپنے بڑوں کو فوج کے جنرل اور کرنل کو بتانے گیا ہے کہ علی تیمور چیونٹی کی طرح ایک چٹکی میں آگیا ہے۔ وہ سمندر کے بیچ میں ہے۔ ابھی اس کے لیے فرار کا راستہ نہیں ہے۔ لہٰذا اسے بحریہ اور فضائیہ کے فوجی جوانوں کے ذریعے گھیر کر گرفتار کیا جا سکتا ہے۔

ویلی نے سر گھما کر دیکھا۔ وہ لباس بدل چکا تھا۔ ایک طرف دیکھتا ہوا سوچ میں ڈوبا کھڑا تھا۔ اس نے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟ کیا میک اپ کے ذریعے خود کو نہیں چھپاؤ گے؟"

وہ اس کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے بولا "ادھر آؤ۔ مجھے ڈرائیو کرنے دو۔"

وہ اسے ہٹا کر اس کی جگہ آ گیا۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولی "کیسے سنگدل ہو، پکڑ کے کھینچ لیا۔ کیا پھول کو پکڑنا بھی نہیں آتا؟"

اس نے خاموشی سے موٹر بوٹ کو گھما دیا۔ سمت بدل کر جانے لگا۔ وہ بولی "کیا راستہ بدل رہے ہو؟"

اس نے قطب نما کو جیب میں رکھتے ہوئے کہا "ہاں ہمارے سامنے کوئی سمت نہیں ہے۔ دیکھیں یہ موٹر بوٹ ہمیں کہاں لے جاتی ہے۔"

"قطب نما کیوں نہیں دیکھتے؟"

"میں سمتوں کو سمجھوں گا تو پال تمھارے ذریعے ہماری منزل کو سمجھ لے گا۔"

"تو کیا ہوا؟ کیا تمھیں میرے بھائی پر اعتماد نہیں ہے؟"

"یہ اپنے بھائی سے پوچھو۔ وہ تمھیں دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہے اور میں تمھاری چاہت ہوں، پھر بھی اس نے مجھ سے کوئی سلام تک نہیں کی۔ ہیلو بھی نہیں کہا۔ میرا نام سنتے ہی تشویش میں مبتلا ہو کر چلا گیا۔ آخر وہ کہاں گیا ہے؟ میں تو ان حالات میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پھر بولی "میں نے اس پہلو سے نہیں سوچا تھا۔ میں نے سوچا تھا بھائی مصروف رہتا ہے کسی کام سے چلا گیا ہے لیکن جاتے جاتے تمھیں وش کر سکتا تھا۔ خوشی کا اظہار کر کے کہہ سکتا تھا کہ ابھی آ کر باتیں کرے گا۔ تم درست ہو علی! کوئی خطرہ پیش آ سکتا ہے۔ میں تمھارے لیے کیا کروں؟"

"تم محبت کے مارے پریشان ہو۔ میرے لیے فکر مند ہو یہی بہت ہے۔"

"بھائی آئے گا تو میں جھگڑا کروں گی۔"

"یہ بری بات ہے۔ وہ تمھارا بڑا بھائی ہے۔ اس سے جھگڑا نہ کرو۔ پیار سے سمجھاؤ۔ میں نے ابھی اپنا راستہ بدل دیا ہے۔ یہ راستہ میری سلامتی اور ان کی تباہی کی طرف جاتا ہے۔ پال کو یقین نہ ہو تو اپنے جنرل سے پوچھ لے۔ اب سے پہلے بارہا ایسا ہو چکا ہے۔ میں بیچ سمندر میں بھی بچ نکلوں گا۔ اس کے بعد ہمیشہ کے لیے پال کا دشمن بن جاؤں گا۔ لہٰذا وہ دوستی کا راستہ اختیار کرے۔"

وہ بولی "تم بیچ سمندر میں کس طرح بچ نکلو گے؟"

"یہ تم نہیں، تمھارا بھائی دماغ میں رہ کر پوچھ رہا ہے۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو؟ یہ میں پوچھ رہی ہوں۔"

"ابھی میں ثابت کر دوں گا کہ پال تمھارے دماغ میں موجود ہے۔ تم اسٹیئرنگ سیٹ پر آ جاؤ۔"

وہ سامنے والی سیٹ پر آ گئی۔ علی نے پیچھے آ کر کہا "تم اس وقت تک پیچھے سر گھما کر نہ دیکھنا جب تک میں تمھیں مخاطب نہ کروں۔"

"میرا دل چاہے تب بھی تمھیں نہ دیکھوں؟"

"تمھیں مجھ سے محبت ہے تو دل چاہنے کے باوجود نہیں دیکھو گی آگے دیکھتے ہوئے ڈرائیو کرتی رہو گی۔ اگر پلٹ کر دیکھنے پر مجبور ہو جاؤ تو سمجھ لینا تمھارا دماغ بھائی کے کنٹرول میں ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تمھارے حکم کی پابند رہوں گی۔"

وہ آگے ونڈ اسکرین کے پار سمندر کو دیکھتے ہوئے ڈرائیو کرتی رہی۔ پیچھے سے کبھی کبھی کچھ آوازیں آتی رہیں۔ تجسس پیدا ہوتا رہا کہ وہ کیا کر رہا ہے کئی بار یہ سوچ پیدا ہوئی کہ کسی طرح معلوم کرنا چاہیے وہ کیا کر رہا ہے؟

لیکن وہ بڑی مستقل مزاجی سے اپنے تجسس کو دباتی رہی اپنے محبوب کی مصروفیات کے بارے میں معلومات حاصل کرنے سے انکار کرتی رہی۔ تب اسے پال کی آواز سنائی دی "تم میری لاڈلی بہن ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اوہ برادر! تم آ گئے؟"

"خوشی کا اظہار نہ کرو۔ علی کو میری موجودگی کے متعلق نہ بتاؤ۔"

"کیوں نہ بتاؤں؟ وہ ایک عظیم انسان ہے۔"

"وہ کبھی عظیم نہیں ہوتا جو ہمارے ملک کو نقصان پہنچانے [illegible]تا ہے۔"

"تم اسے غلط سمجھ رہے ہو۔"

"بہن! تم نادان ہو تمھیں پتا نہیں ہے۔ یہ اپنی دوسری ماں [illegible]سونیا کے ساتھ ہمارے ملک کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو [illegible]تم کرنے یا انھیں اپنی طرف مائل کر کے دوست بنانے آیا ہے۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔ تم دوست بن جاؤ۔"

"اور اپنے ملک کا دشمن بن جاؤں۔ کیا تمھیں اپنے ملک اور [illegible]زم سے محبت نہیں ہے؟"

"ضرور ہے۔"

"تو پھر پیچھے دیکھو وہ کیا کر رہا ہے۔"

اچانک ایسا کہنے سے وہ سر گھمانے والی تھی پھر فوراً ہی [illegible]ز کو ایسا کرنے سے روک لیا۔ پھر ناراض ہو کر بولی "بھائی! [illegible]بھی میری زبان جھوٹی ہو جاتی۔ میں نے وعدہ کیا ہے جب تک [illegible]ل مخاطب نہیں کرے گا میں پیچھے نہیں دیکھوں گی۔"

"تمھیں دیکھنا چاہیے۔ ملک اور قوم کی خاطر یہ معلوم کرنا [illegible]چاہیے کہ وہ کس طرح اپنے بچاؤ کی تدبیر کر رہا ہے۔"

"میں ہرگز نہیں دیکھوں گی۔"

"میں تم سے اتنی محبت کرتا ہوں کہ میں نے کبھی تم پر جبر [illegible]نہیں کیا۔ ابھی چاہوں تو جبراً تمھیں دیکھنے پر مجبور کر سکتا ہوں لیکن [illegible]یہ فخر کرنا چاہتا ہوں کہ بہن اپنے بھائی کی ہر بات مان لیتی ہے۔"

"ہاں میں نے سنا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کے بھی [illegible]دماغ پر قبضہ جما کر اس سے جبراً اپنا کام کراتے ہیں لیکن میں تو [illegible]بہن ہوں۔"

"اسی لیے تو کہتا ہوں مجھے زبردستی پر مجبور نہ کرو۔"

"آخر تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ کیا علی کو اسی سمندر میں گھیر لیا [illegible]جائے گا اسے بھاگنے کا راستہ نہیں ملے گا۔"

"ہاں یہاں سے کئی ہیلی کاپٹر پرواز کر چکے ہیں۔ فوج کی تیز [illegible]رفتار بحری کشتیاں بھی چل پڑی ہیں۔ تمام ساحلی بندرگاہوں میں [illegible]بات پہنچ رہی ہے جنرل صاحب کہہ رہے تھے کہ فرہاد کے بیٹے [illegible]غیر فانی دماغ رکھتے ہیں انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا جائے [illegible]تب بھی وہ فرار کا راستہ نکال لیتے ہیں۔ اسی لیے میں معلوم کرنا [illegible]چاہتا ہوں کہ وہ تمھارے پیچھے کیا کر رہا ہے۔ ویسے تم میرا بہت [illegible]وقت ضائع کر چکی ہو۔ میں تین تک گنتا ہوں اس کے بعد ادھر جبراً [illegible]تمھارا منہ پھیر دوں گا۔"

وہ یکبارگی چیخ کر بولی "مجھے سر گھمانے سے روکو۔ خطرہ ہے۔"

یہ سنتے ہی پال نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا [illegible]اس کے سر کو گھمانا چاہا لیکن اس کے مقابلے میں علی برق رفتار تھا۔ ویلی کی دونوں کنپٹیوں کو دو ہاتھوں میں جکڑ لیا تھا۔ وہ بہن کا سر گھمانا چاہتا تھا۔ یہ سر کو گھومنے اور ویلی کو اپنی طرف دیکھنے نہیں دے رہا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا "پال! تم نے دوستی کا موقع گنوا دیا۔ تمھاری حرکتوں سے پتا چل گیا ہے کہ تم مجھے کسی ساحل تک پہنچنے نہیں دو گے مجھے یہیں گھیرا جائے گا۔"

وہ ویلی کی زبان سے بولا "ہاں یہیں گھیرا جائے گا۔ تم میری بہن کو بیوقوف بنا کر میرے پورے ملک کو نقصان پہنچانا چاہتے ہو۔ یہ تمھاری خوش فہمی ہے۔"

"میں چاہوں تو اپنے گھر میں بیٹھ کر تمھارے ملک کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا سکتا ہوں۔ اتنی دور آنے کی زحمت نہ کرتا۔ پھر سب سے پہلے تمھاری بہن کی عزت کو نقصان پہنچاتا لیکن تم جیسے لوگ محبت اور شرافت کی زبان بالکل نہیں سمجھتے۔ تمھارے کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری مٹھی میں آ گئے ہیں۔ پھر بھی وہ زندہ سلامت ہیں کیونکہ انھوں نے محبت کی زبان سمجھ لی۔ ہم کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو قتل نہیں کرنا چاہتے۔ صرف انھیں ختم کرنا چاہتے ہیں جو یہ غیر معمولی علم حاصل کر کے اپنے ملک کو فائدہ پہنچانے کے لیے دوسرے تمام ملکوں کو نقصان پہنچاتے ہیں سب بے گناہ افراد کو قتل کرتے ہیں۔"

پال نے کہا "کیا تم یہاں ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کرنے نہیں آئے ہو؟"

"ایسی شیطانی مشین ہزار بار بنائی جائے گی۔ ہزار بار اسے تباہ کروں گا۔ کیونکہ ایٹم بم ہو یا ٹرانسفارمر مشین دونوں ہی تمام دنیا کے لیے تباہ کن ہیں۔"

"تو پھر اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی ماں کو پہلے ختم کرو۔"

"میری ماں کے خلاف ایک بھی الزام ثابت کرو۔ میں اسے بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میرے ماں باپ کے کارناموں کا ریکارڈ ہر ملک میں ہے۔ یہ ریکارڈ بتاتا ہے کہ میرے والدین حق کے لیے باطل سے جنگ کرتے رہے ہیں اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے [illegible] کرنے والوں کو ہلاک کرتے آئے ہیں۔"

"میں ابھی تم سے بحث نہیں کروں گا۔ ویلی کو چھوڑ دو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں تم کس طرح بچ نکلنا چاہتے ہو۔"

"مجھے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنی عقل سے کام لو۔"

"عقل کہتی ہے۔ تم ساحل کی طرف نہیں جا سکو گے۔ بحری فوج کے جوان تیز رفتار کشتیوں میں پہنچنے ہی والے ہیں۔ تمھاری مدد کے لیے کوئی ہیلی کاپٹر یا آسمانی مدد نہیں پہنچے گی۔ ہماری فضائی فوج کے جوان ہیلی کاپٹروں اور طیاروں میں آ رہے ہیں۔ تمھارے پاس ایک ہی راستہ ہے کہ غوطہ خوری کرو، سمندر کے اندر ہی اندر کسی

ساحل تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ لیکن میں ویلی کے ذریعے اس قطب نما کو دیکھ کر معلوم کر چکا ہوں تم کسی بھی ساحل سے میلوں دور ہو۔ وہاں تک تیرتے ہوئے کوئی سپرمین بھی نہیں جا سکتا۔"

"تو پھر پریشان کیوں ہو؟"

"بکواس مت کرو۔ ہمارا جنرل تم لوگوں کو ناقابل گرفت کہتا ہے میں دیکھنا چاہتا ہوں تم کس طرح گرفت میں نہیں آؤ گے۔"

"یہ تھوڑی دیر بعد دیکھ لو گے۔"

ہیلی کاپٹروں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ پال نے کہا۔ "اب تمہاری احتیاطی تدابیر کو سمجھ لوں گا۔ ہیلی کاپٹر سے کسی کے ذریعے دیکھوں گا اور تم مجھے دھوکا نہیں دے سکو گے۔"

وہ بہن کو چھوڑ کر فضائی فوج کے ایک افسر کے پاس پہنچا۔ وہ ایک ہیلی کاپٹر میں تھا۔ اس نے کہا "تم صحیح جگہ پہنچ رہے ہو۔ سرچ لائٹ کے ذریعے دیکھتے جاؤ تمہیں ایک موٹر بوٹ دکھائی دے گی اس کی اسٹیرنگ سیٹ پر میری بہن ویلی ہے۔"

افسر نے حکم دیا "ہیلی کاپٹر کو شمال مشرق کی طرف پرواز کراؤ اور اسی سمت سرچ لائٹ روشن کرو۔"

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ پانچ منٹ کے بعد ہی دور وسیع و عریض سمندر کے سینے پر ایک تنہا موٹر بوٹ نظر آئی۔ افسر نے دوربین سے دیکھا ایک لڑکی مردانہ لباس پہنے اسٹیرنگ سیٹ پر تھی۔ پال نے کہا "میں تمہارے ذریعے سمجھ رہا ہوں وہ میری بہن ہے۔ اس کے پیچھے علی کو دیکھو وہ کیا کر رہا ہے؟"

افسر نے کہا "اس کے پیچھے کوئی چیز ہے جس پر بڑی سی چادر پڑی ہوئی ہے شاید علی نے چادر میں خود کو چھپایا ہے۔"

فوجی افسر نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے دوسرے ہیلی کاپٹروں اور طیاروں کو ادھر آنے کے لیے گائیڈ کیا پھر پال سے کہا "ہم ابھی قریب پہنچ کر فائرنگ کے ذریعے اسے چادر ہٹانے پر مجبور کریں گے۔"

"ایسے میں گولیاں میری بہن کو لگیں گی۔"

"مسٹر پال! اطمینان رکھو۔ میرے ماتحت موٹر بوٹ کے باہر گولیاں برسائیں گے۔ تمہاری بہن کی ہر طرح حفاظت کی جائے گی۔"

علی نے چادر کے اندر سے ہیلی کاپٹروں اور طیاروں کی آوازیں سنیں۔ وہ غوطہ خوری کے لباس میں تھا۔ اس کی پشت پر گیس سلنڈر بندھا ہوا تھا اس نے دشمنوں کو تجسس میں مبتلا کیا تھا۔ انہیں یقین تھا کہ وہ سمندر میں غوطہ نہیں لگائے گا۔ ایسی صورت میں ساحل تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ غوطہ لگانے کے بعد کیا کرنے والا ہے؟ اس یقین کے بعد انھوں نے اپنی فوج میں غوطہ خوروں کو شامل نہیں کیا ہوگا۔ اگر وہ علی کو اس لباس میں دیکھ لیتے تو ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے غوطہ خوروں کو طلب کر لیتے۔

اب وہ قریب آ رہے تھے۔ جنگ شروع ہونے والی تھی ایسے وقت وہ اسے موجودہ لباس میں دیکھ لیتے تو اپنے غوطہ خوروں کو وہاں طلب کرتے اور ان کے وہاں پہنچنے میں گھنٹا آدھ گھنٹا تو لگتا۔ علی کو یقین تھا کہ وہ اتنی دیر میں ہار جیت کا فیصلہ کر دے گا۔

ان ہیلی کاپٹروں کے علاوہ ایک طیارہ بھی پرواز کر رہا تھا جو پانی پر بھی اتر سکتا تھا۔ وہ اب تیزی سے ان کی طرف آ رہا تھا...... ایسے ہی وقت علی نے چادر ایک طرف پھینک کر پانی میں چھلانگ لگا دی۔

یہ چشم زدن میں ہوا۔ پھر بھی بوٹ پر نظر رکھنے والوں نے اسے غوطہ خوری کے لباس میں دیکھ لیا۔ پال نے ایک افسر کے دماغ میں حیرانی سے کہا "ارے یہ تو پانی میں گیا ہے۔ یہ تو مر جائے گا۔ الو کا پٹھا کیا سوچ کر گیا ہے؟"

افسر نے کہا "یہ سمندر کی تہ سے موتی نکال کر لانے والا خاندان ہے اس خاندان کا بچہ کچھ سوچ کر ہی اندر گیا ہے۔"

اس نے ٹرانسمیٹر آن کر کے رابطہ قائم کیا پھر کوڈ ورڈز ادا کر کے بحری فوج کے ایک افسر سے پوچھا "تم موٹر بوٹ سے کتنے فاصلے پر ہو؟"

"تقریباً ایک میل کا فاصلہ ہے۔"

"علی تیمور نے سمندر میں چھلانگ لگائی ہے۔ جتنی جلدی ممکن ہو اپنے غوطہ خور پانی میں اتارو۔"

"ہماری ٹیم میں غوطہ خور نہیں ہیں۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہماری بحری فوج میں غوطہ خور نہیں ہیں؟"

"ہیں، ضرور ہیں لیکن ہمیں یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ موجودہ مشن میں ان کی ضرورت ہو گی۔"

"فوج کے ذمے دار افسران کو یہ نہیں بتایا جاتا کہ میدان جنگ میں کیسے کیسے ہتھیاروں کی ضرورت پیش آئے گی۔ کیا تم نے علی تیمور کو تر نوالہ سمجھا تھا کہ جہاز لے کر جاؤ گے اور اسے چوہے سے اٹھا لاؤ گے؟"

بحری فوج کے افسر نے ناگواری سے کہا "مائنڈ یور لینگویج میں تمہارا کوئی جونیئر افسر نہیں ہوں۔ تم اپنا فرض ادا کرو۔ میں اپنی ڈیوٹی پوری کروں گا۔ ابھی ٹرانسمیٹر کے ذریعے کال کروں گا۔ ہمارے غوطہ خور ہیلی کاپٹر سے آدھے گھنٹے میں یہاں پہنچ جائیں گے۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا پھر دوبارہ آن کر کے اپنے غوطہ خوروں کے لیے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ کرنے لگا۔

علی تیمور پانی کے اندر تھا۔ جنگجو شہزادے نے بڑی چالاکی سے یہ میدان خالی رکھا تھا۔ پوری فوج کو طاقت کے نشے میں اندر گھیرتے ہوئے دیکھتا رہا تھا۔ انھیں اپنی بے بسی کا یقین دلا

تھا۔ وہ سمندر سے آ رہے تھے۔ آسمان سے آ رہے تھے۔ پورے امریکا کے مشرقی ساحلوں کی ناکابندی کر رہے تھے۔ ایسی زبردست ناکابندی کے دوران وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ شکار پانی میں چلا جائے گا۔

وہ اندر ہی اندر تیرتا ہوا ذرا دور گیا پھر موٹر بوٹ کے نیچے واپس آیا۔ سمندر کی سطح پر لینڈ کرنے والا طیارہ موٹر بوٹ کے پاس آ کر رک گیا تھا۔ اس طیارے میں صرف چار آدمیوں کی گنجائش تھی۔ اس وقت وہاں پائلٹ کے علاوہ دو فوجی جوان تھے۔ اس طرح تعداد میں تین تھے چوتھی سیٹ ویلی کے لیے خالی رکھی گئی تھی۔ وہ ویلی کو موٹر بوٹ سے لے جانے آئے تھے۔

علی طیارے کے پاس پانی سے ابھرا پھر اس کے ونگ پر چڑھ گیا۔ ونگ کے ساتھ پائلٹ اپنی کھڑکی پر نظر آ رہا تھا۔ وہ کھڑکی بھی تھی اور دروازہ بھی اس نے لینڈ کرنے کے بعد دروازے کو کھول دیا تھا اور دوسری طرف منہ کیے ویلی کو سوار ہوتے دیکھ رہا تھا۔ علی نے اس کی گردن سے ریوالور لگا کر کہا "اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔"

وہ ایک دم سے ساکت ہو گیا۔ دو جوان دوسری طرف کے دروازے پر دکھائی دے رہے تھے۔ ایک دروازے کے اندر تھا۔ دوسرا باہر موٹر بوٹ پر کھڑا کہہ رہا تھا "مس ویلی! اس کے انتظار میں ہمارا وقت برباد نہ کرو۔ وہ بزدل تھا تمہیں چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔"

کہنے والے کا سر دکھائی دے رہا تھا۔ علی نے ایک فائر کیا تو کھوپڑی میں سوراخ ہو گیا۔ پھر برق رفتاری سے دوسرے جوان کو گولی ماری۔ وہ چیختا ہوا دروازے سے باہر موٹر بوٹ پر جا کر گرا۔ ویلی کی چیخ سنائی دی۔ علی نے پائلٹ کو پکڑ کر باہر کھینچا پھر اسے لات مار کر پانی گرا دیا۔ اس کی سیٹ پر آ کر دروازے کو بند کیا۔ دوسری طرف ہاتھ بڑھا کر دوسرے دروازے کو لاک کیا۔ ایسے وقت ویلی اسے دیکھ کر خوشی سے چیخ پڑی ––– "براوو علی! براوو ––– تم نے کمال کر دیا۔ دروازہ کھولو۔ میں آ رہی ہوں۔"

وہ جیسے بہرا ہو گیا تھا۔ ایسے وقت کسی محبت کرنے والی حسینہ کی آواز کانوں تک نہیں پہنچتی تھی۔ اس نے طیارے کو آگے بڑھا دیا۔ وہ چیخ چیخ کر پکارنے لگی "علی! رک جاؤ۔ تمہیں محبت کا واسطہ ہے مجھے ساتھ لے چلو۔"

طیارہ سمندر کی سطح پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو گیا۔ وہ طیارے کو دور جاتے دیکھ کر گھونسا دکھا دکھا کر کہنے لگی "آئی ہیٹ یو۔ مجھے تم سے نفرت ہے۔ تم ذلیل ہو، کمینے ہو، میری محبت کو ٹھکرا کر مجھے ایلول کے ہاتھوں شرمندہ ہونے کے لیے چھوڑ کر جا رہے ہو۔ آئی ہیٹ یو۔ خدا کرے تمہارا طیارہ گر کر...."

اس سے پہلے کہ بد دعا پوری ہوتی۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنے منہ کو دبا لیا پھر انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں، میں غصے میں بول رہی تھی۔ غصہ اب بھی ہے مگر میرے دل سے کبھی بد دعا نہیں نکلے گی تم سلامت رہو، تم سلامت رہو۔"

یہ کہہ کر اس نے دونوں ہاتھوں سے چہرے کو چھپایا اس کے بعد پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

بحری فوج کا افسر اپنے جوانوں کے ساتھ موٹر بوٹ کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس نے جہاز کے عرشے سے دوربین لگا کر دیکھا۔ اسے موٹر بوٹ میں فضائیہ کے دو جوانوں کی لاشیں نظر آئیں۔ جہاز کا پائلٹ تیرتا ہوا آ کر موٹر بوٹ پر سوار ہو رہا تھا اور ویلی ایک جگہ بیٹھی رو رہی تھی۔

بحریہ کے افسر نے فضائیہ کے افسر سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کیا پھر کہا ––– "تھوڑی دیر پہلے تم مجھے طعنے دے رہے تھے کہ میں اپنے ساتھ غوطہ خور کیوں نہیں لایا۔ اب ذرا دوربین لگا کر دیکھو طیارے کا پائلٹ غوطے لگا کر موٹر بوٹ میں پہنچ رہا ہے۔ تمہارے دو جوان موت کی گود میں غوطے لگا چکے ہیں۔ یہ ہے تمہارے میدان جنگ میں لڑنے کا انداز، تم اپنے ساتھ چار ہیلی کاپٹرز لائے اور ایک طیارہ جو پانی میں اتر کر وہاں سے ویلی کو لا سکے۔ کیا تم اور دو چار طیارے نہیں لا سکتے تھے۔ علی جو طیارہ لے جا رہا ہے کیا اس کا پیچھا ہیلی کاپٹرز کر سکتے ہیں؟"

افسر نے جواب نہیں دیا۔ رابطہ ختم کر کے دوسرے افسر سے دریافت کیا "ہیڈ کوارٹرز والے کیا کہتے ہیں؟"

اس نے جواب دیا "جنرل صاحب گرج رہے ہیں، برس رہے ہیں، ہم سے پوچھ رہے ہیں، ائیر فورس کے بیس سے ایمرجنسی طیارے پرواز کر کے کہاں ––– تلاش کریں گے؟ زیادہ سے زیادہ شمال مشرق یا جنوب مشرق کے سمندری حصوں میں ڈھونڈیں گے۔ علی کے پاس پانی میں اترنے والا طیارہ ہے، وہ کسی جزیرے کے چٹانی ساحلوں میں طیارے کو لے جا کر چھپا سکتا ہے۔"

افسر کو چپ لگ گئی۔ اگلے بارہ گھنٹوں تک شمالی اور جنوبی سمندر کے ساحلوں پر اور چھوٹے بڑے جزیروں پر فوجی طیارے پرواز کرتے رہے۔ وہ بیچ سمندر سے بیچ میدان جنگ سے نکل کر گیا تھا۔ کوئی اس کا راستہ روک نہ سکا اور کوئی وہ راستہ نہ معلوم کر سکا جدھر وہ گیا تھا۔

علی نے پوری فوج اور انٹیلی جنس کو جھنجھوڑ ڈالا تھا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ سونیلا نے سمجھ لیا کہ اس کا بھی محاسبہ ہو گا۔

بات صرف سوال وجواب تک محدود نہیں رہے گی۔ وہ اپنا شبہ دور کرنے کے لیے اینٹی میک اپ کیمرا لائیں گے تو سائٹن کی بیوی کے پیچھے چھپا ہوا سونیا کا چہرہ ظاہر ہو جائے گا۔

پہلے اس نے سوچا تھا کوئی دوسری خیال خوانی کرنے والی راستے کی دیوار بن گئی ہے۔ اس دیوار کو گرانا کچھ مشکل نہ تھا۔ پھر پتا چلا' پال اپنی بہن ڈیلی کے دماغ میں رہ کر علی کی حقیقت جان چکا ہے' ایسی صورت میں اب وہاں کی سرکار سے براہِ راست ٹکراؤ ہو رہا تھا۔ لہٰذا اب سائٹن کی بیوی بن کر رہنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ اس نے فوراً میک اپ اتارا' ایک ریڈی میڈ میک اپ اور گینٹ اپ کے ذریعے حلیہ تبدیل کیا پھر بنگلے کے پچھلے دروازے سے نکل گئی۔

ایسے ہی وقت میں نے آکر پوچھا "کیا ہو رہا ہے؟"

"اوہ فرہاد! حالات تیزی سے بدل گئے ہیں۔ تم کہاں ہو؟"

"میں ایک ویرانے میں ہوں۔ وہ ویرانہ کہاں ہے' یہ نہ پوچھنا' میں کسی کو اپنا پتا نہیں بتاؤں گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ جب بھی اپنا سمجھو' مجھے بتا دینا۔"

"تم سب کو اپنا سمجھتا ہوں اور تم لوگوں کے بغیر خود کو ادھورا سمجھتا ہوں' اسی لیے آیا ہوں۔ علی کہاں ہے؟"

"اس نے تو غضب کر دیا۔ بھید کھلتے ہی ایک طیارے میں فرار ہو گیا ہے۔ بحری' بری اور فضائی فوج نے اسے ہر طرف سے گھیر لیا تھا۔ مجھے دونوں بیٹوں کی پرورش اور تربیت پر ناز ہے۔ پتا نہیں وہ طیارے سے کہاں نکل گیا ہے۔"

"میں معلوم کروں؟"

"پلیز' تم نہ جاؤ۔ لیلیٰ اس کے پاس گئی ہے۔"

"ہاں' اب تو میرے خاندان میں پردے والیاں آگئی ہیں۔ مجھے اپنے بچوں کے پاس جانے سے پہلے یہ پوچھنا ہوگا کہ پردے کا انتظام ہے یا نہیں؟"

"سیدھی سی بات کو توڑ مروڑ کر پیش نہ کرو۔ یہ نہیں دیکھتے کہ لیلیٰ اور سلطانہ نے کتنی ذمے داریاں سنبھال لی ہیں۔"

"یعنی مجھے ریٹائر ہو جانا چاہیے۔ میں چلا جاؤں؟"

"کیا میرے پاس کانٹے بچھ رہے ہیں؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ لیلیٰ اور سلطانہ کا تم سے برابر رابطہ رہتا ہے' ابھی وہ کسی بھی لمحے میں تمہارے پاس آجائیں گی۔ جہاں وہ آتی ہیں' وہاں میں آنا نہیں چاہتا۔ پھر سوچتا ہوں' موجودہ مہم میں میرے جتنے بھی عزیز اور رشتے دار ہیں' وہ دونوں ان سب کے دماغوں میں آتی جاتی ہیں۔ میں ان کی موجودگی میں نہیں آنا چاہوں گا تو پھر تم سے اور اپنے بیٹوں سے کبھی رابطہ نہیں رکھ سکوں گا۔ یہ میرے لیے بڑی مشکل پیدا ہو گئی ہے۔"

"تم خواہ مخواہ جذباتی بن کر سوچ رہے ہو۔ کبھی میرے پاس یا بیٹوں کے پاس ان بہنوں کی موجودگی میں پہنچ جاؤ گے تو کوئی قیامت نہیں ہو جائے گی۔ ایسے وقت جب بھی تم آؤ گے تو وہ چلی جایا کریں گی۔ اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے؟"

"ٹھیک ہے۔ یہ بتاؤ' ابھی مجھے کیا کرنا ہے؟"

"تم تو کسی پہنچے ہوئے بزرگ کی طرح پوچھ رہے ہو۔" بولی "بچہ' تیری کیا مراد ہے؟ پہلے تم پوچھتے نہیں تھے۔ حالات معلوم کرتے تھے' مشورے دیتے تھے پھر جو کرنا ہوتا' وہ کر گزرتے تھے۔"

"تم تو بال کی کھال نکالتی ہو۔ چلو اپنے حالات بتاؤ۔"

وہ بالٹی مور سے واشنگٹن جانے والی بس میں بیٹھ گئی۔ پھر تمام حالات بتانے لگی۔ میں نے سب کچھ سننے کے بعد کہا۔ "علی پھر علی ہے' مجھے اس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسے اطمینان سے مخاطب کروں گا۔ اب اپنے متعلق بتاؤ' یہ حلیہ بدلنے کے بعد کیا ارادے ہیں؟"

وہ بولی "میں تو بچ کر نکل رہی ہوں لیکن نیویارک میں سونیا ثانی پر آفت آئے گی۔ اس سے علی تیمور کے متعلق سوالات کیے جائیں گے۔"

"میں ابھی اس کے پاس جاؤں گا۔"

"جانے سے پہلے میرا ایک کام کرو۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے واشنگٹن میں موجود ہیں۔ ان کا فون نمبر نوٹ کرو۔ کسی کے ذریعے فون کر کے ان میں سے کسی کی آواز سنو پھر کوڈ ورڈز ادا کر کے اطلاع دو کہ میں فلاں بس میں سفر کر رہی ہوں۔ وہ کار لے کر آئیں اور مجھے بس کے سفر سے نجات دلائیں۔ اس بس کا نمبر بھی نوٹ کرو۔"

اس نے اہم باتیں نوٹ کرائیں۔ مخصوص کوڈ ورڈز بتائے۔ ایک بس اسٹاپ پر بوڑھی عورت اتر رہی تھی۔ سونیا نے اسے سہارا دے کر اتارتے ہوئے اس سے بات کی' مجھے اس کی آواز سنائی۔ جب وہ بوڑھی بس سے اتر گئی تو میں اسے قریبی ٹیلیفون بوتھ میں لے گیا۔ اس سے مطلوبہ نمبر ڈائل کرائے۔ رابطہ قائم ہونے پر دوسری طرف سے ایک شخص کی آواز سنائی دی۔ میں بوڑھی خاتون سے ریسیور رکھوا کر اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روکنا چاہتا تھا۔ میں نے کوڈ ورڈز ادا کیے "لو فار ایوری ون۔ ہیٹ فار نو ون۔ میں برائٹ وولف بول رہا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا "مسٹر وولف آپ کے رابطہ قائم کرنے سے مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ فرمایئے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

میں نے بس کا نمبر بتاتے ہوئے کہا "مادام اس بس میں سفر کر رہی ہیں۔ ان کے لیے فوراً کار بھیج دو۔ انھیں مزید معاملات میں تم لوگوں کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

"میں ابھی گاڑی لے کر جا رہا ہوں۔"

اس نے اپنی گاڑی کا نمبر اور رنگ بتایا۔ یہ سب کچھ میں نے سونیا کو بتا دیا تاکہ وہ آنے والے مددگار کو پہچان سکے۔ اس کے بعد میں سونیا ثانی کے پاس پہنچ گیا۔

وہ نیویارک کے ایک اسکیٹنگ کلب میں تھی۔ پیروں میں اسکیٹنگ شوز پہنے برف پر کبھی دوڑ رہی تھی' کبھی گھوم رہی تھی اور طرح طرح سے رقص کے انداز میں بہترین اسکیٹنگ کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ میں دماغ میں پہنچا تو وہ رقص کرتے کرتے رک گئی۔ میں نے کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "اسکیٹنگ جاری رکھو۔ اپنے آس پاس کسی کی آواز سنا دو۔ تاکہ..."

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی ایک جوان نے آکر کہا "میں نے اتنی خوبصورت اسکیٹنگ پہلی بار دیکھی ہے' تم رک کیوں گئیں؟"

وہ مسکرا کر بولی "کیا کروں؟ کوئی پارٹنر نہیں ہے۔"

"آؤ میں تمہارا ساتھ دوں گا۔"

وہ اس جوان کا ہاتھ تھام کر برف پر پھسلنے کے کمالات دکھانے لگی۔ میں جوان کے دماغ میں پہنچ کر اسے دیکھ رہا تھا۔ اسکیٹنگ فلور کے اطراف شیشے کی دیواریں تھیں۔ دیواروں کے دوسری طرف ریستوران تھا۔ مرد' عورتیں اور بچے میز کے اطراف بیٹھے کھانے پینے کے دوران اسکیٹنگ کا منظر شیشے کے پار دیکھ رہے تھے۔ برف پر سونیا ثانی کا ساتھ دینے والے جوان کی ایک گرل فرینڈ نے اسے مخاطب کیا۔ میں آواز سن کر گرل فرینڈ کے پاس آگیا۔ وہ پرنس ڈیگر کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔

پرنس ڈیگر میرا ہمشکل بنا رہتا تھا۔ اس کا خیال تھا' سونیا اسے میرا ہمشکل پا کر زیادہ سے زیادہ محبت کرنے لگے گی جبکہ سونیا نے اسے سونیا ثانی کے حوالے کر دیا تھا۔ وہ بے چارہ اسی کو اپنی محبوبہ سمجھ رہا تھا اور سونیا ثانی ذہانت اور مکاری میں سونیا سے کچھ کم نہیں تھی' بے چارے پرنس ڈیگر کو بڑی صفائی سے الو بنا کر رکھتی تھی۔

وہ گرل فرینڈ اپنے ساتھی کو سونیا ثانی کے ساتھ اسکیٹنگ کرتے دیکھ کر جل رہی تھی۔ اس نے پرنس ڈیگر سے پوچھا "تم کیسے مرد ہو' اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ اسکیٹنگ نہیں کر سکتے؟"

پرنس نے جواب دیا "تم کیسی لڑکی ہو' اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ اسکیٹنگ نہیں کر سکتیں؟"

وہ غصے سے بولی "تم میرا ہی سوال دہرا رہے ہو۔"

"اور تم میری بات کا جواب نہیں دے پا رہی ہو۔ مجھے اسکیٹنگ آتی ہے لیکن ایسی مہارت نہیں ہے جیسی یہ دونوں دکھا رہے ہیں۔ تمہارے ساتھ بھی یہی مسئلہ ہو گا۔"

وہ بولی "ایک مرد کو حاصل کرنے کے لیے اس کی طرح بن جانا ناممکن ہے' وہ جو چاہتا ہے' اسے کچھ ہم میں ملتا ہے' کچھ دوسری میں مل جاتا ہے۔"

پرنس نے اس کی تائید کی۔ وہ بڑی حسرت سے سونیا ثانی کو دیکھ رہا تھا۔ دیکھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اسکیٹنگ کرنے والے جوان کو رقیب سمجھ رہا ہے۔ وہ مجبور تھا' اس میدان میں اپنی محبوبہ سونیا کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔ میں نے ایک ہی منٹ کے بعد دیکھا' وہ جوان برف پر پھسلتے پھسلتے اچانک گر پڑا تھا۔

سونیا ثانی نے اسے اٹھنے کے لیے سہارا دیتے ہوئے پوچھا "کیا بات ہو گئی؟ تمہاری مہارت سے ظاہر تھا کہ تمہارا توازن نہیں بگڑے گا۔"

وہ بولا "میں حیران ہوں۔ بیلنس کے باوجود کیسے گر گیا۔"

سونیا ثانی نے دور کھڑے ہوئے پرنس ڈیگر کو گھور کر دیکھا پھر جوان سے کہا "کوئی بات نہیں۔ پھر کبھی اس فلور پر ملیں گے۔"

وہ فلور سے باہر آکر اسکیٹنگ شوز اتارنے اور دوسرے شوز پہننے لگی۔ میں اس کے دماغ میں آگیا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن پرنس نے قریب آکر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "میں نے اسی لیے تمہارے ساتھ اسکیٹنگ نہیں کی۔ تمہارا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ وہ کمبخت بھی گر پڑا تھا۔"

اس نے پرنس کو ناگواری سے دیکھا پھر پوچھا "کیا مجھے نادان بچی سمجھتے ہو؟"

وہ ذرا ہچکچایا پھر بولا "میں اسے تمہارے ساتھ برداشت نہ کر سکا۔"

"اس لیے بے چارے کو گرا دیا۔ کیا ٹیلی پیتھی کا علم ایسی ہی ذلیل حرکتوں کے لیے ہوتا ہے؟"

"سونیا! پلیز دوسرے پہلو کو دیکھو۔ میں تمہاری محبت میں جلتا کڑھتا ہوں۔"

"میں تیسرا پہلو بھی دیکھ رہی ہوں' تم مجھے اپنا پابند بنا کر رکھنا چاہتے ہو۔ مجھ سے یہ کہنے کی جرأت نہیں ہے کہ میں کسی سے مسکرا کر بات نہ کروں۔ جو بات کہنے کی جرأت نہیں ہوتی' اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے پورا کر لیتے ہو۔"

"نن۔ نہیں' تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔"

"غلط سمجھنے والی غلط ہوتی ہے۔ گویا میں غلط ہوں؟"

"آں۔ نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے۔"

"تو پھر میں صحیح سمجھ رہی ہوں؟"

"ہاں۔ تم درست کہتی ہو۔ میں تم سے جیت نہیں سکتا۔"

میں نے کہا "ثانی! یہ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ میں تمھیں سونیا اور علی تیمور کے حالات بتانے آیا ہوں۔"

"آپ بتاتے رہیں۔ میں اس سے باتیں کرنے کے دوران بھی سنتی رہوں گی۔"

میں نے اُسے مختصر حالات بتائے۔ پھر کہا "اب یہاں سختی سے تمہارا محاسبہ ہوگا۔ تم میری باتیں سن رہی ہو یا پرنس سے باتیں کر رہی ہو؟"

اس نے مجھ سے جو رُوداد سُنی تھی اُسے سوچ کے ذریعے دہرایا۔ یہ حیرانی کی بات تھی کہ وہ پرنس سے باتیں کرنے کے دوران میری باتیں توجہ سے سُنتی رہی تھی لیکن میں حیران نہیں تھا، یہ سمجھ گیا کہ وہ ارتکازِ توجہ کی مشق کرتی رہی ہے۔ ایسی مشقیں کرنے والے جس بات پر توجہ مرکوز کر لیتے ہیں، وہ بات ہزار مصروفیات اور شور و غل کے باوجود ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

اس نے مجھ سے کہا "مسٹر وولف! میں تقریباً تین گھنٹے سے دیکھ رہی ہوں، سرکاری طور پر میری نگرانی کرنے والوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ آپ میرے ذریعے اُس جوان کو دیکھ سکتے ہیں جو میرے ساتھ اسکیٹنگ کر رہا تھا۔ دو پولیس افسر اسے حراست میں لے جا رہے ہیں۔"

میں دیکھ رہا تھا۔ وہ جوان دو افسروں کے درمیان چلتا ہوا اُس کلب سے باہر جا رہا تھا۔ میں نے کہا "بے چارے پر شبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ تمہارے خاص آدمیوں میں سے ہوگا اور علی تیمور کے متعلق کوئی کارآمد معلومات فراہم کر سکے گا۔"

"میں اپنے بنگلے کی طرف جا رہی ہوں۔ آپ میرے ساتھ رہیں گے؟"

"تم اپنے دماغ پر بوجھ محسوس کرو گی۔"

"ایسی باتیں نہ کریں۔ آپ میرے باپ کی جگہ ہیں اور باپ کبھی بوجھ نہیں ہوتا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا "سونیا تمھیں بیٹی کہتی ہے۔ حقیقت کیا ہے؟"

"میں اکثر سوچتی ہوں، میری حقیقت کیا ہے۔ جب میں نے دس برس کی عمر سے سونیا بننے کی ٹریننگ شروع کی تھی تو انھیں سسٹر کہتی تھی۔ ایک بار انھوں نے میری کارکردگی سے خوش ہو کر گلے لگا لیا اور مجھے بیٹی کہنے لگیں۔"

"مجھ سے اس انداز میں کہہ رہی تھی جیسے سچ مچ تمھیں جنم دیا ہو۔"

"میں اللہ تعالیٰ سے پہلی اور آخری دعا مانگتی ہوں کہ یہ سچ ہو اور میں نے ان کی کوکھ سے جنم لیا ہو۔"

"لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔ تمہاری سونیا ماں نے کبھی شادی نہیں کی۔ پھر ماں کیسے بن سکتی ہیں؟"

"خدا کی قدرت کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔"

وہ کلب سے باہر پرنس کے ساتھ کار کی طرف جا رہی تھی۔ میرے اندر بے چینی پیدا ہو گئی تھی۔ سونیا ثانی کی پیدائش میرے لیے چیلنج بن گئی تھی۔ کیا سونیا نے مجھے چھوڑ کر کسی کو اپنایا تھا؟ کیا میرے اعتماد اور خوش فہمی کو ٹھیس پہنچائی تھی؟ ایسے وقت میرے ضمیر نے پوچھا "تکلیف کیوں ہو رہی ہے؟ ہاں مجھے تکلیف کیوں پہنچ رہی تھی؟ میں نے بھی تو اُس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی تھی۔ وہ میرے لیے تن من نچھاور کرتی رہی۔ میرے لیے دشوار گزار مراحل میں جان کی بازی لگاتی رہی، میری زندگی میں رسونتی سے پہلے آئی اور میں نے اُسے نظر انداز کر کے رسونتی کو شریک حیات اور اپنے بچے کی ماں بنایا۔

کیا یہ ایک عورت کی توہین نہیں ہے؟ کیا سونیا کے سینے میں عورت کا حساس دل نہیں ہے؟ یہ تو اُس کا کمال ہے کہ چوٹ کھا کر مسکراتی رہی، دوستی نبھاتی رہی۔ پارس اور علی تیمور کو ماں کی محبت اور بہترین تربیت دیتی رہی۔

میں اپنی داستان میں بڑا تیس مار خاں بنتا رہا ہوں۔ اب داستان کے موجودہ حصوں میں میرا محاسبہ ہو رہا ہے۔ جو کچھ میں کرتا آیا ہوں اُس میں کیا صحیح تھا کیا غلط تھا؟ اور جو غلط تھا اُن کے نتائج کا سامنا مجھے کرنا پڑے گا۔ ذہانت اور شرافت کا تقاضا ہے کہ میں خود اپنا محاسبہ کروں۔

بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ اپنے اعمال کا حساب کرتے وقت یہ معلوم ہو کہ ہم شیطانی حرکتیں کرتے آئے ہیں تو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ بہت سوچ سمجھ کر اُن شیطانی حرکتوں کو جائز قرار دینے کے لیے مضبوط دلائل تلاش کرنے پڑتے ہیں۔ یا سچائی سے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ایسی حرکتیں ہو گئی ہیں، اب نہ ہوں۔ وہ غلطیوں کا دور تھا، اب تلافیوں کا دور شروع ہونا چاہیے۔

ایک تلافی تو یوں ہو رہی تھی کہ میں دنیا والوں سے دور ایک ویرانے میں پہنچ گیا تھا۔ اب مجھے گمنام رہ کر اپنوں سے دور رہ کر عبادت کرنی تھی اور خدمتِ خلق بھی۔ چونکہ تنہائی تھی اس لیے زیادہ سوچنے اور اپنے گزشتہ اعمال کو زیادہ سمجھنے کا وقت مل رہا تھا۔

ویرانے میں رہنے کے کئی فائدے تھے۔ ایک تو یہاں جینا کے سوا کوئی نہیں تھا۔ دل کسی اور کو دیکھ سکتا تھا، نہ بے لگام ہو سکتا

تھا۔ صبر کرنا آ رہا تھا۔ قناعت پسندی کے فوائد نظر آ رہے تھے۔ اپنے بُرے اعمال کو تسلیم کرتے وقت دوسروں کے سامنے شرم آتی ہے۔ یہاں کوئی دوسرا نہیں تھا۔ شرم نہیں آ رہی تھی اس لیے فراخدلی سے اپنی پچھلی غلطیوں کو تسلیم کر رہا تھا۔

اب جو سونیا ثانی کی حقیقت جاننے کی بات آئی تو اس غلطی کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ میں نے ماضی میں سونیا کی انا اور خودداری کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ میں سمجھتا رہا اُسے کوئی دکھ نہیں ہے۔ وہ فولاد ہے۔ عورت خواہ کتنی ہی فولاد ہو، اُسے موت بھی نہ توڑ سکتی ہو مگر وہ مرد کی بے وفائی سے ٹوٹ جاتی ہے۔ آج برسوں بعد جوانی کی آخری اور بڑھاپے کی پہلی دہلیز پر میں اس کا ٹوٹا ہوا دل دیکھ رہا تھا (خدا مجھے معاف کرے)

سونیا ثانی اگلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ پرنس ڈیگر ڈرائیو کر رہا تھا۔ اُن کے آگے پیچھے پولیس کی گاڑیاں تھیں۔ تھوڑی دور جا کر کار کے فون پر اشارہ موصول ہونے لگا۔ ثانی نے ریسیور اُٹھا کر کہا "سونیا از آن دی لائن۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "مادام! پولیس کی گاڑیاں راستہ بدل رہی ہیں۔ آپ اِن کے ساتھ چلی آئیں۔ کرنل صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"آل رائٹ۔ مجھے تمہارے کرنل سے مل کر خوشی ہوگی۔"

ایک گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد وہ آرمی ہاؤس میں پہنچے۔ ایک بہت بڑے ڈرائنگ روم میں آرمی کے اہم افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ سونیا ثانی وہاں پہنچی تو افسران اپنی جگہ بیٹھے اُسے گھورتے رہے۔ وہ جواباً گھورتے ہوئے بولی "تم لوگوں میں اتنا ایٹی کیٹ نہیں ہے کہ ایک خاتون کی آمد پر تعظیماً کھڑے ہو جاؤ۔ اگر پانچ سیکنڈ کے اندر تم سب کھڑے نہ ہوئے تو سونیا کو واپس جانے سے تمہاری پوری فوج نہیں روک سکے گی۔"

کرنل وال برگ نے ایک پردہ ہٹا کر آتے ہوئے کہا—"جنٹلمین! پلیز اسٹینڈ اپ۔"

کرنل کا حکم سُنتے ہی سب کھڑے ہو گئے۔ ایک افسر نے کہا "ہم نے آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ ورنہ ایک ملزمہ کے سامنے قانون اور ملک کے محافظ کھڑے نہیں ہوتے۔"

وہ بولی "اگر میں ملزمہ ہوں تو الزام ثابت کرو۔ بیٹھ جاؤ۔"

وہ بے اختیار بیٹھ گئے۔ وہ ہنستے ہوئے بولی "تم لوگ کرنل کے حکم پر کھڑے ہوئے تھے ایک ملزمہ کے حکم سے کیسے بیٹھ گئے؟"

وہ جھینپ کر نظریں چرانے لگے۔ کرنل نے کہا "بہت خوب سونیا! تم اچانک ہی ایسے نفسیاتی حملے کرتی ہو کہ سامنے والوں کو سوچنے کا موقع بھی نہیں ملتا۔ تم نے نیویارک آ کر ہماری تمام توجہ اپنی طرف مبذول کرا لی۔ ہم سمجھ رہے تھے علی تیمور بھی یہیں کہیں چھپا ہوگا۔ لیکن وہ میری لینڈ میں تھا۔ ایک اہم لڑکی کو اغوا کرنا چاہتا تھا۔ ہم نے اُس کی کوششوں کو ناکام بنا دیا ہے۔"

ثانی نے پوچھا "مجھ پر کیا الزام ہے؟"

"تمھیں معلوم تھا، علی کہاں ہے؟ تم پر دھوکا دینے کا الزام ہے۔"

"میں تمہارے ملک میں، تمہاری نظروں کے سامنے آئی اور چوبیس گھنٹے تمہاری نظروں میں رہتی ہوں۔ بنگلے کے باہر فوج پہرا دیتی ہے۔ بنگلے کے اندر ٹی وی کیمرے اور مائیک جگہ جگہ ہیں۔ تمھیں میری ایک ایک حرکت نظر آتی ہے۔ تم میری ایک ایک بات ریکارڈ کرتے ہو۔ ثابت کر سکتے ہو کہ میں نے کوئی قدم تمہاری مرضی کے خلاف اُٹھایا ہے؟ اگر نہیں ثابت کر سکتے تو پھر الزام کیسا؟"

"تم نے ہمیں اپنی طرف متوجہ رکھا تھا۔"

"میں نے درخواست کی تھی کہ چوبیس گھنٹے ٹی وی اسکرین پر میری حرکتیں دیکھتے رہو؟ یہ کام دوسرے فوجی جوان کر سکتے تھے۔"

کرنل نے کہا "میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں تم نفسیاتی حملے کرتی ہو۔ ہم لاشعوری طور پر تمھیں ہی توجہ کا مرکز بنائے رہے۔"

"کرنل! یہ کہہ کر اپنی نادانی اور ناکامی کو نہ چھپاؤ۔ تم نے علی تیمور کے لیے پورے ملک میں جاسوسوں کا جال بچھا رکھا ہے لیکن وہ ابھی تک علی تیمور کو گرفتار نہ کر سکے۔ اگر وہ گرفتار ہوتا تو یہاں مجھے بھی گرفتار کر لیا جاتا۔ علی تمہارے ملک میں نہیں ہے۔ کہیں نہیں ہے۔ تم اُس کے اور میرے خلاف کوئی الزام ثابت نہیں کر سکو گے۔"

کرنل نے غصے سے کہا "علی یہاں تھا۔ وہ ہمارا ایک طیارہ لے کر فرار ہو گیا ہے۔"

"غصہ نہ دکھاؤ۔ اونچی آواز میں مجھے بھی بولنا آتا ہے۔ سیدھی سی بات ہے۔ ثابت کر دو کہ علی یہاں تھا۔"

کرنل نے ایک تصویر اُسے دیتے ہوئے کہا "یہ ہے علی۔ نیوپورٹ سے اسّی کلومیٹر کے فاصلے پر ایک ساحلی جنگل ہے۔ وہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی بہن کو اغوا کر کے اس جنگل میں لایا تھا۔ وہیں یہ تصویر لی گئی ہے۔"

ثانی نے پوچھا "تصویر میں ٹیلی پیتھی جاننے والے کی بہن کہاں ہے؟"

"اُس کی تصویر نہیں آ سکی۔"

"جب وہ علی کے ساتھ تھی ہی نہیں تو تصویر کہاں سے آتی؟"

"وہ لڑکی جس کا نام ویلی ہے، خود گواہی دے گی کہ علی اُسے اغوا کرنا چاہتا تھا۔"

ثانی نے پوچھا "ویلی خود گواہی دے گی یا اس کا بھائی دماغ

میں بیٹھ کر اس کی زبان سے گواہی دے گا؟ کرنل! ہم ٹیلی پیتھی کی زبان گری تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ کوئی قابلِ قبول ثبوت پیش کرو۔"
"یہ ہمارے ساحلی علاقے کی تصویر ہے۔"
وہ تصویر کو ایک طرف پھینکتے ہوئے بولی "تصویر میں رات کی تاریکی ہے۔ چند گھنے درخت دکھائی دے رہے ہیں۔ مجھے یاد آیا، علی ایک بار سندر بن کے جنگل میں رات کے وقت دشمنوں سے مقابلہ کر رہا تھا۔ یہ اسی جنگل کی تصویر ہے۔ اسے دیکھ کر کوئی تسلیم نہیں کرے گا کہ علی نے تمھارے ملک میں قدم رکھا ہے۔"
کرنل نے کہا "میں جانتا تھا، تم قابو میں نہیں آؤ گی۔ ہم فرانس سے اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلقات بگاڑنا نہیں چاہتے۔ اس لیے تم برائن وولف کے ساتھ ابھی ائر پورٹ جا رہی ہو۔ تمھیں پیرس تک پہنچانے کے لیے ہم نے ایک طیارہ چارٹرڈ کر دیا ہے۔ سرکاری بنگلے سے تمھارا تمام سامان اٹھوا کر گاڑی کی ڈکی میں رکھوا دیا گیا ہے۔ تم کسی حیل و حجت کے بغیر چلی جاؤ۔"
"کیسے چلی جاؤں۔ تم اور تمھارے حکام جانتے ہیں کہ فرہاد کی فیملی فرانس کے مخصوص طیارے میں سفر کرتی ہے۔ میں کسی اور طیارے میں سفر کرنے کا خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔ لہٰذا میں ابھی فرانس کے سفیر سے بات کروں گی۔"
"ہمیں منظور ہے۔ تم اپنے طور پر سفر کر سکتی ہو لیکن صبح ہونے سے پہلے یہ ملک چھوڑ دو گی۔"
ثانی انھیں دکھانے کے لیے ٹیلی فون کے ذریعے فرانسیسی سفارت خانہ سے رابطہ قائم کرنے لگی۔ اس سے پہلے ہی میں نے وہاں کے سفیر کو خیال خوانی کے ذریعے تمام رُوداد سنا دی۔ فرانس کا ایک طیارہ جو نیویارک میں موجود تھا، وہ فوراً سونیا ثانی اور پرنس ڈیگر کے لیے مخصوص کر دیا گیا۔
میں نے سونیا کے پاس آ کر بتایا کہ ثانی اور پرنس ملک چھوڑ رہے ہیں۔ وہ بولی "مگر وہ جس سے ملک چھڑوا رہے ہیں وہ یہیں موجود رہے گی۔"
"تم غضب کی چالیں چلتی ہو۔"
"نہیں فرہاد! یہ میری نہیں، ثانی کی چال ہے۔ اس کا خاطرخواہ نتیجہ ہمارے سامنے آ رہا ہے۔ میری بیٹی نے مجھے بڑی خوش قسمتی سے یہاں چھپنے کا موقع فراہم کیا ہے۔"
"علی کی خبر سناؤ۔"
"اُس کا طیارہ نیوفاؤنڈ لینڈ کے قریب پہنچ رہا ہے۔ وہاں اُسے اُترنا ہی ہوگا کیونکہ ایندھن ختم ہو رہا ہے۔"
میں نے کہا "نیوفاؤنڈ لینڈ، امریکا کے زیرِ اثر ہے وہاں علی مشکلات میں پڑ سکتا ہے۔"
سونیا نے کہا "ثانی اور پرنس کو ملک سے نکل جانے کا حکم دے کر ہمارے لیے آسانیاں پیدا کر دی گئی ہیں۔ ثانی سے کہہ دو، وہ اپنا طیارہ نیوفاؤنڈ لینڈ کی طرف لے جائے۔ لیلیٰ اُسے راستے میں بتائے گی کہ علی نے طیارے کو کہاں اُتارا ہے۔"
میں نے ثانی کے پاس جا کر یہ بات بتائی، پھر کہا "اب میں دماغی طور پر حاضر رہنا چاہتا ہوں۔ دو گھنٹے بعد آ کر خیریت معلوم کروں گا۔ بائی دی وے تمھارا پیدائشی نام کیا ہے؟"
"پیدائشی نام ثانیہ ہے، ثانیہ کہہ لیں یا سونیا ثانی، کوئی فرق نہیں پڑتا۔"
میں اُس کے دماغ سے نکل آیا۔ اب خیال خوانی ختم کرنا چاہتا تھا پھر خیال آیا، میں نے سونیا سے یہ نہیں پوچھا کہ اب وہ کس روپ میں ہے اور کیا کرنے والی ہے۔
میں پھر اُس کے پاس آیا۔ وہ بولی "کیا بات ہے؟"
"میں پوچھنے آیا ہوں کہ اب تمھارے ارادے کیا ہیں؟"
"ہماری بازی ادھوری رہ گئی ہے۔ سولہ میں سے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ہاتھ آئے ہیں۔ کینی پال، جورا جوری اور مکی میتھو، چوتھا ویلی کا بھائی ہے جس نے کھیل بگاڑ دیا ہے۔"
میں نے چونک کر کہا "ہم ایک پہلو کو فراموش کر رہے ہیں۔ تم سائمن کے گھر سے نکل آئی ہو۔ علی، جمی میتھو کے روپ میں دیکھا گیا تھا۔ ایسے میں مکی میتھو پر شبہ کیا جائے گا کہ ہم اُس کے گھر پہنچ کر اُس کے دماغ میں بھی پہنچ گئے ہیں۔ وہ لوگ مکی کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹا دیں گے۔"
"تم سلمان واسطی یعنی سپر ماسٹر ارے رے کو بھول رہے ہو۔ اُس نے اور سلطانہ نے کینی پال، جورا جوری اور مکی میتھو کو قابو میں رکھا ہے۔ موجودہ حالات کے پیشِ نظر انھوں نے مکی میتھو کو ٹریننگ سینٹر سے نکال کر ایک جگہ چھپا دیا ہے۔ جلد ہی اُسے پیرس پہنچا دیا جائے گا۔"
"تم کیا کر رہی ہو؟"
"انھوں نے اپنی دانست میں سونیا کو نیویارک سے نکالا ہے۔ یہ سونیا پھر نیویارک میں رہے گی۔ وہ خوش فہمی میں رہیں گے کہ میری طرف سے خطرہ ٹل گیا ہے جو بازی ادھوری ہے وہ اپنے مکمل انجام کو پہنچے گی۔"
"میں اس بازی میں شریک ہونے کے لیے دو گھنٹے بعد آؤں گا۔"
میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا حالانکہ ابھی اپنی جگہ کوئی نہیں تھی۔ میں تلاش کر رہا تھا۔ مجھے اپنی پسند کا ویرانہ نہیں مل رہا تھا۔ میں جینا کو ساتھ لے کر عدیس ابابا پہنچا تھا۔ وہاں میں نے ایک بڑی سی ٹریلر گاڑی خریدی۔ اس ٹریلر کے اندر بڑا سا کمرا بنا ہوا تھا۔ اُس میں ضروریاتِ زندگی کا تمام سامان موجود تھا۔ کچے اناج کے علاوہ سیل پیک ڈبوں میں طرح طرح کے کھانے تھے جو مہینوں کام آ سکتے تھے۔ جب میں ڈرائیو کرتا تو جینا آرام کرتی تھی اور جب وہ ڈرائیو کرتی تو میں کمر سیدھی کرنے ٹریلر میں آ جاتا تھا یا پھر ایک ساتھ آرام کرنے کے لیے ہم ہائی وے سے دور لے جا کر گاڑی روک دیتے تھے۔ وہاں رات گزارتے تھے پھر چل پڑتے تھے۔
ہم نے عدیس ابابا سے پانچ سو میل کا فاصلہ طے کیا تھا۔ پختہ راستے کے اطراف حدِ نظر تک جنگل پھیلا ہوا تھا۔ چونکہ جانوروں پر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار اثر نہیں کرتا، اس لیے میں نے ریوالور اور رائفل وغیرہ، کارتوس کی بھری ہوئی پیٹیوں کے ساتھ رکھ لیے تھے۔
اُس وقت ہمارا ٹریلر رُکا ہوا تھا۔ رات کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ جینا چولہے پر کھانا تیار کر رہی تھی۔ زندگی گزارنے کا یہ انداز میرے لیے بالکل نیا تھا۔ یہ سفر رومان پرور لگ رہا تھا۔ میں نے پیچھے سے آ کے محبت سے جینا کا نرم و نازک ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ گھبرا کر بولی "کیا کرتے ہو، فرائی پین اُلٹ جائے گا۔ پلیز چھوڑ دو۔"
"آدمی بھوکا ہو تو نہیں چھوڑتا، مگر افسوس ابھی چھوڑنے سے ہی کھانے کو کچھ دو گی۔"
"اچھے بچوں کی طرح ڈائننگ ٹیبل سیٹ کرو۔ میں کھانا لا رہی ہوں۔"
ٹریلر کے اندر کھڑکیاں ایسی تھیں جن کے پٹ نیچے کی طرف کھلتے تھے اور وہ پٹ میز کی سطح بن جاتے تھے۔ نچلے حصے کو کھولنے سے فولڈ کی ہوئی کرسیاں باہر آ جاتی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد کھانا آ گیا۔ ہم ساتھ بیٹھ کر کھانے لگے۔ کھڑکیوں پر شیشے کے علاوہ مضبوط لوہے کی جالیاں بھی تھیں۔ کوئی جنگلی درندہ شیشہ توڑ کر اندر نہیں آ سکتا تھا۔ جینا نے کہا "کتنی گہری خاموشی اور سکون ہے۔ شہر کے ہنگاموں سے دُور... اب پتا چلتا ہے کہ ایسے سناٹے اور سکون میں بڑی راحت ملتی ہے۔"
"میں سمجھ رہا تھا ایسے جنگل میں آ کر تمھیں ڈر لگے گا۔"
"جب تک جنگل میں منگل رہے، ڈر نہیں لگتا اور تم میرے منگل ہو۔"
میں ہنسنے لگا۔ کھڑکی کے باہر دور تک تاریکی پھیلی ہوئی تھی، کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہم اندر روشنی میں بیٹھے ہوئے تھے، باہر سے جھینگروں کی آوازیں آ رہی تھیں یا کبھی درختوں کے پتے ہواؤں کی زد میں شور مچاتے تھے۔ جینا نے غور سے شیشے کے پار دیکھتے ہوئے کہا "ابھی ہلکی سی روشنی جھلک رہی تھی۔"
"کہاں؟" میں نے کھڑکی کے پار نظریں دوڑائیں۔ دُور تک تاریکی ہی تاریکی تھی۔ پھر میں نے بھی جلتی بجھتی روشنی دیکھی۔ مجھے یہ سمجھنے میں بالکل دیر نہیں لگی کہ وہ مشعلوں کی روشنی تھی۔ مقامی جنگلی باشندے مشعلوں کی روشنی میں سفر کر رہے تھے یا ہماری طرف آ رہے تھے، اِس بات کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ دُور دُور درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے مشعلیں کبھی چھُپ جاتی تھیں، کبھی نظر آنے لگتیں۔ اُن کے رُخ کا پتا نہیں چل رہا تھا۔
جینا نے کہا "ہماری گاڑی کی روشنی کھڑکیوں کے ذریعے باہر جا رہی ہے۔ وہ روشنی دیکھ کر ادھر آ سکتے ہیں۔"
"ہاں آ سکتے ہیں۔"
"کیا افریقہ کے جنگلی بندوق چلانا جانتے ہیں؟"
"یہ بیسویں صدی ہے۔ انسان ستاروں پر کمند ڈال رہا ہے۔ انسانی تہذیب جنگلوں میں بھی پہنچ رہی ہے۔ ہو سکتا ہے یہاں کے جنگلیوں نے بھی بندوق کا استعمال سیکھ لیا ہو۔"
"پھر تو گولیاں کھڑکی کے راستے آ سکتی ہیں۔"
میں نے کھڑکی کے پاس لگے ہوئے ایک چھوٹے سے ہینڈل کو اوپر کی طرف اٹھایا۔ کھڑکی کی آہنی جالیاں نیچے کی طرف جھک گئیں۔ اب وہ کھڑکی اس حد تک کھلی ہوئی تھی کہ اندر

ہوا آسکتی تھی۔ کوئی گولی یا زہریلا تیر نہیں آسکتا تھا۔

وہ مطمئن ہوگئی۔ پیٹ بھر کر کھانے کے بعد بولی۔ "اگر میں اسی طرح کھاتی پیتی رہوں گی اور تمھاری آغوش میں دن رات مسرّتیں حاصل کرتی رہوں گی تو موٹی اور بھدّی ہو جاؤں گی۔"

"کم کھایا کرو اور صبح اُٹھ کر جوگنگ کیا کرو۔"

"رات کو کھانے کے بعد ٹہلنا بھی چاہیے لیکن اس جنگل میں خوف آتا ہے۔"

"ابھی تم کہہ رہی تھیں، میری موجودگی میں ڈر نہیں لگتا۔"

"اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اس بھیانک جنگل میں باہر چلنے کو کہوں۔ خدانخواستہ تمھیں کچھ ہوگیا تو میرا کیا بنے گا۔"

میں نے ایک رائفل کو لوڈ کیا۔ فاضل میگزین کو پتلون کی دونوں جیبوں میں رکھا۔ وہ بولی "کیا ارادے ہیں؟"

میں نے کہا "رات کو کھانے کے بعد ضرور ٹہلنا چاہیے۔ کم آن۔"

"اوہ گاڈ! تم تو واقعی سنجیدہ ہوگئے۔"

"تم بھی سنجیدگی سے سمجھو، موت گاڑی کے اندر بھی آسکتی ہے۔ میرے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے تمھیں خوف کو دل سے بالکل ہی نکال دینا ہوگا۔"

اُس نے اُٹھ کر ریوالور کو لوڈ کیا۔ اس کی کچھ فاضل گولیاں بھی لیں۔ ہماری گاڑی کی چھت پر چاروں طرف ہیڈلائٹس لگی ہوئی تھیں۔ میں نے اُن سب کو آن کر دیا۔ اندر کی روشنی بجھا دی جس کے نتیجے میں جنگل تو دُور تک روشن ہوگیا لیکن گاڑی کی چھت کے نیچے اندھیرا ہوگیا۔ دور روشنی کو دیکھ کر آنے والے یہ نہیں دیکھ سکتے تھے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں یا کس طرف ٹہل رہے ہیں۔

گاڑی کے چاروں طرف چہل قدمی کے لیے کافی جگہ مِل گئی تھی۔ جنگل کی ٹھنڈی اور تازہ ہوا میں بڑا مزہ آرہا تھا۔ ہم باتیں کرتے رہے اور گاڑی کے اطراف ٹہلتے ہوئے دُور تک دیکھتے رہے۔ تیز روشنی میں کبھی کبھی بندر دکھائی دیتے تھے جو ایک درخت سے دوسرے درخت کی طرف چھلانگ لگاتے تھے اور روشنی کی طرف دیکھ کر گھنے درختوں میں گم ہو جاتے تھے۔

وہ بولی "چہل قدمی اور ہواخوری میں مزہ آرہا ہے لیکن ڈر بھی لگ رہا ہے۔ اندر چلو۔"

ہم اندر آگئے۔ دروازے کو بند کر دیا۔ پھر سوئچ آن کرکے اندر روشنی کی۔ اُس نے کہا "باہر کی روشنیاں بجھا دو۔ صرف ایک سرچ لائٹ کو آن رہنے دو۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی کچھ آوازیں سنائی دیں۔ ہم نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ ہماری چھت کے عین وسط میں ایک بہت ہی حساس مائکروفون اور اسپیکر لگا ہوا تھا۔ میں نے مائکروفون کے بٹن کو دبایا اور اندر کے اسپیکر کو آن کیا۔ باہر کی ہلکی آوازیں بھی ہمیں صاف سنائی دینے لگیں۔ تیز ہوائیں چل رہی تھیں، جھینگر بول رہے تھے۔ انھی کے ساتھ بہت سے بڑھتے ہوئے قدموں کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔ آنے والے اچھی خاصی تعداد میں آرہے تھے۔

وہ شمالی کھڑکی کے پاس گئی۔ میں اُس کی مخالف سمت جنوبی کھڑکی کے پاس آیا۔ چاروں طرف ہیڈلائٹس کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ حدِ نظر تک کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہم نے پوزیشن بدل کر دوسری کھڑکیوں سے دیکھا۔ ہمیں اسپیکر کے ذریعے آنے والے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں مگر وہ نظر نہیں آرہے تھے۔

جینا دوسری رائفل لوڈ کرنے لگی۔ میں نے کہا "بے شک لوڈ کرو، مگر میں جب تک سگنل نہ دوں ایک فائر بھی نہ کرنا۔"

"وہ نظر کیوں نہیں آرہے ہیں؟"

"یہ اپنے طریقۂ کار کے مطابق جھاڑیوں کے پیچھے چھپتے ہوئے آرہے ہیں۔"

پھر میں نے مائک کے بٹن کو آن کرکے ٹھہر ٹھہر کر کہنا شروع کیا تاکہ آنے والے تھوڑی سی انگریزی بھی جانتے ہوں تو میری بات سمجھ لیں۔ میں نے کہا "میں آنے والوں سے کہتا ہوں، دوست بن کر آؤ، میں خوش آمدید کہتا ہوں، پلیز دوست بن کر آؤ۔ اور اپنی آواز سناؤ، اپنی آواز سناؤ۔"

میں نے آخری الفاظ بار بار دہرائے۔ جواب میں کسی طرف سے کسی نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ ایسے میں دو ہی باتیں سمجھ میں آئیں یا تو وہ چھُپ کر بالکل قریب آکر معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ہماری تعداد کیا ہے۔ ہم مقابلہ کرنے کا حوصلہ اور سامان رکھتے ہیں یا نہیں یا پھر آنے والے انگریزی نہیں سمجھتے تھے اس لیے جواباً خاموش تھے۔

جینا جگہ بدل کر دوسری کھڑکیوں کے پاس جا کر دیکھ رہی تھی۔ پھر پریشان ہو کر بولی "یہ سامنے کیوں نہیں آرہے ہیں؟"

"یہ جنگل کے رہنے والے جنگلی جانوروں سے حملہ کرنے کا انداز سیکھتے ہیں۔ شیر اچانک سامنے نہیں آتا۔ پہلے دُور سے دھاڑنے کی آوازیں سناتا ہے۔ شکار کو دیکھ لینے کے بعد اُس کے چاروں طرف کئی میل کا چکر لگاتا ہے پھر اچانک نظر آتا ہے تو شکار کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیتا۔ ہمارے

آس پاس پھیلے ہوئے جنگلی یہی کر رہے ہیں۔"

"یہ تو حواس پر بوجھ بننے والی بات ہے۔"

ایسے ہی وقت کوئی جنگلی زبان میں بولنے لگا۔ اُس کی بات ختم ہوتے ہی دوسری سمت سے وہی اجنبی زبان سنائی دی، پھر تیسری سمت سے وہی بولی اُبھری۔ چاروں طرف سے آواز آنے کے بعد وہ اچانک ہی ایک ساتھ ظاہر ہوگئے۔ درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے سے اُچھل اچھل کر چیخنے لگے، اُن کے ہاتھوں میں تیر کمان اور نیزے تھے۔ انھوں نے پرانی پھٹی پتلون، بنیان، پینٹ اور ہاف پینٹ پہنی ہوئی تھی۔ کتنے ہی جنگلیوں کے پاس رائفلیں بھی تھیں۔

یہ دیکھتے ہی میں نے گاڑی کے اندر بنے ہوئے ایک پینل کا سوئچ آن کیا۔ گاڑی کے اوپری اور نچلے حصوں میں چھُپی ہوئی گنیں باہر کی طرف نکل آئیں۔ میں نے ایک ہینڈل کے ذریعے اُن گنوں کا رُخ آسمان کی طرف کیا تاکہ کسی جنگلی باشندے کی جان نہ جائے۔ پھر میں مختلف بٹنوں کو دبانے لگا۔ گاڑی کے چاروں طرف سے فائرنگ ہونے لگی۔ وہ جنگلی جو ہماری طرف آرہے تھے، گاڑی کی طرف فائر کر رہے تھے یا تیر چلا رہے تھے، پلٹ کر بھاگنے لگے۔

ہماری سمجھ میں یہی آیا کہ وہ بھاگ رہے ہیں لیکن وہ دُور جا کر درختوں کے پاس چھُپ گئے۔ وہاں سے جھانک جھانک کر دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کرنے لگے کہ ابھی فائرنگ کہاں سے ہو رہی تھی۔ تیز روشنی کے سبب گاڑی کے چاروں طرف اندھیرا تھا۔ فائر کرنے والی گنیں نظر نہیں آرہی تھیں۔ وہ تھوڑی دیر بعد چیخ چیخ کر ایک دوسرے سے بولنے لگے، چونکہ چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے اور ایک دوسرے سے دُور تھے اس لیے چیخ کر باتیں کر رہے تھے۔

پھر درختوں کے پیچھے سے نکل آئے۔ ہم نے دائیں بائیں اور پیچھے والی کھڑکیوں سے دیکھا۔ وہ ہر طرف نظر آرہے تھے۔ آگے بڑھنے کے بعد رُک گئے تھے اور اپنے ہتھیار پھینکتے جا رہے تھے اور سجدہ کرنے کے انداز میں جھکتے جا رہے تھے۔

میں نے جینا سے کہا "یہ صُلح کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ بولی "اِن کے سردار کو بُلا کر باتیں کی جاسکتی ہیں۔"

میں نے مائک کے ذریعے کہا "میں تمھارے سردار سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم میں سے کوئی ہماری زبان سمجھتا ہے؟"

میری آواز سنتے ہی وہ فوراً لپک کر اپنے ہتھیار اٹھانے لگے۔ ہمیں بڑی حیرانی ہوئی۔ میں نے پھر ایک بار گاڑی میں لگی ہوئی گنوں سے فائر کھولا تو بھاگ کر درختوں کے پیچھے چلے گئے۔

وہ بولی "ہمیں یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔"

"ہاں یہ رات گزارنے نہیں دیں گے۔ تم پینل پر رہو۔ وہ ہماری طرف آنا چاہیں تو فائر کھول دینا۔ میں ڈرائیونگ سیٹ پر جا رہا ہوں۔"

ہماری گاڑی اور ٹریلر ایک لنک سرنگ کے ذریعے جُڑے ہوئے تھے۔ میں رائفل اور ریوالور لے کر سرنگ میں رینگتا ہوا گاڑی میں آیا پھر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اُسے اسٹارٹ کیا۔ گاڑی چلنے لگی تو وہ درختوں کے پیچھے سے نکلنے لگے۔ میں نے انٹرکام کے ذریعے کہا "جینا! ابھی وہ دُور ہیں، جب وہ حملہ کرنے کا انداز اختیار کریں تب تم فائرنگ شروع کر دینا۔"

میں ڈرائیو کرتا ہوا گاڑی اور ٹریلر کو ہائی وے کی پختہ سڑک پر لے آیا۔ دو سمتوں سے ہماری طرف فائرنگ ہوئی، اِدھر جینا نے چاروں طرف سے فائر کھول دیا۔ وہ پھر بھاگنے لگے۔ میں نے رفتار بڑھا دی۔ وہ سڑک پر آرہے تھے پھر ہماری فائرنگ سے خوف زدہ ہو کر راستہ چھوڑ رہے تھے۔ ہم اُن سے دُور نکلتے چلے گئے۔ ایک میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد میں نے انٹرکام پر کہا "لائٹس بجھا دو۔ جنریٹر بند کر دو ہمیں زیادہ سے زیادہ پٹرول بچانا ہے۔"

اُس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ تمام روشنیاں بجھا دیں۔ پینل کے بٹن دبا کر تمام گنوں کو چھُپا دیا۔ اِن سب کا تعلق جنریٹر سے تھا۔ بیٹری کو صرف گاڑی چلانے کے لیے استعمال کرنا تھا۔ جینا ایک رائفل اور میگزین لے کر میرے پاس آگئی۔ ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ کر بولی "ہم جنگل کے کسی بھی حصّے میں رات گزارنا چاہیں گے تو جنگلی انسانوں اور جنگلی جانوروں کا خوف رہے گا۔"

"درست کہتی ہو۔ راستے میں کوئی بستی آئے گی تو وہاں رات گزاریں گے۔"

"مجھے ویرانہ پسند ہے لیکن یہ پہلا تجربہ کہہ رہا ہے کہ ویرانے میں جتنا سکون ہے اتنا ہی خطرہ ہے۔"

"خطرات انسانی آبادی میں زیادہ ہوتے ہیں۔ ہم جس ویرانے میں رہائش اختیار کریں گے۔ وہاں خطرات سے نمٹنے کے لیے زیادہ سے زیادہ حفاظتی انتظامات کریں گے۔ اچھا یہ بتاؤ ڈرائیو کرو گی؟"

"کیوں نہیں، ضرور۔"

میں نے آگے جا کر گاڑی روک دی۔ سیٹ بدل لی۔ وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آکر گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے

بولی "سونا چاہو تو پیچھے ٹریلر میں چلے جاؤ۔"

"تمھارے بغیر نیند نہیں آئے گی کروٹیں بدلتا رہوں گا۔"

وہ مسکرانے لگی۔ میں نے کہا "اب میں خاموش رہوں گا۔ خیال خوانی کرتا رہوں گا۔ تمھیں کوئی اعتراض تو نہیں؟"

"ہاں' اعتراض ہے۔ تم خیالوں میں ڈوبے رہو گے اور کوئی منگلی مجھے اٹھا کر لے جائے گا۔"

"ایک مرد کی موجودگی میں دوسرا مرد اس وقت اٹھا کر لے جاتا ہے جب عورت راضی ہو۔ کیا تمھیں جنگلی پسند ہیں؟"

وہ ہنستے ہوئے مجھے ایک ہاتھ سے مارنے لگی۔ میں نے بھی ہنستے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

علی تیمور بحر اوقیانوس پر پرواز کر رہا تھا اور اب نیو فاؤنڈ لینڈ کے جنوبی ساحل تک پہنچنے والا تھا۔ وہ چاہتا تھا' وہاں کے شمال مغربی حصے میں جائے جہاں بے شمار پہاڑیوں کا سلسلہ تھا۔ وہاں طیارے کو آسانی سے چھپایا جا سکتا تھا لیکن طیارے کا ایندھن ختم ہو رہا تھا۔ وہ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے کی پرواز کر سکتا تھا۔ اس لیے نیو فاؤنڈ لینڈ کے مغرب میں سمندر پر اترنا پڑا۔

وہ بے آف آئی لینڈ کے قریب تھا۔ خلیج کا پانی اندر خشکی تک گیا ہوا تھا۔ وہ طیارے کو سمندر کی سطح پر دوڑاتا ہوا خلیج کے اندر گیا۔ دور تک ساحل پر ریت اور پتھر تھے۔ اگر اونچی چٹانیں ہوتیں تو ان کے سائے میں طیارے کو کسی حد تک چھپایا جا سکتا تھا لیکن مجبوری تھی اُسے چھپانے کی کوئی جگہ نہ تھی۔ وہ مجبور ہو کر ایک جگہ طیارے سے اتر گیا۔ اس نے ساحل پر کھڑے ہو کر جیب سے قطب نما کے ذریعے سمت معلوم کی پھر نقشہ دیکھا معلوم ہوا' جنوب میں چند میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ کاکس کو نامی ٹاؤن تک پہنچ سکتا ہے۔

اسے یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ اس کی آمد سے پہلے نیو فاؤنڈ لینڈ کی انٹیلی جنس برانچ کو خبردار کر دیا گیا ہوگا۔ یہ جزیرہ امریکا کے زیرِ اثر تھا۔ وہاں کے قانون کے مطابق اُسے گرفتار نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن وہاں کی حکومت اُسے امریکی فوجیوں کے حوالے کر سکتی تھی۔ قریب یا دور کے کسی بھی شہر یا قصبے میں اس کے لیے خطرہ تھا۔ اس کے باوجود اُسے کہیں تو جانا ہی تھا۔ وہ ساحل پر صبح تک کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔

وہاں سردی غضب کی تھی۔ وہ اپنے بدن کو گرم رکھنے کے لیے دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ پرواز کے دوران لیلیٰ نے آکر بتایا تھا کہ اس کے لیے امداد پہنچنے والی ہے۔ وہ جس ٹاؤن میں جا رہا ہے وہاں سے قریب ہی کارنر بروک نامی شہر ہے۔ سونیا ثانی وہاں کے ائیر پورٹ پر طیارہ اتارنے والی ہے۔

اس نے پوچھا تھا "آنٹی! کیا یہ ہماری سونیا ممّا کا نیا نام ہے؟"

"نیا نام ہی نہیں' نیا وجود بھی ہے۔"

"پہیلی نہ بجھوائیں' پلیز۔"

"بیٹے! جو بات میرے لیے بھی پہیلی ہو' میں اس پر زیادہ روشنی نہیں ڈال سکوں گی۔ ایک لڑکی تمھاری ممّا کی ڈمی بن کر نیویارک آئی تھی۔ میں کیا بتاؤں وہ کتنی ذہین اور تیز طرار ہے۔ تمھاری ممّا اُسے اپنی بیٹی کہتی ہیں۔"

"بیٹی کہنے سے وہ کوکھ کی اولاد نہیں ہو جاتی۔ ممّا نے پاپا سے شادی نہیں کی۔ اور ممّا کا کردار اتنا بلند ہے اور وہ ایسی پاکیزہ زندگی گزار رہی ہیں کہ کسی گناہ یا غلطی کا ارتکاب نہیں کر سکتیں۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ مسٹر سونیا نے کسی اور سے شادی کی ہو؟"

علی تیمور دوڑتے دوڑتے رک گیا۔ اسے پچھلی کچھ باتیں یاد آ رہی تھیں۔ سونیا ممّا نے ماضی میں یقیناً کچھ عرصہ پُراسرار زندگی گزاری ہے۔ زندگی کے اس دور کو راز بنا کر رکھا ہے۔ سونیا ثانی سے پارس اور علی تیمور کا کوئی خون کا رشتہ نہیں تھا۔ اس کے باوجود اگر وہ سونیا کی اپنی بیٹی تھی تو سب کے لیے صرف قابلِ محبت ہی نہیں قابلِ احترام بھی تھی۔

علی سوچتا رہا اور چلتا رہا۔ ساحل کے ساتھ ساتھ چلتے رہنے سے اندیشہ تھا کہ اس جزیرے کے فوجی یا جاسوس اُسے گھیر لیں گے اس لیے وہ ساحل سے دور کبھی چلتا رہا' کبھی دوڑتا رہا۔ آخر ٹاؤن کاکس کو کی بتیاں دور سے نظر آنے لگیں۔ وہ ایک پختہ سڑک پر آ گیا۔ رات کے پچھلے پہر کوئی گاڑی اس راستے سے نہیں گزر رہی تھی۔ کچھ دور جانے کے بعد ایک کار آتی ہوئی دکھائی دی۔ اس نے لفٹ مانگنے کا اشارہ کیا۔ دور ہی سے عورتوں اور مردوں کے ہنسنے بولنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ انھوں نے اُسے لفٹ نہیں دی۔ ان میں سے ایک جوان نے کھڑکی سے باہر سر نکال کر اس کی طرف تھوک دیا۔

وہ تھوک علی پر نہیں آیا لیکن ان کی شامت آ گئی۔ اس نے بجلی کی سی پھرتی دکھائی۔ ریوالور نکالا اور فائر کر دیا۔ اس کا نشانہ بھلا کہاں چوکنے والا تھا۔ ایک پچھلا پہیہ دھماکے سے پھٹا اور لڑکیوں کی چیخیں سنائی دیں۔ کار سڑک کے کنارے ایک درخت سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔ ایک طرف گھوم کر رک گئی۔

اس کار میں سے دو جوان ریوالور لے کر نکلے۔ پھر کار کے پیچھے سے للکارا "ہو از دیٹ سن آف اے وچ۔ سامنے آؤ ہم تمھیں گولی مار دیں گے۔"

علی اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر گم ہو گیا تھا۔ وہ لوگ چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔ لڑکیاں پریشان ہو رہی تھیں "فائر کرنے والا تم دونوں کے پاس ریوالور دیکھ کر بھاگ گیا ہے۔ جلدی سے پہیہ تبدیل کرو۔"

دونوں جوانوں کو بھی یقین ہو گیا کہ فائر کرنے والا ان کے پاس ریوالور دیکھ کر بھاگ گیا ہے یا چھپ گیا ہے۔ ان کا سامنا نہیں کر سکے گا۔ ایک نے کہا "تم پہیہ تبدیل کرو۔ میں چاروں طرف نظر رکھوں گا۔"

وہ جیب میں ریوالور رکھ کر ڈکی کی طرف گیا' وہاں سے دوسرا پہیہ نکالنے لگا۔ جب وہ پچھلا پہیہ تبدیل کرنے میں مصروف ہو گیا تو اچانک فائر ہوا جو نوجوان نگرانی کر رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں گولی لگی۔ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر دور زمین پر جا گرا۔ دوسرے جوان نے پھرتی دکھانے کی کوشش کی اس کے آس پاس دو گولیاں آئیں۔ زمین سے مٹی اُڑی۔ وہ بوکھلا کر دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ تب علی ہیڈ لائٹس کی روشنی کی طرف آیا۔ اطمینان سے چلتا ہوا دوسرے جوان کے قریب آ کر اس کی جیب سے ریوالور کو نکال کر بہت دور پھینک دیا۔ پھر زمین پر پڑے ہوئے ریوالور کو اٹھا کر پوچھا "تم دونوں میں سے کس نے مجھ پر تھوکا تھا؟"

"میں نے نہیں تھوکا تھا۔"

دوسرے نے کہا "کیوں جھوٹ بولتے ہو۔ کیا مجھے الزام دینا چاہتے ہو؟"

وہ دونوں اپنی جان بچانے کے لیے ایک دوسرے کو الزام دینے لگے علی نے کہا "مجھے جھوٹ کو پکڑنا آتا ہے۔ یہ تین لڑکیاں سچ بولیں گی۔ کیونکہ سچ بولنے سے ہی زندہ رہیں گی۔ ورنہ میں تین تک گنتے ہی تینوں کو گولی مار دوں گا۔"

اسے گننے کی ضرورت نہیں پڑی۔ تینوں نے اس جوان کی طرف اشارہ کیا جس کے ہاتھ میں گولی لگی تھی۔ علی نے دوسرے جوان سے کہا "جلدی سے پہیہ لگاؤ۔"

پھر تھوکنے والے سے کہا "تم سمجھ رہے تھے تیز رفتار کار سے کسی راہگیر پر تھوک کر گزر جاؤ گے اور گرفت میں نہیں آؤ گے پھر تمھیں اپنے ریوالور پر بھی بھروسا تھا۔ اب کیا کرو گے؟"

"مجھے معاف کر دو۔ میں کبھی کسی پر نہیں تھوکوں گا۔"

"اور ایک بار تھوکو' معاف کر دوں گا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میں ایسی جرات نہیں کروں گا۔"

"کرو گے۔ پختہ سڑک پر جا کر بیٹھو۔ پھر جھک کر سڑک پر تھوکو۔ اس کے بعد اس تھوک کو چاٹو۔"

وہ گڑگڑانے اور معافی مانگنے لگا۔ علی نے اُسے نشانے پر رکھ کر انگلی کو ٹریگر پر لایا تو وہ ڈرتا ہوا سڑک پر گیا پھر تھوک کر اسے چاٹنے لگا۔ ایک لڑکی نے کہا "یہ خود کو بہت بڑا غنڈا سمجھتا ہے۔ اس نے رات بھر کا سودا کرنے کے بعد ہماری رقم نہیں دی ہے۔ پلیز ہماری پیمنٹ کرا دو۔"

علی تیمور نے لڑکی کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کرتے ہوئے کہا "کیا تم مجھے بازاری عورتوں کی پیمنٹ کرانے والا دلال سمجھتی ہو؟"

باقی دو لڑکیاں سہم کر پیچھے چلی گئیں۔ دوسرے جوان نے پہیہ لگا دیا تھا۔ علی نے ان سے کہا "جس کا جو سامان گاڑی کے اندر ہے اسے فوراً نکالو۔"

وہ اپنا اپنا سامان نکال لے گئے۔ علی نے ان سے کار کی چابی لی۔ اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ پھر اسے اسٹارٹ کر کے سڑک پر لے آیا۔ انھیں چھوڑ کر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا جانے لگا۔ پیچھے رہ جانے والے پیدل چلتے ہوئے ایک گھنٹے سے پہلے قریبی ٹاؤن میں پہنچ کر رپورٹ نہیں درج کرا سکتے تھے۔

اس نے ٹاؤن میں پہنچ کر کار کی ٹنکی فل کرائی۔ پھر اس ٹاؤن سے بہت دور نکلتا چلا گیا۔ اس کا رخ شہر کارنر بروک کی طرف تھا جہاں سونیا ثانی اپنا طیارہ لا رہی تھی۔ کارنر بروک کی طرف بڑا لمبا سفر تھا۔ راستہ ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ سفر کے دوران کتنی ہی چھوٹی بڑی بستیوں سے گزرتا رہا۔ ایک بستی کے قریب دو پولیس کاریں دکھائی دیں۔ وہ دونوں کاریں ایک دوسرے کی طرف رخ کیے راستہ روکے کھڑی تھیں۔ ان کے پیچھے پولیس

والے رائفلیں لیے نظر آ رہے تھے۔

اس کا مطلب تھا گاڑی چھین کر لے جانے والی بات پولیس والوں تک پہنچا دی گئی تھی۔ وہ ڈرائیو کرنے کے دوران ذرا سیٹ کے نیچے دبک گیا تاکہ ونڈ اسکرین کو توڑ کر آنے والی گولیوں سے محفوظ رہ سکے۔ پھر اُس نے اچانک رفتار بڑھا دی۔ پولیس والے سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ ان کی گاڑیوں سے ٹکرانے کا حوصلہ یا حماقت کرے گا۔ انھوں نے وارننگ کے طور پر پہلے ہوائی فائرنگ کی۔ دوسری بار انھیں فائر کرنے کا موقع نہیں ملا۔ علی کی کار اُن کی گاڑیوں سے آکر ٹکرانے والی تھی۔ وہ گاڑیوں کے پیچھے سے جان بچانے کے لیے بھاگ رہے تھے۔ دونوں گاڑیاں دو طرف گھوم گئی تھیں۔ وہ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا دور نکلتا جا رہا تھا۔ پولیس والوں نے سنبھلنے کے بعد فائرنگ شروع کی۔ تب تک وہ رینج سے بہت دور جا چکا تھا۔ ایک افسر کار ٹیلیفون کے ذریعے اگلی بستی والوں سے رابطہ قائم کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "یہ کار چھین کر لے جانے والا علی تیمور ہی ہو سکتا ہے۔ اِسے روکو۔"

جب وہ سمندر میں تھا۔ چاروں طرف پانی ہی پانی تھا۔ بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ تب وہ بچ کر یہاں تک پہنچ گیا تھا۔ یہاں کھلے میدان میں بھلا کون اُس کا ہاتھ پکڑ سکتا تھا؟

وہ طوفانی رفتار سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ لیلیٰ نے آکر گوڈ ورڈز ادا کیے پھر پوچھا۔ "کہاں جا رہے ہو؟"

"کارنز برُوک۔"

"ہاں میں نے کہا تھا سونیا ثانی اسی شہر کے ایک چھوٹے سے پورٹ پر طیارہ اُتارے گی لیکن اُس طیارے کو اُتارنے کی اجازت نہیں دی جا رہی ہے۔"

"پھر کیا ارادہ ہے؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ میں اور سلطانہ یہاں کے حکام اور فوجی افسروں کی کھوپڑیوں میں زلزلہ پیدا کر سکتی ہیں۔ وہ ہاتھ جوڑ کر طیارے کو یہاں اُتارنے اور تمھیں یہاں سے چلے جانے کو کہیں گے۔ لیکن سونیا ثانی صرف اطلاعات حاصل کرنے کے لیے ٹیلی پیتھی کی امداد قبول کرتی ہے۔ جہاں اپنے جوہر دکھانے کی بات آتی ہے۔ وہاں ہمارے تعاون سے انکار کر دیتی ہے۔"

علی نے کہا۔ "اُس سے کہو۔ میں جس سڑک پر جا رہا ہوں۔ اُس کے اطراف ایک بھی درخت نہیں ہے۔ وہ یہاں طیارہ اُتار سکتی ہے۔"

لیلیٰ نے کہا۔ "کمال ہے، تم جو کہہ رہے ہو، وہی سونیا ثانی کرنے والی ہے۔ وہ اِسی راستے کو تلاش کرتی ہوئی آئے گی۔ اس جگہ کو مناسب سمجھے گی تو یہیں طیارہ اُتارے گی۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی پرواز کرتے ہوئے طیارے کی آواز سنائی دینے لگی۔ دور آسمان پر ایک بتی جلتی بجھتی چلی آ رہی تھی۔ لیلیٰ نے سونیا ثانی کے پاس آکر کہا۔ "علی نے اِس طیارے کو دیکھ لیا ہے۔ وہ سفید رنگ کی کار میں اسی راستے پر ہے جو تمھیں نظر آ رہا ہے۔ پائلٹ کو گائیڈ کرو۔"

طیارہ زمین کے قریب آنے لگا۔ کارنز برُوک کے شہر سے آنے والی پولیس گاڑیوں کے سائرن سنائی دے رہے تھے۔ اُن سے کوئی تین کلومیٹر کے فاصلے پر علی اپنی گاڑی میں شہر کارنز برُوک کی طرف بڑھ رہا تھا لیکن رفتار بہت سست کر دی تھی۔ دوسری طرف سے آنے والی پولیس گاڑیوں کو بھی رفتار سست کرنی پڑی۔ کیونکہ طیارہ اُن کے اوپر سے پرواز کرتا ہوا پختہ سڑک پر اُترنے آ رہا تھا۔

پھر انھوں نے حیرانی سے دیکھا طیارہ دور جا کر سڑک پر اُتر رہا تھا۔ چونکہ وہ بہت دور جا کر اُتر رہا تھا اُس لیے وہ یہ نہیں دیکھ سکے کہ طیارے کے دروازے میں سے ایک رسّا لٹکایا گیا ہے۔ علی کار سے اُتر کر دوڑتا آ رہا تھا۔ پھر وہ رسّا پکڑ کر لٹک گیا۔ اُوپر چڑھنے لگا۔ اُسی وقت پیچھے آنے والی پولیس گاڑیوں سے فائرنگ شروع ہو گئی۔ ابھی وہ شوٹنگ رینج سے باہر تھا۔ جب رینج پر آیا تو دروازے کے اندر پہنچ چکا تھا۔ دروازہ بند ہو گیا تھا۔ طیارے کی رفتار بڑھ گئی تھی۔ پولیس گاڑیاں کافی فاصلے پر تیزی سے چلی آ رہی تھیں لیکن قریب پہنچنا اُن کے مقدر میں نہیں تھا۔ طیارے نے زمین چھوڑ دی۔ فضا میں بلند ہوتا ہوا دور پرواز کرتا چلا گیا۔

پولیس گاڑیاں رک گئیں۔ ایک افسر نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے فوج کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا۔ "جناب! یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ فرہاد کے بیٹے کو گرفتار کرنے کے لیے فوج سامنے کیوں نہیں آئی۔ میں افسوس ناک خبر سنا رہا ہوں۔ اُسے فرانس کا ایک طیارہ یہاں سے لے گیا ہے۔"

فوج کے افسر کی آواز سنائی دی۔ "تم افسوس ناک خبر نہیں بلکہ خوش خبری سنا رہے ہو۔ خدا کا شکر ہے علی تیمور ہماری زمین چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ تم بھی شکر ادا کرو۔ ویڈس آل۔"

اُدھر رابطہ ختم ہوا، اِدھر علی اور سونیا ثانی کا پہلا رابطہ ہوا۔ علی جہاز پر سوار ہوتے ہی دروازہ بند کرنے میں پرنس ڈیگر کی مدد کر رہا تھا۔ ثانی پائلٹ کے پاس تھی۔ جب طیارہ فضا میں بلند ہو کر پرواز کرنے لگا تو وہ حفاظتی بند کھول کر پائلٹ روم سے باہر آئی۔ علی پرنس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور حفاظتی بند کھول رہا تھا۔ وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا کر بولی۔ "میرا نام ثانیہ ہے لیکن مجھے سونیا ثانی کہتے ہیں۔"

علی مصافحہ کرنے کے دوران اُسے دیکھتا رہا۔ وہ مسکرا کر بولی۔ "میں سر سے پاؤں تک مادام سونیا لگ رہی ہوں، یہی دیکھ رہے ہو نا؟"

"نہیں، میں نے مما کی کتنی ہی ڈمیز دیکھی ہے۔ میں تمھاری صورت دیکھنے کے بہانے تمھارے حوصلے اور طریقِ کار کو دیکھ رہا ہوں۔ تم نے شکست تسلیم نہیں کی، مایوس ہو کر میدان نہیں چھوڑا۔ آخر مجھے طیارے میں سوار کرا ہی لیا۔ مجھے تعریف کرنی نہیں آتی۔ صرف اتنا کہتا ہوں، تم بہت اچھی ہو۔"

پرنس ڈیگر نے علی اور ثانی کے ملے ہوئے ہاتھوں کو دیکھا پھر جلدی سے علی کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے اور مسکرا کر جبراً مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر علی! کچھ میری بھی تعریف کرو۔ تمھارے لیے میں نے ہی دروازہ کھولا تھا۔"

علی نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا دوسرے ہاتھ سے اُس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "تھینکس اے لاٹ۔ میں تمھیں برائن وُولف سمجھ رہا تھا لیکن اپنی تعریف سننے کے شوق میں تم نے بدلتے ہوئے لہجے پر دھیان نہیں دیا۔ اِس وقت تم برائن وُولف کے نہیں اپنے ذاتی لہجے میں بول رہے ہو۔"

چوری پکڑی جانے پر اُس نے پریشان ہو کر سونیا ثانی کو دیکھا۔ وہ بولی۔ "تم نے علی کے سامنے حماقت کی ہے۔ کسی عیار دشمن کے سامنے اپنی آواز اور اپنی حرکتوں پر دھیان نہیں دو گے تو بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ اپنے ساتھ مجھے بھی مصیبتوں میں مبتلا کرو گے۔"

اُس نے جھینپ کر علی کو دیکھا۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے ثانی سے کہا۔ "میں تسلیم کرتا ہوں کہ مجھ سے غلطی ہوئی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم دوسروں کے سامنے میری انسلٹ کرو۔"

"علی کوئی دوسرا نہیں ہے۔ یہ فرہاد کا بیٹا اور بابا صاحب کے ادارے کا سب سے مضبوط بازو ہے۔"

پھر وہ زبان سے بولی۔ "علی کی موجودگی میں آئندہ سوچ کے ذریعے گفتگو نہ کرو۔ جب تک ہمارا ساتھ ہے، ہم تینوں کسی سے کوئی بات نہیں چھپائیں گے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "مسٹر علی! میں اناڑی نہیں ہوں پھر بھی انسان کو آخری سانس تک بہت کچھ سیکھتے رہنا چاہیے۔ یہ سونیا کی محبت ہے کہ اس نے موجودہ مہم میں مجھے اپنے ساتھ رکھا ہے۔ تم دیکھو گے، آئندہ میں زندگی کے ہر مرحلے میں اِس کے ساتھ رہوں گا۔"

علی نے کہا۔ "میں ضرور دیکھوں گا۔ ویسے زندگی کے دوسرے مرحلے ابھی دور ہیں۔ ہمیں موجودہ مرحلے کے متعلق سوچنا اور گفتگو کرنا چاہیے۔"

سونیا ثانی نے کہا۔ "ویلی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی نے کام بگاڑ دیا ہے۔ اُس کی وجہ سے مجھے اور تمھیں امریکا سے نکلنا پڑا۔"

علی نے کہا۔ "پھر بھی ثانیہ! ہم ناکام نہیں رہے ہے۔ تمھاری زبردست پلاننگ کے باعث امریکا سے سونیا کے نکلنے کے باوجود وہاں سونیا موجود ہے۔"

پرنس ڈیگر سونیا ثانی کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اور اُن کی باتیں سن رہا تھا۔ اُس نے کہا۔ "سونیا! ابھی تم نے علی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا کہ تم ثانیہ یا سونیا ثانی ہو۔ یہ درست ہے کہ تم نے فرضی نام رکھا ہے لیکن جب علی سے کوئی بات چھپائی نہیں جاتی تو اسے صاف صاف بتاؤ کہ تم اِس کی سونیا مما ہو اور امریکا میں اپنے پیچھے ڈمی سونیا کو چھوڑ کر آئی ہو۔"

وہ بولی۔ "تم ہماری بات کہیں سے کہیں لے جا رہے ہو۔ میں تمھاری معلومات میں اضافہ کرنے کے لیے کہہ دوں کہ میں سونیا کی بیٹی ثانیہ ہوں۔ میری ماں نے کبھی ناکام ہو کر میدان نہیں چھوڑا۔ وہ اب بھی امریکا میں ہیں اور میدان میں ڈٹی ہوئی ہیں۔"

"یعنی سونیا نے مجھے دھوکا دیا ہے؟"

"یہ دھوکا نہیں حکمتِ عملی ہے۔ خاص موقع پر خاص لوگوں سے بھی باتیں چھپائی جاتی ہیں۔ جس طرح تمھیں نہیں بتایا گیا کہ میری ماں کہاں ہے؟ اسی طرح علی کو بھی اب تک میرے متعلق کچھ نہیں بتایا گیا تھا اور مجھے بھی یہ نہیں بتایا جا رہا ہے کہ مما اب کہاں ہیں اور کیا کرتی پھر رہی ہیں۔ یہ بات دماغ سے نکال دو کہ تمھیں دھوکا دیا گیا ہے۔"

"تم درست کہتی ہو لیکن سونیا فرہاد سے کوئی بات نہیں چھپاتی تھی۔"

"مسٹر پرنس! وہ فرہاد تھا۔ تمھارے پاس ابھی صرف فرہاد کا چہرہ ہے۔ اس کی صلاحیتیں نہیں ہیں۔ تم ٹریننگ کے مرحلوں سے گزر رہے ہو۔ جب خود کو مکمل فرہاد ثابت کرنے لگو گے تو ہم سب آنکھیں بند کر کے تم پر بھروسا کریں گے۔"

علی نے کہا۔ "ہم اپنے موضوع سے ہٹ رہے ہیں۔"

پرنس نے کہا۔ "یہ بھی اہم موضوع ہے کہ میرے سامنے سونیا نہیں اس کی بیٹی ہے۔ دراصل میں سونیا سے عمر میں چھوٹا ہوں۔ میں نے کئی بار کہا سونیا تم میری آئیڈیل ہو۔ وہ مسکرا کر کہتی تھی: مجھے ایسی ہی آئیڈیل ملے گی۔ اب دیکھو اس نے اپنی بیٹی کو میرے ساتھ چھوڑ رکھا ہے۔ سونیا کا طریقۂ کار عجیب ہے، میں انکار نہیں کر سکوں گا کہ آئیڈیل میرے پاس ہے۔ ثانیہ! میں تمام عمر تمھاری ماں کی قدر کرتا رہوں گا اُس نے میری بہت بڑی آرزو پوری کی ہے۔"

وہ بیزار ہو کر بولی۔ "تمھیں پتا ہے، میں کس سے محبت کرتی ہوں؟"

"کس سے؟"

"کام، کام اور صرف کام سے۔ مجھے کسی کے نام سے اور اس کی خوبروئی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں نیویارک میں کئی بار کہہ چکی ہوں، مجھ سے صرف کام کی باتیں کیا کرو۔"

"مس ثانیہ! زندگی میں کام کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔"

"اُس بہت کچھ کے متعلق سوچنے کی فرصت ملے گی تو میں سوچوں گی فی الحال پلیز، کام کی باتیں کرو۔ نہیں کر سکتے ہو تو ہماری باتیں سنو۔"

اسپیکر سے پائلٹ کی آواز سنائی دی: "مادام! آگے موسم خراب ہے۔ گرین لینڈ کے جنوب میں برفانی طوفان آیا ہوا ہے۔ مجھے طیارے کو پھر بحر اوقیانوس کی طرف لے جانا ہوگا۔"

وہ ایک سیٹ کی پشت سے مائیک اٹھا کر بولی: "واپس نہ جاؤ۔ طیارے کو بیفن آئی لینڈ یا کینیڈا کے شمالی حصے کی طرف لے چلو۔ ذرا ایک منٹ۔"

پھر اُس نے علی سے کہا: "سوری، میں نے تم سے مشورہ لیے بغیر ایسا کہہ دیا۔ تم بتاؤ، ہمیں کدھر کا رُخ کرنا چاہیے؟"

"تم میرے آئندہ ارادوں کے مطابق کہہ رہی ہو۔"

وہ پائلٹ سے بولی: "تم نے علی کی بات سُن لی۔"

"یس مادام! میں طیارے کو کینیڈا کے شمال کی طرف لے جا رہا ہوں۔"

پرنس ڈیگر نے دونوں کو باری باری دیکھا پھر سونیا ثانی سے پوچھا: "تم نے علی کے آئندہ ارادوں کو کیسے سمجھ لیا؟ وہ ارادے کیا ہیں؟"

"سمجھنا کچھ مشکل تو نہیں ہے۔ فرہاد کے خاندان کا کوئی فرد کبھی میدان سے نہیں بھاگتا۔ اگر مجبور کیا جائے تو وہ ذرا پیچھے ہٹ جاتا ہے پھر گھوم کر میدان میں آجاتا ہے ہم اپنا ادھورا مشن پورا کریں گے۔ ہمارے جتنے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں انھیں دوست بنائیں گے اُن میں سے جو دشمنی پر بضد رہے گا ہم اُسے فنا کر دیں گے۔"

پرنس نے پوچھا: "ہم سے کیا مراد ہے؟ کیا تم اور علی؟"

"ہاں اور تم بھی۔ تم ہمارے بہت ہی اہم آدمی ہو۔"

وہ خوش ہو گیا۔ اپنے سر کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بولا: "میرے دماغ میں ٹیلی پیتھی ہے اور جسم میں بے پناہ قوت ہے۔ میں ہمیشہ تمھارا اہم آدمی بن کر رہوں گا۔"

سونیا ثانی نے پوچھا: "پرنس! اب دشمنوں کا ردِعمل کیا ہوگا؟"

پرنس نے جواب دیا: "وہ مطمئن ہوں گے۔ ہمیں نیویارک سے نکال کر سمجھ رہے ہوں گے کہ خطرہ ٹل گیا ہے۔"

"کیا وہ انٹرنیشنل فلائنگ رُوٹ کے ذریعے یہ معلوم نہیں کر رہے ہوں گے کہ ائر فرانس کا خصوصی طیارہ ہمیں کدھر لے جا رہا ہے؟"

"ہاں، یہ تو ضرور معلوم کر رہے ہوں گے۔"

"کیا انھیں یہ معلوم نہیں ہے کہ علی نے نیوفاؤنڈلینڈ میں کہیں طیارہ اُتارا ہے اور ہم بھی اِدھر آ رہے ہیں؟"

"بے شک انھیں یہ بھی معلوم ہوگا مگر تم ایسے سوالات مجھ سے کیوں کر رہی ہو؟"

"اس لیے کہ تم دشمنوں کو مطمئن سمجھ رہے ہو۔"

وہ ذرا جھجک گیا پھر بات بناتے ہوئے بولا: "میں ابھی یہی تجزیہ کرنے والا تھا کہ دشمن کس طرح ہمارے متعلق معلومات حاصل کر رہے ہوں گے۔"

"ان حالات میں بتاؤ، وہ کیسے اقدامات کر رہے ہوں گے؟"

"ایسے ہی جیسے ابھی کارتر بروک کے ائرپورٹ پر ہمارے اُترنے پر پابندی عائد کرائی تھی تاکہ ہم مسٹر علی کو یہاں سے نہ لے جا سکیں۔ اب یہ طیارہ جہاں بھی اُترے گا، وہاں ہمارے استقبال کے لیے دشمن موجود ہوں گے۔"

"کون سے دشمن؟"

"یہی سپر ماسٹر کے فوجی جوان۔"

وہ بولی: "پرنس! تمھیں جغرافیہ اور تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ موجودہ سیاست اور حکومتوں کے متعلق معلومات حاصل کرتے رہنا چاہیے۔ ہم کینیڈا کے شمال میں بیفن آئی لینڈ کی طرف پرواز کر رہے ہیں۔ ان علاقوں میں نہ امریکا کا قانون ہے اور نہ ہی سیاسی سمجھوتے کے بغیر اِدھر امریکی فوجی آ سکتے ہیں۔"

وہ ناگواری سے بولا: "امتحان دینے کے لیے میں ہی نظر آیا ہوں، علی کا بھی امتحان لو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "شاید تمھیں نہیں معلوم... کہ باباصاحب کے ادارے کے بڑے بڑے معلم علی تیمور کو انسائیکلوپیڈیا کہتے ہیں اور انسائیکلوپیڈیا کا امتحان بھلا کون لے سکتا ہے، اُس سے تو پوچھا جاتا ہے، معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔"

علی نے کہا: "ثانیہ پلیز! آئندہ میری تعریف میں ایک لفظ بھی نہ کہنا۔ تعریف انسانی صلاحیتوں کو کبھی پنپنے نہیں دیتی۔"

پرنس نے کہا: "مسٹر انسائیکلوپیڈیا! میں تم سے پوچھتا ہوں کہ جب سپر ماسٹر کو ہماری منزل کا پتا لگے گا وہ یہ سمجھ سکتا ہے کہ ہم گھوم پھر کر پھر اُس کے ملک میں

داخل ہوں گے تو کیا وہ ہمارے لیے مشکلات پیدا نہیں کرے گا؟"

"ضرور کرے گا۔ تمھارے خیال کے برعکس ہمارے استقبال کے لیے امریکی فوجی نہیں آئیں گے بلکہ اس حکومت کے غنڈے، بدمعاش اور قاتل آئیں گے۔ وہ ہماری واپسی کا راستہ روکیں گے۔"

"ان حالات میں ہم پوری طرح اُن کی نظروں میں رہیں گے۔ امریکا میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔"

"کوئی ملک ہمارے لیے اپنی سرحدیں بند نہیں کرتا بلکہ بند کر ہی نہیں سکتا۔ ہمارے پاس ہزار راستے ہیں۔ تمھاری یہ بات غلط ہے کہ ہم اُن کی نظروں میں رہیں گے۔ درست یہ ہے کہ ہم خود اُن کی نظروں میں رہنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"یہی تو بات ہے، ثانیہ تم جواب دے دو۔"

وہ بولی: "ہم اِدھر دشمنوں کی نظروں میں رہ کر انھیں یقین دلاتے رہیں گے کہ سونیا اور علی تیمور امریکا سے باہر ہیں جبکہ سونیا ممّا ملک کے اندر موجود رہ کر اپنا کام کرتی رہیں گی۔"

پرنس نے حیرانی سے پوچھا: "کیا تم دونوں خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے کے دل اور دماغ کی باتیں سمجھ لیتے ہو؟"

"تمھیں اچھی طرح معلوم ہے، ہمیں خیال خوانی نہیں آتی اور نہ ہی کوئی ایک گھنٹے سے ہمارے دماغ میں آیا ہے۔"

"پھر تم علی تیمور کے ارادے کیسے سمجھ لیتی ہو اور علی تمھارے اندر کی بات کیسے جان لیتا ہے؟"

"پرنس! تم خواہ مخواہ اُلجھ رہے ہو، یہ دو اور دو چار والی حقیقت ہے۔ ہم اپنے حالات کو ہر پہلو سے سمجھ کر اُس سے صحیح نتیجہ نکال کر ایک رائے قائم کرتے ہیں۔ چار آدمی اسی اصول پر کام کریں تو چاروں کے خیالات ایک ہوں گے جبکہ ہم دو ہی ہیں۔"

علی نے اپنی سیٹ سے اُٹھ کر کہا: "میں ابھی پائلٹ سے مل کر آتا ہوں۔"

وہ کیبن میں چلا گیا۔ پرنس کے چہرے سے اطمینان ظاہر ہو رہا تھا۔ وہ بولا: "تھینکس گاڈ! کچھ تو تنہائی نصیب ہوئی ہے۔"

"اس تنہائی میں تمھارا ارادہ کیا ہے؟"

"بات یہ ہے کہ ہم اپنے خاص آدمی کے سامنے بھی کچھ ضروری باتیں نہیں کر سکتے۔ مانا کہ علی خاص بندہ ہے مگر میں دل کی بات تو صرف تم سے ہی کر سکتا ہوں۔"

"پھر تو اچھا موقع ہے، دل کی بات جلدی سے کہہ دو۔"

"تمھاری ممّا سے ملاقات ہوگی تو وہ گواہی دیں گی کہ تم میری آئیڈیل ہو۔"

"تو پھر ملاقات کا انتظار کرو، میں اُن کی گواہی سنوں گی۔"

"آں... وہ تم سمجھیں نہیں۔ تمھاری ممّا سے تو ملاقات ہو جائے گی لیکن تمھارے دل میں بھی میرے لیے کوئی جذبہ ہوگا۔"

"اوہ لو، دل میں جذبہ نہیں ہوتا۔ تمام جذبات اور احساسات کا تعلق دماغ سے ہوتا ہے۔ اب تم پوچھو گے کہ کیا میرے دماغ میں تمھارے لیے کوئی جگہ نہیں۔"

"میں یہی پوچھنے والا تھا۔"

"ہاں، تمھارے لیے جگہ ہے اسی لیے تو تم دماغ میں آ کر باتیں کرتے ہو۔"

"دیکھو، تم انجان بن رہی ہو، مجھے ٹرخا رہی ہو۔ تم صاف صاف بتاؤ کیا میں تمھارے قابل نہیں ہوں؟"

"میرے قابل نہیں ہو، اسی لیے تو تمھیں میرے ساتھ رکھا گیا ہے۔ تم اپنی ذہانت، حاضر دماغی اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے خود کو قابل بنا سکتے ہو۔"

وہ اپنی مٹھی فضا میں بلند کرتے ہوئے بولا: "میں ثابت کر دوں گا کہ میں سونیا کی بیٹی کے شایانِ شان ہوں۔"

"شاباش! یہی جذبہ رکھو۔ جب تک آدمی کے اندر کوئی جذبہ شدت اختیار نہیں کرتا، تب تک وہ کامیابی کی منزلیں طے نہیں کرتا۔"

وہ جذباتی انداز میں بولا: "وعدہ کرو میرا انتظار کرو گی۔"

وہ حیرانی سے بولی: "میں تمھارے سامنے ہوں... پھر انتظار کہاں کروں گی؟"

پرنس کے حلق سے کراہ نکل گئی: "آہ! تم رومانی باتوں کو کیوں نہیں سمجھتیں؟ میں کہنا چاہتا ہوں، تم میری کامیابیوں اور کارناموں کا انتظار کرو۔"

"ممّا پچھلے چھ ماہ سے تمھارے کسی کارنامے کا انتظار کر رہی ہیں۔ تم نے ابھی تک کچھ کر کے نہیں دکھایا ہے۔"

"اب دکھاؤں گا۔ اب میرے اندر جذبات نے کروٹ لی ہے۔"

"تم غلط کہہ رہے ہو۔ جذبات ہمیشہ جاگتے رہتے ہیں، نہ سوتے ہیں نہ کروٹ لیتے ہیں۔ جذبات سو جائیں تو آدمی مُردہ ہو جاتا ہے پھر تمہارے جذبات نے کیسے کروٹ لی ہے؟"

"ثانیہ! کیا تم میرا مذاق اُڑا رہی ہو؟"

"میں حقیقت بیان کر رہی ہوں اور تم مذاق سمجھ رہے ہو کسی سے بھی پوچھ لو۔ طبی نکتۂ نظر سے جذبات کبھی نہیں سوتے۔"

"میں طب اور سائنس کی نہیں محبت کی بات کر رہا ہوں۔"

"تو کرو نا، اتنی دیر سے دل، دماغ، جذبات اور احساسات کی باتیں کر رہے ہو۔ اِن باتوں کا تعلق طب سے ہے۔"

"محبت سے بھی ہے۔"

"کیسے ہے؟"

"وہ... وہ ایسے کہ جیسے محبت میں دل دھڑکتا ہے۔"

وہ بولی "ہم جب سے پیدا ہوئے تب سے دل دھڑکتا ہے، اس میں محبت کہاں سے آگئی؟"

وہ مٹھیاں بھینچ کر دانت پیس کر بولا "میں اپنا سر پھوڑ لوں گا۔"

علی تیمور پائلٹ کیبن سے باہر آرہا تھا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا بات ہے؟"

سونیا ثانی نے کہا "یہ بہت دیر سے محبت کرنا چاہتے ہیں مگر علمِ طب کا مسئلہ شروع کر دیتے ہیں۔"

پرنس نے کہا "تم سمجھتی کیوں نہیں؟ دل، دماغ، جذبات اور احساسات کا تعلق محبت سے ہے۔"

"یہی تو پوچھتی ہوں کیسے؟"

علی نے کہا "مسٹر پرنس! تم اتنی دیر سے نہ سمجھا سکے۔ میں سمجھاتا ہوں۔ دیکھو ثانیہ! ماں کے سینے سے دودھ کا چشمہ بہتا ہے۔ یہ علمِ طب کا مسئلہ ہے کہ قدرت نے دودھ کیسے پیدا کیا لیکن جو دودھ بچّے کے مُنہ میں جاتا ہے وہ مامتا ہے۔ مامتا انسان کی پہلی محبت ہوتی ہے۔"

پرنس نے کہا "اے بھائی! تم کون سی محبت لے بیٹھے، میں دوسری محبت کی بات کر رہا تھا۔"

"اچھا وہ دوسری محبت؟ ہاں سمجھ گیا۔ دیکھو ثانیہ! مسٹر پرنس کہنا چاہتے ہیں کہ محبت جب حد سے بڑھ جاتی ہے تو عبادت بن جاتی ہے۔ عبادت صرف خدا کی ہوتی ہے لہٰذا انسان ماں کے بعد جو دوسری محبت سیکھتا ہے، وہ خدا سے ہوتی ہے۔"

"مسٹر علی! اتنے بھولے اور پارسا نہ بنو کیا تم نے ایک لڑکی سے محبت نہیں کی تھی، جسے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے مار ڈالا تھا۔"

علی نے ایک گہری سانس لی۔ سونیا ثانی کو دیکھا پھر کہا "ہاں وہ بہت مختصر سی عمر لے کر آئی تھی۔"

پرنس نے پوچھا "اب بتاؤ کیا وہ تمہاری محبت نہیں تھی؟"

"نہیں دوست! اپنی عقل سے اور سچّے دل سے تسلیم کرو کہ کوئی لڑکی محبت نہیں ہوتی، وہ ضرورت ہوتی ہے۔ مرد کے ارمانوں کی، خواہشوں کی اور جذبوں کی تکمیل کا ذریعہ ہوتی ہے۔ ہم لفظوں کی جادوگری سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ ہمیں اس سے دلی اور روحانی محبت ہے۔ سچائی سے یہ نہیں کہتے کہ تنہائی میں اس کی ضرورت ہے۔"

"اے بھائی! تم تو محبت کو ہتھوڑا مار رہے ہو۔"

"تمہیں ہتھوڑا لگ رہا ہے۔ سیدھی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ لین دین کا جو سودا ہوتا ہے اُسے لوگ محبت کہہ دیتے ہیں۔ مرد اپنی کمائی دیتا ہے، عورت اپنی عزت اسے دیتی ہے، مرد اُسے گھر دیتا ہے، عورت اُسے آرام دیتی ہے، مرد اُس کی کوکھ میں بچّے دیتا ہے عورت اس کی نسل کو جوان اور قابلِ فخر بناتی ہے... اگر لین دین میں کمی آجائے تو محبت کا سودا نہیں ہو پاتا۔ عورت اپنا جسم نہ دے تو مرد اپنی کمائی نہیں دیتا۔ دونوں ایک دوسرے کی ضرورت ہیں۔ اس ضرورت کو محبت کا پُرفریب نام دینے سے محبت نہیں ہو جاتی۔"

پرنس نے ثانیہ سے کہا "دیکھو! یہ مسٹر کیسی باتیں کر رہے ہیں، تمہاری جیسی حسین لڑکی کی توہین کر رہے ہیں۔ کیا لڑکیاں صرف ضرورت کے لیے ہوتی ہیں؟ کیا یہ تمہاری انسلٹ نہیں ہے؟"

"بے شک اگر میں ایسی لڑکی بن جاؤں جو صرف مرد کی ضرورت پوری کرنے کے لیے زندہ رہتی ہے۔ مرد سے الگ اپنی کوئی شخصیت نہیں بناتی۔ اپنی کوئی الگ اہمیت نہیں رکھتی ہے تو پھر یہ لڑکی کے لیے انسلٹ کی بات ہے اور وہ اس توہین کا بُرا مان کر مرد کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ میں محبت کے نام پر ضرورت پوری کرنے والی بے چاری نہیں ہوں۔"

اُس نے دونوں کو دیکھا پھر پوچھا "تم دونوں کی کھوپڑی ایک جیسے کس طرح سوچتی ہے ویسے یہ میرے حق میں اچھی بات ہے کہ مسٹر علی محبت کو نہیں مانتے ہیں۔ ثانیہ! میں تمہیں محبت کرنا سکھاؤں گا۔"

علی مسکراتا ہوا ثانی کے پاس آیا پھر بولا "پلیز، پائلٹ کو کافی پلا دو۔"

وہ اُٹھتے ہوئے بولی "یقیناً ہم بھی پئیں گے۔"

وہ کافی تیار کرنے چلی گئی۔ پرنس نے پوچھا "مسٹر علی! کیا تم واقعی محبت کو نہیں مانتے؟"

"مانتا ہوں... یہ مانتا ہوں کہ محبت میں عقل کام نہیں کرتی اور جہاں عقل کام نہیں کرتی، وہاں سے میں نہیں گزرتا۔"

وہ خوش ہو کر بولا "واقعی تم عقل مند ہو تمہیں ایسے راستے پر نہیں چلنا چاہیے۔"

"بے شک، میں ایسا راستہ بے وقوفوں کے لیے چھوڑ دیتا ہوں۔"

"بہت اچھا کرتے ہو، میں تو..."

وہ کہتے کہتے رُک گیا پھر گھور کر بولا "تم مجھے بے وقوف کہہ رہے ہو۔"

"میں تمہیں نہیں محبت کرنے والوں کو کہہ رہا ہوں۔"

وہ سیٹ کے ہتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا "میں بھی محبت کرتا ہوں اور سونیا ثانی سے محبت کرتا ہوں۔"

"تمہیں پہلے بتانا چاہیے تھا، میں ہرگز بے وقوف نہ کہتا۔"

"کوئی بات نہیں، میں تمہیں ایسا دوست سمجھتا ہوں جو اپنے دوست کا حق نہیں مارتا۔ میرا ایک کام کرو گے؟ سونیا ثانی کو میرے دل کی بات سمجھاؤ گے۔"

"سوری مسٹر پرنس! میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں ہے۔ میں پچھلے تین گھنٹے سے سونیا ثانی کے ساتھ ہوں۔ اتنی سی دیر میں سمجھ گیا ہوں کہ وہ کس ٹائپ کی لڑکی ہے۔ وہ محبت جیسی فضولیات میں نہیں پڑے گی۔"

"صاف کیوں نہیں کہتے کہ تمہاری نیت خراب ہے۔ اُسے میری محبت نہیں اپنی تنہائی کی ضرورت بنانا چاہتے ہو۔"

علی نے ہونٹوں کو سختی سے بھینچ لیا۔ دانت پر دانت جما لیے اُسے غصہ نہیں آتا تھا۔ ناقابلِ برداشت باتیں برداشت کر لیتا تھا۔ ابھی محض اس لیے غصہ آرہا تھا کہ پرنس اس کی سونیا ثانی کی بیٹی کے لیے غلط بات کہہ رہا تھا۔ لیکن غصّے کو برداشت کرنے کی تربیت کام آئی۔ اس نے بڑی مشکل سے لہجے کو نرم کرتے ہوئے کہا "پرنس! تمہیں انسانیت کا واسطہ دے کر سمجھاتا ہوں۔ ہوس انسان کو درندہ بنا دیتی ہے، تمہیں مردانگی کا واسطہ دے کر سمجھاتا ہوں کہ دو مردوں کے سائے میں ایک لڑکی کو ہر طرح کا تحفظ ملنا چاہیے۔ اس کی عزت، اَنا اور عورت پن کے خلاف کوئی بات نہیں کرنا چاہیے۔ آگے تم سمجھ دار ہو۔"

وہ اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ناگواری سے بولا "تم مجھے نادان سمجھ کر نصیحت کر رہے ہو۔ کیا خود کو بہت زیادہ عقل مند سمجھتے ہو؟ کیا تم اس ٹیم کے لیڈر ہو؟ میں تم سے عمر میں اور تجربات میں بڑا ہوں۔ تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتے میں جانتا ہوں۔"

"تمہاری ٹیلی پیتھی میرے لیے صفر ہے۔ ہاں یہ مانتا ہوں کہ عمر میں بڑے ہو۔ اتنے بڑے کہ سونیا ثانی تمہاری بیٹی نظر آتی ہے۔"

پرنس ایک دم سے بھڑک گیا۔ اُسے گالی دیتا ہوا ایک ہاتھ مارنا چاہتا تھا۔ علی نے ہاتھ پکڑ کر جھٹکا دیا تو وہ اِدھر آیا۔ دوسرے جھٹکے میں اُدھر گیا۔ اس نے بچاؤ کے لیے دوسرا ہاتھ اُٹھایا۔ علی سے پنجہ لڑانا چاہتا تھا، شامت آگئی تھی۔ پنجہ ملاتے ہی یوں لگا جیسے فولادی شکنجے میں انگلیاں پھنس گئی ہیں۔ اُس کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں۔ سونیا ثانی نے دوڑتی ہوئی آئی۔ پریشان ہو کر بولی "یہ کیا ہو رہا ہے، پلیز علی اسے چھوڑ دو۔"

علی نے کہا "اس نے مجھے گالی دی ہے، یہ اتنی دیر زندہ نہ رہتا۔ زندہ صرف اس لیے ہے کہ ممّا نے اسے ہمارے ساتھ رکھا ہے۔"

"میں ممّا کا واسطہ دیتی ہوں، اسے چھوڑ دو۔ ہمارے پاس فرسٹ ایڈ کا سامان نہیں ہے، اس کی انگلیاں ٹوٹ جائیں گی تو یہ ہمارے لیے پرابلم بن جائے گا۔"

"تم ممّا کا واسطہ دے رہی ہو مگر یہ گالی دینے والی زبان کو اپنے دانتوں سے کاٹے گا تو چھوڑ دوں گا۔"

پرنس سمجھ رہا تھا کہ انگلیاں ٹوٹنے والی ہیں۔ اُس نے اپنی ہی زبان اپنے دانتوں تلے زور سے دبائی پھر تکلیف سے چیخ پڑا۔ علی نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ ایک کُرسی پر گر کر تکلیف سے کراہتے ہوئے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ سے

سہلانے لگا۔ ثانی نے کہا۔ ”طیارے کو زمین پر اتارا جا رہا ہے، سیفٹی بیلٹ باندھ لو۔“

علی ایک سیٹ پر بیٹھ کر بیلٹ باندھ رہا تھا۔ پرنس کا ہاتھ اس قابل نہیں تھا۔ سونیا ثانی نے اس کا بیلٹ باندھتے ہوئے آہستگی سے کہا۔ ”یہ سب ہی جانتے ہیں کہ علی کو غصہ برداشت کرنا آتا ہے لیکن گالی کوئی بھی برداشت نہیں کرتا، ایسی غلطی دوبارہ نہ کرنا۔“

خود بھی اپنی سیٹ پر جا کر اپنا سیفٹی بیلٹ باندھنے لگی۔ اب پرنس میں گالیاں دینے کی جرأت نہیں تھی مگر اس کے اندر گالیوں اور نفرتوں کا آتش فشاں کھول رہا تھا۔ سونیا ثانی کے سامنے اس کی بڑی بے عزتی ہوئی تھی۔ اس کے خیال میں علی ہیرو بن گیا تھا اور جب تک اُسے زیرو بنا کر سونیا ثانی کے سامنے اس پر غالب آ کر خود ہیرو نہ بن جاتا، تب تک اُس کے اندر کا آتش فشاں سرد نہیں پڑ سکتا تھا۔

پائلٹ نے اطلاع دی کہ طیارہ زمین پر اترنے والا ہے پھر تھوڑی ہی دیر میں اُس کے پہیے زمین سے لگ گئے۔ طیارہ دوڑتے دوڑتے بتدریج آہستہ ہوا پھر بالآخر رُک گیا۔ انھوں نے سیفٹی بیلٹ کھول کر کھڑکیوں سے دیکھا باہر دُور تک برف ہی برف دکھائی دے رہی تھی۔ جہاں طیارہ اُتارا گیا تھا اُس راستے کی برف ہٹا دی گئی تھی۔ وہ نسکاؤ پی ٹاؤن کا ایک چھوٹا سا ائر پورٹ تھا۔ وہ ائر پورٹ اور اُس کی چھوٹی سی عمارت ویران نظر آ رہی تھی۔ رات کے اُس حصے میں چند مزدور رن وے سے برف ہٹانے کے لیے رہ گئے تھے اور وہ مزدور سوالیہ نظروں سے اس طیارے کو دیکھ رہے تھے۔

وہ سیڑھیوں کو دھکیلتے ہوئے طیارے کے دروازے تک لے آئے۔ دروازہ کھل گیا۔ علی، سونیا ثانی، پرنس اور پائلٹ نے برفانی علاقے کی مناسبت سے لباس پہن لیے تھے۔ وہ سر سے پاؤں تک اونی اور فر کے لباس میں تھے۔ اُنھوں نے اپنی اپنی پشت پر ضروری سامان کا کِٹ باندھ لیا تھا۔ جدید طرز کی رائفلوں کے ساتھ کارتوس کا اچھا خاصا ذخیرہ تھا۔ اس کے علاوہ ہاتھوں میں اٹیچیاں تھیں۔ باقی سامان کو طیارے میں چھوڑ دیا تھا۔

علی نے ایک مزدور سے پوچھا۔ ”یہاں کے افسران اور سیکیورٹی گارڈز کہاں ہیں؟“

اُس نے جواب دیا۔ ”ائر پورٹ کے قریب اُن کے کوارٹرز ہیں۔ وہ وہاں آرام سے سو رہے ہیں۔“

”کیا تم نے ہمارے لیے رن وے سے برف ہٹائی ہے؟“

”نو سر! ہمیں اس طیارے کی آمد کی اطلاع نہیں تھی۔ یہاں باقاعدگی سے جہاز نہیں آتے ہیں۔ کوئی بھولا بھٹکا طیارہ اکثر اِدھر آ جاتا ہے۔ شاید آپ بھی بھٹک کر یہاں پہنچ گئے ہیں۔“

”ہاں کچھ ایسی ہی بات ہے۔“

پائلٹ دوسرے مزدوروں سے باتیں کر کے وہاں کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا۔ سونیا ثانی چھوٹی سی عمارت کے دروازوں اور کھڑکیوں سے جھانک کر مختلف کمروں کو دیکھتی جا رہی تھی۔ پرنس اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ”میں بزدل اور کمزور نہیں ہوں۔ میں علی پر جوابی حملہ کر سکتا تھا مگر تمھاری مما اسے بیٹا کہتی ہے، اس لیے میں نے تم ماں بیٹی کی خاطر زیادتی برداشت کر لی۔ کہیں تم مجھے بزدل تو نہیں سمجھ رہی ہو؟“

”ہرگز نہیں، عقل سے کام لینے والا بزدل نہیں ہوتا۔“

”ثانی! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔“

وہ ایک کمرے میں جھانکتے ہوئے بولی۔ ”محبت کے موضوع پر تم کافی دیر تک بولتے رہے تھے، اب کوئی دوسری بات کرو۔“

”میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“

”اوہ گاڈ! یہ ویرانہ کیا شادی کی بات کرنے کے لیے ہے؟“

”تم ہاں کہہ دو، شادی بعد میں ہو جائے گی۔“

”تم نے کیسے سوچ لیا کہ مجھ جیسی خطرات سے کھیلنے والی لڑکی شادی کرے گی۔“

”تمھیں ٹیلی پیتھی جاننے والا جیون ساتھی ملے گا تو خطرات سے کھیلنا آسان ہو جائے گا۔“

”پرنس! تم اشاروں میں کہنے والی بات نہیں سمجھ پائے اس لیے صاف طور سے سُن لو، میں کسی سے شادی نہیں کروں گی۔ حالات یا تقدیر نے مجبور کیا تو وہ اور بات ہوگی ورنہ شادی کر کے اور بچّے پیدا کر کے شوہر اور بچّوں کو دشمنوں کے انتقام کا ذریعہ نہیں بننے دوں گی۔“

وہ بولا۔ ”یہ مجھے ٹھکرانے کا بہانہ ہے۔“

اُس نے جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے عمارت کے کوریڈور میں چلتی رہی۔ پرنس نے اس کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ ”تمھاری خاموشی کو خوب سمجھتا ہوں۔ جب سے تم نے علی کو دیکھا ہے، مجھے نظر انداز کر رہی ہو۔ کیا تم مجھے ٹھکرا کر اُسے اپنا یار بنانا چاہتی ہو؟“

اتنا کہتے ہی اُس کے مُنہ سے اونک کی آواز نکلی۔ سونیا ثانی نے اس کے پیٹ میں ایک کہنی ماری تھی۔ وہ پیٹ پکڑ کر جھکا تو اُس نے جوڈو کا داؤ استعمال کر کے اسے کوریڈور کے فرش پر پھینک دیا پھر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بولی۔ ”مجھے ہاتھ پاؤں توڑنے کے داؤ بھی آتے ہیں مگر تم میرے پاس ممّا کی امانت ہو، چلو اُٹھو۔“

وہ پلٹ کر جانے لگی۔ پرنس فرش پر چاروں شانے چِت پڑا ہوا تھا۔ کراہتا ہوا اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اب اندر کا آتش فشاں پھٹ رہا تھا۔ وہ غصّے سے کانپتا ہوا سوچ رہا تھا۔ ”میں دھوکا کھا رہا ہوں۔ میں نے سپر ماسٹر سے غدّاری کر کے اور سونیا پر بھروسا کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ مجھے جھوٹی محبّت کے جال میں پھانس کر وہ تو بناتی رہی اور میں فرہاد کا چہرہ اپنا کر خوش ہوتا رہا کہ وہ مجھے دوسرا فرہاد سمجھتی ہے۔“

ایسا سوچتے ہوئے اُس نے اپنے ہی مُنہ پر ایک طمانچہ مارا پھر سوچا۔ ”میں گدھا ہوں، مجھ سے بار بار دھوکا ہوتا رہا اور میں کبھی سمجھ نہ سکا۔ مجھ سے کہا گیا کہ میں سونیا کے ساتھ نیویارک جا رہا ہوں اور میں گدھا سونیا ثانی کو سونیا سمجھتا رہا اور یہ سونیا ثانی بھی مجھے ذلیل کر رہی ہے۔ مجھے ٹھکرا کر علی تیمور کی گود میں بیٹھنا چاہتی ہے۔ دونوں نے مجھے کمزور سمجھ کر مجھ پر ہاتھ اُٹھایا ہے، اب میں بتاؤں گا کہ میں کتنا شہ زور ہوں اور اتنا چالاک ہوں کہ ان کی بازی اُلٹ سکتا ہوں۔“

وہ اسی طرح فرش پر بیٹھا رہا اور سر جھکائے سوچتا رہا کہ اپنے ملک سے اور اپنی قوم سے غداری کرنے کے بعد کس طرح اپنی غلطی کی تلافی کر سکتا ہے۔

اُس نے بیٹھے بیٹھے فوج کے ایک اعلیٰ افسر کی آواز اور لہجے کو یاد کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ افسر نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سپروائزر تھا۔ اُس وقت فوج کے جنرل اور کرنل وغیرہ کے سامنے سر جھکائے کھڑا تھا۔ اُس سے سوالات کیے جا رہے تھے کہ ایک نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا مکی میتھو ہوسٹل سے کیسے غائب ہو گیا ہے اور کہاں گم ہو گیا۔

وہ افسر اپنی صفائی میں کہہ رہا تھا۔ ”ہوسٹل کے اندر اور باہر سخت پہرا رہتا ہے کوئی اُسے اغوا نہیں کر سکتا۔ وہ خود پہرے داروں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھٹکا کر ہوسٹل سے چلا گیا ہے۔“

سوال کیا گیا۔ ”کہاں گیا ہے؟“

”وہ سونیا یا اُس عورت کے جال میں پھنس گیا ہے جو کسی نامعلوم تنظیم سے تعلق رکھتی ہے۔ ویلی کے بیان کے مطابق اُسی نے ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے پال ہوپکن کو ٹریپ کرنا چاہا تھا۔“

پرنس نے اُس افسر کے دماغ میں کہا۔ ”میں جانتا ہوں کون سا مُہرہ کہاں رکھا ہوا ہے۔“

افسر نے پوچھا۔ ”کون ہو تم؟“

پھر اُس نے جنرل سے کہا۔ ”سر! میرے دماغ میں کوئی بول رہا ہے۔“

”کون بول رہا ہے؟“

پرنس نے اس نار افسر کی زبان سے کہا۔ ”میں پرنس ڈیگر ہوں۔ اپنی غلطی پر شرمندہ ہو کر آیا ہوں، اگر میری خطا معاف ہو گئی تو میں سونیا اور علی تیمور کی ایسی ایسی باتیں بتاؤں گا جنھیں سُن کر آپ حیران رہ جائیں گے۔“

جنرل اور کرنل نے ایک دوسرے کو دیکھا، پھر جنرل نے پوچھا۔ ”تم بابا صاحب کے ادارے کے وفادار ہو گئے تھے۔ اب اُن سے بھی بے وفائی کر رہے ہو؟ اس کی کیا وجہ ہے؟“

”میں بے شک سونیا کی باتوں میں آ گیا تھا۔ میرا خیال تھا وہ لوگ مجھے اپنا سمجھیں گے، لیکن انھوں نے مجھے بابا صاحب کے ادارے میں قدم رکھنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ وہ لوگ اپنا کوئی راز مجھے نہیں بتاتے۔ انھوں نے مجھ پر بھروسا نہیں کیا، اب میری آنکھیں کھُل گئی ہیں، جو اپنے ملک اور اپنی قوم سے غداری کرتا ہے اُس پر دوسرے کبھی بھروسا نہیں کرتے۔“

”تم باتیں اچھی کر رہے ہو لیکن یہ سونیا کی چال ہو سکتی ہے۔ وہ تمھیں یہاں بھیج کر اپنا کام نکالنا چاہتی ہوگی۔“

”میں کچھ ایسی باتیں بتاؤں گا جس سے آپ کو میری سچائی کا یقین ہو جائے گا۔ میرے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ مجھ پر بھروسا کریں۔ میں آپ لوگوں سے دُور رہ کر اپنے وطن کے لیے کام کرتا رہوں گا۔“

”کیا تم بتا سکتے ہو کہ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا مکی میتھو کہاں ہے؟“

”وہ اسی ملک میں ہے۔ مجھے اُس کی خفیہ پناہ گاہ کا علم نہیں ہے، سونیا اُسے پیرس بھیجنے کے انتظامات کر رہی ہے۔“

”تمھیں معلوم ہوگا کہ ہم نے سونیا کو یہاں سے نکال دیا ہے۔“

”آپ نے سونیا کو نہیں اُس کی ہم شکل بیٹی کو یہاں سے نکالا ہے۔“

سب نے حیرانی سے پوچھا۔"ہم شکل بیٹی؟"

"جی ہاں، اُس کا نام ثانیہ ہے۔ سب اُسے سونیا ثانی کہتے ہیں۔ آپ نے نیویارک میں سونیا ثانی کو دیکھا ہے۔ اُس مکار ماں کی بیٹی نے اپنے چہرے پر ایک اجنبی لڑکی کا میک اپ کیا تھا۔ اُس کے اوپر پھر سونیا کا ماسک چڑھایا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اُسے اینٹی میک اپ کیمرے سے دیکھا جا سکتا ہے اور یہ بھی جانتی تھی کہ بنگلے کے اندر خفیہ کیمرے ہیں آپ لوگ اُسے کہیں اسکرین پر دیکھ رہے ہیں۔ اُس نے آپ لوگوں کو دکھانے کے لیے سونیا کا پہلا ماسک اُتارا، پھر لڑکی کا میک اپ اتار کر اصلی روپ میں آگئی اور آپ لوگوں کو سنانے کے لیے کہنے لگی کہ آپ سب اینٹی میک اپ کیمرے کی رپورٹ کے مطابق اُسے سونیا کی ڈمی اور ایک اجنبی لڑکی سمجھ رہے ہیں جب کہ وہ اصل سونیا ہے۔ آپ لوگ اُسے ڈمی سمجھ کر زیادہ اہمیت نہیں دیں گے۔"

جنرل نے کہا۔"یعنی اُس نے ہمیں اسکرین پر اصلی چہرہ بھی دکھا دیا۔ اور ڈمی بن کر بھی رہی۔ اِس چال کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہی کہ وہ اصلی سونیا نہیں تھی۔ اُس کی ہم شکل بیٹی تھی آپ لوگوں نے اُسے سونیا سمجھ کر نکال دیا جبکہ وہ اب تک اسی ملک میں موجود ہے اور چُپ چاپ اپنا کام کر رہی ہے۔"

"وہ یہاں کیا کر رہی ہے؟"

"میں اُس کے متعلق صحیح رپورٹ نہیں دے سکوں گا۔ کیونکہ میں اب تک برائن وولف کے روپ میں سونیا ثانی کے ساتھ ہوں۔ سونیا اپنی پلاننگ کسی کو نہیں بتاتی ہے پھر بھی آپ اُس کی چالوں کو سمجھ سکتے ہیں وہ سونیا ثانی کو نیویارک بھیج کر آپ لوگوں کو یقین دلا چکی تھی کہ وہی اصلی سونیا ہے۔ آپ نے تمام توجہ اس پر مرکوز کر دی۔ اُدھر وہ مکی میتھو کو ٹریپ کر کے لے گئی۔ یہاں ہوپ کِن وفادار تھا اُس کے جھانسے میں نہیں آیا۔ ایک بات یاد رکھیں وہ ہمارے جس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دوست نہیں بنا سکے گی اُسے جان سے مار ڈالے گی۔"

یہ تمام باتیں سُن کر وہ آپس میں مشورے کرنے لگے۔ پھر کرنل نے پوچھا۔"تم کہاں ہو؟"

"میں سونیا ثانی اور علی تیمور کے ساتھ لیبرا ڈور کے ایک ٹاؤن نسکاڈپی میں ہوں۔ اِن دونوں کو اور سونیا کو علم نہیں ہے کہ میں اِن کے خلاف ہو گیا ہوں۔ آیندہ میں آستین کا سانپ بن کر انھیں ڈستا رہوں گا۔ آپ مجھ سے جس طرح چاہیں کام لے سکتے ہیں۔"

"تم سے بھروسے کا کام اسی وقت لیا جا سکتا ہے جب تم دوبارہ وفادار بن کر دکھاؤ گے۔ علی تیمور اور سونیا ثانی کو گرفتار کراؤ گے یا ہمیشہ کے لیے ختم کر دو گے۔"

جنرل نے کہا۔"تمھارے اس منصوبے میں حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ تم ناگن کی بیٹی کو دوست بنانا چاہتے ہو۔ وہ دوست بنے گی پھر تمھیں دوسری سانس نہیں لینے دے گی۔ اگر ہمارے وفادار ہو تو ہمارے حکم کی تعمیل کرو۔ سب سے پہلے سونیا ثانی کو ختم کرو۔ علی تیمور کو صرف زخمی کرو۔ ہمارے آدمی سپر سانک طیارے میں جلد ہی وہاں پہنچ جائیں گے۔ ہم علی کو قیدی بنا کر مکی میتھو کی رہائی کا مطالبہ کریں گے۔"

"میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ آپ فوراً اپنے آدمی روانہ کریں۔ میں تھوڑی دیر بعد پھر آؤں گا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ابھی تک اُسی فرش پر بیٹھا تھا جہاں سونیا ثانی نے اُسے چاروں شانے چت کیا تھا اب وہ اُن سب کو چت کرنے کے منصوبے پر عمل کر رہا تھا۔ اُسے کوریڈور میں قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ اُس نے سر گھما کر دیکھا۔ سونیا ثانی، علی تیمور اور پائلٹ آ رہے تھے۔ علی نے دُور سے آتے ہوئے پوچھا۔"یہاں کیوں بیٹھے ہو؟"

وہ چُپ چاپ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سونیا ثانی نے مسکراتے ہوئے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا کر کہا۔"ہم دوست ہیں جو ہوا اُسے بھول جاؤ۔"

اُس نے دل میں کہا۔"میں کبھی بھول نہیں سکتا۔" مگر بظاہر مسکراتے اور ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔"ہاں دوستی میں ایسا ہوتا ہے، کوئی بات نہیں۔"

وہ عمارت سے باہر جانے لگے۔ اس کے دماغ میں شیطانی منصوبہ پک رہا تھا۔ وہ کوئی ایسی چال چلنا چاہتا تھا کہ انتقام بھی پورا ہو جائے اور اُس پر الزام بھی نہ آئے اور سونیا کا اعتماد بھی بحال رہے۔

عمارت کے باہر مزدور کھڑے ہوئے تھے۔ اُن کے ہاتھوں میں برف ہٹانے والے بیلچے تھے۔ اُنھیں دیکھتے ہی پرنس کے ذہن میں انتقامی چال آگئی۔ پائلٹ اُن سے کہہ رہا تھا۔"ہمارا سامان اٹھا کر کسی قریبی ہوٹل میں لے چلو۔"

ایک مزدور نے کہا۔"ہم اپنی ڈیوٹی چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔"

پرنس نے فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی زبان سے کہا۔"نہ ڈیوٹی چھوڑ کر جائیں گے، نہ تمھیں جانے دیں گے۔" یہ کہتے ہی اُس نے پوری قوت سے بیلچہ گھما کر علی کے سر پہ مارا۔ وہ اس اچانک حملے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ غفلت میں مارا گیا۔ آہنی بیلچے کا حملہ زبردست تھا۔ وہ لڑکھڑا کر برف پر گر پڑا۔ سونیا ثانی نے پھرتی سے چھلانگ لگا کر بیلچے والے کو فلائنگ کِک ماری۔ وہ دوسری طرف برف پر جا کر گرا۔ اُس نے بیلچہ چھین لیا۔ دوسرے مزدور اپنے ساتھی کو گالیاں دے رہے تھے کہ اُس نے دشمنی والی حرکت کیوں کی؟

اُدھر پرنس کو دشمنی کا سنہرا موقع مل گیا تھا۔ اُس نے علی کے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کر دیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخ پڑا۔ برف کی سطح پر اِدھر سے اُدھر تڑپنے لگا۔ ثانیہ دوڑتے ہوئے اُس کے پاس آئی۔ اُسے سنبھالتے ہوئے پرنس سے بولی۔"کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا موقعے سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ علی ابھی سانس روکنے کے قابل نہیں ہیں۔ تم ان کے دماغ میں آؤ اُس دشمن کو دماغی جھٹکے پہنچانے سے روکو۔"

پرنس نے کہا۔"تمھاری التجا سے پہلے ہی میں کوشش کر رہا ہوں مگر علی کا دماغ پوری طرح دشمن کی مُٹھی میں ہے۔"

پرنس یہ کہتے ہی دوسرے مزدور کے دماغ میں گیا۔ اُس کے ذریعے پائلٹ پر حملہ کرایا۔ پائلٹ بے چارہ بھی زخمی ہو کر گر پڑا۔ سونیا ثانی اُسے سنبھالنے کے لیے جانا چاہتی تھی۔ علی کے چیخنے پر رک گئی۔ پھر اُس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا گیا تھا۔ ثانی سے اُس کا تڑپنا دیکھا نہیں جا رہا تھا۔ وہ پرنس کے پاس دوڑتے ہوئے آئی۔ اُسے جھنجوڑ کر بولی۔"کچھ کرو۔ خدا کے لیے کچھ کرو۔ وہ خیال خوانی کرنے والا دشمن اُسے مار ڈالے گا۔"

وہ اُسے دھکا دیتے ہوئے بولا۔"تم نے مجھے ٹھکرایا تھا۔ زندگی تمھارے یار کو ٹھکرا رہی ہے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے سونیا ثانی کو رائفل کے نشانے پر رکھ لیا، پھر کہا۔"اچھی طرح دیکھ لو۔ پائلٹ بے کار ہو گیا ہے۔ تمھارا یار نیم مُردہ ہے۔ اِن مزدوروں کے دماغ میری مٹھی میں ہیں۔ میرے پاس رائفل بھی ہے اور ٹیلی پیتھی کا ہتھیار بھی۔ اور تم تنہا اور بے یار و مددگار ہو۔ تمھارا ٹیلی پیتھی جاننے والا برائن وولف میرے دماغ میں نہیں آسکے گا۔"

وہ ایک طرف سے دوسری طرف جاتے ہوئے اُسے نشانے پر بدستور رکھتے ہوئے بولا۔"تمھارے کلاں اور بابا صاحب کے ادارے والے بھی تمھاری مدد کو نہیں آئیں گے۔"

وہ بولی۔"تمھاری مدد کو کون آ رہا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔"اوّل تو مجھے مدد کی ضرورت نہیں ہے، میدان میرے ہاتھ میں ہے۔ اس کے باوجود سُپر ماسٹر کے آدمی یہاں پہنچنے ہی والے ہیں۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمھیں گولی مار دوں، علی کو قیدی بنا کر مکی میتھو کو رہائی دلائی جائے گی۔ بتاؤ موت سے پہلے کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

"ہاں، ایک بات کہوں گی۔ تمھارے پاس ٹیلی پیتھی ہے، رائفل ہے اور امریکی امداد ہے۔۔۔ مگر ایک چیز نہیں ہے۔ جب تک تم یہ پہیلی نہیں بوجھو گے کہ ابھی تمھارے پاس کس چیز کی کمی ہے تب تک میں زندہ رہوں گی۔ سونیا ثانی ایسا ہی تر نوالہ ہوتی تو اُسے سونیا کی جگہ نہ دی جاتی۔ اتنی امداد اور ہتھیاروں کے باوجود تیرا کیا بنے گا پرنس ڈیگر؟"

پرنس ڈیگر نے سونیا ثانی کو چُبھتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ وہ بھری ہوئی رائفل کے سامنے دعویٰ کر رہی تھی کہ جب تک وہ پہیلی نہیں بوجھے گا کہ اس میں کیا کمی ہے، تب تک وہ زندہ رہے گی۔

اس کے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار تھا جس کے ذریعے اس نے علی تیمور کو بے بس کیا تھا اس کے پاس بھری ہوئی رائفل تھی جس کے سامنے سونیا ثانی اس پر حملہ نہیں کر سکتی تھی۔ آس پاس کوئی دوسرا بھی حملہ کرنے والا نہیں تھا۔ پھر زندہ رہنے کا دعویٰ کیسے کر رہی تھی؟

وہ چاہتا تو پلک جھپکتے ہی اسے گولی مار دیتا۔ مگر جلدی نہیں تھی کیونکہ میدان اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ کسی شک و شبہے کے بغیر بازی جیت چکا تھا۔ یہ انسان کی نفسیاتی کمزوری ہے کہ اس کے پاس سب کچھ ہوتا ہے تب بھی کوئی کمی اسے کھٹکتی ہے۔ سونیا نے اسے کھٹکا دیا تھا۔ وہ غرا کر بولا۔"کیا کمی ہے مجھ میں، تم سمجھتی ہو، مجھے باتوں میں لگا کر حملہ کرو گی اور یہ رائفل چھین لو گی؟ میں چیلنج کرتا ہوں، اپنے جسم کے کسی بھی حصے کو ذرا سی حرکت دو۔ میں تمہیں گولی مار دوں گا ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر، بتاؤ مجھ میں کیا کمی ہے؟"

"میں بیس تک گنتی ہوں۔ یہ گنتی پوری ہونے تک تم نہیں بتا سکو گے تو میں بتا دوں گی۔ ایک... دو... تین... چار... پانچ... چھ..."

وہ گنتی گئی۔ پرنس نے مضبوطی سے رائفل پکڑی ہوئی تھی۔ انگلی ٹریگر پر تھی، نگاہیں ثانی پر جمی ہوئی تھیں کہ جیسے ہی وہ حرکت کرے گی یہ فائر کر دے گا۔

لیکن وہ ساکت کھڑی ہوئی تھی۔ ذرا بھی نہیں ہل رہی تھی۔ پھر وہ گنتے گنتے بیس تک پہنچ گئی۔ اس کے بعد وہ ہنستی ہوئی بولی۔"تیرے پاس سب کچھ ہے۔ سب کچھ ہے۔ صرف ایک عقل کی کمی ہے۔ تو سمجھتا رہا کہ میں تجھے باتوں میں لگا کر حملہ کروں گی۔ علی کی طرف سے تجھے اندیشہ نہیں تھا کہ دماغ میں زلزلہ پیدا ہونے کے بعد یہ حرکت بھی کر سکے گا دیکھ میں

صرف دو چٹکی بجاؤں گی۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر چٹکی بجائی پھر کہا۔ "میں نے تیری بھری ہوئی رائفل کے سامنے پورے دو منٹ ضائع کئے۔ ارے بے وقوف! ان دو منٹوں میں علی کی سانس بحال ہو گئی ہے۔"

علی برف پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ سونیا ثانی نے دوسری چٹکی بجا کر کہا "یہ اس چٹکی میں تو گیا۔"

علی نے اچانک چاروں شانے چت ہو کر ٹھائیں سے گولی چلائی، پرنس کے ہاتھوں سے رائفل اچھل کر ثانی کے قدموں میں آ گئی۔ وہ اپنے زخمی ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے تھام کر لڑکھڑا یا۔ دو قدم پیچھے گیا پھر خوفزدہ ہو کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر علی کو دیکھتے ہوئے بولا "نن..... نہیں خبردار! مم..... میں مادام سونیا کا خاص آدمی ہوں۔ سونیا ثانی کے پاس اس کی امانت ہوں۔ میرا فیصلہ سونیا کرے گی۔ تم مجھے موت کی سزا نہیں دے سکتے۔ سزا کا حق صرف سونیا کو ہے۔"

علی نے برف کی سطح پر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا "اسی لئے میں نے تمہیں جان سے نہیں مارا۔ صرف زخمی کیا ہے۔ تاکہ خیال خوانی نہ کر سکو۔ ابھی میری سانسیں پوری طرح بحال نہیں ہوئی ہیں۔ جتنی دیر میرے سر میں تکلیف رہے گی اتنی دیر تک تم بھی ٹیلی پیتھی سے محروم رہو گے۔"

ثانی پائلٹ کو سہارا دے کر بٹھا رہی تھی اور پوچھ رہی تھی۔ "کیا تم توانائی محسوس کر رہے ہو؟"

"شکریہ۔ میں ٹھیک ہوں۔ فرسٹ ایڈ کا باکس میرے پاس ہے۔ میں خود اپنے زخم پر دوا لگاؤں گا۔ تم دشمن کی طرف دھیان دو۔"

وہ وہاں سے اٹھ گئی۔ ایک بیلچہ اٹھا کر پرنس کی طرف بڑھتی ہوئی بولی "تم نے ٹھیک ہی کہا، تمہارا فیصلہ مادام سونیا کریں گی لیکن جب انصاف کی کرسی پر جج نہ ہو تو قائم مقام جج فیصلہ کرتا ہے۔ میں اپنی ماں کی قائم مقام سونیا ہوں۔ لہٰذا میرا فیصلہ ہے، غدار کو موت کی سزا ملے اور موت سے پہلے اسے مشقت کی سزا ملے۔"

اس نے بیلچے کو اس کے قدموں کے پاس پھینکتے ہوئے کہا "اسے اٹھاؤ۔" اس نے فوراً اسے جھک کر اٹھا لیا۔ ارادہ تھا، اسے ہاتھ میں لیتے ہی ثانی پر حملہ کرے گا لیکن اسی وقت رائفل کا سیفٹی کیچ ہٹانے کی آواز آئی۔ وہ ڈھیلا پڑ گیا۔ حملہ کرنے کے خیال میں وہ علی کی رائفل کو بھول گیا تھا۔

ثانی نے حکم دیا "گڑھا کھودو۔"

اس نے پوچھا "گڑھا کس لئے؟"

"میں دیکھنا چاہتی ہوں، جو دوسرے کے لئے گڑھا کھودتا ہے اس میں خود کیسے گرتا ہے؟"

وہ عاجزی سے بولا "ثانی! وقت ضائع نہ کرو، سپر ماسٹر کے آدمی یہاں پہنچ جائیں گے تو تم سب مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔"

"تم گدھے ہو۔ ہم نے طیارے میں کہا تھا کہ ہمارے دشمن ہمارے فلائنگ روٹ کو سمجھ رہے ہیں، ہم جہاں جائیں وہ وہاں ضرور پہنچیں گے۔ ہم یہی چاہتے ہیں کہ وہ مجھے سونیا سمجھ کر یہاں ہم سے الجھتے رہیں اور مما وہاں اپنا کام کرتی رہیں۔"

اسی وقت سلطانہ نے دماغ میں آتے ہی گڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "ابھی میں علی کے دماغ میں گئی تو اس نے سر کی تکلیف کے باعث میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ میں نے اس کے ذریعے تمہاری باتیں سنی ہیں۔ میں تمہیں بتانے آئی ہوں کہ یہ پرنس جنرل اور کرنل کے پاس گیا تھا وہاں اس نے یہ بھید کھول دیا کہ سونیا ان کے ملک سے نکالے جانے کے باوجود اسی ملک میں ہے اور ان لوگوں نے دھوکا کھا کر سونیا ثانی کو ملک سے نکالا ہے۔ اس گھر کے بھیدی نے بڑی گڑبڑ کی ہے۔"

"اوہ خدایا! پھر تو مما کے لئے خطرات بڑھ گئے ہوں گے!"

"فکر نہ کرو، جب یہ پرنس وہاں بھید کھول رہا تھا، وہاں سلمان واسطی عرف سپر ماسٹر موجود تھا۔ اس نے فوراً ہی تمہاری مما کو ان باتوں سے آگاہ کر دیا ہے۔"

"ہماری یہ پلاننگ بھی ناکام ہوئی کہ میں سونیا بن کر دشمنوں کو دھوکا دیتی رہوں گی۔ کوئی بات نہیں، اب میں دوسرا راستہ اختیار کروں گی۔ کیا مما نے کوئی پیغام دیا ہے؟"

علی تیمور نے اندازہ لگایا تھا کہ سونیا ثانی سوچ کے ذریعے گفتگو میں مصروف ہے۔ اس نے پرنس کو نشانے پر رکھ کر کہا۔ "وقت ضائع کئے بغیر گڑھا کھودنا شروع کر دو۔ دوسری بار زبان سے نہیں کہوں گا، گولی مار دوں گا۔"

وہ مجبور ہو کر بیلچے سے ایک جگہ کی برف کو کھودنے لگا۔ سلطانہ نے ثانی سے کہا "میں نے تمہاری مما سے پوچھا تھا کہ علی اور ثانی کو پیغام دو گی۔ اس نے جواباً کہا، میں دونوں سے کہوں گی پیرس واپس جاؤ مگر وہ نہیں مانیں گے۔ انہوں نے ناکام ہو کر واپس جانا نہیں سیکھا ہے۔"

"آنٹی! آپ مما کو رفتہ رفتہ سمجھیں گی۔ میں بچپن سے سمجھتی آ رہی ہوں۔ آپ کے ذریعے... انہوں نے پیغام دے دیا ہے۔ ہمیں اپنے پاس بلا رہی ہیں۔"

سلطانہ نے حیرانی سے پوچھا "تمہاری ماں نے مجھ سے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔"

"انہوں نے پختہ یقین اور مضبوط اعتماد سے کہا ہے کہ ہم نے واپس جانا نہیں سیکھا ہے۔ ان الفاظ کے پیچھے ماں نے اپنے بچوں کو آواز دی ہے۔"

"تعجب ہے۔"

"آنٹی! آپ اس بات کو یوں بھی سمجھ سکتی ہیں کہ ابھی ہم مما کے سائے میں عملی تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ وہ جہاں ہیں، وہاں ہماری بہترین تربیت اور آزمائش ہوتی رہے گی۔

پھر وہ ایسی جگہ ہمیں کیوں نہیں بلائیں گی۔ وہ بلا رہی ہیں آنٹی!"

"بے شک، یہی بات ہے۔ میں ذرا پائلٹ کے پاس جا کر طیارے اور ایندھن کی پوزیشن معلوم کر رہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ پرنس اپنے ایک زخمی ہاتھ کے باعث بڑی تکلیف سے گڑھا کھود رہا تھا اور کراہتے ہوئے کہہ رہا تھا "مجھے معاف کر دو، میرا ایک ہاتھ کام کرنے کے قابل نہیں ہے، میں چکرا کر گر پڑوں گا۔"

علی نے کہا "جیسے ہی گرو گے، میں گولی مار دوں گا۔"

وہ موت کے خوف سے گڑھے میں اتر کر بیلچے سے برف اوپر پھینکنے لگا۔ اسے امید تھی کہ وہ آہستہ آہستہ گڑھا کھودتا رہے گا تو سپر ماسٹر کے آدمی اسے بچانے آ جائیں گے۔ آدمی مصیبتوں میں امید کے سہارے ہی جیتا ہے۔ اس کی امید بر آئی، رات کے سناٹے میں دو طیاروں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

ایک مرنے والے کے لئے زندہ رہنے کی صورت پیدا ہو رہی تھی۔ وہ خوش ہو کر دل ہی دل میں دعائیں مانگنے لگا کہ علی اور ثانی کو طیاروں کی آوازیں سنائی نہ دیں۔ وہ تھوڑی دیر کے لئے بہرے ہو جائیں۔ دھوکا کھا جائیں۔ جبکہ ایسا نہیں ہوتا۔ دعا مانگنے سے کان والا بہرا اور آنکھ والا اندھا نہیں ہو جاتا، دعا معقول ہو تو قبول ہوتی ہے۔

علی اور پائلٹ نے گڑھے کے پاس آ کر اسے اپنی رائفل کے نشانے پر رکھا۔ ثانی نے کہا "فوراً اوپر آؤ۔ اور ہمارے ساتھ چلو۔"

وہ بولا "یہ کھودنے کا کام تھوڑا سا رہ گیا ہے اسے پورا کر لینے دو۔" علی نے اس کے قدموں کے پاس فائر کیا۔ دوسری گولی پائلٹ نے چلائی وہ گھبرا کر بولا "آ رہا ہوں، گولی نہ مارو۔ میں آ رہا ہوں۔"

اس کے ہاتھ سے بیلچہ چھوٹ گیا تھا۔ وہ گڑھے کے کنارے پاؤں رکھ کر چڑھنا چاہتا تھا۔ پھر برف کے ساتھ پھسل کر نیچے چلا جاتا تھا۔ یہ اس کی شرارت بھی ہو سکتی تھی۔ وہ طیاروں کے پہنچنے تک وقت ضائع کرنا چاہتا تھا۔ علی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچ لیا۔

اس نے اوپر پہنچتے ہی اپنی دانست میں زبردست حملہ کیا۔ علی نے جس ہاتھ سے پکڑا تھا اس ہاتھ سے اُس نے علی کو جھٹکا دے کر گڑھے میں گرانا چاہا۔ شاید وہ کامیاب بھی ہو جاتا۔ لیکن سونیا ثانی ان کے درمیان آ کر علی سے لپٹ گئی۔ پھر ایک لات پرنس کے منہ پر ماری۔ وہ الٹ کر دوبارہ گڑھے میں چلا گیا۔

وہ مختصر سے چند لمحات بھی اہم تھے جب علی گڑھے میں گرنے سے بچنے کے لئے اور ثانی اسے بچانے کے لئے ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو گئے تھے۔ بہت اہم تھے وہ لمحات۔ ایسے لمحات میں یہی خرابی ہے، یہ پھر لوٹ کر نہیں آتے۔ شاید ان

کے دل دھڑک گئے تھے، شاید انہیں کسی نئی مسرت کا احساس ہوا تھا لیکن وہ عملی میدان کے سپاہی تھے، فوراً ہی الگ ہو گئے۔

علی نے رائفل سیدھی کرتے ہوئے پرنس سے کہا "میں نے تجھے گڑھے سے نکالا تھا مگر تو وہ سانپ ہے جو دودھ پلانے والے کو بھی ڈس لیتا ہے۔ تیرے مقدر میں یہ گڑھا لکھا ہے۔ جا اسے ہمیشہ کے لئے تیرے نام کر دیا۔"

یہ کہتے ہی اس نے فائر کیا۔ گولی ٹھیک پرنس کے دل پر لگی اسی دل کے معاملے نے اسے حاسد اور شیطان بنایا تھا۔ وہی دل ایک ٹھائیں کی آواز سے دھڑکنا بھول گیا۔ وہ اچھل کر گرا پھر تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

طیاروں کی آواز پھر دور چلی گئی تھی۔ موسم بے حد خراب تھا۔ برفانی دھند میں وہ طیارے بھٹک گئے تھے لیکن کسی وقت بھی یہاں آ کر بمباری کر سکتے تھے۔ ثانی نے ایک مزدور سے پوچھا "سواری کے لئے کوئی گاڑی مل سکتی ہے؟"

"پیچھے کوارٹروں میں بڑے صاحب لوگ رہتے ہیں، ان کے پاس گاڑیاں ہیں۔"

سلطانہ نے علی کے پاس آ کر کہا "میں نے پہلے ہی ایک مزدور کو ادھر دوڑایا تھا۔ اس نے ایک افسر کے دروازے پر جا کر دستک دی۔ افسر نے دروازہ کھول کر مزدور سے گفتگو کی تو میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اب وہ افسر اپنی گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا آ رہا ہے۔"

علی، ثانی اور پائلٹ اپنا سامان اٹھا کر تیزی سے چلتے ہوئے ایئرپورٹ کی چھوٹی سی عمارت کے پیچھے آئے۔ وہاں ایک افسر اپنی گاڑی سے اتر کر حیرانی سے سوچ رہا تھا "میں سو رہا ہوں، جاگ رہا ہوں؟ یا خواب دیکھ رہا ہوں۔ میں تو بستر پر سو رہا تھا۔ پھر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر یہاں کیسے پہنچ گیا؟"

چونکہ سلطانہ اس کے دماغ کو تھوڑی دیر کے لئے آزاد چھوڑ کر علی کے پاس گئی تھی... اس لئے وہ حیران ہو رہا تھا۔ واپس جانا چاہتا تھا سلطانہ نے پھر آ کر اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا، جب وہ تینوں گاڑی کے پاس پہنچے تو وہ افسر کی زبان سے بولی۔ "علی! اس افسر کو ڈرائیو کرنے دو۔ یہ یہاں کے راستے جانتا ہے۔ میں اسے اپنے کنٹرول میں رکھوں گی۔ گاڑی کی ہیڈ لائٹس اور اندر کی بتیاں بجھی رہیں گی تاکہ طیاروں میں آنے والے دشمن اس گاڑی کو نہ دیکھ سکیں۔"

پائلٹ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ علی اور ثانی پچھلی سیٹ پر آ گئے۔ افسر نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ پائلٹ نے کہا "دشمن ہمیں یہاں نہ پا کر ہمارے طیارے کو تباہ کر دیں گے۔"

سلطانہ نے کہا "علی! تھوڑی دیر کے لئے اس افسر کو اپنے قابو میں رکھو۔ میں اس طیارے کی حفاظت کے لئے کچھ انتظام کر کے آتی ہوں۔

وہ افسر کے دماغ سے نکل گئی۔ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی سلمان واسطی کے پاس پہنچی۔ پھر کوڈ ورڈز ادا کئے "وی آر ایس ایس۔"

ان کوڈ ورڈز کا مفہوم تھا ہم ایس ایس ہیں۔ یعنی ایک ایس سے سلطانہ اور دوسرے ایس سے سلمان۔ وہ سانس روکنے والا تھا۔ مسکرا کر بولا "کہاں سے آرہی ہو؟"

"علی اور ثانی محفوظ ہیں لیکن جناب سُپر ماسٹر صاحب! تمہارے طیارے وہاں پہنچ رہے ہیں۔ بمباری کے ذریعے ان کے اکلوتے طیارے کو تباہ کرسکتے ہیں۔"

"یہ تم مجھے سپر ماسٹر کیوں کہہ رہی ہو؟"

"واہ، تم اس ملک کے سُپر ماسٹر ہو۔ پھر تمہیں سپر ماسٹر نہ کہوں تو اور کیا کہوں۔ وقت ضائع نہ کرو اس طیارے کو تباہی سے بچاؤ۔"

"سلطانہ صاحبہ! مجھے یہاں سپر ماسٹر بن کر رہنے کے لئے تم لوگوں کے خلاف احکامات صادر کرنے پڑتے ہیں۔ میں یہ حکم دے چکا ہوں کہ طیارے کو پہلی فرصت میں تباہ کیا جائے تاکہ علی اور سونیا ثانی کے لئے فضائی راستہ بند ہوجائے۔ اب میرے حکم کا توڑ تم ہی کرسکتی ہو۔"

"میں ابھی جاکر جنرل کو دھمکی دوں گی۔"

"میں تمہارے دماغ پر آرہا ہوں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ اسی وقت سلمان واسطی نے دماغ میں آکر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ وہ چاہتی تو سانس روک لیتی لیکن مسکرا کر بولی "بڑے ڈھیٹ ہو۔"

پھر وہ خیالی خوانی کے ذریعے جنرل کے دماغ میں پہنچی۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا تھا لیکن اس نے سلطانہ کو محسوس نہیں کیا کیونکہ اس سے پہلے میں جنرل کے پاس پہنچا ہوا تھا۔

میں نے سونیا سے کہا تھا کہ دو گھنٹے بعد آؤں گا۔ وعدے کے مطابق اس کے پاس پہنچا تو وہ بولی کہ علی کی خیریت معلوم کرو..." میں علی کے پاس پہنچا تو وہ سر کی چوٹ کے باعث مجھے محسوس نہ کرسکا۔ میں نے چپ چاپ معلوم کیا کہ وہاں کیا ہورہا ہے۔ پتا چلا، پرنس شیطانی چالوں سے غالب آگیا تھا پھر بازی پلٹ گئی تھی۔ پرنس موت کے گڑھے میں ہمیشہ کے لئے سوگیا تھا۔ وہ تینوں ایک گاڑی میں سفر کررہے تھے۔ ایسے وقت سلطانہ نے علی سے کہا کہ وہ ڈرائیو کرنے والے افسر کو قابو میں رکھے۔ وہ طیارے کو تباہی سے بچانے کا انتظام کرنے جارہی ہے۔

یہ سنتے ہی میں جنرل کے پاس آیا، وہ سانس روکنا چاہتا تھا میں نے کہا "سر! میں ممی مِتھو بول رہا ہوں۔"

جنرل سونے جارہا تھا، جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔

"ممی! تم کہاں ہو؟ سونیا نے تمہیں کہاں چھپایا ہے؟"

"میں ایک چار دیواری میں ہوں۔ پتا نہیں یہ کون سی جگہ ہے۔ سونیا دھمکی دے رہی ہے کہ نِسکاڈ پی کے ایئرپورٹ پر اگر فرانس کے طیارے کو تباہ کیا گیا تو برائن وولف ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ کی ایئرفورس میں گھس کر دس طیارے تباہ کردے گا۔"

"اوہ گاڈ! سونیا سے کہو مجھ سے فون پر بات کرے۔"

"سر! آپ اِدھر بات کرتے رہیں گے اُدھر ان کا ایک طیارہ اور ہمارے دس طیارے تباہ ہوجائیں گے۔"

جنرل نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر ایئرفورس کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا "ہمارے جتنے طیارے بھی لیبرا ڈور کے علاقے میں گئے ہیں ان سے کہو نِسکاڈ پی کے ایئرپورٹ پر فرانس کے طیارے کو تباہ نہ کریں۔ وہ ہمارا علاقہ نہیں ہے۔ ہم پر جارحانہ حملے کا الزام آئے گا۔"

اس نے حکم دے کر ریسیور رکھ دیا پھر سوچ کے ذریعہ کہا "ممی! سونیا سے جاکر کہو فرانس کا طیارہ سلامت رہے گا۔ وہ مجھ سے فون پر رابطہ کرے۔ میں تمہاری رہائی کی بات کروں گا۔"

"آپ مجھے رہا کرکے کون سی بھلائی کریں گے۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے میرے دماغ میں یہ علم بھرنے سے پہلے آپ نے ہم نوجوانوں سے کہا تھا کہ ہمیں کوئی خطرہ پیش آئے، کوئی دشمن دماغ میں گھس آنا چاہے تو ہم آپ کو ایسی دشمنی سے آگاہ کریں گے۔ جناب! گستاخی معاف، میں ایسا غیر معمولی علم حاصل کرنے کے بعد اس سے محروم ہونا حماقت سمجھتا ہوں۔ لہٰذا آپ میری رہائی کی بات کرنے کی زحمت نہ فرمائیں۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا آئندہ سونیا کے غلام بن کر رہنا چاہتے ہو؟" میں خاموش رہا۔ اس نے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے جواب نہیں دیا۔ وہ غصے سے بولا "میں اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کررہا ہوں۔ تم موجود ہو، جواب کیوں نہیں دیتے۔ جواب دو ورنہ سانس روک لوں گا۔"

اس نے ممی مِتھو کو بار بار پکارا پھر جھنجلا کر سانس روک لی۔ میں اس کے دماغ سے نکل کر علی کے پاس آگیا۔ وہ ذرا بے چین سا ہوا کیونکہ دماغی توانائی بحال ہورہی تھی وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کررہا تھا۔ میں نے کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے کہا "میں ہوں۔ میں نے جنرل کو دھمکی دی ہے، وہ تمہارے طیارے تباہ نہیں کرے گا۔ میرا خیال ہے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے افسر کو سلطانہ کنٹرول کررہی ہے۔ یہاں میری ضرورت نہیں ہے۔ میں پھر آؤں گا۔"

میں جانا چاہتا تھا لیکن طیاروں کی آواز سن کر پائلٹ کے دماغ میں آگیا کہ بیٹا اپنے دماغ پر بوجھ محسوس نہ کرے۔ علی نے ڈرائیونگ کرنے والے افسر کو دیکھ کر پوچھا "آنٹی! کیا آپ

موجود ہیں؟"

سلطانہ نے افسر کی زبان سے جواب نہیں دیا۔ وہ موجود نہیں تھی حالانکہ ایسے وقت اسے موجود رہنا چاہئے تھا۔ اس کی غیر موجودگی سے اندیشہ پیدا ہوا کہ وہ کسی ناگہانی مصیبت میں گرفتار نہ ہوگئی ہو۔

میرا فرض تھا کہ میں اس کے پاس جاکر خیریت معلوم کرتا۔ میں نے ان بہنوں کو اپنے دماغ میں بوجھ سمجھا تھا۔ انہیں دشمن سمجھ کر دماغ سے جانے کو کہا تھا۔ ایسے میں ان کے دماغ میں جانا مناسب نہ تھا۔ لیکن جو بہنیں میرے بچوں کے کام آرہی تھیں، وہ اگر کسی مصیبت میں ہوں تو ان کے پاس نہ جانا اور ان کے کام نہ آنا کم ظرفی ہوتی۔

مجھے ایک تدبیر سوجھی۔ میں نے لیلیٰ کی آواز اور اس کے لہجے میں اسے مخاطب کرنا چاہا۔ اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ بڑی حسّاس تھی۔ سانس روک سکتی تھی لیکن اس نے مجھے محسوس نہیں کیا کیونکہ مجھ سے پہلے سلمان واسطی اس کے دماغ میں موجود تھا۔

وہ بخیریت تھی۔ سلمان اسے بڑے پیار سے چھیڑ رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "اب جاؤ میرے دماغ سے۔"

"کیوں جاؤں؟"

"مجھے علی اور سونیا ثانی کے پاس جانا ہے۔"

"تم ان سے یہ کہہ کر آئی ہو کہ ان کے طیارے کی سلامتی کے لیے جارہی ہوں۔"

"ہاں، مگر یہ کام فرہاد کررہا ہے۔ کیا ابھی تم نے میرے دماغ میں رہ کر جنرل کی باتیں نہیں سنی تھیں۔ فرہاد اس کے اندر بول رہا تھا اور بڑی زبردست دھمکی دے رہا تھا۔"

سلمان نے کہا "تمہارا کام فرہاد کررہا تھا۔ تمہیں اس کام میں جتنی دیر لگتی، اتنی دیر مجھے اپنے قریب رہنے دو۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "کیا دیوانے ہوگئے ہو؟"

"مجھے دیوانگی کا الزام نہ دو۔ میں بڑی خشک اور ویران زندگی گزار رہا تھا۔ تم اچانک میری زندگی میں بہار بن کر آگئیں، مجھے دیوانا بننا نہیں آتا تھا تم نے بنا دیا۔"

"کوئی عورت کسی کو محبت کرنے پر مجبور نہیں کرسکتی۔ محبت کبھی مجبوری سے نہیں ہوتی۔ اپنے مزاج کے مطابق اپنی پسند کی عورت سے خود ہی دل لگ جاتا ہے۔ سنا ہے، مجنوں صرف لیلیٰ سے نہیں، لیلیٰ کے کتّے سے بھی محبت کرتا تھا۔ کیا بے چارے کتّے نے اسے محبت کرنے کو کہا ہوگا؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم باتیں خوب کرتی ہو۔ یہ تو سوچو میری محبت مجنوں کی محبت سے افضل اور برتر ہے۔ اس نے لیلیٰ کو دیکھ کر عشق کیا تھا، میں نے ابھی تک تمہیں دیکھا نہیں ہے۔ ہماری ملاقات صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوتی ہے۔"

"حضور! آپ یہ احسان نہ جتائیں کہ مجھے دیکھے بغیر محبت فرمارہے ہیں۔ میں نے کون سا تمہیں دیکھ لیا ہے؟"

"ہماری محبت انوکھی ہے۔ ہم نے دماغوں میں آتے جاتے ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھا ہے۔ جبکہ محبت سمجھ کر نہیں ہوتی، بے اختیار ہوجاتی ہے۔"

وہ بولی "ہمارے ساتھ الٹا معاملہ ہے۔ ہماری محبت بے اختیاری نہیں ہے۔ ہاں مگر اندھی ہے۔ میری آنکھوں نے تمہیں نہیں دیکھا۔ تمہاری آنکھوں نے مجھے نہیں دیکھا۔ مگر یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔"

"ہاں، اچھی بات نہیں ہے۔ میں تجسّس میں مبتلا رہ کر تمہاری خیالی تصویریں بناتا رہتا ہوں۔ مگر تصوّر میں کوئی تصویر مکمل نہیں ہوتی۔"

"میں کوئی تصویر نہیں بناتی۔ سوچتی ہوں کتنی ہی اچھی تصویر بنالوں، وہ تم سے اچھی نہیں ہوگی۔"

"تم درست کہتی ہو۔ جو آئیڈیل ہوتا ہے، تصوّر میں کبھی مکمل نہیں ہوتا۔"

"اے جانِ سلمان! ہم کب ملیں گے؟ میں کب تمہیں دیکھ سکوں گا؟"

"یہی سوال میں تم سے کرچکی ہوں۔ تم نے جب بھی ملاقات کا ارادہ کیا، کسی نہ کسی اہم مصروفیت میں الجھ گئے۔"

"میں کل پیرس جارہا ہوں۔ یوں سمجھو تمہارے پاس آرہا ہوں۔ خواہ کتنی ہی مصروفیت ہو۔ ہم کل رات کا کھانا کسی ریستوران میں کھائیں گے۔"

"کیا محبت میں بھوک لگتی ہے؟"

"نہیں لگتی۔ میں تو تمہارے ساتھ زندہ رہنے کے لئے کھاؤں گا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر ہنستے ہنستے چونک کر بولی "ارے تم نے مجھے میٹھی میٹھی باتوں میں لگالیا۔ ادھر علی اور سونیا ثانی کو میری ضرورت ہے۔ اب جاؤ۔"

سلمان واسطی نے پھر ایک بار وعدہ کیا کہ وہ پیرس میں اس سے ملاقات کرے گا۔ اس وعدے کے ساتھ وہ رخصت ہوا۔ میں بھی اس کے دماغ سے نکل کر پائلٹ کے پاس آیا۔ سلطانہ ڈرائیو کرنے والے افسر کی زبان سے کہہ رہی تھی "علی! مجھے افسوس ہے میں جلد واپس نہ آسکی۔ ویسے طیاروں کی آوازیں نہیں آرہی ہیں۔"

علی نے کہا "نِسکاڈ پی کے ایئرپورٹ سے بہت دور نکل آئے ہیں۔ اور دشمنوں نے شاید اس ایئرپورٹ پر اپنے طیارے اتارے ہیں اس لئے آوازیں نہیں آرہی ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کار کی چھت پر زوردار آواز آئی جیسے کوئی بھاری چیز چھت پر آکر گری ہو۔ سلطانہ نے گاڑی رکوادی۔ علی اور ثانی فوراً ہی باہر نکل کر آئے۔ ان کے نکلتے ہی

ایک بہت بڑا غلاف پوری گاڑی پر چھا گیا تھا۔ تب پتا چلا وہ پیراشوٹ کا کپڑا ہے۔ طیارے سے چھلانگ لگانے والا گاڑی کی چھت پر آکر اترا تھا۔ پھر چھت سے لڑھکتا ہوا زمین پر گر پڑا تھا۔

وہ بڑی پھرتی سے پیراشوٹ کا بیلٹ کھولنا چاہتا تھا' علی نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ وہ پوری طرح اٹھنے سے پہلے پھر گر پڑا۔ جب تک وہ پیراشوٹ کے بیلٹ اور رسیّوں سے نجات حاصل نہیں کرتا تھا تب تک نہ خالی ہاتھ لڑ سکتا تھا اور نہ ہی دونوں ہاتھوں میں گن لے سکتا تھا۔

پیراشوٹ کا بھاری بھرکم کپڑا ان پر آکر گرا تھا۔ وہ گاڑی سمیت کپڑوں میں چھپ گئے تھے۔ صرف سونیا ثانی وہاں سے دوڑتی ہوئی دور نکل گئی تھی۔ یہ بات سمجھنے میں دیر نہیں لگی تھی کہ دوسرے فوجی بھی پیراشوٹ کے ذریعے نزدیک یا دور تک زمین پر پہنچ رہے ہیں اور اب برف سے ڈھکے ہوئے اس جنگل میں انہیں گھیرنا چاہتے ہیں۔

ادھر سلطانہ نے ڈرائیو کرنے والے کی زبان سے کہا "علی! میں اس فوجی جوان کے دماغ میں جانا چاہتی ہوں' یہ سانس روک لیتا ہے۔"

علی نے فوراً ہی رائفل سے نشانہ لے کر اس کے شانے پر گولی ماری' وہ چیخ مار کر گرا۔ علی نے کہا "آنٹی! آپ پائلٹ کا خیال رکھیں۔ ہمیں اس جنگل میں گوریلا جنگ لڑنا ہے۔"

وہ بھی سمجھ گیا تھا کہ فوجی جوان پیراشوٹ کے ذریعے وہاں پہنچ کر گھیراؤ کرنے والے ہیں۔ اس نے جسے زخمی کیا تھا' سلطانہ نے اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ پچیس نوجوانوں کو پیراشوٹ کے ذریعے اتارا جارہا تھا۔ وہ لوگ جدید ترین ہتھیاروں سے لیس تھے۔ ان کے پاس خاصی تعداد میں ہینڈ گرینیڈ تھے۔ سلطانہ نے مسکرا کر سوچا "میں جو باتیں دماغوں میں پہنچ کر معلوم کرتی ہوں' علی اور ثانی وہ باتیں حالات کا رخ دیکھ کر معلوم کر لیتے ہیں۔"

علی نے زخمی جوان کا وہ تھیلا اٹھالیا تھا جس میں ہینڈ گرینیڈ بھرے ہوئے تھے۔ باقی ہتھیار خود اس کے پاس تھے۔ ایک ایرو شوٹر کی کمی تھی جس کے ذریعے آواز پیدا کئے بغیر تیر چلائے جاتے تھے اس نے ایرو اور ایرو شوٹر بھی لے لیا۔ پھر پیرا شوٹ کے اندر سے کپڑا اٹھاتا ہوا باہر آگیا۔

دن نکل آیا تھا۔ لیکن وہ انتہائی شمالی علاقہ تھا۔ وہاں سورج کی روشنی نہ ہونے کے برابر ہوتی تھی۔ ہلکے نیلے رنگ کا اُجالا ہوتا تھا' وہ بھی برف باری کی دُھند میں بجھا بجھا سا ہوتا تھا۔ چند قدم کے فاصلے پر درخت یا انسان یا کوئی بھی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی۔ ایسے مقام پر دشمن آنکھ مچولی کھیلنے آتے تھے۔ ایسی جنگ سے دونوں طرف نقصان ہوتا ہے کیونکہ پتا نہیں چلتا برف باری کی دھند میں دوست کہاں ہیں؟ اور دشمن کدھر سے آرہا ہے۔ ایسے میں دھوکا کھانا سبھی کا مقدر بن جاتا ہے۔

پارس اور علی کو جنگلوں میں گوریلا جنگ لڑنے کے لئے پرندوں کی آوازوں میں بولنا سکھایا گیا تھا۔ وہ جغرافیائی اعتبار سے دنیا کے مختلف جنگلوں کے چند مختلف پرندوں کی بولیوں میں کوڈ اشارے ایک دوسرے کو ارسال کرتے تھے۔ علی نے سوچا' سونیا نے اپنی بیٹی کو بھی یہ ہنر سکھایا ہوگا۔ لہٰذا اسے آزمانا چاہئے۔

سخت برف باری کے باعث اس علاقے میں پرندے نہیں رہے تھے۔ جانوروں میں سفید برفانی ریچھ یا کتّے پائے جاتے تھے وہ سوچ رہا تھا کہ کسی چوپائے کی آواز نکالے اسی لمحے اسے کتیا کے بھونکنے کی آواز سنائی دی۔

سونیا ثانی بھونکنے کے مخصوص انداز میں بتارہی تھی کہ وہ گاڑی کے دائیں سمت کوئی سو گز کے فاصلے پر ہے۔ بعض حالات میں انسان کو جانور بننا پڑتا ہے۔ علی تیمور نے بھی جانور کی اشارتی بولی میں کہا "میں گاڑی کے پیچھے تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر ہوں۔ آئندہ قطب نما کے ذریعے سمت بتایا کرو۔"

وہ ایک درخت سے ٹیک لگا کر دائیں بائیں محتاط نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اُسی وقت اس درخت میں ہلچل پیدا ہوئی۔ کوئی پیراشوٹ کے ذریعے نیچے آتے آتے اونچے گھنے درخت کی شاخوں میں الجھ گیا تھا۔ ثانی نے اچھل کر پیچھے تنے کی طرف جاتے ہوئے سر اٹھا کر دیکھا ایک جوان مختلف شاخوں سے ٹکراتے ہوئے ایک شاخ سے اٹک گیا تھا وہ زمین سے چند فٹ کی بلندی پر تھا' آسانی سے کود کر نیچے آسکتا تھا لیکن پیراشوٹ سے بندھا ہوا تھا اور پیراشوٹ درخت کی شاخوں سے الجھا ہوا تھا۔ اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے اس نے بیلٹ کو کھولنا چاہا۔ ثانی نے اسے گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے کہا "تمہارے مقدر میں زمین کو چھونا نہیں لکھا ہے۔"

اس نے گھبرا کر دیکھا۔ وہ دُھند میں دُھندلی سی نظر آرہی تھی اس کے ہاتھوں میں گن دکھائی دے رہی تھی۔ وہ التجا کرتے ہوئے بولا "مم... مجھے گولی نہ مارو۔"

ثانی نے پوچھا "کیا تم ہمیں گولی مارنے نہیں آئے ہو؟"

"ہاں' ہاں ہم اس ارادے سے آئے ہیں مگر تم میری جان بخش دو گی تو میں تمہارے بہت کام آؤں گا۔"

"مثلاً کس طرح کام آؤ گے؟"

"میں ایک کام کی بات بتا رہا ہوں۔ ہمارا کوئی طیارہ نسکاؤپی ایئرپورٹ پر نہیں اترا۔ ہمارے طیارے پرواز کرتے رہے اور ہم پیراشوٹ کے ذریعے نیچے آتے جارہے ہیں۔ اگر تم علی کے ساتھ واپس جاؤ تو ایئرپورٹ پر کوئی روکنے والا نہیں ملے گا۔ تم دونوں فرانس کے طیارے میں بخیریت چلے جاؤ گے۔"

اس کی باتوں کے دوران سلطانہ نے آکر پوچھا "تم خیریت سے ہو؟"

"جی ہاں۔ آپ ذرا اس کی باتیں سنیں اور تصدیق کریں۔"

سلطانہ نے اس کے دماغ میں جانا چاہا درخت اور پیرا شوٹ سے لٹکنے والے نے سانس روک لی۔ یہ بات ثانی کو معلوم ہوئی تو وہ بولی "اپنے دماغ میں آنے دو۔ ورنہ میں گولی مار کر زخمی کروں گی تو دماغ کا دروازہ خود بخود کھل جائے گا۔"

"نن... نہیں فائر نہ کرنا۔ میں اب سانس نہیں روکوں گا۔"

سلطانہ اس کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ وہ کوشش کر رہا تھا کہ راز کی کوئی بات معلوم نہ ہو۔ سلطانہ نے ثانی کے پاس آکر کہا "یہ مکّار ہے' چاہتا ہے کہ تم لوگ فرانس کے طیارے میں سوار ہو کر ملکِ عدم پہنچ جاؤ۔ وہاں ان کا ایک طیارہ ایئرپورٹ پر اترا تھا۔ اس میں سے دو جاسوس نکل کر فرانس کے طیارے میں گئے تھے وہاں ایک بڑی طاقت کا بم چھپا کر رکھ دیا ہے۔ بم کے تار طیارے کے پہیے سے منسلک ہیں۔ جیسے ہی طیارے کو رن وے پر چلایا جائے گا پہیے کی گردش سے بم پھٹے گا اور طیارے کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

ثانی نے ٹریگر پر انگلی رکھتے ہوئے کہا "ہمارے طیارے میں بم چھپا کر رکھا گیا ہے اور تم ہمیں اس طیارے میں جانے کا مشورہ دے رہے تھے۔"

وہ جلدی سے بیلٹ کھول کر نیچے آنا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ پیراشوٹ سے نجات حاصل ہوتے ہی وہ برق رفتاری سے ثانی پر حملہ کرسکے گا لیکن ایک فائر ہوتے ہی اس کی چیخ نکل گئی۔ گولی ران میں لگی تھی بیلٹ کھل گیا تھا۔ وہ نیچے آکر گر پڑا تھا۔ سلطانہ نے کہا "اس کے پاس ایرو شوٹر ہے اسے استعمال کرو گی تو دشمنوں کو فائرنگ کی آواز نہیں جائے گی۔"

ثانی نے اس کے پاس آکر اس کے ہتھیاروں میں سے تیر' ایرو شوٹر اور ہینڈ گرینیڈ لئے پھر ایک تیر کو ایرو شوٹر میں لگا کر بولی۔ "میں دیکھنا چاہتی ہوں' اس ہتھیار کے استعمال سے آواز ہوتی ہے یا نہیں؟"

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر برف کی سطح پر تڑپتے ہوئے بولا "نہیں تم مجھے نہیں مار سکتیں۔ تم مجھے نہیں..."

ثانی نے ٹریگر کو دبایا "شپ" کی ہلکی سی آواز کے ساتھ تیر نکل کر اس کے سینے میں پیوست ہوگیا۔ وہ چند سیکنڈ تک برف پر اِدھر اُدھر تڑپ کر ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا پڑ گیا۔ سلطانہ نے علی کے پاس آکر دیکھا۔ وہ بھی ایک دشمن کو جہنم میں پہنچا چکا تھا۔ یوں اب تک تین مارے گئے تھے۔ پہلا جو گاڑی کی چھت پر گرا تھا اسے پائلٹ نے ختم کردیا تھا۔

سلطانہ نے کہا "ابھی ثانی نے جس کا کام تمام کیا ہے' میں نے اس کے چور خیالات پڑھے تھے' پتا چلا انہوں نے فرانس کے طیارے میں بم چھپا رکھا ہے۔ طیارے کے حرکت میں آتے ہی وہ بم پھٹ پڑے گا۔ میں تم سے کہنے آئی ہوں آئندہ جو بھی مقابلے میں آئے اس سے بچنے اور اسے زخمی کرنے کی کوشش کرو تاکہ ہمیں ان کے دماغوں سے مختلف منصوبوں کا علم ہوتا رہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آئندہ یہی کروں گا۔"

اس نے کان لگا کر سنا۔ بہت دور سے کئی موٹر گاڑیوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ سلطانہ نے کہا "یہ گاڑیاں شاید نسکاؤپی شہر سے آرہی ہیں۔"

"جی ہاں' جو فوجی پیراشوٹ کے ذریعے اس شہر میں اترے ہوں گے وہ گاڑیوں میں بیٹھ کر آرہے ہوں گے۔ آپ ذرا دیکھیں' ثانی کیا کر رہی ہے۔"

سلطانہ ثانی کے پاس آگئی۔ ثانی نے بھی گاڑیوں کی آوازیں سنی تھیں۔ برف کی سطح پر اوندھی لیٹی ہوئی ایک طرف رینگتی جارہی تھی۔ گاڑیوں کی آوازیں قریب آرہی تھیں وہ دُھند میں لپٹی ہوئی تھی اس لئے دور سے دیکھا نہیں جاسکتا تھا۔ صرف آواز سن کر فاصلے اور سمت کا اندازہ کیا جاسکتا تھا۔ پھر ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے گاڑیاں رک گئی ہوں اور انہیں آگے بڑھانے کی کوششیں کی جارہی ہوں۔ وہ تیزی سے رینگتی ہوئی ادھر جانے لگی۔ اس نے کہا "آنٹی! میں گاڑیوں کے قریب پہنچ گئی ہوں۔ آپ علی سے کہہ دیں کہ وہ آنے والوں پر حملہ نہ کرے۔ میں بھی نشانے پر آسکتی ہوں۔ جب میں حملہ شروع کروں گی تو اسے میری پوزیشن معلوم ہوجائے گی۔"

سلطانہ چلی گئی اگرچہ وہ اِدھر سے اُدھر پیغام رسانی کررہی تھی تاہم بہت ہی اہم فرائض انجام دے رہی تھی۔ ٹیلی پیتھی کی افادیت سے ہمیشہ انکار نہیں کیا جاسکتا۔ سلطانہ خیال خوانی نہ کرتی تو علی اور ثانی کسی وقت بھی موقع پاکر فرانس کے طیارے میں سوار ہوسکتے تھے اور بم کے دھماکے سے فنا ہوسکتے تھے۔ ابھی برف کی دھند میں بھی سلطانہ کے ذریعے وہ ایک دوسرے کی پوزیشن معلوم کررہے تھے۔

وہ رینگتی ہوئی ایک درخت کی آڑ میں آکر کھڑی ہوگئی وہاں سے دُھند میں لپٹی ہوئی چار گاڑیاں دکھائی دے رہی تھیں' اور بھی گاڑیاں ہوں گی جو دور ہونے کے باعث دھند کے میں دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔ نظر آنے والی گاڑیوں سے کچھ لوگ اتر آئے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا "برف گہری ہے پہیے پوری طرح دھنس گئے ہیں' گاڑیاں اس طرح نہیں نکلیں گی۔"

سونیا نے دو ہینڈ گرینیڈ نکالے ایک کی چابی دانتوں میں دبا کر باہر کو کھینچی پھر اسے ایک گاڑی کی طرف پھینک دیا۔ اسی پھرتی سے دوسرے گرینیڈ کو دوسری گاڑی کی طرف اچھال دیا۔ اس نے صحیح وقت کا حساب کرتے ہوئے پھینکا تھا جس کے نتیجے میں دشمنوں کو یہ سمجھنے کی مہلت نہیں ملی کہ گاڑی میں کیا چیز آکر گری ہے۔ گرتے ہی زبردست دھماکا ہوا تھا۔ کتنی ہی

چیخیں بلند ہوئیں، کتوں کے چیتھڑے اڑے۔ گاڑیوں میں آگ لگ گئی تھی۔ آگ کی وجہ سے دھند بھی چھٹ گئی تھی اور آس پاس کی برف بھی پگھلنے لگی۔ وہ لوگ پناہ لینے کے لئے مختلف درختوں کی طرف دوڑ لگا رہے تھے۔ علی نے تڑا تڑ گولیاں چلاتے ہوئے چار کو مار گرایا اور اس طرح فائرنگ کی آواز سے ثانی کو اپنی پوزیشن بھی بتادی ورنہ وہ خاموشی سے ایروشوٹر کے ذریعے دشمنوں کو ٹھکانے لگا سکتا تھا۔

دشمنوں نے اپنے چار آدمی فائرنگ کی زد میں آتے دیکھ کر سمجھ لیا کہ جدھر وہ دوڑے جارہے ہیں ادھر سے ہی فائرنگ ہورہی ہے۔ لہٰذا انہوں نے سمت بدل دی، دوسری طرف دوڑنے لگے۔ دوسری جانب سے ثانی نے فائرنگ شروع کردی۔ وہ کھلی جگہ مار کھا رہے تھے۔ کسی درخت کے پیچھے جانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ تین اور گرے باقی تین کو مختلف درختوں کے پیچھے چھپنے کا موقع مل گیا۔ ایک افسر نے چھپتے ہی گرج کر کہا" یو سن آف اے وچ، یہاں تمہاری قبر بنے گی۔ تم دونوں کو ہم سے نجات نہیں ملے گی۔ ہم سیکڑوں کی تعداد میں تمہیں گھیر چکے ہیں... تم ہمارے کتنے بندے مارو گے۔ تم بھی کسی کے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔ صبح سے شام اور شام سے صبح ہوتی رہے گی ٹکراؤ ختم نہیں ہوگی۔ اگر تم غالب آتے رہے تب بھی تمہیں نیند ضرور آئے گی۔ ہم نے پچھلی ایک رات جاگتے رہنے پر تمہیں مجبور کیا۔ اگلی رات کو بھی تمہیں سونے نہیں دیں گے۔"

سلطانہ نے اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر بوتل کو منہ سے لگاتا تھا۔ دو چار گھونٹ پیتا تھا پھر بولنے لگتا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا" تمہارا وہ برائن وولف بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں دو راتوں کے بعد مسلسل جگا نہیں سکے گا۔ نیند تمہارا مقدر بنے گی تو موت بھی مقدر بن جائے گی۔ تم دونوں مرو گے، ہر حال میں مرو گے۔ تم یہاں تنہا نہیں آئے ہو۔ اپنی موت بھی ساتھ لائے ہو۔"

اس نے بوتل کو برف میں دھنسایا پھر رائفل سنبھالتا ہوا درخت کی آڑ سے فائرنگ کرنے لگا۔ اس کے ساتھیوں نے بھی فائرنگ کی۔

لیکن دوسری طرف سے خاموشی رہی۔ ثانی وہاں سے بہت پہلے ہی جاچکی تھی۔

سلطانہ نے اس گرجنے والے افسر کے دماغ میں بیٹھ کر معلوم کیا چار گاڑیوں میں چوبیس جوان اور چار افسر آئے تھے۔ جن میں سے دو افسر اور چھ جوان زندہ تھے، باقی فنا ہو گئے تھے۔ ویسے جوانوں کی اچھی خاصی تعداد نفسکاڈپی میں موجود تھی۔ دوسرا افسر برف کی سطح پر رینگتا ہوا اس کے پاس آیا۔ پھر بولا" سر! آپ کو اس وقت تک نہیں پینا چاہیے جب تک وہ دونوں گرفتار نہ ہوجائیں۔"

وہ ایک گھونٹ پی کر بولا" میجر! تم دو کی بات کررہے ہو، یہاں ان کا پورا خاندان ہوتا تب بھی گرفتار ہوجاتا۔ سونیا ہوتی تو وہ بھی بچ کر جانہ پاتی۔ ڈونٹ وری! وہ دونوں بھاگ کر کہیں نہیں جاسکیں گے۔"

" سر! آپ بھول رہے ہیں، ان کے ساتھ ایک خیال خوانی کرنے والا برائن وولف ہے۔ آپ نے گرج گرج کر اپنی آواز سنائی ہے وہ آپ کے دماغ میں آسکتا ہے یا شاید آچکا ہے۔ کیا آپ کو خطرے کا احساس نہیں ہے؟"

" ہاں، مجھے گرجنا نہیں چاہیے تھا۔ مگر اپنے اتنے سارے بندوں کو مرتا دیکھ کر غصہ آگیا تھا۔ ڈونٹ وری۔ میں یوگا کا ماہر ہوں سانس روک سکتا ہوں۔"

" سر ہم سب یوگا کے ماہر ہیں۔ مگر شراب مہارت کو کمزور بنادیتی ہے۔"

" میں نہیں مانتا تم میرے دماغ میں آکر دیکھو میں سانس روک لوں گا۔"

" دیکھئے، آپ بہکی بہکی باتیں کررہے ہیں۔ کیا میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں کہ آپ کے دماغ میں آکر آپ کا امتحان لوں؟"

سلطانہ نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمالیا۔ اس نے سلطانہ کی مرضی کے مطابق میجر کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا" میں تمہارا امتحان لیتا ہوں۔ تمہیں زخمی کرتا ہوں پھر تم سانس روک کر دکھاؤ۔"

میجر نے اپنے بچاؤ کے لئے ایک طرف چھلانگ لگائی۔ اس کے شرابی اعلیٰ افسر کا پہلا فائر خالی گیا۔ دوسرے فائر میں گولی اس کے بازو کی ہڈی توڑتی ہوئی گزر گئی۔ وہ چیخ مار کر گر پڑا۔ سلطانہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی، وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا" سر! یہ آپ نے کیا کیا؟ دشمن میرے دماغ میں پہنچ کر بہت سے راز معلوم کرلے گا آپ مجھے جان سے مار ڈالیں۔ میں خود مرجاؤں گا۔"

وہ چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے ریوالور نکالا۔ وہ خود کو گولی مارنا چاہتا تھا۔ سلطانہ نے اس کا رخ اعلیٰ افسر کی جانب کیا۔ ایک گولی چلی پھر وہ افسر اچھل کر گرا اور آدھا برف میں دھنس کر ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا۔

سلطانہ نے میجر کو ریوالور دور پھینکنے پر مجبور کیا۔ وہ انکار کر رہا تھا۔ اپنی جان دینے پر تلا ہوا تھا۔ مگر دماغ اپنے بس میں نہیں رہا تھا۔ ریوالور پہنچ سے بہت دور چلا گیا تھا۔ اس نے کمر سے لٹکے ہوئے چاقو کو استعمال کرنا چاہا۔ سلطانہ نے اس چاقو کو بھی دور پھینک دیا۔ وہ بڑا ضدی تھا۔ ایک ہاتھ کے سہارے گھسٹ کر اپنے کسی ہتھیار تک جانا چاہتا تھا سلطانہ اسے کسی دوسری طرف پہنچا دیتی تھی۔

پھر وہ بولی" شاباش! تم صحیح معنوں میں محبِ وطن ہو۔ اپنے ملک کا کوئی راز مجھے بتانے سے پہلے مرجانا چاہتے ہو۔ میں

تمہاری دلیری اور حب الوطنی کی داد دیتی ہوں۔ لیکن تھوڑی دیر کے لئے سوچو دوسرے لوگ بھی اپنے اپنے وطن سے محبت کرتے ہیں اور تم لوگ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے شیطان پیدا کرکے دوسرے محبانِ وطن کے دماغوں میں بھیجتے ہو، ان کے ملکوں کے اہم راز معلوم کرتے ہو۔ ان کی کمزوریاں معلوم کرکے ان ملکوں کو بلیک میل کرتے ہو۔ انہیں سیاست کی انگلیوں پر اپنی مرضی کے مطابق نچاتے ہو۔ تمہارے حکام کسی بھی ملک کو غلام بنانے کی شرط پر اس کی مدد کرتے ہیں یا پھر اسے تباہی کے دہانے پر پہنچادیتے ہیں۔"

وہ بازو کی تکلیف سے جھنجلا کر بولا" بکواس مت کرو، تم بھی میرے دماغ میں آکر وہی کررہی ہو، جس کا الزام ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دے رہی ہو۔"

" فرہاد کی فیملی میں جتنے خیال خوانی کرنے والے ہیں انہوں نے آج تک نہ کسی ملک کو غلام بنایا ہے، نہ کہیں اپنی حکومت قائم کی ہے اور نہ ہی کسی امن پسند قوم کو نقصان پہنچایا ہے۔"

اس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے پوچھا" تم کون ہو؟ فرہاد کے بیٹے کو یہاں بچانے کے لئے اس کی ماں رسونتی ہی آسکتی ہے۔ تمہارے پاس کوئی دوسری عورت ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔ کیا تم رسونتی ہو؟"

سلطانہ نے جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے اس کے چور خیالات پڑھ رہی تھی۔ میجر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا" جواب دو، تم میرے اندر موجود ہو میں تمہیں اپنے اہم خیالات پڑھنے نہیں دوں گا۔ میں مرجاؤں گا۔ جواب دو، تم کیا کررہی ہو؟"

اسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ پھر برف پر گھسٹ گھسٹ کر اپنے ہتھیاروں کی طرف جانا چاہتا تھا مگر جاتے جاتے پھر دور ہوجاتا تھا۔ ایسے وقت تلملا کر کہتا تھا۔" دیکھو دیکھو میں دور ہوگیا ہوں۔ تم مجھے ہتھیاروں تک پہنچنے نہیں دے رہی ہو۔ تم موجود ہو، موذی ہو، کمینی ہو۔ ذلیل عورت! میں اپنے اندر کی کوئی بات تجھے نہیں بتاؤں گا۔ چلی جا۔ میرے دماغ سے نکل جا۔"

چھ جوان دوڑتے ہوئے اس کے پاس آئے۔ ایک نے کہا" سر! آپ زخمی ہیں؟" دوسرا فرسٹ ایڈ باکس قریب لاکر کھولنے لگا۔ میجر نے اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا پھر اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکالنے لگا۔ اس نے پوچھا" آپ کیا کررہے ہیں؟"

" مجھے فوراً ریوالور لینے دو۔ میں اس ذلیل کو گولی ماردوں گا۔"

وہ اپنا ریوالور دیتے ہوئے بولا" آپ کس کو گولی مارنا چاہتے ہیں؟"

وہ ریوالور لیتے ہی قہقہہ مارنے لگا۔ کہنے لگا" میں ہر اس شخص کو مار ڈالوں گا، جو بے گناہ علی اور سونیا ثانی کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹھائیں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ فائرنگ شروع کی۔ ایک جوان گرا، دوسرا گرا، باقی بھاگنے لگے۔ وہ اپنے افسر پر جوابی حملہ نہیں کرسکتے تھے، صرف اپنا بچاؤ کرسکتے تھے۔ بچاؤ کرنے کے دوران تیسرا اور چوتھا بھی فائرنگ کی زد میں آکر گر پڑا۔ صرف دو نے بڑی مشکل سے جان بچائی۔

ادھر میجر غصے سے گرج رہا تھا اور کہہ رہا تھا" میں مانتا ہوں، یہ تسلیم کرتا ہوں کہ ٹیلی پیتھی بری بلا ہے۔ اس ہتھیار سے صرف دشمن ہی نہیں، اپنے بھی مرتے ہیں۔ آج میں نے اپنوں کو مار ڈالا۔ ٹیلی پیتھی بری بلا ہے۔ اس کے زیر اثر رہ کر ہم بھی اپنے اہم راز دوسروں کو بتانے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنی کنپٹی پر نال رکھی اور گولی چلادی۔ اپنا غصہ تمام کرلیا۔ اس بار سلطانہ نے اسے نہیں روکا۔ کیونکہ اتنی دیر میں اس نے اس کے اندر سے تمام اہم معلومات نچوڑلی تھیں۔ اہم معلومات یہ تھیں کہ لیبراڈور کے حکام اعتراض کر رہے تھے کہ امریکا کے جنگی جہازوں کو نفسکاڈپی میں نہیں اترنا چاہیے تھا۔ پیرا شوٹ کے ذریعے اپنی فوج کو وہاں نہیں بھیجنا چاہئے تھا۔ فوج کے افسران سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ دو چار گھنٹوں میں واپس چلے جائیں۔

بھلا سُپر طاقتیں درخواست کو کہاں مانتی ہیں۔ وہ صرف وہاں سے بھاگتی ہیں جہاں سے منہ توڑ جواب ملتا ہے۔ لیبراڈور کے حکام نے کیوبا کے حکام سے درخواست کی تھی کہ وہ امریکی فوج کو بھگانے کے لئے ان کی مدد کو آئے۔ کیوبا کے حکام روس کے زیر اثر رہتے ہیں۔ امریکی فوج کے افسران سمجھ گئے تھے کہ واپس نہ گئے تو دوسرے بڑے ملک کی بڑی فوج سے ٹکرانا ہوگا۔ انہوں نے لیبراڈور کے حکام سے چھ گھنٹے کی مہلت مانگی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ چھ گھنٹوں میں علی اور ثانی کو پکڑ کر لیجائیں گے یا یہیں مار ڈالیں گے۔

چار گھنٹے بعد ان کی خوش فہمی ختم ہوگئی۔ ان کے بیشمار جوان اور چھ افسر مارے گئے تھے۔ حیرانی کی بات یہ تھی کہ مرنے والوں نے یا زندہ رہنے والوں نے ابھی تک علی اور ثانی کی صورت نہیں دیکھی تھی۔ جب یہ پتا نہ چلے کہ موت کہاں سے آرہی ہے تو وہ موت مقدر بن جاتی ہے۔ ایسی بلا بن جاتی ہے جس سے بچنے کے لئے جگہ چھوڑ کر جانا پڑتا ہے۔

پانچویں گھنٹے میں سلمان نے سلطانہ کے پاس آکر کہا" مبارک ہو، ہماری فوج واپس آرہی ہے۔"

وہ بولی" میں علی اور ثانی کو تمام حالات بتاچکی ہوں۔ وہ کہتے ہیں یہ فوج واپس جائے گی تو ملک مین کی فوج آئے گی۔ ہماری جدوجہد کی معیاد بڑھتی جائے گی۔"

" وہ درست کہہ رہے ہیں، جس طرح بھی ممکن ہو انہیں وہاں سے فوراً نکالنا چاہئے۔"

"مگر کیسے؟"

"میں سونیا سے بات کرتا ہوں، تم علی اور ثانی سے مشورہ کرو، کوئی بات بن جائے گی۔"

سلمان واسطی سونیا کے پاس آیا۔ اس وقت میں اس سے باتیں کر رہا تھا، سونیا نے کہا "سلمان! میرے دماغ میں برائن وولف موجود ہے۔ میں تم دونوں کو ایک دوسرے کے متعلق تفصیل سے بتا چکی ہوں۔"

بیشک سونیا نے اسے میرے متعلق بہت کچھ بتایا تھا مگر یہ نہیں بتایا تھا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ شاید سلمان واسطی کے بارے میں بہت کچھ مجھے بتانے کے باوجود کچھ چھپایا ہو۔ وہ بہت گہری ہے۔ میں اب بھی دعوے سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ سونیا کے اندر چھپے ہوئے تمام رازوں سے واقف ہوں۔

بہر حال میں نے اور سلمان نے ایک دوسرے کو ہیلو کہا۔ پھر وہ علی اور ثانی کے حالات بتانے لگا۔ سونیا نے تمام حالات سننے کے بعد کہا "وہ دونوں ضدی ہیں یہاں واپس ضرور آئیں گے۔ پھر اس ملک میں سرگرم عمل رہیں گے۔ فی الحال لیبرا ڈور سے نکلنا دشوار ہے۔ وہاں سے نکلنے کے لئے ایک فضائی راستہ محفوظ ہے۔ بحری راستہ خطرناک ہے، سمندر کی سطح پر برف کی میلوں لمبی چوڑی چٹانیں ہوں گی۔ اس موسم میں کوئی بحری جہاز نہیں چلتا۔ زمین پر جو گڑھے اور گہری کھائیاں ہوتی ہیں ان پر برف جمی رہتی ہے۔ انجانے مسافران پر سے گزرتے وقت اندر گہرائیوں میں ڈوب جاتے ہیں اس لئے خشکی کا راستہ بھی خطرناک ہے۔"

وہ ٹہل رہی تھی، بول رہی تھی اور کوئی تدبیر سوچ رہی تھی میں نے کہا "مسٹر سلمان! تم سپر ماسٹر کی حیثیت سے لیبرا ڈور کے کسی حاکم کو مخاطب کرو۔ اس سے کہو تمہاری فوج تو واپس جارہی ہے لیکن انہوں نے علی اور ثانی کے سلسلے میں کیا فیصلہ کیا ہے۔ وہ دونوں غیر قانونی طور پر ان کے علاقے میں آئے ہیں۔"

سونیا نے تائید کی "ہاں ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ علی اور ثانی کے لئے وہاں کے حکام کا ردِ عمل کیا ہوگا۔"

میں نے کہا "مسٹر سلمان! میں کچھ دیر تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ وہاں کے حکام کی آوازیں سنتے ہی تمہارے اندر سے نکل جاؤں گا۔"

اس نے کہا "مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

میں اس کے پاس آیا۔ وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا تھا۔ ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر نائب سپر ماسٹر سے کہہ رہا تھا "ہاٹ لائن پر لیبرا ڈور کے حکام سے بات کراؤ۔"

اس نے ریسیور رکھ کر کہا "مسٹر وولف آج آپ سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔ سونیا آپ پر اندھا اعتماد کرتی ہے۔"

میں نے کہا "سونیا تم سے عمر میں بڑی ہے۔ تم اسے مادام یا

سسٹر کیوں نہیں کہتے؟"

وہ ذرا ہچکچایا، پھر بولا "ایک رشتہ ایسا ہوتا ہے جس میں عمر کا حساب نہیں کیا جاتا۔ صرف اس رشتے سے تعلق رکھنے والے جذبات کو سمجھا جاتا ہے۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ وہ رشتہ کون سا ہے؟"

"مسٹر وولف ہم سب کی زبانیں صرف اتنا ہی بولتی ہیں، جتنا سونیا چاہتی ہے۔ اگر اس نے تمہیں نہیں بتایا ہے تو میں بھی بتانے کی جرات نہیں کروں گا۔"

میرے اندر سنسنی سی پھیل گئی۔ تجسس کی تیز آندھی چلنے لگی۔ میرے دل میں آیا، ابھی سونیا کے پاس جا کر کھری کھری سناؤں کہ اب اس کا کوئی راز، راز نہیں رہا۔ اس کا تمام کیا دھرا میرے سامنے آگیا ہے۔

لیکن میں سلمان کے دماغ سے نہ جا سکا۔ ہاٹ لائن پر گفتگو شروع ہو گئی تھی۔ وہ ریسیور کو کان سے لگا کر کہہ رہا تھا "میں سپر ماسٹر بول رہا ہوں۔ ہماری فوج وعدے کے مطابق واپس آرہی ہے۔ مگر علی اور سونیا ثانی نے غیر قانونی طور پر نسکاؤپی ایئرپورٹ پر طیارہ اتارا ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہئے آپ ان کے خلاف کیا اقدامات کر رہے ہیں؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "سپر ماسٹر! آپ سے گفتگو کر کے خوشی ہو رہی ہے کوئی دوسرا سوال کرتا تو ہم جواب دیتے۔ یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔ مگر آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ علی اور سونیا ثانی کے ساتھ مجرموں جیسا برتاؤ ہوگا۔ ہماری فوج اور جاسوس ان دونوں کو تلاش کر رہے ہیں۔ سنا ہے ان کے ساتھ ایک پائلٹ بھی ہے۔ تینوں کو جلد ہی گرفتار کر لیا جائے گا۔"

سلطانہ نے کہا "تعجب ہے، وہ صرف تین ہیں۔ وہاں تمام راستے برف سے ڈھکے ہوئے ہیں لہٰذا وہاں سے کسی مجرم کا فرار ہونا ممکن نہیں ہے اور آپ کی فوج نے ابھی تک ان تینوں کو گرفتار نہیں کیا ہے؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "تعجب تو آپ کی فوج پر ہے۔ ایک اندازے کے مطابق آپ کے پچاس جوان اور افسر مارے گئے ہیں... جو زندہ رہ گئے، وہ ہمارے حکم کے مطابق واپس نہ جاتے تو ان کی بھی لاشیں ہی پائی جاتیں۔ ہمارے آدمی محتاط ہیں، انہیں تلاش کرنے کے دوران میگا فون کے ذریعے اعلان کرتے جارہے ہیں کہ وہ تینوں نسکاؤپی ایئرپورٹ پہنچ جائیں انہیں گرفتار نہیں کیا جائے گا۔ وہ فرانس کے طیارے میں واپس جاسکتے ہیں۔"

"کیا آپ واقعی انہیں گرفتار نہیں کریں گے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں کہہ چکا ہوں، ان کے ساتھ مجرموں جیسا برتاؤ کیا جائے گا۔ پہلے وہ نظر تو آئیں۔ کمبخت انسان کی نہیں جنات کی اولاد ہیں۔ ابھی تک کسی نے ان کی ایک جھلک نہیں دیکھی ہے۔ اچھا اب میں رابطہ ختم کرتا ہوں، آپ کچھ خیال نہ کریں۔ آپ سے مزید گفتگو کر کے خوشی ہوتی لیکن یہاں ان کے متعلق کوئی اہم رپورٹ آئی ہے۔"

ہاٹ لائن پر رابطہ ختم ہو گیا۔ میں اور سلمان ایک ساتھ اس حاکم کے دماغ میں پہنچ گئے۔ اس کے سامنے ایک بڑی میز کے اطراف چھ ذمے دار اور اہم افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص اندر آکر ادب سے کھڑا ہو گیا تھا۔ جب اس حاکم نے ریسیور رکھا تو آنے والے شخص نے کہا "جناب عالی! آپ نے یہ نہیں بتایا تھا کہ علی اور اس لڑکی کے ساتھ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہے۔"

حاکم نے کہا "تمہیں بتانا ضروری نہیں تھا۔"

"جسے آپ ضروری نہیں سمجھتے وہی بات ہمیں نقصان پہنچا رہی ہے۔ ہمارا ایک افسر میگا فون کے ذریعے علی اور اس لڑکی کو مخاطب کر رہا تھا۔ انہیں یقین دلا رہا تھا کہ انہیں فرانس کے طیارے میں یہاں سے جانے کی اجازت ہے لیکن اس کے دماغ میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا، وہ اس کے چور خیالات پڑھ چکا ہے اور یہاں کے حکام کے فراڈ کو سمجھ گیا ہے۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہمارے افسر کو جھوٹ بولنے کی سزا دی ہے۔ افسر نے کبھی ہنستے ہوئے اور کبھی روتے ہوئے خود کو گولی مار لی۔"

یہ رپورٹ سن کے سب پر سکتہ طاری ہو گیا۔ وہاں بیٹھے ہوئے فوج کے کمانڈر نے کہا "ہم نے ٹیلی پیتھی کا ذکر سنا تھا۔ آج تک یہ بلا ہمارے ملک میں نہیں آئی تھی۔ کسی وقت بھی ہم اعلیٰ عہدیداروں کو خطرہ پیش آسکتا ہے۔"

اسلحہ خانے کے ایک فوجی افسر نے کہا "ہم اس ہال سے باہر جانے کے بعد گونگے بن جائیں گے۔ کسی کو اپنی آواز نہیں سنائیں گے۔"

رپورٹ پیش کرنے والے شخص نے کہا "حضرات! آپ لوگوں نے یہ سوچنے میں دیر کی ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں ہے، آپ لوگوں کی آواز سن چکا ہے۔"

یہ سنتے ہی کمانڈر نے ریوالور نکالتے ہوئے کہا "گدھے کے بچے! تو نے یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی؟"

سلطانہ نے اس کی زبان سے کہا "یہ گدھے کا بچہ میری مرضی کے مطابق بول رہا تھا۔ یہ جو تم نے ریوالور نکالا ہے اسے فوراً واپس نہ رکھا تو تمہارے میگا فون والے کی طرح تم بھی اپنے ہی ریوالور سے خودکشی کرو گے۔"

اس نے گھبرا کر جلدی سے ریوالور کو جیب میں رکھ لیا۔ میز پر رکھے ہوئے انٹر کام سے اشارہ موصول ہوا۔ حاکم نے ناگواری سے بٹن دبا کر کہا "ابھی کوئی ڈسٹرب نہ کرے میں کسی سے بات نہیں کروں گا۔"

ان پر ٹیلی پیتھی کی مصیبت نازل ہو گئی تھی۔ وہ ایسے چپ ہو گئے تھے جیسے اب بھی خیال خوانی کرنے والے سے محفوظ رہنے کی توقع ہو۔ وہ فون پر بھی کسی سے بولنا نہیں چاہتے تھے۔ لیکن انٹر کام سے سیکریٹری کی آواز آئی "جناب عالی! کیوبا کے مسٹر سلاسی ہاٹ لائن پر موجود ہیں۔"

حاکم نے مجبور ہو کر انٹر کام کو آف کیا پھر ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو مسٹر سلاسی! آپ نے رابطہ قائم کرنے میں بڑی دیر کی ہے۔"

سلاسی کی آواز آئی "مجھے افسوس ہے، میں ماسک مین سے مشورہ کئے بغیر آپ کو فوجی امداد نہیں بھیج سکتا تھا۔ میں پھر ایک بار افسوس کے ساتھ کہتا ہوں، ماسک مین فرہاد کے بیٹے سے چھیڑ چھاڑ کرنا نہیں چاہتا۔ کچھ عرصے پہلے سونیا نے اس کے ملک کو زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ ماسک مین، سونیا اور رسونتی کو شکایت کا موقع نہیں دے گا۔ اس لئے امریکی فوج کو دھمکی دو کہ ماسک مین کی فوج آرہی ہے۔ وہ ضرور تمہارے علاقے سے چلے جائیں گے۔"

"وہ فوجی جا چکے ہیں لیکن نئی مصیبت آگئی ہے۔ ہم نے علی اور سونیا ثانی کو دھوکے سے گرفتار کرنا چاہا تھا۔ ہمارا جھوٹ اور فریب اُن پر کھل گیا ہے۔"

"کیا آپ نے دھوکا دینے سے پہلے یہ نہیں سوچا کہ ان کے ساتھ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ضرور ہوگا۔ دیکھو اس سے پہلے کہ ان کا وہ خیال خوانی کرنے والا آپ کے ہمارے دماغوں میں جگہ بنائے ان دونوں کو عزت اور احترام کے ساتھ رخصت کردیں۔"

"مسٹر سلاسی! وہ پہلے ہی میرے دماغ میں جگہ بنا چکا ہے اور تمہاری آواز سن رہا ہے۔"

میں پہلے ہی سلاسی کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ لیبرا ڈور کے حاکم کی بات سن کر اس کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا تھا۔ وہ خوفزدہ ہو کر سوچ رہا تھا "کیا ٹیلی پیتھی جاننے والے نے میری آواز سنی ہے۔ کیا وہ میرے دماغ میں بھی آ [illegible]

"آچکا ہے" میں نے کہا "میں تمہارے [illegible] رہا ہوں۔" وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر یقین کرنا چاہتا [illegible] وہ واقعی کسی کا معمول بن گیا ہے؟ میں نے کہا "تمہیں یقین آجائے گا۔ ابھی میں وارننگ دے کر جارہا ہوں۔ یہ بات اپنے سائے کو بھی نہ بتانا کہ میں تمہارے دماغ میں آچکا ہوں۔ میری بات نہ ماننے والا اپنے پورے خاندان کے ساتھ تباہ ہو جاتا ہے۔ اب تم لیبرا ڈور کے حاکم سے کہو کہ تم پندرہ منٹ بعد اس سے گفتگو کرو گے۔"

اس نے فوراً ہی ریسیور اٹھا کر کہا "سوری میں ذرا غیر حاضر ہو گیا تھا۔ ایک ضروری کام آن پڑا ہے۔ میں پندرہ منٹ بعد آپ سے رابطہ کروں گا۔ اپنی بہتری عزیز ہو تو علی اور سونیا ثانی کا اعتماد حاصل کریں۔"

میں واپس حاکم کے پاس آیا۔ وہاں سلمان اور سلطانہ ان

تمام ذمے دار عہدیداروں کو دھمکیاں دے رہے تھے کہ علی اور ثانی کو کسی نے ہاتھ بھی لگایا تو پورا لیبراڈور کھنڈر بن جائے گا۔ وہاں کے حکام اور افسران میں سے کوئی زندہ نہیں بچے گا۔

وہ اپنے کان پکڑ رہے تھے۔ یقین دلا رہے تھے کہ دونوں کو پائلٹ کے ساتھ عزت سے رخصت کیا جائے گا۔ سلطانہ نے انہیں بتایا کہ فرانس کے طیارے میں کس طرح بم چھپا کر رکھا گیا ہے۔ وہاں سے بم ہٹایا جائے اور طیارے کو اچھی طرح چیک کیا جائے۔

میں نے حاکم کی زبان سے کہا "میں ٹیلی پیتھی جاننے والا برائن وولف بول رہا ہوں۔ پندرہ منٹ بعد مسٹر سلاسی فون پر گفتگو کریں گے اس کے بعد علی اور ثانی کی یہاں سے روانگی کا فیصلہ کیا جائے گا۔ مسٹر سلمان اور سلطانہ فوراً سونیا کے پاس آجائیں۔"

ہم تینوں ایک ساتھ سونیا کے پاس پہنچے۔ میں نے سلاسی سے ہونے والی گفتگو کا خلاصہ بیان کرنے کے بعد کہا "حالات ہمارے قابو میں ہیں' ہمارے بچے پھر امریکا واپس آنا چاہتے ہیں' یہ بہترین موقع ہے۔ ہم سلاسی کے ذریعے وہاں کے اور دو چار اہم افراد کے دماغوں میں پہنچیں گے انہیں مجبور کریں گے کہ وہ علی اور ثانی کو اپنے ہاں مہمان کے طور پر بلائیں' وہاں سے انہیں یونائیٹڈ اسٹیٹس کی سرحد پار کرادیں۔"

سب نے میرے مشورے کی تائید کی۔ سلمان نے کہا۔ "سلطانہ! تم علی اور ثانی کے پاس جاؤ۔ انہیں سمجھاؤ کہ وہاں کے حاکم پر بھروسا کریں' انہیں پوری حفاظت کے ساتھ وہاں سے رخصت کیا جائے گا۔"

ہم ان دونوں کی حفاظت کے لئے مکمل انتظامات میں لگ کر یہ بھول گئے تھے کہ وہ اس حد تک اپنے باپ کی بھی مدد قبول نہیں کرتے۔ جو کرنا ہوتا ہے' وہ ہماری سوچ سے پہلے کر گزرتے ہیں۔ سلمان کی بات ختم ہوتے ہی لیلیٰ پہنچ گئی۔ اس نے سونیا سے کہا "میں سلطانہ کی جگہ علی اور ثانی کی نگرانی کررہی تھی۔ پائلٹ کے دماغ میں تھی۔ افسوس پائلٹ کو گولی لگ گئی۔ بے چارہ اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ وہ بڑی خطرناک سچویشن تھی۔ علی اور ثانی فائرنگ کرتے ہوئے لیبراڈور کے ایک طیارے کی طرف جارہے تھے۔ میں نے پائلٹ کی موت کے بعد علی کے پاس رہنا چاہا' وہ بولا "آنٹی! ایسی سچویشن میں آپ رہیں گی تو کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے کو میرے اندر آنے کا موقع مل جائے گا۔ آپ خیال نہ کریں' اب کوئی بھی آئے گا تو میں سانس روک لیا کروں گا۔

"میں سونیا ثانی کے پاس گئی۔ ایسا لگتا ہے دونوں ایک ہی طرح سوچتے اور عمل کرتے ہیں۔ اس نے بھی یہی التجا کی۔ اس دوران میگافون سے اعلان ہورہا تھا کہ علی اور ثانی کے ساتھ اب دھوکا نہیں کیا جائے گا۔ فرانس کے طیارے کو چیک کیا جارہا ہے۔ وہ دونوں جب چاہیں جاسکتے ہیں لیکن پہلے وہ حاضر ہوجائیں کیونکہ ان کے بزرگوں سے مذاکرات جاری ہیں۔

"میں اس اعلان کرنے والے کے دماغ میں گئی۔ پھر اسے ادھر ادھر دوڑایا' جدھر دونوں کو چھوڑ آئی تھی لیکن وہ کہیں غائب ہوگئے تھے اتنے نادان نہیں تھے کہ وہاں کے حاکم پر بھروسا کرکے بلاسٹ ہونے والے طیارے میں سوار ہوجاتے تھوڑی دیر بعد پتا چلا کہ ایک مقامی طیارہ رن وے پر دوڑتا جارہا ہے۔ پھر پتا چلا کہ وہ دونوں لیبراڈور کے ایک طیارے کو لے جارہے ہیں۔"

سونیا نے پریشان ہوکر پوچھا "وہ کہاں جارہے ہیں؟"

لیلیٰ نے جواب دیا "میں باری باری دونوں کے پاس گئی دونوں نے سانس روک لی۔ انہوں نے مجھے کوڈ ورڈز ادا کرنے کا بھی موقع نہیں دیا۔"

یہ سنتے ہی میں نے ان کے دماغ پر دستک دی۔ انہوں نے کوڈ ورڈز بیان کرنے کا موقع نہیں دیا۔ یہ نہیں جانتے تھے کہ میں ہوں۔ سچویشن ایسی تھی کہ وہ ہر آنے والے کو اس وقت دشمن سمجھنے پر مجبور تھے۔

سلمان واسطی نے پریشان ہوکر کہا "ایک طرف قطب شمالی ہے۔ برف کا طوفان ہے۔ وہ طیارہ اُدھر لے جا نہیں سکتے۔ طوفان سے گزریں گے تو روس پہنچیں گے' طوفان سے بچنا چاہیں گے تو جنوب کی طرف پرواز کریں گے یعنی کینیڈا اور یونائیٹڈ اسٹیٹس میں آنا ہوگا۔ یہاں آنے کا مطلب ہے کہ خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرنا۔"

لیلیٰ نے کہا "انہوں نے اپنے دماغوں میں آنے نہیں دیا جبکہ کوڈ ورڈز کے ذریعے دوست اور دشمن کا پتا چل جاتا ہے انہوں نے جان بوجھ کر مجھے نظرانداز کیا ہے' مجھے اپنی توہین کا احساس ہورہا ہے۔"

سونیا نے کہا "نہیں لیلیٰ! ابھی برائن وولف بھی گیا تھا اسے بھی دماغ میں جگہ نہیں ملی۔ اسے بھی توہین کا احساس ہونا چاہئے؟ میں کہتی ہوں' نہیں ہونا چاہئے۔ تم انہیں رفتہ رفتہ سمجھو گی۔ میں تمہیں سمجھاتی ہوں۔ ہم سب پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں۔ اگر ان کے دماغوں میں جگہ ملے گی تو پتا نہیں سارا دن اور اگلی ساری رات بھی سونا نصیب ہوگا یا نہیں اگر وہ ہمیں کہتے کہ نیند پوری کرلیں تو ہم انہیں مصیبت میں چھوڑ کر کبھی نہ سوتے۔ مگر اب سوئیں گے۔ ان کے رویئے نے یقین دلایا ہے کہ اگلے کئی گھنٹوں تک وہ کسی کو دماغ میں نہیں آنے دیں گے۔ کسی کو اپنے حالات نہیں بتائیں گے۔ ایسے میں صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ جب صبر آجائے تو نیند آجاتی ہے۔"

سونیا نے جمائی لیتے ہوئے کہا "ماں کبھی مطمئن نہیں ہوتی مگر میں اس اعتماد کے ساتھ سو رہی ہوں کہ وہ شاہین کے بچے ہیں۔ فطرت انہیں اُڑنے پر مجبور کرتی ہے۔ لہٰذا وہ اُڑ چکے ہیں۔"

اس نے بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کرلیں' ہم چاروں خیال خوانی کرنے والے اس کے دماغ سے چلے گئے۔

== ☆☆☆ ==

جس طرح چھوٹے ممالک مسائل میں الجھے رہتے ہیں' انہیں سلجھانے کے لئے امریکا کے سامنے جھکے رہتے ہیں۔ اسی طرح امریکا یہودیوں کی سیاست میں الجھا رہتا ہے۔ وہاں کے حکام اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے یہودیوں کے سامنے گھٹنے ٹیکتے رہتے ہیں۔ ان کی اکثر ناجائز باتوں کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔

ابتدا میں جب ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے چند محبانِ وطن کو ٹیلی پیتھی سکھانے کا فیصلہ کیا گیا تو حکومت اور فوج کے اعلیٰ عہدیدار یہ علم سیکھنے کے لئے اپنا اپنا نام پیش کرنے لگے۔ امریکا کی تمام ریاستوں کے سربراہوں نے بھی یہی خواہش ظاہر کی ان میں نیویارک کے دو یہودی بھی تھے۔ ٹیلی پیتھی سیکھنے والوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔ جبکہ یہ فیصلہ راز میں رکھا گیا تھا۔ اس ملک کے چند بڑے نہایت رازداری سے ٹرانسفارمر مشین کو استعمال کرنا چاہتے تھے۔

بہرحال اس سلسلے میں دو اہم فیصلے ہوئے ایک تو یہ کہ حکومت اور فوج میں عمر رسیدہ لوگ ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی تھوڑی رہ جاتی ہے ٹیلی پیتھی کا علم نوجوانوں کو سکھایا جائے تاکہ وہ جوانی سے بڑھاپے کی آخری سانس تک ملک اور قوم کی خدمت کرتے رہیں۔ ان نوجوانوں کو زبردست ٹریننگ دی جائے۔ انہیں ٹریننگ کے ذریعے بہترین فوجی فائٹر اور نہایت چالباز سیاست دان بنایا جائے۔

دوسرا اہم فیصلہ یہ تھا کہ جو نوجوان مشکل ترین امتحانات پاس کریں گے اور ہر طرح سے خود کو اہل ثابت کریں گے انہیں یہ علم سکھایا جائے گا۔ ان فیصلوں پر عمل کیا گیا۔ چند جوانوں نے خود کو ذہین اور حاضر دماغ ثابت کیا۔ لیکن فوج کے جنرل' کرنل اور مختلف ریاستوں کے حکام نے اندر ہی اندر دھاندلی کی اور اپنے جوان بچوں کو امتحانات میں پاس کراکے ٹرانسفارمر مشین تک پہنچا دیا۔ چور دروازے سے اس مشین تک پہنچنے والوں میں ایک یہودی لڑکی بھی تھی جس کا نام الپا ہنکر تھا۔

فیصلہ کیا گیا تھا کہ کسی یہودی کو ٹیلی پیتھی نہیں سکھائی جائے گی۔ لیکن الپا کا باپ شمالی امریکا میں کنگ میکر کہلاتا تھا۔ وہاں کے دس لاکھ یہودی الیکشن میں اس کو ووٹ دیتے تھے جس کی طرف الپا کا باپ انگلی اٹھاتا تھا اسی لئے وہ کنگ میکر یا بادشاہ ساز کہلاتا تھا۔ امریکی حکام اسے ناراض نہیں کرسکتے تھے۔ اس کا جو مطالبہ قانونی طور پر پورا نہیں کرسکتے تھے اسے چور دروازے سے پورا کرویتے تھے۔

الپا بیس برس کی ایک نہایت ذہین لڑکی تھی۔ وہ جغرافیہ' تاریخ' سیاست اور علمِ ریاضی کے امتحانات میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کرچکی تھی۔ ہزاروں امیدواروں میں اس کا نام سرِفہرست تھا۔ انسانی نفسیات کو سمجھ کر کسی کو بھی الّو بنانے کے ہتھکنڈے اسے خوب آتے تھے۔

اس نے ٹریننگ کے دوران ہی ایک ٹیلی پیتھی سیکھنے والے امریکی جوان کو تاڑ لیا تھا اور اسے اچھی طرح الّو بناتی آرہی تھی۔ جوان کا نام جے مورگن تھا۔ وہ اتنا ذہین تھا کہ ہر امتحان میں الپا کے بعد دوسرے نمبر پر آتا تھا۔ ہمیشہ فرسٹ اور سیکنڈ آنے کے باعث وہ دوست بن گئے تھے۔ مورگن کا خیال تھا کہ دوستی اور محبّت آپ ہی آپ ہورہی ہے۔ جبکہ الپا اپنی معصوم اداؤں سے دیوانہ بنا رہی تھی۔

وہ معصوم نہیں تھی لیکن چہرے پر اور آنکھوں میں ایسی معصومیت اور بھول پن پیدا کرلیتی تھی کہ دیکھنے والوں کے دل کھنچے جاتے تھے۔ وہ ایسا صرف مورگن کے سامنے کرتی تھی اور کہتی تھی "پتا نہیں تمہارے سامنے مجھے کیا ہوجاتا ہے۔"

"کیا ہوجاتا ہے؟"

"مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں پہاڑ کے سامنے آگئی ہوں۔"

عورت کی زبان سے ایسی باتیں سن کر مرد بہت خوش ہوتے ہیں۔ مورگن بھی خوش ہوتا رہا اور اسے خوابوں اور خیالوں میں آباد کرتا رہا۔ الپا سست اثر زہر کی طرح اس کی رگ رگ میں پھیلتی رہی۔ دور ہی دور سے اس کے دل اور دماغ پر حکومت کرتی رہی۔ وہ قریب آنا چاہتا تھا لیکن ٹریننگ سینٹر میں اس کی اجازت نہیں تھی اور نہ ہی موقع ملتا تھا۔

ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے انہیں ٹیلی پیتھی کا علم سکھانے کے بعد ان نوجوانوں کو ایک دوسرے سے الگ رکھا گیا تھا۔ وہ تعداد میں سولہ تھے۔ اور سولہ مختلف ٹریننگ سینٹر میں تربیت حاصل کرتے رہتے تھے۔ انہیں ایک دوسرے سے دور رکھنے کا مقصد یہ تھا کہ دشمن کبھی کسی خیال خوانی کرنے والے تک پہنچیں تو اس کے ذریعے دوسرے خیال خوانی کرنے والے جوان کا پتا ٹھکانا نہ ملے۔ لیکن اس احتیاطی تدبیر کے باوجود الپا نے بہت پہلے ہی مورگن کو پھانس لیا تھا۔

اب دیوانے کو اپنی محبوبہ تک پہنچنے کے لئے ٹیلی پیتھی کا سہارا مل گیا تھا وہ دونوں ایک دوسرے کے دماغ پر پہنچ کر محبت بھری باتیں کرتے تھے۔ الپا سمجھتی تھی کہ جب ہانڈی چولھے پر چڑھی ہو تو کس وقت اس کی آنچ کو تیز کرنا چاہئے۔ وہ رات کو سوتے وقت اس کے دماغ میں آتی تھی۔ سرد آہیں بھرتی تھی' سوچ کی سرگوشی میں کہتی تھی "میں کروٹ بدل رہی ہوں' تم کیا کررہے ہو؟"

وہ بے چین ہوکر کہتا تھا "میں نے تکیے کو سینے سے لگا

رکھا ہے۔"

"یہ دوری کب تک رہے گی؟"

"اور ایک برس کی بات ہے۔ ٹریننگ مکمل ہوتے ہی میں تم سے شادی کرلوں گا۔"

"آہ مورگن! یہ اتنا آسان نہیں ہے۔"

"آسان کیوں نہیں ہے؟"

"میں یہودی ہوں، تم عیسائی ہو۔"

"تو کیا ہوا؟ ہم مذہب کی دیوار گرا دیں گے۔"

"میں نہیں گرا سکتی۔ میں کٹر یہودی ہوں۔ میرے دادا مذہبی پیشوا ہیں، میں کسی عیسائی سے شادی کروں گی تو مذہب کی پیشوائی کرنے والا ہمارا خاندان پوری یہودی قوم کی نظروں سے گر جائے گا۔ میرے بزرگ صدمے سے مرجائیں گے۔"

"الپا! ایسی باتیں نہ کرو۔ میں خود کو تمہارے بغیر خالی خالی محسوس کرتا ہوں۔ میں جب بھی مستقبل کا کوئی خواب دیکھتا ہوں تو میرے مستقبل میں دور تک تم ہی تم نظر آتی ہو۔"

"یہ تو طے ہے کہ تم میرے بغیر نہیں رہ سکتے۔ میں تمہارے بغیر نہیں جی سکتی۔"

"پھر بات کیسے بنے گی الپا؟"

"بات نہیں بنے گی تو میں محبت میں قربانی دوں گی۔"

"کیسی قربانی؟"

"میں زندگی بھر شادی نہیں کروں گی۔ کسی مرد کو اپنی تنہائی میں نہیں آنے دوں گی۔"

"اگر تم میری زندگی میں نہ آئیں تو پھر کوئی لڑکی میرے قریب نہیں آئے گی، میں ہر آنے والی کو ٹھکرا دوں گا۔"

کہنا آسان تھا عمل کرنا مشکل تھا۔ جب راتوں کو اپنے دماغ میں الپا کی گرم گرم آہیں سنائی دیتی تھیں تو دل دھڑک دھڑک کر اور دماغ چیخ چیخ کر کہتا تھا ضرورت ہے، ایک حسینہ کی ضرورت ہے اور وہ حسینہ الپا ہے۔ میں اس کے لئے دین اور دنیا سب کچھ چھوڑ سکتا ہوں۔

ایک دو راتوں کی بات ہوتی تو وہ مستقل مزاجی اور یوگا کی مشقوں کے ذریعے نفس پر قابو پالیتا لیکن وہ ٹائم ٹیبل کے مطابق ایک بار صبح اور ایک بار شام یوگا کی مشقیں کرتا تھا۔ سانس روکنے کا عمل بھی جاری رہتا تھا۔ اس طرح قوتِ ارادی میں استحکام پیدا ہوتا ہے اور نفس پوری طرح قابو میں رہتا ہے۔

"الپا! میں صاف صاف کہہ رہا ہوں، میرے اندر بغاوت پیدا ہو رہی ہے۔ اس ٹریننگ سینٹر کے خلاف نفرت ہو رہی ہے۔ یہاں میری صلاحیتوں کو چمکانے کے لئے مجھے قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔"

"مورگن! ایسی باتیں نہ کرو۔ وہاں تمہاری بھلائی کے لئے قید کیا گیا ہے۔"

"مجھے ایسی بھلائی نہیں چاہئے۔ مجھ میں اب کسی بات کی کمی نہیں ہے۔ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں، حاضر دماغی میں تم اوّل رہی ہو تو میں دوم رہا ہوں۔ میں چھ منٹ تک سانس روک لیتا ہوں۔ تنہا دو چار فائٹرز کو مار گراتا ہوں۔"

"میں مانتی ہوں۔ تم میں کوئی کمی نہیں ہے۔ تم میرے مطلوبہ آئیڈیل ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولا "پھر ایک بار کہو۔"

"تم میرے مطلوبہ آئیڈیل ہو۔ مگر ٹریننگ مکمل کرنے کے لئے تمہیں وہاں ایک برس تک رہنا پڑے گا۔"

"یہی تو مصیبت ہے۔ ایک برس میں پاگل ہو جاؤں گا۔ میں یہاں سے بھاگ جاؤں گا۔ یہ لاوا میرے اندر پک رہا ہے مجھے یہاں سے بھاگ جانا چاہئے۔"

"ہائے مورگن! میرے دل میں بھی ایسے خیالات آتے رہتے ہیں۔ اوہ! ہم ایک ہی وقت میں ایک ہی جیسی باتیں سوچتے ہیں۔"

"قدرت نے ہمیں ایک طرح سوچنے اور ایک ساتھ زندگی گزارنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ ہم یہاں سے دور، بہت دور جاکر ایک ساتھ زندگی گزاریں گے۔"

وہ دل ہی دل میں خوش ہوئی۔ بظاہر حیران ہو کر بولی "تم یہاں سے دور جاؤ گے؟ مگر کہاں جاؤ گے؟ جہاں جاؤ گے یہاں کی ملٹری انٹیلیجنس والے تمہیں پکڑ کر لے جائیں گے۔"

"الپا! ہم یہ ملک چھوڑ دیں گے۔"

"کیا میرے لئے اپنے ملک سے غداری کرو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ ہم کسی دوسرے ملک میں رہ کر اپنے ملک کے کام آتے رہیں گے۔"

"اوہ تم کتنے اچھے ہو۔ ملک کے بھی کام آؤ گے اور مجھ سے محبت بھی کرتے رہو گے لیکن تم ٹریننگ سینٹر سے کیسے نکلو گے؟"

"مجھے اپنی نہیں تمہاری فکر ہے۔ تم اپنے سینٹر سے کیسے نکلو گی؟"

"ہم منصوبہ بنائیں گے۔ میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے۔" اس نے تدبیر بتائی کہ وہ ریڈیو سنیں گے اور ٹی وی پروگرام دیکھیں گے پھر ٹی وی کے کسی فنکار کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنا آلۂ کار بنائیں گے۔ اس نے مورگن کو مشورہ دیا کہ وہ مشہور ٹی وی فنکار جیکی گرانٹ کے دماغ پر قبضہ جمائے اور اسے اپنا معمول بنا کر اس کے ذریعے اپنا ایک پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار کرائے۔

مورگن نے اس کا مشورہ مان کر جیکی گرانٹ کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ دراصل جیکی گرانٹ یہودی تھا۔ ہپناٹزم کے ذریعے جیکی کے دماغ کے اس حصے کو لاک کر دیا گیا تھا جہاں پہنچ کر مورگن اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ الپا کی چالبازیوں کو سمجھ نہیں سکتا تھا۔

دوسری طرف ایک یہودی ٹی وی فنکارہ جون مسٹی، الپا کی معمولہ بن گئی تھی۔ بعد میں طے پایا کہ وہ دونوں جون مسٹی اور جیکی گرانٹ کا میک اپ کر کے ان کے پاسپورٹ اور دیگر کاغذات پر یہاں سے روانہ ہوں گے۔ تمام انتظامات مکمل ہونے کے بعد ایک رات گیارہ بجے کی فلائٹ میں سیٹیں ریزرو ہوگئیں۔

کبھی کبھی مورگن کو آؤٹ ڈور تفریح کے لئے سینٹر سے باہر لیجایا جاتا تھا۔ اس روز بھی وہ چار مسلح فوجیوں کی نگرانی میں بوٹنگ کے لئے نکلا۔ شام کو واپس آنا تھا لیکن اس نے کسی بڑے ہوٹل میں ڈنر کی فرمائش کی۔ افسر نے کہا "ٹھیک ہے، ہم ڈنر کھائیں گے پھر رات دس بجے تک سینٹر میں پہنچ جائیں گے۔"

مورگن نے ڈائننگ ہال میں کھانے کے دوران افسر سے پوچھا "سر! آپ کتنی دیر تک سانس روک لیتے ہیں؟"

"تین منٹ تک۔ تمہاری نگرانی کرنے والے فوجی جوان بھی یوگا کے ماہر ہیں۔ تم فکر نہ کرو، اوّل تو کوئی یہ جانتا نہیں ہے کہ تمہاری اہمیت کیا ہے۔ اگر جان بھی لیں تو ہم سے ٹکرا کر اپنی موت کو دعوت دے گا۔"

اس کا دعویٰ غلط ثابت ہوا۔ وہ پونے دس بجے اپنے فوجی گارڈ کے پاس آیا تو اس گاڑی پر چند یہودیوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ چاروں فوجی جوانوں کو بڑی مکاری اور خاموشی سے قتل کر کے سمندر میں پھینک دیا گیا تھا۔ افسر کے سر پر بھی پیچھے سے ضرب لگائی گئی، وہ گاڑی کے پاس ریت پر اوندھے منہ گر پڑا۔ مورگن نے پریشان ہو کر کہا "دیکھو جان سے نہ مارنا۔ یہ فوجی ہمارے ملک کے محافظ ہیں، انہیں صرف بیہوش رہنے دو۔ باقی فوجی جوان کہاں ہیں؟"

ایک نے جواب دیا "ان چاروں کو بھی بیہوش کر کے اس چٹان کے پیچھے لٹا دیا گیا ہے۔ ساتھیو! اس افسر کو بھی جوانوں کے پاس پہنچا دو۔"

ساتھیوں نے افسر کو اٹھایا پھر چٹان کے پیچھے لے جاکر اس کے سینے میں چاقو اتار دیا۔ انہیں اندیشہ تھا کہ ان میں سے کوئی مورگن کی روانگی سے پہلے ہوش میں آئے گا تو چند منٹ کے اندر امریکا کے تمام ایئرپورٹ اور بندرگاہوں کی ناکا بندی کرا دے گا۔ وہ کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتے تھے اس لئے سبھی کو ہلاک کر دیا تھا۔

انہوں نے مورگن کو دوسری گاڑی کے پچھلے حصے میں بٹھایا۔ وہاں ایک ماہر میک اپ مین تمام سامان کے ساتھ منتظر تھا۔ وہ گاڑی آگے بڑھی تو اس نے مورگن کا میک اپ شروع کر دیا، وہ میک اپ کے دوران الپا سے رابطہ قائم کر کے بولا۔ "میری جان! تم خیریت سے ہو؟"

وہ بولی "بالکل خیریت سے ہوں۔ تم میرے ذریعے دیکھ رہے ہو کہ میں ایئرپورٹ پہنچ گئی ہوں۔"

"میں بھی پہنچنے والا ہوں۔ زندگی میں پہلی بار ڈرامائی انداز میں اپنے ملک سے باہر جا رہا ہوں۔ میرے اندر عجیب بے چینی سی ہے۔"

"بے چینی گھبراہٹ پیدا کرے گی۔ کیا تم خوفزدہ ہو؟"

"ہرگز نہیں۔ مجھے تو تم سے ملنے کی بے چینی ہے۔ تمہیں حاصل کرنے کے لئے خوف کیا چیز ہے، میں موت سے بھی ٹکرا سکتا ہوں۔"

وہ مورگن کو ایک لمبے راستے سے ایئرپورٹ لے گئے تاکہ میک اپ مکمل ہو جائے جب ایئرپورٹ کی عمارت کے سامنے گاڑی رکی تو اس کا چہرہ بدل چکا تھا اس نے آئینے میں خود کو جیکی گرانٹ کے روپ میں دیکھا۔ الپا نے دماغ میں آکر کہا۔ "فوراً بورڈنگ کارڈ حاصل کرو۔ فلائٹ کی روانگی کا وقت ہو چکا ہے۔ میں طیارے میں ہوں۔"

اس کے پاس زیادہ سامان نہیں تھا۔ صرف ایک اٹیچی تھی اس لئے اسے طیارے میں سوار ہونے میں دیر نہیں لگی۔ الپا وہاں ٹی وی اداکارہ جون مسٹی کے روپ میں موجود تھی۔ وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر خوشی کا اظہار کیا۔ مورگن زبان سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ وہ دماغ میں آکر بولی "گفتگو کے وقت محتاط رہنا۔ یہ نہ بھولنا کہ تم ابھی جیکی گرانٹ ہو اور تمہارے ساتھ الپا نہیں ہے۔ ہماری غیر محتاط گفتگو کسی دشمن کے کانوں تک پہنچ سکتی ہے۔"

وہ ذرا مایوس ہو کر بولا "میں بڑے جذبوں سے سوچتا آرہا تھا کہ خوب بولوں گا اور بولتا ہی چلا جاؤں گا۔"

"جب تم مجھے دیکھو گے تو ضرور اپنی حسرتیں پوری کرلینا ابھی تو تم جون مسٹی کی صورت دیکھ رہے ہو۔ اس صورت کو دیکھ کر پیار کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ تم مجھے نہیں جون مسٹی سے پیار کر رہے ہو۔"

وہ سرد آہ بھر کر بولا "ہم اس میک اپ سے کب نجات حاصل کرلیں گے؟"

"بچوں جیسا سوال کر رہے ہو۔ تم خود سمجھو۔"

"سمجھ گیا۔ پاسپورٹ کے مطابق ہم تل ابیب پہنچیں گے۔ وہاں ایئرپورٹ میں چیکنگ سے گزرنے کے بعد کسی ہوٹل میں کمرا لیں گے پھر وہاں یہ میک اپ اتار دیں گے۔"

جو کچھ وہ سوچ رہا تھا، وہ اس کے مقدر میں نہیں تھا۔ وہ تل ابیب پہنچے تو امیگریشن والوں نے روک لیا۔ یہ اعتراض کیا کہ وہ نیویارک سے حفاظتی ٹیکے لگوا کر نہیں آئے ہیں۔ لہٰذا وہ ٹیکے یہاں لگائے جائیں گے وہ قانوناً درست کہہ رہے تھے۔ الپا نے پہلے اپنے بازو پر ٹیکا لگوایا۔ پھر مورگن کو دوسرا ٹیکا لگایا گیا۔ یہ بھی ایک چال تھی، ٹیکا لگتے ہی وہ بیہوش ہو گیا۔ اسے ایک میز پر لٹا دیا گیا۔ پھر ایک افسر نے انٹرکام کا بٹن دبا کر کہا "سر کام ہو چکا ہے۔ آپ حضرات آ سکتے ہیں۔"

اس اطلاع کے چند سیکنڈ بعد ہی فوجی بینڈ سنائی دیا۔ امیگریشن آفس کا پچھلا دروازہ کھل گیا۔ اسرائیلی فوج کے جوان پریڈ کرتے ہوئے اندر آئے پھر ادب سے الپا کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ اسے فوجی انداز میں سلیوٹ کیا پھر اس دروازے سے فوج کا جنرل، کمانڈر ان چیف اور چند خاص اعلیٰ افسران آئے۔ سب نے الپا کے سامنے فوجی انداز میں ایڑیاں بجائیں۔ پھر کمانڈر ان چیف نے کہا "ہم فوجی صرف اپنے اسرائیلی پرچم کو سلام کرتے ہیں آج سے ہمارا سلام لیڈی الپا کے لئے بھی ہے۔"

سب نے ایک ساتھ سلیوٹ کیا۔ وہ سلام کیوں نہ کرتے! لیڈی الپا اپنے علاوہ ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پکڑ لائی تھی۔ اس نے اچانک ہی دو خطرناک ہتھیاروں کا اضافہ کیا تھا۔ اب اسرائیلی حکام سپرپاورز کہلانے والے بڑے بڑے ممالک کی صف میں آگئے تھے اور خم ٹھونک کر کسی بھی سپرپاور سے ٹکرا سکتے تھے اور بڑے ممالک سے اپنے مطالبات منوا سکتے تھے۔

ایک بیس برس کی لڑکی نے ان کی کایا پلٹ دی تھی۔ اس کے غیر معمولی کارنامے کو دیکھ کر اس کی کم سنی کے باوجود اسے لیڈی کہا جا رہا تھا۔ لیڈی الپا۔

اس نے بڑی سنجیدگی سے اعلیٰ افسران کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "میں رسمی باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ آپ لوگوں سے گزارش ہے کہ میری تعریف میں ایک لفظ بھی زبان پر نہ لایا جائے۔ آئندہ صرف میرے ملک کے پرچم کو سلام کیا جائے۔ میں آپ کی بیٹی ہوں، مجھے سلام کرکے آپ شرمندہ نہ کریں، مورگن کو فوراً یہاں سے لے چلیں اور پلیز، میری رہنمائی کریں۔"

جنرل نے کہا "تم نے خود کو ہماری بیٹی کہہ کر دل خوش کر دیا۔ آؤ بیٹی میرے ساتھ چلو۔"

وہ جنرل کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ باقی افسران پیچھے چلنے لگے۔ ایئرپورٹ کی عمارت کے باہر فوجی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک ایمبولینس بھی تھی جس میں بیہوش مورگن کو پہنچایا گیا۔ وہ جنرل اور کمانڈر ان چیف کے ساتھ ایک کار میں بیٹھ گئی۔ فوجی قافلہ وہاں سے چل پڑا۔ الپا نے مورگن کے دماغ میں جھانک کر دیکھا اس پر پہلی جیسی گہری بیہوشی طاری نہیں تھی اس نے جنرل سے کہا "مورگن تقریباً پندرہ منٹ میں آنکھیں کھول دے گا۔ میں اس سے پہلے تنویمی عمل کرنا چاہتی ہوں۔"

جنرل کے ماتحت نے ٹرانسمٹر کے ذریعے متعلقہ افسر سے کہا "فوجی قافلے کی رفتار بڑھائی جائے۔ ہمیں دس منٹ کے اندر محل میں پہنچنا چاہیے۔"

رفتار بڑھ گئی اس کے باوجود محل تک پہنچنے میں پندرہ منٹ لگے۔ الپا نے جب دیکھا کہ وہ ہوش میں آرہا ہے تو اس نے خیال خوانی کے ذریعہ اسے تھپک کر سلا دیا۔ محل میں پہنچتے ہی اسے ایک اسٹریچر ٹرالی پر ڈال کر ایک خالی کمرے میں پہنچایا گیا۔

الپا اس کمرے میں آئی۔ فوجی جوان باہر چلے گئے۔ وہ دروازے کو اندر سے بند کرکے مورگن کے پاس آئی۔ وہ آنکھیں بند کئے سو رہا تھا۔ یہ حقارت سے بولی "بیوقوف! میں کا یہ بدن صرف ایک آئیڈیل کے لئے ہے اور وہ آئیڈیل تم نہیں ہو۔"

پھر وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ گئی۔ اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔ اسے پوری طرح معمول بنا کر اس کے دماغ میں اپنے مطلب کی باتیں نقش کرنے لگی، مثلاً اس کا نام مورگن ہے۔ مگر وہ پیدائشی یہودی ہے۔ وہ اپنے وطن اور اپنی یہودی قوم کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے فائدہ پہنچاتا رہے گا۔ اسے پچھلی زندگی کبھی یاد نہیں آئے گی۔ یہاں ایک یہودی عورت اور مرد کو ماں باپ تسلیم کرتا رہے گا اور یہ سوچ کر صبر کرتا رہے گا کہ ایک حادثے میں اس کی یادداشت گم ہوگئی ہے۔ موجودہ تنویمی عمل کا اثر دس دنوں تک رہے گا۔ دسویں دن سے پہلے ہی وہ پھر اس پر یہی عمل کرے گی۔ اور وہ راضی خوشی خود کو معمول کے طور پر پیش کیا کرے گا۔

اس کے دماغ میں تمام ضروری باتیں نقش کرانے کے بعد اس نے اسے تنویمی نیند کے لئے چھوڑ دیا۔ کمرے سے باہر آئی۔ ایک بڑے ہال میں تمام فوجی افسران موجود تھے۔ اب اعلیٰ حکام بھی اس سے ملاقات کے لئے آئے تھے اس نے ان سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "میں نے بڑی کامیابی سے عمل کیا ہے۔ وہ تنویمی نیند پوری کرکے آنکھ کھولے گا تو مملکتِ اسرائیل اور یہودی قوم کا وفادار ہوگا۔ اسے نیند کی حالت میں اس کے نئے ماں باپ کے پاس پہنچا دیں۔"

اس کی ہدایات پر فوراً عمل کیا گیا۔ چار سپاہی مورگن کو وہاں سے لے گئے۔ اعلیٰ حکام میں سے ایک نے کہا "لیڈی الپا تم نے ایک طویل سفر کیا ہے۔ ہمیں تمہاری تھکن کا احساس اور آرام کا خیال کرنا چاہئے۔"

"میں تھکنا اور گرنا نہیں جانتی۔ میرے سامنے کام اور صرف کام کی اہمیت ہے ابھی ہمیں کافی اہم مسائل پر گفتگو کرنی ہے۔"

"بیشک ہم اسی لئے حاضر ہیں۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی "کیا آپ بتائیں گے کہ کون سا مسئلہ سب سے زیادہ پریشان کن ہے؟"

ایک نے کہا "سیاسی، سماجی، اقتصادی اور فوجی کئی طرح کے مسائل ہیں۔ ہم تمام مسائل کو کبھی آسانی سے اور کبھی دشواری سے حل کر لیتے ہیں۔ صرف ایک مسئلہ ایسا ہے جو ہمیشہ دماغ پر بوجھ بنا رہتا ہے۔"

الپا نے کہا "اور وہ مسئلہ ہے فرہاد کی باقی ماندہ فیملی اور یہ پریشانی کہ رسونتی کے بیمار ہونے اور فرہاد کے مرجانے کے باوجود کوئی خیال خوانی کرنے والا موجود ہے۔"

"اور رسونتی صحت یاب ہو جائے گی تو دو خیال خوانی کرنے والے ہو جائیں گے۔"

وہ بولی "اب ہمارے ملک میں بھی دو ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔"

"تم نے ہمارے دل اور دماغ سے بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔ مگر یہ فکر ستا رہی ہے کہ سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے کو ٹریپ کرنے کے لئے سونیا اور علی وہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ سونیا کی مکاری سے کچھ بعید نہیں ہے وہ سپر ماسٹر کے دو چار خیال خوانی کرنے والوں کو اپنی طرف مائل کر لے۔ فرہاد کی موت کے بعد وہ اسی طرح اپنی قوت بڑھا رہی ہے۔"

الپا نے کہا "میں نے بھی یہی پلاننگ کی ہے۔ کل میں سینٹر سے نکل کر آؤٹ ڈور تفریح کے لئے گئی تو ایک جگہ ایک لڑکی سے سامنا ہو گیا۔ وہ بہت خوبصورت تھی۔ میں نے یونہی شغل کے لئے اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا اس کا نام ویلی ہے اور اس کا بھائی پال ہوپ کن ہماری طرح ٹرانسفارمر مشین سے گزر چکا ہے۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور ایک سینٹر میں ٹریننگ حاصل کر رہا ہے۔"

"کیا تم اسے بھی ٹریپ کرو گی؟"

"ہاں ویلی آج میری لینڈ کے میری کلب میں اپنے والدین کے ساتھ جائے گی۔ میں نے اپنی تنظیم کے سربراہ سے رابطہ کرکے سمجھا دیا ہے کہ ویلی کو اغوا کرکے خفیہ اڈے میں رکھا جائے گا۔ ہم دیکھیں گے کہ اس کا بھائی اپنی عزت اور زندگی بچانے کے لئے ہم سے دوستی کرے گا یا نہیں؟"

"اگر وہ دوستی پر آمادہ نہ ہوا تو؟"

"تو پھر ایک فائدہ ہوگا، میں سودے بازی کے دوران پال ہوپ کن کی آواز سن لوں گی اس کا لہجہ یاد رکھوں گی۔ وہ بھی آؤٹ ڈور تفریح کے لئے سینٹر سے باہر جاتا ہوگا۔ ہمارے آدمی اسے زخمی کریں گے یا موقع ملا تو اسے اعصابی کمزوری کا انجکشن لگائیں گے۔ میرے لئے اس کے دماغ میں پہنچنے کا راستہ بنائیں گے۔ میں نے عہد کیا ہے، سپر ماسٹر کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ایک کرکے اسرائیلی حکومت کے وفادار بنیں گے ورنہ میرے ہاتھوں حرام موت مرجائیں گے۔"

تمام حکام اور اعلیٰ افسران خوشی کا اظہار کرنے لگے، وہ بولی "ہمارا یہ منصوبہ راز میں رہے گا۔ فی الحال کسی کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہئے کہ ہمارے ملک میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ میں سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کروں گی یا قتل کروں گی تو اس کا الزام سونیا یا علی پر آئے گا۔ کیونکہ دونوں اسی مقاصد کے لئے امریکا میں چھپے ہوئے ہیں۔ اگر میں ضرورتاً خیال خوانی کے ذریعے سپر ماسٹر یا سونیا وغیرہ سے گفتگو کروں گی تو سپر ماسٹر سمجھے گا رسونتی بول رہی ہے اور سونیا سمجھے گی کہ ماسک مین ان کے خلاف جوجو کو استعمال کر رہا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "یہ چال اچھی ہے لیکن ہم اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ظاہر کرکے بڑے ملکوں کو چونکا دینا چاہتے ہیں۔ ہم انہیں اپنی حمایت پر مجبور کرکے اپنے بیشتر مطالبات پورے کرانے پر مجبور کر سکتے ہیں۔"

الپا نے کہا "آپ لوگ تجربہ کار سیاستداں ہیں۔ جو بہتر سمجھتے ہیں وہ کریں۔ میری ناچیز عقل میں یہ بات آتی ہے کہ پہلے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو خاموشی سے ٹریپ کیا جائے اور کوئی الزام اپنے سر نہ لیا جائے۔ لیکن تنہا میری عقل کوئی اہمیت نہیں رکھتی آپ میرے ملک اور قوم کے اکابرین میں سے ہیں آپ کا جو فیصلہ ہوگا، میں اس پر عمل کرتی رہوں گی۔"

جنرل نے کہا "ہمیں یہ خوشی ضرور ہے کہ تم ہماری قوم کی ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکی ہو۔ مگر اس سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ تم کٹر یہودی ہو، مملکتِ اسرائیل کی وفادار ہو اور ہم بزرگوں کے سامنے سر جھکانے والی سعادت مند بیٹی ہو۔"

وہ بولی "ہماری قوم کی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی شیبا نے اپنی حماقتوں سے ہمارے ملک کو بہت نقصان پہنچایا تھا۔ میں ایسی کوئی حماقت نہیں کروں گی۔ آپ سب بزرگ ہیں۔ مجھے شیبا سے ہونے والی دو غلطیوں سے بچائیں گے۔ پہلی غلطی تو یہ ہے کہ وہ فرہاد کے عشق میں گرفتار ہو گئی تھی۔ دوسری غلطی یہ کہ یہاں اپنے بزرگوں کا احترام کرنا بھول گئی تھی۔"

"شاباش بیٹی! تم دوسروں کی غلطیوں سے بہت کچھ سیکھ سکتی ہو۔"

وہ بولی "میں جوان ہوں۔ میرے دل میں بھی سو طرح کے جذبات ہیں۔ جس طرح فرہاد نے شیبا کو الّو بنایا اسی طرح اس کا رنگین مزاج بیٹا پارس بھی مجھے جال میں پھنسا سکتا ہے۔ آج میں کہہ رہی ہوں کہ مجھے مسلمانوں سے سخت نفرت ہے، کل ہو سکتا ہے میری کوئی جذباتی کمزوری مجھے پارس یا علی تیمور کے قدموں میں لے جائے۔ لہٰذا ایسی ہونے والی غلطی سے مجھے آج ہی بچنا چاہئے۔"

سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ہر ایک کے دماغ میں سوال تھا کہ وہ ایسی غلطی سے کس طرح بچے گی؟

وہ بولی "میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے۔ ہمارے ملک اور قوم کے بہترین صلاحیتوں والے جوانوں میں سے دو جوانوں کا انتخاب کیا جائے ان میں سے ایک کو پارس اور دوسرے کو علی تیمور بنایا جائے۔ انہیں ٹریننگ کے ذریعے ہر اعتبار سے ان کی مکمل ڈمی بنائی جائے۔ ان کے ایکشن اور محبت کرنے کا انداز بھی بالکل وہی ہو۔ وہ دونوں مجھے اپنی طرف

مائل کرنے کی کوشش کریں گے۔ ان میں سے جو بھی مجھے متاثر کرے گا' میں اس کے ساتھ اپنی محبت اور جذبوں کی تکمیل کرتی رہوں گی۔ اس طرح کوئی مسلمان میری زندگی میں نہیں آئے گا۔ جو بھی پارس اور علی تیمور آئے گا' وہ یہودی ہو گا۔"

سب نے تالیاں بجا کر اس کی ذہانت اور منصوبے کی تعریفیں کیں۔ جنرل نے کہا" تم سچی یہودی اور محبِ وطن ہو ہمارے ایک خفیہ ٹریننگ سینٹر میں سونیا' رسونتی' جوجو' پارس اور علی تیمور کی دو دو ڈمیز ہیں۔ ہم نے انہیں بڑی محنت سے تیار کیا ہے۔ تم انہیں مختلف آزمائشوں سے گزارو اور دیکھو' کسی میں کوئی کمی نظر آئے تو پوائنٹ آؤٹ کرو' ہم وہ کمی بھی دور کر دیں گے۔"

"میں کل صبح سونیا' رسونتی' جوجو' پارس اور علی تیمور کی ڈمی سے ملاقات کروں گی اور انہیں آزماؤں گی۔ آج کی رات ہم سب کے لئے اہم ہے۔ آج میں ضرور یال ہوپ کن تک پہنچوں گی۔ مجھے امریکا میں اپنی یہودی تنظیم سے مسلسل رابطہ رکھنے کے لئے تنہائی کی ضرورت ہو گی۔ آج میں لنچ آپ لوگوں کے ساتھ کروں گی۔ لنچ کے بعد آپ لوگوں مجھے تنہا چھوڑ دیں گے۔"

یہ میٹنگ برخاست ہو گئی۔ لنچ کے وقت تک کے لئے سب وہاں سے چلے گئے۔ محل میں اس کی خدمت کے لئے درجنوں کنیزیں اور حبشی غلام تھے۔ وہ کنیزیں بہترین تربیت یافتہ جاسوس اور فائٹر تھیں تاکہ محل کے اندر وہ الپا کی باڈی گارڈ بھی رہیں اور کنیزوں کی طرح خدمت بھی کرتی رہیں۔ محل کے باہر فوجی جوانوں کا سخت پہرا تھا۔ ٹیلیفون' ٹرانسمٹر اور خفیہ ٹی وی چینل کے ذریعے اعلیٰ حکام اور فوجی افسران سے رابطہ قائم کرنے کے مکمل انتظامات تھے حالانکہ وہ خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کر سکتی تھی۔ لیکن ایسے انتظامات احتیاطاً کئے گئے تھے۔

محل کے ایک حصے میں سوئمنگ پول اور گرم پانی سے غسل کرنے کے لئے ایک خوبصورت سا حوض تھا۔ ایک درجن کنیزیں اسے غسل کرانے کے لئے موجود تھیں۔ ایک کنیز پانی کا ٹمپریچر دیکھ رہی تھی' چار کنیزیں حوض کے پانی میں اتر کر اس کے بدن کو صاف کر رہی تھیں۔ حوض کے کنارے ایک کنیز آرکسٹرا کی دھن پر گیت گا رہی تھی اور چھ کنیزیں رقص کر رہی تھیں۔

گیت کے بول محبت کا اظہار کر رہے تھے۔ وہ غسل کرنے کے دوران سوچ رہی تھی " محبت سے زیادہ خطرناک ہتھیار کوئی نہیں ہے۔ فرہاد اور اس کی فیملی نے دشمنوں کی صفوں میں گھسنے اور انہیں تباہ کرنے کے لئے ہمیشہ اسی ہتھیار کو استعمال کیا ہے۔ انہوں نے شیبا کو بھی محبت سے الو بنایا تھا اور اب سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی محبت سے ٹریپ کریں گے۔ میں نے اچھی تدبیر سوچی ہے۔ مجھے جو بھی یہودی پارس یا یہودی علی تیمور پسند آئے گا میں فوراً اسے اپنے دل اور محبت کا مالک بنا لوں گی۔ جب محبت کی کمی پوری ہوتی رہے گی اور جذبوں کی پیاس بجھتی رہے گی تو دشمنوں کی محبت کا ہتھیار مجھ پر اثر نہیں کرے گا۔"

وہ اپنی دانائی پر مسکرانے لگی۔ بہترین منصوبے بنا کر اس پر عمل کرتے ہوئے سبھی کو خوشی ہوتی ہے۔ وہ بھی خوش ہو رہی تھی۔ اس نے دن کے ایک بجے اسرائیل کی اہم شخصیات اور یہودی اکابرین کے ساتھ لنچ کیا۔ جنرل سے کہا کہ وہ رات آٹھ بجے سے بارہ بجے تک وہاں کے سب سے بہترین نائٹ کلب میں وقت گزارے گی پھر یہاں آدھی رات ہو گی تو امریکا میں شام کا وقت ہو گا' وہاں کے وقت کے مطابق ڈیلی رات کے آٹھ بجے مُیری کلب آئے گی۔ اس وقت الپا مصروف ہو جائے گی۔

وہ لنچ کے بعد اپنی خواب گاہ میں آکر تنہا بیٹھ گئی۔ امریکا میں یہودی تنظیم کے سربراہ سے گفتگو کرتی رہی۔ ڈیلی کو اغوا کرنے کے انتظامات کے متعلق تفصیلات سن کر مطمئن ہو گئی پھر پہلی بار جن اسرائیلی حکام اور فوجی افسران سے ملاقات کی تھی ان کے دماغوں میں چپ چاپ جا کر ان کے چور خیالات پڑھتی رہی۔ یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ آدمی آدھا انسان اور آدھا شیطان ہوتا ہے۔ اچھے انسان میں کچھ برائیاں بھی ہوتی ہیں اور برے انسان میں ایک آدھ اچھائی بھی پائی جاتی ہے۔

الپا نے اپنے ملک کے حکام اور فوج کے افسران میں دونوں چیزیں پائیں لیکن ان میں ایک اچھائی مشترک تھی۔ وہ سب کے سب محبِ وطن تھے۔ مملکتِ اسرائیل کے لئے جان مال سب قربان کر سکتے تھے۔ یہ ملک دنیا کے نقشے میں ڈیڑھ دو انچ کے برابر ہے۔ لیکن یہ پوری اسلامی دنیا کے لئے ایٹم بم کی طرح خطرناک بنا ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام یہودی اپنے ملک' اپنی قوم کی برتری کے لئے ایک ہی انداز میں سوچتے اور عمل کرتے ہیں جبکہ مسلمان سوچتا ہے تو فرقوں میں تقسیم ہو کر' مسلمان عمل کرتا ہے تو جغرافیائی حدود میں محدود ہو کر۔ مسلمانوں کی ڈیڑھ اینٹ کی مسجدیں جگہ جگہ ہیں جبکہ یہودیوں کا یروشلم ایک ہے۔

وہ ایک شاندار گاڑی میں بیٹھ کر وہاں کے سب سے مہنگے کلب میں آئی۔ فوجی باڈی گارڈز اس کے ساتھ سادہ لباس میں تھے۔ اس کلب میں ایسے امیر و کبیر لوگ آتے تھے جو ویٹر یا کسی ملازم کو بخشش کے طور پر کم از کم سو ڈالر دیتے تھے اور جن کی عورتیں ہزاروں ڈالر سے تیار کئے ہوئے لباس اور لاکھوں ڈالر کے ہیرے موتی پہن کر آتی تھیں۔ الپا ایک عام سے لباس میں آئی تھی۔ وہ کانوں میں ٹاپس اور گلے میں ایک خاص

قسم کا نیکلس پہنتی تھی۔ وہ ٹاپس اور نیکلس بظاہر زیور تھے لیکن دراصل وہ ہنگامی حالات میں استعمال ہونے والے ہتھیار تھے۔

الپا کی مرضی کے مطابق اس کی اصلیت کو راز رکھا گیا تھا اسی لئے فوجی باڈی گارڈز سادہ لباس میں آئے تھے اور کلب کے باہر رک گئے تھے۔ کلب کے اندر مرد اسے حیرت سے اور عورتیں اسے حقارت سے دیکھ رہی تھیں کیونکہ وہاں پہلی بار ایک سادہ سی غریب لڑکی آئی تھی اگرچہ وہ سب میں حسین تھی لیکن وہاں ہیرے موتی والیاں حسین سمجھی جاتی تھیں۔ مغرور امیرزادیوں کے دیکھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ ان پر عاشق ہونے والے رئیس زادے الپا کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کریں گے۔

الپا نے دو چار عورتوں کے خیالات پڑھے۔ پھر ایک حسینہ سے باتیں کرنے والے عاشق کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنی طرف بلا لیا۔ وہ پاس آکر بولا" تم کون ہو؟ تمہاری سادگی میں بلا کا حسن ہے۔"

اس شخص کی محبوبہ غصہ میں اس کے پیچھے آئی تھی۔ اس کی باتیں سن کر بولی" اچھا! یہ حسین ہے۔ تم مجھے چھوڑ کر آئے ہو۔ تم نے میری انسلٹ کی ہے۔"

اس کی بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ دوسرا شخص الپا کے پاس آیا۔ اس کی محبوبہ' اس کا کوٹ پکڑ کر کھینچتی ہوئی بولی۔ "تم اس معمولی لڑکی کے پاس آکر میری انسلٹ کر رہے ہو۔ واپس چلو۔"

ایک اور امیرزادی نے کہا" آخر اس میں کیا کشش ہے؟ میرا منگیتر بھی اس کی طرف کھنچا جا رہا ہے!"

دیکھتے ہی دیکھتے پانچ مرد اس کے قریب چلے آئے تھے اور یہ سوچ کر پریشان ہو رہے تھے کہ وہ دولتمند لڑکیوں کو چھوڑ کر ادھر کیوں آئے ہیں؟ ادھر کشش تو ہے مگر دولت اُدھر ہے۔ الپا نے حقارت سے کہا" دور ہو جاؤ۔ میں اتنی مہنگی ہوں کہ لاکھوں ڈالر کے زیورات میرے سامنے سستے ہو جاتے ہیں"

وہ ان سے کترا کر ایک میز پر آئی۔ جنرل نے اسے بتایا تھا کہ آج ہم ڈمی پارس کو بھی اسی کلب میں بھیجیں گے۔ الپا نے کہا تھا" اسے ڈمی نہیں' یہودی پارس کہا جائے یا صرف پارس کہا جائے کیونکہ میرے پاس آنے والا یہودی ہی ہو گا۔"

جنرل نے کہا" ہم نے پارس کو تمہارے بارے میں کچھ نہیں بتایا ہے۔ اتنا کہا ہے کہ کلب میں ایک خاص لڑکی آئے گی۔ تم اس سے دوستی کرو اور معلوم کرو' وہ کون ہے اور اسکی اہمیت کیا ہے؟"

الپا نے کہا" ہاں' یہ اچھی آزمائش ہو گی۔ وہ مجھ سے دوستی کرنے آئے گا۔ میں اسے دھتکار دوں گی پھر دیکھوں گی' دھتکارنے کے باوجود وہ کیسے دوستی کرے گا۔ اور یہ تو بڑا سخت امتحان ہو گا کہ وہ میرے متعلق کچھ معلوم کرے۔ اس کے فرشتے بھی میری اصلیت معلوم نہیں کر سکیں گے۔ ویسے اصل پارس ہوتا تو کیا مجھے بے نقاب کر دیتا؟"

"ہاں' اس کی پشت پر ٹیلی پیتھی جاننے والی ماں اور ایک برائن وولف ہے' وہ کوئی چکر چلا کر پارس کو تمہاری اصلیت بتا سکتے ہیں۔ بائی دی وے' اصلی تو یہاں قدم بھی نہیں رکھ سکے گا۔ ہمارا یہ یہودی پارس تمہارے متعلق پچیس فیصد معلومات حاصل کر لے تو اسے کامیاب قرار دیا جا سکتا ہے۔"

الپا کلب کے ڈائننگ ہال میں بیٹھی سوچ رہی تھی اور جنرل کی اطلاع کے مطابق وہاں آنے والے ہر نوجوان کو چور نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے پارس کی صرف تصویریں دیکھی تھیں۔ آج اس کی ڈمی کو روبرو دیکھنا چاہتی تھی۔

وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے ویٹر کو ٹھنڈا جوس لانے کا آرڈر دیا۔ آس پاس کھانے پینے والوں کی میزوں پر شراب کے جام رکھے ہوئے تھے۔ وہ ایسی کسی چیز کو منہ نہیں لگاتی تھی جس سے یوگا کی مہارت میں فرق پڑے۔

تھوڑی دیر میں ویٹر نے جوس سے بھرا ہوا گلاس لا کر اس کے سامنے رکھا۔ ٹھیک اسی وقت ایک بدصورت نوجوان اس کے پاس آیا پھر کرسی پر بیٹھ کر بولا" میں ایسا بدصورت نہیں ہوں جیسا کہ نظر آتا ہوں۔"

وہ ناگواری سے بولی" تمہیں اجازت حاصل کئے بغیر میری میز پر بیٹھنے کی جرات کیسے ہوئی؟"

اس کی ناک پھولی ہوئی تھی۔ اس نے ناک کو پکڑ کر کھینچا تو وہ الگ ہو گئی۔ وہ ناک نقلی تھی' اب اصلی نظر آ رہی تھی۔ اس نے مونچھیں اور سر کی وگ اتار کر میز پر رکھی۔ پھر آنکھوں پر سے چشمہ ہٹایا۔ اب اس کے سامنے خوبرو پارس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ چند لمحوں تک سب کچھ بھول کر اسے دیکھتی رہی۔ پھر چونک گئی' انجان بن کر بولی" کون ہو تم؟"

وہ بولا" جب سے تمہیں دیکھا ہے' خود کو بھول گیا ہوں۔ تم سے دوستی کرنے آیا ہوں۔"

وہ ناگواری سے بولی" کسی لڑکی سے دوستی کرنے کا یہ انداز نہایت بھونڈا اور فرسودہ ہے۔ اس سے پہلے کہ میں کلب کے منتظم کو بلاؤں' فوراً میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔"

"تم مجھے مایوس کر رہی ہو۔ پلیز مجھ سے دوستی کر لو۔"

وہ غصہ سے بولی" گیٹ لاسٹ۔"

ڈائننگ ہال کے لوگ اُدھر دیکھنے لگے۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ الپا نے اسے مزید نظر انداز کرنے کے لئے جوس کا گلاس اٹھایا پھر اس سے پہلے کہ وہ اسے ہونٹوں سے لگاتی' پارس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر کہا" رک جاؤ۔"

اس نے گلاس چھین لیا۔ وہ جھنجلا کر بولی" تم میرے

پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟"

"جب تم نے مجھے گیٹ لاسٹ کہہ دیا ہے تو میں تمہاری دوستی پر لعنت بھیجتا ہوں مگر میں تمہیں حرام موت مرتے نہیں دیکھ سکتا۔ دیکھو اس مینگو جوس میں ہلکا سبز رنگ کیسا ہے؟"

الپا نے چونک کر دیکھا۔ پھر پریشان ہو کر پوچھا "ت.... تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

پارس نے جواب نہیں دیا۔ اس ویٹر کو دیکھا جس نے ابھی جوس لا کر رکھا تھا۔ اس نے لپک کر ویٹر کا گریبان پکڑ لیا۔ اسے کھینچتا ہوا الپا کے پاس لایا پھر کہا "منہ کھولو اور یہ جوس پیو۔"

ویٹر خوفزدہ تھا۔ اس نے منہ کو سختی سے بند کر لیا تھا۔ ڈائننگ ہال کے تمام لوگ اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ یہ ایسی ڈرامائی سچویشن تھی کہ الپا خیال خوانی بھول گئی تھی۔ وہ فوراً ویٹر کے دماغ میں پہنچ کر حقیقت معلوم کر سکتی تھی۔ پارس نے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر ایک جھٹکا دیا تو چیختے ہوئے ویٹر کا منہ کھل گیا وہ گلاس کو اس کے منہ سے لگا کر جوس حلق میں انڈیلنے لگا۔ جوس تھوڑا حلق سے اتر رہا تھا تو زیادہ منہ سے باہر گرتا جا رہا تھا۔ سب لوگ دم سادھے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ جوس تھوڑا ہی حلق میں گیا۔ پھر بھی وہ نتیجہ ظاہر کرنے کے لئے کافی تھا۔ جب پارس نے گرفت ڈھیلی کی اسے چھوڑا تو وہ لڑکھڑا گیا۔ گھبرا کر کہنے لگا "مجھے بچاؤ۔ مجھے بچالو...!"

وہ کہتے کہتے فرش پر گر پڑا۔ تڑپنے اور ایڑیاں رگڑنے لگا پھر دیکھتے دیکھتے ٹھنڈا پڑ گیا۔ الپا دیدے پھیلائے کبھی اس لاش کو اور کبھی پارس کو دیکھ رہی تھی۔ پارس نے اس کے ہاتھ میں خالی گلاس پکڑاتے ہوئے کہا "یہ لو' اس میں ابھی ایک گھونٹ باقی ہے۔ مرنے کا شوق ہے تو پی لو۔ میں تو دوستی پر لعنت بھیج چکا ہوں۔"

وہ جانے لگا۔ اس نے آواز دی "پارس! رک جاؤ۔"

وہ رک گیا پھر پلٹ کر بولا "میں نے اپنا نام نہیں بتایا' پھر تم نے مجھے پارس کیسے کہا؟ کیا تم مجھے پہلے سے جانتی ہو؟"

الپا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ ابھی وہ غفلت میں... بےموت مرنے والی تھی۔ پارس کی حاضر دماغی نے اسے بچا لیا تھا۔ ایسے میں وہ بے اختیار اسے پارس کہہ کر مخاطب کر چکی تھی۔

وہ باہر جا رہا تھا' یہ اس کے پیچھے چلتی ہوئی کلب کے برآمدے میں آئی پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر روکتے ہوئے بولی "تم ایسے نہیں جاؤ گے۔ تم نے میری جان بچا کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ آئی لائک یو۔ میں تم سے دوستی کروں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں یہ جاننے کے لئے دوستی کروں گا کہ تم میرا نام کیسے جانتی ہو؟"

"تم فرہاد علی تیمور کے بیٹے پارس کے ہم شکل ہو' اس لئے میں نے بے اختیار تمہیں پارس کہہ دیا۔"

وہ بولا "کمال ہے! میں فرہاد کا بیٹا پارس ہوں اور تم مجھے اس کا ہم شکل کہہ رہی ہو۔"

وہ ہنسنے لگی۔ اس کے ساتھ کلب کے گارڈن میں چلتے ہوئے بولی "تم فرہاد کے بیٹے ہوتے تو اتنی آزادی سے گھومتے پھرتے نظر نہ آتے۔ اس خاندان کا کوئی فرد اس ملک میں بغیر اجازت قدم نہیں رکھ سکتا۔ تم بہروپئے ہو۔"

گارڈن میں ایک شخص ایک حسینہ کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے ان کے قریب سے گزر رہا تھا۔ پارس نے چونک کر دیکھا پھر کہا "اوہ مسٹر ڈوگلس! تم یہاں کیسے؟"

یہ سوال کرتے ہوئے اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اجنبی نے جبراً مصافحہ کرتے ہوئے کہا "آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میرا نام ڈوگلس نہیں ہے۔"

"کیوں مذاق کرتے ہو۔ ہم لندن میں ایک ہفتے تک برٹش لائبریری میں ملتے رہے۔ ہم دونوں آثار قدیمہ سے تعلق رکھنے والی کتابیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر پڑھتے رہتے تھے۔"

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ پارس نے جلدی سے کہا "دیکھو' یہ ہرگز نہ کہنا کہ مجھ سے لندن میں ملنے والا ڈوگلس میرا ہم شکل ہو گا۔ میری یہ دوست مجھے بھی ایک پارس کا ہم شکل کہہ رہی ہے۔ یہ بات بڑی مضحکہ خیز ہو گی کہ میں بھی کسی کا ہم شکل اور تم بھی کسی کے ہم شکل..."

الپا نے اس سے کہا "پارس! پلیز چلو۔ یہ مسٹر ڈوگلس نہیں ہیں۔"

وہ بولا "تم میری آنکھوں دیکھی حقیقت کو غلط کہہ رہی ہو' کیا تم انہیں جانتی ہو؟"

"ہاں' جانتی ہوں۔ تم چلو۔"

"کیسے جانتی ہو؟ اگر یہ ڈوگلس نہیں ہے تو غیر ملکی جاسوس ہے۔ میرے دوست ڈوگلس کا ہم شکل بن کر آیا ہے۔"

اجنبی نے کہا "تم حد سے بڑھ رہے ہو۔ میرا نام وکٹر ہوم ہے۔ میرے پاس اپنی سچائی کے کافی ثبوت ہیں۔"

الپا' پارس کو دھکا دے کر آگے بڑھاتی ہوئی بولی "وہ سچ کہہ رہا ہے۔ کیوں اس کے پیچھے پڑ گئے ہو؟"

"مجھے جس پر شبہ ہو جاتا ہے' میں اس کے خلاف ثبوت حاصل کر کے رہتا ہوں۔"

وہ پھر کلب کی طرف جانے لگا۔ اس نے کہا "اندر نہ جاؤ۔ ابھی میں باہر کی تازہ ہوا میں رہنا چاہتی ہوں۔"

"صرف پانچ منٹ کے لئے آؤ۔"

وہ الپا کے ساتھ کلاک روم میں آیا۔ کلب میں آنے والے پہلے کلاک روم میں آ کر اپنا اوور کوٹ' ہیٹ اور مفلر وغیرہ وہاں کے ملازم کو دیتے تھے۔ کاؤنٹر پر اپنی شناخت پیش کرتے تھے۔ بیرونی ممالک سے آنے والے اپنا پاسپورٹ

دکھاتے اور شہر میں آنے کی تاریخ درج کراتے تھے۔ پارس نے کاؤنٹر پر آ کر اپنا کارڈ دکھاتے ہوئے کہا "کیا مسٹر وکٹر ہوم کی شناخت یا کاغذات ہیں؟"

اس نے انٹیلی جنس کے شعبے کا کارڈ دکھایا تھا۔ کاؤنٹر مین نے فوراً ہی معلومات فراہم کیں۔ پھر ایک پاسپورٹ دکھاتے ہوئے کہا "مس شینا ہمارے کلب کی باقاعدہ ممبر ہیں۔ وہ مسٹر وکٹر ہوم کو اپنے مہمان کے طور پر یہاں لائی ہیں۔ اگر کوئی غیر ملکی مہمان ہو تو ہم اس کا پاسپورٹ کاؤنٹر پر رکھ لیتے ہیں۔"

اس کی باتوں کے دوران پارس پاسپورٹ کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا پھر الپا سے بولا "باہر چلو اور مجھے بتاؤ۔ جنرل صاحب کے سامنے چلنا پسند کرو گی؟"

وہ چونک کر بولی "کس جنرل کے پاس جانے کی بات کر رہے ہو؟"

وہ باہر جانے لگا یہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی بولی "تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"میرے ساتھ چلتی رہو گی تو جواب مل جائے گا۔"

"میں تمہارے ساتھ نہیں' تم میرے ساتھ چلو گے' میری کار میں۔"

"جب دوستی ہو گئی ہے تو کوئی بھی کسی کے ساتھ چل سکتا ہے۔"

وہ اپنی کار کے پاس آئی ایک باڈی گارڈ نے اس کے لئے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ دوسری طرف سے پارس کے لئے پچھلی سیٹ کا دروازہ دوسرے گارڈ نے کھولا۔ وہ دونوں باڈی گارڈ اگلی سیٹ پر آ گئے۔ باقی محافظ دوسری گاڑیوں میں بیٹھ گئے پھر وہ قافلہ وہاں سے روانہ ہوا۔ الپا نے خیال خوانی کے ذریعے جنرل سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا "میں پارس کے ساتھ آپ کے پاس آ رہی ہوں۔"

جنرل نے پوچھا "کیا اس نے کامیابی حاصل کی؟ ابھی تم اس کے ساتھ ہو۔ اس کا مطلب ہے' وہ تم سے دوستی کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔"

"ہاں' پہلے میں نے حقارت سے اسے ٹھکرا دیا تھا لیکن پھر خود ہی اس سے دوستی کر لی۔"

"یعنی اس نے مجبور کر دیا؟"

"نہیں' اس کے اچھے بھی مجھے مجبور نہیں کر سکتے تھے۔ حالات نے مجبور کر دیا۔ اس نے بڑی حاضر دماغی سے میری جان بچائی ہے ورنہ غفلت میں زہر پی لیتی۔"

"وہ تمہاری جان بچا کر دوست بننے کا حقدار ہو گیا ہے۔ کیا تم اسے دوست تسلیم کر کے امتحان کے اس مرحلے میں اسے کامیاب قرار دو گی؟"

"ہاں' ہمارا یہودی پارس اس مرحلے میں کامیاب ہو چکا ہے۔"

"حرکات و سکنات میں کیسا ہے؟"

"جیسا پارس کے متعلق سنا تھا' اس کے بارے میں پڑھا تھا اور ویڈیو میں دیکھا تھا' بالکل ویسا ہی ہے۔"

"گفتگو میں کیسا ہے؟"

"بہت گہرا ہے۔ اندر کی بات باہر نہیں آنے دیتا۔ ابھی مجھ سے پوچھ رہا تھا' کیا جنرل صاحب کے پاس چلو گی؟ میں اس بات سے کھٹک رہی ہوں کہ اس نے میرے متعلق کچھ جان لیا ہے۔"

"ہاں' کچھ جان سکتا ہے مگر تمہاری حقیقت اور اہمیت نہیں جان سکتا۔"

ایک ماتحت نے جنرل کے پاس آ کر کہا "سر! انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ پارس کے متعلق ایک رپورٹ ہے۔"

الپا نے سوچ کے ذریعے کہا "آپ وہ رپورٹ سنیں میں بھی آپ کے ذریعے سنوں گی۔"

جنرل نے فون اٹھا کر گفتگو شروع کی۔ دوسری طرف سے انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر نے کہا "سر! مسٹر ڈی پارس کی حرکتوں سے کلب میں افراتفری پھیل گئی ہے۔ وہاں ہمارے ملک کے بڑے بڑے سرمایہ دار عزت دار لوگ آتے ہیں۔ ایسی جگہ اس نے ایک بھیانک مذاق کیا ہے۔"

"کیسا بھیانک مذاق؟"

دوسری طرف سے جواب ملا "پہلے تو مسٹر ڈی پارس بہروپئے بن کر آئے۔ آپ کے حکم کے مطابق انہیں انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کا شناختی کارڈ دیا گیا۔ جس کی وجہ سے انہیں کلب میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی تھی۔ وہ ایک لڑکی کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ وہاں ظاہر کیا کہ ایک ویٹر نے جو لڑکی کو جوس لا کر دیا ہے اس میں زہر ملا ہوا ہے۔"

جنرل نے پوچھا "کیا اس میں زہر نہیں تھا؟"

"نہیں جناب! زہر نہیں تھا۔ مسٹر ڈی پارس نے چالاکی سے جوس میں ایک دوا ملا دی تھی جس سے جوس کا رنگ ہلکا سبز ہو گیا' اسے زہر ثابت کرنے کے لئے مسٹر ڈی پارس نے ویٹر کو زبردستی پکڑ کر وہ جوس پلا دیا۔ اس بیچارے کو اپنی صفائی میں کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا۔ ایک تو ویٹر کے دماغ میں یہ خوف طاری کیا کہ اسے زبردستی زہر پلایا جا رہا ہے۔ دوسرے جوس میں ملی ہوئی دوا نے اس کے اعصاب کمزور کر دیئے تھے۔ وہ چلا کر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔"

الپا نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے پارس کو گھور کر دیکھا۔ پارس نے مسکرا کر پوچھا "اتنے پیار سے کیوں دیکھ رہی ہو؟"

وہ سختی سے بولی "تم نے مجھ سے دوستی کیوں کی ہے؟"

"تمہارا حسن بے مثال ہے' شباب لاجواب ہے۔ تم دنیا کی حسین ترین عورتوں کی بھیڑ میں کھڑی ہو جاؤ میں ان عالمی

حسیناؤں کو چھوڑ کر تم سے ہی دوستی کروں گا۔ تمہارے انکار کے باوجود کروں گا.... جیسا کہ ابھی کیا ہے۔"

"تمہارے ان فقروں کے پیچھے میرے حسن و جمال کی تعریفیں ہیں اور میں تعریف کرنے والے کو سب سے بڑا دشمن سمجھتی ہوں۔"

"حسین لڑکی کی تعریف نہ کرنا بھی دشمنی ہے بلکہ بدذوقی ہے۔"

"میں خوب سمجھتی ہوں، تم نے کسی اور مقصد سے دوستی کی ہے۔"

"ہاں، مقصد کچھ اور تھا لیکن مقصد سے ہٹ کر بڑی سے بڑی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ میں زندگی میں پہلی بار کسی کی تمنا کررہا ہوں تو وہ تم ہو۔"

وہ خاموش رہی۔ ایسے وقت وہ چاہتی تھی کہ اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سچائی معلوم کرے لیکن اسے بتایا گیا تھا کہ ڈمی پارس یوگا کا ماہر ہے۔ اگر وہ اس کے دماغ میں جانا چاہتی تو وہ سانس روک لیتا۔ اس پر شبہ کرسکتا تھا۔ اس لئے وہ ایسی غلطی نہیں کررہی تھی۔

وہ پارس کے ساتھ جنرل کی رہائش گاہ میں پہنچی۔ ایک ماتحت افسر نے پارس کو ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کے لئے کہا۔ پھر الپا کے پیچھے چلتا ہوا ایک کمرے میں گیا۔ اسے جنرل کے پاس پہنچا کر وہاں سے واپس چلا گیا۔ جنرل نے الپا سے کہا "تم نے انٹیلیجنس کے اعلیٰ افسر کی رپورٹ سن لی ہے۔ ہمارے یہودی پارس نے کلب میں بدنظمی پیدا کی۔ تم سے مکاری کی لیکن تمہیں دوست بنا ہی لیا۔ وہ ایک آزمائش میں کامیاب ہوچکا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "آپ لوگوں کی زبردست ٹریننگ نے اسے چالاک اور چالباز بنادیا ہے۔ اب آپ معلوم کریں اس نے کس حد تک میرے متعلق معلومات حاصل کی ہیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میں سمجھتی ہوں، وہ دوسری آزمائش میں بالکل ناکام رہا ہے۔ وہ میرے ساتھ کلب کے ڈائننگ ہال سے باہر آیا تھا۔ ایک گارڈن سے گزرنے کے دوران ایک شخص کو مسٹر ڈوگلس سمجھ بیٹھا تھا پھر کلاک روم میں جاکر اس کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ جب وہ کسی دوسرے کے پیچھے پڑ گیا تھا تو میرے بارے میں کیا خاک معلومات حاصل کرسکتا تھا؟"

"آؤ ذرا اس سے معلومات کرتے ہیں۔"

الپا اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آئی۔ پارس نے صوفے سے اٹھ کر جنرل کو سلام کیا۔ جنرل نے کہا "بیٹھو اور اپنی کارکردگی بیان کرو۔"

وہ بیٹھتے ہوئے بولا "سر! آپ نے حکم دیا تھا کہ آج کلب میں آنے والی ایک خاص لڑکی کے متعلق صحیح معلومات حاصل کروں۔"

اس نے الپا کی طرف اشارہ کرکے کہا "مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، آپ نے مجھے پارس کا ہم شکل بنانے اور زبردست ٹریننگ دینے کے بعد ایک بے وقوف لڑکی کی انکوائری پر لگا دیا۔"

جنرل نے غصے سے کہا "مائنڈ یور لینگویج! یو فول، تم جانتے ہو یہ کون ہے؟"

"جی ہاں، جانتا ہوں۔"

الپا نے مسکرا کر جنرل سے کہا "آپ میری خاطر ناراض نہ ہوں۔ یہ جوان غصہ دلانے کی باتیں کرکے ہم سے کچھ اگلوانا چاہتا ہے۔"

پارس نے کہا "مجھے جو کچھ اگلوانا تھا وہ راز میں تمہارے اندر سے نکال چکا ہوں۔"

الپا نے پوچھا "وہ راز کیا ہے؟"

"تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

وہ ذرا چونکی پھر بولی "یہ جھوٹ ہے۔"

"میں نے تمہیں تھوڑی دیر پہلے ایک بے وقوف لڑکی کہا تھا۔ اور اس لئے کہا تھا کہ تم نے اپنی حماقتوں سے ٹیلی پیتھی کا راز ظاہر کردیا۔ میں ڈائننگ ہال کے گوشے میں بیٹھا تمہاری ایک ایک حرکت کو دیکھ رہا تھا۔ اگر ہیرے موتیوں سے جڑے ہوئے زیورات پہننے والی امیر زادیاں تمہیں معمولی لڑکی سمجھ کر حقارت سے دیکھ رہی تھیں تو تمہیں ان کی نگاہوں کو برداشت کرنا چاہئے تھا مگر عورتوں میں یہی خرابی ہے ایک عورت دوسری سے کمتر ہونا اپنی توہین سمجھتی ہے۔ تم نے ان سے برتر ہونے کے لئے پہلے ایک رئیس زادی کے عاشق کو اپنی طرف آنے پر مجبور کیا۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ وہ خود میری طرف کھنچا آرہا تھا۔"

"کیا دوسرا بھی خود بخود آگیا تھا؟ تیسرا بھی اپنی دولتمند محبوبہ کو چھوڑ کر اپنی مرضی سے آیا تھا۔ اس کے بعد چوتھا بھی چلا آیا۔ تمہارا بس چلتا تو تم تمام دولتمند عورتوں کے چاہنے والوں کو اپنی طرف بلا لیتیں۔ لیکن شاید تمہیں احساس ہوگیا تھا کہ لوگ تمہیں جادوگرنی سمجھنے لگیں گے۔" وہ ایک ذرا توقف کے بعد بولا "میں ان چاروں کے پاس باری باری گیا تھا، جو تمہاری طرف کھنچے چلے آئے تھے۔ ان چاروں کا بیان تھا کہ وہ بے اختیار تمہاری طرف گئے تھے۔"

وہ بولی "میں نے انہیں ٹھکرادیا تھا اس لئے وہ اپنی صفائی میں غلط بیان دے رہے تھے۔ اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ میں نے خیال خوانی کے ذریعے انہیں اپنی طرف بلایا تھا۔ وہ... واقعی بے اختیار آئے تھے۔ ایک لڑکی کو تنہا دیکھ کر مرد عموماً ایسے ہی ہوجاتے ہیں۔"

وہ بولا "میں نے بھی یہی سوچا کہ خود بخود آنے والے

چاروں افراد کے بیان غلط ہوسکتے ہیں۔ تمہاری ٹیلی پیتھی کی تصدیق کے لئے میں نے تمہیں آزمایا۔ تمہارے ساتھ گارڈن میں چلتے ہوئے میں نے ایک شخص کو مسٹر ڈوگلس کہا جبکہ وہ ڈوگلس نہیں تھا۔ وہ میرے لئے بالکل اجنبی تھا۔ اس نے بتایا کہ اس کا نام وکٹر ہوم ہے۔ لیکن میں اس کے ڈوگلس ہونے پر بضد تھا۔ میں جانتا تھا، ایسے وقت تم خیال خوانی کے ذریعے حقیقت معلوم کروگی۔ جب تمہیں معلوم ہوا کہ وہ واقعی وکٹر ہوم ہے تو تم نے مجھ سے کہا۔ اس کے یہ ڈوگلس نہیں ہے۔ میں نے پوچھا۔ کیا تم اسے جانتی ہو؟ تم مجھے وہاں سے جبراً لیجاتے ہوئے بولیں۔ وہ سچ کہہ رہا ہے کیوں اس کے پیچھے پڑ گئے ہو۔ کیا تم نے ایسا نہیں کہا تھا؟"

"ہاں، کہا تھا مگر میں خیال خوانی نہیں جانتی۔ البتہ وکٹر ہوم کو جانتی ہوں۔ اسے میں نے شہنا نام کی لڑکی کے ساتھ کل ایئرپورٹ کے ویٹنگ روم میں دیکھا تھا۔"

پارس نے مسکرا کر کہا "تم آج صبح اس شہر میں آئی ہو۔ پھر کل کیسے دیکھ لیا؟" الپا نے چونک کر جنرل کو دیکھا اس نے پارس سے کہا "میں نے یہ ضرور کہا تھا کہ ایک لڑکی بیرونِ ملک سے آج یہاں آئی ہے اور تمہیں اس کے متعلق بہت کچھ معلوم کرنا ہے۔ لیکن میں نے غلط کہا تھا کہ یہ آج آئی ہے۔"

وہ بولا "سر! بیشک آپ نے غلط کہہ دیا ہوگا لیکن وکٹر ہوم کا پاسپورٹ غلط نہیں کہے گا۔ وہ لندن سے آج دوپہر کو یہاں پہنچا ہے۔ پاسپورٹ میں آج اس کی آمد کی تاریخ لکھی ہوئی ہے۔ جب وکٹر ہوم آج آرہا ہے تو اس لڑکی نے کل اسے ایئرپورٹ پر کیسے دیکھا تھا؟"

الپا اور جنرل نے لاجواب ہوکر ایک دوسرے کو دیکھا۔ الپا مسکرا کر بولی "پارس! میں بہت خوش ہوں۔ تمہاری ذہانت کے پیشِ نظر یہ تسلیم کرتی ہوں کہ کلب میں میری حماقتوں سے تم پر ٹیلی پیتھی کا علم ظاہر ہوگیا لیکن آئندہ ایسی حماقت نہیں ہوگی، جانتے ہو کیوں؟ اس لئے کہ آئندہ تم ٹریننگ سینٹر میں نہیں میرے محل میں رہو گے اور میری غلطیوں کی نشاندہی کرتے رہو گے۔"

اس نے آگے بڑھ کر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے اٹھ کر اس سے ہاتھ ملایا۔ وہ بولی "میرا نام الپا بنگرے ہے۔ تم تنہائی میں الپا کہہ سکتے ہو لیکن دوسروں کے سامنے مادام کہو گے۔"

جنرل نے پارس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "کامیابی مبارک ہو۔ آج سے تم لیڈی الپا کے ساتھ جدوجہد سے پر ایک خطرناک زندگی گزارنے جارہے ہو۔ مجھے یقین ہے، تم ہر مرحلے پر اپنی صلاحیتوں کے ذریعے الپا کے کام آتے رہو گے۔"

"سر! میں ایسا کام آؤں گا کہ یہ یاد کرتی ہی رہ جائیں گی۔"

وہ بولی "میں بھی دو گھنٹے بعد مصروف ہوجاؤں گی۔ تم سینٹر سے اپنا ضروری سامان میرے محل میں لے آؤ۔"

وہ جنرل کو فوجی انداز میں سیلیوٹ کرکے چلا گیا۔ جنرل نے الپا کو مسکرا کر دیکھا پھر پوچھا "تم بہت زیادہ متاثر ہوگئی ہو؟"

اس نے جواباً مسکرا کر پوچھا "کیا نہیں ہونا چاہئے؟ میں حیران ہوں کہ اس نے کتنی چالاکیوں سے مجھے بے نقاب کیا ہے اور پریشان ہوں کہ آئندہ مجھ سے ایسی غلطیاں ہوں گی تو میرے ملک اور قوم کو نقصان ہوگا۔ ہر جگہ یہودی پارس میری غلطیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے موجود نہیں رہے گا۔"

"کیوں نہیں رہے گا۔ وہ ہمارا احسان مند ہے۔ ہم نے اسے ذرّے سے آفتاب بنایا ہے۔ وہ محبِ وطن اور ہمارا فرمانبردار ہے۔ وہ دن کو ہر لمحے تمہارے قدموں میں رہے گا اور رات کو تمہارے سرہانے کھڑا جاگتا رہے گا۔"

"ایسے مکار لوگ غلام بن کر نہیں رہتے۔ البتہ محبت سے وفادار بناکر رکھا جاسکتا ہے۔"

"تم یقین کرلو، یہ تمہارا غلام بن کر رہے گا۔ ہم نے پارس کی ڈمی بنانے سے پہلے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ میں غلامی کوٹ کوٹ کر بھردی تھی۔ ویسے بھی یہ یہودی ہے، ہمارا اپنا ہے، ملک اور قوم سے بے حد محبت کرتا ہے۔ تنویمی عمل نے رہے سہے خدشات ختم کردیئے ہیں۔"

"آپ لوگوں نے سونیا، رسونتی، پارس، علی تیمور کی ڈمی تیار کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔ ان معاملات کے ہر پہلو پر غور کیا ہے اور ان پر پوری ذمے داری سے عمل کیا ہے۔ اگر ہم اسی طرح غلطیوں سے بچتے ہوئے اپنی اپنی ذمے داریاں پوری کرتے رہیں گے تو ہمارا ملک بہت جلد امریکا اور روس سے برتر ہوجائے گا، ایک خطرناک سپرپاور بن جائے گا۔"

وہ جنرل سے رخصت ہوکر اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر آگئی۔ مسلح محافظوں کی گاڑیاں اس کے پیچھے تھیں وہ اپنے محل کی طرف جانے لگی، راستے میں خیال خوانی کے ذریعے یہودی تنظیم کے سربراہ سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا "تمام انتظامات مکمل ہیں۔ میری کلب میں ہمارے آدمی موجود ہیں، دیلی ابھی نہیں آئی ہے۔"

وہ بولی "انتظار کرو۔ وہ آئے گی تو گھنٹے دو گھنٹے وہاں وقت گزارے گی۔ میں آدھے گھنٹے بعد تم سے رابطہ کروں گی۔"

وہ دماغی طور پر کار کی پچھلی سیٹ پر حاضر ہوگئی اسے پارس کی سرگوشی سنائی دی۔ اس نے چونک کر اپنے آس پاس دیکھا وہ پچھلی سیٹ پر تنہا تھی، آگے پیچھے محافظ تھے۔ وہ کہیں نہیں تھا موجود ہوتا تو نظر آتا۔ یہ اس کا خیال تھا۔ اس کی آواز اور لہجہ کسی اطلاع کے بغیر دل میں اتر گیا تھا۔ ابھی پارس کی نہیں اس کے خیال کی آواز سنائی دی تھی۔ اس کے خیال نے آکر اسے ہیلو کہا تھا۔

وہ ایک گہری سانس لے کر سوچنے لگی "جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ اس عمر میں کوئی پسند آجائے تو دل و دماغ پر چھا جاتا ہے۔ جذبات کی آندھیوں میں اس سے پیچھا چھڑانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اوہ گاڈ! کیا وہ مسلمان پارس بھی اسی طرح دل میں اتر جاتا ہوگا؟"

پتا نہیں وہ مسلمان کیسا تھا' اسے روبرو نہیں دیکھا۔ البتہ اس کا ریکارڈ بتاتا تھا کہ وہ لڑکیوں کے دل میں آنے کے بہت سے چور راستے جانتا ہے۔ مغرور اور سرکش گھوڑوں کو لگام ڈال دیتا ہے۔ وہ سوچنے لگی "تھینک گاڈ! میں نے دانشمندی کی ہے۔ ایک یہودی پارس کو اپنا بنانے جا رہی ہوں۔ اگر اصل پارس میری زندگی میں آجاتا تو مجھے تسخیر کر کے اپنے ساتھ لے جاتا۔ جیسے اس کا باپ ہماری ٹیلی پیتھی جاننے والی شیبا کو لے گیا تھا۔ تھینک گاڈ! میں بھٹکنے سے پہلے ہی یہودی پارس کو اپنا رہی ہوں اور میرا یہ پارس اس اصل سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ بلکہ زیادہ ہی ہے۔ پہلی ہی ملاقات میں میرے حواس پر چھا گیا ہے۔"

اس کی نگاہوں کے سامنے پارس مسکرانے لگا۔ وہ بھی مسکرانے لگی۔ اس سے باتیں کرنے کے لئے بے چین ہوگئی کیونکہ فی الحال باتیں ہی کی جاسکتی تھیں' ملاقات کا موقع نہیں تھا۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن دماغ میں پہنچتے ہی پارس نے سانس روک لی۔ وہ دوسری بار اس کے پاس پہنچتے ہی بولی "میں الپا ہوں۔"

"میں کسی الپا کو نہیں جانتا۔" یہ کہتے ہی اس نے پھر سانس روک لی۔ اسے اپنی توہین کا احساس ہوا۔ جسے وہ جسم و جان کا مالک بنانا چاہتی تھی وہ اسے پہچاننے سے انکار کر رہا تھا۔ واضح الفاظ میں کہہ رہا تھا کہ کسی الپا کو نہیں جانتا۔

وہ تھوڑی دیر تک غصے میں پیچ و تاب کھاتی رہی پھر خود ہی عقل آئی کہ اس نے پارس کے لئے کوڈ ورڈز مقرر نہیں کئے تھے۔ ایسی صورت میں اس نے سانس روک کر اور اسے پہچاننے سے انکار کر کے دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔

وہ خوش ہو کر مسکرانے لگی۔ اسے ایسے ہی جوان مرد کی ضرورت تھی جو ذہین مرد بھی ہو۔ وہ اپنے محل میں پہنچ گئی۔ اپنی خواب گاہ میں پہنچ کر یہودی تنظیم کے سربراہ سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا "ویلی کلب میں پہنچ گئی ہے۔ اس کے والدین بار میں گئے ہیں اور وہ ویڈیو گیم میں مصروف ہے۔ ہماری تنظیم کا ایک جوان اس کے قریب ہے' میں اس کی آواز سنا رہا ہوں۔"

اس نے کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے ایک آواز سنائی۔ الپا آواز سن کر اس جوان کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ ویلی کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ ویلی ایک گیم کو پوری کامیابی سے کھیلنا چاہتی تھی مگر وہ اور اس کے فرینڈز ناکام ہو رہے تھے۔ تب ایک نوجوان نے قریب آکر اس گیم کو مکمل کیا۔ اس نے اپنا نام جمی سمتھو بتایا' بڑی سادگی کے ساتھ ویلی سے دوستی کی۔ الپا نے سوچا جمی سمتھو کے دماغ میں جائے مگر وہ اس معاملے میں محتاط تھی۔ اگر خیال خوانی کرتی تب بھی پتا نہ چلتا کہ جمی سمتھو کے روپ میں علی تیمور ہے۔

الپا کو اطمینان تھا کہ ویلی کے دماغ میں جگہ مل گئی ہے' وہ اس کے اندر رہ کر جمی یا کسی کی بھی حرکات پر نظر رکھ سکتی ہے۔ ویسے جمی اسے بے وقوف نوجوان نظر آیا۔ ویلی مختلف حیلوں سے اس کے قریب ہونا چاہتی تھی اور وہ فاصلہ قائم رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ آخر ایک موقع پر یہودی تنظیم کے افراد ویلی کو گن پوائنٹ پر اغوا کر کے لے گئے پہلے تو اطمینان ہوا انہیں کسی نے روکنے کی جرات نہیں کی پھر پتا چلا کوئی موٹر بوٹ میں ان کا پیچھا کر رہا ہے۔ الپا نے معلوم کرنا چاہا کہیں وہ جمی تو نہیں ہے۔ اس بار اس نے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن اس نے سانس روک لی۔ وہ یہودی تنظیم کے ایک ایک افراد کے دماغ میں جا کر جمی کی دلیری اور فائرنگ کا انداز دیکھ رہی تھی۔ ویلی کو اغوا کرنے کے لئے ہیلی کاپٹر میں بھی چند افراد آئے تھے لیکن جمی نے انہیں ناکام واپس جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اور جو لوگ ویلی کو موٹر بوٹ میں لے جا رہے تھے ان سب کو سمندر میں غرق کر دیا تھا۔

ایسے زبردست کارنامے سے یقین ہو گیا کہ جمی کوئی عام سا نوجوان نہیں ہے۔ اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے تنظیم کے سربراہ سے کہا "اس بار ہیلی کاپٹروں میں جتنے افراد جا رہے ہیں ان سے کہو ویلی کو تلاش کرنے جمی کو پہلی فرصت میں گولی ماردیں یا زخمی کر دیں۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو اپنے ساتھ اینٹی میک اپ کیمرے لے جائیں تاکہ اس جوان کی اصلیت معلوم ہو سکے۔"

تنظیم کے افراد نے یہی کیا۔ علی تیمور سے ایک طویل جنگ لڑنے کے دوران نہ اسے ہلاک کر سکے نہ ہی زخمی کر سکے لیکن اس کی تصویر اتارنے کے بعد باقی زندہ بچنے والے فرار ہو گئے۔ جس ہیلی کاپٹر میں فرار ہوئے وہاں تصویروں کی ڈیولپنگ اور پرنٹنگ کے انتظامات تھے۔ تصویر تیار ہوئی تو پتا چلا جمی سمتھو کے روپ میں علی تیمور چھپا ہوا ہے۔

الپا نے تھوڑی دیر کے لئے خیال خوانی ترک کر دی۔ اپنے محل کی خواب گاہ میں ٹہلنے لگی۔ وہ جانتی تھی کہ سونیا اور علی تیمور سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو شکار کرنے کے لئے امریکا میں موجود ہیں لیکن وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اپنے شکار کے دوران سونیا یا علی سے ٹکراؤ ہوگا۔ وہ ان سے بچ کر چپ چاپ اپنا کام نکالنا چاہتی تھی مگر اب ایسا ممکن نہیں تھا۔

اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے جنرل کو مخاطب کیا اسے تمام حالات بتائے وہ پریشان ہو کر بولا "پہلے ہم خوش تھے کہ فرہاد مر چکا ہے مگر اس کے بچے تو اس سے دس قدم آگے ہیں' اگر وہ اسی طرح ہمارا شکار چھینتے رہیں گے تو کیا ہوگا؟"

وہ بولی "ان کے ساتھ بھی وہی ہوگا جو وہ ہمارے ساتھ کر رہے ہیں۔ میں ویلی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی پال کو ان کے ہاتھ لگنے نہیں دوں گی۔"

الپا تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی "مجھے سونیا کی آواز سنائیں۔"

تل ابیب کے ایک خفیہ سرکاری ریکارڈ روم سے سونیا کی آواز کی کیسٹ سنائی گئی۔ الپا نے اس کے لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی' اس کے دماغ پر دستک دی۔ سونیا نے اسے اپنے اندر آنے کی اجازت دے دی۔

الپا نے کہا "میں دوستی کرنے آئی ہوں۔ ویلی میری بھی ضرورت ہے۔ اگر ہم دوست بن کر اس کے بھائی پال کو ٹریپ کرنا چاہیں تو ہم دونوں کے حصے میں کامیابی آئے گی ورنہ ناکامی دونوں کا مقدر بن جائے گی۔"

سونیا نے کہا "اس کے لئے ہمیں دل میں کوئی کھوٹ رکھے بغیر دوستی کرنی ہوگی۔"

"بیشک' میں دل سے دوستی کرنے آئی ہوں۔"

"تو پھر میری طرح دوستی کا ثبوت دو۔ جس طرح میں نے تمہارے لئے دماغ کے دروازے کھول دئے اسی طرح تم میرے خیال خوانی والے کے لئے اپنے دماغ کے دروازے کھول دو۔ دیکھو کوئی بہانہ نہ کرنا۔ دوستی صرف اسی شرط پر ہوگی' تمہیں منظور ہے تو میرے پاس رہو' میرا خیال خوانی کرنے والا تمہارے پاس آ رہا ہے۔"

یہ سنتے ہی الپا سونیا کے دماغ سے چلی آئی۔ وہ اتنی بڑی اور خطرناک شرط پر دوستی کا ناٹک نہیں کر سکتی تھی۔ یہ راز نہیں بتا سکتی تھی کہ اسرائیل میں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والی پیدا ہو گئی ہے۔

اس نے امریکا کے ملٹری انٹیلی جنس والوں کو بتا دیا تھا کہ علی تیمور اب تک جمی سمتھو کے روپ میں تھا اور ابھی میری لینڈ کے جنوب مشرق میں اسے گھیر کر گرفتار کیا جا سکتا ہے۔ یہ وہی بات ہوئی کہ ہم تو ڈوبیں گے صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا پال اب الپا کے ہاتھ نہیں آسکتا تھا۔ اس لئے وہ علی تیمور کی بھی کوششوں کو ناکام بنا رہی تھی اور اس کے لئے خطرات پیدا کر رہی تھی۔

اس نے ویلی کے دماغ میں رہ کر دیکھا۔ بحری اور فضائی فوجیں علی تیمور کو بیچ سمندر میں گھیر چکی تھیں۔ کہیں سے بچ کر بھاگ نکلنے کا راستہ نہیں تھا۔ علی کا ٹیلی پیتھی جاننے والا برائن وولف' مکارِ زمانہ سونیا اور بابا صاحب کے ادارے والے بھی اسے نہیں بچا سکتے تھے۔ الپا نے ریشم جیسے ملائم بستر پر دونوں شانے چت گرتے ہوئے کہا "اس کم بخت کو اب اس کا خدا بھی نہیں بچا سکے گا۔ میں ناکام ضرور ہوئی لیکن یہ کامیابی کیا کم ہے کہ فرہاد کا ایک بیٹا حرام موت مارا جائے گا۔"

وہ جلد سے جلد یہ خوشخبری جنرل کو سنانا چاہتی تھی۔ اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ ویلی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو وہ رو رہی تھی۔ علی اسے چھوڑ کر آنے والے فوجی جوانوں کو ہلاک کر کے بیچ سمندر سے ان کا طیارہ لے گیا تھا۔ اس کے خدا نے اسے بچ نکلنے کی ذہانت اور جرات دی تھی۔

وہ اچھل کر بیٹھ گئی۔ ریشم جیسا بستر کانٹوں کی طرح چبھ رہا تھا۔ وہ یکبارگی چیخ کر بولی "نہیں' یہ ناممکن ہے۔ کوئی جادوگر بھی اتنے زبردست محاصرے کو توڑ کر نہیں جا سکتا۔ علی کی کیا حقیقت ہے۔ وہ بھی نہیں جا سکتا۔ وہ ابھی گرفتار ہو جائے گا۔ ابھی فوجی طیارے اس پر حملہ کریں گے۔"

خواب گاہ کے دروازے پر زور زور سے دستک ہونے لگی' انٹر کام کا بزر چیخنے لگا۔ الپا نے چیخ کر پوچھا "کون دروازے کو اس طرح پیٹ رہا ہے؟"

باہر سے کنیزوں کی آوازیں آئی "مادام! مادام! آپ کے چیخنے اور زور زور سے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ آپ خیریت سے ہیں؟"

"ہاں۔ جاؤ یہاں سے۔ شور نہ مچاؤ۔"

انٹر کام شور مچا رہا تھا۔ وہ ریسیور اٹھا کر بولی "کیا بات ہے؟"

دوسری طرف سے سیکورٹی افسر نے کہا "معافی چاہتا ہوں مادام، میں نے آپ کی چیخ سنی ہے۔ کیا آپ کی خواب گاہ میں کوئی ہے؟"

"کوئی نہیں ہے۔ مجھ پر کوئی مصیبت آئے گی تو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں اطلاع دوں گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ حیرانی سے اور بے یقینی سے آپ ہی آپ چیخ پڑی تھی۔ کوئی انسان جناتی کارنامہ دکھائے تو دیکھنے والوں کی چیخیں نکل پڑتی ہیں۔ اس نے جنرل سے رابطہ کر کے موجودہ حالات بتائے جنرل نے کہا "بی الپا! یہ تو یقین ہو گیا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا پال ہوپ کن اب ہمارے ہاتھ نہیں آئے گا۔ ہمیں کوئی بھی کام فرہاد کی فیملی سے ٹکرائے بغیر کرنا چاہیے۔ میرا مشورہ ہے، تم علی تیمور کے معاملے میں نہ پڑو۔"

"جی ہاں۔ میں اس سے اور سونیا سے دور رہوں گی۔"

"رات گزرتی جا رہی ہے۔ اس ناکامی کو دماغ سے نکال کر سو جاؤ۔ کل سوچنا کہ آئندہ کس خیال خوانی کرنے والے کو ٹریپ کرنا چاہئے۔"

"سپر ماسٹر کے ایک اور خیال خوانی کرنے والے کا نام جوڈی نارمن ہے نارمن بھی ایک خفیہ ٹریننگ سینٹر میں ٹریننگ حاصل کر رہا ہے۔ اس کی محبوبہ لاس ویگاس کی اسٹریٹ نمبر سولہ میں رہتی ہے۔"

"اس کا پورا نام اور پتا بتاؤ؟ کیا اس کے دماغ میں پہنچ سکتی ہو؟"

"یہی تو پرابلم ہے۔ ہمیں ٹیلی پیتھی کا علم سکھانے سے پہلے ایک فوجی چھاؤنی میں رکھا گیا تھا۔ وہاں میں نے ایک لڑکی کا خط دیکھا جو نارمن کے نام آیا تھا۔ لفافہ پر خط بھیجنے والی کا نام کرائنا فشر لکھا ہوا تھا۔ مکان نمبر چار ایک چار۔ اسٹریٹ نمبر سولہ لاس ویگاس۔"

"تم نے کیسے سمجھ لیا کہ کرائنا' نارمن کی محبوبہ ہے؟"

"اس نے لفافے کو لے کر چوما تھا اسے سینے سے لگایا تھا۔ ایک بار میں کرائنا تک پہنچ جاؤں تو نارمن کو اپنے دماغ کا دروازہ کھولنے اور ہماری طرف جھکنے پر مجبور کر دوں گی۔"

"تم کرائنا کی آواز سننا چاہتی ہو؟"

"جی ہاں۔ اس میں کتنی دیر لگے گی؟"

"آرام سے سو جاؤ۔ صبح جب اٹھو گی تو ہمارا ایک جاسوس کرائنا کا فون نمبر معلوم کر چکا ہوگا۔ تم جاسوس کے دماغ میں جاؤ گی۔ وہ تمہیں فون کے ذریعے کرائنا کی آواز سنا دے گا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ رات تقریباً گزر چکی تھی۔ صبح سے پہلے آخری تاریکی دم توڑ رہی تھی۔ اس نے سیکیورٹی افسر سے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا "کیا مسٹر پارس آگئے؟"

"جی ہاں' انیکسی میں ہیں۔"

"انہیں میرے پاس پہنچا دو۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا' اسے اب سونا چاہئے تھا۔ لیکن وہ سونے سے پہلے پارس اور اپنے رابطے کے لئے کوڈ ورڈز مقرر کرنا چاہتی تھی۔ اس نے بہت بڑے سنگھار میز کے سامنے آکر اپنی پسند کا ایک پرفیوم اٹھایا اسے اپنے لباس پر اسپرے کرنے لگی۔ کوڈ ورڈز کا مفہوم ہے۔ اشاروں میں ایک دوسرے کو پہچاننا... وہ خوشبو بھی اشاروں میں جذبوں کی پہچان کرا رہی تھی۔

دروازے پر دستک ہوئی وہ بولی "آجاؤ۔"

دروازہ کھلا۔ پارس سیکیورٹی افسر کے ساتھ آیا۔ الپا نے افسر کو جانے کا اشارہ کیا وہ سیلوٹ کر کے خواب گاہ سے باہر چلا گیا۔ دو کنیزوں نے دروازے کو بند کر دیا۔ وہ آئینے میں خود کو مختلف زاویوں سے دیکھتے ہوئے بولی "میں کیسی لگتی ہوں؟"

وہ بولا "آئینے کے سامنے زیادہ نہ ٹھہرو! وہ شدتِ جذبات سے تڑخ جائے گا"

"میں تعریف سے خوش نہیں ہوتی مگر تمہارے کہنے کے انداز نے خوش کر دیا۔ کیا میرے بدن سے خوشبو آرہی ہے؟"

"پہلی ہی ملاقات میں آگئی تھی۔"

"جھوٹ' میں یہ پرفیوم لگا کر کلب میں نہیں گئی تھی۔"

"میں اس خوشبو کی بات کر رہا ہوں جو جوانی کی پہلی آہٹ سے جاگتی ہے اور بڑھاپے کی چاپ سنتے ہی مر جاتی ہے' اس کے بعد خواہ عورت' کتنا ہی پرفیوم لگائے' وہ بوڑھی ہی رہتی ہے' جوان نہیں ہو پاتی۔" وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ "میں جو تمہاری طرف کھنچا آرہا ہوں تو یہ پرفیوم کا کمال نہیں ہے' تمہارا جمال ہے۔"

وہ ہاتھ اٹھا کر بولی "رک جاؤ' تم نے یہ کیوں کہا تھا کہ تم کسی الپا کو نہیں جانتے؟"

"اچھا تو تم دماغ میں آرہی تھیں۔"

"ہاں۔ تم کہہ سکتے تھے کہ مجھے کوڈ ورڈز مقرر کرنا چاہئیں مگر تم نے تو پہچاننے سے ہی انکار کر دیا۔"

"خود کو الپا کہنے والی کوئی دشمن عورت بھی ہو سکتی تھی اگر میں تسلیم کرتا کہ وہ الپا ہے اور اس سے پہلی ملاقات' دوستی پھر محبت کی باتیں دہراتا تو اسے تمہارے متعلق اچھی خاصی معلومات حاصل ہو جاتیں۔ کیا تم یہی چاہتی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی "نہیں۔ تم مکمل آدمی ہو۔ میں جیسا چاہتی ہوں ویسے ہی ہو۔"

وہ ایک ادائے ناز سے چلتی ہوئی بیڈ کے پاس آئی۔ پھر ریشم جیسے ملائم بستر کے سرے پر بیٹھ گئی۔ پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر کافرانہ انداز میں انگڑائی لیتی ہوئی لیٹ گئی۔ پارس سحر زدہ سا ہو کر اس کی طرف بڑھ رہا تھا مگر اچانک ہی اس کے قدم رک گئے۔

الپا نے اسے خمار آلود آنکھوں سے دیکھا پھر پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ ایک طرف کان لگا کر سنتے ہوئے بولا "آواز آرہی ہے۔"

وہ بھی کان لگا کر سننے لگی۔ بہت دور سے اذان کی آواز آرہی تھی۔ وہ ناگواری سے بولی "مسلمانوں کی اذان ہے۔ ہمیں کیا لینا ہے۔ میرے پاس آؤ۔"

وہ بڑے ہی پختہ لہجے میں بولا "سوری! جب اذان بلاتی ہے تو مسلمان فوراً عورت سے اور گناہوں سے دور ہو جاتا ہے۔"

وہ ایکدم سے چونک کر بیٹھ گئی "کیا بکتے ہو؟"

"بکتا نہیں' عرض کرتا ہوں۔ ابھی گناہوں کی جو فرصت ہے۔ اس فرصت میں عبادت بھی ہو سکتی ہے۔"

وہ فوراً ہی چھلانگ لگا کر تکیئے کے پاس گئی پھر اس کے نیچے سے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولی "کون ہو تم؟"

"میں زبان سے کہتا ہوں کہ تمہارا یہودی پارس ہوں لیکن تمہیں یقین نہیں آئے گا اس لئے اپنے دماغ کا دروازہ کھول رہا ہوں۔ تم میرے چور خیالات پڑھ لو۔"

وہ اپنی جگہ خاموش کھڑا رہا۔ الپا نے اس کے دماغ میں آکر اس کے خیالات پڑھے... اس کے اندر جہاں تک اتر سکتی تھی اترتی گئی اسے ہر پہلو سے سمجھنے کے بعد یقین کرنا پڑا کہ وہ کٹر یہودی ہے۔ اپنے ملک و قوم کا وفادار ہے اور الپا کو دل و جان سے چاہتا ہے۔

وہ بولی "میں مطمئن ہوں۔ پھر تم اذان سے متاثر کیوں ہو رہے ہو؟"

"یہ میری ڈیوٹی ہے۔ میرا فرض ہے۔ مجھے ٹریننگ سینٹر

میں نماز پڑھنا اور اسلامی احکامات پر عمل کرنا سکھایا گیا ہے۔ کوئی دشمن مجھے چھپ کر دیکھتا ہو تو تنہائی میں مجھے نماز پڑھتے دیکھ کر میرے مسلمان پارس ہونے کا یقین کر لے گا۔ مجھے سختی سے ہدایت کی گئی ہے کہ کہیں تنہائی یا ویرانے میں بھی مجھے ایک مسلمان کی طرح رہنا چاہئے۔"

"واقعی بہت اچھی ٹریننگ دی گئی ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے میں بھی چکرا گئی تھی۔ اب یہ ایکٹنگ چھوڑو اور میرے پاس آؤ۔"

"کیسے آؤں۔ ابھی نماز اور توبہ کا وقت ہے۔"

"میں حکم دیتی ہوں۔ میرے سامنے ٹریننگ سینٹر کی ڈیوٹی بھول جاؤ۔ نماز کی باتیں نہ کرو۔ مجھے غصہ آتا ہے۔"

"غصہ کمزور دماغ کو آتا ہے۔ مجھے سختی سے ہدایت کی گئی ہے کہ میرا باپ بھی ڈیوٹی چھوڑنے کا مشورہ دے تو میں اس مشورے کو تسلیم نہ کروں۔"

وہ اپنے گلابی لبوں کو سختی سے بھینچ کر غصہ برداشت کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ پارس نے پوچھا "کیا مجھے یہاں نماز پڑھنے کی اجازت مل سکتی ہے؟"

وہ پھوٹ پڑی "گیٹ آؤٹ۔ تم میں جا کر نماز پڑھو۔ تمہارے جیسا دو کوڑی کا آدمی میری حیثیت کو کیا سمجھے گا۔ میں اس ملک میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہوں۔ میرے گورے بدن کو چھونے کے لئے لاکھوں دل دھڑکتے ہیں۔ میں اس بدن کو خوشبو میں بسا کر تمہیں بہلا رہی ہوں اور تم میری توہین کر رہے ہو۔ اب میں بھی تمہیں ٹھکراتی ہوں۔ چلے جاؤ' دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔"

وہ پلٹ کر جانے لگا۔ وہاں کے تمام حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران اس کے ایک اشارے پر پارس کو سزائے موت دے سکتے تھے۔ الپا نے سوچا اپنی توہین کا بدلہ اسی طرح لینا چاہئے لیکن اسے بچ بچ جاتے دیکھ کر دل ڈوب رہا تھا۔ کیا حوصلہ تھا کیا فرض شناسی تھی۔ وہ جانے والا پختہ عزائم سے بھرپور مرد تھا۔ وہ اس پر مر سکتی تھی اسے مار نہیں سکتی تھی۔

== ☆☆☆ ==

کسی چھپے ہوئے شخص کو ڈھونڈ نکالنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ موجودہ دور کے جدید جاسوسی آلات بھی بعض اوقات ناکام ہو جاتے ہیں۔ پھر سونیا جیسی مکار عورت چھپی ہو تو اس کی پرچھائیں تک پہنچنا بھی تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ وہاں کے فوجی افسران نے نیویارک کے خاص خاص مقامات پر اور.... مشی گن جھیل کے ساحلی علاقوں میں اینٹی میک اپ کیمرے اور مختلف نوعیت کے جاسوسی آلات نصب کر دئے تھے۔ سونیا جہاں سے بھی گزرتی اس کی تصویریں اتر جاتیں' اس کی آواز ریکارڈ ہو جاتی اس کے چلنے پھرنے' اٹھنے بیٹھنے کی مخصوص ادائیں ویڈیو میں پکچرائز ہو جاتیں۔ اسے گھیرنے' پکڑنے اور جکڑنے کے تمام ممکن اور غیر معمولی انتظامات کر دئے گئے تھے اور یہ بات حیران کن تھی اور طیش دلانے والی تھی کہ چوبیس گھنٹے گزر جانے کے باوجود اس کا سایہ بھی نظر نہیں آیا تھا۔

وہ لاکھ سر پٹختے' اپنے ملک کی ایک ایک عورت کے چہرے کو نوچ کھسوٹ کر دیکھ لیتے' تب بھی سونیا نظر نہ آتی کیونکہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھا رہا تھا۔ سلمان واسطی سپر ماسٹر کی حیثیت سے تمام انتظامات کو جانتا تھا اور سونیا کو بتا دیا کرتا تھا۔ عالمی شہرت رکھنے والے جاسوس اسے نیویارک مشی گن جھیل کے ساحلی علاقوں میں ڈھونڈ رہے تھے اور وہ سپر ماسٹر کے گھر میں آرام فرما رہی تھی۔

وہ دورِ حاضر کی سب سے عجیب و غریب چالیں چلنے والی عورت تھی۔ بڑے بڑے شاطر شطرنج کی بساط پر مہرے بدلتے ہوئے دعوے کرتے تھے کہ ابھی ہم بتائیں گے کہ وہ کس خانے میں ہے۔ بڑی بڑی ذہانت کا ثبوت دینے والے دور کی کوڑیاں لاتے تھے مگر یہ سمجھنے سے قاصر رہتے تھے کہ سونیا ان کی جیب میں پڑی ہوئی ہے۔

اسے سلمان واسطی کی رہائش گاہ سے باہر جانے کی ضرورت نہیں تھی لیلیٰ خیال خوانی کے ذریعے سہولتیں پیدا کرتی تھی۔ اگر کبھی باہر نکلنا ضروری ہوتا تو اس کے پاس نیویارک کا پورا نقشہ موجود تھا۔ سلمان واسطی عرف سپر ماسٹر نے نقشے میں ہر اس جگہ سرخ نشان لگوائے تھے جہاں سے گزرتے وقت سونیا کو خطرات کا سامنا کرنا پڑتا۔ پھر بابا صاحب کے ادارے کے خفیہ محافظ اس کے اشارے کے منتظر رہتے تھے۔ اشارہ پاتے ہی جان کی بازی لگانے کے لئے حاضر ہو سکتے تھے۔ اب ریڈیو' ٹیلی وژن اور اخبارات کے ذریعے اسے مخاطب کیا جا رہا تھا کہ وہ جہاں بھی ہے' اعلیٰ حکام اور فوجی افسران کے سامنے حاضر ہو جائے یا رابطہ قائم کرے۔ اسے نقصان نہیں پہنچایا جائے گا اسے عزت کے ساتھ باہر بھیج دیا جائے گا۔ بابا صاحب کے ادارے میں شکایت بھیجی گئی تھی کہ سونیا اس ملک کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کرنے اور تخریبی کارروائیاں کرنے کے لئے آئی ہے۔ لہٰذا اسے فوراً پیرس بلایا جائے۔

بابا صاحب کے ادارے سے جواب ملا "آپ لوگوں نے سونیا اور برائن وولف کو اپنی آنکھوں کے سامنے ملک سے باہر بھیج دیا تھا پھر بھی سونیا کی شکایت کر رہے ہیں؟"

"وہ سونیا نہیں سونیا ثانی تھی۔ آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"ہم اتنا ہی جانتے ہیں کہ سونیا کو آپ نے نکال دیا ہے۔ اگر آپ کی دانست میں وہ موجود ہے تو اسے پھر نکال دیں۔"

"آپ کا فرض ہے کہ آپ اسے واپس بلائیں۔"

"ہمارا فرض ہے کہ ہم اچھی باتیں سمجھائیں۔ سونیا ایک

دہشت کا نام ہے جسے ملک سے نکالنے کے بعد بھی آپ اپنے دماغوں سے نہیں نکال سکتے۔ اچھی باتوں میں ایک یہ بات بھی ہے کہ سونیا آپ سے نہیں آپ کے اندر کے شیطانوں سے لڑ رہی ہے۔ وہ تمام شیطان ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ ان کے حق میں بہتر ہوگا کہ سونیا کے ہاتھوں انسان بن جائیں ورنہ بے موت مارے جاتے رہیں گے۔"

"ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟"

"کیا چوری ہے اور کیا دیدہ دلیری ہے۔ آپ کی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پارس کی ایک یہودی شریک حیات کو مار ڈالا تھا۔ علی تیمور کی منگیتر کو زندہ جلنے پر مجبور کیا تھا۔ جب ہمارے ساتھ اتنا ظلم ہوا ہے تو تم کمزوروں اور چھوٹے ممالک کو تو آزادی سے کبھی نہیں رہنے دو گے۔ ہم ایک ہی بات جانتے ہیں کہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے یا تو انسانیت پر ایمان لائیں گے یا ایک ایک کر کے مارے جائیں گے۔"

انہوں نے حکومتِ فرانس سے بات کی، وہاں سے جواب ملا "تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف سے صرف چھوٹے ممالک ہی نہیں، ہمارے جیسے بڑے ممالک کو بھی خطرہ ہے۔ جس طرح تم نہیں چاہتے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے فوجی اور سیاسی راز معلوم کرے اسی طرح ہم بھی یہ نہیں چاہتے۔"

"ہم تحریری معاہدہ کریں گے کہ ہمارے خیال خوانی کرنے والے نہ تمہارے ملک میں قدم رکھیں گے اور نہ ہی تمہارے حاکم اور فوجی افسران کے دماغوں میں جائیں گے۔"

"ہم کیسے یقین کریں کہ وہ ہمارے دماغوں میں نہیں آئیں گے؟"

"تم اپنے خیال خوانی کرنے والوں کے ذریعے معلوم کرسکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ مادام سونیا جس طرح چھپ کر تمہارے ملک میں گئیں تھیں اسی طرح چھپ کر آج رات تک یہاں آجائیں گی۔"

"چھپ کر جانے کی کیا ضرورت ہے، ہم انہیں پورے اعزاز کے ساتھ رخصت کریں گے۔"

"نہیں، مادام کا اپنا طریقۂ کار ہے۔ وہ اپنے طور پر آئیں گی۔"

"ہم کیسے یقین کریں کہ وہ واقعی یہاں سے آن پہنچ جائیں گی؟"

"تم اپنے خیال خوانی کرنے والوں کے ذریعے معلوم کرسکتے ہو۔"

"سونیا ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چکر دے دے گی، وہ کچھ معلوم نہیں کرسکیں گے۔"

"تم مانتے ہو کہ اکثر حالات میں ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ناکام رہتے ہیں؟"

"بے شک، اکثر نہ سہی بعض حالات میں ناکامی ہوتی ہے۔"

"پھر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی یہ معلوم کرنے میں ناکام رہ سکتے ہیں کہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کب ہمارے حکام کے دماغوں میں چپکے سے چلے جاتے ہیں۔"

"یہ بحث برائے بحث ہے۔ بڑے بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والے صرف ہمارے اور تمہارے ملک میں ہیں۔ ہم دونوں متحد ہو کر پوری دنیا پر حکومت کر سکتے ہیں۔"

"ہمیں آپس میں متحد ہونے کے لئے پھر وہی سوال پیدا ہوگا کہ ایک دوسرے پر بھروسا کیسے کریں۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے چپکے سے ہمارے دماغوں میں نہیں آئیں گے۔"

"یہ خطرہ تو ہمیں بھی تمہارے ٹیلی پیتھی والوں سے رہا کرے گا۔"

"یہی بات سمجھنے کی ہے۔ جہاں ایک دوسرے سے خطرہ موجود رہتا ہے وہاں اعتماد قائم نہیں رہ سکتا۔"

"یہ ٹالنے والی باتیں ہیں۔ تم ہمیں اس لئے ٹال رہے ہو کہ ابھی تمہارا پلڑا بھاری ہے۔ سونیا نے چوبیس گھنٹوں کے اندر ہمارے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کرایا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ سونیا کو الزام نہ دو۔ البتہ تمہارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی پال اور ٹی مھتھو اپنی مرضی سے ہمارے پاس آئے ہیں۔"

"الپا اور جے مورگن بھی تمہارے پاس ہیں۔"

"غلط الزام نہ دو۔ جب ہم نے دو کی موجودگی کا اعتراف کرلیا ہے تو پھر دو عدد خیال خوانی کرنے والوں سے انکار کیوں کریں گے۔"

"تو پھر وہ دونوں کہاں ہیں؟"

"کیا انہیں ماسک مین اغوا نہیں کرا سکتا۔ کیا یہودی اتنے معصوم اور شریف ہیں کہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ نہیں کریں گے؟ تم نے صرف ہمیں ہی دشمن سمجھ لیا ہے۔ تمہاری اس نا سمجھی سے دوسرے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

یہ گفتگو ہاٹ لائن پر ہو رہی تھی۔ جنرل نے رابطہ ختم کردیا۔ اس کے پاس بیٹھے ہوئے کرنل اور انتظامیہ کے اعلیٰ عہدیدار ایک علیحدہ اسپیکر کے ذریعے ہونے والی گفتگو سن رہے تھے۔ جنرل نے کہا "ہم نے پہلے ہی یہ رائے قائم کی تھی کہ کسی یہودی کو ٹرانسفارمر مشین سے نہ گزارا جائے الپا یہودی تھی، اعلیٰ حکام کی ضد سے مجبور ہو کر اسے ٹیلی پیتھی سکھائی گئی۔"

کرنل نے کہا "میں یقین سے کہتا ہوں وہ اغوا نہیں کی گئی ہے۔ وہ یہاں سے نکل کر اپنی یہودی قوم میں پہنچ گئی ہے۔"

ایک نے کہا "یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو صرف سونیا ٹریپ نہیں کر رہی ہے۔"

دوسرے عہدیدار نے کہا "ہمارے چوتھے خیال خوانی کرنے والے کو ماسک مین نے اغوا کیا ہوگا۔"

جنرل نے کہا "ہم پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے ہیں، ہمارا دہرا نقصان ہو رہا ہے۔ ایک تو ٹیلی پیتھی جاننے والے اغوا ہو رہے ہیں۔ دوسرے ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دشمن فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

"فوراً ہی ایسے اقدامات کئے جائیں کہ دشمن کی کامیابی کسی طرح ناکامی میں بدل جائے۔"

جنرل نے کہا "اس کی ایک ہی صورت ہے۔ ہمارے جتنے خیال خوانی کرنے والے رہ گئے ہیں انہیں پھر ایک ٹرانسفارمر ریورس سے گزار کر ان کے دماغوں سے یہ علم مٹا دیا جائے۔"

ایک نے تائید کی "بالکل ٹھیک۔"

دوسرے نے کہا "بے شک۔ ان حالات میں یہی کیا جاسکتا ہے۔" کرنل پریشان ہوگیا۔ کیونکہ اس کی بیٹی جو راجوری کے دماغ سے بھی اس علم کو مٹایا جاتا۔ اس نے کہا "یہ بالکل نامناسب ہے۔"

ایک نے کہا "میں جانتا تھا کہ آپ اعتراض کریں گے۔"

کرنل نے کہا "آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں اپنی بیٹی کی خاطر آپ کی رائے سے اختلاف کرتا ہوں۔ آپ ذرا غور فرمائیں اگر دشمن یہ دعویٰ کرے کہ اسے ہمارے ایٹم بم کے ذخیرے کا علم ہوگیا ہے اور وہ میزائل کے ذریعے اس اڈے کو تباہ کردے گا تو کیا آپ اس خوف سے ایٹم بموں کی کارکردگی کو بیکار بنا دیں گے یا ان بموں کو کسی دوسرے محفوظ مقام پر منتقل کریں گے؟"

ایک نے جواب دیا "بموں کو دوسرے مقام پر منتقل کیا جاسکتا ہے۔ دشمن خیال خوانی کے ذریعے بموں تک نہیں پہنچ سکتا۔ انسانوں تک پہنچ سکتا ہے اور ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کے دماغوں میں پہنچا جا رہا ہے۔ ہم انہیں جہاں بھی لے جا کر چھپائیں گے سونیا وہاں پہنچ جائے گی۔"

[illegible] نے کہا "میں یہ نہیں مانتا کہ سونیا کے خیال خوانی کرنے والے ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کے دماغوں میں پہنچ سکتے ہیں۔ ہمارے تمام جوان یوگا کے ماہر ہیں۔ کوئی ان کے دماغ میں پہنچ کر انہیں ٹریپ نہیں کرسکتا۔ ہمارے چار جوانوں کو دوسرے ہتھکنڈوں سے اغوا کیا گیا ہے۔"

سب نے جنرل کی طرف دیکھا۔ اس نے کہا "ہمیں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملا ہے کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں پہنچے ہوں۔ بے شک وہ دوسرے ہتھکنڈوں سے پہنچے ہیں۔"

کرنل نے کہا "ہمارے حفاظتی انتظامات میں کچھ کمی رہ گئی ہے۔ ہمیں تسلیم کرنا چاہئے کہ ٹرانسفارمر مشین کو محفوظ رکھنے کے لئے جتنے سخت انتظامات کئے گئے ہیں، ویسے انتظامات ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لئے نہیں کئے گئے۔"

"اس کا مطلب ہے، ہم اپنے جوانوں کو ایسی جگہ قید کریں جہاں آدمی تو آدمی، چیونٹی بھی نہ پہنچ سکے؟"

"موجودہ خطرات کے پیشِ نظر یہی کرنا چاہئے، ان سے ٹیلی پیتھی کی غیر معمولی صلاحیتیں چھین لینے کے بجائے قیدی بنا کر رکھنا چاہئے۔ جوانوں کو اس پر اعتراض نہیں ہوگا۔ جسے اعتراض ہوگا اس کے دماغ سے یہ علم مٹا دیا جائے گا۔"

"یہ اچھی تدبیر ہے۔ ہمیں عمل کر کے نتائج دیکھنے چاہئیں۔"

"ہمیں اپنے سپر ماسٹر سے بھی مشورہ کرانا چاہئے۔"

"ہاں، یہ تو لازمی ہے۔"

جنرل نے انٹر کام کے ذریعے کہا "سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرو۔ میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے انٹر کام کو آف کیا پھر کرنل سے پوچھا "آپ کے خیال میں اپنے جوانوں کو کہاں قید کر کے رکھنا چاہئے؟"

کرنل کے کچھ جواب دینے سے پہلے ہی انٹر کام پر اشارہ موصول ہوا۔ جنرل نے بٹن دبا کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

دوسری طرف سے جواب ملا "سر! میرے رابطہ قائم کرنے سے پہلے ہی سپر ماسٹر یہاں پہنچ گئے ہیں۔ ابھی اطلاع ملی ہے کہ وہ خفیہ راستے سے لفٹ کے ذریعے پہنچ رہے ہیں۔"

جنرل انٹر کام کو آف کرتے ہوئے اٹھ کر بولا "سپر ماسٹر ارے رے یہاں پہنچ رہے ہیں۔"

اس کے ساتھ دوسرے افراد بھی اٹھ گئے۔ وہ وہاں سے چلتے ہوئے ایک دروازے کے پاس آئے۔ اسے کھول کر ایک کوریڈور میں پہنچے۔ اسی وقت کوریڈور کے آخری سرے پر لفٹ کا دروازہ کھلا۔ کھلے ہوئے دروازے سے سپر ماسٹر نکل کر باہر آیا۔ . . . سب نے گرم جوشی کے ساتھ اس سے مصافحہ کیا۔ جنرل نے کہا "ابھی ہم آپ کو یاد کر رہے تھے۔ آئیں، آرام سے بیٹھ کر باتیں کریں۔"

سلمان واسطی عرف سپر ماسٹر ارے رے نے ساتھ چلتے ہوئے کہا "جب تک وہ چڑیل سونیا موجود ہے، ہم آرام سے بیٹھ کر باتیں بھی نہیں کرسکیں گے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اسے گرفتار نہ کرسکے۔ لیکن اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے جوانوں کی حفاظت کرنے میں ناکامی ہو رہی ہے، یہ اس سے بھی زیادہ بدقسمتی کی بات ہے۔"

وہ کمرے میں آگئے جنرل نے کہا "ابھی ہم نے ایک تدبیر سوچی ہے۔"

"میں بھی اپنے جوانوں کی حفاظت کے لئے کچھ سوچ کر

آیا ہوں۔"

"آپ نے یقیناً کوئی بہتر بات سوچی ہوگی۔ پہلے آپ بتائیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "پہلے آپ نے بات چھیڑی ہے لہٰذا آپ پہلے بتائیں۔"

جنرل نے کہا "فی الحال ہمارے سامنے دو راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم اپنے جوانوں کے دماغوں سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹا دیں یا علم تو رہنے دیں اور انہیں ایسی جگہ قید کردیں جہاں پہرا دینے والے سپاہیوں کا بھی سایہ ان تک نہ پہنچ سکے۔"

سپر ماسٹر، سلمان واسطی نے کہا "ٹھیک یہی بات میں نے سوچی ہے۔ ان جوانوں کو ایسی جگہ رکھا جائے کہ ایک چیونٹی بھی وہاں نہ پہنچ سکے۔"

کرنل نے خوش ہوکر کہا "دیکھو ہمارا سپر ماسٹر بھی ہماری تائید کررہا ہے۔"

جنرل نے کہا "سوال یہ پیدا ہوتا ہے، انہیں کہاں چھپا کر رکھا جائے ایسی کون سی جگہ ہے جہاں دشمن نہیں پہنچ سکیں گے؟"

"دشمن صرف قبر میں نہیں آتے۔ باقی ساری جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ یہ تو ہمیں دیکھنا اور سمجھنا ہوگا کہ جس جگہ کا ہم انتخاب کرتے ہیں وہ کس قدر محفوظ ہے اور ہم اسے مضبوط ترین قلعہ کس طرح بنا سکتے ہیں۔"

"ہمیں ایسی جگہ کا تعین ابھی کرنا چاہئے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ہم یہاں سات اہم افراد ہیں۔ اگر کسی جگہ کا تعین کریں گے اور اگر کسی موقع پر اس جگہ کا انکشاف ہوگا تو ہم ساتوں اس کے ذمے دار ہوں گے۔"

حکام میں سے ایک نے کہا "میں ذمے داری قبول نہیں کروں گا۔ آپ لوگ میرے جانے کے بعد جگہ کا تعین کریں۔"

تین اور عہدیدار اٹھ کر کھڑے ہوگئے، چوبیس گھنٹوں میں چار خیال خوانی کرنے والے ان کے ملک سے نکل گئے تھے۔ ایسے میں کوئی ذمے داری قبول کرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ چاروں حکام اعلیٰ وہاں سے رخصت ہوگئے۔ ان کے بعد جنرل، کرنل اور سپر ماسٹر رہ گئے۔ جنرل نے کہا "اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ذریعے ہمارے جوانوں تک نہیں پہنچیں گے؟"

کرنل نے کہا "ہم تینوں یوگا میں مہارت رکھتے ہیں، کوئی ہمارے دماغوں تک نہیں پہنچے گا۔"

سپر ماسٹر نے کہا "جب تک ہم صحت مند رہیں گے، ہمارے سانس روکنے کی صلاحیت بحال رہے گی۔ میں پچھلے ایک برس سے کبھی بیمار نہیں پڑا۔ میں پورے اعتماد سے کہتا ہوں کہ نہ میرے دماغ میں اب تک کوئی آیا ہے اور نہ آسکے گا۔"

جنرل نے کہا "میں بھی اپنی صحت کا خاص خیال رکھتا ہوں۔ میں بھی پورے اعتماد سے کہتا ہوں، دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کبھی میرے دماغ پر دستک نہیں دی۔"

کرنل نے کھنکھار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔ "آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں بھی برابر صحت مند رہتا ہوں۔ میں تو اپنی بیٹی جو راجوری کو بھی دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دیتا۔"

سپر ماسٹر نے کرنل سے کہا "معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔ آپ ایک ہفتے پہلے کچھ بیمار پڑ گئے تھے۔ ہیڈ کوارٹر میں آپ کی دو دن کی تعطیل کی درخواست موجود ہے۔"

"ہاں، میں بیمار ہوا تھا لیکن میرے دماغ میں کوئی نہیں آیا۔"

"آپ یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"اگر کوئی میرے دماغ میں آتا تو میرے ذریعے وہ میری بیٹی تک ضرور پہنچ جاتا، اسے بھی اغوا کرکے لے جاتا۔"

"دشمن بہت چالاک ہوتے ہیں۔ ہم انہیں چالاک نہ سمجھیں، یہ اور بات ہے۔ آپ کی بیماری کے دوران جو بھی آپ کے دماغ میں آیا ہوگا، اس نے پھر آپ کی لاعلمی میں آپ کے خوابیدہ دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنے قابو میں رکھا ہوگا۔ اب وہ جب چاہتا ہوگا، آپ کے اندر آتا ہوگا اور تنویمی عمل کے مطابق آپ اسے محسوس نہیں کرتے ہوں گے۔ وہ آپ کو فریب میں مبتلا رکھنے کے لئے آپ کی بیٹی تک نہیں جارہا ہے۔"

کرنل نے ناگواری سے کہا "سپر ماسٹر! تم ہوا میں فائر کررہے ہو۔ کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے کہ کسی نے مجھ پر تنویمی عمل کیا ہے؟"

"میں نے جو کہا ہے، اس کا ثبوت نہیں ہے لیکن بہت ہی ممکن بات کی ہے۔ آپ برا نہ مانیں، اگر ثبوت نہ ملے تو وہ فرد مشکوک ہوتا ہے۔"

جنرل نے کہا "سپر ماسٹر درست کہہ رہے ہیں۔ آپ کو برا نہیں ماننا چاہئے۔ خندہ پیشانی سے تسلیم کرنا چاہئے کہ ایسا ممکن ہے۔ کوئی دشمن اس وقت بھی آپ کے اندر چھپا ہوا ہماری باتیں سن رہا ہوگا۔"

کرنل اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر دونوں سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "مجھے سپر ماسٹر کی باتوں پر تھوڑی دیر کے لئے غصہ آیا تھا۔ اب غصہ نہیں ہے۔ میں اپنے فرائض کو سمجھتے ہوئے جارہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ دروازہ بند ہوگیا۔ جنرل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہم اپنے ملک کے سات اہم افراد کے ہمراہ یہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ ذمے داری سنبھالنے کی بات آئی تو چار چلے گئے۔ پانچواں مشکوک لگا۔ اب ہم دو رہ گئے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے جواباً مسکرا کر کہا "ہمیں بھی ایک دوسرے کو اچھی طرح ٹٹول لینا چاہئے۔"

جنرل نے کہا۔ "ہماری میڈیکل رپورٹ گواہ ہے کہ ہمارے دماغوں میں نہ کوئی آیا ہے اور نہ کوئی آئے گا۔ ہمیں اس اعتماد کے ساتھ اپنے جوانوں کی حفاظت کے لئے نیا قدم اٹھانا چاہئے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا اپنے جوانوں کو دوسری محفوظ جگہ منتقل کرکے فی الحال قیدی بنا کر رکھا جائے؟"

"اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو دوسری صورت میں ٹیلی پیتھی کے علم کو ان کے دماغوں سے مٹانا ہوگا۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ہم نے جوانوں کو کہیں منتقل کرنے کی بات کرنل کے سامنے کی ہے، اگر کرنل کے دماغ میں کوئی چھپ کر رہتا ہے تو وہ ہماری پلاننگ سمجھ چکا ہوگا۔"

"اوہ گاڈ! میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ کیا مشکل ہے۔ اپنے جوانوں کے اندر سے ٹیلی پیتھی کا علم ختم کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری کثیر رقم اور ہماری طویل محنت ضائع ہوگی۔"

"ہم اپنے جوانوں کو ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم نہیں کریں گے اور انہیں کہیں منتقل بھی نہیں کریں گے بلکہ تیسرا راستہ اختیار کریں گے۔"

"وہ تیسرا راستہ کون سا ہے؟"

"ہمارے پاس بارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں جو مختلف سینٹروں میں ہیں۔ ہم ان سینٹروں میں سے دوسرے بارہ جوانوں کو رات کے وقت نکالیں گے اور انہیں دوسری جگہ کہیں منتقل کردیں گے۔ دشمن جو ہماری پلاننگ کو سمجھتے ہیں انہیں یقین ہوجائے گا کہ ہم نے منصوبے کے مطابق اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دوسری جگہ منتقل کردیا ہے۔"

"بہت ہی عمدہ تدبیر ہے لیکن یہ فریب زیادہ دن نہیں چلے گا۔ کرنل ہمارے اہم معاملات کا شریک ہے۔ اس کے اندر چھپے ہوئے دشمن کو فریب کا علم ہوجائے گا۔"

"جب تک ہمارا فریب کھلے گا تب تک ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چور دروازوں سے دوسری جگہ پہنچادیں گے۔"

جنرل نے خوش ہوکر کہا "اسے کہتے ہیں چالبازی۔ مجھے یقین ہے تم ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کسی بہترین اور محفوظ پناہ گاہ میں پہنچاؤ گے۔"

"میں پچھلے دس گھنٹے سے اپنی ایک پلاننگ پر عمل کررہا ہوں۔ ہمارے ملک کے جنوب میں ایک چھوٹا سا جزیرہ کونو ہے۔ کونو میں ہمارا ایک چھوٹا سا فوجی اڈا ہے۔ وہاں تقریباً دو سو غیر فوجی باشندے ہیں جو مچھلیاں پکڑتے ہیں۔ ان کی عورتیں سبزیاں فروخت کرتی ہیں۔ یہ دو سو افراد مکمل طور پر اپنی شناخت رکھتے ہیں۔ ان کے درمیان کوئی دشمن آکر نہیں رہ سکتا۔ اگر جزیرے کی ناکا بندی کردی جائے، چاروں طرف بحری فوج موجود رہے تو کوئی جزیرے میں داخل نہیں ہوسکے گا۔ ہمارے بارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں محفوظ بھی رہیں گے اور کھلی فضا میں سانس بھی لیتے رہیں گے۔"

"میں اس پلاننگ کی تائید کرتا ہوں۔ ہم ابھی اس پر عمل کریں گے۔"

جنرل اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹرانسمیٹر کے پاس آیا پھر اس کے ذریعے بحری فوج کے اعلیٰ افسران کو جزیرہ کونو کی ناکا بندی کا حکم دینے لگا۔ اس نے جزیرے کی چھاؤنی کے افسران سے بھی رابطہ کیا۔ انہیں تاکید کی اور سمجھایا کہ وہاں جو دو سو باشندے ہیں، ان کے بارے میں تصدیق کی جائے کہ وہ واقعی باپ دادا کے زمانے سے وہاں آباد ہیں۔ کسی اجنبی مرد یا عورت پر شبہ ہو یا حال ہی میں اس کی آمد ہوئی ہو تو اسے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر جزیرے سے نکال دیا جائے۔ اگر کسی کا تعلق فرہاد کی فیملی، یہودی تنظیم یا ماسک مین سے ہو تو اسے فوراً گولی ماردی جائے۔

کونو ایک غیر معروف جزیرہ تھا۔ دنیا کے نقشے میں ایک نقطے کے برابر۔ ایک کار میں بیٹھ کر گھنٹا بھر میں پورے جزیرے کا چکر لگایا جاسکتا تھا۔ وہاں دس بارہ دکانیں، دو ہوٹل، تین شراب خانے اور ایک نائٹ کلب تھا۔ فوجیوں کا دل بہلانے کے لئے جوان عورتیں تھیں۔ ایک سبزی فروش ادھیڑ عمر کی بیوہ دعویٰ کرتی تھی کہ اس کے شوہر کے نام پر اس جزیرے کو کونو کہا جاتا ہے۔ اس کے شوہر کا نام کونو کوا انو تھا اور وہ بیوہ مسز کونو کہلاتی تھی۔

سلمان واسطی عرف سپر ماسٹر ارے رے نے جنرل کے سامنے درست کہا تھا کہ وہ پچھلے دس گھنٹے سے اپنی ایک پلاننگ پر عمل کررہا ہے۔ اس نے دس گھنٹے پہلے بیوہ مسز کونو کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے میامی بیچ پر بلایا تھا۔ وہاں سے سونیا مسز کونو بن کر جزیرے میں چلی گئی تھی۔ ان دس گھنٹوں میں سلمان واسطی مسز کونو کے دماغ سے ایک ایک بات معلوم کرکے سونیا کو بتا رہا تھا۔ جزیرے کے فوجی اور غیر فوجی سب ہی اسے مادام کونو کہتے تھے۔ اس سے ہنسی مذاق کرتے تھے۔ یہ سب جانتے تھے کہ شوہر کی موت کے صدمے نے مادام کونو کو نیم پاگل بنادیا تھا۔ وہ چڑچڑی اور بدمزاج ہوگئی تھی۔ کل کی بات آج بھول جایا کرتی تھی اور یہ عادت سونیا کے حق میں بہتر تھی۔ اگر وہ کسی فوجی یا غیر فوجی کو پہچاننے میں غلطی کرتی تو لوگ اسے مسز کونو کی کمزور یادداشت سمجھ کر نظر انداز کردیتے۔

جب وہ جزیرے میں پہلی بار آئی تو ایک مچھیرے نے پوچھا "مادام! کہاں سے آرہی ہو؟"

سونیا نے جواب دیا "تیرے باپ کی قبر سے آرہی ہوں۔ تو کون ہوتا ہے پوچھنے والا؟ ارے جب میرا مرد زندہ تھا تو وہ بھی مجھ سے سوال کرنے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔"

ایک بوڑھے نے کہا "مجھے اپنا مرد بنالے۔ میں بھی سوال نہیں کیا کروں گا۔"

سونیا سینڈل اتار کر اسے مارنے کو دوڑی۔ وہ بوڑھا بھاگنے لگا۔ سب لوگ قہقہے لگانے لگے۔ مرد عورتوں اور بچوں کے قہقہوں سے وہ ساحلی علاقہ گونج رہا تھا۔ دو فوجی بھی ڈیوٹی پر رہے تھے اور سونیا کو دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ وہ بوڑھا بھاگتے بھاگتے گر پڑا۔ سونیا اس کے اوپر پاؤں رکھ کر گزرتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔ ہاتھ میں اسی طرح سینڈل اٹھائے یوں دوڑتی گئی جیسے ابھی تک بوڑھے کا پیچھا کر رہی ہو۔ وہ خود کو بڑی کامیابی سے خبطی ثابت کر رہی تھی۔ لوگوں کا ہنس ہنس کر برا حال ہو رہا تھا۔ پھر وہ ایک جگہ رک گئی۔ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولی "کہاں ہے وہ بڈھا جو میرا مرد بننا چاہتا ہے؟"

وہ بوڑھا چھپ گیا تھا۔ ایک فوجی جوان نے کہا "مادام کو تو جب بھی میامی سے سبزیاں لے کر آتی ہے' اپنے ساتھ ہنسانے والی حرکتیں بھی لے کر آتی ہے۔"

لانچ کے ملازموں نے ایک خچر گاڑی میں سبزیاں لاد کر کہا۔ "مادام! یہ سبزیاں لے جاؤ۔ نہیں تو کھارے پانی میں سڑ جائیں گی"

وہ خچر گاڑی میں بیٹھ کر ایک میل دور لکڑیوں سے بنے ہوئے ایک مکان میں آئی۔ وہ مکان دو منزلہ تھا۔ وہ اوپری حصے میں رہتی تھی۔ نچلے حصے میں سبزیوں کی دکان لگاتی تھی۔ آدھی سے زیادہ سبزیاں فوجی چھاؤنی میں لے کر جاتی تھی۔ وہاں سے اچھی خاصی رقم ملتی تھی۔ سونیا نے پہلے دن وہاں مال پہنچایا۔ چند افسران اور کئی فوجی جوانوں سے سامنا کیا۔ سلمان واسطی خیال خوانی کے ذریعے ان فوجیوں کے متعلق اسے بتاتا رہا۔ ایک افسر نے سونیا کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے جاتے ہوئے پوچھا "کل میں نے تم سے کچھ کہا تھا' یاد ہے؟"

جب وہ ہاتھ پکڑ کے لے جا رہا تھا' تب ہی سلمان واسطی نے اس کے خیالات سونیا کو بتا دیئے تھے۔ مگر وہ بھولنے والی عادت کے مطابق بولی "ہاں یاد ہے۔ تم نے آج زیادہ سے زیادہ ٹماٹر لانے کو کہا تھا۔"

"اوہ نو" افسر نے کہا "تمہاری یہ بھولنے کی بیماری بری ہے۔"

"بیماری کوئی سی بھی ہو' بری ہوتی ہے۔ بائی دا وے تم نے کیا کہا تھا؟"

"میں نے کہا تھا' تم بڑھاپے میں اکیلی رہتی ہو۔ تنہا محنت کرتی ہو۔ اپنی تنہائی دور کرنے اور سبزیاں فروخت کرنے کے لئے میامی سے ایک جوان حسینہ کو لے آؤ۔ تمہارا کام ہلکا ہو جائے گا۔ میرا کام بھی بنتا رہے گا۔ اس حسینہ کو بھی اچھی خاصی رقم ملتی رہے گی۔"

سونیا نے کہا "ہاں' یاد آیا۔ میں نے وعدہ کیا تھا' اپنے کام کے لئے ایک لڑکی لاؤں گی۔ لیکن میامی پہنچ کر میرا دماغ پھر گیا۔ لڑکی لانے کا مطلب یہ ہوا کہ میں دلالہ بن رہی ہوں اور تم مجھے نیچی دلّال سمجھ کر الو بنا رہے ہو۔"

"یہ بات نہیں ہے مادام! ذرا دوسرے پہلو سے سوچو۔ اگر وہ لڑکی غریب ہوگی تو اسے روزگار مل جائے گا۔ ماری ہوئی رقم سے اس کے ماں باپ اور چھوٹے بھائی بہن خوشحال رہیں گے۔ تمہیں دعائیں دیتے رہیں گے۔"

"کیا واقعی مجھے دعائیں ملتی رہیں گی؟"

"ہاں' وہ دعائیں تمہارے شوہر کی قبر تک بھی پہنچتی رہیں گی۔"

سونیا نے خوش ہو کر کہا "پھر تو میں یہ نیک کام ضرور کروں گی۔"

"لیکن کب کرو گی؟"

"میں ہر تیسرے دن میامی جاتی ہوں۔ اس مرتبہ لڑکی ضرور لاؤں گی۔"

وہ تیسرا دن نہیں آسکتا تھا کیونکہ شام سے پہلے ہی اچانک بحری فوج نے جزیرے کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ چھاؤنی کے فوجیوں کو ٹرانسمٹر کے ذریعے ضروری ہدایات دی جا رہی تھیں۔ ان ہدایات اور احکامات کے مطابق جزیرے کے اندر اعلان کیا جا رہا تھا کہ کسی کو جزیرے کے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر کوئی بیمار ہے تو سرکار کی طرف سے اس کا علاج وہیں کیا جائے گا۔ جس طرح وہاں کی فوج کو راشن پہنچایا جاتا ہے' اسی طرح باقی دو سو باشندوں کو بھی غیر معینہ مدت کے لئے مفت راشن ملتا رہے گا۔ گوشت' سبزیاں اور ضروریات کا دوسرا سامان بحری فوج کے سپاہی پہنچایا کریں گے۔ جو یہ پابندیاں برداشت نہیں کرے گا یا اپنے سگے رشتے داروں سے ملنے جزیرے سے باہر جانا چاہے گا' اسے دو گھنٹے کے اندر جزیرہ چھوڑ دینے کی اجازت دی جائے گی۔ اس کے بعد تا حکم ثانی کوئی نہ باہر جا سکے گا اور نہ ہی اندر آسکے گا۔ حتیٰ کہ ٹیلی فون اور خط و کتابت کے ذریعے بھی کسی سے رابطہ نہ کر سکے گا۔

چند افراد ایسے تھے جو بیوی بچوں کے ساتھ چلے گئے کیونکہ ان کے عزیز و اقارب جنوبی امریکا میں رہتے تھے۔ باقی افراد اپنے جزیرے کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ وہاں انہیں ضرورت کی ہر چیز ملنے والی تھی۔ کسی بات کی تکلیف نہ ہوتی البتہ یہ تجسس تھا کہ انہیں پابند کیوں کیا گیا ہے؟

یہ سرکاری راز تھا۔ فوجی جوان وہاں کے باشندوں کو یہ راز بتا کر ان کی بے چینی دور نہیں کر سکتے تھے۔ آدھی رات سے وہاں ہیلی کاپٹرز آنے لگے' ہر آدھے گھنٹے بعد ایک ہیلی کاپٹر اترتا تھا۔ ہر ہیلی کاپٹر میں تین ٹیلی پیتھی جاننے والے آ رہے تھے۔ ہر ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ساتھ دو مسلح باڈی گارڈز تھے جو یوگا کے ماہر تھے۔ یوں تو وہاں پہلے ہی اچھے خاصے فوجی موجود تھے لیکن خاص طور پر یوگا کے ماہر تربیت یافتہ فوجیوں کو باڈی گارڈز بنا کر بھیجا گیا تھا۔

بڑے زبردست حفاظتی انتظامات کئے گئے تھے۔

جزیرے کے چاروں طرف بحری فوج تھی۔ ساحل پر جاسوسی آلات نصب کئے گئے تھے۔ کوئی غوطہ خور بھی ساحل تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ نہ ہی جزیرے سے باہر کوئی جا سکتا تھا۔ اس جزیرے کو ایک مضبوط اور ناقابل تسخیر قلعہ بنا دیا گیا تھا۔

اتنے زبردست حفاظتی انتظامات کے باوجود عقلمندوں نے اپنے بارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سونیا کی گود میں لا بٹھایا تھا۔

○☆○

میں نے ایک جگہ گاڑی روک دی۔ گاڑی کے ساتھ لگے ہوئے ٹریلر میں جینا سو رہی تھی۔ وہ پچھلی رات دو بجے تک ڈرائیو کرتی رہی تھی۔ پھر میں نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔ ہم شمالی افریقہ کے ایک گھنے جنگل سے گزر رہے تھے۔ راستے میں چھوٹے چھوٹے گاؤں اور شہر آتے رہے۔ ہمیں کسی انسانی آبادی میں نہیں رکنا تھا۔ ایک ایسے ویرانے کی تلاش تھی جہاں شاذ و نادر ہی کسی انسان کا گزر ہوتا ہو۔ لیلیٰ اور سلطانہ یہی چاہتی تھیں۔ اب میں بھی یہی چاہتا تھا۔ ویرانے کی طرف سفر کرنے کا یہ فائدہ ہوا کہ اب وہ بہنیں میرے دماغ میں نہیں آتی تھیں۔ اگر آتیں تو میں ان کے تنویمی عمل کے مطابق انہیں محسوس نہیں کر سکتا تھا لیکن وہ اب میرے اندر نہیں آ رہی تھیں۔ چور کی چوری مشکل سے پکڑی جاتی ہے مگر وہ ایک سچے اور دیندار بزرگ کی بیٹیاں تھیں۔ جو زبان سے کہہ دیتی تھیں' اس پر عمل کرتی تھیں۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا اگر میں کسی ویرانے میں گمنامی کی زندگی گزاروں گا تو وہ کبھی میرے پاس نہیں آئیں گی۔

سونیا نے کہا تھا۔ لیلیٰ ہفتہ میں ایک بار صرف پانچ منٹ کے لئے میرے دماغ میں آئے گی۔ پھر اطمینان کر کے چلی جائے گی کہ میں اپنے وعدہ کے مطابق انسانی آبادی سے دور گمنامی کے دن گزار رہا ہوں۔

شاید میں کبھی ایسی زندگی گزارنے پر آمادہ نہ ہوتا لیکن میرا ضمیر کہہ رہا تھا کہ اب مجھے شیخ الفارس مرحوم کی ہدایات پر عمل کرنا چاہئے۔ میرے دماغ نے سمجھایا' اس طرح لیلیٰ اور سلطانہ کی خیال خوانی سے نجات مل سکتی ہے اور جذبات نے سمجھایا' جینا جیسی حسینہ میرے ساتھ ہے پھر مجھے اور کیا چاہئے! وہ میرے ساتھ رہے گی تو جنگل میں بھی منگل مناتا رہوں گا۔

سونیا' لیلیٰ اور سلطانہ کو مجھ پر بھروسا نہیں تھا۔ ان کا خیال تھا کہ ایک دن جینا سے بھی میرا دل بھر جائے گا۔ میں کسی نئی کی تلاش میں رہوں گا۔ ایسے وقت انہوں نے سوچا تھا کہ وہ جینا کو عارضی طور پر مجھ سے دور کر دیں گی۔ پھر اسے ایک نئے میک اپ اور ایک نئی حسینہ کے روپ میں دوبارہ میرے پاس پہنچا دیں گی۔ پھر ظاہر ہے کہ میں اسے ایک نئی حسینہ سمجھ کر ضرور گلے لگاؤں گا۔

مجھے ان کے اس منصوبے کا علم نہیں تھا۔ سونیا نے انہیں ایسی چال چلنے کا مشورہ دیا تھا۔ میرا خیال ہے' میں نے عشق کی دنیا میں بڑی سکندری کی ہے۔ اب سکندر بن کر کسی نئی حسینہ کو فتح نہیں کروں گا۔ عمر کا بھی تقاضا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ جینا میری زندگی کی آخری ساتھی ہے۔

یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ ویسے سونیا اور دو بہنوں نے طے کر لیا تھا' خواہ کچھ ہو' جینا ہی گھوم پھر کر نئے نئے روپ میں میرے ویرانے کو آباد کرنے آیا کرے گی۔

جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں' مجھے ان کے منصوبوں کا علم نہیں تھا۔ لیکن ایک بات سمجھ گیا تھا کہ جینا کو ویرانہ کیوں پسند ہے۔ لیلیٰ نے اس پر تنویمی عمل کر کے یہ بات اس کے دماغ میں نقش کر دی ہے کہ وہ انسانی آبادی میں بیزاری اور ویرانے میں خوشحالی محسوس کیا کرے گی۔ وہ ویرانے میں خوش رہے گی تو میں بھی انسانی آبادی کا رخ نہیں کروں گا۔ میں ان کی اس چال کو سمجھ گیا تھا۔ دوسری چال ابھی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ شاید یہ اپنے وقت پر سمجھ میں آنے والی تھی۔

بہرحال میرا سفر جاری تھا۔ مجھے اپنی پسند کے ویرانے کی تلاش تھی۔ میں نے جہاں گاڑی روکی' وہاں سے کوئی ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ایک آبشار تھا۔ پہاڑ کی بلندی سے گرتا ہوا پانی اور پانی کے دور تک اڑتے ہوئے چھینٹے ایک عجب طرح کی دھند پیدا کر رہے تھے۔ چاروں طرف کی ہریالی میں وہ دھند بڑی اچھی لگ رہی تھی۔ دریا کی لہروں کا ترنم کانوں کو بھلا لگ رہا تھا۔ دریا کے کنارے بانسوں سے بنا ہوا ایک خوبصورت کاٹیج تھا۔ یہ جگہ مجھے پسند آ رہی تھی۔

اس کاٹیج کے سامنے ایک زرد رنگ کی ویگن کھڑی ہوئی تھی۔ ایک بوڑھا انگریز اس گاڑی کی چھت پر سامان رکھ رہا تھا۔ جینا ٹریلر کے اندرونی راستے سے میرے پاس آ کر بولی۔ "گاڑی کیوں روک دی۔ کوئی خاص بات ہے؟"

میں نے کہا "بائیں جانب دیکھو۔ آبشار ہے' دریا ہے' کاٹیج ہے' ہریالی ہے۔ کیا یہ نظارہ پسند ہے؟"

وہ کھڑکی سے سر نکال کر دلچسپی سے وہ منظر دیکھنے لگی۔ پھر بولی "ہائے کتنا خوبصورت منظر ہے۔ کیا ہم یہاں رہیں گے؟"

"چلو معلوم کرتے ہیں' وہ کس کا کاٹیج ہے۔"

میں نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ پھر اسے کچے راستے پر موڑ دیا۔ جینا نے کہا "معلوم ہوتا ہے' اس کاٹیج کا مالک کہیں جا رہا ہے۔ کیا یہ ہمیں کرائے پر کاٹیج دے گا؟"

"میری جان! تم کرائے کی بات کر رہی ہو' یہ کاٹیج ہمیشہ کے لئے تمہارا ہو جائے گا۔"

وہ بوڑھا انگریز اپنا سامان رکھ چکا تھا۔ ہمیں اپنی طرف آتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ میں نے کچھ فاصلے پر گاڑی روک دی۔ دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اس ویگن میں ایک بوڑھی عورت بیٹھی ہوئی

تھی۔ وہ بھی باہر آکر بوڑھے کے پاس کھڑی ہوگئی۔ ایک اسکارف سے آنکھیں پونچھتی ہوئی ہمیں سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں سے ظاہر تھا کہ وہ رو رہی تھی۔ میں نے اور جینا نے ان سے مصافحہ کیا۔ پھر پوچھا "کیا یہ تمہارا کاٹیج ہے؟"

بوڑھی خاتون رونے لگی۔ بوڑھے نے کہا "یہ انسانوں کا نہیں، شیطانوں کا کاٹیج ہے۔"

میں نے کاٹیج کی طرف دیکھا۔ اس کی چھت پر ایک بڑے سے بورڈ پر "خوش آمدید" لکھا ہوا تھا۔ بوڑھے نے کہا "ہم پچھلی رات یہاں آئے تھے، ہمارے ساتھ ایک جوان بیٹا اور ایک جوان بیٹی تھی۔ اب وہ دونوں نہیں رہے۔ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔"

جینا نے پوچھا "کہاں چلے گئے؟"

"یہ معلوم ہوتا تو ہم انہیں ڈھونڈ کر لے آتے۔ ان پر شیطانی سایہ پڑ گیا تھا۔ اس کاٹیج کے اندر جا کر ان کی عجیب حالت ہوگئی تھی۔ وہ پہلے ہمارے فرمانبردار تھے، ہماری ہر بات مانتے تھے۔ یہاں آکر بدل گئے۔ ہم سے گستاخی کرنے لگے۔ کہنے لگے، یہاں بوڑھوں کا کوئی کام نہیں ہے۔ یہاں سے چلے جاؤ۔"

میں نے پوچھا "ان کے کہنے سے تم جا رہے ہو؟"

بوڑھی خاتون نے کہا "کوئی اپنی اولاد کو نہیں چھوڑتا۔ ہم آدھی رات تک انہیں سمجھاتے رہے لیکن وہ ہمیں چھوڑ کر جانے لگے۔ باپ نے بیٹی کو پکڑا کہ نہ جاؤ۔ میں بیٹے کے قدموں سے لپٹ گئی مگر اس نے میرے بالوں کو پکڑ کر اتنی زور سے جھٹکا دیا کہ میں بلبلا اٹھی۔ ہمارے بچوں نے کبھی ہم سے بدتمیزی نہیں کی تھی۔ اس کاٹیج میں شیطان رہتے ہیں۔ وہ شیطان ہمارے بچوں کے اندر گھس گئے تھے..."

بوڑھے نے کہا "ہم سے ہمارے بچوں نے گستاخی نہیں کی، شیطانوں نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ وہ دونوں ہمیں مار پیٹ کر دھکے دے کر چلے گئے۔ ہم نے ان کا پیچھا کیا مگر وہ جوان ہیں، ہم بوڑھے ہیں۔ بڑھاپا جوانی کا پیچھا نہ کرسکا۔ وہ اُدھر جھاڑیوں کے پیچھے کہیں گم ہوگئے۔"

اس نے گھنے درختوں اور جھاڑیوں کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے کہا "میرے ساتھ چلو۔ میں انہیں تلاش کروں گا۔"

"کہاں تلاش کرو گے؟ ہم نے ٹارچ کی روشنی میں اُدھر کا علاقہ چھان مارا ہے۔ صبح ہوتے ہی آبشار کے قریب گئے۔ وہ جو پانی بلندی سے گر رہا ہے، اس کے پیچھے پہاڑ کے اندر راستہ ہے۔ ہم نے اس پہاڑی سرنگ میں تھوڑی دور جا کر دیکھا۔ وہاں سانپ ہی سانپ نظر آئے۔ اس سرنگ سے کوئی سپیرا ہی گزر سکتا ہے۔ ہمارے بچے اُدھر نہیں جاسکتے تھے۔ ہم مایوس ہوکر لوٹ آئے۔"

خاتون نے کہا "ہم کسی قریبی ٹاؤن میں جائیں گے پھر وہاں سے پولیس پارٹی کے ساتھ آئیں گے۔ ہمیں یقین ہے، پولیس والے انہیں ڈھونڈ نکالیں گے۔"

کاٹیج پر خوش آمدید کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ وہاں سے گزرنے والے مسافروں کے لئے دروازہ کھلا رہتا تھا۔ تھکے ہوئے مسافر وہاں ضرور تھکن اتارنے آتے ہوں گے۔ جس طرح وہ بوڑھے اپنی جوان اولاد کے ساتھ آئے تھے، جیسے اب میں جینا کے ساتھ وہاں رہنے آیا تھا۔ میں نے کہا "جب تمہارے ساتھ ایسا ہوا ہے تو دوسرے لوگوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا رہا ہوگا۔"

"ہاں، تمہارے ساتھ بھی یہی ہوسکتا ہے۔ یہ تمہارے ساتھ ایک حسین لڑکی ہے۔ شیطان اسے لے جائیں گے۔ اور تمہیں رونے کے لئے چھوڑ دیں گے۔"

جینا یہ سن کر میرے بازو سے لگ گئی۔ میں نے بوڑھے سے کہا "ہم سے اور تم سے پہلے آنے والوں نے بھی قریبی ٹاؤن میں جا کر پولیس اسٹیشن میں رپورٹ درج کرائی ہوگی۔ صرف جوان لڑکے اور حسین لڑکیاں ہی غائب ہوا کرتی ہیں تو اس اغوا کے پیچھے کوئی گہری چال ہے۔ میں اس کاٹیج میں جا کر دیکھوں گا کہ یہ ماجرا کیا ہے؟"

"نہ جاؤ۔ ہم نے جو صدمہ اٹھایا ہے، اس سے سبق حاصل کرو۔ یہ لڑکی حسین ہے، جوان ہے۔ کاٹیج میں پہنچتے ہی تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

جینا نے مجھے اپنی گاڑی کی طرف کھینچتے ہوئے کہا "ہم واپس جائیں گے۔"

میں نے اسے تھپکتے ہوئے کہا "میں ہمیشہ انسان نما شیطانوں سے جنگ کرتا آیا ہوں۔ یہاں بھی اگر شیطان ہیں تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"فرق پڑے گا" بوڑھے نے کہا "تم اپنی باتوں سے دلیر لگتے ہو لیکن انسانوں اور شیطانوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ یہاں کوئی شیطانی چکر ہے۔"

میں نے کہا "یقیناً تمہارے جوان بچوں کے ساتھ کالے جادو کا عمل ہوا ہے۔ افریقہ کے جنگلات میں رہنے والے قدیم ترین قبیلے کے سردار کالے جادو کے خطرناک عامل ہوتے ہیں۔ میں کالے عمل کا توڑ کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"کیا تم کالا جادو جانتے ہو؟"

"میں مسلمان ہوں۔ جادو کو مانتا ہوں مگر اس پر لعنت بھیجتا ہوں۔ شیطانی علم صرف شیطان کو جاننا چاہئے، مسلمانوں کو صرف اس کا توڑ سیکھنا چاہئے۔"

خاتون نے کہا "تمہاری باتوں اور تمہارے ارادوں سے میرا صدمہ کم ہو رہا ہے۔ کیا تم میرے بچوں کو واپس لاسکو گے؟"

"انشاءاللہ! پوری کوشش کروں گا۔ کیا تمہارے پاس ان کی

تصویریں ہیں؟"

"ہاں ہمارے سامان میں ہیں۔ کیا تم دیکھنا چاہتے ہو؟"

"ضرور دیکھوں گا۔"

میں جینا کو ان کے پاس چھوڑ کر کاٹیج کے برآمدے میں آیا۔ اندر جانے سے پہلے چاروں طرف گھوم کر دیکھنے لگا۔ وہ جگہ بہت اچھی تھی، بہت خوبصورت تھی۔ کہیں سے بھی خطرہ محسوس نہیں ہوتا تھا۔ اگر ان بوڑھے والدین سے ملاقات نہ ہوتی تو ہم کبھی یقین نہ کرتے کہ وہاں کوئی شیطانی چکر چل رہا ہے۔ میں اس کاٹیج کے چاروں طرف گھوم کر واپس آیا تو بوڑھے نے ایک البم لا کر دیا۔ میں نے جینا سے کہا "ان مظلوم والدین سے باتیں کرو۔ میں کچھ دیر البم دیکھتا رہوں گا۔"

وہ سمجھ گئی کہ میں کیا کرنے والا ہوں۔ میں ٹریلر کے اندر آکر بیٹھ گیا۔ البم کھول کر دیکھنے لگا۔ پہلے صفحے پر ان بوڑھوں کی تصویر تھی۔ ان کے ساتھ ایک جوان لڑکی اور جوان لڑکا بھی نظر آرہا تھا۔ دوسرے صفحے پر ان جوانوں کا کلوز اپ تھا۔ چہرہ اور آنکھیں صاف طور سے نظر آرہی تھیں۔

میں اس لڑکی کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ دیکھتے دیکھتے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ گھاس پھوس سے بنے ہوئے بستر پر سو رہی تھی۔ میں اس کے خوابیدہ دماغ کو ٹٹولنے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ پوری طرح سحر زدہ ہے لیکن وہ جادو اس کے دماغ کے تہ خانے تک نہیں پہنچا تھا۔

کالے جادو کی یہ سب سے بڑی خامی ہے کہ وہ اوپر ہی اوپر اثر انداز ہوتا ہے۔ یہ ازل سے ہوتا آیا ہے کہ شیطان جب گمراہ کرتا ہے تو وہ انسان کے بہت اندر تک پہنچ نہیں پاتا کیونکہ خدائے ذوالجلال نے انسان کو پیدا کرتے وقت اس کے بہت اندر انسانیت رکھی تاکہ وہاں صرف ایمان اثر انداز ہوتا رہے۔ شیطانی عمل کا دوسرا نام کالا جادو ہے۔ یہ ایمان والوں پر نہ کبھی اثر کرتا ہے، نہ کبھی اثر کرے گا۔ اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ انسان کو صرف سطحی طور پر متاثر کرتا ہے۔

اور یہ تو میں دماغ کے اندر پہنچ کر دیکھتا ہوں۔ اس لڑکی کے اندر بھی جا کر دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ وہ سحر زدہ ہے۔ اسے کچھ ہوگیا ہے۔ وہ اپنے آپ میں نہیں ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے یاد رکھنا چاہئے کہ میں اپنی ماما اور بابا کے ساتھ ایک کاٹیج میں آئی تھی، اس کاٹیج میں ایک بڑے سے بورڈ پر خوش آمدید لکھا ہوا ہے۔"

اس کی سوچ نے کہا "مجھے یاد ہے۔ میں ماما، بابا اور اپنے بھائی پیٹر جان کے ساتھ اس کاٹیج کے اندر گئی تھی۔ ہم نے ٹارچ کی روشنی میں دیکھا، ایک میز پر ایک بڑی سی موم بتی رکھی ہوئی تھی۔ پیٹر جان نے دیا سلائی سے اس موم بتی کو روشن کیا۔ اس کے ساتھ ہی گم صم سا ہوکر موم بتی کی لَو کو تکنے لگا۔ ہم اس کی روشنی میں کمرے کا جائزہ لے رہے تھے، تب پیٹر نے مجھے مخاطب کیا... لارا... اِدھر آؤ۔ ذرا اسے دیکھو۔"

میں جس لڑکی کے دماغ میں تھا، اس کا نام لارا جان تھا۔ اس کے بیان کے مطابق جب بھائی پیٹر نے اسے بلایا تو اس نے بھی قریب جا کر موم بتی کی لَو کو دیکھا۔ پھر وہ بھی اس لَو میں کھو گئی۔ اسے روشن لَو میں ایک نیگرو کا بھیانک چہرہ نظر آرہا تھا۔ اس نے سر پر دو بڑی بڑی سینگوں والی وگ پہنی ہوئی تھی۔ سیاہ چہرے پر مختلف رنگوں سے بنی ہوئی لکیریں تھیں۔ اس نے ننھی ننھی انسانی کھوپڑیوں کی مالا پہنی ہوئی تھی۔ اس کی دو ہتھیلیوں پر دو کوڑیاں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ اجنبی زبان میں منتر پڑھ کر کوڑیوں پر پھونک رہا تھا۔ اچانک ہی وہ کوڑیاں اس کی ہتھیلیوں پر سے اڑ گئیں۔ فضا میں اڑتی ہوئی آنے لگیں۔ اب وہ نیگرو جادوگر انگریزی زبان میں کہہ رہا تھا "جاؤ... جاؤ... میرے شکار کو لے آؤ۔"

یکبارگی ان دونوں کو دماغی جھٹکا سا پہنچا۔ ایک کوڑی آکر پیٹر کی پیشانی سے اور دوسری کوڑی آکر لارا کی پیشانی سے چپک گئی۔ لارا نے پلٹ کر باپ سے کہا "بابا! یہاں سے جاؤ۔"

پیٹر نے ماں سے کہا "ماما! جتنی جلدی ہوسکے، ہمیں چھوڑ کر چلی جاؤ، ورنہ ہم تمہیں چھوڑ کر چلے جائیں گے۔"

یہیں سے والدین اور جوان بچوں کے درمیان جنگ شروع ہوگئی۔ وہ کہیں جانا چاہتے تھے اور والدین جانے نہیں دیتے تھے۔ انہوں نے باتوں سے سمجھایا، ہاتھوں سے روکا۔ بوڑھے پاؤں جہاں تک ساتھ دے سکتے تھے، وہاں تک انہوں نے پیچھا کیا۔ پھر لارا اور پیٹر ان سے بہت دور نکل گئے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ کہاں جارہے ہیں۔ ان کی پیشانیوں سے چپکی ہوئی کوڑیاں انہیں لے جارہی تھیں۔

پھر وہ آبشار کے گرتے ہوئے پانی کے پیچھے آگئے۔ وہاں ایک غار کے پاس چند سیاہ فام ہاتھوں میں مشعلیں لئے کھڑے تھے۔ وہ ان کے پیچھے چلنے لگے۔ اس غار میں سانپ ہی سانپ دکھائی دے رہے تھے۔ سیاہ فام اپنی مشعلوں کی آگ سانپوں کی طرف کرتے، وہ اِدھر اُدھر بھاگنے لگتے۔ ان کے درمیان راستہ بنتا جاتا اور وہ وہاں سے گزرتے جاتے تھے۔ کوئی آدھے میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ غار کے دوسری طرف نکل آئے۔

وہاں پہنچتے ہی ڈھول تاشوں کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ کچھ فاصلے پر کئی جھونپڑیاں نظر آرہی تھیں۔ کالے کلوٹے مرد، عورتیں اور بوڑھے خوشی سے اچھل اچھل کر کچھ کہہ رہے تھے۔ لارا اور پیٹر کو گزرنے کا راستہ دے رہے تھے پھر ان کے پیچھے چلتے جارہے تھے۔ بستی کے درمیان ایک کھلی جگہ تھی۔ وہاں ایک بڑے سے چبوترے پر شیطان کا بڑا سا پتلا بنا ہوا تھا۔ پتلے کے قدموں میں لکڑی کا ایک تخت بنا ہوا تھا۔ اس تخت پر وہی خوفناک چہرے والا نیگرو بیٹھا ہوا تھا جسے وہ بہن بھائی موم بتی کی لَو میں دیکھ چکے تھے۔ وہ نوکیلی سینگوں والی وگ

سر پر پہنے ہوئے تھا۔ اس کے سیاہ چہرے پر مختلف رنگوں سے لکیریں بنی ہوئی تھیں اور ننھی ننھی انسانی کھوپڑیوں کی ایک مالا اس کے گلے میں تھی۔

جب وہ دونوں سحرزدہ انداز میں چلتے ہوئے چبوترے کے پاس جادوگر کے سامنے پہنچے تو اس نے قہقہہ لگایا پھر دونوں ہتھیلیاں آگے بڑھائیں۔ لارا اور پیٹر کی پیشانیوں سے وہ کوڑیاں اچھل کر اس کی دونوں ہتھیلیوں پر آگئیں۔ وہ بہن بھائی ایک دم چونک پڑے۔ کوڑیوں سے نجات ملتے ہی وہ ہوش میں آگئے' سہمے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ سیاہ فام مرد ہاتھوں میں رائفلیں اٹھائے ان کے چاروں طرف ناچ رہے تھے' ڈھول اور تاشے زور زور سے بجائے جارہے تھے۔

لارا اپنے بھائی سے لپٹ کر رونے لگی۔ پیٹر نے چیخ چیخ کر پوچھا "تم لوگ کون ہو؟ ہم یہاں کیسے آگئے؟ ہم تو کاٹیج میں ماما اور پاپا کے ساتھ تھے۔"

اس کی باتیں کوئی نہیں سن رہا تھا۔ دوسری جنگِ عظیم سے پہلے افریقہ کے قبائلی باشندے اتنے پسماندہ تھے کہ لباس پہننا بھی نہیں جانتے تھے۔ صرف نیزوں اور تیر کمان کا استعمال جانتے تھے۔ آج وہ یورپی تہذیب سے بڑی حد تک واقف تھے۔ انہوں نے پتلون' بنیان اور بش شرٹ وغیرہ پہنا ہوا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں۔ کتنی ہی کالی کلوٹی عورتوں نے اسکرٹ اور بلاؤز پہنے ہوئے تھے۔ اتنی تہذیب کے باوجود وہ کالا جادو جاننے والے قبائلی سردار کے آگے سجدہ کرتے تھے اور اسے اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے۔

سردار اپنے تخت سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ تمام رقص کرنے والے رک گئے۔ ڈھول تاشے کی آواز ختم ہوگئی۔ جب وہ مخاطب ہوا تو دونوں بہن بھائی حیران رہ گئے۔ وہ انگریزی زبان بول رہا تھا۔ ان سے کہہ رہا تھا۔ "میں دنیائے طلسمات کا بادشاہ ہوں۔ میرے جادو کا کوئی توڑ نہیں ہے۔ جو سحرزدہ ہو کر یہاں آتے ہیں' وہ پھر واپس نہیں جاتے تم بھی آئے ہو' کبھی واپس نہ جانے کے لئے۔"

پیٹر نے پوچھا "تم ہم سے چاہتے کیا ہو؟"

"غلامی... ایک وقت تھا جب سفید فام آقا ہمارے قبیلوں میں آکر ہم سیاہ فام لوگوں کو غلام بنا کر لے جاتے تھے۔ وہ ایسا کیوں کرتے تھے؟ کیا ہم غلام بنائے جانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں؟"

اس نے ہاتھوں کے اشارے سے آس پاس دکھاتے ہوئے کہا "دیکھو' ہم کتنے کالے اور بدصورت ہیں۔ گورے بچے ہم سے ڈرتے تھے مگر ہمارے قبیلے میں جو آئندہ نسل ہوگی' وہ خوبصورت ناک نقشے والی ہوگی۔"

اس نے تین بار تالی بجائی۔ آس پاس کی مختلف جھونپڑیوں سے انگریز عورتیں نکل کر آنے لگیں۔ عورتوں کی گود میں ...ے رنگ کے بچے تھے' ان کے ساتھ ایک ایک سیاہ فام مرد تھا۔ سردار نے کہا "یہ گوری عورتیں ہمارے کالے حبشی مردوں کی بیویاں اور ان کے بچوں کی مائیں ہیں۔"

اس نے پھر تین بار تالی بجائی۔ مختلف جھونپڑیوں سے انگریز مرد نکل کر آنے لگے۔ ان کے ہاتھ پاؤں زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے۔ ان کے گلے میں رسیوں کے پھندے تھے اور وہ رسیاں سیاہ فام عورتوں کے ہاتھوں میں تھیں۔ ان سیاہ فام عورتوں کی گود میں گورے رنگ کے بچے دکھائی دے رہے تھے۔

عجیب تماشا تھا' جو سمجھ میں آرہا تھا۔ وہ سردار کالے جادو کے ذریعے انگریز عورتوں اور مردوں کو اپنے قبیلے میں جبراً لاتا تھا۔ گوری عورتوں کی شادی کالے مردوں سے اور کالی عورتوں کی شادی گورے مردوں سے کراتا تھا۔ ان سے ہونے والے بچے نہ زیادہ کالے ہوتے تھے' نہ زیادہ بدصورت ہوتے تھے۔ بہت زیادہ خوبصورت بھی نہیں ہوتے تھے۔ البتہ آئندہ نسل کا رنگ روپ بدل رہا تھا۔ آثار بتارہے تھے کہ یہ سلسلہ جاری رہا تو وہاں پھر کوئی سیاہ فام بدصورت حبشی بچہ پیدا نہیں ہوگا۔

وہ قہقہے لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا "دیکھو' میرے کالے جادو میں کتنا حسن ہے۔ میرا قبیلہ آئندہ دس پندرہ برسوں میں خوبصورت ہو جائے گا... پھر کوئی ہمیں کالا' بدصورت اور خوفناک نہیں کہے گا۔"

وہ لارا کی طرف انگلی اٹھا کر بولا "تم بلا کی حسین ہو۔ میرا دل تم پر آگیا ہے۔ میں اپنے قبیلے کی رسم کے مطابق تم سے شادی کروں گا۔ تم میرے بچوں کی ماں بنوگی۔"

وہ رونے لگی "نہیں نہیں' مجھے جانے دو۔ مجھے تم سے ڈر لگ رہا ہے۔ تم ہاتھ لگاؤ گے تو میں مرجاؤں گی۔"

پیٹر نے کہا "میں نہتا ہوں۔ تم مرد کے بچے ہو تو مجھے ہتھیار دو۔ پھر میرا نشانہ دیکھو۔ میں تمہیں گولیوں سے چھلنی کردوں گا۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا "اسی لئے تو میں نے تمہارے جیسے انگریز مردوں کو زنجیریں پہنائی ہیں تاکہ یہ کبھی بغاوت کرنا چاہیں تو زنجیروں سے آزاد نہ ہو سکیں۔"

اس نے چٹکی بجائی۔ حبشیوں نے اسے اپنی اپنی رائفل کے نشانے پر رکھ لیا۔ دو حبشی آکر اسے زنجیریں پہنانے لگے۔ اگر وہ اعتراض کرتا تو وہ ظالم اسے اور اس کی بہن کو گولی مار دیتے۔ لارا ابھی سمجھ گئی تھی کہ نجات ممکن نہیں ہے وہ سردار کی بیوی بننے سے انکار نہیں کرسکے گی۔ اسے پھر سحرزدہ کیا جائے گا۔ یا مار ڈالا جائے گا۔

دو حبشی عورتیں اسے پکڑ کر چبوترے پر لائیں پھر اسے سردار کے قدموں میں دھکیل دیا۔ ڈھول تاشے پھر بجنے لگے۔ مسلح حبشی رقص کرنے لگے۔ سردار نے جھک کر لارا کو دونوں بازوؤں میں اٹھالیا۔ وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ سردار کا خوفناک چہرہ دیکھ نہیں سکتی تھی' اس لئے آنکھوں کو بند کرلیا

تھا۔ وہ اسے بازوؤں میں اٹھائے شیطان کے پتلے کے چاروں طرف گھومنے لگا۔ پھر اپنے تخت کے پاس آکر پیٹر سے بولا "تو ایک ہی شرط پر زندہ رہے گا۔ اس قبیلے کی کسی عورت کو پسند کرکے شادی کرلے۔ انکار کرے گا تو ابھی تجھے گولی ماردی جائے گی۔"

پیٹر نے مجبور ہو کر دیکھا۔ سیاہ فام لڑکیاں ایک قطار میں کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک حبشی نے اسے رائفل کے کندے سے مارتے ہوئے لڑکیوں کی طرف دھکا دیا۔ وہ ایک ایک لڑکی کو دیکھتے ہوئے گزرنے لگا۔ اسے عام حالات میں کبھی کوئی پسند نہیں آسکتی تھی مگر جان بچانے کے لئے اس نے ایک لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

سب لوگ خوشی سے ناچنے لگے۔ ایک نے پیٹر کے گلے میں پھندہ ڈالا پھر اس کی رسی لڑکی کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ سردار نے کہا "ہمارے قبیلے کی رسم کے مطابق دن کے بارہ بجے جب سورج سر پر ہوتا ہے' تب شادی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ کل ہماری شادی اسی چبوترے پر شیطانِ معظم کے سامنے ہوگی۔ رات کافی ہوچکی ہے' اب آرام کرو۔"

وہ سیاہ فام لڑکی پیٹر کی رسی کھینچتے ہوئے ایک طرف جانے لگی۔ سردار لارا کو دونوں بازوؤں میں اٹھائے ایک جھونپڑی کے اندر آیا پھر اسے گھاس پھوس کے بستر پر لٹا کر بولا "تم حسین اور پُرشباب ہو مگر میں سردار ہونے کے باوجود قبیلے کی رسم کے خلاف تمہیں ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ کل بارہ بجے تک صبر کروں گا۔ تم یہاں آرام سے سوجاؤ۔"

وہ آنکھیں بند کئے ہوئے تھی۔ اسے دیکھنے سے خوف کے مارے جان نکلنے لگتی تھی۔ وہ دعائیں مانگ رہی تھی کہ فوراً دم نکل جائے یا اس شیطان سے کسی طرح نجات مل جائے۔ سردار نے کہا "میں جانتا ہوں' تو بند آنکھوں کے پیچھے جاگ رہی ہے۔ تجھے اس طرح نیند نہیں آئے گی۔"

اس نے کوڑی نکالی' کوئی منتر پڑھ کر کوڑی پر پھونکا پھر اسے لارا کی پیشانی پر رکھ دیا۔ وہ دوسرے ہی لمحے غافل ہوگئی۔ گہری نیند میں ڈوب گئی۔ اسے اپنا ہوش نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے؟ اور کس حال میں ہے؟

ایسے ہی وقت میں اس کے دماغ میں آکر معلومات حاصل کررہا تھا۔ پھر میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر پیٹر کی تصور کو دیکھا۔ اسے دیکھتے دیکھتے اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ایک جھونپڑی کے اندر گھاس پھوس کے بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں مزید چھ انگریز تھے۔ سب کے ہاتھ پاؤں زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے۔ وہ پیٹر کو بتارہے تھے کہ یہاں سے نجات ممکن نہیں ہے۔ ہمیں یہاں قید رکھا جاتا ہے۔ جب ہماری کالی بیویوں کو ضرورت ہوتی ہے' وہ آتی ہیں اور اپنے اپنے شوہر کی رسی پکڑ کر اپنی جھونپڑیوں میں لے جاتی ہیں۔

وہ سچ مچ جانوروں کی طرح زندگی گزار رہے تھے۔ میں ایک ایک کی آواز سن رہا تھا اور ہر ایک کے دماغ میں جاکر معلومات حاصل کررہا تھا۔ اس قبیلے میں چھ سیاہ فام ایسے تھے جو اپنے سردار کی طرح انگریزی بولتے تھے۔ قریبی شہروں میں جتنے پولیس اسٹیشن تھے' ان کے پولیس افسران نیگرو تھے۔ وہ سب کالا جادو جاننے والے سردار سے مرعوب تھے۔ اس کے احکامات کے پابند تھے۔ جب بھی گوری نسل کی عورتیں اور مرد غائب ہوتے تھے۔ ان کے عزیز رشتے دار رپورٹ درج کرانے آتے تھے' وہ ان کی تسلی اور دلجوئی کے لئے دور دور تک جنگلوں میں جاتے تھے اور ناکام واپس آکر خانہ پری کرتے ہوئے رپورٹ لکھ دیتے تھے کہ قدیم وحشی قبیلے کے لوگ جادو جانتے ہیں۔ ہزار تلاش کے باوجود نظر نہیں آتے۔ حدود پولیس پارٹی کے ساتھ گھنے جنگلات میں جانے والے افسران آج تک واپس نہیں آئے۔

میں یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد ٹریلر سے باہر آگیا۔ وہ البم بوڑھے انگریز کو دیتے ہوئے بولا "ہمیں قریبی ٹاؤن میں جاکر پولیس کی مدد حاصل کرنا چاہئے۔"

"وہ تو ہم پہلے ہی جارہے تھے' تم نے خواہ مخواہ اتنی دیر روک لیا۔"

خاتون نے پوچھا "تم کالے جادو کا توڑ کرنے والے تھے؟"

"ہاں تمہارے لئے خوشخبری ہے۔ لارا اور پیٹر خیریت سے ہیں۔ میرا علم کہتا ہے۔ پولیس والے انہیں واپس لے آئیں گے۔"

وہ میاں بیوی اپنی ویگن میں بیٹھ گئے۔ میں جینا کے ساتھ ٹریلر گاڑی میں آگیا۔ وہ ڈرائیو کرنے لگی۔ میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر اسے مختصر روداد سنائی پھر کہا "میں جانتا ہوں کہ لیلیٰ' سلطانہ اور سلمان واسطی وہاں اہم معاملات میں مصروف ہیں لیکن وہ اپنی مصروفیات میں سے تھوڑا تھوڑا وقت نکال کر یہاں آتے رہیں گے تو کئی مظلوموں کو شیطانی عمل کرنے والوں سے نجات مل جائے گی۔"

وہ بولی "تم نے کہا تھا' جس ویرانے میں جاؤ گے' وہاں کے متعلق ہمیں نہیں بتاؤ گے۔ کیا تنہا ان سے نمٹ نہیں سکتے؟"

"چیلنج کروگی تو تمہاری امداد پر لعنت بھیج دوں گا۔"

"اتنی جلدی غصہ آگیا۔ یہ بڑھاپے کی علامت ہے!"

"میں بتا چکا ہوں کہ وہ خطرناک جادوگر ہے۔ اس کے قبیلے میں صرف چھ انگریزی جاننے والے ہیں۔ باری باری ان کے دماغوں میں پہنچنے تک بہت سی مظلوم عورتیں اور مرد مارے جائیں گے۔"

"تم جس زمین پر قدم رکھو گے' وہاں یہی ہوگا۔ اتنی بڑی دنیا میں کوئی ایسا ویرانہ ہے جہاں تمہاری ذات سے ہنگامہ برپا نہ ہو؟"

"ایسی جگہ ہے۔ میں یہاں شیطان سے نمٹنے کے بعد

قبرستان چلا جاؤں گا۔"

"وہاں بھی مُردے اٹھ بیٹھیں گے۔ ابھی لیلیٰ میرے پاس تھی۔ وہ سلمان کو تمہارے حالات بتانے گئی ہے۔ سلطانہ بھی وہاں آئے گی لیکن دونوں بہنیں اپنے وعدے کے مطابق تمہارے دماغ میں نہیں آئیں گی۔ سلمان کے ذریعے دشمنوں کے اندر جگہ بنائیں گی۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ جب قریبی ٹاؤن پہنچ کر وہاں کے پولیس افسر سے ملاقات کی تو سلمان واسطی میرے پاس موجود تھا۔ افسر کی آواز سن کر اس کے دماغ میں چلا گیا۔ افسر کہہ رہا تھا "یہاں پہلے بھی ایسی رپورٹیں آتی رہی ہیں۔ ہم جنگلوں میں دور تک جاتے ہیں لیکن واردات کرنے والوں کا سُراغ نہیں ملتا۔"

میں نے کہا "ہو سکتا ہے' اس بار سُراغ مل جائے اور مجرم گرفتار ہو جائیں۔"

وہ جانا نہیں چاہتا تھا۔ بہانے کرکے ٹالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ سلمان نے میرے پاس آکر کہا "یہ افسر اس قبیلے کے سردار سے مرعوب اور متاثر ہے۔ ابھی تمہارے ساتھ جینا کو دیکھ کر سوچ رہا ہے' اس حسینہ کو بھی سردار تک پہنچانا چاہئے۔"

سلمان کی بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی' اس افسر نے مجھ سے کہا "ان مجرموں کو گرفتار کرنے کی ایک صورت ہے۔ وہ لوگ حسین لڑکیوں کو اغوا کرتے ہیں۔ اگر تم ہمارے ساتھ اس حسینہ کو لے کر تلاش کرنے چلوگے تو وہ اسے حاصل کرنے کے لئے ضرور ہم سے ٹکرائیں گے۔ پھر ہم ان کا مقابلہ کرتے ہوئے ان کے اڈے تک پہنچ جائیں گے۔"

میں نے جینا کو اپنے قریب تر کرتے ہوئے کہا "یہ میری شریکِ زندگی ہے۔ جہاں میں جاؤں گا' وہاں یہ بھی جائے گی۔ ہمیں فوراً ان کی تلاش میں چلنا چاہئے۔"

ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ ہماری ٹریلر گاڑی بہت بڑی تھی۔ جنگل کے کچے اور تنگ راستوں سے نہیں گزر سکتی تھی۔ ہم نے اسے وہاں لاک کرکے چھوڑ دیا۔ افسر اپنے مسلح سپاہیوں کے ساتھ جیپ میں تھا۔ ہم ان بوڑھے والدین کی ویگن میں سفر کر رہے تھے۔ سفر کے دوران میں نے سلمان واسطی کو لارا' پیٹر اور دوسرے گورے قیدیوں کے دماغوں تک پہنچادیا۔ سلمان کے ذریعے لیلیٰ اور سلطانہ بھی وہاں پہنچ گئی تھیں۔

پولیس کی جیپ ہمارے آگے تھی۔ ہم ان کی رہنمائی میں چل رہے تھے۔ افسر کا یہی خیال تھا کہ وہ ہمیں جدھر لے جائے گا' ہم اُدھر چل پڑیں گے۔ وہ ایک بستی میں جاکر وہاں کے حبشیوں کو اپنی زبان میں سمجھانا چاہتا تھا کہ ڈھول کی مخصوص اشاراتی آواز میں وہ جادوگر سردار تک یہ پیغام پہنچائیں کہ ایک حسین شکار فلاں راستے سے گزر رہا ہے۔ شکار کے ساتھ صرف دو مرد ہیں۔ وہ مقابلے میں نہیں ٹھہر سکیں گے۔ ہم پولیس والے بھی دکھاوے کی فائرنگ کرتے ہوئے کسی اور طرف نکل جائیں گے۔

وہ اپنے راستے پر جانے کی سوچ رہا تھا۔ میں اسے اپنے راستے پر لے جا رہا تھا۔ وہ آبشار کے قریب پہنچ کر چونک گیا۔ پھر بولا "ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟"

میں نے کہا "تم ان واردات کرنے والوں کی بستی کا راستہ خوب جانتے ہو۔ اور صحیح راستے پر آئے ہو۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ صحیح راستہ ہے؟"

"تم جس شیطان کے غلام ہو' میں اس شیطان کا بھی باپ ہوں' ساری باتیں جانتا ہوں۔ راستہ اس آبشار کے پیچھے ہے۔"

"یو شٹ اپ۔ آبشار کے پیچھے سانپوں کا غار ہے۔ وہاں سے کوئی نہیں گزر سکتا۔ تم پولیس کا وقت برباد کر رہے ہو۔"

"تم کھاتے ہو سرکار کا اور گاتے ہو سردار کا۔ میں آج تم سے سرکاری ڈیوٹی لوں گا۔"

میں نے پھر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے سپاہیوں کو حکم دیا "یہ صاحب ٹھیک کہتا ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔"

ہم اپنی گاڑیوں سے اتر گئے۔ پولیس پارٹی کے پیچھے چلنے لگے۔ پتھروں پر چڑھتے ہوئے اس غار کے سامنے آئے جو سانپوں کا مسکن تھا۔ میں ان سپاہیوں کو ساتھ لے جانا نہیں چاہتا تھا کیونکہ بُرے وقت میں وہ جادوگر کا ساتھ دینے والے تھے۔ افسر نے میری مرضی کے مطابق انہیں حکم دیا "دو سپاہی اپنی وردی اتاریں اور باقی سپاہیوں کے ساتھ واپس چلے جائیں۔"

انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ دو سپاہیوں نے وردی اتار کر ہمیں دی پھر سب وہاں سے چلے گئے۔ میں نے ایک وردی میں آگ لگائی پھر اس آگ سے سانپوں کو اِدھر اُدھر بھگاتا ہوا سب کے ساتھ وہاں سے گزرنے لگا۔

ہم جلد ہی غار کے دوسرے سرے سے باہر آگئے۔ دن کے بارہ بجنے والے تھے۔ اس قبیلے کی رسم کے مطابق ٹھیک بارہ بجے شادی ہونے والی تھی۔ سامنے بستی میں ڈھول تاشے اور ناچنے گانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ میں نے سلمان واسطی کے دماغ میں جاکر کہا۔ "میں بستی کے بالکل قریب پہنچ گیا ہوں۔"

سلمان نے کہا "ہم بالکل تیار ہیں۔ لارا اور پیٹر اس جادوگر کے سامنے جائیں گے تو ان کے ذریعے ہم جادوگر کے دماغ میں پہنچ سکیں گے۔"

مجھے سلمان سے باتیں کرنے کے لئے افسر کے دماغ کو چھوڑنا پڑا تھا۔ اس کا دماغ آزاد ہوتے ہی وہ چونکا۔ فوراً ہی سمجھ گیا کہ میں جادو کے ذریعے اسے جبراً یہاں تک لایا ہوں۔ وہ بے اختیار بستی کی طرف بھاگتے ہوئے چیخنے لگا۔ "سردار... مجھے بچاؤ۔ ایک جادوگر مجھے یہاں تک سحر زدہ کرکے لے آیا ہے۔"

سردار چبوترے پر کھڑا شیطان کے قد آور پُتلے کے سامنے منتر پڑھ رہا تھا۔ اس کی آواز سن کر چونک گیا۔ پلٹ کر دیکھا۔ پھر قریب آنے والے افسر سے پوچھا "کیا تمہیں پتا نہیں کہ میں منتر پڑھتے وقت مداخلت پسند نہیں کرتا؟"

"میں مجبور ہوگیا تھا۔ آپ کو خطرے سے آگاہ کرنے آیا ہوں۔ ایک جادوگر یہاں آپ سے مقابلہ کرنے آیا ہے۔"

"کیا بکتے ہو؟ کس کی شامت آئی ہے جو میرے مقابلے میں آئے گا؟"

میں افسر کے ذریعے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ افسر کے اندر سے نکل کر اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ چونک گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر شیطان کے پتلے سے بولا "خطرہ ہے۔ سچ مچ کوئی خطرہ ہے۔ میں اپنے اندر بوجھ محسوس کر رہا ہوں۔"

اس نے ایک کوڑی نکال کر ہتھیلی پر رکھتے ہوئے کہا "اے شیطانِ معظم! میرے اندر اور باہر' جو بھی دشمن چھپا ہے' اسے میرے قدموں میں لے آ۔ میں نے برسوں تیری پوجا کرکے یہ کوڑیاں حاصل کی ہیں۔ یہ ایک کوڑی دشمن کی پیشانی سے جاکر چپکے گی اور اسے یہاں لے آئے گی۔"

یہ کہتے ہی وہ منتر پڑھنے لگا۔ میں لارا کے ذریعے اس کوڑی کا شیطانی عمل معلوم کر چکا تھا۔ وہ میری بھی پیشانی سے آکر چپک سکتی تھی۔ مجھے بھی سحر زدہ کر سکتی تھی۔ اس سے پہلے ہی میں اس کے دماغ میں الٹا سیدھا منتر پڑھنے لگا۔ وہ گڑبڑا گیا۔ اپنا منتر صحیح طور پر نہ پڑھ سکا۔ اس نے پریشان ہو کر شیطان کے پتلے کو دیکھا۔ پھر شروع سے پڑھنے لگا۔ میں نے اسے گڑبڑا دیا۔ وہ گرج کر بولا "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کون مجھ پر جادو کر رہا ہے؟"

اس نے پولیس افسر کو گھور کر دیکھا۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ کہنا چاہتا تھا کہ میں بستی کے قریب پہنچا ہوا ہوں۔ میں نے اسے کہنے نہیں دیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق اچھل کر ایک حبشی کے پیچھے آیا۔ اس کی گردن ایک ہاتھ سے دبوچ کر دوسرے ہاتھ سے ریوالور کو نکالا۔ پھر جادوگر پر فائر کیا۔ وہ سردار ایک طرف چھلانگ لگا کر موت سے تو بچ گیا مگر زخمی ہو گیا۔ گولی اس کی ٹانگ پر لگی تھی۔ وہ چبوترے پر لڑھکتا ہوا شیطان کے پتلے کے پیچھے چلا گیا۔

میں افسر کے اندر رہ کر مسلسل فائرنگ کر رہا تھا۔ لوگ مر رہے تھے اور کچھ مورچا بنانے کے لئے اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ کچھ بستی کے باہر ہماری طرف آئے تو میں نے اور جینا نے فائرنگ شروع کر دی۔ ان میں سے کئی گرے اور باقی بستی کے دوسری طرف بھاگنے لگے۔

اُدھر سلمان نے سردار کے دماغ میں پہنچ کر حکم دیا۔ "میرے قبیلے میں انگریزی بولنے والے ہیں۔ وہ گورے قیدیوں کو آزاد کر دیں۔ میرے حکم پر فوراً عمل کرو۔"

اس کا حکم سنتے ہی کچھ سیاہ فام مختلف جھونپڑیوں کی طرف دوڑنے لگے۔ سردار پریشان ہو کر سوچ رہا تھا کہ اس نے ایسا حکم کیوں دیا۔ وہ اپنے آدمیوں کو واپس بلانا چاہتا تھا۔ مگر زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی' دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔

وہ بہت بڑا جادوگر تھا۔ مگر جادو کا تعلق منتر پڑھنے سے تھا اور سلمان واسطی اسے پڑھنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ اُدھر انگریزی زبان جاننے والے سیاہ فام گورے قیدیوں کے پاس آکر زنجیریں کھولنے لگے۔ لیلیٰ اور سلطانہ نے قیدیوں کو بولنے پر اکسایا۔ ان کے ذریعے حبشیوں کی آواز سنی پھر ان کے دماغ پر قبضہ جماکر ان کی رائفلیں اور کارتوس گورے قیدیوں کو دیں پھر ان سے کہا "جاؤ' کوئی مسلح سیاہ فام زندہ نہ بچے۔"

وہ ہتھیار لے کر دوڑتے ہوئے چبوترے کی طرف جانے لگے۔ راستے میں آنے والے دشمنوں پر فائر کرتے رہے۔ میں جینا کے ساتھ ایک جھونپڑی کے پیچھے آگیا۔ وہاں لارا کو قید کیا گیا تھا۔ جھونپڑی کی دیواریں سوکھی گھاس اور بانس کی کھپچیوں سے بنی ہوئی تھیں۔ میں نے چھوٹی سی کھڑکی سے دیکھا۔ وہاں ایک انگریز لڑکی سہمی ہوئی سی بیٹھی تھی۔ دو مسلح سیاہ فام کھڑے ہوئے تھے۔ باہر سے مسلسل گولیاں چلنے اور چیخنے چلانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ میں نے تڑاتڑ دو فائر کئے۔ ایک سیاہ فام گولی کھا کر گرا' دوسرا اچھل کر جھونپڑی کے اس حصے میں گیا جہاں میں اسے کھڑکی سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

میں نے جینا سے کہا "فوراً لیٹ جاؤ' خطرہ ہے۔"

لیکن وہ میری ہدایت پر فوراً عمل نہ کر سکی۔ میرے پیچھے دو سیاہ فام حملہ کرنے آئے تھے۔ وہ ان پر گولیاں برسا رہی تھی، اس نے مجھے ناگہانی حملوں سے بچالیا اور دونوں حبشیوں کو مار گرایا۔ مگر وہ چیخ مار کر اچھل پڑی۔ جھونپڑی کے اندر جو ایک سیاہ فام رہ گیا تھا' اس نے کھڑکی کے آس پاس اندھا دھند فائرنگ کی تھی۔ جینا کو لیٹنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ وہ گولی کھاتے ہی اچھل کر میرے پہلو میں آگری۔ میرا دل دھک سے رہ گیا۔ اس کی چیخ نے اور اکھڑتی ہوئی سانسوں نے میرے ہوش اڑادیئے۔ میں نے اسے کھینچ کر سینے سے لگایا پھر تڑپ کر کہا۔ "جینا... جینا... تم خیریت سے ہو نا؟"

میری آواز سن کر جھونپڑی کے اندر سے پھر فائرنگ ہونے لگی۔ میں جینا کو سمیٹے ہوئے لیٹا ہوا تھا۔ گولیاں اوپر سے گزر رہی تھیں۔ فائرنگ چند سیکنڈ کے لئے رکی تو میں نے مسلسل فائرنگ شروع کردی۔ اندر سے اس حبشی کی چیخ سنائی دی۔ پھر سناٹا چھا گیا۔

سناٹا تو میری زندگی میں چھا گیا تھا۔ میری جینا ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئی تھی۔ میں کبھی ایک پل کے لئے بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ مجھے بھرپور محبت دینے والی' مجھ پر تن من نچھاور کرنے والی یوں اچانک جان نچھاور کرکے چلی جائے گی... اور میں منہ دیکھتا رہ جاؤں گا۔

جب ہمیں دنیا جہان کی مسرتیں حاصل ہوتی رہتی ہیں' تب ہم بھول جاتے ہیں کہ موت مسرتوں کا لحاظ نہیں کرتی... وہ کسی وقت بھی اپنا کام کرجاتی ہے۔ انسان اسے بھلاوے' وہ انسان کو نہیں بھلاتی... ملک الموت ایک واحد فرشتہ ہے جس میں نام کو مروّت نہیں ہے... اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ ابھی جینا کی چڑھتی جوانی ہے اور فرہاد ڈوبتا ہوا سورج ہے... وہ مجھے لے ڈوبے... جینا کی جوانی کو چڑھتا رہنے دے... لیکن اس نے میری محبت کو میری زندگی سے غروب کردیا۔

سلمان واسطی نے میرے دماغ میں آکر بتایا کہ وہ جادوگر سردار ارکو جہنم میں پہنچا کر آیا ہے مگر وہ تفصیل نہ بتا سکا۔ میرے صدمے کو سمجھتے ہی خاموش ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے اپنے اندر لیلیٰ کی آواز سنائی دی "میں نے وعدہ کیا تھا' تمہارے دماغ میں نہیں آؤں گی... مگر ایسے وقت تو دشمن بھی آجاتے ہیں۔ میں بہت پہلے تمہارے خیالات پڑھ کر سمجھ گئی تھی کہ تم جینا سے ٹوٹ کر پیار کرتے ہو۔ اسے دل کی گہرائیوں سے چاہتے ہو... اوہ خدایا! میری سمجھ میں نہیں آتا' میں تسلی کے چند الفاظ کیسے ادا کروں... تم سے کیا کہوں؟ صرف اتنا کہتی ہوں' صبر کرو... ہوسکے تو سونیا سے رابطہ کرو..."

وہ خدا حافظ کہہ کر چلی گئی۔ سونیا کے پاس جانے یا خیال خوانی کرنے کو ایک ذرا دل نہیں چاہتا تھا۔ میں خاموش رہنا چاہتا تھا۔ مجھے اب اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ دشمن مارے گئے تھے' شیطانی عمل ختم ہوچکا تھا' گورے قیدی آزاد ہوگئے تھے' لارا کی آبرو سلامت رہ گئی تھی اور ان سب باتوں کی میں نے بہت بڑی قیمت ادا کی تھی۔

قیمت کے طور پر یہ معلوم ہوتا کہ میری جان جائے گی تو میں انکار نہ کرتا لیکن یہ معلوم ہوجاتا کہ جانِ تمنّا جائے گی تو میں کبھی ادھر کا رُخ نہ کرتا۔ انہی حالات میں کہا جاتا ہے کہ آدمی مقدّر کے ہاتھوں میں کھلونا ہے۔

○☆○

ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کرنا آسان نہ تھا۔ اسے زبردست حفاظتی انتظامات کے ساتھ چھپا کر رکھا گیا تھا۔ مشی گن جھیل کے جس علاقے میں اسے رکھا گیا تھا' اس علاقے میں قدم رکھنا تقریباً ناممکن بنادیا گیا تھا۔

سپر ماسٹر کی حیثیت سے سلمان واسطی کی فائل میں رپورٹ تھی کہ وہ آخری مشین ہے اور اس کا نقشہ بھی وہیں چھپا کر رکھا گیا ہے لیکن عقل تسلیم نہیں کرسکتی تھی کہ مشین کا نقشہ ایک ہی ہوگا۔ اس کی کئی کاپیاں ہوں گی جو نہایت رازداری سے چھپا کر رکھی گئیں ہوں گی۔ سپر ماسٹر بدلتے رہتے ہیں' اس لئے کسی بھی سپر ماسٹر کو اس سے تعلق رکھنے والے راز بتائے جاتے ہیں' دوسرے غیر متعلق راز اس سے بھی چھپائے جاتے ہیں۔

سونیا اس عزم کے ساتھ آئی تھی کہ جو مشین موجود ہے' اسے ضرور تباہ کرے گی۔ اس کے بعد دوسری تیار ہوجائے' کوئی بات نہیں۔ شیطان کبھی مرتا نہیں' دوسری صورت میں ظاہر ہوجاتا ہے۔ جب دوسری مشین کا سراغ ملے گا تو اسے بھی تباہ کیا جائے گا۔ مشین جہاں بھی ہوگی' وہاں والوں کی نیندیں حرام ہوتی رہیں گی۔ ازل سے انسان کے مقابلے میں جس طرح شیطان چلا آرہا ہے' اسی طرح اب مشین کا سلسلہ بھی شاید ختم ہونے والا نہیں تھا۔

اسے ختم کرنے کے لئے سونیا' علی تیمور اور سونیا ثانی جسمانی طور امریکا گئے تھے لیکن دماغی طور پر میرے علاوہ لیلیٰ' سلطانہ اور سلمان واسطی ہمیشہ حاضر رہتے تھے۔ سونیا ثانی اور علی تیمور چند گھنٹوں یا چند دنوں کے لئے غائب ہوگئے تھے۔ کہیں اچانک ظاہر ہونے والے تھے۔

دو روز قبل سونیا نے لیلیٰ سے کہا "پارس سے رابطہ قائم کرو۔ وہ کہاں ہے اور کیا کررہا ہے۔ اسے ہماری مہم میں شریک ہونا چاہئے۔"

لیلیٰ نے رابطہ کیا۔ کوڈ ورڈز کے ذریعے اسے دماغ میں جگہ ملی۔ اس نے پوچھا "آنٹی خیریت ہے؟"

"ہم سب خیریت سے ہیں۔ تمہاری خیریت معلوم کرنے آئی ہوں۔ سسٹر سونیا نے پوچھا ہے کہ تم کہاں ہو اور کیا کررہے ہو؟"

"آپ میرے ذریعے دیکھ رہی ہیں کہ میں یہودیوں کے قبرستان میں ہوں۔"

وہ پریشان ہوکر بولی "اوہ خدایا! تم اپنی ممّی شیبا کی قبر پر پھول چڑھانے آئے ہو۔ تم تل ابیب میں ہو؟"

"جی ہاں' جب میں بالکل تنہا رہ جاتا ہوں تو ممّی بہت یاد آتی ہیں۔ میرا فرض ہے کہ کم از کم سال میں ایک بار ان کی قبر پر حاضری دوں۔ میں اپنی ماں کو اور کچھ نہیں دے سکتا۔ پھولوں کے ذریعے نذرانۂ عقیدت تو پیش کرسکتا ہوں۔"

"تمہیں ایسے وقت نہیں آنا چاہئے تھا۔"

"پھر کیسے وقت آنا چاہئے؟"

"جب ہم شیطانی مشین کو ختم کردیتے اور جب.."

وہ بات کاٹ کر بولا "قطع کلامی کی معافی چاہتا ہوں۔ مشین کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ دراصل آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ آپ تمام خیال خوانی کرنے والے وہاں مصروف ہیں۔ خدانخواستہ میں یہاں مصیبت میں گرفتار ہوجاؤں گا تو آپ میں سے کسی کو میری خبر نہ ہوگی۔ اور خبر ہوگی تو آپ لوگوں کو دونوں طرف توجہ تقسیم کرنی ہوگی۔"

"جب ایک ماں اپنی تمام اولادوں میں برابر محبت تقسیم کرسکتی ہے تو توجہ کیوں نہیں بانٹ سکتی؟ میں جس حال میں رہوں گی' تمہارے پاس پہلے پہنچوں گی۔"

"آپ نے ایک ماں کی مثال دی ہے۔ آپ کی باتوں میں بھی ممتا کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ کیا بات ہے؟ پاپا سے کوئی ایگریمنٹ ہوگیا ہے؟"

وہ چند ساعتوں کے لئے چپ رہی۔ کچھ بول نہ سکی۔ پھر بولی "تم پکے شیطان ہو۔ کیا بزرگوں سے ایسی باتیں کی جاتی ہیں؟"

"بزرگوں سے نہ سہی' ماں سے باپ کا رشتہ پوچھا جاتا ہے یہ آپس کی بات ہے۔ باہر نہیں جائے گی۔ ہم ماں بیٹے کے درمیان رہے گی۔"

"زیادہ بکواس کروگے تو چلی جاؤں گی۔"

"آپ نہیں جائیں گی کیونکہ میں آپ کو بہت اچھا لگتا ہوں۔"

"یہ مانتی ہوں' تم بہت پیارے لگتے ہو۔"

"اس لئے کہ مجھ میں ساری عادتیں پاپا کی ہیں۔"

وہ فوراً ہی اس کے دماغ سے نکل آئی۔ سونیا کے پاس آکر بولی "میں اس کے پاس نہیں جاؤں گی۔ وہ اپنے باپ کی طرح بدمعاش ہے۔"

سونیا نے پوچھا "تم فرہاد سے ڈرتی کیوں ہو؟"

"میں بھلا کیوں ڈروں گی؟"

"پھر پارس کے پاس سے آکر اس کے باپ کا حوالہ کیوں دے رہی ہو؟"

"وہ بالکل اسی انداز میں چھیڑتا ہے۔"

"بھئی' وہ تو بیٹے کے برابر ہے۔"

"وہ باپ کے حوالے سے چھیڑتا ہے۔"

"تمہیں ڈر ہے کہ یہ چھیڑ چھاڑ رنگ لائے گی۔"

"اوہ سسٹر! تم بھی ویسی ہی باتیں کر رہی ہو!"

"پلیز لیلیٰ! اپنے اندر خود کو ٹٹول کر دیکھو۔ تم اتنی دیر سے بالواسطہ فرہاد کی باتیں کر رہی ہو۔ جبکہ تمہیں پارس کے متعلق بتانا چاہئے تھا۔"

"اوہ خدایا! میں یہ بتانا بھول گئی کہ وہ تل ابیب پہنچ گیا ہے۔"

"اچھا تو وہ شیبا کی قبر پر پھول چڑھانے گیا ہے۔ اس سے پوچھو' واپس کب آرہا ہے؟"

لیلیٰ ہچکچانے لگی۔ وہ پارس کے پاس ابھی نہیں جانا چاہتی تھی۔ جانے سے کچھ ہوتا تھا۔ بیٹا باتوں ہی باتوں میں باپ تک پہنچا دیتا تھا۔ اس نے سلطانہ کے پاس آکر کہا "میں سسٹر کے پاس مصروف ہوں۔ تم ذرا معلوم کرو' پارس تل ابیب سے کب واپس آئے گا؟"

سلطانہ نے پارس کے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کئے پھر پوچھا۔ "تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"آنٹی! آپ سب میرے دماغ میں کیوں آرہی ہیں؟

"آپ سب کا مطلب کیا ہوا؟ کیا لیلیٰ آئی تھی؟"

"نہیں' انکل سلمان آئے تھے۔ مجھ سے پوچھ رہے تھے' جوڑی کیسی رہے گی؟"

"یہ کیا بکواس ہے؟"

"یقیناً بڑے اگر چھوٹوں سے ایسی بات پوچھیں تو یہ بکواس ہوتی ہے۔ میں نے انکل سے کہا' آپ ادارے کے بزرگوں سے پوچھیں یا آئینے کے سامنے آنٹی کے ساتھ کھڑے ہو کر دیکھیں کہ جوڑی کیسی رہے گی۔"

"میں تھپڑ ماردوں گی!"

"میرا قصور کیا ہے؟ کیا جس آنٹی کے متعلق انہوں نے سوال کیا تھا' وہ آپ ہی ہیں؟"

"آں... نن... نہیں' میں سمجھی کہ تم مجھے سمجھ رہے ہو۔"

"آنٹی ذرا جلدی سے دیکھیں' آپ کی چوٹی میں تنکا ہے!"

وہ فوراً اس کے دماغ سے نکل گئی۔ اپنی جگہ حاضر ہو کر مسکرانے لگی۔ اسے پارس پر بڑا پیار آرہا تھا کیونکہ وہ سلمان کا نام لے کر چھیڑ رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک سلمان کا تصور کر کے مسکراتی رہی۔ پھر خیال آیا' اس نے تل ابیب سے پارس کی واپسی کے متعلق معلوم نہیں کیا ہے۔ وہ پھر اس کے پاس جا کر معلوم کر سکتی تھی لیکن وہ سلمان کے پاس پہنچ گئی' کوڈ ورڈز ادا کئے۔ سلمان واسطی نے کہا "وہ آئیں دماغ میں ہمارے خدا کی قدرت ہے..."

اس نے پوچھا "کیا کر رہے ہو؟"

"ایک کام ہو تو بتاؤں۔ تمہارا کوئی کام ہو تو بتاؤ۔"

"میں سونیا کے پاس مصروف ہوں۔ ذرا پارس کے پاس جا کر معلوم کرو' وہ تل ابیب سے کب واپس آئے گا۔"

"بس اتنی سی بات ہے۔ میں ابھی جا کر سونیا کو بتادوں گا"

وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے پارس کے دماغ میں پہنچا۔ مخصوص کوڈ ورڈز ادا کئے۔ پارس نے کہا "تشریف لائیے' آپ ہی کا انتظار تھا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "میرا انتظار کیوں تھا؟"

"ابھی آنٹی سلطانہ آئیں تھیں۔ کہہ رہی تھیں' میں کسی بہانے تمہارے سلمان انکل کو بھیجتی ہوں۔ تم ان سے ان کے دل کی بات معلوم کرو۔"

"کمال ہے! میں تمہاری آنٹی کے لئے اپنا دماغ کتاب کی طرح کھول دیتا ہوں۔ وہ جو پڑھنا چاہیں پڑھ سکتی ہیں۔ پھر وہ اور کیا معلوم کرنا چاہتی ہیں؟"

"آنٹی نے آپ کی بے پناہ مصروفیات سے اندازہ لگایا ہے کہ آپ کو شادی کرنے کی فرصت کبھی نہیں ملے گی۔"

"ضرور ملے گی۔ یہ ٹرانسفارمر مشین کا معاملہ..."

"قطع کلامی معاف کریں' یہ معاملہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ کیا آپ قیامت تک بے چاری آنٹی پر ظلم کرتے رہیں گے؟"

"بھئی میں کوشش کروں گا کہ..."

"پھر ایک بار قطع کلامی معاف کریں۔ آنٹی کو آپ کی کوششوں پر بھروسا نہیں ہے۔ انہوں نے ایک پیغام دینے کے لئے آپ کو میرے پاس بھیجا ہے۔"

"کیا پیغام ہے؟"

"وہ کہتی ہیں' اگر آپ ان سے سچی محبت کرتے ہیں تو چوبیس گھنٹے کے اندر شادی کرلیں' ورنہ..."

"ورنہ؟ آگے بولو؟"

"انہوں نے ورنہ کے آگے کچھ نہیں کہا۔ شاید اس لئے کہ آگے آپ کہیں گے۔"

"تمہاری آنٹی بچی بن گئی ہیں۔ وہ دیکھ رہی ہیں کہ آجکل ہم کتنے مسائل میں الجھے ہوئے ہیں۔ سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ سپر ماسٹر کی حیثیت سے یہ شادی چھپی نہیں رہے گی۔ مجھے یہاں کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے سامنے بہت سی وضاحتیں پیش کرنی ہوں گی کہ سلطانہ کون ہے؟ کس ملک سے' کس خاندان سے متعلق ہے۔ جب تک اس کی پوری ہسٹری ٹھوس ثبوت کے ساتھ نہیں پیش کی جائے گی' مجھے بطور سپر ماسٹر اس سے شادی کی اجازت نہیں ملے گی۔"

"انکل! یہ ظالم سماج ہر محبت کرنے والے کا خانہ خراب کرتا آیا ہے۔ پلیز آپ ظالم سماج سے ٹکرا جائیں۔ جب دنیا والوں کو آپ کی یعنی سلمان واسطی کی شخصیت کا علم نہیں ہے تو ایک دلہن کے آنے کی خبر کیسے ہو جائے گی۔ پلیز آپ آنٹی کے پاس جائیں اور چوبیس گھنٹے کے اندر شادی کرنے کی خوشخبری سنائیں۔"

سلمان نے سلطانہ کے پاس آکر پوچھا "یہ کیا حرکت ہے؟ پارس ہمارے بیٹے کی طرح ہے۔ اس سے ایسی باتیں کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"کیسی باتیں؟"

"یہی کہ میں چوبیس گھنٹے کے اندر تم سے شادی کرلوں۔"

وہ دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر بولی "اوہ نو! میں اتنی بے شرم نہیں ہوں۔ کیا میں ایسی بات کہہ سکتی ہوں؟ تم نے یقین کیسے کرلیا؟"

وہ دونوں ایک ساتھ پارس کے دماغ میں پہنچے۔ سلطانہ نے کہا "تمہیں شرم نہیں آتی۔ اپنی عمر دیکھو' کیا بچے اپنے بزرگوں کے بارے میں جھوٹی باتیں کرتے ہیں؟"

وہ بولا "میں اپنی عمر دیکھ کر ہی بات کہہ رہا تھا۔ آپ دونوں کی عمر گزرتی جارہی ہے۔ کوئی بزرگ ہوتا تو سمجھاتا' میاں شادی کی عمر گزر چکی ہے۔ عقل کے ناخن لو اور چوبیس گھنٹے کے اندر شادی کرلو۔ میری اس بات کو بکواس کہنے سے پہلے جواب دیں۔ آنٹی! کیا آپ کو شادی سے انکار ہے؟"

سلطانہ جواب نہ دے سکی۔ وہ انکار نہیں کر سکتی تھی۔ اور شرم سے اقرار بھی نہیں کر سکتی تھی۔ پارس نے پوچھا۔ "انکل! آپ ہاں یا نہ میں جواب دیں۔ کیا شادی کی عمر گزرتی نہیں جارہی ہے؟"

"ہاں... مگر..."

"اگر مگر کچھ نہیں۔ آپ کو اپنا نہیں تو آنٹی کا کچھ خیال کرنا چاہئے۔"

سلطانہ نے ایک گہری سانس لی۔ پھر آہستگی سے بولی۔ "پارس! تم... تم... بہت پیارے ہو!"

یہ کہتے ہی وہ چلی گئی۔ سلمان نے کہا "بیٹے! تم نے شرارت میں بڑا ہی سنجیدہ مسئلہ کھڑا کر دیا ہے۔ بیشک مجھے اپنا نہیں تو سلطانہ کی عمر کا حساب کرنا چاہئے۔"

ان باتوں کے دوران پارس ایک کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا سفر کر رہا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس وہاں مختلف شعبوں کی اہم عہدیدار تھے۔ ان میں سے ایک انجینئر تھا۔ یہ کار اسی کی تھی۔ ڈرائیور نے ایک چھوٹے سے بنگلے کے سامنے گاڑی روک دی۔ پارس نے گاڑی سے اتر کر بنگلے کے اندر جاتے ہوئے کہا "انکل! آپ میرے پاس موجود رہیں اور اس بنگلے میں رہنے والوں کے خیالات پڑھیں۔ اگرچہ سب ہی ہمارے اپنے ہیں مگر ہمارے درمیان کوئی دشمن جاسوس راستہ بنا سکتا ہے۔"

بنگلے کے اندر انجینئر موجود تھا۔ اس نے پارس سے کہا۔ "اس گاڑی میں چلو۔ میں تمہیں ایک تماشا دکھاؤں گا۔"

سلمان' انجینئر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ باہر آکر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور کو چھٹی دے دی۔ پارس نے اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا "بات کیا ہے؟"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا "جس طرح بابا صاحب کے ادارے میں تمہارے پورے خاندان کی ڈمی بنائی گئی ہیں' اسی طرح یہاں بھی ایسا ہی کچھ چکر چل رہا ہے۔ ابھی ہمارے آدمیوں نے تمہارے ایک ہم شکل کو پکڑا ہے۔ اسے ایک خفیہ اڈے میں لے گئے ہیں۔"

پارس نے پوچھا "وہ کون ہے؟ کیا وہ کچھ اگل رہا ہے؟"

"نہیں' بہت سخت جان ہے۔ تشدد کے باوجود ایک ہی بات کہتا ہے کہ وہ پیدائشی طور پر تمہارا ہم شکل ہے۔"

"اچھی بات ہے' ابھی اصلیت معلوم ہو جائے گی۔"

"اس کے لئے مسٹر برائن وولف کو بلانا ہوگا۔"

پارس نے کہا "آپ اطمینان رکھیں۔ مسٹر وولف ہمارے درمیان موجود ہیں۔"

یہ بات ادارے کے چند خاص افراد کو معلوم تھی کہ سلمان واسطی' لیلیٰ اور سلطانہ جیسی خیال خوانی کرنے والوں کا کوئی وجود ہے۔ دوست اور دشمن ایک خیال خوانی کرنے والے برائن وولف کے نام سے واقف تھے۔ رسونتی کے متعلق مشہور تھا کہ وہ ایک عرصے سے زیر علاج ہے۔

پارس انجینئر کی ساتھ خفیہ اڈے میں پہنچ گیا۔ وہاں ایک

پارس رسیوں سے جکڑا ہوا کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ انجینئر نے اس سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے ؟"

اس نے کہا "میں بھی پوچھتا ہوں ' تم لوگ کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو ؟"

سلمان واسطی اس کی بات سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچا' وہ سانس روکنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسے اتنی مار پڑ چکی تھی' ہڈیوں پر ایسی چوٹیں آئی تھیں کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس تو کر سکتا تھا مگر تکلیف کے باعث سانس نہیں روک سکتا تھا۔

پارس نے سلمان کی ہدایت کے مطابق کہا "اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دو۔ اس کی ہلکی سی آواز بھی نہ نکلے۔"

اس کے منہ کے اندر کپڑا ٹھونس دیا گیا اوپر سے ٹیپ چپکا دیا گیا۔ تب سلمان نے اسے دماغی جھٹکے پہنچائے۔ وہ اوں آں کی ہلکی آوازوں کے ساتھ تڑپنے لگا۔ چونکہ رسیوں سے جکڑا ہوا تھا' اس لئے تڑپنے اور مچلنے کی بھی گنجائش نہیں رہی تھی۔

آخر وہ حوصلہ ہار گیا۔ اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا۔ تب سلمان اس کے اندر سے معلومات حاصل کرنے لگا۔

وہ ایک بڑے فوجی افسر کا بیٹا تھا۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے اسے پارس بنایا گیا تھا۔ پچھلے تین برس سے اسے زبردست ٹریننگ دی جا رہی تھی۔ اس ڈمی کو پارس کی عادات' حرکات و سکنات کے مطابق ڈھالا جا رہا تھا۔ اسے حاضر دماغی سے کام لینے کی ہر ممکن تربیت دی جا رہی تھی۔

سلمان واسطی نے یہ باتیں پارس اور انجینئر وغیرہ کو بتائیں پارس نے کہا "مجھے قدرت کی طرف سے موقع مل رہا ہے کہ میں اس کی جگہ لے کر یہاں کی ملٹری انٹیلی جنس میں رہوں' انکل! آپ مما سے مشورہ کرلیں۔"

جب سونیا تک یہ بات پہنچی تو اس نے کہا "ہاں واقعی یہ سنہرا موقع ہے۔ ان کا جوتا ان کے ہی سر پہ مارنا چاہئے۔ وہ پارس کی ڈمی بنا کر کسی موقع پر ہمیں دھوکا دینا چاہتے تھے۔ یہی دھوکا انہیں کھانا چاہئے۔ اس طرح ہمیں ان کے اندر کی بہت سی باتیں معلوم ہوتی رہیں گی۔"

سونیا نے سلمان کے ساتھ سلطانہ کو بھی یہ ذمے داری دی کہ وہ ڈمی پارس کی ذاتی' گھریلو اور سماجی زندگی کی ایک ایک تفصیل معلوم کریں۔ دونوں نے خیال خوانی کے ذریعے اپنا کام شروع کر دیا۔ ڈمی کے رشتے داروں' دوستوں' شناساؤں اور گرل فرینڈز کے نام اور پتے معلوم کئے۔ انجینئر نے کہا "ان میں سے میں کئی لوگوں کو جانتا ہوں۔"

پارس نے کہا "آپ انہیں باری باری فون کریں۔ مسٹر وولف آپ کے ذریعے ان کے دماغوں میں جا سکیں گے۔"

اس طرح سلمان اور سلطانہ نے ڈمی کے بہت سی واقف کاروں کے اندر جگہ بنائی۔۔ ان سے بھی بہتیری معلومات حاصل کیں۔ اس دوران پارس نے عارضی میک اپ اتار دیا تھا۔ اصلی روپ میں آگیا تھا۔

اس بات کا اندیشہ تھا کہ ڈمی زیادہ دیر غائب رہے گا تو اس کی تلاش شروع ہو جائے گی۔ ڈمی صبح انٹیلی جنس کے دفتر میں حاضری دیتا تھا اور شام کو ٹریننگ سینٹر میں جا کر اپنی تربیت جاری رکھتا تھا۔ اس روز وہ دفتر میں حاضری دینے کے بعد تفریحاً کار ڈرائیو کرتا جا رہا تھا کہ اس کی شامت آگئی۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوس اسے کار سمیت اغوا کر کے خفیہ اڈے میں لے آئے۔ ڈمی اس خیال سے بہ آسانی چلا آیا کہ اپنے ہی ملک کے جاسوس اسے پارس سمجھ کر اغوا کر رہے ہیں۔ وہ آسانی سے ان کی غلط فہمی دور کر دے گا۔ بعد میں اسے اپنی غلطی کا پتا چلا تو بہت دیر ہو چکی تھی۔

پارس اس کا لباس پہن کر اس کی کار لے کر پہلے اس کے گھر میں آیا۔ سلطانہ اسے بتاتی جا رہی تھی کہ ڈمی کس طرح گھر میں داخل ہوتا ہے' اپنے ماں باپ کو کس طرح مخاطب کرتا ہے' اس کا کمرا کہاں ہے اور اس کی ضروری اور غیر ضروری چیزیں کہاں رکھی ہیں۔

اس روز پارس ہر اس جگہ جاتا رہا جہاں ڈمی جایا کرتا تھا۔ ہر اس مرد عورت سے ملتا رہا' جس سے ڈمی کی ملاقات رہا کرتی تھی۔ شام کو ٹریننگ سینٹر میں ضروری مشقوں سے گزرنے کے دوران زیادہ مارکس حاصل کرتا رہا۔ جب یقین ہو گیا کہ ہر مقام پر ہر فوجی افسر نے اور رشتے داروں نے اس پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا ہے تو پھر سلمان نے ڈمی پر تنویمی عمل کر کے اس کی موجودہ حیثیت بھلا دی۔ پارس وہاں انجینئر کے بھتیجے کے روپ میں آیا تھا۔ اس ڈمی کو چہرے کی تبدیلی سے انجینئر کا بھتیجا بنا دیا گیا۔ ہر طرح سے مطمئن ہو کر سلمان واسطی چلا گیا۔ سلطانہ نے کہا "پارس! میں تمہارے پاس آتی جاتی رہوں گی۔"

"آنٹی ایک بات سچ بتائیں گی ؟"

"میں ہمیشہ سچ بولتی ہوں۔"

"کیا میں آپ کے دل کی بات انکل تک پہنچانے میں کامیاب رہا ہوں ؟"

"تم پکے شیطان ہو۔ اور میں زندگی میں پہلی بار ایک شیطان سے محبت کا اعتراف کرتی ہوں۔ آئی لو یو پارس!"

وہ چلی گئی۔ دوسرے دن فوج کے جنرل نے اسے طلب کیا اور کہا "میں نے تمہاری پروگریس رپورٹ دیکھی ہے۔ تمہارے تمام ٹرینرز کا بیان ہے کہ تم اصلی پارس سے بھی زیادہ ذہین اور حاضر دماغ ہو۔ میں ان کے بیان کی روشنی میں تمہارا امتحان لوں گا۔"

"میں حاضر ہوں سر!"

"آج رات سپر نائٹ کلب میں ایک لڑکی آئے گی۔ تمہیں معلوم کرنا ہے کہ وہ کون ہے ؟ کہاں سے آئی ہے اور اس کی اہمیت کیا ہے ؟"

شام کو سلطانہ اس کے پاس آئی تو اس نے کہا "آج مجھے آزمائشوں سے گزرنا ہے۔ ایک لڑکی کی اہمیت معلوم کرنی ہے۔"

سلطانہ نے کہا "جب وہ کلب میں آنے والی اہم ہے تو اس کے دماغ میں نہیں جاؤں گی۔ ہو سکتا ہے' وہ ہماری توقع سے زیادہ زبردست ہو! مجھے دماغ میں محسوس کرے گی تو تم پر شبہ کیا جائے گا۔"

"آپ میرے ساتھ رہیں گی۔ میں اسے دوستی پر مجبور کروں گا۔ اس دوران شاید آپ کو اہم معلومات کا موقع مل جائے گا۔"

اس رات کلب میں سلطانہ' پارس کی پاس تھی۔ وہاں الپا کی حرکتوں سے شبہ ہوا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ پارس نے ایسی چال چلی کہ وہ دوستی کرنے پر مجبور ہو گئی۔ دوستی ہوئی تو رفتہ رفتہ تصدیق ہو گئی کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔

پارس نے جنرل کے سامنے یہ حقیقت بیان کی۔ الپا نے خوش ہو کر کہا "تمہیں واقعی مکمل پارس بنایا گیا ہے۔ آج سے تم میرے ساتھ رہو گے۔"

وہاں کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سے زیادہ الپا کی اہمیت تھی۔ ایک عرصے کے بعد ان کی قوم میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی پیدا ہوئی تھی۔ اسے ایک شاندار محل رہائش کے لئے دیا گیا تھا۔ محل کی انیکسی میں پارس کو رہنے کا حکم دیا گیا۔

وہ شاید تمام رات خیال خوانی میں مصروف رہی تھی۔ اس نے صبح چار بجے پارس کو اپنی خواب گاہ میں طلب کیا۔

وہاں الپا سے جو باتیں ہوئیں' اس سے پتا چلا' وہ کٹر یہودی ہے۔ اسے اندیشہ تھا کہ یہودی قوم کی ٹیلی پیتھی جاننے والی شیبا کو جس طرح فرہاد نے محبت کے جال میں پھانس لیا تھا اور اسرائیل کے خلاف استعمال کرتا رہا تھا' اسی طرح اس کے جوان بیٹے پارس اور علی تیمور الپا کو بھی پھانس سکتے ہیں۔

وہ کہتی تھی "میں حسین اور جوان ہوں۔ میرے اندر جذبات کی آندھی ہے۔ میں اگرچہ مستقل مزاج ہوں لیکن کسی مرحلے پر کوئی بھی میرے جذبات کو بھڑکا سکتا ہے۔ ایسا وقت آنے سے پہلے ہی میں نے ایک یہودی پارس کو اپنی خواب گاہ میں بلا لیا ہے۔"

اسے احتیاطی تدبیر کہتے ہیں۔ وہ شیبا کی غلطی دہرانا نہیں چاہتی تھی۔ اس سے پہلے کہ ایک مسلمان پارس اپنی مردانہ صلاحیتوں سے کبھی اسے جیت لیتا' وہ یہودی پارس کو اپنی تنہائی میں لے آئی تھی۔ جب جذبے سرد ہوں گے تو وہ کبھی نہیں بہکے گی۔

پارس کون سا پارسا تھا۔ ایک حسین اور شباب سے مالا مال دوشیزہ نے دعوت دی تھی۔ وہ انکار کرنے والا نہیں تھا۔ وہ حسین الپا کی طرف بڑھنے لگا۔ ایسے وقت کوئی بھی نصیحت کی جاتی' اس پر اثر نہ ہوتا۔ بڑھتے ہوئے قدم کبھی نہ رکتے لیکن وہ اچانک رک گیا۔ دور کہیں سے فجر کی اذان سنائی دے رہی

تھی۔ وہ نماز نہیں پڑھتا تھا لیکن اذان صرف نماز کے لئے نہیں بلاتی، فلاح کی طرف بھی بلاتی ہے۔ نماز کے لئے بھی آؤ اور اپنی بہتری کے لئے بھی آؤ۔ کوئی بھی مسلمان جس کے دل میں خدا کا تھوڑا سا بھی خوف ہوگا، وہ اذان کے وقت گناہ سے کترا جائے گا۔

پارس کترانے لگا تو الپا کو غصہ آگیا۔ وہ جذبات میں سلگ رہی تھی۔ اس نے غصے سے پوچھا "تم سچ مچ پارس نہیں ہو۔ مسلمان نہیں ہو پھر اذان کا اثر کیوں لے رہے ہو؟"

اس نے جواب دیا "مجھے ٹریننگ یہ دی گئی ہے کہ میں تنہائی میں بھی اسلامی احکامات کی پابندی کروں تاکہ کبھی چھپ کر دیکھنے والوں کو یقین ہو جائے کہ میں ڈی نہیں، اصل پارس ہوں۔"

بات بڑھ گئی تو الپا نے اسے گیٹ آؤٹ کہہ دیا۔ وہ چپ چاپ چلا گیا۔ الپا سوچتی ہوئی نظروں سے اس دروازے کو دیکھتی رہی جہاں سے وہ گیا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی "یہ ہر پہلو سے مکمل پارس لگتا ہے۔ پارس کا رول ادا کرنے کے لئے چھوٹی سے چھوٹی بات کا خیال رکھتا ہے لیکن ابھی اس کی حرکت سے شبہ ہو رہا ہے۔ ایک مسلمان ہی اذان کے وقت اپنی عورت کے پاس نہیں جاتا۔ یہ مسلمان نہیں ہے پھر میرے پاس کیوں نہیں آیا؟"

وہ آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھنے لگی، سوچنے لگی "یہ درست ہے کہ تنہائی میں بھی اسے مکمل پارس بن کر رہنا چاہئے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ تنہائی میں یہودی ہو کر مسلمان کی طرح نماز پڑھنے جائے۔ جبکہ یہاں کوئی دشمن دیکھنے والا نہیں ہے!"

وہ خواب گاہ سے باہر آئی۔ کشادہ راہداری میں کنیزیں ادب سے کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ ان کے درمیان سے گزرتی ہوئی بولی "کوئی میرے پیچھے نہ آئے۔ میں تنہائی چاہتی ہوں۔"

وہ تنہا محل کے باہر آئی۔ صبح کی ہلکی سی دھیمی سی ملگجی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ سیکورٹی گارڈز اسے دیکھتے ہی الرٹ ہو گئے۔ سیکورٹی افسر نے سامنے آکر سیلوٹ کیا۔ اس نے پوچھا "پارس کہاں ہے؟"

افسر نے جواب دیا "ابھی انیکسی میں گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے، میرے پیچھے نہ آؤ۔"

وہ ایک گارڈن سے گزرتی ہوئی انیکسی کے برآمدے میں آئی۔ دبے قدموں چلتی ہوئی ایک کھڑکی کے پاس آکر دیکھا۔

پارس اپنے بستر پر آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ الپا نے غصے سے پوچھا "کیا اسی طرح عبادت کی جاتی ہے؟ یہ تم تنہائی میں پارس کا رول ادا کر رہے ہو۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولا "دروازہ کھلا ہے۔ اندر آؤ، میں دو باتیں ابھی ثابت کروں گا۔"

وہ دروازہ کھول کر اندر آئی پھر بولی "وہ دو باتیں کیا ہیں؟"

"ایک تو یہ کہ میں ڈی پارس ہوں۔ دوسری بات یہ کہ میں اصل پارس ہوں۔"

"اپنی بکواس کو درست ثابت کرو۔"

"میں نے کہا تھا کہ تنہائی میں کوئی بھی آکر دیکھ سکتا ہے کہ میں اصل پارس کی طرح نماز پڑھتا ہوں یا نہیں؟ تم یہ بات تسلیم نہیں کر رہی تھیں۔ اب دیکھ لو۔ تم خود ہی جاسوسی کرنے آئی ہو کہ میں تنہائی میں کیا کر رہا ہوں!"

"میں تسلیم کرتی ہوں۔ تمہیں تنہائی میں بھی محتاط رہنا چاہئے۔"

"لیکن میں نے تنہائی میں نماز نہیں پڑھی، اس لئے تمہیں یقین ہو گیا کہ میں یہودی ہوں۔"

"ہاں میں اپنا شبہ دور کرنے آئی تھی۔ وہ شبہ دور ہو چکا ہے۔ تم مسلمان نہیں ہو۔ اب دوسری بات ثابت کرو کہ تم اصل پارس ہو۔"

پھر وہ ہنستی ہوئی بولی "کبھی ثابت نہیں کر سکو گے کیونکہ جو یہودی ہوتا ہے، وہ مسلمان کبھی نہیں ہوتا۔"

"میں ثابت کردوں گا۔"

وہ ذرا قریب آئی۔ پارس نے اسے اور قریب کھینچ لیا پھر دونوں بازوؤں میں گرفتار کرتے ہوئے بولا "میری ممانے مجھے ایک انگوٹھی دی تھی۔ اسے میں یہاں بھول گیا تھا، اس لئے تمہیں غصہ دلا کر یہاں آیا اور یہ انگوٹھی پہن لی۔ مجھے یقین تھا، تم میرے پیچھے آؤگی یا دوبارہ خواب گاہ میں بلاؤگی۔"

"یہ انگوٹھی کیسی ہے؟"

"دیکھو، میں نے اسے دبایا تو ایک باریک سی سوئی نکل آئی ہے۔ یہ سوئی تمہاری گردن میں ..."

سوئی گردن میں پیوست ہو گئی۔ دوسرے ہی لمحے الپا ایک دم سے ساکت ہو گئی۔ پارس نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر بستر پر لٹا دیا پھر کہا "آنٹی! راستہ صاف ہے۔ آپ اپنا کام کریں۔ میں سونے جا رہا ہوں۔"

اس دلچسپ داستان کے باقی واقعات
چوبیسویں حصے میں ملاحظہ فرمائیے۔